شجرہ نسب حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ ثانی فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں آپ کا شجرۂ نسب حاصل کر کے ہم واقفیت عامہ کے واسطے درج اخبار کرتے ہیں۔ آج سے تیرہ سو برس قبل حضرت عمر خلافت نبوی کے مالک ہوئے تھے۔ آج ان کے ایک بیٹے کو خدا نے ایک نبی کا خلیفہ اول بنایا ہے فالحمد للہ علی ذالک

ایڈیٹر

حضرت امیر المومنین عمر رضؓ
حضرت سلطان المشائخ شیخ عبد اللہ
حضرت نصیر الدین
حضرت سلطان ابراہیم
حضرت شیخ اسحٰق
حضرت شیخ فتح محمد خان
حضرت واعظ اکبر

حضرت شیخ نور الدین
حضرت شیخ بہاؤ الدین مخزن اسرار
حضرت شیخ سلیمان
حضرت شیخ جمال الدین
حضرت شعیب
حضرت احمد
حضرت شیخ یوسف
حضرت شیخ محمد
حضرت شیخ شہاب الدین
حضرت شیخ احمد المعروف حافظ محمود
حضرت شیخ فرخ شاہ کابلی قدس سرہ العزیز
حضرت نصیر الدین
شیخ محمود
حضرت عبد السامع (?)
حضرت شیخ مسعود
حضرت عبد اللہ
حضرت واعظ اصغر

حضرت شریعت پناہ قاضی عبد الرحمٰن
حافظ عبد الغنی
حافظ عبد النصیر (?)
حافظ نصر اللہ
حقائق مآب حافظ عبد العزیز مغفور
معارف دستگاہ حافظ یار محمد
کرامت دستگاہ حافظ عبد الرب
فضیلت پناہ حافظ محمد دین
حافظ فخر الدین
غفران پناہ حافظ غلام محمد
حفاظت پناہ حافظ غلام رسول
امیر المومنین خلیفۃ المسیح نور الدین

عبد الحی عبد السلام عبد الوہاب عبد المنان امامہ حفصہ

عبد الحی

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

سورۃ الفاتحہ

(مورخہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام)

تمہید اس سورۂ شریف کی بہت سی تفاسیر لوگوں نے لکھی ہیں ہمارے گھر میں اس سورۃ کی ایک قلمی تفسیر باریک لکھی ہوئی ساٹھ جزو کی تھی۔ حضرت صاحب (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے تین مبسوط تفسیریں اس سورۂ شریف پر لکھی ہیں جنمیں سے ایک اُردو میں ہے اور کتاب براہین احمدیہ میں ہے اور دو عربی زبان میں ہیں ایک کا نام کرامات الصادقین ہے اور دوسری کا نام اعجاز المسیح ہے وہ بڑا خوش قسمت ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ وہ کم از کم ان تفاسیر کا مطالعہ کرے میں اس امر کی طرف تم کو خاص توجہ دلاتا ہوں جو عربی نہیں جانتے وہ کم از کم اُردو کو پڑھیں عبدہ مصری نے بھی ایک کتاب سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں الگ لکھی ہے اور ایک ضخیم کتاب سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں صدرالدین قونوی نے لکھی ہے۔

نماز میں ضروری بچپن سے لیکر اس بڑھاپے تک جو کچھ میں نے تحقیقات کی ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے (خواہ انسان الگ نماز پڑھتا ہو خواہ جماعت کے ساتھ کسی امام کے پیچھے پڑھ رہا ہو ہر دو صورتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی عملدرآمد تھا (ایڈیٹر)

تعداد رکعات چونکہ سورہ فاتحہ کا ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے اسواسطے ایک مسلمان دن رات میں سورہ فاتحہ عموماً ۶۰ بار پڑھتا ہے یا کم از کم ۴۴ بار کیونکہ رکعات کی تفصیل یہ ہے

فجر۔ سنت ۲۔ فرض ۲	۔	۴
ظہر۔ سنت ۴۔ فرض ۴۔ سنت ۴	۔	۱۲
عصر۔ سنت ۴۔ فرض ۴	۔	۸
مغرب۔ فرض ۳۔ سنت ۲۔ نفل ۲	۔	۷
عشاء۔ فرض ۴۔ سنت ۴۔ وتر ۳۔ نفل	۔	۱۳
میزان پانچ نماز	۔	۴۴
اشراق ۲۔ ضحیٰ ۸	۔	۱۰
تہجد ۔ ۸	۔	۸
میزان کل	۔	۶۲

زوال ۴۔ تحیۃ الوضو ۲۔ تحیۃ المسجد ۲۔

اگر اشراق اور اوابین کے نوافل انسان نہ پڑھ سکے اور ایسا ہی ظہر اور مغرب اور عشاء کے نوافل بھی نہ پڑھ سکے اور ظہر اور عصر اور عشاء کی سنتیں بجائے ۴ کے دو پڑھے۔ تو تہجد ملا کر پھر بھی ۴۴ رکعتیں ہو جاتی ہیں۔

سنتوں کی تاکید بڑے بڑے تجربہ کاروں کا قول ہے کہ جو لوگ مستحبات کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں وہ رفتہ رفتہ سنتوں کے تارک ہو جاتے ہیں اور جو لوگ سنتوں کے تارک ہوتے ہیں وہ رفتہ رفتہ فرائض سے غافل ہو جاتے ہیں اور فرائض سے غافل ہونیوالے کیواسطے وعیدیں سخت ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ حضرت صاحب (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی عادت تھی کہ آپ فرض پڑھنے کے بعد فوراً اندرون خانہ چلے جاتے تھے اور ایسا ہی اکثر میں بھی کرتا ہوں۔ اس سے بعض نادان بچوں کو بھی غالباً یہ عادت ہو گئی ہے کہ وہ فرض پڑھنے کے بعد فوراً مسجد سے چلے جاتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ پھر وہ سنتوں کی ادائگی سے محروم رہ جاتے ہیں اون کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت صاحب (مرحوم و مغفور) اندر جا کر سب سے پہلے سنتیں پڑھتے تھے اور ایسا ہی میں بھی کرتا ہوں۔ کوئی ہے جو حضرت صاحب کے اس عملدرآمد کے متعلق گواہی دے سکے۔ (اس پر صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب جو حسب العادت مجلس درس میں تشریف فرما تھے کھڑے ہوئے اور باواز بلند کہا کہ بیشک حضرت صاحب کی ہمیشہ عادت تھی۔ کہ آپ مسجد جانے سے پہلے گھر میں سنتیں پڑھ لیا کرتے تھے اور باہر مسجد میں فرض ادا کرکے گھر میں آتے تو فوراً سنتیں پڑھنے کھڑے ہوتے اور نماز سنت پڑھ کر پھر اور کوئی کام کرتے ان کے بعد صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب نے بھی یہی شہادت دی اور ان کے بعد حضرت میر ناصر نواب صاحب نے اور ان کے بعد صاحبزادہ میر محمد اسحق صاحب نے اور پھر حضرت مرحوم کے پرانے خادم حافظ حامد علی صاحب نے بھی اپنی عینی شہادت کا اظہار کیا۔ ایڈیٹر)

وتر وتر میں بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے۔ کہ وہ صرف ایک رکعت پڑھ لیتے ہیں۔ حضرت صاحب کا یہ طریق نہ تھا بلکہ آپ دو رکعت پڑھ کر اور سلام پھیر کر پھر ایک رکعت پڑھتے تھے۔

الحمد متن کتاب ہے شیخ محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ میں نے جتنی دفعہ الحمد شریف پڑھا ہے ہر دفعہ اس کے نئے معنے میری سمجھ میں آئے ہیں۔ میں اگرچہ ایسا دعوے تو نہیں کر سکتا مگر میں نے بغور دیکھا ہے اور میرا اعتقاد ہے۔ کہ سارا قرآن مجید الحمد شریف کے اندر ہے۔ الحمد متن ہے اور قرآن شریف اسکی شرح ہے۔

الحمد میں شفا ہے صحابہ کے زمانہ میں ایک شخص کو جو کسی گاؤں کا نمبردار تھا سانپ نے ڈسا تھا۔ صحابہ نے الحمد شریف پڑھ کر اس کا علاج کیا تھا اور وہ شفا یاب ہو گئی تھی۔ ایسا ہی ابن قیم نے لکھا ہے

کہ جب میں مکہ معظمہ میں تہا اور طبیب کی تلاش میرے واسطے مشکل تہی تو میں اکثر الحمد کے ذریعہ اپنی بیماریوں کا علاج کر لیا کرتا تہا۔ ابن قیم کا میں بسبب اس کے علم کے معتقد ہوں اور اُسے ایسا آدمی جانتا ہوں جو لاکہوں میں ایک ہوتا ہے۔

میرا اپنا بہی تجربہ ہے کہ میں نے بہت سے بیماروں پر الحمد کو پڑہا اور انہیں شفا ہوئی۔

میں چاہتا ہوں کہ لوگ سوچ سوچ کر الحمد کو نماز میں پڑہا کریں اور اس سے فائدہ اُٹہاویں۔

آیت ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

بؔ۔ استعانت کی ہے۔ اللہ کی مدد سے۔ بعض لوگوں نے غلطی کہائی ہے کہ کہاہے کہ جس شئے سے استعانت کی جاتی ہے وہ ہتہیار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہتہیار بنانا بے ادبی میں داخل ہے مگر ایسا خیال درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ واللہ المستعان اور ایسا ہی سورہ الحمد میں ایاک نستعین آتا ہے۔ غرض استعانت جائز ہے۔

تمام کتب الٰہیہ بؔ سے شروع ہوتی ہیں۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے بہی ایسا لکہا ہے۔ توریت شریف بہی بؔ سے شروع ہوتی ہے اس کا پہلا لفظ ہے بریشیت۔ בראשית۔ اگر انجیل کسی کتاب کا نام ہے اور اس کا اصل مل جائے تو وہ بہی ضرور بؔ سے شروع ہوتی ہوگی۔ مگر اس وقت کوئی انجیل سچی یا جہوٹی بلکہ نقلی اور جعلی بہی ایسی نہیں جو حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب ہو کہ انپر نازل ہوئی تہی نہ عیسائیوں کے پاس کوئی ہے نہ کسی غیر قوم کے پاس۔ ایڈیٹر)

بؔ۔ کے معنے میں ساتہہ۔ اور اس کا نقل خود قرآن شریف میں آیا ہے کیونکہ سب سے پہلی آیت جو آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تہی وہ یہ ہے۔

اقرأ باسم ربک

اسم۔ سُمُوّ کے معنے میں عظمت۔ بلندی۔ بزرگی۔

اللہ۔ سب خوبیوں کا جامع۔ سب بدیوں سے منزہ۔ معبود حقیقی۔

عربی کے سوائے کسی دوسری زبان میں خدا تعالےٰ کے نام کیواسطے کوئی ایسا مفرد لفظ نہیں ہے جو خاص اسی کے واسطے ہو اور کسی دوسرے پر اس کا اطلاق نہ پاسکے۔ انگریزی کا لفظ گاڈ۔ دیوی دیوتا۔ سب پر بولا جاتا ہے اور لفظ لارڈ تو بہت ہی عام ہے۔ سنسکرت لفظ اوم بہی مرکب ہے۔ غالباً آتم سے نکلا ہے۔ کیونکہ یہ عبارت میں اوم سے دعائیں مانگتے ہیں۔ عبرانی کا ایل۔ اِلٰہ سے نکلا ہے اور یہوواہ۔ یاھو سے نکلا ہے۔

یاد رہے کہ صرف اللہ اللہ کہنا یا ھُو ھُو کرنا کوئی وظیفہ نہیں ہے وظیفہ اور دعا کے واسطے جملہ چاہیئے جیسا کہ لا الٰہ الا اللہ۔ سبحان ربی الاعلی۔۔۔۔۔

الرحمٰن۔ فضل کنندہ بلا مبادلہ۔ بلا محنت دینے والا۔

الرحیم۔ کئے پر اپنے رحم سے بہل دینے والا۔

آیت ۲۔ الحمد۔ ال کے معنے ہیں۔ خاص۔ سب۔ وہ (اصل شے)

سب قسم کی حمد۔

ربّ۔ پیدا کرنیوالا۔ ترقی دینے والا۔ بتدریج کمال تک پہونچانیوالا۔

عالمین۔ سب جہان۔

آیت ۴۔ یوم۔ وقت

دین۔ جزا۔ سزا۔ اسلام

جزا و سزا کے وقت کا مالک خدا ہے اسی کے حکم سے کسی کو جزا یا سزا مل سکتی ہے۔ اب بہی اور آئندہ بہی ہے۔

اسلام کے وقت کا مالک خدا ہے وہ اسکی آپ حفاظت اور نصرت کریگا۔

آیت ۵۔ واؤ حالیہ ہے۔ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اس حال میں کہ تجہ سے مدد چاہتے ہیں کیونکہ تیرے فضل کے سوائے عبادت کی توفیق بہی حاصل نہیں ہوسکتی

آیت ۶۔ اھدنا۔ چلا ہم کو۔

جمع کا صیغہ ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ صرف اپنے واسطے دعا نہ کرے بلکہ دوسروں کو بہی ساتہہ شامل کرے۔

ہدایت عموماً چار ذرائع سے ہے۔

(۱) قوت دینا۔ فطری قوے بخشنا۔ (۲) ایک نیکی کے بعد دوسری نیکی کی توفیق دینا۔ (۳) اس مقصد پر پہونچانا جو نیکی کے واسطے مقدر ہو۔ (۴) راستہ بتلا دینا

مستقیم۔ اقرب راہ۔ جو سب سے زیادہ نزدیک ہو۔

آیت ۷۔ انعمت علیہم۔ جن پر انعام ہوا۔ وہ نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح ہیں۔

مغضوب۔ یہود۔ جن میں بے جا عداوت ہے اور علم پڑہ کر عمل نہیں کرتے۔

ضالین۔ بہکے ہوئے۔ نصاریٰ۔ جنہوں نے اپنے نبی سے بے جا محبت کی اور علوم الٰہی کو سیکہنے کی بجائے اپنی رائے کے تابع ہوتے۔

۲۱۔ جنوری سنہ ۱۹۰۹ء

الٓمٓ۔ مقطعات کی نسبت اس زمانہ میں اعتراض ممکن تہا۔ کیونکہ آزادی حد سے بڑہی ہوئی ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے تمام متمدن قوموں (جو انتظام مانیں کو خوب کرسکیں) میں ان کا رواج دے کر انہیں ملزم کر دیا۔ یورپ امریکہ کے لوگوں کے لئے تو یہ مسئلہ صاف ہے کیونکہ وہ اپنی قلموں۔ دواتوں۔ پنسلوں اور چہڑیوں سلے ہوئے کپڑوں کو مقطعات کے نام سے وابستہ کرتے ہیں۔

الف۔ اے۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے کو تو سب لوگ جانتے ہیں۔ ریلوں کے ایں ڈبلیو۔ آر کو بہی اکثر سمجہتے ہوں گے۔ اور بعض خطابات اور قومی دکانوں کے مقطعات گو ذرا غور سے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر مخفی نہیں۔

عرب میں بہی ان مقطعات کا رواج تہا۔ چنانچہ بالآم ایک مشہور شاعر گذرا ہے

الٓمٓ۔ کی تشریح دو عظیم الشان بزرگوں نے کی ہے۔ جنہیں قرآن دانی میں کسی نے برا نہیں کہا۔ وہ عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن مسعود تہے۔ انہوں نے

بالاتفاق ایک معنے کئے ہیں۔ صحابہ نے ان معنوں کا انکار نہیں کیا اور نہ یہ کہا ہے۔ کہ یہ احتیاط کے خلاف کرتے ہیں۔ اس لئے میں ان معنوں کو اپنے فہم کے مطابق صحیح سمجھتا ہوں

پھر ان کے بعد ہمارے زمانہ میں امام نے یہی یہی معنے کئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے ابن عباس و ابن مسعود کی تقلید سے یہ معنے نہیں کئے بلکہ اپنے ذوق سے بیان کئے۔ وہ معنے یہ ہیں۔ کہ انا اللہ اعلم۔ میں اللہ بہت جاننے والا ہوں۔ انا کا پہلا حرف لیا۔ اللہ کا درمیانی حرف اور اعلم کا آخری۔

مجموعی حیثیت سے لوگوں نے طبع آزمائیاں کی ہیں اور دوسرے معانی بھی اپنے اپنے ذوق کے مطابق بیان کئے ہیں چنانچہ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اس سورۃ میں آدم۔ بنی اسرائیل اور ابراہیم کا قصہ آئے گا۔

ذلک الکتاب لاریب فیہ۔ یہ وہ لکھی ہوئی چیز ہے۔ لکھی ہوئی اس لئے فرمایا کہ جب آیت نازل ہوتی۔ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بڑے اہتمام سے اپنے سامنے لکھا لیتے۔ دوسری وجہ یہ کہ کتیبہ لشکر کو کہتے ہیں۔ اور جیسے لشکر بہت سے افراد کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اسی طرح یہ کتاب بہت سے مضامین کو اپنے اندر لئے ہوتے ہے اور جیسے لشکروں سے دشمن بھاگتے ہیں ایسے ہی شبہات انسانیہ اس کتاب کے لشکر سے بھاگ جاتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا۔

لاریب۔ یعنی یہ ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے جس کے عظیم الشان ہونے میں کچھ بھی شک نہیں۔ یا جس میں کسی قسم کی کوئی شبہ والی بات نہیں۔ پھر ذلک الکتاب میں جو فرمایا یہی ایک کتاب ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ نے اور کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی جس کو "کتاب" کہا جا سکے۔ آپ کے زمانہ میں یہی ایک کتاب تھی جو حقیقی معنوں میں کتاب کہلا سکے

ھدی للمتقین۔ انعمت علیہم۔ میں دعا مانگی گئی تھی کہ ہمیں راہ ہدایت دکھا یہاں منعم علیہم۔۔۔ گروہ کا دوسرا نام متقی رکھ کر فرمایا۔ کہ یہ کتاب ان دعا مانگنے والوں کے لئے موجب ہدایت ہے۔ جو انعمت کے مورد بننا چاہتے ہیں یا بن چکے یا آئندہ بنیں گے سب کے لئے رہنمائی کا قانون ہے۔ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے انسان خواہ کیسا متقی ہو جائے۔ قرآن مجید میں اس کی آئندہ ترقی کے لئے سامان موجود ہے۔

الذین یومنون بالغیب۔ متقی کون لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں غیب الغیب تو اللہ کی ذات ہے۔ پھر مابعد الموت کے حالات پھر ملائکہ۔ رسول اور اس کی کتابیں اسی میں شامل ہیں۔ رسول بحیثیت انسان ہونے کے اس کی ذات غیب میں داخل ہے۔

ویقیمون الصلوۃ ومما رزقنٰہم ینفقون۔ وہ اپنی نمازوں (دعاؤں) کو سنوار کے ادا کرتے ہیں اور پھر جو کچھ ہم نے دیا۔ اس سے خرچ بھی کرتے رہتے ہیں۔ بہت دنوں سے یہ بات میرے دل میں قاعدہ کی طرح جم گئی ہے کہ جو کبھی کچھ بھی خدا کی راہ میں نہیں دیتا۔ نہ دعا مانگتا ہے وہ ہدایت سے محروم رہ جاتا ہے۔

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون	پھر ان متقیوں کے لئے ہدایت ہے جو اس سے زیادہ ترقی کر کے اس کو بھی

کو مانتے ہیں جو تیری طرف نازل ہوئی اور جو تجھ سے پہلے نازل ہوتی رہی اور آخر کی گھڑی پر بھی وہ یقین کرتے ہیں۔

اولٰئک علی ھدی من ربہم واولٰئک ھم المفلحون	یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت کے گھوڑوں پر سوار ہو جاتے ہیں اور یہی لوگ وہ ہیں۔ جو مظفر و منصور ہوں گے۔

اللہ نے دنیا میں مظفر و منصور ہونے کا گر بتا دیا۔ وہ لوگ جو حق و حقیقت سے دور ہیں وہ منعم علیہم کے بعد مغضوب علیہم ہو جاتے ہیں۔

یہ غضب کفر سے پیدا ہوتا ہے پس فرماتا ہے ان الذین کفروا۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بطور جملہ معترضہ اس کی وجہ بیان فرمائی۔ جملہ معترضہ مبتداء و خبر کے درمیان میں کئی وجوہات سے آتا ہے۔ ایک وجہ بیان کرنے کے لئے چنانچہ یہاں اسی لئے فرمایا۔ سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یومنون کہ برابر ہو گیا ہے ان پر تیرا ڈرانا یا نہ ڈرانا۔ یعنی وہ کافر تیرے انذار و عدم انذار کو مساوی سمجھتے ہیں۔ جب کسی کی نصیحت کا عدم وجود برابر سمجھ لیا گیا۔ تو پھر کچھ پروا نہ رہی۔ اس ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایمان نصیب نہیں ہوتا تین مرضیں ہیں۔

سب سے پہلے تو وہ جو بات کو سنتا ہی نہیں پہلے ہی سے انکار کر دیا (۲) دوسرا وہ جس نے سنا۔ مگر اس کا سننا نہ سننے کے برابر ہے (۳) تیسرا وہ جو نگاہ سے کام نہیں لیتا۔ کہ نہ ماننے والوں کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ کوئی بات ہو۔ اس کو غور سے سن لینا۔ پھر فکر کرنا بہتر ہے۔ کہ یہ میرے لئے برکت کا موجب ہے یا نقصان کا۔ پھر دیکھے۔ کہ اس کے ماننے والے آرام میں ہیں یا نہیں اور اس کے نہ ماننے والوں کا انجام کیا ہو رہا ہے۔

ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ ولہم عذاب عظیم۔	اللہ نے انسان کو بہت کچھ طاقتیں بخشی ہیں۔ چنانچہ ان بندوں نے شیروں کو قابو کیا۔ ہاتھیوں پر اپنا

تسلط جمایا۔ ہوا۔ پانی۔ آگ سب چیزوں کو مسخر کیا۔ یہ ریل جو چلتی ہے۔ یہ ہوا اور آگ اور پانی کی تسخیر کا کرشمہ ہے۔ غبارے والے۔ جہازوں والے اسی تسخیر سے کام لیتے ہیں۔ ہاتھی کتنا بڑا جانور ہے۔ ایک انسان کے انگوٹھے کے اشارے پر چلتا ہے غرض اس انسان نے عجیب و غریب ترقی کی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ طوطوں سے بندوق و تلوار و توپ بھی چلوا لیتے ہیں۔ اور تو اور۔ یہ چاہے تو خدا کو بھی پا سکتا ہے۔ غرض بڑے بڑے کام اس سے سرانجام پذیر ہوتے ہیں۔ مگر بعضوں نے اس نعمت کی قدر نہیں کی۔ انسانیت کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا۔ ہمارے بھیرہ میں ایک پہلوان تھا جس نے ایک دنگل مقرر کیا ہمارے بعض دوستوں کو کشتی سیکھنے کا شوق پیدا ہوا وہ مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ پہلے پہلے جب وہ دنگل میں لنگوٹ باندھ کر آیا تو ہاتھوں کے بل چلنے لگا۔ مجھے اس کی یہ شکل بہت ہی گھناؤنی معلوم ہوئی کیونکہ یہ پہلا دن تھا کہ میں نے کسی انسان کو الٹا ہو کر چلتے دیکھا۔ اسی وقت میں نے کہا کہ یہ شخص قابل دید نہیں اگر پہلوانی میں یہ کچھ ہوتا ہے۔ تو ہم پہلوانی نہ سیکھیں گے۔ میرے دوستوں نے کہا

کہ یہ بھی ایک شاہزادی کا ثبوت ہے۔ مگر منزہ کہا اخمن یمشی مکبا علی وجھہ اھدی امن یمشی سویا علی صراط المستقیم۔

غرض بعض انسان اپنے وجود کو بدی و انکار کی طرف لیجاتے ہیں اور اس ٹیں کا انتظار نہیں کرتے جو خدا سے انسان تک پہونچتی ہے۔

جب انسان پہلا ایک گناہ کو قبول کرتا ہو تو دوسرے گناہ پھر اسپر پڑنے شروع ہوتے ہیں۔ جنہیں قبول کرنا پڑتا ہے۔

آگے ذرا الذین فی قلوبہم مرض فزادھم رجسا الی رجسہم وماتوا وھم کافرون اور ویجعل الرجس علی الذین لایعقلون۔ تمام حواس ظاہری کا مرجع دماغ ہو اور حواس باطنی کا مرکز قلب ہے۔ اچھا آدمی وہ ہو جو اپنے قلب کو خراب نہونے دیوے اگر وہ ایسا ہونے دیگا تو پھر الٰہی قانون اپنا کام کرے گا جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ طبع اللہ علیہا بکفرھم اپنے عہد سے مہر لگائی ان کے کفر اختیار کرنے کے سبب یہاں بھی قلوبہم میں ہم کا مرجع وہ کفر اختیار کرنیوالے ہیں خدا کا قانون یہ ہے کہ جب انسان کفر کرتا ہے۔ تو اس پر مہر لگ جاتی ہے جب کفر چھوڑ دیتا ہے تو یہ مہر بھی ٹوٹ جاتی ہے بعض لوگ اسے ظلم سمجھتے ہیں۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے یہ تو عین الفانا انصاف ہے۔ دیکھو ایک شخص کو مدرس بنایا جاوے جتنی تنخواہ وہ مانگے وہ بھی دیجائے مگر ساتھ وقت پر پڑھانے کی قید ہو اب وہ مدرس وقت پر حاضر نہیں تو مدرسہ کی نگرانی کرنے والوں کا فرض ہے کہ اسے موقوف کردیں اور یہ انصاف ہے ظلم نہیں۔

اسی طرح انسان جب کفر پر کمر باندھ لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ایمانی طاقتوں کو سلب کر دیتا ہے مثلاً دیکھو بعض لوگ اپنے ہاتھ اوپر رکھ کے سکھا دیتے ہیں جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ ہاتھ بالکل بیکار ہو جاتا ہے اسی طریق پر جو ایمانی طاقتوں سے کام نہیں لیتا۔ تو وہ طاقتیں جو نعمتوں کے رنگ میں دیگئی تہیں چھین لیجاتی ہے۔ کافروں سے کہا گیا کہ سنو اور غور کرو۔ مگر انہوں نے اول تو سننے سے انکار کیا پھر کہا کہ تمہارا نصیحت کرنا یا نہ کرنا ہمارے نزدیک یکساں ہے۔ چونکہ انہوں نے کانوں سے کام نہیں لیا اسی لئے اللہ نے ان کے کانوں کو ایسا کر دیا کہ وہ حق کے شنوا نہ رہے۔

ایک معلوم بات یہ ہے کہ قلب میں جو تحریک ہو اس کے مطابق عمل کرے پھر کانوں کے ذریعہ نیکی کو سُنے۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو کم ازکم یہ تو کرے کہ یہ بات دیکھے کہ میرے شہر میں جو مختلف لوگ آباد ہیں فلاں شخص کی بات سنکر نیکی میں ترقی کر رہے ہیں یا بدی میں۔ وہ کس کس کی بات سنتے ہیں پھر ان کی بات پر عمل کرکے ان کا انجام کیا ہوتا ہے جو آدمی اتنا بھی نہیں کرتا اس کی آنکھ پر پھر پٹی بندھ جاتی ہے اور حق کو نہیں دیکھ سکتا۔ قادیان میں آریہ بھی موجود ہیں سکھ بھی۔ سناتنی بھی۔ عام مسلمان بھی احمدی بھی۔ سب کو دیکھ لو کہ یہ کس کس کی باتیں سنتے رہے اور کس قوم نے نیکی راہ پر قدم مارا اور کس کا انجام اچھا ہو رہا ہے اور کن لوگوں کی زندگی دکھوں کی زندگی ہو رہی ہے بعض لوگ اپنی طرف سے بعض باتیں گھڑ لیتے ہیں مثلاً ایک شخص نے کہا کہ دل کی پہچان یہ ہے کہ اس کی پیٹھ پیچھے درود شریف پڑھیں۔ تو وہ موہنہ موڑ لیتا ہے۔ میں نے اسے کہا وہ امام صلوٰۃ بن سکتا ہے یا نہیں کہا کیوں نہیں؟ اس پر میں نے اسے نادم کیا کہ وہ جب سب سے آگے ہوگا پیچھے درود پڑھیں گے۔ تو امام کیونکر بن سکے گا۔ (رکوع ۱)

رکوع غرض اس طرح انسان جب راہ حق چھوڑ دیتا ہے تو ٹھوکریں کھاتا ہے۔

ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الاخر وماھم بمؤمنین

پھر بہت لوگ ایسے ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے مگر وہ ذرا بھی مؤمن نہیں ہوتے:

ایمان کے سبق کا شروع اللہ پر ایمان لانے سے ہے اور اس سبق کا اختتام آخرۃ کے ماننے پر ہے اس لئے اس کے اندرونی حصوں کا ذکر نہیں آیا۔ وہ سب ان دونوں کو ماننے میں آگیا۔ اللہ پر ایمان جبھی کمل ومسلم ہو سکتا ہے جب اس کے ملائکہ۔ کتب۔ رسولوں پر ایمان لایا جاوے۔ ماننے کے معنے صرف زبان سے کہنا نہیں بلکہ تصدیق قلب اور عملوں کے ذریعہ اپنے ایمان کا ثبوت ضروری ہے۔

یخادعون اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسہم وما یشعرون

وہ اللہ کو چھوڑتے ہیں اور ان کو جو ایمان لائے حالانکہ وہ تو اپنے نفسوں ہی کو (دراصل) محروم کرتے ہیں اور اپنے نفع ونقصان کا کچھ شعور نہیں رکھتے۔

یخادعون۔ کا ترجمہ دہوکہ دیتے ہیں۔ کرتے تو اس میں بہت سے مشکلات ہیں اس لئے میرے نزدیک اس کے معنے ترک کرتے ہیں۔ صحیح میں ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑا۔ تو اس کا خمیازہ یہ اٹھایا کہ اپنے آپ کو محروم کر لیا۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول ایک شخص تھا وہ بھی انہی من الناس میں سے تھا نبی کریم ایک مجلس میں وعظ کہنے لگے اس روز بہت جھکڑ تھا۔ سواری میں غبار جو اٹھا تو اس نے رومال اپنے موہنہ پر رکھ لیا اور کہا کہ باتیں تو اچھی ہیں اگر گھر ہی سناتے۔ تو اچھا تھا۔ یہاں ہم کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اس پر صحابہ میں بہت گفتگو ہوئی ایک صحابی نے عرض کیا اس سے درگذر کردیں۔ پہلے ہمارا ارادہ تھا کہ اسے اپنا بادشاہ بنالیں۔ یتوجونہ ویعصبونہ۔

یعنے تاج شاہی اس کے سر پر رکھدیں اور نمبرداری کی پگڑی اسے باندھ دیں مگر اب کھل گیا کہ یہ شخص اس قابل نہیں اس نے اپنی تئیں ذلیل کر لیا۔ دیکھو وہ پھر کیسا تباہ ہوا۔ مومنوں کے سامنے ہلاک ہوا اور اس نے کوئی شرف نہ پایا۔

منافق اپنے تئیں بڑا ہوشیار سمجھتا ہے اور اسے یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ میں بڑا دانا ہوں۔ کہ دونوں طرفوں کو گانٹھ رکھا ہے۔ لیکن درحقیقت منافق بڑا اکمزور ہوتا ہے اس میں نہ قوت فیصلہ ہوتی ہے نہ تاب مقابلہ۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالےٰ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ البقرۃ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

فی قلوبہم مرض فزادھم اللہ مرضا ولہم عذاب الیم بما کانوا یکذبون

کہ ان کے دلوں میں ایک مرض ہے تو اللہ نے ان کے اس مرض کو بڑہنے دیا اور ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے بسبب اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ مرض کا بڑھنا اس لئے فرمایا کہ جب تھوڑے سے مسلموں میں اس کی کمزوری کا یہ حال ہے کہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تو پھر جب یہ کوئی بہت بڑھ جائیں گے تو یہ کمزوری اور بھی بڑھے گی پس یہ مرض روزافزوں ہو۔ اسی طرح جب چھوٹی سی جماعت کے سامنے حق بات نہیں کہہ سکتا۔ تو بڑی جماعت کے سامنے تو اور بھی جھوٹ بولیگا اور یہی باتیں اس کیلئے دکھ دینے والی ہوجائیں گی۔ آخرت کا عذاب تو ہے ہی۔ مگر منافق کے لئے دنیا میں بھی یہ کم عذاب نہیں

زادھم اللہ۔ پر مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے مگر جب یہ امر واقعہ ہے تو اس پر اختلاف کیسا۔ یہ سب کچھ نتیجہ ہے جھوٹ بولنے کا۔

واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون۔ الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں نفاق سے فساد نہ پھیلاؤ۔ تو کہتے ہیں ہم تو زمین میں اصلاح کرنے والے ہیں۔ سنو۔ بیشک یہی لوگ مفسد ہیں۔ مگر وہ سمجھتے نہیں۔

واذا قیل لھم آمنوا کما آمن الناس قالوا انؤمن کما آمن السفھاء الا انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمون

جب ان سے کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے کہ عام لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے یہ کم عقل لوگ ایمان لائے ہیں۔ سنو! یہی بے عقل ہیں۔ ولیکن یہ علم انہیں کہاں کہ اپنی بے عقلی کو سمجھیں۔

واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن۔ اللہ یستھزئ بھم ویمدھم فی طغیانھم یعمھون۔ اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالھدیٰ فما ربحت تجارتھم وما کانوا مھتدین

جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے سرداروں کے پاس تنہا جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو انہیں خفیف بنانیوالے ہیں۔ ھزءا کے معنی ہیں کسی کو خفیف بنانا اور یہ ٹھٹھے کا لازمہ ہے۔ اللہ انہیں ذلیل کرے گا اور ان کو ڈھیل دیتا ہے وہ اپنی شرارتوں سے گذر کر اندھے ہو رہے ہیں۔ یستھزئ بھم کا لمبا جواب دینے کی ضرورت نہیں چونکہ اس ملک کے لوگ عربی سے نابلد ہیں اس لئے انہیں یہ سمجھانا کہ مشاکلت کے لئے یہ فقرہ ہے سیدھا جواب یہی ہے جو ہم نے معنوں میں ظاہر کیا۔ یہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے ضلالت کو ہدایت کے بدلے خرید لیا تو ان کی تجارت نے نفع نہ دیا۔ اور وہ ہدایت یاب نہ ہوئے۔

اشتروا الضلالۃ بالھدیٰ۔ پر اعتراض ہے کہ جب ان کے پاس ہدایت نہیں تو یہ خرید و فروخت کیسی۔

اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ انکو ہدایت لینی چاہیئے تھی پر انہوں نے نہ لی۔ دوم ہر ایک انسان کی فطرت میں ہدایت کا مادہ ہے۔ مگر انہوں نے اس کے بدلے گمراہی کو لیا۔

۲۵۔ جنوری ۱۹۰۹ء

مثلھم کمثل الذی استوقد نارا۔ حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قاعدہ تھا کہ جہاں کوئی میلا ہوتا یا کوئی مجلس تو آپ ضرور پہونچتے اور توحید کا وعظ فرماتے اس کے لئے سب سے عمدہ و اعلیٰ موقعہ حج تھا جس میں آپ ایک ایک قبیلے کے جھنڈے میں وعظ فرماتے تھے بڑے بڑے واقعات آپ کو پیش آئے ایک شخص مشہور عاقبت اندیش تھا اس نے کہا اگر ایک آدمی میرے قابو میں آجائے تو میں اس کے ذریعہ ساری دنیا کو فتح کر سکتا ہوں وہ نبی کریم کے پاس آیا اور کہا کہ اگر میری ساری قوم تمہیں مان لے تو مجھے کیا دوگے آپنے فرمایا میں کسی کو کیا دے سکتا ہوں میرے بعد خدا جانے کیا ہو۔ اس پر وہ ناراض ہو کر چلا گیا اپنی قوم سے کہنے لگا۔ ہے تو ویسا ہی جیسا میں نے کہا تھا۔ مگر میں اس پر ایمان لانے کا تمہیں مشورہ نہیں دیتا۔

آپ انہی حج کے ایام میں منا ایک مقام ہے وہاں وعظ فرما رہے تھے۔ چھ آدمیوں نے جو مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے اشارہ کیا۔ کہ ہم آپ سے علیحدہ کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ منا کے پاس پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے جو چکر کھاتا ہوا جاتا ہے اس کے اندر ایک ٹیلہ ہے وہاں چبوترہ پر جا بیٹھے اور ان کو دین اسلام کی تلقین کی انہوں نے بیعت کی اور کہا کہ ابھی ہمارا نام نہ لیں ہم جا کر مشورہ کریں گے اور آیندہ سال انشاء اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے دوستوں کو بھیجیں گے چنانچہ آیندہ سال بارہ آدمی بھیجے اور تیسرے سال ۷۰ آدمی حاضر ہوئے اور حضرت نبی کریم (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ ان چھ آدمیوں کی کوشش اور بارہ دوستوں کی کوشش سے مدینہ میں کوئی گھر نہیں رہا جس میں آپ کا تذکرہ نہ ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے شہر میں چلیں۔ عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ گو وہ بظاہر مسلمان نہ تھے۔ مگر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمدرد تھے۔ آپنے فرمایا۔ کہ دیکھو ان کو لے جاتے ہیں تم کو بہت سخت مشکلات ہیں۔ یہاں تمام منافی وہاشمی آپکے ساتھ ہیں۔ مگر وہاں یہ بات

نہین ۔ اس پر انہون نے بڑا بھاری معاہدہ کیا اور اس معاہدہ مین رسول اللہ سے اُن سے قسمین لین ۔ آپنے فرمایا میرے مدینہ مین بیجانے کے یہ معنی ہین کہ سارے جہان سے لڑائی کے لئے تم تیار رہو ۔ کہ مکہ مین قریش دشمن ہین ۔ پھر نجد ۔ غطفان ۔ مصر کو ساتھ ملا لینگے پھر عراق و شام کے راستے کی قومین ان کے ساتھ ہین ۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لو ۔ اگر یہ سب کچھ برداشت کر سکتے ہو تو لے چلو ۔ انہون نے عرض کیا کہ ہم حاضر ہین ۔

عرب مین بہت سے آگین جلاتے تھے ایک آگ نار الحرب کہلاتی ہے چنانچہ قرآن شریف مین آیا ہے ۔ کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاءہ اللہ ویسعون فی الارض فساداً ۔ مین نے غور کیا تو معلوم ہوا لڑائی آگ سے شروع ہوتی ہے چنانچہ پہلے دل مین ایک آگ اُٹھتی ہے ۔ پھر وہی آگ تمام گھر مین پھیلتی ہے پھر دوسرے لوگون کے ساتھ ملانے کے لئے ان کی دعوتون کے لئے آگ جلانی پڑتی ہو ۔ پھر پہاڑ پر آگ جلا کر اس مہمانی کو وسیع کیا جاتا ہے پھر بارود کی آگ ہے پھر اس کی آگ ہے توپ کی آگ ہے ۔ ڈائنامیٹ کی آگ ہے ۔ پھر رسول سے جنگ کرنیوالون کا اخیر انجام دوزخ ہے کہ وہ بھی آگ ہے ۔

اس قدر تمہید کے بعد مین اس آیت کے معنے کرتا ہون یعنی جب آپ تشریف لائے تو اس وقت جو قوم تھی ان مین عبد اللہ بن ابی بن سلول ایک شخص تھا لوگون نے ارادہ کیا کہ نمبرداری کی پگڑی اسے بندھائین جن دنون مین جلسہ نمبرداری کا ارادہ تھا نبی کریم آگئے اور اوس کی بات بگڑ گئی اُسے بہت رنج پیدا ہوا اور وہ اکثر موقعون پر رنج نکالتا رہا ۔ لیکن کھل کر مخالفت نہ کر سکتا تھا ۔ اس طرز کے آدمی منافق کہلاتے ہین یہ اندر ہی اندر کڑھتے رہتے ہین ۔

پس

ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے جلانا چاہا ہے آگ کو ۔ گویا نبی کریم کو بلوا کر سارے جہان سے جنگ کی ٹھانی ۔ جب جنگ کی آگ اردگرد بھی بھڑک اٹھی تو ان لوگون کا نور معرفت جاتا رہا جب نار مین سے نور نکل جاتے تو پیچھے اوس کی تپش دھوان اور تکلیف رہ جاتی ہے اسی طرح ان لوگون کا حال ہے جب اون کا وہ نور جو حصہ ہے ایمان اور معرفت کا اور اللہ کو راضی کرنے کا ۔ جاتا رہا تو وہ اندھیرے مین پڑ جاتے ہین اندھیرا بھی ایک نہین بلکہ کئی اندھیرے ۔ جیسے کچھ رات کا اندھیرا پھر کچھ معا روشنی گم ہو جانے سے جو اندھیرا ہو جاتا ہے وہ ۔ پھر بادلون کا اندھیرا پس وہ کچھ دیکھتے نہین اور کچھ سوجھائی نہین دیتا اور دکھائی کس طرح دے جبکہ تمیز باقی نہین ۔ دل کمزور ہے اس لئے حق کے شنوا نہین ہیں پھر حق کے گویا نہین ہین ۔ حق کے گویا نہ مین تھوڑے فائدے ہین جب انسان دوسرون کو نیکی سمجھاتا ہے تو آخر اپنی حالت پر بھی شرم آتی ہے کہ مین جو اورون کو نصیحت کرتا ہون تو میری اپنی حالت کیا ہے اور جب اپنی اصلاح نہین کرتا تو دوسرون کو اصلاح کے لئے کیا کہہ سکتا ہون اس لئے میرا پختہ اعتقاد ہے کہ انسان وعظ سنے اور وعظ کرے کہ اس سے بھی راہ حق ملتی ہے لیکن اس شخص کی حالت قابل رحم ہے جو نہ تو آنکھ رکھتا ہے جس سے رستے مین ہلاکت کی چیز کو دیکھ کر بچ سکے اور نہ کان ہین کہ کسی ہمدرد کی آواز سُن کر بچ جائے جو اسے بتلائے ۔ کہ دیکھو اس رستے نہ آؤ اور نہ زبان ہی کہ خود چلا کر کسی سے پوچھے کہ میاں فلان مقام پر پہونچا دو ۔ اور وہ اسے پہنچا دے پس وہ جو نہ حق کا شنوا ہے نہ حق کا گویا نہ حق کا بینا ہلاکت کی طرف سے مرکز نیک راہ پر نہین آسکتا ۔

صَیِّب ۔ مینہ کو کہتے ہین ۔ صیب کہتے ہین نیچے اُترنے اور جھکنے کو ۔ مینہ کا پانی چونکہ نیچے کو گرتا ہے اس لئے اس کا نام صیب ہے ۔

من السماء ۔ یعنے اس مینہ کیطرح جو بادل سے گر رہا ہو ۔ پھر وہ مینہ کس وقت کا ہو ۔ جبکہ سورج بھی نہین ۔ چاند بھی نہین ستارے بھی نہین اسپر بادلون کا اندھیرا ۔ اس مین رعد ہے یعنے بجلی کی کڑک اور برق یعنے بجلی نادان انسان اپنی انگلیان کانون مین کر لیتے ہین ۔ موت سے بچنے کے لئے ۔ مگر ایسے لوگ واقعی کم عقل ہین کیونکہ سائنس دان جانتے ہین کہ بجلی بہت تیز ہے وہ روشنی سے بھی پہلے پہونچتی ہے اور آواز اس کے بعد آتی ہے چنانچہ جہازیون مین جہان توپ دغتی ہے وہ جانتے ہین کہ چمک پہلے پہونچتی ہے اور آواز اس کے پیچھے ۔ اسی طرح بجلی کی آواز کا حال ہے آواز پہونچنے پر انگلیان کانون مین کرنے اور چھپ جانیوالا بیوقوف ہے کیونکہ جو مار بجلی نے کرنی ہوتی ہے وہ تو اس سے پہلے کر چکتی ہے ۔ منافق کی طبیعت کا حال بارش کی مثال سے کھلتا ہے ۔ جب بارش آتی ہے تو جو لوگ ندیون کے کنارے پر ہین یا جن کے دکان کچے ہین اور چھائی ٹھیک نہین یا جنہون نے نمک خرید رکھا ہے ان کو بہت خطرہ ہوتا ہے اور بعض ایسے ہین جو اس بارش کو اپنے لئے رحمت سمجھتے ہین ۔ انہون نے بجلی کی روک کے لئے سلاخین اور تانبے کے تار کنوئین مین ڈال رکھے ہوئے ہین وہ بہرحال خوشحال ہوتے ہین ۔

اسی طرح کمزور انسان زمانے کے حوادث کی تاب نہ لا کر ایمان سے دور چلے جاتے ہین بعض مفت غربی کے سبب خدا کو کوستے ہین ۔ لڑکا مر جاتا ہے تو خدا کو گالیان دیتے ہین ایسے نابکار بھی مین نے دیکھے ہین جو خدا کی خدائی پر الزام دیتے ہین اور تھوڑی سی مصیبت کو برداشت نہین کر سکتے ایک شاعر کا ذکر کہتے ہین کہ اوس نے شعر کہا جو اس کی نظر مین خاص طور سے قابل انعام تھا اور اس نے سنا تھا کہ سعدی نے ویسا ایک شعر کہا تھا تو اسے خاص طور سے انعام الٰہی ملے تھے ۔ بس اس امید پر اس نے آسمان کی طرف منہ اُٹھایا اتفاق سے ایک چیل کی بیٹ منہ مین پڑ گئی اس پر وہ بول اٹھا ۔ کہ شعر فہمی عالم بالا معلوم شد غرض ایسے ایسے نادان لوگ ہوتے ہین بعض خدا کا ادب کرتے تو گردش دوار اور زمانہ کو کوستے ہین مگر اس کوسنے کا فائدہ کیا ؟

اللہ جلشانہ نے یہ بات فرمائی کہ مینہ پڑتا ہے اس مین کڑک بھی ہوتی ہے بجلی بھی ہوتی ہے ۔ اندھیرے بھی ہوتے ہین اس پر نادان تو غیر محل و غیر موقعہ پر اپنے بچاؤ کے سامان کرتے ہین مگر وہی بارش بہتون کے لئے مفید ہوتی ہے اسی طرح احکام شرع اور دنیا کی مصیبتین جب نازل ہون تو بہت سے لوگ ایمان لاتے ہین اور مشکلات مین گھبراتے نہین ۔ ایک جذامی کا حال مجھے معلوم ہے کہ مین نے اس سے کہا کہ آپکے علاج کا مجھ مین ایک جوش پیدا ہو گیا ہے اوس نے کہا کہ رہنے دیجئے ۔ مین تو جس حال مین ہون خوش ہون تنہائی ہے لوگ کم آتے ہین دعاؤن کا موقعہ ملتا رہتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے ہین کہ گھبرا جاتے ہین اور خدا کو کوستے ہین مگر یہ نہین سوچتے ۔ کہ ہم خدا کا کیا بگاڑ سکتے ہین وہ

بجلی اگر گرنے والی ہی تو اون کے روکنے سے رُک نہیں سکتی۔ پھر وہ خدا کا شکر کریں کہ ان کے کان تو ہیں اگر کان نہ ہوتے تو بجلی کی آواز کس طرح سُنتے اون کی آنکھیں تو ہیں اگر یہ نہ ہوتیں تو پک ڈنڈی کس طرح نظر آتی ہر ایک دُکھی اپنے سے بڑھ کر دُکھی کو اپنے ہی شہر میں دیکھ سکتا ہے پس اُسے چاہیئے کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر کرے۔ اور مشکلات میں گھبرائے نہیں۔

۲۶ جنوری ۱۹۰۹ء (رکوع سوم)

یاایها الناس اعبدوا ربکم۔

کوئی شخص کسی کے ساتھ نیکی کرے صرف ہنس کے بولے یا کسی دکھ کے وقت مدد دے تو آدمی اس کا ممنون ہو جاتا ہے حالانکہ اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب احسان دراصل اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے اس محسن کو پیدا کیا پھر اس چیز کو جس سے احسان کیا گیا پھر خود اسے جس پر احسان ہوا۔ پس خدا کو بھول جانا انسانیت سے بعید ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اسی لئے اپنے رنگا رنگ انعامات و احسانات کا ذکر فرماتا ہے چنانچہ یہاں بھی ارشاد کیا کہ لوگو! تم فرمانبردار بن جاؤ۔ کس کے؟ اپنے پالنہار کے۔ جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہیں ہی نہیں بلکہ تمہارے بڑوں کو بھی۔ یعنے پشتہا پشت سے اس محسن کے احسان تم پر چلے آتے ہیں۔

لعلکم تتقون۔ فرمانبردار ہو گے تو اس سے کوئی خدا کی خدائی بڑھ نہ جائے گی بلکہ اس میں بھی تمہارا ہی فائدہ ہے وہ یہ کہ تم ہی دُکھوں سے بچو گے۔

میں دیکھتا ہوں آتشک انہی کو ہوتی ہے جو نافرمانی کرتے ہیں۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کسی کو نماز پڑھنے سے سوزاک ہو گیا یا زکوٰۃ دینے سے کوڑھ ہو گیا ہو لوگ کہتے ہیں نیکی مشکل ہے یہ غلط ہے نیکی تو سکھوں کی ماں ہے

پھر اس نے تمہیں اور تمہارے بڑوں کو ہی نہیں بنایا۔ بلکہ تمہاری زندگی کے سامان بھی مہیا کئے۔ رہنے کو زمین حفاظت کو آسمان بادل سے پانی اتار کر طرح طرح کے میوے بطور رزق دے۔ پس تم ایسے خدا کا کوئی (مدمقابل) نہ ٹھہراؤ اور تم غور کرو تو خود اس نتیجہ پر پہونچ جاؤ اور یہ یقین ہو جائے کہ اللہ کا ندّ واقعی کوئی نہیں۔

اب جب فرمانبردار بننا ہے تو فرمان کی ضرورت ہے۔ وہ فرمان قرآن ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا۔ اگر اوس کے کلام الٰہی ہونے میں تمہیں کچھ شک ہے تو اس کی مثل لاؤ یہ آسان فیصلہ ہے۔ کیونکہ جیسے دوسری مخلوقات میں خدا کی بنائی ہوئی چیزیں انسان کی بنائی ہوئی چیزوں سے الگ نظر آتی ہیں اسی طرح یہ کلام اللہ کلام انسانی سے لگا نہیں کھاتا اگر تم نظیر نہ لائے اور لا بھی نہ سکو گے تو اس آگ سے بچاؤ کرو جس کا ایندھن منکر لوگ اور پتھر ہیں۔ مومنوں اور نیک عمل والوں کے لئے آرام کی جگہیں ہیں جن کے تلے نہریں بہتی ہیں جب کبھی اس سے کوئی میوہ دیا جائے گا کہینگے یہ تو وہی ہے۔ جس کا ہمیں پہلے وعدہ دیا جا چکا تھا اور پھر ایک نہیں بلکہ رنگا رنگ ایک جیسے دوسرے دئیے جاویں گے اور ان کے لئے اس میں جوڑے ہوں گے۔ یہ بیان ہی ان

مما رزقنا

یہ تو تھوڑی سی چیز ہے جو اللہ بیان کرتا ہے۔ اور جنت کے نعما کے مقابل میں ایسی ہی جیسی مچھر کے سامنے ہاتھی۔ تاہم کسی بات کے سمجھانے کے لئے مچھر سی بلکہ اس سے بھی ادنےٰ مثال دینے سے اللہ نہیں رُکتا۔ جو ایماندار ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ یہ ان کے رب سے برحق ہے اور جو منکر ہیں وہ کہتے ہیں اس مثال سے اللہ نے کیا ارادہ کیا۔ بہت سے اس سے گمراہ ہوتے اور بہت ہدایت پاتے ہیں۔ گمراہ کون ہوتے ہیں وہی جو بد عہد ہیں اپنے عہد کا پاس نہیں رکھتے جن سے اللہ نے قطع تعلق کرنے کے لئے فرمایا ان سے تعلق جوڑتے ہیں اور جن سے تعلق جوڑنے کے لئے کہا ان سے قطع تعلق کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ مگر شرارت کا پھل سوائے ٹوٹا پانے کے کچھ نہیں۔

دیکھو تم کچھ نہ تھے خدا نے زندہ کیا پھر ماریگا اور جزا اور سزا کے لئے زندگی دیگا۔ اس نے تمہاری بھلائی کے لئے زمین کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں درست کیا سات آسمان اگر کسی طرح نہیں مانتے تو یوں تو مانو کہ وہ ہر چیز کا عالم ہے اور علم والوں کی بات ماننا فطرت انسانی میں داخل ہے۔

۲۷ جنوری ۱۹۰۹ء (رکوع ۴)

آیندہ آنے والی باتوں کی نسبت مدبران ملک پیشگوئی کرتے ہیں جن کے تجارب صحیح آیندہ واقعات کے متعلق ہوں وہ تمدن کے فلاسفر کہلاتے ہیں جو دوائی اور نسخہ تجویز کرتے ہیں وہ بھی مریضوں کے متعلق ایک پیشگوئی کرتے ہیں جن کی ایسی پیشگوئیاں کثرت سے صحیح ہوں وہ طبیب حاذق کہلاتے ہیں ایک اور قوم ہے جو کسی حساب کی بنا پر پیشگوئی کرتی ہے پھر یہ پیشگوئیاں جسکی زیادہ صحیح ہوں وہ منجم کہلاتا ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر ایک اور قوم ہے جس کے دماغوں کی بناوٹ اس قسم کی ہے کہ وہ آیندہ واقعات کے متعلق بعض اوقات صحیح پیشگوئیاں کر سکتے ہیں ان میں سے جو اخلاق فاضلہ اور عقیدہ صحیحہ رکھتے ہیں وہ ولی کہلاتے ہیں دوسرے ہٹ پوپو۔ پھر ایک اور قوم ہے جو ملائکہ کے نام سے مشہور ہے ان کو بعض معاملات کی قبل از وقت اطلاع خدا کی طرف سے دیجاتی ہے۔

پھر ان سے بالاتر ایک اور قوم ہے جو ملائکہ سے میرے خیال میں افضل ہے انہیں رسول یا نبی کہتے ہیں ان کی اگر کوئی پیشگوئی بظاہر صحیح نہ ہو تو وہ ان کی ترقی کا موجب ہے کیونکہ ایسی بات پیش آنے سے توجہ جناب الٰہی میں بڑھے گی اور ترقیات کو طلب کریگا۔ بہر حال خدا تعالیٰ نے ملائکہ کو اطلاع دی کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔

خلیفہ۔ اس کے تین معنے ہیں (۱) قوم کا قائم مقام بخلفت قوماً (۲) جو اپنی جگہ کو قائم مقام چھوڑے یخلف قرناً (۳) وہ بادشاہ و جزنافذ الحکم ہو جسے پنجابی میں مہاپردھانا کہتے ہیں۔ آدم علیہ السلام کے متعلق تینوں باتیں صحیح ہو سکتی ہیں ان سے پہلے بھی قومیں ہو سکتی ہیں اور بعد بھی ہوئیں اور اللہ نے انہیں طاقت بھی بخشی ایک اور جگہ داؤد کے متعلق بھی لفظ فرمایا۔ انا جعلناک خلیفۃ

حضرت حق سبحانہ نے یہ اطلاع ملائکہ کو دی ہے اور ہرگز ہرگز بطور مشورہ نہیں بتایا جن لوگوں کا یہ خیال ہے وہ غلطی پر ہیں خدا کسی سے صلاح نہیں پوچھا کرتا اطلاع کا نام مشورہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر فرشتوں نے عرض کیا کہ کیا تو مقرر کریگا اسے جو خود فساد کرے گا اور خون ریزی۔

ان معنون پر بعض لوگون کو اعتراض ہو کہ خدا کے سامنے ملائکہ نے اعتراض کیون کیا اس لئے اس سے بچنے کے لئے بعض نے یہ معنے کئے ہین کیا آپ بھلا ایسا بنانے لگے ہین ۔ جو فساد و خونریزی کرے گویا استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہین ہوسکتا ۔ پھر یہ بھی خیال کرلینا چاہیئے کہ فرشتے جو عرض کرتے ہین ۔ وہ خود اس اعتراض کے نیچے ہین وہ یہ بات کہکر آدم کو مفسد ٹھہراتے اور اوس کو مرواتے ہین اور ان انبیاء و اولیاء کے ظہور کے مانع ہین جنھون نے اپنے کمالات سے مخلوق کو فائدہ پہنچایا اور خدائی جلال کو ظاہر کیا اس طرح وہ خونریزی کے مرتکب ہوتے ہین مگر یہ صحیح نہین بہرحال مجھے تو وہی پہلے معنے پسند ہین کیونکہ اس سے مجھے بہت فائدہ پہونچا ۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مجھے ایک خاص آدمی کے بارے مین پوچھا کہ آپ اسے کیسا سمجھتے ہین ۔ مین نے کہا نیک ہے ۔ بزرگ ہے اس کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا ۔ کہ وہ تو میرزا صاحب کا مخالف ہے ۔ مین نے کہا پھر کیا ہوا ۔ آدم کی خلافت پر اس کے خلاف ۔ کہنے والے تو ملائکہ کہلاتے ہین اور مین نے اسے ملک بھی نہین کہا

نحن نسبح بحمدک ۔ ۔ ونقدس لک ۔ اس پچھلی بات کا فرشتے اقرار کرتے ہین کہ ہم تجھے کل عیب سے پاک سمجھتے ہین اور تیری ذات اس سے اعلی و ارفع ہے اور اقدس ہے کہ کوئی ایسا فعل کرے جس کا نتیجہ اچھا نہ ہو یہ قول کہ فرشتون نے گویا اپنے تئین منصب خلافت کے قابل سمجھا ۔ مین نے کہین نہین دیکھا ۔

اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ مین تم سے اعلم ہون اور اب اس اعلم ہونیکا ثبوت دیتا ہے کہ علم ادم الاسماء کلھا ۔

الاسماء ۔ کچھ نام سکھا دیئے وہ تمام کیا تھے اس پر لوگون نے بحث کی ہے صوفی تو کہتے ہین ۔ اللہ نے اپنے نام سکھائے فلاسفر کہتے ہین چیزون کے نام اور خواص یہ سب باتین قیاسی طور پر کہی جاتی ہین کسی وحی سے ثابت نہین پس مین اتنا کہونگا کہ اللہ نے کچھ باتین سکھائین اون کو اللہ خوب جانتا ہے پھر فرشتون سے کہا کہ کیا تم بتا سکتے ہو ۔ اس پر ایک عیسائی نے اعتراض کیا کہ اللہ نے ملائکہ سے ناانصافی کی کہ ان کو نہ بتایا اور آدم کو بتایا ۔ حالانکہ وہ نادان نہین جانتا ۔ کہ ثابت بھی یہی کرنا تھا کہ جسے مین علم دون وہ عالم ہے اور جسے مین نہ دون وہ جاہل ہے چنانچہ فرمایا ہے ۔ کلکم ضال الا من ھدیتہ کلکم عار الا من کسیتہ ۔ پہلے وہ تو جاہل تھے اور دونون تعلیم کے محتاج ۔ آدم کو پڑھا دیا اسے آگیا ۔ ملائکہ کو نہ پڑھایا اسے نہ آیا چنانچہ فرشتون نے خود اقرار کیا ۔ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا ۔ پھر فرمایا ۔ اعلم غیب السموات والارض ۔ خدا تعالے زمین و آسمان کی چھپی ہوئی باتون کو جانتا ہے وہ علیم حکیم ہے ۔ ایک بچہ مندی کو دیکھے کہ اس نے تمام تھان کے ٹکڑے کردئے تو وہ گھبرا اٹھتا ہے کیونکہ نہین جانتا کہ یہ ٹکڑے ایک اعلی ملبوس بننے والے ہین اسی طرح اللہ کے مصالح اکثر نادانون سے مخفی ہوتے ہین وہ ظاہری ۔ ۔ ۔ ۔ صورت دیکھ کر چلا اٹھتے ہین ۔

گلستان مین ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ لنگڑا ہو گیا اور ایک دن بیگار مین لوگون کو پکڑ رہے تھے اسے چھوڑ گئے تو وہ خدا کا شکر بجالایا ۔

قرآن شریف مین موسی اور خضر کا قصہ ہے ۔ خضر نے ایک کشتی کو عیبناک کر دیا اور بعد مین اوس کی حکمت ظاہر ہوئی ۔

پس ہمین چاہیئے خدا کی حکمتون پر ایمان لائین اور اس کے حکم مانین ۔ شیطان نے اپنی رائے کو ترجیح دی ۔ اس نے انکار کیا اکڑبازی کی کافر ہو گیا ۔

۳۰ ۔ جنوری سنہ ۱۹۰۹ء

بہت سے لوگ خدا کا فضل لیکر غضب کما لیتے ہین بعض غضب تو نہین کماتے مگر بھول جاتے ہین ۔ خدا کے انکار اور شرک وغیرہ کی سزائین بعد الموت ہین ۔ مگر شوخی ۔ بے حیائی ۔ کسی کو دکھ دینا ۔ کسی کی ہتک کرنا ان سب کے عذاب اسی دنیا مین بھی آتے ہین جو محض خدا کے حقوق ہین اون کے لئے فروگذاشت معاف کی جاتی ہے مگر حقوق العباد مین و شرمن کرنے کی سزا بہت جلد ملتی ہے ۔

بعض آدمیون کو خدا تعالی حسن دیتا ہے مگر وہ اسی نعمت سے عورتون کو اپنی پر رجھا کر اپنے لئے موجب غضب بنا لیتے ہین ۔ دولتمند انسان کے پاس دولت ایک نعمت ہے ۔ مگر یہی نعمت خدا کا غضب بن جاتی ہے اگر اسے فضولیون اور عیاشیون مین صرف کیا جائے یہی حال تندرستی ۔ ذہانت ۔ فراست ۔ موزونیت طبع کا ہے کہ بعض ایسی باتون مین لگ جاتے ہین جو حسن و عشق سے وابستہ ہین ایک گندی کتاب ہمارے بچپن کے زمانہ مین پڑھائی جاتی تھی جس کا نام بہار دانش ہے مین نہین سمجھ سکا کہ ایک شاگرد اپنے استاد کے آگے کس طرح اوس کا ترجمہ کر سکتا ہے ۔ غرض خدا تعالی ذہن و ذکا ۔ فہم و فراست ۔ جاہ و جلال ۔ حسن و جمال دیتا ہے مگر انسان انعام لیکر غضب کے نیچے آجاتا ہے ۔

الحمد سے الحمد کی تفسیر شروع ہوئی ہو پہلے منعم علیھم کا ذکر کیا گیا ہے ۔ کہ وہ متقی ہوتے ہین ۔ غیب پر ایمان لاتے ۔ دعا ان کا شیوہ ہوتا ہے اللہ کی راہ مین خرچ کرتے ہین اللہ کے الہامات کو مانتے ہین پھر وہ لوگ ملہم بنتے ہین اور مظفر و منصور ہوتے ہین ۔

پھر مغضوب علیھم کا ذکر فرمایا وہ بے ایمان ہین نہ اون کے دل زندہ ہین نہ اون کے کان شنوا نہ آنکھین بینا ۔ ایک اور بدبخت ہین جن کا ظاہر و باطن یکسان نہین شریرون کے پاس آ کر کہتے ہین ۔ انا معکم مومنون کے پاس کہتے ہین ۔ آمنا پھر منعم علیھم کا ذکر کیا ہے پھر مغضوب علیھم کا ۔ جو قرآن شریف کا مقابلہ کرتے ہین اور بتایا ہے کہ دکھ اللہ کے فرمان نہ ماننے سے حاصل ہوتے ہین اور دکھ نافرمانیون سے یضل بہ کثیرا سے ضالون کا ذکر کیا ہے وہ کون ہوتے ہین جو بدعہدی کرتے ہین اور ان سے میل وجول رکھتے ہین جن سے اللہ نے قطع کا حکم دیا ہے یہان تک علمی رنگ مین منعم علیھم ۔ مغضوب علیھم اور ضالون کا ذکر کیا ہے ۔

اب جو رکوع اس وقت پڑھتا ہون اوسمین نام لیکر ایک منعم علیھم کا ذکر ہے یعنی آدم اور ایک مغضوب علیھم یعنے شیطان کا اور بھول مین پڑنے والے گروہ ملائکہ کا ۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالے)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ البقرۃ

رکوع چہارم

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اللہ جو حکم دیتا ہے اس کے ساتھ کچھ نواہی بھی ہوتے ہیں۔ یہاں اسکن۔ کلا منہا رغدا تو احکام ہیں اور لاتقربا نہی ہے

ھذہ الشجرۃ۔ ایک درخت سے منع کیا جو ان کے لئے مضر تھا۔ بے جا تکلیف اٹھائی ان لوگوں نے جنہوں نے اس درخت کا نام ڈھونڈا ہے میرا اپنے ذوق کے مطابق یہ اعتقاد ہے کہ ہر شخص کو کچھ حکم دیا جاتا ہے تو ساتھ ہی کچھ ممانعت بھی کی جاتی ہے۔ کلی اذا اشرب وا کے ساتھ ولاتسرفوا فرمایا ہے ایسا ہی آدم کو کسی بات سے جو اس کے مضر تھی روکا۔

فتکونا من الظالمین۔ ایسا کرو گے تو اپنی جان پر بوجھ ڈالو گے آدم خدا کا مصطفیٰ اور مجتبیٰ تھا اور قرآن مجید میں آیا ہے ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ جس سے معلوم ہوتا کہ برگزیدہ لوگ بھی ظالم ہیں مگر وہ ظالم نہیں جن کے ظلم کا نتیجہ برا ہے۔ بلکہ وہ نفس پر رضاء الٰہی کے لئے ظلم کرتے ہیں۔

فازلھما الشیطان۔ شیطان کو بھی ایک موقعہ معلوم ہوا اوس نے پھسلانا چاہا۔

عنھا۔ اس درخت سے۔ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ نسی فلم نجد لہ عزما۔ کچھ مدت کے بعد آدم علم الٰہی کو بھول گئے اور یہ کسی انسان کے لئے موجب تعجب نہیں ہو سکتا۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آدمی نماز کے لئے بڑے اہتمام کے ساتھ گھر سے آتا ہے وضو کرتا ہے پھر پہلی رکعت دوسری سے بالکل مختلف ہے پھر بھی بھول جاتا ہے قرآن مجید کی آیات کا بھی یہی حال ہے بعض وقت معمولی آیت قرأت کے وقت بھول جاتی ہے روزہ رکھا جاتا ہے مگر بھول کر پانی پی لیتے ہیں۔ یہ عجائبات قدرت ہیں۔

اخرجھما۔ اللہ نے نکال دیا اس حالت سے جس میں وہ تھے پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جب بعض تمہارے دشمن بھی ہیں تو تم چوکس رہو۔

اھبطوا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ سزا نہیں۔ آدم نے خدا سے کچھ باتیں سیکھیں جیسے حضرت ابراہیم نے اذا ابتلی ربہ بکلمات فاتمھن۔ یعنی کچھ احکام دئے جن کو ابراہیم نے پورا کیا تو امام بنایا گیا۔ اسی طرح خدا نے حضرت آدم کو درجات عطا فرمائے۔

ھو التواب الرحیم۔ کے بعد قلنا اھبطوا فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سزا ہرگز نہیں یہ قرآن شریف کے سیاق کے بالکل خلاف ہے۔

فاما یاتینکم منی ھدی۔ ہمارا ہدایت نامہ جب آئے تو قاعدہ یاد رکھو جو تابع ہوگا اس پر کوئی خوف و حزن نہیں۔ ہر زمانے میں ایک تغیر آتا ہے اس تغیر میں ایک قوم خوف و حزن میں ہوتی ہے۔

رسول کریم جب مبعوث ہو کر پبلک میں آئے تو لاالہ الا اللہ کا وعظ کیا۔ اس وقت دو مذہب تھے ایک موحد دوسرے بت پرست۔ ان میں سے جو متبع تھے حضرت نبی کریم کے وہ کامیاب ہوئے اور سارے عرب کو ساتھ ملا لیا۔ مگر کافر اسی خوف و حزن میں رہے عبد اللہ بن ابی اور ابوجہل کو ہتھ ڈالنے نہ تھا اور پھر کفار کتنا حزن ہوا ہو گا جبکہ دونوں کے بیٹے مسلمان ہو گئے۔

غرض جو فرمانبرداری اختیار کرتے ہیں وہ سکھ پاتے ہیں اور جو مقابلہ کرتے ہیں وہ اصحاب النار جل بھن کے کباب ہو جاتے ہیں۔ ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ مومنوں کو بھی خوف و حزن ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مومنوں کے لئے یہ وعدہ ہے ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ غرض یہ خوف و حزن ایک فریق کے لئے کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔ تو دوسرے کے لئے ناکامی کا

۳۰۔ جنوری ۱۹۰۹ء رکوع پنجم

سارا قرآن شریف حقیقت میں الحمد کی تفسیر ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں تین گروہوں کا اور اپنی صفات میں سے چار صفات کا ذکر کیا ہے ایک گروہ کا نام منعم علیہم ہے۔ بہت سے لوگ منعم علیہ ہو کر بھی مغضوب بن جاتے ہیں۔ مغضوب علیہ وہ ہوتا ہے جو علم پر عمل نہ کرے اور کسی سے بے جا عداوت رکھے احادیث میں یہود بتائے گئے ہیں ان میں یہی بات ہے کہ بے جا عداوت رکھتے ہیں اور جو انعمت علیہم ہو کر علم نہیں رکھتے اور کسی سے بے جا محبت رکھتے ہیں وہ ضالین ہیں۔ احادیث میں ان کا نام عیسائی آیا ہے یہاں یعقوب کا نام چھوڑ دیا ہے اسرائیل کو عبرانی زبان میں س بجائے ش بولتے ہیں۔ اشر کے معنے سپاہی بہادر۔ خدا تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کا یہ نام رکھا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا بہادر سپاہی ہے۔ ماں باپ نے تو یعقوب نام رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسرائیل نام رکھا یہاں یہ بتایا کہ تم کن اسلاف کی اولاد ہو۔

انعامات کو یاد کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ ہمارے احکامات کی بجا آوری میں سستی نہ کرو ہمارے احکامات کی بجا آوری کا یہ نتیجہ ہوگا کہ جو نتائج پہلوں کو عطا ہوئے ہیں وہ تم کو بھی عطا ہو جائیں گے۔ بعض اوقات انسان کو ایک اور مشکل پیش آ جاتی ہے وہ یہ کہ بعض آدمی غریب ہوتے ہیں اون کو فکر ہوتا ہے۔ کہ ہم کسی بڑے آدمی کی مخالفت کریں تو ہم کو نقصان پہونچے گا۔

لنعمتی التی انعمت علیکم۔ سب سے بڑی نعمت تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک تھا۔ اوف بعھدکم۔ میرے عہدوں کے پابند ہو جاؤ جن میں سے ان پر ثمرات عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے وہ میں دے دوں گا۔

چونکہ کسی شرعی حکم پر عمل کرنے میں بعض آدمیوں کو مشکلات ہوتی ہیں اور بڑے آدمیوں کا خوف ہوتا ہے کہ شاید وہ تکلیف دیں اس لئے فرماتا ہے۔ ایای فارھبون ڈر صرف مجھی سے رکھو۔

انسان حق بات کا اظہار بوجہ مالی ضعف یا ضعف جاہ و جلال یا ضعف علم وہمت کے نہیں کر سکتا مثلاً ایک آدمی غریب ہے اپنا جتھا نہیں رکھتا پس وہ دوسروں کا محتاج ہے فرماتا ہے کہ تم اظہار حق میں کسی کی پرواہ نہ کرو۔ تم میرے وفادار بنو اور میرا ڈر رکھو میں تمہاری مدد کروں گا۔ یہ ضعفاء کے لئے ہے۔

مصدقا لما معکم۔ مصدقا پر بعض عیسائیوں نے اعتراض کیا ہے کہ مسلمان کیوں انجیل پر عمل نہیں کرتے [illegible] جواب یہ ہے کہ ہم مصدق ہونے [illegible] انجیل [illegible] جو عیسیٰ پر نازل ہوئی اگر وہ انجیل ہو تو ہم اس کے مصدق ہیں۔

ہر ایک چیز مصدق اس چیز کے لئے ہو سکتی ہے جو تصدیق کی محتاج ہو مثلاً سبت منا ؤ یا کہو تو یہ محتاج تصدیق نہیں۔ تصدیق کی محتاج پیشگوئیاں ہوتی ہیں اسلام کی وجہ سے جو تغیرات کے بلاد اور مذہب میں ہوا۔ عیسائیوں سے ہمارا سوال ہے کہ آیا اس کے متعلق کوئی پیشگوئی تمہاری کتابوں میں ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ پوری ہو چکی۔

تصدیق کے دوسرے معنے سچ کو سچ کہنے والا۔ جھوٹ کو جھوٹا کہنے والے کو مصدق نہیں کہتے پس جو ان کتابوں میں سچ ہے اس کو اپنی تعلیم میں لیا کر سچا ثابت کر دیا اور جو جھوٹ ہے اس کی تکذیب کر دی۔ مثلاً یہود کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے اور مسیحی کہتے ہیں کہ خدا تین ہیں پس فرمایا۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثہ۔

ولا تکونوا اول کافر بہ۔ یعنے تم پڑھے ہوئے کافر ہو گے تو اول درجہ کے کافر کہلاؤ گے گو مشرک پہلے کافر ہوئے تھے مگر وہ جاہل تھے اس لئے پڑھے ہوؤں سے کہا کہ تم اول درجہ کے کافر ہو گے کیونکہ تم کو منہاج نبوت کا علم ہے اور پھر کافر بنے۔

ثمنا قلیلا کے یہ معنے ہیں کہ قرآن کی قیمت تھوڑی نہیں لینی چاہئیے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹے مسئلے بنا کے اپنی بڑائی یا دنیا چاہنا بہت برا ہے۔

قرآن مجید میں آیا ہے کہ قل متاع الدنیا قلیل۔ جس سے ثمنا قلیلا کے معنے کھل سکتے ہیں۔

فاتقون۔ میرا تقوے اختیار کرو۔

انتم تعلمون۔ جب کہ تم پر حق واضح ہو چکا ہو۔ یہ سب علماء سے خطاب ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ علماء میں بہت ہیں۔

مثلاً ایک امیر شیعہ نے ایک عالم سے پوچھا کہ کربلا جانا بہتر ہے یا مکہ جانا اس نے جواب دیا کہ مکہ کے واسطے تو زاد و راہ اور امن کی شرط ہے اور کربلا کے واسطے یہ شرط نہیں وہ کربلا کی اتنی عظمت [illegible]

کہ سبحان اللہ پڑھتا چلا گیا بعد میں کسی دوست نے پوچھا کہ کیوں حضرت یہ کیا فرمایا۔ کہنے لگے کہ اس نے دھوکا کھایا میرا مطلب یہ تھا کہ کربلا جانا ثابت ہی نہیں دیکھو اگر اسے حق کہنا منظور ہوتا تو ایسے مشتبہ لفظ نہ بولتا [illegible] میں نے بہت کم عالموں کو زکوٰۃ دیتے دیکھا ہے ان میں زکوٰۃ کا رواج کم ہے ارکعوا فرمانبرداروں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اتامرون الناس۔ ایسے نہ ہو کہ لوگوں کو نیکی کا حکم کرو اور اپنے تئیں ترک کر دو۔ تنسون کے معنے ترک کرنے کے ہیں۔ قرآن شریف میں ایک جگہ آیا ہے نسوا اللہ فنسیھم افلا تعقلون۔ تم کیوں نہیں سمجھتے عقل ایک صفت ہے جس سے انسان اپنے تئیں بدیوں سے روک سکتا ہے۔

یہ دو گروہ ہوئے۔ ضعفاء اور علماء۔ اب تیسرے گروہ کا ذکر آتا ہے یہ امراء کا گروہ ہے ہمارے ملک میں ان لوگوں کے مشاغل گویا شریعت ہی نہیں۔ اور نہ کوئی واعظ ہے ہر قسم کی بدی ان کے لئے مباح ہے ان کی مجلسوں والے نرے خوشامدی ہیں ایک امیر نے بینگن کی تعریف کی حاضرین مجلس نے بھی ان میں ہاں ملائی دوسرے دن اس نے بینگن کی مذمت کی۔ تو وہ بھی مذمت کرنے لگا۔ ایک دوست نے کہا کہ یہ کیا؟ کہنے لگا میں تو امیر کا نوکر ہوں بینگن کا نوکر نہیں۔

پس امراء کو خصوصیت سے حکم دیتا ہے کہ روزے رکھو۔ نماز پڑھو یہ طریق مشکل ہے۔ مگر خشوع اختیار کرنے والوں کو نہیں۔

انھا کی ضمیر مونث ہے جو صبر و صلوٰۃ کی طرف پھرتی ہے۔ عربوں میں قاعدہ ہے کہ مذکر و مونث مل جاویں تو مذکر کو ترجیح دیتے ہیں لیکن اگر [illegible] مونث ہوگا۔

قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا۔ والذین یکنزون الذھب والفضۃ لا ینفقونھا۔ آ ضمیر فضہ کے لحاظ سے مونث آیا ہے حالانکہ اشارہ دونوں کی طرف ہے یہ انگریزوں میں بھی رواج ہے کہ ہاتھ ملانے خطاب کرنے میں عورتوں کو مقدم کرتے ہیں عرب کے شعراء کا بھی یہی مسلک ہے۔ ایک شعر ہے۔ وما ذکر الرحمٰن یوما ولیلۃ ملکنا فیھا لم نکن لیلۃ البدر۔

الذین یظنون۔ یقین کرتے ہیں۔

۳۔ فروری ۱۹۰۹ء رکوع ۶

یابنی اسرائیل۔ اللہ تعالیٰ مخاطب کرتا ہے ایک قوم کو اور فرماتا ہے کہ تم بہادر سپاہی کی اولاد ہو اور بہادر بنو۔

میں سمجھتا ہوں تمہیں بھی مخاطب کر کے یہی کہتا ہے تم اپنے بزرگوں کو دیکھو کہ کس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام نے اسلام کی اشاعت میں اپنی جان تک لڑا دی۔ صحابہ ایسے بہادر تھے کہ ایک دفعہ نبی کریم نے ان سے کہا دریا کے کنارے پر جاؤ کچھ کام ہے تین سو آدمی روانہ ہوئے اور میں حیران ہوں کہ یہ نہیں پوچھا کہ ہماری رسد کا کیا انتظام ہوگا۔ کچھ کھجوریں مدینہ سے لے گئے جو رستے ہی میں ختم ہو گئیں۔ تب کچھ پاس نہ رہا تو کیکر کے پتے پھانک کر گذارہ کرتے رہے۔ پھر ایک وہیل مچھلی مل گئی جس پر تین سو آدمیوں نے سترہ روز تک گذارہ کیا۔ دیکھو اتباع کی کیا محبت تھی جو ان لوگوں میں تھی اب میں دیکھتا ہوں کہ کسی کو مالی نقصان [illegible]

تا ایجاد کی گئی۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ جنگلوں کو آباد کر دیا تاکہ لوگوں کے لیے سامانی تمدن بہم پہونچ سکے۔ ایک دنیا دار تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ مگر انبیاء کی راہ ان راہوں سے علیحدہ ہے وہ ہر مصیبت کا علاج اللہ کے حکم کی ماتحت کرتے ہیں۔ دیکھو بعض صحابہ کرام کو جب کفار سے تکالیف پہونچیں تو وہ اور ملکوں کو ہجرت کر کے چلے گئے مگر نبی کریم خود نہیں گئے بلکہ ایک دن حضرت ابو بکرؓ کے گھر گئے اور فرمایا کہ ہم اور آپ اکٹھے چلیں گے میں امید کرتا ہوں کہ خدا مجھے بھی ہجرت کا حکم دے اور دن [illegible] سفر کیا۔ مگر نبی کریم حکم الٰہی کے منتظر رہے اسی طرح آپکے زمانہ میں قحط ہوا۔ آپ اور بھی تدابیر کر سکتے تھے۔ مگر انبیاء کا طریق دعا ہے اسی پر عمل کیا۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بھی جب ایسی مصیبت پیش آئی تو انہوں نے پانی مانگا قوم کے لیے کس سے؟ چونکہ یہ بات بدیہی ہے کہ ایک نبی اللہ ہی سے مانگتا ہے اس لئے اللہ کا ذکر نہیں کیا۔ اس پر ہم نے الہام کیا۔

اضرب بعصاک الحجر۔ اس کے کئی معنے ہیں۔ سبھی معنے صحیح ہوں گے ایک تو یہ کہ اس پہاڑ پر تم اپنا عصا مارو وہاں بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور یہ امر ممکن ہے کیونکہ زمین کے اندر پانی جمع رہتا ہے اور جہاں اللہ کی مرضی ہو پھوٹ نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو کشف صحیح عطا کیا۔ آپ کو جب الہام [illegible] سے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی پانی قریب ہی جاتا ہے تو برچھا مارا اور اس سے چشمہ پھوٹ نکلا۔ میرے خیال میں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مگر ایک اور معنے بھی مجھے پسند ہیں وہ یہ کہ لے جا اپنی جماعت کو پہاڑ پر۔

عصا کے معنے عربی زبان میں جماعت الاسلام یعنے فرمانبردار جماعت کے ہیں۔ لاٹھی کو بھی اس لئے عصا کہتے ہیں۔ کہ اس پر انگلیوں کی جماعت اکٹھی ہوتی ہے۔

لا تعثوا۔ جب گھر سے بلا محنت کھانا ملے اور پیٹ بھر جاوے۔ تو بعض لوگ [illegible] کی قدر نہیں کرتے۔ اور ان کے دماغ میں باغیانہ خیالات اٹھتے ہیں۔ پس وہ امن میں خلل ڈالتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ نے تمہیں بے محنت رزق دیا تو بجائے شکر فساد نہ کرو۔ عثی۔ سخت فساد کو کہتے ہیں۔ لا تعثوا۔ بہت شرارت نہ کرو۔

لن نصبر علی طعام واحد۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے پانی ہی کا انتظام نہیں کیا بلکہ تمہیں اپنی جناب سے طیب کھانا بھی دیا۔ طعام واحد۔ ایک ہی طرز یعنی جنگل سے یا یہ کہ من جو انہیں ملتی تھی وہ ہمیشہ ہی ملتی۔ سلویٰ کی نسبت تورات میں لکھا ہے کہ چند روز ملی۔

بقلها۔ ترکاریاں زمین کی۔

قثائها۔ ککڑیاں زمین کی۔

فوم۔ لہسن کو کہتے ہیں اور گیہوں کو بھی۔

میری سمجھ میں انہوں نے ان چیزوں کا ذکر کر کے زمیندارہ چاہا۔ باندی بنے اس سے

خیر۔ یہ خیر کیا تھی؟ سنو! مجھے ان معنوں پر یقین ہے کہ وہ خیر فرعون کی غلامی اور ماتحتی سے چھٹکارا [illegible] جہاں ان کی صحت و قوی جسمانی میں فتور آگیا۔ آزادی اور جنگل اور پہاڑوں کی رہائش اور بے محنت رزق کی بخشش تھی۔ خدا کا مقصود یہ تھا کہ ان میں حریت کی روح بھر جائے اور پھر یہ فاتح بنیں مگر انہوں نے اس انعام الٰہی کی قدر نہ کی اور کہا کہ زمیندارہ کریں گے۔

بعض حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپ نے ایک گھر میں زمیندارے کے آلات دیکھے۔ تو فرمایا ذلت کے سامان ہیں۔ اس ارشاد نبوی سے یورپ کی قوموں نے نفع اٹھایا۔ دیکھو کہ جنگلوں کو آباد کر دیا ہے مگر وہ زمینیں ہیں دیتے ہیں انگریزوں کو عموماً نہیں دلاتے یہ اس لئے کہ انہوں نے دیکھ لیا۔ مسلمانوں کی چار قومیں سید۔ مغل۔ پٹھان۔ ترک فاتح ہو کر آئیں لیکن اگر زمیندارہ شروع کر دیا تو آخر کار کمزور ہو گئیں کیونکہ وہی زمین جو کسی محدث اعلےٰ کے پاس ہزار بیگھہ تھی۔ اولاد میں تقسیم ہوتے ہوتے ہر ایک کے پاس چار چار بیگھہ رہ گئی۔ جس سے قوت [illegible] حاصل نہیں ہو سکتی۔

خیر۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ اچھا جو کچھ تم نے چاہا وہ ہم نے دیا جاؤ کوئی گاؤں آباد کر لو۔ مگر ان سے یہ معاہدہ کر دیا کہ شام کے فتح ہونے تک۔ دوسری قوم کے ماتحت رہو۔

ضربت۔ لگا دی گئی۔

ذلۃ۔ مال میں کم ہو گئے۔ ذلت کے معنے کمی کے ہیں

مسکنۃ۔ بے دست و پا ہو گئے زمیندارہ چھوڑ کے کہیں نہ جا سکتے تھے۔ پھر یہ غضب زمیندارے سے نازل نہیں ہوا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ آیات اللہ کا کفر کرتے۔ انبیاء کے قتل کی تدبیریں سوچتے رہتے۔ یہ جرأت کیوں ہوتی پہلے چھوٹی چھوٹی نافرمانیاں کرتے تھے جن سے جرأت بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہونچی۔ اس بات کا تماشا میں نے آگ سے دیکھا ہے کہ پہلے ایک دیا سلائی ہوتی ہے جسکی تیلی کے ایک کنارہ پر آگ مخفی ہوتی ہے۔ مگر ذرا گھسنے سے وہ بھڑک اٹھتی ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے وہ مکانوں اور شہروں کو جلا سکتی ہے اسی طرح گناہ پہلے تھوڑا سا ہوتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے فسق و فجور تک نوبت پہونچتی ہے۔ پھر اس سے کفر تک یہاں تک کہ دوزخ کی آگ اس کا انجام ہے۔ تم اپنے تئیں پہلے ہی سے بچاؤ تا ہلاکت میں نہ پڑو۔ بنی اسرائیل کی مثال سے عبرت پکڑو۔

۸۔ فروری ۱۹۰۹ء (رکوع ۸)

ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ چونکہ اس وقت ایک مذہبی جنگ شروع تھی اس واسطے تمام قومیں خوف کی حالت میں تھیں۔ کہ خدا جانے ہمارا مذہب اور ہماری عزت باقی رہتی ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مومن ہیں ان کا نشان یہ ہے کہ ان کے لئے کوئی ڈر نہیں اور ان میں حزن باقی رہے گا۔

میثاق۔ پکا وعدہ۔

رفعنا۔ اونچا رکھا ہم نے تم پر طور کو۔

بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ حضرت موسیٰ کے ساتھ اس شوق میں گئے۔ کہ ہم بھی مکالمات الٰہیہ سنیں۔ حضرت موسیٰ نے انہیں ہدایت کی کہ میں پہاڑ پر جاتا ہوں تم یہاں پہاڑ کے نیچے انتظار کرو۔ جب جناب الٰہی سے ارشاد ہوگا تمہیں اس دعا کے مقام پر بلا لونگا چونکہ انہیں پہاڑ کے نیچے رہنے کی سخت تاکید کی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے تم پر پہاڑ کو اونچا رکھا۔ (پھر اس میں زلزلہ آیا۔ جس سے وہ سمجھے کہ وہ ہم پر گر پڑے گا) (باقی آئندہ)

[illegible]

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ البقرۃ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ہمارے ملک میں بھی ایسے محاورات بولے جاتے ہیں جیسے راوی پر لاہور آباد ہے یا راوی لاہور کے نیچے بہتی ہے اور قرآن کریم میں ہے۔ دخلوا علی یوسف۔ اس سے یہ مراد تو نہیں کہ سب بھائی آکر یوسف کے اوپر چڑھ بیٹھے۔ ایک حدیث سے بھی یہ محاورہ صاف ہو جاتا ہے وہ ہجرت کی حدیث ہے جس میں حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں فرفع لنا الجبل

واذکروا ما فیہ۔ جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرو۔

تتقون۔ تاکہ تم دکھوں سے بچ جاؤ۔

مخاطب بنی اسرائیل ہیں مگر ہمیں سمجھاتا ہے۔ کہ غار حرا میں رسول کریم بھی اوپر گئے تھے اللہ نے انہیں وہاں کتاب دی۔ تم اس پر عمل کرو تا دکھوں سے بچ جاؤ۔

ولقد علمتم۔ خاسرین میں سے ہونے کی ایک مثال دیتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے حکم کو نہیں مانتے وہ کس طرح دکھوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ علمتم یعنے تمہیں یہ واقعہ خوب معلوم ہے

اعتدوا منکم۔ خدا کے حکموں سے نکل کر کام کیا اور الٰہی حد بندیوں کو توڑ دیا۔

فی السبت۔ سبت کے معنے ہیں آرام۔ راحت۔ آسودگی کے۔ لغت میں ہے السبت الراحۃ۔ اکثر لوگ جب خدا انہیں دولت و مال۔ جاہ و جلال۔ جتھا۔ صحت عافیت دیتا ہے تو اس آسودگی میں خدا کو راضی کرنے کی بجائے ناراض کرتے ہیں اور قسم قسم کی بدیاں اور طغیان کرتے ہیں اور اس آرام میں حد بندیوں سے نکل جاتے ہیں۔ سبت کے ایک اور معنے بھی ہیں وہ ایک دن کا نام ہے۔ جیسے ہمارے ہاں جمعہ ہے یہودیوں میں بھی ہفتہ ایک دن ایسا مقرر کیا گیا تھا جس میں ارشاد الٰہی تھا کہ شکار نہ کرو وہ یوں کرتے تھے کہ گڑھوں میں مچھلیوں کو روک لیتے تھے اور دوسرے دن اٹھا لاتے اور کہتے کہ آج تو سبت نہیں ہے شریعت کے احکام میں کئی لوگ ایسے حیلے بناتے ہیں جس سے ظاہری طور پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مگر خدا تو ان کے دلوں کی نیتوں کو خوب جانتا ہے۔ اس کو یہ لوگ کیوں کر دھوکا دے سکتے ہیں۔ یاد رکھو اس آیت میں یہ نصیحت ہے کہ مرفہ الحال ہو کے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے تو وہ بھی برا۔ اور خدا نے جو عبادت کے وقت مقرر کر رکھے ہیں ان میں حیلہ گری سے کام لے تو وہ بھی برا۔ پس ان دونوں باتوں سے بچو۔ دیکھو ایک قوم نے ایام راحت و یوم عبادت کی قدر نہ کی حکم الٰہی کی بجا آوری میں طرح طرح کے حیلے کئے تو اللہ نے ان کو یہ عذاب دیا کہ بندروں کی طرح ذلیل بنا دیا۔ وہ احکام کو ٹال کر اپنی عزت چاہتے تھے مگر خدا نے انہیں ذلیل کر دیا اور یہ واقعہ ایسا خطرناک ہوا کہ فجعلنٰھا نکالًا۔ کہ اسے دہشت بنا دیا۔ ان لوگوں کے لئے جو اس وقت موجود تھے اور ان کے لئے بھی جو پیچھے آئینگے۔

پارہ ۹ رکوع گیارہ اور چھٹا پارہ رکوع ۱۳ میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ ذلیل بنا دیئے گئے۔

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا مِنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

پس جب ممنوع امور کو گردن کشی سے کرنے لگے تو ہم نے کہا ہو جاؤ تم بندر ذلیل اور جب تیرے رب نے آگاہ کر دیا کہ ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کریگا جو قیامت تک انہیں بری بری دکھ دیتے رہیں۔ تیرا رب البتہ اعمال کا برا نتیجہ دینے والا ہے اور بات یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے اور ہم نے انہیں گروہ در گروہ ملک میں متفرق کر دیا ان میں سے بعض نیکوکار ہوئے اور انہی میں سے بعض اور طرح کے ہیں۔ اور انہیں ہم نے دکھوں سکھوں سے آزمایا تاکہ رجوع کریں۔

(۲) قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(۲) میں تمہیں آگاہ کروں کہ اللہ کے حضور بدتر بدلہ پانے والا کون ہے وہی گروہ جسے اللہ نے اپنی رحمت سے دور کیا۔ اس پر غضب نازل کیا۔ ان کو بندر اور سور بنایا کیونکہ انہوں نے طاغوت کی فرمانبرداری کی انہی لوگوں کا برا ٹھکانا ہے اور سیدھے راستے سے بہت دور ہیں جب وہ تمہارے پاس آتے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر سے بھرے ہوئے آئے اور اسی کفر کو لے کر نکل گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور تو ان میں سے بہت کو دیکھیگا کہ گناہ اور زیادتی میں اور حرام خوری میں بہت جلدی کرتے ہیں بہت برے کام ہیں جو وہ کر رہے ہیں۔

تذبحوا بقرۃً۔ وہ لوگ گائے کی پرستش کرتے تھے خدا نے ان سے درستی کا ذبح کرائی۔ مسلمۃ۔ ان کاموں (تثیر الارض۔ تسقی الحرث) سے بچے۔ بے داغ۔

۹ فروری ۱۹۰۹ء

(رکوع ۹)

واذ قتلتم نفسا۔ اس آیت کے معنے کے متعلق مجھے شرح صدر نہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ لہذا میں متکلف ہو کر اور بنا بنا کر اس آیت کے معنے بیان کروں۔ اسکی ضرورت نہیں۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔

کوئی واقعہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو بہتر جانتا ہے کہ کیا بات ہے۔ ان یہ معنے کہ ایک شخص قتل ہو گیا۔ مدد گون نے کہا کہ گائے ذبح کرو اور اس گائے کو مقتول کے جسم سے لگاؤ تو وہ زندہ ہو جائیگا۔ سمجھ میں نہیں آتی اور ایسا کہنا بڑی دلیری ہے ان معانی کو نہ صحابہ نے بیان کیا نہ ائمہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے نہ کسی محدث نے۔ اس میں ایک لفظ عجیب ہے۔ وہ ہے کذلک یحیی اللہ الموتیٰ مردے اسی طرح زندہ ہوا کرتے ہیں پھر یہ کہ وہ تم کو اس طرح کے نشان دکھاتا رہتا ہے۔ صوفیوں نے ہی اس آیت کے معنے میں وہ قتل نفس سے مراد نفس کشی لیتے ہیں اور اس کا طریق بتاتے ہیں بعض قوی کو بعض سے مارنا۔ مگر قتل نفس کے یہ معنے میں نے کسی محاورہ عرب میں نہیں دیکھے۔ اس لئے جرأت نہیں کرتا۔

فیخرج منہ الماء۔ جب بعض پتھر ایسے ہیں کہ ان سے پانی نکلتا ہے تو مومن کے اندر سے تو اس سے بڑھ کر کچھ نکلنا چاہیے یعنی اتنی نذیاں پھوٹ کر نکلیں کہ عالم سیراب ہو۔

پتھروں سے پانی نکلکر فارغ البالی سرسبزی کا ذریعہ بنتا ہے تو مومن کے اندر سے بھی ایسے کلمات نکلنے چاہئیں جن سے روحانی سرزمین میں بہار آتی ہو۔

لما یھبط من خشیۃ اللہ۔ پتھر سے اوپر سے گرنے کا نظارہ انسان میں خشیۃ پیدا کرتا ہے۔ یا ضمیر قلوب کی طرف ہو۔

وما اللہ بغافل عما تعملون۔ گناہ سے بچنے اور خشیت اللہ پیدا کرنے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ انسان کو یہ یقین ہو اللہ میرے کاموں سے بے خبر نہیں۔

افتطمعون ان یؤمنوا لکم۔ تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری بات مان لیں مگر یہ وہ لوگ ہیں کہ جس کتاب[٭] کو کلام اللہ مانتے ہیں اس کی ہی خلاف ورزی کر رہے ہیں بعد اس کے کہ اس کو خوب سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اسکی خلاف ورزی کوئی نیک نتیجہ نہیں رکھتی

لیحاجوکم۔ حجت میں غالب آئیں گے۔

امانی۔ امانی کے تین معنے ہیں (۱) امانی جمع امید کی امیدیں (۲) امانی کے معنے تلاوت (۳) امانی کے معنے اکاذیب۔ آگے پڑھ ان تینوں باتوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جھوٹے خیالات۔ جھوٹی امیدیں۔ عبارت تو سن لیتے ہیں مگر مطلب نہیں سمجھتے

ثمنا قلیلا۔ دنیا جیسا کہ فرمایا متاع الدنیا قلیل۔ مطلب یہ کہ وہ دنیا کی چندروزہ فائدہ کے لئے دینکو چھوڑتے ہیں۔

مما کتبت ایدیھم۔ (بائیبل ترجمہ در ترجمہ ہو کر اسکی مصدق ہو چکی ہے اور اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اصل کیا تھا) [خصوصاً ہمیں اناجیل اس کے ملحقات]

۱۰۔ فروری ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۰)

حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چالیس سال کی عمر میں اطلاع دی کہ خدا نے مجھ رسول بنایا۔ تیرہ برس آپ مکہ میں رہے اس کے بعد جب آپ کی عمر ۵۳ سال کی ہوئی۔ حکم الٰہی کے مطابق ہجرت کر کے چلے گئے۔ مکہ میں آپ کو کئی قسم کی سہولتیں تھیں۔ اول تو یہ کہ ایک ہی قسم کے مخالفین سے پالا پڑتا تھا۔ یعنے مشرکوں سے۔ پھر یہ کہ آپ کا خاندان نہایت معزز تھا اور آپ کے قریب دار بھی وہاں تھے کوئی ایذا رسانی کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ آپ ان لوگوں کے رسم و عادات کو بھی سمجھتے تھے آپکے کئی پرانے دوست بھی تھے جو ہر وقت مدد کرتے برخلاف اس کے مدینہ میں جب آپ آئے۔ تو بڑی مشکلات پیش آئیں۔ پہلی مشکل تو یہ کہ مکہ کی مخالفت بدستور تھی (۲) پھر مدینہ میں بھی مشرکین موجود تھے (۳) ایک منافقوں کا گروہ بھی وہاں پیدا ہو گیا یہ منافقات گروہ بڑا خوفناک ہوتا ہے۔ اندر سے کچھ باہر سے کچھ۔ (۴) عیسائی بھی تھے۔ (۵) بنو قینقاع یہودی بڑے شہدے اور اوباش تھے۔ (۶) بنو نضیر (۷) بنو قریظہ۔ پھر ان کے علاوہ مدینہ کے ارد گرد غطفان۔ مضر کا گروہ تھا۔ (مجھے یہاں ایک نکتہ یاد آگیا ایک شیعہ نے مجھ سے کہا بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑا خطرناک کام تھا۔ میں نے کہا کہ بے شک۔ اتنی قوموں کی مخالفت میں پیغام الٰہی پہونچانا بڑا مشکل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تسلی کے واسطے واللہ یعصمک من الناس آیت نازل فرمائی۔

مکہ کے لوگ تو ایسے تھے کہ نہ ان کے پاس کتاب نہ انبیاء کے علوم نہ وہ اتنے چالاک۔ مگر مدینہ کا دشمن بڑا خطرناک اور چالاک دشمن تھا کیونکہ عیسائی اور یہودی سب پڑھے ہوئے تھے ان کا ایک کالج بھی وہاں تھا جسے بیت المدارس کہتے تھے۔ پھر ان میں رہبان بھی تھے جو کچھ روحانی طاقتیں بھی رکھتے تھے اور اپنا خاص اثر بھی۔ اس واسطے حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تجویز کی کہ سب قوموں کو بلایا اور ان سے کہا کہ تم جانتے ہو میں یہاں آکر آباد ہو گیا ہوں۔ میری قوم کے لوگ میرے دشمن ہیں تم جانتے ہو کہ اس قوم کا رعب تمام علاقہ عرب پر ہے پس ان کے ساتھ اور قومیں بھی مل کر ہمیں ایذا پہونچائیں گی پس ضرور ہے کہ ہم بیرونی دشمنوں سے بچنے کے لئے اتفاق کریں۔ میں اس کے لئے چند شرائط پیش کرتا ہوں جن پر اگر ہمارا تمہارا اتفاق ہو جائے تو کوئی فساد نہ رہے چنانچہ آپنے ان کے سامنے عہدنامہ کا یہ مسودہ پیش کیا جا جو انہوں نے مان لیا اور جو اس رکوع میں مفصل مذکور ہے۔ اس میں حقوق الٰہی اور حقوق العباد دونوں آگئے۔

لا تعبدون الا اللہ۔ یہی آپ کا اصل منشاء تھا جو ان سے منوالیا کہ ہم لوگ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے یہودیوں کے لئے اس کا مان لینا کوئی مشکل امر نہ تھا

بالوالدین احسانا۔ یہ عام اخلاقی باتیں ہیں۔

قولوا للناس حسنا۔ خوش معاملگی کرنا۔ قولوا حسنا کے یہی معنے ہیں۔

اقیموا الصلوٰۃ۔ اپنے اپنے طور سے نمازیں پڑھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا۔

یہ قوانین الٰہی کے متعلق معاہدہ تھا اب دوسری طرف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ وعدہ لیا (۱) تم اپنے خون نہ بہاؤ گے یعنی آپس میں نہ لڑو گے (۲) اپنے لوگوں کو گھروں سے باہر نکال کر انہیں دربدر نہ کراؤ گے۔

انتم تشھدون۔ تم نے اس معاہدہ پر اپنی گواہیاں ثبت کردیں اس سے آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر تم وہی ہو کہ اپنے لوگوں کو قتل کراتا اور جلاوطن بناتا

[٭] مضمون کلام اللہ [illegible]

چاہتے ہو۔ یہ اس طرح کہ

تظاھرون علیھم بالاثم والعدوان۔ بدکاری اور ظلم کے لئے ان کی پیٹھ بھرتے ہو۔ مدد دیتے ہو۔

قیدیوں کو تو فدیہ دے کر چھڑاتے ہو مگر جو اس سے برا کام ہے جلاوطن کرنا اس سے باز نہیں آتے۔

افتؤمنون ببعض الکتاب۔ یہ مرض آجکل بہت ساری ہے۔ کہ ایک ہی کتاب کے بعض احکام کی تو تعمیل کی جاتی ہے بعض کی مطلق پروا نہیں کرتے کئی لوگ ایسے ہیں۔ جو نماز پڑھتے ہیں مگر زکوٰۃ کا خیال تک نہیں روزے رکھتے ہیں۔ مگر نہیں سوچتے کہ کسی پر ظلم کرنا برا ہے۔ یوں تو تہجد گذار ہیں مگر لڑکیوں کو میراث دینے کی قسم ہے یہ بہت بری بات ہے اس سے بچو۔ ورنہ اس کی سزا جہنم ہے۔

وما اللہ بغافل عما تعملون۔ یہ ایک پیشگوئی تھی جو اپنے وقت پر پوری ہوئی۔

مدینہ طیبہ میں ایک شخص ایک مسلمان کے ہاتھ سے اتفاقیہ طور پر مارا گیا۔ یہ واقعہ گذر گیا مگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام شہر کے لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ ہم مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ تا کہ اسکی قوم کے لوگ ہماری مخالفت کریں۔ مگر امن عامہ کے شریک اس دیت کے دینے میں شریک نہ ہوئے بلکہ ایک مسلمان عورت نکلا سیدہ کرانے کے لئے قینقاع (جو لوہار تھے) کے محلہ میں گئی وہ گھونگٹ نکالے ہوئے تھی۔ شریر لوہار نے کہا کہ یہ کپڑا کیوں موہنہ پر ڈالے ہوئے اس نے جواب دیا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پردہ کا حکم دیا ہے اس پر اس بدمعاش نے شرارت سے لوہے کی ایک میخ پچھلی طرف کپڑے میں ٹھونک دی عورت اٹھنے لگی تو اس کا کپڑا بھی پھٹ گیا اور گھونگٹ بھی اتر گیا یہ حالت دیکھ کر بجائے اس کے کہ معذرت کرتے انہوں نے تمسخر اڑایا عورت نے گھبرا کر کہا کہ کوئی ہے جو میری مدد کرے ادھر سے ایک مسلمان بھائی نے یہ بات سن لی وہ مدد کو دوڑا آپس میں وہاں لڑائی چھڑ گئی جس سے ایک قتل ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر پہنچی تو فرمایا کہ ہم نے بیرونی انتظام کے لئے یہ معاہدہ کیا تھا۔ تم اندرونی معاملات میں ایسے تیز ہو جاتے ہو کہ قتل تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ جب وہ بہت تنگ ہوئے تو مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔

ادھر بنو نضیر سے ایک حماقت ہوئی کہ کسی اپنے معاملہ کے لئے نبی کریم صلعم کو اپنے محلہ میں بلا لیا اور وہاں ایک شخص کو سکھایا کہ جب یہ دیوار کے پاس بیٹھے ہوں تو تم اوپر سے چکی کا پاٹ گرا دو۔ آپ کو ان کی اس بدنیتی کی خبر کسی نہ کسی طرح مل گئی اس لئے آپ یکدم اٹھ کر چلے گئے اور ان کا داؤ نہ چل سکا۔ یہ بات بڑھ گئی ان میں کچھ شاعر بھی تھے۔ وہ مکہ میں گئے اور وہاں کے سرداروں کو جا کر بھڑکایا اور بعض نے مسلمان عورتوں سے تغزل کیا اس لئے بنو نضیر کو حکم ہوا۔ کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ جلاوطن کر دیا گیا حالانکہ ان سے معاہدہ لیا جا چکا تھا کہ وہ ایسے کام نہ کریں گے جن سے یہ جلاوطنی کی نوبت پہنچے۔ ادھر مکہ والوں نے پیغام بھیجا کہ تم ان مسلمانوں کی عورتوں کو مار دو اور ہم باہر سے لشکر لے کر ان پر حملہ کرتے ہیں چنانچہ وہ ایک اپنے ساتھ گردو نواح کی قوموں کو جمع کر لائے سورۃ احزاب میں اس کا ذکر ہے آخر خدا تعالیٰ نے اس لڑائی سے مسلمانوں کو بچا لیا جب وہ لوگ چلے گئے تو آپ نے بنو قریظہ سے پوچھا کہ تم پہلے دو واقعے قینقاع اور بنو نضیر کے دیکھ چکے ہو پھر بھی شرارت سے باز نہ آئے اور اب تمہارے حق میں ایک فیصلہ کرتا ہوں جو تمہیں ماننا پڑیگا۔ بد قسمت انسان نیک کی بات کو نہیں مانتا اس لئے انہوں نے کہا۔ ہمیں سعد بن معاذ کا فیصلہ منظور ہے نہ آپکا۔ اس نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ جنگ کے شرکا کو قتل کر دیا جاوے۔ یہ فیصلہ انہیں چار و ناچار منظور کرنا پڑا جن کو قتل کی سزا دیگئی ان کی تعداد کم از کم دو سو پچاس اور زیادہ سے زیادہ نوسو کی بتائی گئی۔

غیر یہودیوں کے فرقے تو اس طرح تباہ ہوئے۔ باقی رہے عیسائی ان کا لاٹ پادری عامر تھا اس نے لوگوں کو خواب سنایا۔ کہ میں نے محمد (رسول اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا ہے کہ وہ پراگندہ اور ملک ملک اکیلا پھرتا ہوا مر جائیگا آپنے فرمایا خواب تو سچ دیکھا ہے مگر میرا نہیں اپنا یہ انجام دیکھا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ مکہ گیا اس خیال سے کہ کچھ انتظام مسلمانوں کے خلاف کروں مگر وہاں اس نے شراب پی کر بدمستی کی تو نکالا گیا مگر روما چلا گیا۔ وہاں بادشاہ کو سکھایا مگر بادشاہ کسی امر پر ناراض ہوا راتوں رات نکل کر بھاگنا پڑا۔ اور آخر اسی طرح مارا گیا۔ حیث ھو وحیداً۔ طریداً۔ شریداً آیا ہے اب میدان صاف تھا۔ دو گروہ رہ گئے ایک منافقوں کا اور دوسرے مسلمانوں کا منافقوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اولئک الذین اشتروا الضلالۃ۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ورلی زندگی کو اختیار کر لیا اس لئے ان سے عذاب ہلکا کیا جائیگا اور نہ وہ مدد دئے جائیں گے چنانچہ جب ان لوگوں کی تباہی آئی کوئی ان کا حامی و ناصر نہ ہوا۔

۱۱ فروری سنہ ۱۹۰۹ء (رکوع ۱۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے موسیٰ کو بھیجا اور پھر اس کے بعد کئی رسول دئیے پھر حتیٰ کہ عیسیٰ کو بھیجا۔ ایدناہ بروح

غلف۔ جس کا ختنہ نہ ہو اس پر ایک پردہ رہ جاتا ہے اغلف وہ شخص جو نامختون ہے۔ دوسرے معنے غلاف میں ہیں جیسے کہ آیا ہے قلوبنا اکنۃ تیسرے معنے ہم بڑے مکرم معظم لوگ ہیں ہم پر کسی کا اثر نہیں پڑتا۔

فقلیلاً ما یؤمنون۔ کم ہی ایمان لاتے ہیں یہ محاورہ ہے یعنی ایمان نہیں لاتے۔

مصدقاً۔ ایسے لوگوں کی وہ کتابیں تھیں جنمیں کچھ باتیں آئندہ کی نسبت لکھی ہوئی تھیں۔ قرآن کریم سے ان کی تصدیق ہو گئی چنانچہ تورات باب ۱۸ استثناء آیت ۱۸ میں مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ کے ساتھ جانیوالوں نے گھبرا کر کہا کہ اے خدا ہم تیری آواز سننا نہیں چاہتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب نبی تم میں نہیں بلکہ تمہارے بھائیوں میں اٹھے گی اور پھر اس رسول کے نشان بتائے۔ (۱) وہ بت پرستی کا دشمن ہوگا (۲) بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا (۳) اپنا کلام اس کے موہنہ میں ڈالوں گا

جو کبھی وہ مانیں ورنہ دکھ پاؤ گے (۵) جو کہیں وہ پورا ہو گا (۶) انہوں نے کاشش ہوگی۔ اعمال حواریون میں اس مسئلہ کو بالکل حل کر دیا گیا ہے جہاں لکھا ہے کہ تم دعائیں کرو ضرور ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنے سے پہلے وہ باتیں پوری ہو جاویں جو ہمارے باپ دادا کو کہی گئیں اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ پیشگوئی مسیح کے حق میں نہ تھی

یستفتحون۔ یہ باتیں تم کافروں پر کھولا کرتے تھے اور ان کے مقابلہ میں فتوحات کی دعائیں کیا کرتے تھے

فباءو۔ دوسری جگہ فرمایا ہے یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔

بغضب علےٰ غضب۔ مسیح کی مخالفت کا غضب۔ پھر اس نبی کی مخالفت کا غضب

وھو الحق۔ اور وہ حق ہے اگرچہ سب کچھ ہی ہو اور تمہاری کتاب کی تصدیق کرنے والی ہی ہے تو پھر انسان کیوں نہ مانے۔

تقتلون۔ مقابلہ کرتے رہے۔ اگر کہیں کہ وہ نبی نہ تھے تو اس کے جواب میں فرمایا کہ اچھا موسیٰ کو تو تم سب نبی مانتے ہو پس تم نے اس کی کیوں حکم عدولی کی

عصینا۔ مان تو لیا مگر ہم سے اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔

اشربوا۔ رچ گئی تھی۔

فتمنوا الموت۔ اس کے معنے میں دونوں پسند ہیں ایک تو یہ کہ تم سب ملکر اس نبی کے مرنے کی دعائیں کرو۔ اور پھر دیکھو کہ یہ دعا مقبول ہوتی ہے یا نہیں یا الٹی تم پر پڑتی ہے۔ یا وہ جنگ کرو جو ایک گروہ کو فنا کرے۔ موت بمعنی جنگ۔ قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ولقد کنتم تمنون الموت

ومن الذین اشرکوا۔ یہ تو زیادہ جینے کی حرص میں مجوسیوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ جن میں ایک دعائیہ فقرہ ہے۔ کہ ہزار سال جیو۔

۱۲۔ فروری ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۲)

قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علےٰ قلبک۔ لوگ کس طرح اللہ کی نعمتوں سے محروم رہتے ہیں۔ اور کیونکر راستبازوں کے دشمن ہو جاتے ہیں اور کس طرح ضد اور عداوت بے جا کلمات کے لئے جرأت دلاتی ہے ان تین باتوں کا بیان اس رکوع میں ہے۔

بہت سے لوگ ملائکہ کے منکر ہیں بعض مسلمانوں نے بھی ان پر ایمان لانے کو اتنا ضروری نہیں سمجھا حالانکہ تمام نیک تحریکوں کے سرچشمے یہی ہیں۔ علم عقائد میں ایک کتاب کتاب التوحید نام میں نے دیکھی ہے جس میں اس نیک بخت نے ملائکہ کا ذکر نہیں کیا۔ میں ملائکہ کی نسبت کچھ تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ان پر ایمان نے مجھے بہت بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔

اس دنیا میں کوئی مسبب بغیر از سبب نہیں ایک چیز دوسری چیز سے پیدا ہوتی ہے اس زمانے کے فلاسفر بھی اس بات کو مانتے ہیں پس خیال کرو کہ بعض وقت بیٹھے بیٹھے آدمی کے دل میں نیک کام کے لئے ایک لہر اٹھتی ہے اور ایک نیکی کے کرنے کے لئے جوش پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بھی بدیہی ہے کہ اس جوش سے پیشتر انسان اور اس کا علم اور اس کے قویٰ پہلے سے موجود تھے۔

مگر یہ تحریک بعد میں پیدا ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ کوئی نہ کوئی وجود اس کا محرک ہے پس ایسی تحریک کرنیوالے کا نام حدیث و قرآن کے رو سے ملک ہے۔ ملائکہ کے ماننے سے یہ فائدہ ہوتا ہے اس سے وہ سب موقعہ و محل ایک کام کی تحریک کرتا ہے جو انسان فوراً اس پر عمل کرتا ہے (ہمارے حضرت اقدس ... اپنا قلب صاف رکھتے ہیں جب وقت کسی کام کی تحریک پاتے تو وہی وقت خواہ ... ہو اس کے کرنے میں مشغول ہو جاتے اور مشکلات کی پرواہ نہ کرتے) تو ملک کو اس شخص کے ساتھ ایک محبت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے وہ اور تحریکیں کرتا ہے اور پھر دوسرے ملائکہ کو بھی جو اس کے قریب ہوتے ہیں اطلاع دیتا ہے کہ یہ قلب اس قابل ہے کہ ہم اسے نیک تحریکیں کرتے رہیں اس طرح تمام ملائکہ حتیٰ کہ ملأ اعلیٰ میں اس کی نسبت ایک توجہ پیدا ہوتی ہے اور اس کا تعلق بڑھتے بڑھتے وہ زمانہ آتا ہے کہ تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا۔ یہ بالکل سچی بات ہے جو چاہو کبھی تم تجربہ کرکے دیکھ لو۔

پھر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ملائکہ کا افسر جبرئیل امین ہے۔ یعنی جو ... نیکیوں کی تحریک کے جو ذمہ دار ہیں ان کا افسر جبرئیل ہے چنانچہ قرآن مجید میں ... عند ذی العرش مکین۔ مطاع ثم امین آیا ہے۔ رسول کریم نے فرمایا۔ اوتیت جوامع الکلم۔ میری تعلیم تمام دنیا کی پاک تعلیموں کی جامع ہے کیونکہ تمام نیکیوں کی تحریکوں کے افسر کا تعلق میرے قلب سے ہے۔ جامع کے یہ معنے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسی صداقت (جو قلبی اور روحانی ہو) نہ ہوگی جس کے لئے قرآن مجید سے کوئی آیت نہ ملے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جبرئیل کا کون دشمن ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہی نیک تحریکوں کا مرجع ہے۔ اسی نے نازل کیا ہے۔ یہ قرآن تیرے قلب پر۔ آئندہ جو ہوگا وہ دنیا دیکھ لیگی۔ مگر موجودہ تعلیمات دنیا میں جس قدر ہیں ان ساری پاک تعلیموں اور نیک تحریکوں کا عطر نکالو۔ پھر محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم سے مقابلہ کرو تو وہ سب کچھ اسمیں موجود ہوگا اور میں (نور الدین) اس بات کا گواہ ہوں کہ میں نے ساری بائبل کو دیکھا ہے اور وید (شام۔ یجر۔ رگ) ویدوں کو خوب سنا ہے۔ پھر دساتیر کو بہت توجہ سے پڑھا ہے اور بدھوؤں کی کتابوں کو دیکھا۔ یہی کتابیں میرے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی ہیں ان سب میں کوئی ایسی صداقت نہیں۔ جو قرآن مجید میں نہ ہو اور پھر اتم نہ ہو۔

مصدقا لما بین یدیہ وھدی وبشریٰ للمومنین۔ پھر فرماتا ہے کہ جو اگلی کتابوں میں سچ ہے اس کی تصدیق کرنے کے علاوہ اس میں اور بھی کچھ ہدایتیں ہیں جو پہلی کتابوں میں نہیں۔ ایک بات سناتا ہوں۔ اگلی کتابوں میں جو نصائح ہیں ان پر دلائل نہیں چنانچہ انہیں لکھا ہے خدا ایک ہے۔ زمین و آسمان میں تیرے لئے کوئی دوسرا خدا نہ ہو۔ پڑوسی کی مدد کر سبت منا مبارک وہ جو غریب دل ہیں اس قسم کی تعلیمات ہیں مگر ان کے ساتھ دلائل کوئی نہیں۔ مگر قرآن شریف میں یہ خاصہ ہے کہ ایک طرف دعویٰ ہے دوسری طرف اس کے دلائل ہی ساتھ دئے ہیں۔ ان فی خلق السموات والارض الیٰ والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیات لقوم یعقلون۔ البقرہ ع ۱۹ ۲ میں آیات سے مراد دلائل ہیں

یہ قرآن مجید پہلے مصدق ہوا۔ پھر اسمیں نئی باتیں بھی ہیں۔ یہ علمی پہلو سے اس کا کمال ہے اب عملی پہلو میں اس کا ثبوت لو وہ یہ کہ قرآن کریم پر عمل کرو تو دنیا کے فاتح بن جاؤ گے چنانچہ صحابہ کی ذات میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ بشریٰ کی ایک تشریح یہی ہے۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورہ البقرہ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

میکال - ان تمام ملائکہ کا افسر ہے جن کے علوم دماغ سے وابستہ ہیں - مثلاً ریاضی - (موسیقی - ہندسہ - جبر و مقابلہ) اور طبیعات (اسٹرانومی - کیمیا) یہ علوم الٰہیات سے کم درجہ پر ہیں - اس لئے جلد سمجھ میں آجاتے ہیں مگر جوں جوں علوم اعلےٰ ہوتے جاتے ہیں تو باریک بھی ہوتے جاتے ہیں ایک دفعہ ایک اپنے عزیز کو میں نے وہ لکچر سننے کے لئے بھیجا - جو سورج گرہن کو دیکھ کر ایک انگریز نے دیا تھا وہ لڑکا کہنے لگا میں نے تو کچھ نہیں سمجھا - پھر اس نے اپنے ماسٹر سے پوچھا تو اس نے کہا پانچ سال میں اگر صحبت میں رہوں تو اس کی باتیں سمجھنے کے قابل ہو سکتا ہوں - غرض دنیا میں کئی قسم کے علوم ہیں اور وہ تمام علوم ملائکہ کی معرفت لوگوں پہ کھلے ہیں وہ الٰہیات کے ہوں یا طبیعات کے دونوں کا انکار - ملائکہ اور ملائکہ کے افسر یعنی جبرئیل و میکال کا انکار ہے پھر رسولوں کا انکار ہے - جو ان ملائکہ کی تحریکات کے مہبط ہیں - پھر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے - جو تمام رسولوں کے کمالات کے جامع ہیں اور ایسے لوگوں کا اللہ تعالےٰ مخالف ہے - اور پھر ایسا کفر کرنے والوں کا ایک نشان ہے کہ وہ سب بدعہد ہیں اور فاسق و فاجر اور یہ عقلی موٹی بات ہے کیونکہ جبرئیل و میکال کا دشمن جو ہوگا جو دین و دنیا کے متعلق عمدہ و نیک تحریکوں کا مخالف ہوا اور وہ فاسق فاجر کے سوا کون ہو سکتا ہے -

۱۴ - فروری ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۲)

جب آدمی میں آسائش آجاتی ہے تو وہ ہر نئی چیز میں بڑی دلچسپی لیتا ہے اور اس انہماک میں پھر جائز و ناجائز امر کو نہیں دیکھتا - جیسے کہ جس طرح شیعہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کو بُرا کہتے ہیں اور خارجی اہل بیت کو اسی طرح وہ ایک مدبّر پر نکتہ چینی کرنے لگ جاتے ہیں - مگر اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا - شیعہ نے اس نکتہ چینی سے کیا فائدہ اٹھایا - اسی طرح حضرت داؤد کے بیٹے سلیمان برگزیدہ نبی تھے - مگر ان لوگوں نے ان کی بھی عیب چینی شروع کر دی اور ان سے ایسی باتیں منسوب کیں جو ایک نبی کی شان سے بالکل بعید ہیں اس کی اصلیت یہ ہے کہ حضرت سلیمان کے عہد میں جب ان کو آسودگی ہوئی - تو ہندوستان چین اور مصر سے نئے نئے آدمی وہاں جا آباد ہوئے اور ان لوگوں کی دلچسپی کے لئے عجیب عجیب فن پیش کئے جن میں وہ ایسے مشغول ہوئے - کہ سب کچھ بھول گئے -

جیسا کہ انسان کی عادت ہے کہ جب ایک طرف متوجہ ہو تو دوسری طرف توجہ ضرور کم ہو جاتی ہے اسی طرح بنی اسرائیل کی خدا کی طرف توجہ کم ہو گئی اور ان بے ہودہ باتوں کی طرف بڑھ گئی اور ایسی بڑھی کہ اس کا اثر مسلمانوں تک بھی پہونچا - نقش سلیمانی - سحر ہاروت ماروت اور ایسی کتابیں اسی بے ہودگی اور لغویت کی یادگار ہیں اور غضب یہ ہے کہ یہ کفر سلیمان پر تھوپا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سلیمان نے یہ کفر نہیں کیا اور ہرگز نہیں کیا آپ پر جو الزام لگائے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ بلقیس نام ایک ملکہ پر عاشق ہو گئے اور پھر اس کو راضی کرنے کے لئے بت پرستی بھی کی - یہ سب جھوٹ ہے - خدا نے اصل واقعہ سورۃ نمل رکوع ۳ میں بیان فرمایا ہے اور وہاں ظاہر کر دیا ہے کہ وہ ملکہ خود مسلمان ہوئی اور عذر خواہ ہو کر سلیمان کے دربار میں آئی - قالت رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمٰن للّٰہ رب العالمین - بعض وقت انبیاء کی نسبت جو الفاظ بولے جاتے ہیں ان سے ان کی تعریف مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف اس الزام کا اٹھانا ہوتا ہے جو ان پر لگایا گیا ہے - یہاں ما کفر اسی لئے آیا ہے

ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر	وہ قومیں جو اللہ سے بہت دور ہیں (شیاطین کے بیان میں معنی ہیں) جب وہ ملک سلیمان میں آئیں - تو بنی اسرائیل

کو اپنے ڈھب کا پاکر اپنی طرف متوجہ کر لیا اور انہیں سحر کی تعلیم شروع کر دی - سحر کہتے ہیں ملمع کو۔ باتوں کو خواہ از قسم عملیات ہو یا شعبدہ بازی یا تسخیر - کلما دق ولطف ماخذہ - جس کی دریافت نہایت باریک ہو -

انّ من البیان لسحراً بھی آیا ہے اس لئے ناول بھی سحر میں داخل ہے بعض ناول ایسے ہوتے ہیں کہ انسان بغیر ختم کرنے کے ہاتھ سے چھوڑ ہی نہیں سکتا - حضرت عمر سے کسی نے پوچھا تھا - آپ کی طبیعت میں وہ تیزی نہیں رہی جو زمانہ جاہلیت میں تھی - آپ نے جواب دیا تیزی تو وہی ہے مگر اب وہ کفار کے مقابلہ میں دکھائی جاتی ہے اسی طرح جن لوگوں کو لکھنا آتا ہے اور طبیعت موزوں واقع ہوئی ہے وہ ناول نویسی کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں - ایسے شغلوں میں پڑھ کر انسان اپنی کتاب سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات یہ بھی نہیں سمجھا جاتا - کہ میری روحانی حالت دن بدن بگڑ رہی ہے -

اس کے بعد ایک اور نصیحت فرمائی وہ یہ کہ انسان جب کسی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے تو پھر اس دشمنی کے بڑھانے یا اس سے انتقام لینے کے لئے اپنی دشمن کی باتیں سنتا اور اس کے خلاف منصوبے کرتا اور اپنے ساتھ اور لوگوں کو ملاتا ہے ہر وقت اس کو یہی دھت لگی رہتی ہے اور وہ اپنے دین سے بے خبر ہو جاتا ہے بنی اسرائیل جب قید تھے - وہ زمانہ دانیال - عزرا - حزقیل اور ارمیاہ وغیرہم انبیا کا تھا - جب یہ بابل میں گئے - تو بابل والے آسودہ تھے اور آسودگی کی وجہ سے طرح طرح کے گندوں میں مبتلا - دانیال باب ۵ ورس ۱۹ اور ۱۲ باب درس ۱۱ میں

شراب پینے کا ذکر ہے۔ اللہ نے ہاروت ماروت دو فرشتے نازل کئے۔

ہرت کہتے ہیں زمین کو صاف کرنے کو۔

مرت کہتے ہیں نشیب و فراز و جھاڑ درخت گھاس کٹوا کر صاف میدان کر دینے کو۔ ان فرشتوں کے ذریعے بسعیاہ کو آگاہ کیا۔ کہ یہ لوگ خراب ہو گئے ہیں اس واسطے تم اور کسی سلطنت سے گانٹھو اور اس کے ذریعے سے ان کو ہلاک کر دو۔ یہ علم ملائکہ کے ذریعے انہیں نازل ہوا۔ چنانچہ مید و فارس کے بادشاہوں سے دوستی لگا کر بنی اسرائیل نے بابل والوں کو تباہ کر دیا۔ بابل بڑا شہر تھا۔ ہماری آبادی تھی کوئی پچاس میل میں جو کہ بابل کی تباہی میں اللہ نے فارس کے بادشاہوں کے ذریعہ سے فضل کیا اس لئے بنی اسرائیل کے تعلقات فارس والوں سے قائم رہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں آئے۔ تو یہودیوں نے چاہا۔ کہ پھر فارس کے بادشاہ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ان کی جماعت کا استیصال کریں۔ چنانچہ فارس کے بادشاہ نے اپنے [illegible] کے ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گرفتار بھی کرنا چاہا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان فرستادوں سے کہا۔ کہ جس نے تمہیں میری گرفتاری کے لئے بھجوایا ہے اس کو میرے خدا نے اسی کے بیٹے کے ہاتھ سے ہلاک کروا دیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن چونکہ یہ ایک نبی کا مقابلہ تھا اس لئے اس میں ناکام رہے۔

اللہ تعالیٰ ان آیات میں انہی واقعات کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔

وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت۔ پیچھے پڑے ہوئے ہیں اس کے جو ایک زمانہ میں دو فرشتوں پر نازل ہوا تھا۔ (ان فرشتوں کا کام تھا کہ بابل کو ویران کر کے صاف کریں۔ اسی واسطے ان کو ہاروت و ماروت کہا گیا) اس وقت تو یہ کامیاب ہو گئے کیونکہ خدا کے منشاء کے ماتحت تھا۔ مگر اب تو یہ کفر ہے کیونکہ ایک نبی کے مقابلہ میں ہے۔ اس وقت تو ہم نے ان کو ہدایت کر دی تھی۔ کہ اسے بے موقع استعمال کر کے کافر نہ بننا اور دوسری یہ بات سکھا کر اپنی عورتوں کو بھی اس راز کی خبر نہ کرنا کیونکہ عورت کمزور ہے۔ اس کے ذریعے بات نکل جاتی ہے۔ یہ مطلب ہے یفرقون بہ بین المرء وزوجہ کا۔ بس یہاں یہ بات ختم ہوئی۔ اب فرماتا ہے ویتعلمون ما یضرھم۔ اب یہ یہود پھر انہی باتوں کو تعلیم و تعلم کرتے ہیں مگر بجائے فائدے کے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس لئے کہ آگے تو ملائکہ کے ذریعہ یہ باتیں القا ہوئی تھیں۔ چنانچہ یتعلمون کے ساتھ منھما (ان دو فرشتوں سے) آیا ہے۔ اب یہ شیطانی القا ہے۔ بہتر تھا کہ وہ ان شرارتوں کی بجائے ایمان لانے اور تقویٰ اختیار کرنے اور دنیا و آخرت میں فلاح پاتے۔ ایسی منصوبہ بازیوں کی کمیٹیوں کا سورۃ مجادلہ رکوع ۲ میں مفصل ذکر ہے۔ جہاں فرمایا۔

الم تر الی الذین نھوا عن النجوی ثم یعودون لما نھوا عنہ ویتناجون بالاثم	کیا تجھے معلوم نہیں ان لوگوں کا حال جن کو منصوبہ بازی کی خفیہ کمیٹیوں سے منع کیا اور وہ پھر وہی کرتے ہیں جس سے منع کئے جا چکے ہیں اور وہ خفیہ سازشیں

والعدوان ومعصیۃ الرسول | کرتے ہیں گناہ سرکشی اور رسول کی مخالفت کی

اور

پھر آگے چل کر ارشاد فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیۃ الرسول وتناجوا بالبر والتقوی۔ واتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون انما النجوی من الشیطن لیحزن الذین امنوا ولیس بضارھم شیئا الا باذن اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون ؂	سنو! اے مومنو! جب تم کوئی خفیہ مشورہ کرو۔ تو اس میں کوئی گناہ اور سرکشی کی اور رسول کی مخالفت کی بات نہ ہو بلکہ نیکی اور تقوے کے متعلق سرگوشی ہو اس اللہ سے ڈرو۔ جس کی حضور اکٹھے کئے جاؤ گے یہ جو خفیہ انجمنیں ہیں۔ یہ شیطانی کام ہے۔ صرف مومنوں کو گھبراہٹ میں ڈالنے کے لئے۔ مگر الٰہی اذن کے سوا کوئی ضرر انہیں نہیں پہونچا سکتے اور اللہ تعالےٰ پر ہی چاہیئے۔ کہ مومن توکل کریں۔

۱۵۔ فروری سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۳)

لا تقولوا راعنا۔ بعض لوگ شرارت کے طور پر ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو ذومعنی ہوتے ہیں۔ ہمارے ایک آشنا نے مجھے ان کی ایک کتاب جو مناظرہ کے متعلق تھی۔ پڑھی۔ ایک جگہ یہ فقرہ لکھا تھا۔ آپ ہر ایک صداقت کو ایک ہی کولہو میں پیڑیں۔ میں نے کہا۔ کہ اس محاورہ کے استعمال کی کیا ضرورت تھی۔ کہنے لگے کہ مخاطب تیلی ہے۔ یہ اس پر چوٹ کی ہے۔ پھر ایک جگہ دکھائی جہاں لکھا ہوا تھا کہ ست کا ست ہی بگڑا ہوا ہے اور بڑے فخر سے کہا کہ یہ شخص جس کے مقابلہ میں یہ تحریر ہے رنگریز ہے۔

میرے نزدیک یہ طریق اچھا نہیں متانت کے خلاف ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں میں بھی یہ بیماری پھیل گئی۔ ایک قصیدہ کے چند اشعار مجھے یاد ہیں۔ جو اول سے آخر تک اسی قسم کی شرارت سے پُر ہے۔ ایک مصرعہ تمہیں سناتا ہوں۔ ؎

تا سرت باشد ہمیشہ تا جدار

یہاں تاجدار کے ایک معنی ظاہر ہیں۔ دوسرے یہ کہ تا۔ جدار۔ یعنی تیرا سر دیوار سے ٹکرا کر پھٹ جائے گیا ہو۔ اس طرح کے کلام سے ہمارے سرداروں نے ہمیں منع کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے راعنا نہ کہو۔ کیونکہ اس کے معنے ایک تو یہ ہیں کہ ہماری رعایت کرو۔ ہم نہیں سمجھے دوبارہ سمجھا دو۔

دوم راعن کا لفظ عبرو میں گالی ہے۔ احمق۔ رعونت والے کو کہتے ہیں۔ اگر ایسی ضرورت پیش آجائے۔ تو بجائے راعنا کے جو ذومعنی لفظ ہے۔ انظرنا کہو۔ جس کے معنے ہیں۔ ہم غرباء کی طرف بھی آپ نظر رکھیں۔

ان منکروں کے لئے جو اس قسم کے الفاظ نبی کریم کے حضور بولتے ہیں دکھ دینے

والا عذاب ہے۔

الذین کفروا۔ یہ کافر دو قسم کے ہیں۔ اہل کتاب (یہود۔ نصاریٰ مجوس) دوسرے وہ جن کے پاس کوئی کتاب نہیں۔ سنی سنائی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ غرض یہ دونو گروہ پسند نہیں کرتے۔ کہ تم پر کوئی ایسا امر اتارا جائے۔ جو خیر و برکت کا موجب ہو۔ مگر اللہ تعالےٰ خصوصیت دیدیتا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہے کہ واہوں نے کہا کہ ہلے دجل من القریتین عظیم۔ گمان کا یہ اعتراض فضول تھا کیونکہ واقعات نے ثابت کر دیا۔ کہ واقعی یہی مبارک وجود (حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) اس رسالت کا مستحق تھا میرا اعتقاد ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم انسانیت ہیں۔ نہ ایسا کوئی عظیم الشان ہوا اور نہ ہوگا ایک شخص نے مجھے پوچھا کہ اس کی کیا دلیل ہے۔ میں نے کہا کہ تم کسی اصل مذہبی کے قائل ہو یا نہیں۔ کہا دعا کا قائل ہوں۔ میں نے کہا۔ دیکھو تم مانتے ہو کہ تمام مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور زمین گول ہے۔ پس روئے زمین پر کوئی ایسا وقت نہیں گذرتا۔ جب کوئی مسلمان نماز نہ پڑھ رہا ہو اور نماز میں درود شریف نہ پڑھتا ہو۔ پھر میں پوچھتا ہوں۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا پیشوا ہے۔ جس کے مرید ہر وقت اس کے علو مارج کے لئے دعا کر رہے ہوں۔ اور پھر الدال علے الخیر کفاعلہ کے مطابق وہ تمام نیکیاں جو یہ لوگ (مسلمان) کرتے ہیں۔ حضور کے نامۂ اعمال میں ہی لکھی جاتی ہوں گی یا نہیں۔ پھر فضائل نبوی میں دوسری بات مجھے یہ سوجھی ہے کہ دنیا میں جس قدر مرکز م اٹھتے ہیں وہ دراصل صرف دو ہیں۔ ایک آتشکدہ آذر۔ اور دوم بیت المقدس۔ ان دونوں کا اثر عرب پر بالکل نہیں پڑا۔ مگر ہمارے سردار نے عرب والوں کو اپنا دین منوا لیا۔ اور پھر ان کے ذریعہ ان دونوں مرکزوں (بیت المقدس آتشکدہ آذری) پر بھی فتح پائی۔

ما ننسخ من آیۃ او ننسہا۔ نسخ کے معنے ہیں نقل کے۔ انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون۔ اور نسخ کے معنے ہیں مٹا دینے کے۔ جیسے فرمایا۔ اذا تمنیٰ القی الشیطان فی امنیتہ۔ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطٰن۔ ثم یحکم اللہ ایاتہ ننسہا۔ نکلا نسیان سے۔ اس صورت میں اس کے معنے ہیں ہم بھلا دیتے ہیں۔ یا نسأ بمعنی تاخیر ہے۔ اس صورت میں اس کے معنے ہیں۔ ہم مؤخر کر دیتے ہیں۔

سو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم کسی چیز کو بدلاتے یا مٹاتے ہیں یا بالکل بھلاتے اور کسی دوسرے سے تاخیر میں ڈال دیتے ہیں۔ تو اس میں ہمارے مصالح ہوتے ہیں۔

اس کی مثال سنیئے! قرآن مجید میں ایک تعلیم ہے۔ یا ایہا المدثر۔ قم فانذر وربک فکبر اور پھر آخر میں کھانے پینے کے احکام نازل فرمائے اور ارشاد کیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ تو اب پہلی تعلیم کو جو مقدم کیا اور دوسری کو موخر۔ تو خاص مصلحت سے ہے (یعنی پہلے عقیدہ درست ہو جاوے پھر شریعت نازل ہو) دوسری مثال یہ ہے کہ بعض مذاہب ایسے ہیں جو بالکل نسیاً منسیا ہو گئے اور بعض ایسے جن کے اصول کچھ تو موجود ہیں۔ مگر بہت کچھ تبدیل ہو گئے۔

پھر آئت کے معنے علاوہ کلام الٰہی کے مطلق نشان بھی ہیں۔ مثلاً خزاں میں درختوں کے پتے مٹ جاتے ہیں۔ پھر ان جیسے یا ان سے بہتر پیدا کرتے ہیں

نفس نسخ کے متعلق بحث فضول ہے کیونکہ یہ ممکن ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کارخانۂ ہستی میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ ہاں یہ بات کہ قرآنمجید میں نسخ ہے یا نہیں اس کے متعلق جہاں تک میرا فہم ہے میں یہی کہونگا کہ آج تک کوئی ایسی آئت نظر نہیں آئی۔ جو منسوخ اور موجود فی القرآن ہو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یا ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زبان سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں۔ جس سے ایسی آیات کا موجود فی القرآن ہونا پایا جاتا ہو

الم تعلم ان اللہ لہ ملک السموات والارض۔ فرمایا کہ اس نسخ (تغیر) کا سبب ہم نہیں بلکہ تمہارے حالات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ہمیں احکام میں تغیر کرنا پڑتا ہے۔

کما سئل موسیٰ من قبل۔ موسیٰ علیہ السلام سے کیا سوالات ہوئے ایک کا ذکر سورہ نساء پارہ ۶ کے پہلے رکوع میں ہے۔ جہاں فرماتا ہے

فقالوا ارنا اللہ جہرۃً

حتّٰی یاتی اللہ بامرہٖ۔ اس وقت تک کہ اللہ حکومت تمہیں دے تمہیں چاہیئے کہ درگذر سے کام لو اور نماز سنوار کر پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ زکوٰۃ ہر ایک سے ہو سکتی ہے۔ یہ بھی زکوٰۃ ہے کہ کوئی اپنے نفس کا تزکیہ کرے۔ پھر کسی کو نیک بات بتانا یہ بھی زکوٰۃ ہے۔ نیا لباس ملے تو پرانا کسی غریب کو دینا یہ بھی زکوٰۃ ہے۔ اور ایک وہ زکوٰۃ ہے جو مشہور ہے۔

قالوا لن یدخل الجنۃ۔ آدمی جب اکیلے بیٹھتے ہیں تو دوسروں کی عیب چینی کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر اپنے تئیں کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ دوسروں کی حقارت سما جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم ہی جنت میں جائیں گے۔ یہ صرف ہوائی باتیں ہیں۔

ھاتوا برھانکم۔ برہ کے معنے ہیں قطع کے۔ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل قاطع یا حجت نیرہ پیش کرو۔ در برہ کے معنے ظاہر کیا گئے ہیں۔

۱۶ فروری ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۴)

یہ ایک عیب ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی نسبت رنج پیدا کر لیتا ہے۔ اگر آدمی حد سے بڑھ جائے۔ تو یہ بھی ایک قسم کا جنون ہے۔ ایسا ہی نصاریٰ اور یہود میں رنج پیدا ہو گیا۔ کیونکہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو حقارت سے دیکھا اور رنج کیا تھا اس لئے نصاریٰ ان پر عیب جوئی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو لاشے یقین کرتے ہیں وھم یتلون الکتاب۔ حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں اور پڑھے ہوؤں کا یہ

حال ہے۔ ویسا ہی آجکل سوری وہابی یا حنفی اور یا دوسرے متفرق الطریق لوگ دوسروں پر اس قدر فتوے لگاتے ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ سب پڑھے ہوئے۔ اب جاہلوں کی بات تو سمجھتے نہیں اب ان کو سمجھائے کون۔

فاللہ یحکم بینہم۔ یہ لوگ جو مسجدوں سے منع کرتے ہیں آخر ذلیل ہونگے کامیابی کا منہ نہ دیکھیں گے۔

خائفین۔ خدا کا خوف دل میں رکھکر ادب و تعظیم و عاجزی سے آتے اور کسی کا نقار دل میں نہ ہوتا۔

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ جدہر تم توجہ کروگے ادہر ہی خدا کی ہی توجہ ہوگی کیونکہ مشرق و مغرب اسی کا ہے۔

قالوا اتخذ اللہ ولدا۔ اتخاذ ولد کی تردید فرماتا ہے۔ ایک یہ فرماکر کہ سبحانہٗ۔ دوم لہ ما فی السموات والارض۔ سوم۔ کل لہ قانتون۔ چہارم بدیع السموات والارض۔ ششم۔ اذا قضیٰ امرا۔

قضیٰ۔ کے معنے ایک تواتر۔ دوم خلق۔ سوم اخبر۔ چوتھا فارغ شد۔ اس کی مثال فلما قضیٰ ولوا الیٰ قومہم منذرین۔

لولا یکلمنا اللہ۔ یعنے اللہ ہمیں کیوں الہام نہیں کرتا۔ اس کی مثل یہ ہے۔ جیسے کوئی جاہل جب کہے کہ بادشاہوں پیادوں کی معرفت احکام بھیجتا ہے۔ خود کیوں ہم سے مطالبہ نہیں کرتا۔

۱۷۔ فروری سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۵)

الحمد شریف میں تین قوموں کا ذکر ہے۔ ایک انعمت علیہم کا ایک مغضوب علیہم کا اور ایک ضالین کا۔ قرآن کریم نے یہاں تک ان تینوں گروہوں کا رنگ برنگ میں ذکر کیا ہے۔

رکوع اول میں بتایا کہ انعمت علیہم کا دوسرا نام متقین ہے ان کو انعام ملتا ہے اولئک ہم المفلحون۔ پھر مغضوب علیہم کا ذکر فرمایا ہے اور ان کا وعید بیان کیا ولہم عذاب عظیم۔ پھر ضالین کا ذکر کیا۔ اولئک الذین اشتروا الضلالۃ ان کی سزا ہے۔ فما ربحت تجارتہم رکوع سوم میں فرمایا ہے۔ کہ قرآن کریم پر عمل کرنے سے منعم علیہم بن جاؤگے اور اس کے خلاف کرنے کی سزا دوزخ کی آگ ہے۔ وقودھا الناس والحجارۃ۔ پھر ضالین کا ذکر فرمایا۔ کہ ما یضل بہ الا الفاسقین۔

رکوع چہارم میں ایک منعم علیہ (آدم) ایک مغضوب و ضال شیطان کا قصہ بیان کیا۔ پھر رکوع ۵ میں بنی اسرائیل کا ذکر شروع کیا اور انعمت علیہم سے ظاہر کر دیا کہ وہ ایک منعم علیہ قوم تھی۔ پھر قسم قسم کے انعاموں کا جوان پر ہوئے مذکور ہے اور ساتھ ہی ان اسباب کا ذکر فرماتا ہے۔ جن سے یہی منعم علیہ قوم مغضوب علیہ بنی از انجملہ گائے کی پرستش۔ موسیٰ کی فرمانبرداری چھوڑ کر زمینداری پسند کرنا۔ چھوٹے چھوٹے گناہوں کی پرواہ نہ کرنا۔ یہاں تک کہ کفر و قتل انبیاء تک نوبت پہونچگئی۔

پھر سلیمان کے زمانہ میں امن و آسودگی میں بجائے شکر الہی کے بغاوت و عملیات خفیہ کمیٹیوں کی طرف مائل ہونا۔ مسیح کا انکار۔ پھر اس رسول علیہ السلام کا انکار۔ اب اس رکوع ۱۴ میں یہ قصہ ختم ہوتا ہے۔

فرماتا ہے کہ اے بہادر سپاہی کی اولاد۔ میں نے تمہیں ہمعصر لوگوں پر بہت سی بزرگیاں دیں۔ پر تم نے اس بزرگ کی شان کو قائم نہ رکھنا چاہا۔ تم اس دن سے ڈرو۔ جب کہ کوئی جی کسی کے کام نہ آئے گا۔ چنانچہ بنی قریظہ قتل ہوئے۔ سعد بن معاذ کو انہوں نے خیر خواہ سمجھا پر اس نے بھی ان کے خلاف ہی رائے دی۔ بنی نضیر کا تعلق عبد اللہ بن ابی سے تھا اس نے کہا بھی۔ ولئن قوتلتم لننصرنکم مگر موقع پر نہ کوئی سفارش کر سکا۔ اور نہ ہی نصرت لے سکا۔ یہ

دیکھو لا ہم ینصرون۔ کیسی عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ تیرہ سو برس گذر چکے۔ مگر لاینصرون کا فتوے ایسا اٹل فتویٰ ہے۔ کہ اب تک کوئی قوم بنی اسرائیل کی ناصر دنیا میں نہیں۔ پتہ پتہ پھر کہیں ان کی سلطنت نہیں ہے۔ جس ملک میں جاتے ہیں ایسے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں کہ ذلیل ہو کر نکلنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سود خوار قوم ہے۔ جب لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے پنجے سے چھٹکارہ نہیں ہو سکتا تو اپنے بادشاہوں کے پاس چغلیاں کہاتے ہیں اور پھر انہیں حکم ہوتا ہے۔ نکل جاؤ میں اکثر مخالفان اسلام کو چیلنج دیا کرتا ہوں کہ ایسی پیشگوئی کسی قوم کی نسبت کر دکھاؤ۔ راستبازوں سے مقابلہ کرنا بڑا خطرناک ہے۔

اذ ابتلیٰ ابراہیم ربہ۔ اب بنی اسرائیل کے بعد ایک اور سلسلہ کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ وہ بھی انعمت علیہم تھے۔ منعم ہونے کے بعد ان میں سے بھی مغضوب و ضال ہو گئے۔

ابتلیٰ۔ عربی زبان میں کہتے ہیں کسی چیز کے ظاہر کر دینے کو۔ قرآن شریف میں یہ محاورہ ہے۔ یوم تبلی السرائر فما لہ من قوۃ ولا ناصر۔ ابلاہ اظہر رداءتہ وجودتہ۔ فلاں چیز کے ردی یا جید ہونے کو ظاہر کیا پس اللہ نے ابراہیم کو کچھ احکام دئے (کلمات کے یہی معنے ہیں) جو انہوں نے پورے کئے تو ان کا جید ہونا ظاہر ہو گیا۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے جعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا وکانوا بآیاتنا یوقنون۔ یعنے ہم امام اس وقت بناتے ہیں جب انسان احکام الٰہی پر ثابت قدم ہو جاوے اور ہماری آیات پر پورا یقین رکھے خیر جب ابراہیم کے جید ہونے کو ظاہر کر دیا۔ تو ارشاد ہوا۔

انی جاعلک للناس اماما۔ میں تمہیں نمونہ اور مقتدا بنانے والا ہوں۔ آپنے اپنی اولاد کے بارے میں دریافت کیا تو ارشاد ہوا کہ مشرک اس عہد کے لائق نہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قوم میں ایسے لوگ بھی ہونے والے تھے۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالے)

حضرت استادنا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

سورۃ البقرۃ

(بقیہ رکوع نمبر ۱۵)

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

مثابۃً۔ ایسا بنایا کہ یہاں لوگ آتے رہینگے۔ ثبہ کہتے ہیں جماعت کو ثاب ایک جماعت کہ جو دوسری جماعت سے آکر مل جائے۔ یثب بعضہم الی بعض۔ مثابۃ کے دوسرے معنے ثواب کی جگہ۔ یہاں دونو معنے صحیح ہیں

رب اجعل ھذا بلدا اٰمنا۔ واقعی بیت اللہ امن کا گھر بنا کہ ویتخطف الناس من حولہا وآنہم من خوف کا نظارہ پیش نظر ہے۔

عہدنا۔ مضبوط وعدہ لینا۔

چونکہ حضرت ابراہیم لاینال عہدی الظالمین سے سمجھ گئے تھے کہ یہاں کچھ شریر بھی ہونگے اس لئے عرض کیا کہ وارزق اھلہ من الثمرات من اٰمن منہم باللہ۔ یعنے مومنوں کو رزق طیب دے اللہ نے فرمایا کہ نہیں ہم رحمان ہیں اس لئے ہم کافر کو بھی روٹی دینگے۔ مگر دنیا میں مومن کی طرح آخرت میں بھی نہیں۔

السمیع العلیم۔ دعائیں سنتا ہے۔ دلوں کے بھید میں۔ ضرور تمہارے اخلاص کو جانتا ہے۔

مناسکنا۔ طریق عبادت

تب۔ رجوع برحمت کر

یتلوا علیہم۔ تم قرآن سنتے ہو یہ بھی ابراہیم کی دعا کا ثمرہ ہے۔

حکمۃ کے معنے ہیں پکی بات۔ عربوں نے اس کے معنے لئے ہیں۔ جو بات انسان کو مغز بنانے والی اور قبیح باتوں سے ہٹانے والی ہو۔

(پارہ ۱۵ رکوع ۳ میں اس کی تشریح ہے)

ان آیات میں شیعہ کا رد بھی ہے کہ جو رسول آئیگا۔ وہ تزکیہ نفوس کریگا گنہگاروں کو پاک انسان بنا دیگا مگر شیعہ کے عقائد کے مطابق آدم سے لیکر قیامت تک کوئی گناہ ایسا نہیں ہو سکتا جن کا ارتکاب صحابہ نے کیا ہو۔

۱۸۔ فروری سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۶)

دنیا کے لوگ عزت چاہتے ہیں۔ اولاد چاہتے ہیں۔ کامیابی چاہتے ہیں ذکر خیر چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام نعمتوں سے ابراہیم کو متمتع کیا ان کی اولاد دیکھو کہ کوئی حساب نہیں۔ عظمت کا یہ حال ہے۔ کہ مسلمان۔ یہودی۔ صابی۔ پارسی۔ عیسائی باوجود بہت سے اختلاف کے ان کو یکسان معزز و مکرم مانتے ہیں۔ افسوس کہ بعض لوگوں نے باوجود صدیقا نبیا نص صریح کے بعض روایات کی بنا پر انہیں جھوٹ بولنے کا الزام دیا ہے۔ تورات میں ہے کہ جو تیری بے ادبی کریگا۔ میں اسے ذلیل کر دونگا جو تیرے لئے برکت مانگیگا میں اسے برکت دونگا۔ اسی لئے اللّٰھم بارک علی محمد پڑھنے کی ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے عدیم النظیر انسان کی ملت سے کون یرغب۔ بے رغبتی کرتا ہے۔

ملۃ۔ اللہ تعالیٰ کوئی شریعت کسی نبی کی معرفت یا نبیوں کی معرفت قوم کو دیتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے اس قوم کے آگے خدا کے قریب پہنچ سکیں۔ تو اس کا نام ملت ہے۔

دین وملت میں یہ فرق ہے کہ دین کی نسبت اللہ اور لوگوں کی نسبت ہو سکتی ہے یعنی دین اللہ مگر ملت اللہ نہیں کہتے۔

سفیہ۔ جو کپڑا بُرا بنا ہوا ہو اسے سفیہ کہتے ہیں۔ ثوب سفیہ۔ ایسے ہی جو مہار خراب ہو اسے بھی سفیہ کہتے ہیں۔ زمام سفیہ۔ غرض سفیہ کا اطلاق اوچھے۔ کم عقل اور اس شخص پر ہوتا ہے۔ جو دین و دنیا میں عاقبت اندیشی سے کام نہ لے۔ سیقول السفہاء منہم۔ قرآن شریف میں آیا۔ ابراہیم میں جو خوبی بدرجہ کمال تھی۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب اللہ نے اسے فرمایا۔

اسلم۔ فرمانبردار بن جا۔ تو اس نے پوچھا نہیں کہ کس بات میں بلکہ کہہ دیا۔

اسلمت لرب العالمین۔ میں پہلے فرمانبردار ہو چکا کیونکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ میرا رب جو کچھ کہیگا وہ ربوبیت کی شان سے کہیگا اور اس حکم میں میری ہی بہتری منظور ہوگی۔ پھر یہ نہیں کہ یہاں تک ہی اس تسلیم کو محدود نہیں رکھا بلکہ اپنی اولاد کو بھی اسی ملت کی وصیت کی۔

اصطفیٰ۔ پسند کیا۔

لا تموتن الا وانتم مسلمون۔ موت اختیار میں نہیں۔ موت سے پہلے بیہوشی ہو جاتی ہے ایسی ایسی حالتوں میں موت آتی ہے کہ اس سے پہلے ایک منٹ اپنے انجام کی خبر نہیں ہوتی۔ پھر انسان پر کئی قسم کی حالتیں آتی ہیں۔ باوجود اس کے ارشاد ہے۔

الا وانتم مسلمون۔ اس میں نکتہ یہ ہے۔ کہ انسان موجودہ حالت میں ترقی کرے اور آئندہ بھی نیکی کا ارادہ رکھے جو لوگ کہتے ہیں کہ بدی کر کے توبہ کر لینگے! آئندہ مر جائیں گے وہ غلطی کرتے ہیں

کونوا ھودا او نصاریٰ تھتدوا۔ فرماتا ہے کہ یہودی و نصرانی بننے میں (اسی طرح تم سمجھو صرف مرزائی کہلانے میں) بھلائی نہیں۔ بلکہ مومن کی شان یہ ہے کہ فرمانبرداری کرے جس جس وقت جناب الٰہی کوئی حکم دیں۔ ان نے اس میں ان

لوگوں کا رد بھی ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اپنے نبی کو ملتے ہیں ہمارے پاس کتاب ہے ہمیں کسی اور امام یا مجدد یا مامور یا وحی کی ضرورت نہیں۔ مومن کی شان تو یہ ہے۔ کہ ہم ایمان لائے جو پہلے اتر چکا اور جاب ہماری طرف اترا ہم ایسا کبھی نہیں کریں گے کہ بعض احکام کو یا انبیاء کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں۔

سوائے اسلام کے کسی نے اس اصل سے فائدہ نہیں اٹھایا کہ اپنے سے پہلے تمام انبیاء اور ان کی تعلیمات کو بھی سچا مانتا ہے۔ ور موجودہ کو بھی اور بعد آنے والی داتوں پر بھی ایمان لانے کی ہدایت کرتا ہے (اس میں یہ فائدہ بھی ہے کہ کسی غیر مسلم کو مسلمان ہونے سے اپنے برگزیدہ مقتدار کی نسبت برا خیال نہیں رکھنا پڑتا)

شقاق - ضد میں

فسیکفیکھم اللہ - یہ ایک پیشگوئی ہے۔ کہ سارا جہان ایک طرف ہو اور تو اکیلا ایک طرف سب کے مقابلہ میں صرف ہم تیرے لئے کافی ہیں۔ رکوع اول میں ایک پیشگوئی ہے - اولئک ہم المفلحون - یعنے مظفر و منصور ہونگے

دوسری پیشگوئی - بشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لہم جنت

چنانچہ اسی دنیا میں ان کو باغات ملے۔

تیسری پیشگوئی - لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

چنانچہ وہ خوف جاتا رہا نہ صحابہ صرف خود امن میں ہوئے بلکہ دوسروں کے امن کا موجب ہوئے

چوتھی پیشگوئی - اینما تولوا فثم وجہ اللہ - جدھر صحابہ نے قدم اٹھایا وہی ملک تصرف میں آیا

پانچویں پیشگوئی - انا ارسلنک بالحق بشیراً ونذیراً - چنانچہ ماننے والوں کو بشارتیں عطا ہوئیں اور منکروں کو سزائیں ہوئیں۔

چھٹی پیشگوئی یہ ہے۔ جو اوپر بیان ہوئی:

صبغۃ اللہ - الٰہی رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔

اتحاجوننا فی اللہ - مسلمانوں کے خدا پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اسے تمام خوبیوں کا صاحب اور تمام عیبوں نقصوں کمزوریوں سے منزہ مانتے ہیں

یہاں پہلے پارے کے نوٹ ختم ہوئے

یہ پارہ ۳؍ قیمت پر ملسکتا ہے۔

قرآن مجید

میرا رہبر ہے یہ ہر آن میں قرآن مجید
لکھ دیا حق نے جو وجدان میں قرآن مجید

ہر طرف جس نے کہ پھیلائی ہے بوئے توحید
گل وہ ہے گلشن امکان میں قرآن مجید

ایسا گوہر کہ نظر جسکی نظیر آتی نہیں
ہے وہ اسلام ہی کی کان میں قرآن مجید

کس لئے غیر مذاہب سے جھگڑتے ہو تم
قول فیصل ہے کل ادیان میں قرآن مجید

جان لو سب یہ یقیناً کہ نہیں ہوں انجان تو
میرے تن میں تو ہے جان! جانیں قرآن مجید

گرچہ تورات بھی انجیل بھی حق ہیں نے بھیجیں
سب سے بڑھ کر ہے مگر شان میں قرآن مجید

نسخہ اس نسخے سے بڑھکر تو نہیں ہے کوئی
جیسے ہے علت عصیان میں قرآن مجید

کس لئے غیر کا احسان اٹھاتے ہو تم
رہنما ہے رہ احسان میں قرآن مجید

معرفت جتنی ہے ہوتی ہے اسی سے حاصل
بس ہمیں کافی ہے عرفان میں قرآن مجید

اور گو کچھ بھی نہ ہو تو بھی نہیں ہے کچھ غم
ان مگر ہو میرے ایمان میں قرآن مجید

گرچہ طاعون ہے زوروں پہ مجھے کیا غم ہو
کشتیٔ نوح ہے طوفان میں قرآن مجید

زندگی باقی ہے گر کچھ تو ارادہ ہے یہی
خوب پھیلاؤں میں اخوان میں قرآن مجید

آرزو ہے یہی میں جب کبھی باہر نکلوں
تو لٹکتا ہو گریبان میں قرآن مجید

کیوں نہیں اس سے مخالف کو کراتے خاموش
جبکہ بے مثل ہے برہان میں قرآن مجید

جب مری نزع کا وقت آئے کبھی آ اکمل
پھونک دیجیگا میرے کان میں قرآن مجید

یا الٰہی ترے بندے کو تلاوت ہو نصیب
صبح کے وقت سدا اسکی زیارت ہو نصیب

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ البقرۃ

(پارہ دوم)

(رکوع نمبر اوّل)

سیقول السفہاء ۔ یہ بڑی یاد رکھنے والی بات ہے کہ عیب چینی بہت بری بات ہے۔ میں چھوٹا بچہ تھا۔ تو ایک کتاب میں نے پڑھی جس کا نام دل بہلاؤ تھا اس میں سے دو کہانیاں مجھے یاد ہیں ایک یہ کہ حضرت مسیح کہیں جا رہے تھے آپ نے ایک مردہ کتا دیکھا تو کسی نے کہا کہ دیکھئے کیا خراب شکل ہے آپ نے فرمایا اس کے دانت بہت خوبصورت ہیں کتاب والا اس کہانی سے یہ عمدہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اچھے آدمی خوبیوں کی طرف نظر رکھتے ہیں مگر برے جنھیں میں بدقسمت کہوں گا بلکہ چینیوں کی طرف نگاہ رکھتے ہیں پھر ایک اور کہانی لکھی ہے کہ ایک سور آتا تھا مسیح دیوار کی طرف ہو گئے اور کہا کہ آپ سلامتی سے نکل جاویں۔ کسی نے کہا کہ ایک سور سے ایسا ادب۔ فرمایا۔ میں زبان کو درست رکھتا ہوں۔

تین قومیں دنیا میں ہیں۔ ایک عیسائی۔ انہوں نے تمام انبیاء کے ساتھی کو بیان کر دیا ہے جو صرف بیٹا ہے معصوم نبی کے نام سے جو رسالے نکلتے رہتے ہیں ان میں مقدس لوگوں کی اس قدر عیب چینیاں ہوئی ہیں اور ان کو دیکھ دیکھ کر ہماری کتابوں میں بھی بدگمانیاں پھیل گئی ہیں اس کا نتیجہ دیکھو کہ خود یہ قوم فسق و فجور میں مبتلا ہو گئی حتٰے کہ شریعت کے قانون کا نام لعنت رکھا ہے اور زنا کوئی جرم ہی نہیں۔ دوم۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں چند شریر النفس لوگوں نے دنیا کے لئے دین کا جھوٹا پیرایہ اختیار کر کے غلط فہمیاں پھیلائیں۔ اور مومنوں کے دو فریقوں میں سے ایک کی عیب چینی کر کے ان میں فساد ڈلوایا یہ لوگ تمام صحابہ۔ تابعین۔ ازواج النبی کو فاسق فاجر۔ ظالم۔ کافر کہتے ہیں۔ حتٰے کہ ان کے ایک مفسر نے لکھا ہے۔ آدمؑ سے لے کر ایندم تک کوئی گناہ نہیں ہوا کا ہنگم تر نہیں اور بندگی سے بدبخت تمام اہل بیت پر تبرا کرتے ہیں۔

تیسری قوم آریہ کی ہے۔ ان کی نظر بھی عیب ہی پر پڑتی ہے اپنی خوبی کے اظہار کا کوئی ذریعہ نہیں۔ ہاں دوسرے مذہبوں کو گالیاں سنتے ہیں ایسی سزا۔ قومیں یہ ملی کہ خود نیوگ کا مسئلہ ان میں جاری ہوا۔ جو فسق و فجور کی جڑ ہے۔

یہ تین قومیں میں نے دیکھی ہیں۔ اللہ تعالٰی کی قسم کہ انہوں نے اس بدگوئی کا نتیجہ نیک نہیں اٹھایا۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کو عیب شماری کی عادت ہے مگر میں سچ کہتا ہوں۔ اور اپنے مشاہدے سے کہتا ہوں کہ جو دوسرو ں کے عیب از راہ تحقیر نکالتا ہے وہ مرتا نہیں جب تک خود اس عیب میں مبتلا نہ ہو جائے اس رکوع میں بھی ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے۔

سفہاء۔ جمع سفیہ۔ ثوب سفیہ۔ وہ ردی کپڑا جو بہت ہی خراب ہو۔ سفیہ کہتے ہیں اس شخص کو جو دینی و دنیوی عقل عمدہ نہ رکھتا ہو۔ قرآن کریم میں ہے۔ ولا تؤتوا السفہاء اموالکم۔ یہ کام سفہاء کا ہے کہ دوسرے کی عیب شماری کرتے رہیں اور ہر وقت اعتراض ہی کرتے رہیں۔

ما ولّٰہم۔ کس چیز نے ہٹا دیا ان کو۔

کذٰلک۔ بسبب ایسی ہی باتوں کے۔ اسی لئے اپنی تدبیروں سے یہاں کذالک کے یہی معنے ہیں۔

اُمّۃً وسطاً۔ اعلٰے درجہ کے لوگ۔

شہداء۔ نگران

لنعلم۔ تا ہم دیکھیں

ینقلب۔ ان لوگوں سے الگ کر کے

ایمانکم۔ تمہاری نمازوں کو

حضرت نبی کریم (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ معظمہ میں تھے اس وقت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ہر قوم میں ایک نہ ایک مسئلہ بہت عزیز ہوتا ہے اور اس پر سب قوم متفق ہوتی ہے۔ دیکھو ہندو ہیں ان میں۔ جھوٹ فریب۔ دغا۔ زنا۔ شراب سب کچھ ہے مگر ایک مسئلہ ہے۔ ان میں تو یہ کہ گائے کا کہ برہمن کمزوروں سے بیاہ نہ کرے۔ کھتری شودروں سے الگ رہیں۔ اس مسئلہ کے کوئی خلاف نہیں کرتے۔

ایک مسلمان جھوٹ بولے۔ چوری کرے۔ دغا دے۔ حرام خوری سے مال چھینے سب کچھ کرے مگر مسلمان ہی سمجھا جاتا ہے لیکن اگر کوئی مسلمان سور کھائے۔ تو میں نہیں سمجھتا اُسے کوئی مسلمان سمجھے۔ حالانکہ دوسری حرام چیزوں کے مرتکب ہونے سے ایسا نہیں سمجھا جاتا۔

اسی طرح عرب والوں میں ایک مسئلہ تھا اور وہ مکہ معظمہ کی تعظیم کا تھا وہ ہر بدی کا ارتکاب کر لیتے تھے مگر کبھی کعبہ پر چڑھائی نہ کرتے۔ چڑھائی تو درکنار اس کے حدود میں شکار نہ کرتے کوئی پناہ لیتا تو پھر اس سے تعرض نہ کرتے۔ قرآن کریم میں اسی لئے اطعمہم من جوع وآمنہم من خوف اور یتخطف الناس من حولہم فرمایا یہاں تک ادب تھا کہ مکہ میں آمد و رفت کے وقت ہم جنگ موقوف ہو جاتے تھے۔ ایسے موقعہ پر اللہ نے دل میں ڈالا کہ کعبہ ہونا چاہئے۔ آنجو کہ وہاں بت پرستی تھی اور یہ وہیں محض خدا ہی کے تھا اس لئے پہلے اجازت نہیں ملی۔ پھر جب مدینہ

میں گئے۔ تو وہاں یہودی بیت المقدس کی تعظیم کرتے تھے اس وقت ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔ کہ کعبہ کو قبلہ بنایا تا معلوم ہو کہ من یتبع الرسول۔

تقلب وجھك فی السماء۔ تیری توجہ اس بات کی طرف کہ آسمان سے وحی نازل ہو اور آخری قبلہ کھلے۔

بکل اٰیۃ۔ ۱۲ باب پیدائش۔ یسعیاہ ۴۲-۴۵-۶۰ بیت اللہ کے اعزاز کی بہت سی پیشگوئیاں ہیں۔ جو مکہ کے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم خواہ کس قدر آیات پیش کرو یہ مانینگے نہیں تیری کیا مانیں جو ان میں اپنا اتفاق نہیں۔

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ انسان بیٹے کو پہچانتا ہے اور اسے اپنا بیٹا مانتا ہے حالانکہ اگر شک کرنے لگے۔ تو پھر مشکلات کا سامنا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اس کے نطفے سے نہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اتنی حد تک تو ہم سمجھا چکے ہیں کہ جتنی حد تک بیٹے کے لئے ثبوت درکار ہے اور اگر شک کرنے لگے۔ تو پھر کئی شبہات ہیں۔

۳۔ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۲)

ولکل وجھۃ ھو مولیھا۔ توجہ دو طرح کی ہے ایک یہ کہ کسی طرف منہ کرنا دوسرے یہ کہ کسی کی پرستش کرنا۔

ایک شخص نے اعتراض کیا کہ مسلمان سنگ اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ میں نے کہا کیا تم کسی کے بوسہ لینے کو پرستش سمجھتے ہو؟ پھر اس نے کہا کہ تم قبلہ کی طرف منہ کرتے ہو میں نے کہا کہ تم میری طرف منہ کر کے کھڑے ہو کیا یہ پرستش ہے پھر نماز کے تمام ارکانوں کی طرف خیال کرو۔ کعبہ کی طرف منہ نہیں رہتا بلکہ رکوع میں زمین کی طرف ہوتا ہے۔ واثنین باتیں بھی مونہہ ہوتا ہے پس کسی کی طرف مونہہ کرنا اور بات ہے اور پرستش کرنا اور بات۔ پھر یہ کہ مکہ معظمہ کی نسبت نہ کوئی خواہش ہے نہ کوئی درخواست کہ معظمہ سے ہوتی ہے نہ کوئی اس سے التجا کرتے ہیں ان حضرت نبی کریم کے روضہ مقدسہ کیطرف مونہہ کر کے نماز پڑھتے ہیں لوگ یہ خیال کر سکتے تھے کہ یہ نبی کی پرستش کرتے ہیں مگر جو لوگ مکہ کے درمیان رہتے ہیں ان کی اور خصوصاً حنفی مصلی والوں کی تو مدینہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے۔

انسان کی ایک روح ہوتی ہے روح کا آگا پیچھا دایاں بایاں کچھ نظر نہیں آسکتا پس جو عبادت روح سے متعلق ہے اس کے ساتھ جہات کو کوئی تعلق نہیں مگر جسم میں چونکہ جہات ہیں اس لئے اس کے لئے عبادت میں بھی ایک جہت کی ضرورت تھی توجہ الی القبلہ سے یہی مقصود ہے کہ مسلمان اپنی عبادت میں خدا تعالیٰ کے فرمان کی پابندی کر کے پورے موحد اور فرمانبردار ہونے کا ثبوت دیتا ہے کہ میری اپنی کوئی خواہش نہیں دیکھنے کو تیرے حضور کھڑا ہوتے میں ہیں۔ پھر یہ کہ مسلمان اس لئے اس طرف منہ کرتے ہیں کہ تم اسے صادر ہوا۔ اس لئے اسی طرف توجہ کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ یکجہتی بڑی اچھی چیز ہے کوئی کسی طرف کوئی کسی طرف منہ کر لیتا تو یہ بات اچھی نہ ہوتی۔ بلکہ یہ امر افتراق کا موجب ہو جاتا۔ عبادت کے لئے ایک نہ ایک جہت مقرر اختیار کرنی پڑتی ہے جنہوں نے خدا تعالیٰ کو چھوڑا ان کو پتھروں اور درختوں کی پرستش کرنی پڑی ہے ہندوؤں میں ایک فرقہ ہے جو ننگ پوجا کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ جلہری کی پوجا کرتا ہے ایک ہندو رئیس نے ایک مندر بنایا اور اس میں تین لاکھ لنگ اور تین لاکھ جلہری کی مورتیں بنا کر رکھیں کیسا تعجب ہے۔

این ما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا۔ جہاں کہیں تم ہو گے اسی طرف مونہہ کرو گے تو پھر گویا تم سب کو اکٹھا کیا۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے جو ہمارے شیخ المشائخ ہیں۔ ایک دلچسپ نکتہ لکھا ہے۔ کہ خداوند کریم نے مکہ معظمہ ہمارا جائے توجہ بنایا۔ کعبہ میں چار مصلے ہیں۔ حنفی لوگ کہتے ہیں (جن کا مصلیٰ شمال جانب ہے) کہ ہم اسی طرف اور اسی طرح نماز پڑھتے ہیں جس طرف سے رسول کریم نے پڑھی یعنی ہماری پیٹھ بھی اسی طرف رہتی ہے جدھر رسول کریم کی۔ شافعی کہتے ہیں۔ کہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی کی تعمیل ہم ہی کر رہے ہیں کیونکہ ہمارا مصلے اس کے قریب ہے۔ حنبلی کہتے ہیں۔ ہمارا مصلیٰ سنگ اسود کے قریب ہے۔ مالکی۔ ان سب کی تردید کرتے ہیں مگر تاہم ان سب کی توجہ تو ایک ہی طرف ہے۔ ما اللہ بغافل عما تعملون میں غالباً انہی چار مصلوں کی نسبت پیشگوئی تھی

المسجد الحرام۔ بعض ملکوں میں جب کسی غیر ملک کے لفظ جاتے ہیں تو ان کے معنے بھی بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ حرام کا لفظ ہے۔ یہ ہمارے ملک میں بُرے معنوں میں استعمال ہوتا ہے حالانکہ عربی زبان میں حرام بڑی عزت کے لئے استعمال ہوتا ہے ایک کنچنی نے مسجد بنوائی ایک ظریف نے اس کی تاریخ نکالی۔ بیت الحرام یہ بہت بری بات ہے۔ کہ اچھے لفظوں کو بُرے معنے میں لایا جاوے۔

حجۃ۔ الزام نہ رہے کہ تم ابراہیمی ملت کے مدعی اور توجہ کعبہ کی طرف نہیں کرتے

واخشونی۔ یہ بہت ضروری نصیحت ہے۔ کہ کسی سے ڈر کے گناہ کا ارتکاب نہ کرو ڈر رکھو ایک خدا کا۔

یزکیکم۔ وہ اس کوشش میں ہے کہ تم میں سے ایک مزکی گروہ پیدا ہو جائے

الحکمۃ۔ پکی باتیں۔

واشکروا لی۔ دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ ولئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔

۴۔ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۳)

استعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ جہاں تک میں نے تجربہ کیا ہے۔ دکھوں رنجوں۔ مصیبتوں وغیرہا مسائل کے صاف کرنے میں امر پیش آمدہ امور کے متعلق فیصلہ دینے میں اللہ جل شانہ نے جو راہ انسان کو دکھائی ہے۔ اس سے بہت کم لوگ کام لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک راہ کا بیان ذکر ہے۔

فرماتا ہے اے لوگو! جو ایمان لا چکے ہو استعانت کرو تو اللہ سے اور وہ بھی صبر و صلوٰۃ سے۔ صبر سے مراد ہے روزہ اور بدیوں سے بچنا اور صلوٰۃ سے مراد ہے دعا ہر ایک تم میں سے اس بات پر غور کرے کہ لوگ اپنے مقصود کے پورا کرنے کے لئے

باریک در باریک فکر کرتے ہیں یہان تک کہ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ رات میں انگلی اوپر اُدھر گھماتے جاتے ہیں کہ ہم یہ کریں گے وہ کریں گے۔ مگر یہ طریق جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بدیوں سے بچکر روزہ رکھ کر جناب الٰہی میں خشوع و خضوع سے دعا کریں اس طریق پر انبیاء کے سوا دوسرے لوگ کم چلتے ہیں۔

ان اللہ مع الصابرین۔ ایسے لوگ جو صبر سے اور دعا سے استعانت کرتے ہیں ان کے ساتھ ہم ہو جاتے ہیں۔

میں نے مشکل سے مشکل امور میں اس طریق کا تجربہ کیا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ

لم اکن بدعائک رب شقیاً

افسوس کہ مسلمانوں کے پاس ایسا عمدہ نسخہ ہو اور پھر بھی وہ ناکام رہیں۔ کسی کو بیبیوں کی نسبت شکایت کسی کو قرض کی جبت کسی کو عدم ترقی کا شکوہ۔ یہ سب کچھ کیوں ہے؟ اس لئے کہ استعانت کا یہ طرز چھوڑ دیا۔ جب سلطنت اسلام موجود تھی تو اس وقت کی حالت کو ایک شخص کا نقشہ کھینچتا ہے

شب چو عقد نماز بر بندم • چہ خورد بامداد فرزندم

اس وقت کا یہ حال ہے تو آج جو کچھ ہو تھوڑا ہے۔ دنیا طلبی نے لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے ایک مسلمان بادشاہ دہلی سے ملتان جاتا تھا۔ خواجہ فرید الدین سے اس کے وزیر کو عقیدت تھی اپنے پیر و مرشد کے آگے کچھ نقد روپیہ اور کچھ کاغذ رکھے نقد روپیہ تو خواجہ صاحب نے لے لیا اور کاغذوں کی نسبت پوچھا یہ کیا ہے اس نے کہا یہ دس گاؤں بطور جاگیر پیش کرتا ہوں تا لنگر خانہ وغیرہ کے خرچ میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ فرمایا اس کو اٹھا لو۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جب قوم میں زمینداری کا سامان آ جائے وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔

قرآن شریف سے استنباط فرمایا ہے جہاں یہودیوں کا واقعہ بیان فرمایا۔ کہ اہبطوا مصراً فان لکم ما سألتم اور پھر ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ۔ پھر کہتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور تنگی معیشت کا ذکر کیا۔ کہ اتنے روپیہ کے سوا میرے پاس کچھ نہیں۔ ہنس کر کہنے لگے کہ میرے گھر ساری عمر میں اتنا کبھی جمع نہیں ہوا۔

یہ عجیب کیمیا ان کے پاس موجود تھی۔ اہل اللہ لوگ اپنی خواہشیں بہت مختصر رکھتے ہیں اور پھر انہیں حصول مطالب کا ایک گر آتا ہے اور وہ گر یہی ہے۔ جو اوپر بیان ہوا۔

اموات۔ جو لوگ خدا کی راہ میں مقابلہ کرتے ہیں اور اس حالت میں فوت ہو گئے یہ مت کہو کہ وہ اپنی عمریں برباد کر گئے۔ وہ مریں برباد نہیں ہوتیں ان کے اعمال غیر منقطع ہیں اس لئے انہوں نے حیات جاوید پائی۔

لنبلونکم۔ اس کے معنے ہیں ضرور ضرور ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم تمہیں انعام دینا چاہتے ہیں۔ مگر کچھ تھوڑا سا خوف دیکر

خوف۔ صوفی کہتے ہیں الٰہی خوف۔ فقہا کے نزدیک یہ معنے ہیں کہ اکل حرام سے خوف اور شافعی کہتے ہیں۔ جہاد کی تکالیف کا خوف۔

جوع۔ اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔ (۱) روزہ (۲) مال حرام ملتا ہے تو نہ لے اور اگر رشوت لینے سے فاقہ آتا ہو تو اس فاقہ کو مقدم کر کے اسے برداشت کرے (۳) بعض وقت اپنے پیٹ کو خالی رکھ کر دینی امور میں امداد دے۔

نقص من الاموال۔ مالوں کی کمی کی بھی کئی صورتیں ہیں (۱) اللہ کی راہ میں خرچ کیا (۲) رشوت۔ حرام خوری۔ باطل سے مال ملتا ہے اُسے نہ لیا۔ غرض نقص من الاموال ہوتا ہے زکوٰۃ دینے سے۔ حرام سے بچنے سے یا کسی الٰہی حکمت کی ماتحت کسی چیز کے قبضہ سے نکل جانے سے۔

والانفس۔ جانوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا۔

الثمرات۔ پھلوں کی زکوٰۃ۔ اور اس سے مراد اولاد بھی ہے۔

انا للہ۔ ایک شخص کا کوئی بہت پیارا مر گیا وہ بہت مضطرب تھا ایک دوست نے اسے آکر ایک کہانی سنائی کہ ایک شخص نے کسی کے پاس جواہرات امانت رکھے تھوڑے دن بعد جب وہ واپس لینے کو آیا۔ تو اس نے رونا پیٹنا۔ چلانا شروع کر دیا۔ اسی وہ شخص بولا جس کا بہت پیارا مر گیا تھا۔ کہ پھر تو وہ بڑا ہی بے وقوف تھا جو امانت کو واپس دیتے ہوئے روتا ہے۔ جب اس کے منہ سے یہ بات نکلی تو اس کے دوست نے کہا آپ اپنی طرف نگاہ کریں۔ لڑکے بھی آپکے خدا کی امانت تھے۔ اگر خدا نے واپس لے لئے تو پھر جزع فزع کا کیا مقام ہے۔

انا الیہ راجعون۔ یعنے اگر خدا باوجود اس کا مالک اس کا بادشاہ اور اس کا خالق و رب ہونے کے کوئی چیز لے لیتا ہے۔ تو غم کی بات نہیں کیونکہ ہم نے بھی اُس کے حضور جانا ہے اور وہاں جاکر اس کا نعم البدل پانا ہے بلکہ اسی دنیا میں بھی)

میرے لڑکے لڑکیاں مر چکے ہیں۔ ہر ایک کے مرنے پر میں نے یہی خیال کیا ہے کہ آخر ایک دن ہم نے جدا ہونا تھا یا میں نے مرنا تھا۔ یا ان میں سے کسی نے۔ بہرحال ... خدا کے پاس جاکر پھر جمع ہونا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اور بہت اولاد دیدی۔ والحمد للہ

اولٰئک علیہم صلوٰت۔ صلوات کہتے ہیں کہ بدی کا اثر اور سزا جس بات پر مرتب نہ ہو ان خاص عنایات کا نام صلوات ہوتا ہے۔

رحمۃ۔ یعنے علاوہ ان خاص عنایتوں کے عام رحمتیں بھی ملتی ہیں یہ تو ایک دعوےٰ تھا۔

اب اس کا ثبوت بیان فرماتا ہے۔

ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ ہاجرہ نام ایک عورت تھی جو میری تحقیق کے مطابق ملک مصر کی ایک شاہزادی تھی۔ ابراہیم کی کرامتوں کو دیکھ کر بادشاہ نے اپنی لڑکی ابراہیم کے نکاح میں دیدی۔ نوجوان اور خوبصورت اور باکرہ تھی اس وقت ابراہیم کی عمر ۸۶ سال تھی جب کہ وہ حاملہ ہوئی۔ میں بہت ہی مختصر سناتا ہوں کہ پہلی بی بی نے اسے نکلوا دیا اس پر اللہ سے مکالمہ ہوا۔ کہ کیوں نکلی۔ تو آپنے عرض کیا کہ بڑی بی بی رہنے نہیں دیتی۔ خدا نے فرمایا۔ واپس جاؤ اور اسکی فرمانبردار ہو کہ تمہو اس صبر کے بدلے میں ہم تمہیں ایک لڑکا دیں گے جس کی اولاد تمام جہان کے لئے موجب ہدایت ہوگی اور آسمان کے تارے اور ریت کے ذرے گننے آسان ہونگے مگر تیری اولاد کو کوئی نہ گن سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر جب دوبارہ اس بی بی نے ہاجرہ کو دکھ دیا۔ تو ابراہیم انہیں مکہ میں چھوڑ گئے۔ ابراہیم سے پوچھا۔ کہ ہمیں کس کے سپرد کرتے ہو آپنے اس کا جواب نہیں دیا۔ پھر پوچھا کہ کس کے حکم سے یہاں لائے ہو۔ فرمایا۔ خدا کے حکم سے اس پر اس نیک بخت صابرہ بی بی نے کہا تو پھر اب تمہاری

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف نوٹ

سورۃ البقرہ

(پارہ دوم)

(بقیہ رکوع نمبر ۲)

ولو یری الذین ظلموا ۔ جو ایسا نہیں کرتے وہ مشرک ہیں جب کوئی عذاب آجاتا ہے تو جن صاحب قوت یا صاحب جمال یا صاحب مال سے خدا کے برابر محبت کرتے تھے وہ کسی کام نہیں آتا ۔ اس وقت پتہ لگتا ہے ۔

ان القوۃ للہ جمیعا کی یہ وجہ سب اللہ ہی کے لئے ہے کوئی قوت خدا کے مقابل کام نہیں دیسکتی ۔ حسن وجمال ۔ علم وفضل کی قوت تو ہماروں کی اتنی ہے یا قی کسی کی طاقت نہیں ۔

تقطعت بہم الاسباب ۔ اسباب کے معنے تعلقات کے ہیں ۔ یعنی ان کے باہمی تعلقات قطع ہوجائیں گے ۔

یریہم اللہ اعمالہم حسرات علیہم	ایک پاگل میرے پاس تھا سو کر جاگتا تو چند منٹ کے لئے اس کے ہوش وحواس درست ہوجاتے اس وقت وہ کہتا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ حنا (اس کا نام ہے) تو نے کئی گھروں کو آباد کیا اور کئی گھروں کو اجاڑا ۔ پر تیرے کام کچھ نہ آیا دیکھو

انسان جب خدا کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کے عمل اس کے افسوس کا موجب ہو جاتے ہیں اور پھر ہر وقت اس کے دل میں ایک آگ سی لگی رہتی ہے ۔ یہ بات یاد رکھو ۔ انسان جوانی میں بہت کچھ غلطیاں کرلیتے مگر جلا لاحول واستغفار کے عادی ہوتے اور پاک صحبتوں میں رہ کر دعاؤں میں مشغول ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری کرتا ہے ۔

۹ ۔ مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۵)

کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ۔ بعض مسائل بہت ضروری ہیں ۔ میں نے بہت کم ایسی کتابیں پڑھی ہیں جن میں ان کا ذکر ہو ۔ ضروریات ایمان ہمارے علماء نے صرف یہ لکھی ہیں ۔ ایمان اللہ پر ۔ ملائکہ پر ۔ کتب پر ۔ رسل پر ۔ یوم آخرۃ پر ۔ تقدیر پر ۔ اور عملی حصہ میں کلمہ منہ سے بولنا شہادت کی شہادت ۔ نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ اور زکوٰۃ ۔ بس اس کے آگے خاموشی ہے ۔ حالانکہ کئی باتیں اور بھی ایسی ہیں جو بعینہٖ اسی طرح فرض عین ہیں ۔ جیسے کہ نماز ۔ روزہ ۔ دیکھو یاد رکھو ۔ نیک کام کرنا بھی فرض عین ہے اور بدی سے بچنا بھی فرض عین ہے کسی مسلمان سے پوچھیں ۔ پنج ارکان اسلام کیا ہیں ۔ تو وہ سنا دیگا ۔ مگر اس کے ساتھ چوری ۔ حرامزدگی ۔ رنڈی بازی اور قسم قسم کی بدکاریوں کا ذکر ہو تو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کی پروا نہیں کی ۔ جھوٹ کا مرض بڑھتا جاتا ہے ۔ مگر بچپن میں اس کا کوئی علاج نہیں کیا جاتا حالانکہ سرچشمہ شاید گرفتن بمیل چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل ۔

ایک سچی مثل ہے ۔ آم کا درخت ہے ۔ جب اس کا پودہ زمین سے نکلے ۔ تو اکھیڑا جاسکتا ہے مگر جب وہ بڑا درخت بن جائے تو اسے اکھیڑنا مشکل ہوجاتا ہے اسی طرح بدیوں کی مثال ہے انہیں پہلے ہی سے روکو ۔ تا نیکی کی طرف تمہاری طبیعت رجوع رہے جس طرح نماز روزہ فرض عین ہے اسی طرح جھوٹ سے بدنظری سے بدکمی سے (جو زنا کے مقدمات ہیں) سستی سے کاہلی سے طمع سے حرص سے تکبر سے بچنا بھی نہایت ضروری ہے ۔ میں نے اپنی تحقیق میں جو ضروریات اسلام سمجھے ہیں اور وہ تمام نیکیوں اور بدیوں سے بچنے کے اصل ہیں

(۱) اللہ پر ایمان اس کے ساتھ اللہ کے صفات پر ایمان اس کے افعال پر ایمان اس کی معبودیت پر ایمان ۔ اتنا ایمان فرض ہے ۔ دوسری بات ۔ اللہ کے فرشتوں کی تحریکوں پر ایمان ۔ تیسری بات ۔ اللہ کے کلام پر ایمان ۔ چوتھی بات ۔ اللہ کے رسولوں پر ایمان ۔ پانچویں بات ۔ مسئلہ تقدیر پر ایمان جو تمام کامیابیوں کی جڑ ہے چھٹی بات ختم نبوت پر ایمان ۔ ساتویں بات ۔ بعث بعد الموت ۔ یہ سات حصے نیکیوں کے اصول علمی ہیں ۔ عملی حصے یہ ہیں

پہلی بات ۔ اللہ کی توحید کا اقرار کرنا ۔ دوسری بات ۔ ہر ایک قسم کی بدظنیوں سے بچنا ۔ تیسری بات ۔ نیک اعمال کی طرف اپنے تئیں متوجہ رکھنا ۔ چوتھی بات ۔ نماز پانچویں بات زکوٰۃ ۔ چھٹی بات ۔ روزہ ۔ ساتویں بات ۔ حج

مجھے نہایت افسوس ہے کہ ایسی تعلیم میں نے اپنی اسلامی کتابوں میں کم دیکھی ہے ۔ اور اگر ہے بھی تو انگریزی سکولوں کی پڑھائی کے اثر کے سامنے اس کا کچھ نہیں جس قدر کوئی کسی مصنف کی کتاب پڑھتا ہے ۔ اس مصنف کے عقائد و عمال کا ایک مخفی اثر پہونچتا ہے ۔ اس کے ازالہ کے لئے ضروری ہے کہ انگریزی کتب کے خفیہ اثر کو دینی تعلیم سے زائل کیا جائے اور وہ دینی تعلیم قرآن مجید میں ہے ۔ [illegible] توحید کا بیان کرتا آتا ہے اب ایک گر سمجھاتا ہے کہ لوگو! جو اس زمین میں ہے اس سے کھاؤ ۔ مگر دو شرطیں ہیں ۔ ایک تو یہ کہ حلال ہو ۔ بالباطل رزق نہ ہو ۔ حلال کا علم کیسا ضروری ہے اور حلال کیسا مفید ہے اس کے متعلق بیان بہت طویل ہے ۔ پھر حلال ہو تو طیب بھی ہو ۔ بعض لوگ مسلمانوں میں ایسے گندے ہیں ۔ کہ وہ پلاؤ پکوائیں گے تو اس میں تھوڑی سی راکھ ڈلوائیں گے ۔ ایک صوفی کو میں نے دیکھا ہے ۔ کہ وہ حلوا ۔ ساگ ۔ دال دودھ ۔ چھاچھ سب کچھ ملا کر رکھ چھوڑتا جب بس جاتا تو کھاتا ۔ یہ طیب رزق نہیں ہے بس میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ رزق حلال کھاؤ پھر وہ طیب بھی ہو ۔

ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن ۔ وہ چال نہ چلو جس پر شیطان چلا ۔ شیطان وہ ہے جو خدا سے دور ہے ۔ اس شیطان کا پتہ اس طرح لگتا ہے کہ وہ تمہیں بدی اور بےحیائی کی باتوں کی ترغیب دیتا ہے ۔ شیطانی گناہ کے تین اصول ہیں ۔ ان میں آخری یہ ہے کہ ان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون ۔ کہ جھوٹا خواب یا جھوٹا کشف یا جھوٹا الہام

بلاسنے یا بلا حجت یونہی کسی چیز کو حلال یا حرام بھلا یا بُرا کہدے - اور ایک یہ کہ سوء - دوم - فحشاء یعنے ہر ایسی بدی کہ دوسرے پر اس کا بد اثر پڑے - ایسے لوگوں کو جب کہا جاتا ہے - کہ تم ما انزل کی تابعداری کرو - تو وہ کہتے ہیں ہم اپنے باپ دادا کے پیرو ہیں لا یعقلون - خواہ ان کے باپ دادا ایسے ہیں کہ اپنے تئیں کسی بد چیز سے روک نہ سکتے ہوں - یہاں تک یہ باتیں بیان ہوئیں (۱) حلال کھاؤ (۲) طیب ہو (۳) بدی کو چھوڑ دو - (۴) فحشاء سے پرہیز کرو (۵) اللہ پر تقوّل چھوڑ دو - (۶) اندھادھند تقلید چھوڑ دو (۷) کوئی لا یعقل - لا یہتدی کام کرتا ہو - تو تم وہ نہ کرو -

ومثل الذین کفروا کمثل الذی ینعق - مثال ان لوگوں کی جو بے ایمان ہیں ایسی ہے جیسی کسی پر کوئی آواز کستا ہے اور وہ سنتا ہی نہیں -

میرے ایک نوجوان دوست تھے میں ان کو درس قرآن شریف کے سننے کی تاکید کرتا تھا وہ میرے سامنے تو نہ کہتے مگر میرے پیچھے اپنے اس خیال کا اظہار کر دیا کرتے تھے کہ آسودگی ہو تو پھر قرآن بھی پڑھیں - آخر جب وہ کسی عہدہ پر ممتاز ہوئے تو مجھے لکھا - کہ بارہ برس ہوتے ہیں - کہ میں قرآن شریف نہیں پڑھ سکا - خدا کرے تم لوگ ایسے نہ بنو - کہ تمہارا قرآن سنانے والا ایسے لوگوں سے ہو کہ اس کے سامعین ایسے ہوں جو نہ آنکھیں رکھتے ہوں کہ دیکھیں نہ کان رکھتے ہوں کہ سنیں - نہ زبان رکھتے ہوں کہ حق بولیں تم قرآن شریف کو غنیمت سمجھو - دنیا کے جھمیلے تو کبھی کم ہونے میں آ نہیں سکتے - ایک کتاب میں میں نے ایک مثال پڑھی ہے کہ ایک شخص ندی سے گذرنا چاہتا تھا اس نے تامل کیا کہ یہ موج گذر جائے تو میں گذروں - مگر اتنے میں ایک اور آ گئی - آخر وہ اسی طرح خیال کرتے کرتے رہ گیا -

بس طریق یہی ہے کہ حلال طیب کھاؤ - طیب کہتے ہیں اسے جو انسان کے لئے دکھ نہ دے اور پھر شکر کرو - سات اصول بتاتے ہیں ان کو ہر وقت زیر نظر رکھو - حلال طیب کھاؤ - سوء و فحشاء و تقوّل نہ ہو - تقلید بے جا نہ ہو - کبھی ایسے رنگ میں اپنے تئیں نہ بناؤ کہ گوش حق کے شنوا آنکھیں حق کی بینا ہیں -

۱۰ - مارچ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع نمبر ۵)

یہاں تک یہ بیان فرمایا ہے کہ حق کے حصول کا ذریعہ حلال و طیب روزی ہے انسان فاقے پر فاقہ اٹھاتے - مگر حلال کا رزق کھاتے جو مالدار ہیں ان کی حالت نہایت نازک ہے - غضب الٰہی بھی مال والوں پر نازل ہوتا ہے - خدا کی ہدایت سے محرومی بھی اکثر مال والوں کے حصہ میں آتی ہے - چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کذالک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیہا - ایک حدیث میں ہے - کہ ابلیس کان من خزان الجنۃ - گویا آدم کی مخالفت میں جس گروہ کو بڑی محرومی ہوئی وہ بھی مالداروں ہی کا گروہ تھا - ایک دفعہ مولوی ریاض الدین احمد نے مجھ سے پوچھا کہ پانچ آدمی قوموں کے لیڈر - سمجھے جاتے ہیں - کیشب چندر - مانند رائے موہن لال - سرسید - مرزا صاحب آپ کوئی موٹا سا ایسا الامتیاز بتائیں آپ نے بتائیں میں نے کہا بس یہ دیکھ لو کہ اکابر کس طرف گئے ہیں اور غریب کس طرف آگئے ہیں

اور ان خلفاء کے رسیدوں کے ساتھ انہی کو تعلق ہوتا ہے جو مالدار ہوں - ہارون رشید مکہ میں گیا - تو ابن المبارک کو بھی ساتھ لیتا گیا - جو المحدث اور باطن میں عظیم الشان عالم تھا جہاں جہاں ملاقات کو جاتا - اس شخص کے مذاق کے بالکل اپنے ہمراہ کسی معتمد کو لے جاتا - فضیل عیاض سے ملاقات چاہی تو ابن المبارک سے استدعا کی - وہ گئے - باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا - اندر سے آواز آئی - کون ہے - جواب دیا - ابن مبارک کہا - مرحبا یا اخی و صاحبی پوچھا - میرے ساتھ بھی ایک شخص قریشی ہے کہا مجھے کسی قریش کی ملاقات پسند نہیں - کہا - میرا تم پر حق ہے - وہ بولا ہاں کہا پھر اسے مجھ پر ایک حق ہے کہا اچھا - ہارون رشید خاموش بیٹھ گیا - فضیل عیاض اسے دیکھ کر کہنے لگے - یہ جان ہے تو خوبصورت میں دعا کرتا ہوں کہ جہنم سے بچ جائے - پھر جہنم میں پڑنے کی وجوہات بتلائیں - جس پر ہارون رشید دھاڑیں مار مار کر رونے لگا وہ کونسی قوۃ تھی جو ایک بادشاہ روئے زمین کو یوں ڈانٹ بتلانے کی جرأت دے رہی تھی - صرف حلال خوری - ایک دفعہ ہارون رشید پھر گیا اور ایک ہزار دینار پیش کیا - فضیل نے بہت ناراضی کا اظہار کیا اور کہا اسے میرے سامنے سے اٹھالو - یہ بیت المال کا ہے اور تمہیں کسی کو بے تحقیق دینے کا کوئی حق نہیں اس کے بعد ایک لونڈی گھر سے نکلی اور اس نے کہا - ہم کئی دن سے فاقے میں ہیں اور یہ بدہ روپیہ لانے والوں کو جھڑک دیتا ہے اس پر آپ نے نرمی سے اسے سمجھایا کہ دیکھو حلال بڑی نعمت ہے ہارون رشید نے چاہا - کہ گھر والوں کو روپیہ دے - مگر انہوں نے بھی نہ لیا جو حلال رزق چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں غیر معمولی حوصلہ دیتا ہے اور انہیں اپنی جناب سے رزق عطا فرماتا ہے اور حرام رزق سے کسی نہ کسی حیلے سے بچا لیتا ہے - اب حرام چیزوں کا ذکر فرماتا ہے

حرم علیکم المیتۃ - مردار کے اندر ایک خطرناک زہر ہوتا ہے جس کا نتیجہ انسان کے لئے اچھا نہیں - چنانچہ جتنی مردار خوار قومیں ہیں ان کی زبان جلد - عقل موٹی اور بھدی ہوتی ہے - اوروں کو نہیں تو چوہڑوں کو دیکھ لیں شریف گھروں سے کھاتے ہیں انہی کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں - مگر پھر بھی مردار خواری کا اثر ان کی شکلوں اور قول سے ظاہر ہے -

والدم - ہم نے ایسی قومیں دیکھی ہیں جو جانور کا خون پی جاتی ہیں یا اسے بھون کر کھا لیتی ہیں - خون میں اس قسم کی زہریں ہوتی ہیں جن سے اعصاب کو تشنج - فالج - استرخا ہو جاتا ہے -

ولحم الخنزیر - اس جانور کا گوشت کھانے سے قوت شہوت - غضب میں بہت ترقی ہوتی ہے اور یہی دو قوتیں ہیں - جو تمام قسم کی بد اخلاقیوں کی جڑ ہیں - یہودی تو اس کا نام تک نہیں لیتے - بعض مسلمانوں نے بھی یہ بات کہ وہ خنزیر یا سؤر نہیں کہتے -

وما اھل بہ لغیر اللہ - وہ جانور جو نامزد کیا گیا ہو - اللہ کے غیر کے لئے ایسے جانور تقرب و حاجت روائی کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں -

غیر باغ - دل سے چاہنے والا نہ ہو -

ولا عاد - اور پھر اضطرار کی ضرورت سے حد سے بڑھنے والا نہ ہو -

۱۲ - مارچ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع نمبر ۵)

انّ الّذین یکتمون ما انزل اللہ۔ اس سورہ شریف میں اللہ تعالیٰ نے قسم قسم کی کامیابیوں اور فتحمندیوں کے اصول بتلائے ہیں۔ میرے اپنے اعتقاد کے مطابق یہ تمام سورۃ جہاد کی ترغیب کے لئے ہے اور اس میں جا بجا مجاہدین کو بتایا ہے کہ وہ کس طرح مظفر و منصور ہو سکتے ہیں۔ پارہ اول میں مفلحون کے معنے مظفر و منصور کے ہیں۔ فتح کا تاج بھلا جہاد کے سوا کسی کے سر پر رکھا جا سکتا ہے۔ پھر اس کے بالمقابل ان الّذین کفروا کا ذکر ہے جس کے بعد عذاب عظیم آیا ہے گویا دو گروہ بتائے ہیں۔ جنمیں مقابلہ ہوگا اللہ تعالیٰ چاہیگا۔ تو میں کسی دوسرے مقام پر اس کی تشریح کرونگا۔ یہاں صرف اتنا بتا دیتا ہوں۔ کہ ایک جگہ فرمایا۔

واستعینوا بالصبر والصلٰوۃ۔ پھر صاف بتلایا۔ ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات پھر فرمایا۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع۔ یہ سب چیزیں ایسی ہیں۔ جن کی ضرورت جہاد میں ہے۔ پھر جہاد میں ضروری ہے۔ کہ اللہ پر پورا ایمان ہو اور یہ موقوف ہے توحید پر اور توحید کامل نہیں ہوتی۔ جب تک شرک سے نفرت نہ ہو اسی واسطے ومن الناس من یتخذ میں شرک سے منع فرمایا۔ اور بتلایا کہ مومن کو چاہیئے اکل حلال کا عادی بنے۔ پھر اسی پر بس نہیں کہ حلال کھانے کا عادی بنے بلکہ ترک حرام بھی کرے۔ پھر اس ترک حرام میں سے ایک اعلیٰ حرامخوری کا ذکر کیا ہے۔ کل کے درس میں اصول محرمات کا ذکر تھا۔ استنباطی طاقت جب پیدا ہوتی ہے۔ جب بطور مثال کچھ بیان ہو۔ چنانچہ یہاں ایک مثال اس آیت میں ذکر کر دیگئی ہے

ما انزل اللہ من الکتاب۔ جو کچھ اتارا اللہ نے ایک کامل مجموعہ ہیں۔

ثمناً قلیلاً۔ مول بہت تھوڑا لیتے دنیا جیسے فرمایا متاع الدنیا قلیل پ ۵ ع ۷

ما یاکلون فی بطونہم الا النار۔ اس طرز عمل کا نتیجہ سوا اس کے نہیں کہ جل بھن کر اندر ہی اندر کباب ہوتے رہیں۔

لا یکلمہم اللہ یوم القیامۃ۔ لوگ اپنا مال۔ اپنی دولت اپنی عزت۔ اپنی آبرو کسی بڑے کی بات سننے کے لئے خرچ کر دیتے ہیں۔

پس اللہ کی ذات سے جو تمام حسینوں۔ عالموں اور بادشاہوں کا خالق ہے کلام کرنے کو کیوں دل نہ تڑپتا ہوگا۔ سو خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوسری سزا یہ دیگا کہ ان سے کلام نہ کریگا۔ اندھا آدمی جو دیکھنے کے عجائبات سے واقف نہیں ہوتا وہ اگر دید کی حرص نہ کرے تو تعجب نہیں اسی طرح جسے کلام الٰہی کی عذوبت سے آگاہی نہیں وہ اگر اسے عذاب نہ سمجھے تو نہ سمجھے یہ سب سے بڑا عذاب ہے۔ پھر ایک اور دکھ ہوگا وہ یہ کہ تزکیہ نہ کریگا بلکہ ان کے لئے عتاب ہے

عذاب الیم۔ یہ عذاب عذوبت والا نہیں بلکہ دکھ دینے والا

اشتروا الضلالۃ بالھدٰی۔ ان لوگوں نے حرام خوری سے کیا فائدہ لیا۔ سوا اس کے کہ ضلالت کو ہدایت کے بدلے خریدا۔ یہ اس طرح کہ حرام خوری سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ جب دعائیں قبول نہ ہوئیں تو یہ کہہ دیا کہ اجابت دعائیں بھی دیکھ لیں اس قول کا نتیجہ کفر ہے۔ پس بجائے اس کے کہ مغفرت حاصل کریں۔ انہیں عذاب ہوگا

فما اصبرہم علی النار۔ ان کے نظارے دیکھنے والے یہ کہیں گے۔

بعض مومنوں نے بھی بعض جرأت کے کلمے کہے ہیں۔ مثلاً یہ کہ دوزخ میں کیا رکھا ہے حالانکہ وہ دنیا کی ایک معمولی تکلیف کو تو برداشت کر نہیں سکتے۔ مثلاً تپ چڑھی ہو تو ہائے پکار سے شور برپا کر دیتے ہیں۔ تو کیا دوزخ جو بڑے دکھ کا مقام ہے اسے انہوں نے کچھ معمولی سمجھ لیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دید و شنید برابر نہیں ہوتی۔

ان الّذین اختلفوا۔ اس کے معنے ہیں جن لوگوں نے اس کی خلاف ورزی کی ہے شقاق بعید۔ یعنے ہمارے اور ان کے درمیان جو تعلقات تھے اور جو وصل تھا۔ اس میں شق آ گیا۔ شق بھی پرلے درجہ کا پنجابی ۔۔ پاڑن پاڑنا اس مفہوم کو خوب ادا کرتا ہے

لیس البر ان تولوا وجوھکم۔ چونکہ اس سے پہلے خدا تعالیٰ وللہ المشرق والمغرب فرما چکا ہے کہ جدھر تمہارا رخ ہوگا ادھر ہی میرا رخ ہے۔ یعنی میری نصرت تمہارے ساتھ ہوگی اس پر صحابہ نے خیال کیا ہوگا۔ کہ ہم سے بڑا کون ہے۔ کیونکہ جدھر ہماری توجہ ہے ادھر ہی خدا کی توجہ ہے۔ اس لئے فرمایا ہے تو ٹھیک مگر نیکی صرف چند مقدمات سے وابستہ نہیں اور نہ صرف مشرق و مغرب کو رخ کر لینا کافی ہے بلکہ ضروری ہے کہ

من اٰمن باللہ۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو۔

والیوم الاٰخر۔ اس وقت پر ایمان ہو جہاں انسان اپنے اعمال کے نتائج دیکھتا ہے یہ یاد رکھو کہ انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ جس کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ اس کی صفات کے خلاف حتی الوسع کوئی بات نہیں کرتا اس خیال سے کہ اس کی نظر سے گر نہ جائے۔ پس حضرت حق سبحانہ کے قرب کے لئے بھی ہم میں ایمان اور فضائل اور کفر و رذائل سے بچنے کی ضرورت ہے۔

والملائکۃ۔ پھر ایمان بالملائکہ بڑا ضروری ہے۔ میرے خیال میں چار مرتبہ ملائکہ کا ذکر کیا ہے ایک تو وہاں بیان ہوا جہاں یہود کی خفیہ سوسائٹیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ہاروت ماروت کی مدد سے اس زمین کو ہرت و مرت کر دیا۔

پھر دوسرا وہ مقام ہے۔ جہاں بتایا ہے کہ ایک وہ علوم ہیں جن کا تعلق قلب کے ساتھ ہے اور ایک وہ جن کا تعلق دماغ کے ساتھ ہے ان دونوں میں جو تحریک کرنے والے سردار ہیں ان کا نام جبرئیل و میکائیل ہے۔

پھر تیسرا مقام آدم کے قصے میں ہے۔ چوتھی بار یہاں ذکر کیا ہے اور یہیں بارہا بتایا ہے کہ وہ تمام پاک تحریکیں جن کا انجام بخیر ہو۔ ملائکہ کی طرف سے ہوتی ہیں۔

والکتٰب۔ پھر اللہ کی رضامندیوں کی راہیں جہاں مذکور ہیں وہ اس کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں ان کا ماننا ضروری ہے۔ انسان اگر جناب الٰہی کے صفات سے آگاہ نہیں۔ ملائکہ کی تحریک کو نہیں سمجھتا تو کلام الٰہی ہی سے سمجھے۔ والنبیین خدا کی جناب سے غیب کی آگاہی پانے والے کو عطا ہوتی ہے۔ اللہ کی کتابوں میں سے سب سے جامع کتاب قرآن مجید اور تمام کمالات انبیاء کا جامع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آدمی پہلے قرآن کریم پڑھے۔ پھر حضرت نبی کریمؐ کے سوانح (جنمیں احادیث شامل ہیں) میں کامل یقین سے گواہی دیتا ہوں۔ کہ ایسا کامل انسان پھر پیدا نہیں ہو سکتا۔

اب عمل حصہ کا ذکر کرتا ہے۔ واٰتی المال علی حبہ۔ یعنی محبت الٰہی کے سبب مال کو خرچ کرے۔ بعض لوگ حبہ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ وہ مال جس سے محبت ہو۔ مگر میرے

نزدیک جس عمل میں اخلاص و ثواب نہ ہو۔ وہ کسی کام کا نہیں۔

ذوی القربیٰ۔ اب اس کے مصارف بتلاتا ہے انسان غیروں کو دیتا ہے مگر رشتہ داروں کو نہیں دیتا۔ کیونکہ ان سے بوجہ تعلقات کے معاملات کے بعض اوقات ناخوشی بھی ہوتی ہے۔

والیتمیٰ۔ پھر یتیم کو دے۔ کیونکہ اس سے بدلے کی امید نہیں۔

والمساکین۔ پھر ان لوگوں کو دے جو تہی دست و بیکار ہیں۔ میرے خیال میں تین قسم کے لوگ مساکین ہوسکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو کام نہیں کرسکتا۔ بوجہ معذوری۔ اور یہ دو طرح سے ہے۔ مثلاً ایک شخص لوہاری کا کام جانتا ہے مگر اوزار نہیں رکھتا سینا تو جانتا ہے مگر سوئی اور قینچی و گز نہیں۔ پس یہ اسباب ان کو مہیا کر دینے چاہئیں کیونکہ بغیر ان کے وہ بھی اپاہج کے حکم میں ہیں۔ ایک اور مثال سنو۔ کوئی کسب جاننے والا ہے تو سہی۔ مگر یہاں اس کے ہنر کا کوئی قدردان نہیں یا دکان چلانے کے لئے دکان نہیں پس اپاہج ہو عیال کی وجہ سے یا عدم اعضا کی وجہ سے۔ دو صورت مستحق امداد ہے۔

وابن السبیل۔ مسافر کو بعض اوقات بہت مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ مثلاً نقدی چوری ہوگئی۔ یا کسی اتفاق سے بند پڑ گیا۔ راستہ گم ہو گئے وغیرہ۔ یا ٹکٹ کھو گیا

والسائلین۔ سوال کرنے والوں سے اکثر بہت برا سلوک کیا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ جب کوئی سوالی ان کے سامنے آیا تو انہوں نے اس پر عیب لگانے شروع کئے۔

وفی الرقاب۔ گردنوں کے چھڑانے سے مراد غلاموں کا آزاد کرنا ہے۔ ایک دفعہ ایک غیر مذہب کا شخص بڑے زور سے کہہ رہا تھا۔ غلاموں کی آزادی دلانے والا عیسائی مذہب ہے۔ میں نے کہا کہ مسیح ناصری نے کوئی قانون ان کے لئے نہیں بتایا نہ کوئی ... مگر ہماری شریعت میں قانون ہے جو ان آیات میں مذکور ہے اور پھر بیت المال کا ایک حصہ ان کے لئے مقرر ہے۔

ان مصرفوں کا ذکر تو یہاں کیا اور پارہ ۱۰ میں دو مصرف اور بتائے ہیں۔ ایک مؤلفۃ القلوب۔ میرے نزدیک اس زمانہ میں بھی یہ بہت ضروری ہے۔ دوم اس محکمہ زکوٰۃ کے جو ملازم ہیں ان کی تنخواہ۔

واقام الصلوٰۃ۔ وہ پاک عبادت جس کا نام نماز ہے۔ مشکلوں، سستیوں ناکامیوں میں اسے قائم رکھے۔

واتی الزکوٰۃ۔ زکوٰۃ دے تزکیہ نفس بھی کرے۔

والصابرین فی الباساء۔ باساء کہتے ہیں غریبی تنگدستی کو یہ بڑی بلا ہے کسی کے گھر میں شادی ہو۔ غریب کے گھر میں بیوی بچوں کے اصرار کی وجہ سے جو وہ لڑ رہے ہیں اور زیوروں کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ ماتم ہو رہا ہے۔ امراء میں عید ہے مگر غریب کے گھر رونا پڑا ہوتا ہے۔ مگر مومن ان مشکلات کی کچھ پروا نہیں کرتا پھر اس سے بڑھ کر مشکل ایک اور ہے۔

والضراء۔ وہ کیا ہے بیماری۔ چاہے کتنا ہی کیوں نہ جھاڑا ہو۔ پیٹ میں کیوں نہ درد ہو۔ کتنا ہی دکھتی ہو۔ سارا مرض کے لئے اندھیرا ہو جاتا ہے اور دولت۔ بیوی۔ بچے۔ عیش و عشرت کے سامان سب برے معلوم ہوتے ہیں ایک شخص میرے پاس آیا کہ بیوی میں موجود ہے قوت رجولیت نہیں۔ خودکشی کر لوں گا اگر تم نے کوئی امید نہ دلائی۔ دیکھو کیسا نازک مقام ہے مگر مومن نہیں گھبراتا وہ استقلال و استقامت سے رہتا ہے۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر ایک اور مصیبت ہے۔

وحین الباس۔ وہ ہے مقدمات کی (خواہ جہاد شمشیر کی صورت میں ہو خواہ جہاد قلم کے رنگ میں ہو۔) یہ بہت بڑی بلا ہے دیکھو جنگوں میں کتنی سلطنتیں تباہ ہوئیں کتنی مقروض ہوئیں کتنے جوان سپاہی اور سپہ سالار ہلاک ہوئے ایسے وقت تھامنے والا مومن ہی ہے جو مستقل مزاج ہے۔

۱۲ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء
(رکوع نمبر ۶)

کتب۔ لکھا گیا ہے یہ قانون۔

قصاص۔ بدلہ جو وارثان مقتول۔ قاتل سے لیتے ہیں۔ اس میں جہاد کا اشارہ ہے کہ جب قصاص ضروری ہے تو پھر تم بھی اپنے مقتولوں کا بدلہ لو۔ جو کفار وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں

الحر۔ آزاد و اصیل۔ بڑی ہی یہ بات کہ حر عبد کے مرد عورت کے مقابلہ میں بھی مارا جائے یا نہیں اس کا جواب چھٹے سورہ مائدہ رکوع ۷ میں موجود ہے۔ ان النفس بالنفس۔ عفی لہ۔ قتل کا بدلہ یا دیت کا کچھ حصہ ہی معاف کر دیا جائے

فاتباع بالمعروف۔ وارثان مقتول کو تابع ہونا چاہیئے۔ قاتل کے ساتھ قاعدہ عرف و عرف کے مطابق۔ وہ جو کہ بدلہ قتل نہیں لیا گیا اس لئے خوبی سے ادا کریں۔

ذلک تخفیف من ربکم و رحمۃ۔ عرب میں ایک کے بدلے سینکڑوں قتل کر دیتے تھے بڑوں کا جو غلام ہوتا اگر وہ قتل ہو جاتا۔ تو اس کے بدلے میں کئی غریب مارے جاتے۔ اس الحربہ کا قانون مقرر کر کے فرمایا۔ یہ خاص تخفیف ہے تمہارے رب کی۔ اور اس کی جرأت اس سے پہلے ایک معمولی بات پر جنگیں ہو کر ہزاروں کشت و خون کی نوبت پہنچ جاتی مگر اب یہ بات نہیں بلکہ صرف ایک کے بدلے میں ایک کو قتل کرنے کا حکم ہے۔

فمن اعتدیٰ۔ اگر پھر وہی اپنا مذاق چلاؤ گے۔ تو تمہیں ایک دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ زندگی ... یا حکام کی طرف سے جو کہ وہ مناسب موقع و حال تجویز کریں گے۔

ولکم فی القصاص حیوۃ۔ اس قصاص میں تمہاری زندگی ہے۔ وہ اس طرح کہ اب ایسا نہ ہوگا کہ ایک کے بدلے میں ہزاروں کے کشت و خون کی نوبت پہنچے۔ بلکہ حکومت تفتیش کرے گی اور قاتل و وارثان مقتول تابع کر کام کریں گے۔ اس طرح آبادی کی تعداد بڑھ جائے گی۔

یااولی الالباب۔ صاحبان عقل کو خصوصیت سے خطاب فرمایا کیونکہ اس راز کو موٹی عقلیں نہیں سمجھ سکیں۔ کیونکہ بدلہ لینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے بلکہ شریعت نے بہت ایسے کام ہیں جو انسان کی اپنی ذات سے وابستہ ہیں بہت سے ایسے ہیں جو حکام سے مخصوص ہیں جن لوگوں نے اس بھید کو نہیں سمجھا انہوں نے نقصان اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ جو لوگ حکام کی پابندی نہیں کرتے وہ خطرے میں ہیں۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ البقرۃ

(پارہ دوم)

(بقیہ رکوع نمبر ۶)

لعلکم تتقون - اس رکوع میں تقویٰ کی بات چلی ہوئی ہے لیس البر میں تقویٰ کے اصول بتائے ہیں - اب قصاص کے حکم میں فرماتا ہے کہ لعلکم تتقون ہے - یہ جانوں کے متعلق تقویٰ کا ... جو بیان فرمایا اب مال کے متعلق جو تقویٰ ہے وہ بیان کرتا ہے -

اذا حضر - حاضر ہونے کا [illegible] بہت شدت بیماری - دوم یہ کہ موت ہی آ جاوے پس ایک شخص کے حافظے [illegible] ہونے کہ جب کوئی بیمار [illegible] وصیت کرو اپنے مال کے متعلق - وصیت کس [illegible]

للوالدین - اپنے ماں باپ [illegible] کیا وصیت ہو - ایک تو یہ معنے ہیں کہ اپنے ماں باپ کو جائے میرے بعد یوں انتظام کرنا [illegible] ہیں وصیت [illegible] صورت میں جبکہ [illegible] قانون کے [illegible] وارث نہیں سکتی - مثلاً [illegible] غلام ہوں یا [illegible] وارث اگر ان کے لئے وصیت کر جائے تو جائز ہے [illegible] مطلب کہ [illegible] کو وصی کر دے - یہ سب [illegible] جہاد کی تمہید میں ہیں کیونکہ جنگ کا زمانہ تھا [illegible] فرمایا اپنی وصیتیں کر چھوڑو - اگر حضر کے معنے یہ ہوں کہ موت آ ہی جاوے [illegible] تو یوں معنے ہونگے کہ لکھی گئی ہے تمہارے لئے وصیت جو والدین اور اقارب کے متعلق ہے وہ بالکل مناسب ہے اور حق ہے متقیوں پر کہ اس کے مطابق عملدرآمد کریں - وہ وصیت کہاں لکھی ہے ؟ دیکھو پ سورۃ نساء کا دوسرا رکوع یوصیکم اللہ

ان اللہ سمیع علیم - فرماتا ہے کہ [illegible] سمجھ بوجھ کر حصص مقرر کئے ہیں اور میتوں کے بدلانے کو بھی سنتے ہیں - چنانچہ [illegible] ہے - و من یعص اللہ و رسولہ و یتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا -

فمن بدلہ - اب ان لوگوں کیا کچھ تبدیل کیا ہے - سب سے اول تو یہ کہ لڑکیوں کو ورثہ نہیں دیا جاتا - خدا تعالیٰ نے عورت کو بھی وارث فرمایا ہے اور زمین کو بھی ایسا ہی زمین کو بھی وارث فرمایا ہے اور عورتوں کو بھی -

فانما اثمہ - چنانچہ اس کا نتیجہ دیکھ لو کہ جب سے ان لوگوں نے لڑکیوں کا ورثہ دینا چھوڑا ہے ان کی زمینیں ہندوؤں کی ہو گئی ہیں جو ایک وقت سو گھماؤں زمین کے مالک تھے اب دو بیگھہ کے بھی نہیں رہے یہ اس لئے کہ صریح پ نساء رکوع ۲ میں فرمایا - ولہ عذاب مھین اب اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہو گی - عورتوں پر جو ظلم ہو رہا ہے وہ بہت بڑھ گیا ہے - خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تمسکوھن ضرارا - دوسرا - وعاشروھن بالمعروف - تیسرا - ولا تضاروھن - چوتھا - ان کرھتموھن - پنجم - ولھن مثل الذی علیھن باوجود اس کے وراثت کا ظلم بہت بڑھ رہا ہے پھر دوسرا یہ بعض ظالم عورتوں کو لٹکتی میں نہ طلاق دیتے ہیں - فمن خاف من موص جنفا او اثما - اس حکم وصیت میں ایک اور وصیت کا ذکر ہے - بالفاظ من بعد وصیۃ - پس اس وصیت میں اگر کوئی کجی کرے تو اس کی اصلاح کر لی جائے -

جنفا - کے معنے غیر متجانف لاثم سے ظاہر ہوتے ہیں یعنی نہ جھکنے والا -

۱۲ - مارچ سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۷)

یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام - روزوں کی فلاسفی یہ ہے کہ انسان کو دو چیزوں کی بہت ضرورت ہے ایک بقاء شخصی کے لئے غذا کی - دوم بقاء نوعی کے لئے بیوی کی - اب دیکھو انسان گھر میں [illegible] بیٹھا ہے [illegible] بڑی شدت سے محسوس ہو رہی ہے - دودھ موجود ہے [illegible] موجود ہے شربت [illegible] کوئی روکنے والا بھی نہیں مگر پھر بھی سچا روزہ دار مطلق ان چیزوں کے کھانے [illegible] نہیں کرتا - اسی طرح بیوی پاس ہے - کوئی چیز مانع بھی نہیں - مگر یہ بچا رہتا ہے - کیوں ؟ محض اس لئے کہ روزہ دار ہے اور اس کے مولیٰ کا حکم ہے کہ ان دو چیزوں [illegible] کا رہے - یہ مشق ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ باوجود سامانوں کے مہیا ہونے اور ضرورت کے ... ہم ان چیزوں سے رکے رہیں جن سے رکے رہنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے - اسلام میں ہر سال ایک ماہ تو بالالتزام یہ مشق کرائی جاتی ہے اور ایک طرح سے چار ماہ کے لئے یہ مشق ہوتی ہے - کیونکہ عادت نبوی تھی - کہ ہر دوشنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھتے - پھر ایام بیض (۱۲ - ۱۳ - ۱۴) میں بھی روزہ رکھتے - گویا ہر مہینے میں بالا وسط دس دن اس حساب سے روزہ کیلئے سال کے ۴ ماہ ہوتے ہیں - اب خیال کرو - کہ جو لوگ چار ماہ یہ مشق کرتے ہیں وہ رشوت کیوں لیں - اکل بالباطل کیوں کریں - کوئی ضرورت انسان کو ان ضرورتوں سے بڑھ کر پیش نہیں آ سکتی جو بقاء شخصی و بقاء نوعی کے لئے ضروری ہیں - جب ان ضرورتوں میں باوجود سامانوں کے مہیا ہونے اور کسی روک کے نہ ہونے کے صرف اللہ کی فرمانبرداری کے لئے محترز رہا ہے - تو پھر ایک صریح حرام امر کا کیوں مرتکب ہونے لگا -

وعلی الذین یطیقونہ - اور جو صوم کی طاقت رکھتے ہیں یعنے جنہیں روزہ رکھنے میسر آ جاویں -

فدیۃ طعام مسکین - وہ ایک مسکین کا کھانا بطور صدقہ دیں - یہ صدقۃ الفطر کی طرف اشارہ ہے چنانچہ تعامل سے ثابت ہے کہ ہر [illegible] نماز عید سے پہلے ایک مسکین کا کھانا صدقہ دیتا ہے - دوسرا میرا اپنا طرز پسندیدہ جو آثار سلف کے مطابق ہے یہ ہے کہ خود روزہ رکھا اور اپنی روٹی کسی غریب کو کھلا دی - اور جو لوگ اس کے یہ معنے کرتے ہیں کہ جو لوگ

طاقت نہیں رکھتے وہ فدیہ دیں۔ یہ بھی ٹھیک ہے نفلی روزوں میں ایسا کریں کہ ہر دو شنبہ و جمعہ و ایام بیض کو روزہ نہیں رکھ سکتے تو اس روز مسکین کو کھانا کھلا دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا کیونکہ آپ تو ماہ شعبان میں موسم بہار کی ہوا سے بڑھ کر جود و سخا میں ہوتے تھے۔

فمن تطوع ۔ جو شخص کوئی نیکی خوشی دل سے کرے وہ بہت اچھی ہے اور یہ کہ روزہ رکھنا تو بہت ہی مفید ہے اس سے دعا کی قبولیت ہوتی ہے۔ صبر و استقلال اور بدی سے بچنے کی مشق ہوتی ہے اپنی اصلاح ہوتی ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ کمزور لوگوں کے لئے اس قسم کے مجاہدات منع ہیں جن میں روزہ رکھتے رہیں اور وہ اخیر میں خشکی دماغ سے نیم سودائی ہو جاویں اور کسی کام کے نہ رہیں۔

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ۔ قرآن شریف کا طرز ہے کہ پہلے عام فضائل سکھاتا ہے۔ پھر خاص فضیلت کی بات۔ اسی طرح پہلے عام رذائل سے ہٹاتا ہے پھر ارذل الرذائل شرک سے۔ پہلے عام بات کا حکم ہوتا ہے۔ پھر خاص کا۔ مثلاً پہلے عمرہ وغیرہ کا ذکر ہے پھر حج کا۔ پہلے صدقات کی ترغیب ہے پھر زکوٰۃ کی۔ اسی طرح پہلے یہاں عام طور پر نفلی و فرضی روزوں کا حکم دیا ہے پھر رمضان کے روزوں کا حکم دیتا ہے۔ پہلے شہر رمضان کی فضیلت بیان کی ہے کہ اس میں قرآن شریف نازل ہوا۔ چونکہ قرآن کا اطلاق جزو سورۃ پر بھی ہو سکتا ہے اس لئے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا ہے بلکہ صرف ایک جزو سورۃ کا نزول بھی کافی ہے۔ میں نے جو تحقیق کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم جن دنوں غار حرا میں عبادت فرمایا کرتے تھے وہ دن رمضان کے تھے اور جو پہلی سورۃ کا جزو نازل ہوا اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر رمضان اس لئے فضیلت کا مستحق ہے کہ اس میں قرآن کا کوئی جزو نازل ہوا تو اس فضیلت میں دوسرے مہینے بھی شامل ہیں اس لئے گو دوسرے معنے بھی بہت سچ ہے کہ وہ رمضان جس کے بابت قرآن شریف نازل ہوا۔ مگر شروع نزول ایک رنگ رکھتا ہے۔

بینٰت ۔ کھلے ہدایت نامے۔

الفرقان ۔ قرآن سے مجھے اس کے یہ معنے معلوم ہوئے کہ فرقان نام ہے اس فتح کا جس کے بعد دشمن کی کمر ٹوٹ جاوے اور یہ بدر کا دن تھا۔ غزوہ بدر بھی ماہ رمضان میں ہوا۔ غرض رمضان المبارک کیا بلحاظ فتوحات دنیاوی اور کیا باعتبار ابتداء نزول قرآن یا تائید قرآنی ہر طرح قابل قدر و حرمت ہے۔

واذا سالک ۔ اگر لوگ یہ سوال کریں کہ روزوں سے کیا فائدہ ہوتا ہے تو ایک تو یہاں لعلکم تتقون ہے اور دوم یہ کہ انسان کو خدا کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بہت قریب ہو جاتا ہوں اور دعائیں قبول کرتا ہوں۔

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ جو مانگو وہی ملے کیونکہ دوسرے مقام پر فرما دیا جو پ ۷ رکوع ۱۰ سورہ انعام کے رکوع ۴ میں ہے۔ بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء ۔ یعنی اگر چاہے تو اس مصیبت کو ہٹا دیتا ہے یہاں بھی ان کے ساتھ اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔

فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی فرمایا ہے یعنی جس قدر تم میرے فرمانبردار ہوتے جاؤ گے ایمان میں ترقی کرتے جاؤ گے۔ اسی قدر میں دعائیں قبول کروں گا۔

الرفث ۔ عورت سے رغبت کرنا جماع کرنا جماع کی باتیں کرنا۔

ھن لباس لکم ۔ عورتوں کو لباس فرمانے میں ان کے بہت سے حقوق فرمائے ہیں عورتوں کو ساتھ رکھنا چاہیئے۔ یہ فلاسفی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ لحاف کشمیر میں ہو اور موسم سرما پنجاب میں بسر کرے۔ جاڑا لگے تو کہدے میرا لحاف کشمیر میں ہے۔

تختانون انفسکم ۔ یہ لوگ ایک غلط رسم میں مبتلا تھے ان میں کوئی سو جاتا تو پھر رات کو نہ کھانا کھاتا نہ بیوی سے جماع کرتا۔ فرمایا اللہ نے تم پر فضل کیا۔ مغرب کے بعد سو جاؤ تو اٹھ کر کھانا کھاؤ ایسا کرو کہ

حتی یتبین لکم ۔ ایک شخص نے ایک دفعہ کہا۔ کہ صبح صادق ایک انتظامی بات ہے۔ پانچ منٹ ادھر ہو گئے تو کیا اور اگر ادھر ہو گئے تو کیا۔ اللہ تعالیٰ نے عجیب طور سے اسے اس کا جواب سمجھایا۔ وہ جولاہا تھا اسے خواب آیا کہ میں تانی پھیلا رہا ہوں۔ مگر ایک طرف سے میخ کے ساتھ باندھنے میں پانچ انگل کا فرق رہ گیا ہے اور وہ چلا رہا ہے یا تو میخ کو ادھر کرو یا رسہ کو لمبا کرو ورنہ میری تانی بگڑتی ہے اور کوئی اسے کہہ رہا ہے کیا ہوا صرف پانچ انگل کا فرق ہے اس پر اس کی جاگ کھل گئی اور بہت غم ہوا اور اسے
تلک حدود اللہ فلا تقربوھا کے معنے سمجھ میں آ گئے۔

کذلک یبین اللہ ۔ واقعی یہ طریق لوگوں کو خوب سمجھانے کا ڈھب آتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ولا تاکلوا اموالکم بینکم ۔ فرمایا ہے کہ ہم نے یہ سارا علم حصول تقویٰ کے لئے بیان کیا ہے۔ پس تم مالی معاملات میں وہ راہ اختیار کرو جو خدا کو پسند ہے۔ مجھے افسوس آتا ہے اس ملک کے لوگوں پر۔ یوں تو چوہڑوں کی نسبت مشہور ہے کہ ان کا حلال و حرام چلتا ہے مگر میں کہتا ہوں کئی گھر مسلمانوں کے چوہڑوں کے گھر بن رہے ہیں۔ ایک ضرب المثل ہے۔ ضرب المثل کہنا تو نہیں چاہیئے۔ کیونکہ اس کے کہنے والے تو عقلمند ہوتے ہیں۔ یہ کسی سفیہ کا قول ہے۔ کہ دنیا کھائیے مکر سے اور روٹی کھائیے شکر سے۔ یہ بالکل ایک گندہ قول ہے اور کسی مادہ پرست تاریکی کے فرزند کا ہے۔

تدلوا بھا الی الحکام ۔ رشوت نہ دو اور نہ یونہی مقدمہ بازی میں ناحق خرچ کرو۔

باطل ۔ کہتے ہیں اس کو کہ اجازت شرعیہ کے خلاف کچھ حاصل کیا جائے۔

۱۷ - مارچ سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۸)

یسئلونک عن الاھلۃ ۔ یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی۔ مدینہ طیبہ کا وقت جو رسول اللہ پر گذرا ہے اس کا پتہ چار باتوں سے لگتا ہے۔

کہ مکہ میں آپ کو اور آپ کی جماعت کو شدید تکلیفیں دی گئیں یہاں تک کہ جن لوگوں کے جتھے تھے وہ بھی ہار کر افریقہ میں چلے گئے۔ جب جتھے والوں کی یہ حالت تھی تو جن کا جتھا نہیں تھا ان کی حالت خود ظاہر ہے۔ صرف اسی بات کی طرف غور کر کے ان کے مشکلات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے پیارے وطن کو چھوڑ کر ادھر چلے گئے جو بالکل بیابان و غیر آباد تھا۔ پھر وہاں تک پہنچنا بھی کوئی آسان نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ پر جو تین برس آئے وہ تو ایسے تھے۔ کہ بڑی مشکلات کا سامنا تھا۔ کسی سے نکاح نہیں کر سکتے روٹی وغیرہ کسی کے ساتھ نہیں کھا سکتے۔ کوئی ان کو سلام نہیں دیتا تھا۔ غلہ جو باہر سے آتا تھا اسے بنی ہاشم خرید نہیں سکتے تھے۔ پھر تیسری تکلیف یہ تھی کہ جب آپ مدینہ میں چلے گئے۔ تو بدبخت لوگوں نے مدینہ کے اردگرد شام کی تجارة

کا بہانہ بنا کر تمام نواحی مدینہ کی قوموں پر چڑھائی کے لئے نئے نئے قافلے پر قافلے بھیجنے شروع کئے۔ چوتھی بات تکلیف کی یہ تھی کہ وہاں بھی دشمن موجود تھے۔ بنو قینقاع۔ قریظہ بنو نضیر۔ عیسائی۔ وغیرہ ساتھ قوموں کا جگھٹا تھا۔ ان سب مزہ دینے والوں کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے جہاد کے سوا کوئی تدبیر نہ تھی۔ چنانچہ یہ سورۃ اول سے آخر تک جہاد کی ترغیب میں نازل ہوئی۔ پہلے رکوع میں اولئک ھم المفلحون فرما کر بھی اشارہ کیا ہے۔ مفلح کہتے ہیں اسے جس کے سر پر فتحمندی کا تاج ہو۔ پھر تیسرے رکوع میں بشر الذین آمنوا فرما کر مفتوح ملکوں کا نقشہ دکھایا ہے کہ ان میں نہریں بہتی ہونگی۔ باغ ہوں گے جن کے وارث مومن ہوں گے اور اس کے ساتھ کفار کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ نار الحرب میں ہلاک ہوں گے۔ پھر بنی اسرائیل کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے خلاف جہاد میں جانے سے مضائقہ کیا تو اھبطوا مصرا کی ماتحت ذلت و مسکنت میں پھینکے گئے۔ اس میں اشارہ کیا کہ تم یوں نہ کرنا اس کے بعد کئی طرح سے ترغیبیں دی ہیں اور بتایا ہے کہ جہاد میں خوف۔ جوع۔ مال و جان کا نقصان۔ سب کچھ ہوگا۔ لیکن اگر تم استقلال سے کام لو گے۔ تو پھر تمہارے لئے بشارت ہے۔ ہاجرہ کے واقعہ پر غور کرو کہ اس نے صبر کا کیا اجر پایا۔ پھر قصاص کی ترغیب دی اور یہ بھی بتایا۔ کہ یہ سب کچھ ہیچ ہے جب تک تقویٰ نہ ہو کیونکہ یہی تقویٰ تمام کامیابیوں کی جڑ ہے۔ پھر تقوے کے حصول کے ذریعے بتائے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک ذریعہ کا ذکر پہلے رکوع میں فرمایا کہ روزے رکھو اور مناہی سے بچنے کی مشق کرتے رہو۔ جب ایک مہینہ کی نسبت صحابہ کو یہ علم ہوا کہ اس میں یہ فضیلتیں ہیں۔ تو انہوں نے دوسرے تمام چاندوں کی نسبت بھی سوال پیش کیا۔ یہ شان نزول ہے۔ یسئلونک عن الاھلہ کا تو فرمایا کہ ھی مواقیت للناس والحج۔

ولیس البر بان تاتوا البیوت۔ اس سے پہلے ایک دفعہ ولیس البر آیا اس میں بتایا کہ تم مشرق و مغرب کے فاتح ہو جاؤ گے مگر تقوے نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ یہاں یہ بتایا کہ ظاہری رسوم کی پابندی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ اس کی روح پر تمہارا عمل نہ ہو ہمارے علاقہ (بھیرہ شاہپور) میں ایک رسم ہے کہ حرام کا دودھ الگ برتنوں میں رکھتے ہیں اور حلال کا الگ برتنوں میں۔ مٹی کے برتنوں کا تو بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ مگر پیٹ میں سب کچھ جمع کر لیتے ہیں۔ اس ظاہرداری پر کیسا افسوس آتا ہے۔ کہ مٹی کے برتن میں تو حلال و حرام کے لئے تفرقہ کریں مگر حقیقی برتن (پیٹ) کے لئے کچھ پروا نہ کریں۔

اسی طرح نمازوں میں صفیں سیدھی کرنے کی تو بہت تاکید ہوتی رہتی ہے مگر جو اس کا اصل مقصد ہے۔ جب وہ نہ ہو تو یہ ایک معمولی رسم رہ جائے گی وہ یہ کہ کوئی بڑا بن کر آگے نہ ہو اور پیچھے نہ ہو اور آپس میں ایک جان ہو کر رہو۔ پس اگر تم ایک نہ ہو جاؤ اور دلوں میں کھوٹ رہے تو پھر ٹخنے کو ٹخنے سے ملانا عبث ہے۔

واتوا البیوت من ابوابھا۔ ہر ایک چیز کے حصول کے لئے ایک راہ ہوتی ہے پس اسی راہ سے اسے طلب کرو۔ جب انسان اس راہ پر نہ چلے گا تو منزل مقصود کو ہرگز نہ پہونچے گا۔ ان میں ایک رسم یہ بھی تھی۔ کہ گھروں میں واپس آتے تو پچھواڑ پھاڑ کر گذرتے۔ اس سے منع فرمایا کہ یہ رسم ہے۔ اس کے اصل کی طرف توجہ کرو۔

واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ اے انتم تصیرون مفلحون یعنی تم تقوے اختیار کرو۔ شاید کہ وہ مفلح تم ہی ہو جاؤ۔ وہی مفلحون جن کا ذکر رکوع نمبر ا میں آیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ تم بھی (اے احمدیو!) اپنے دلوں کو صاف کرو۔ شعبہ بازی میں شریک نہ ہو کسی سے مقابلہ کرو۔ تو نفس کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کے لئے۔ رسول کریم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی شجاعت کے اظہار کے لئے لڑتا ہے۔ کوئی قوم کی عزت و جلال کے لئے کوئی کسی خیال سے کوئی کسی خیال سے۔ مگر جو لڑتا ہے کلمۃ اللہ کے اعلاء کے لئے وہی خدا کے نزدیک سچا مجاہد ہے اب بتاتا ہے کہ لڑائی کرو لیکن

الذین یقاتلونکم۔ جو تم سے لڑائی کرتے ہیں وہ بھی از خود نہیں۔ بلکہ امام کی ماتحت۔ فرمایا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ الامام جنۃ یقاتل من وراءہ امام ایک سپر ہے اس کے پیچھے لڑا جاتا ہے۔ ایک سپاہی دوسرے سپاہی کو مارتا ہے۔ مگر اس کا واقف نہیں رہتا۔ کوئی پوچھے۔ یہ جو اس کے مقابلے کے لئے آگ ہو رہا ہے۔ آخر کوئی وجہ۔ تو اس کا یہی جواب ہوگا کہ وجہ ان کے افسر کو معلوم ہے۔ پس سپاہی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے افسر کا تابع رہے۔

ولا تعتدوا۔ حد سے نہ بڑھو۔ یہ اس لئے فرمایا کہ سپاہی کو جوش میں حد کی خبر نہیں رہتی اس لئے اس کی ہر ایک حرکت اپنے افسر کے ماتحت ہونی چاہئیے۔

واقتلوھم۔ ھم سے کون مراد ہیں۔ وہی جو الذین یقاتلونکم کے مصداق ہیں۔ یعنے جو جنگ کرتے ہیں۔

الفتنۃ اشد من القتل۔ قتل سے ایک نفس کا نقصان ہوتا ہے مگر فتنہ ایسی بلا ہے کہ اس میں قوم کی قوم ہلاک ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ ایک بچہ فتنہ کا ذریعہ بن جاتا ہے اس کی مثال دیاسلائی سی ہے۔ کہ پہلے ایک گرہ ہی سلگتا اس میں نہیں ہوتا۔ مگر جب اسے گھسا کر کسی لکڑی سے لگاتے ہیں۔ تو پھر بعض اوقات محلوں کے محلے بلکہ شہروں کے شہر جل جاتے ہیں۔ پس تم چھوٹی بات کو چھوٹا نہ سمجھو بلکہ بڑا سمجھو اور فتنوں سے بچتے رہو۔

۱۸-مارچ سنہ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع نمبر ۸)

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ	یہ مسئلہ خوب یاد رکھنا چاہئیے کہ اللہ مذاہب کا ابطال نہیں چاہتا۔ بلکہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو سارے جہان کو ایک مذہب پر قائم کر دیتا۔ ولو شاء

لجعلکم اجمعین۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ ولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد۔ یعنے اگر اللہ آدمیوں کی ایک دوسرے سے مدافعت نہ کرتا رہتا تو عیسائیوں کی مسلمانوں کی مجوسیوں کی یہودیوں کی عبادت گاہیں منہدم ہو جاتیں جس سے معلوم ہوا کہ مذاہب کا اختلاف اللہ کے منشاء کی ماتحت ہے۔ اللہ تعالیٰ جو انبیاء کو بھیجتا ہے تو امن قائم کرنے کے لئے۔ یہ منشاء نہیں ہوتا۔ کہ لوگوں کو پکڑ کر مسلمان بنائیں بلکہ وہ لا اکراہ فی الدین کے ماتحت چلتے ہیں کیونکہ انسان اس وقت تک خدا کے نزدیک مومن نہیں ہوتا۔ جب تک کہ دل سے ایمان نہ لائے اور پھر ضروری ہے کہ اس کے زمان سے آثار اس کے ظاہری کاموں میں ہویدا ہوں اور کوئی اس کو روک نہ سکے۔ پس جہاد بھی اس وقت تک جائز ہے کہ مومن کفار کے فتنہ میں نہ رہے اور جو ایمان لا چکے ہیں وہ بھی عبادت بلا کسی خوف و روک کے ادا کر سکیں وہ نفاق سے کام لینے پر مجبور نہ ہوں۔ بلکہ

ویکون الدین للہ۔ اللہ کے لئے ان کا دین ہو اور کوئی فتنہ نہ رہے۔

فان انتھوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والفتنۃ اکبر من القتل۔ شرارتیں اور فتنے اللہ کو ناپسند ہیں پس اس وقت تک لڑائی جائز ہے کہ جب تک فتنہ رہے۔ ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔ یعنے وہ تم سے لڑتے رہیں گے جب تک کہ تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کریں۔ پس جب یہ خوف جاتا رہے۔ اور کفار بالاکراہ کسی مسلمان کو کافر نہ بنا سکنے اور فتنہ بازیوں سے ہٹ جائیں تو پھر تمہارے اپنی عہدبندی (امن) کو توڑنے کا کوئی موقعہ نہیں مگر ان لوگوں کے لئے جو فتنہ ڈالتے رہے

واتقوا اللہ۔ یعنے تم ان کی عہدبندی توڑنے کی ان کو سزا دیدو۔ مگر تقوے کو مدنظر رکھو۔ یعنے اگر انہوں نے بچوں اور عورتوں کو ذبح کیا یا دکھ دیا یا کسی عورت سے بدکاری کی۔ تو تم ان کے ساتھ یہ معاملہ نہ کرو بلکہ اپنے حاکم کی معرفت اور رنگ میں سزا دو۔

وانفقوا فی سبیل اللہ۔ لڑائی کے وقت مالوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی ترغیب دی۔ دیکھو ابوبکرؓ و عمرؓ قوم کے لحاظ سے ابوجہل وغیرہ سے بڑے نہ تھے مگر انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو وہ بڑے بن گئے۔ میں ہمیشہ اس کو ذوق سے دیکھا کرتا ہوں کہ مہاجرین نے خدا کے لئے وطن چھوڑا تو ان کو بدلے میں ملک کی سلطنت ملی۔ انصار نے یہ کام نہ کیا اس لئے ان کو یہ اجر بھی نہ ملا۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنا کبھی ضائع نہیں جاتا۔ ایک صحابی نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں معاونت دیا تھا کیا اس کا کچھ ثواب ملیگا۔ فرمایا اسلمت علی ما اسلفت۔ اسی کی برکت سے تو تو مسلمان ہوا۔ ایسا ہی ایک اور قصہ ہے۔ کہ کوئی خشک فتوی گر تھے ان کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا۔ جو ہر صبح چڑیوں کو چوگا ڈالتا تھا اس فتوے گر نے کہا کہ کیوں ناحق اپنا مال ضائع کرتا ہے تیرے اس جود وسخا کا بوجہ کفر کوئی فائدہ نہیں۔ کچھ مدت ہوئی تو اسے حج کرتے پایا۔ اس وقت کہا کہ یہ اسی خیرات کا اثر تھا۔ ایسا ہی ایک اور بدکار نے ایک پیاسے کتے کو اپنے موزے سے پانی نکال کر پلایا تو خدا نے اسے نجات کی راہ بتائی۔

بہرحال انفاق فی سبیل بہت سے ثمرات رکھتا ہے اور ہر زمانے میں انفاق کا ایک رنگ ہوتا ہے یہ زمانہ فوجی تیاریوں پر خرچ کرنے کا نہیں بلکہ علمی جہاد کا ہے پس اسی میں مدد کرنا ہر مومن پر فرض ہے اگر تم یہ خرچ نہ کروگے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے تئیں ہلاک کروگے۔ کیونکہ جب دشمن کا مقابلہ نہ کیا گیا تو اس کا نتیجہ سوا اپنی بربادی اور گمنامی کے اور کچھ نہیں۔ اس لئے فرماتا ہے۔

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ تم اپنے ہاتھوں سے اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔ احسان کی عادت ڈالو تا تم خدا کے محبوب بن جاؤ۔ روح کے خواص میں سے ایک یہ بات ہے کہ ہر شخص محبوبیت کے مقام کا خواہاں ہے۔ شاعر شعر کہتا ہے۔ لکچرار لکچر تیار کرتا ہے۔ خوبصورت بن ٹھن کے نکلتا ہے۔ دولتمند مال خرچ کرتا ہے اس لئے کہ وہ محبوب بن جائے۔ اس محبوبیت کے مقام کے حصول کا ایک ذریعہ اللہ بتاتا ہے وہ یہ کہ تم محسن بن جاؤ۔ پھر تم محبوب بنو گے۔ اور محبوب بھی کس کے اللہ کے۔ کوئی شخص اپنے محبوب کو ذلیل نہیں کرتا۔ پس وہ جس کا خدا محب ہو وہ کیونکر ذلیل ہو سکتا ہے۔

واتموا الحج والعمرۃ للہ۔ مکہ والوں نے۔ مسلمانوں کو حج وعمرہ سے منع کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم حج کرو گے یہ کب تک روکتے رہیں گے۔

فان احصرتم۔ اگر تم روکے گئے (جیسے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر) تو بھی اندیشہ کی بات نہیں۔ اخیر تمہاری فتح ہے۔

ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام۔ ذلک میں بحث ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ حج وعمرہ کو ملا کر کرنے کی بیرونی لوگوں کو اجازت ہے۔ مکہ والوں کو نہیں بعض کہتے ہیں کہ مکہ والے بھی کر سکتے ہیں۔ مجھ وہ بات پسند ہے کہ یعنی مکہ والے تمتع نہیں کر سکتے۔

۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۹)

معلومات۔ اسلام کے تعارف میں ہر ایک جانتا ہے۔

رفث۔ جماع کا ذکر کرنا۔ جماع کے سامان۔ خود جماع۔ تینوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ابن عباس نے پہلے معنوں کو پسند کیا ہے۔

بعض لوگ اثنا عشری کتاب اللہ سے استدلال کر کے کل کا نام حج قرار دیتے ہیں لیکن ائمہ اربعہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ تمام سال احرام باندھنے کو پسند نہیں کرتے

تزودوا۔ کھانے پینے سواری کا انتظام۔ یہ سامان بہت ضروری ہیں۔ مدینہ کی راہ میں میں نے ایک نوجوان شخص کو دیکھا کہ جب وہ سخت تھک گیا تو ایک شخص کو ٹانگ سے پکڑ کر اونٹ پر سے گرا دیا اور خود اوپر چڑھ گیا۔ اگر اس کے پاس زاد راہ ہوتا تو یہ جدال کیوں کرتا۔

فان خیر الزاد التقوی۔ سامان کا عظیم الشان فائدہ تو یہ ہے کہ آدمی سوال اور گناہ سے بچ جاتا ہے جس کے پاس زاد راہ نہ ہو وہ چوری وغیرہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور غالباً اس قسم کی مکانیتیں اسی قسم کی کمزوریوں کی وجہ سے بن گئی ہیں ایک نابینا عورت کی کسی نے چادر اتارلی تو وہ کہنے لگی وے بچہ حاجیا میری چادر تو دیتا جا۔

فسوق۔ جو کچھ ایمان کے خلاف ہے وہ فسق ہوا۔

جدال۔ بے جا لڑائی کرنا۔ ایک دو کہانیاں مجھے یاد آگئی ہیں ایک دفعہ راہ میں ایک شخص کی کنجی چابی گم ہوگئی وہ مجھ سے کہنے لگا کہ میں بعینہ وہی چابی لوں گا۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا خدا تعالیٰ قادر ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ کچھ ڈاکو ہمارے اسباب سامان پر پڑے تھے اس روز وہ چابیاں گئے چونکہ میرا صندوق سب سے بھاری تھا اس لئے اس شخص کا مطالبہ تھا کہ تمہاری وجہ سے ہماری چابی گئی ہے وہ بہاکر دو اہاں ڈاکوؤں کی چند سپاہیوں سے مٹھ بھیڑ ہوئی اور وہاں وہ چابیاں چھوٹ گئے اور اتفاق سے وہ سپاہی ہمارے قافلہ میں آ گئے اور اس طرح وہ چابی ہمیں مل گئی۔

دوسرا قصہ یاد آیا کہ ایک دفعہ دو بھائی حج کرنے چلے میں نے ان سے کہا کہ تم جو خرچ کرتے ہو لکھتے جاؤ۔ بعد میں حساب کر لینا مگر انہوں نے اسے برادرانہ تعلقات کے خلاف سمجھا۔ لیکن آخر جاکر ان کی لڑائی ہوئی۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

سورۃ البقرۃ

(پارہ دوم)

(بقیہ رکوع نمبر ۹)

[illegible] کی عادت ہے کہ جب ایک کہانی کھانے لگے تو جتنے ہوں سب اسی پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اس طرح وہ بھوکے رہتے ہیں میں اپنے [illegible] کے وقت کچھ دیا کرتا تھا ایک دفعہ میں نے اسے کہا جا کر پانی [illegible] اور وہ گیا [illegible] دیر بعد خالی واپس آیا میں نے کہا کیا [illegible] تو معلوم ہوا [illegible] پانی کی بوند نہ تھی بات یہ ہوئی کہ اسنے پانی جو انہوں نے [illegible] ایک ایسے موقعہ جو آیا [illegible] منکیوں میں سوراخ کر دیا یہ باتیں میں نے اسلیے سنائیں [illegible] معلوم ہو کہ یہ بہت لڑائیاں پیدا ہوتے ہیں اور یہ کہ اتنے مختلف المزاج لوگوں میں ایسے معاملات کا پیش آنا ممکن ہے پس خدا منع فرماتا ہے کہ بیجا لڑائی مت کرو۔

ان تبتغوا فضلاً من ربکم ۔ چونکہ اس راہ میں کچھ آسودگی بھی چاہیے۔ پس اس سے لیے اجازت ہے کہ تم کچھ تجارت بھی کرو۔

بعض علما ظاہر مال کو [illegible] ہیں مگر خدا تعالے اسے فضل فرماتا ہے۔

المشعر الحرام ۔ مزدلفہ

ثم افیضوا من حیث افاض الناس ۔ دو غلطیاں تھیں انکی اصلاح فرمائی ۔ ایک تو یہ کہ مکہ والے عرفات کی [illegible] آگے نہیں بڑھتے تھے ۔ اللہ تعالے فرماتا ہے سب وہاں اکٹھے جائیں ۔

دوسری رسم یہ تھی ۔ کہ مزدلفہ سے سویرے کوچ نہ کرتے تھے بلکہ پہاڑی پر جب دھوپ آجاتی تو اسوقت چلتے ۔

واستغفروا اللہ ۔ ہر عبادت کے بعد استغفار کا حکم ہے دیکھو بڑی عبادت سجدہ ہے اور سجدہ کے بعد پڑھا جاتا ہے ۔ اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی ۔ ایسا ہی جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو استغفار پڑھتے ہیں ۔ اسی طرح بیان فرمایا کہ جب حج کی عبادت ختم ہونیکے قریب آئے تو استغفار پڑھو نبی کریم کی مجلس سے جب اٹھتے تو ۷۰ سے ۱۰۰ تک استغفار پڑھتے ۔

فاذکروا اللہ ۔ اس ملک میں شاعری کا کمال دکھاتا تم اپنی مفاخرت کے بہادرانہ اپنی بہادری کا [illegible] بجائے حضرت حق سبحانہ کا ذکر کرو

فمن الناس بعض لوگ جہان دنیا کمانے کیلئے آتے ہیں بعض دین و دنیا دونوں کے لئے وہ ہی اچھے ہیں دنیا کے حسنات میرے نزدیک یہ ہیں ۔

(۱) صحت ۲ ۔ علم اور اسپر عمل ۳ ۔ اللہ کی سچی عبادت اور اخلاص و توفیق خیر ۴ ۔ رزق میں اتنا جتنا ضرورت ہو ۵ ۔ نیک اولاد ۶ ۔ نیک بی بی ۷ ۔ عمدہ مکان ۸ ۔ لباس اچھا ۹ ۔ دوست اچھے ۱۰ ۔ خاتمہ بالخیر اور آخرت کے حسنات کے لیے ... میں یہ کر لیا کرتا ہوں کہ جو تیرے حضور حسنہ ہوں سب تیرے پاک بندوں اولیا و انبیا اسے [illegible]

بقیہ رکوع ۹

ومن الناس من یعجبک قولہ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انکو باتیں بنانا خوب آتا ہے باتیں بنانے کے لیئے اس فن کی کتابیں پڑھتے ہیں ۔ مگر دین کا کام نہیں ہوتا ۔ وما انا من المتکلفین ۔ امام مالک سے کسی نے چالیس سوال کئے ایک دو [illegible] دیکر کہا وما انا من المتکلفین نشہد اللہ سینے بات بات پر قسم کہانا کر دو [illegible] بخلایوں بات ہے :

الد الخصام ۔ جھگڑالو ۔ حق کا طالب نہیں ہوتا

تولیٰ ۔ حاکم بنجاتے

سعی ۔ کوشش کرتا ہے ۔

الحرث والنسل ۔ [illegible] قاعدہ ہے لوگونکی کھیتیاں برباد کر دیتے ہیں اور غربا کے بال بچوں کی کچھ پروا نہیں کرتے ۔

بہت ہی افسوس سے ایک اور معنی بھی سناتا ہوں وہ یہ کہ لواطت کرتا ہے اور لواطت اپنی نسل کو ہلاک کرتا ہے ۔ اور حرث سے مراد عورت لگتے ۔

العزۃ ۔ دنیا کی نمایشی عزت پر مرتا ہے ۔ ایک شخص کو میں نے [illegible] کہا تھا کہ خرچ کر لو جو دنیا کے بڑے خزانہ محمد رسول اللہ نے کیا

ابتغاء مرضات اللہ ۔ اپنے چاہنے اللہ کی رضامندی کے من یشری نفسہ اپنے آپکو فروخت کر دیتا ہے اسکا سکھ اسکا آرام اسکی کوئی خواہش اپنے نفس کے لیئے نہیں [illegible] خلاصہ کیا اللہ ۔

ادخلوا فی السلم کافۃ ۔ فرمانبرداری میں داخل ہو جاؤ ۔ فرمانبرداری انسان کو کامل کر لیتی ہے ابتدا سے یہ سبق شروع ہے ۔ پہلے بتایا یومنون بما انزل وما انزل من قبلک پھر فرمایا اعبدوا ربکم پھر امایاتینکم منی ھدی پھر ابراہیم کی نسبت چلنے کا وارد کیا ۔ پھر فرمایا کہ اس راہ میں جان بھی دینی پڑے تو تامل نہ کرو کیونکہ اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے ۔

ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ ۔ انکی تفسیر پارہ ۹ سورہ انفال رکوع ۲ سے ہوتی ہے ۔ وہ پڑھ لینا چاہیے ۔ جہاں اللہ تعالے کی مدد کا ذکر ہے کہ گھٹا ٹوپ بادل آگیا جو کفار کے نقصان اور مومنوں کے فائدے کا موجب ہوا ۔ اذ یغشیکم النعاس امنۃ منہ وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ اور ملائکہ کا بھی ذکر ہے اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکۃ مردفین

۲۲ ۔ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء رکوع ۱۰

سل بنی اسرائیل کم اتینھم من ایۃ بینۃ ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں عطا کی ہیں وہ دو قسم کی ہیں ایک وہ جن پر انسان کو کوئی دخل و تصرف نہیں اور ترک یا فعل ان قویٰ کے متعلق انسان کا کچھ نہیں ۔ ان قوتوں کے لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ انسان کے بس میں کچھ نہیں ؛

مثال کے لئے دیکھو انسان کا قد۔ ایک قد میرا ہے اور ایک یہی عمر کے کسی اور شخص کا۔ اسی طرح بدن میں ہڈیوں کی تعداد۔ سینے اور شریانیں ہیں ان میں انسان کا کچھ دخل نہیں ایسا ہی کوئی شخص جناب الٰہی کو گالیاں دے رہا ہے تو کان سننے سے نہیں رک سکتے۔

دوم۔ وہ حصہ انسانی قویٰ کا جس پر انسان کو قابو ہے۔ دونوں کی سہل مثال میرے نزدیک زبان ہے اس میں جبر و اختیار کے دونوں رنگ موجود ہیں۔ زبان پر میٹھا نمک کسیلا رکھ کر پھر زبان سے کہو کہ وہ نمکین کو میٹھا کہے۔ تو یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہاں یہی زبان ہے اس سے چاہے کوئی خدا کو انبیاء کو گالیاں دے کہ جہنم اپنا گھر بنائے اور خواہ ذکر و محامد الٰہی کہہ کے جنت الفردوس کا وارث بن جائے۔ نتیجہ اس ساری بات کا یہ نکلا۔ کہ اگر کوئی شخص پوچھے کیا انسان مجبور ہے تو کہو نہیں اور اگر کوئی کہے مختار ہے تو کہو نہیں۔

ایک فریق ایسا ہے جو سمجھتا ہے کہ انسان مجبور ہے چنانچہ اس قسم کے اشعار کہو ہیں۔ درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ۔ باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش۔ میرے نزدیک یہ نافہمی ہے۔ انسان کو مجبور پیدا کر کے پھر اسے دوزخ میں ڈالنا ظلم ہے اس واسطے ہم نہ انسان کو بالکل مجبور کہتا ہوں نہ بالکل مختار۔ قرآن کی صداقت کا ایک یہ نشان بھی ہے کہ اس میں ایسے پکے الفاظ بالکل نہیں اختیار کئے گئے۔ چنانچہ کسی آیت قرآنی بلکہ حدیث صحیح حسن اور ضعیف میں بھی جبر و اختیار کا لفظ نہ پاؤ گے

پس تم یاد رکھو کہ جس حصہ میں انسان کو جناب الٰہی سے اختیار حاصل ہے اس میں بعض امور کے کرنے کا حکم ہے اور بعض کے نہ کرنے کا۔ اب جو شخص خداوندی کے برخلاف کرے اس کے متعلق بازپرس ہوتی ہے۔ انبیاء کی آمد اسی حصہ کی اصلاح کے متعلق ہے اور انہی قویٰ کی ہدایت پر مبنی ہے جو انسانی مقدرت کے نیچے ہیں۔

حضرت یوسف کی وجہ سے بنی اسرائیل کو مصر میں بہت عزت حاصل ہوگئی تھی مگر کوئی قوم جب آسودہ حال ہو جاتی ہے اور ان میں کوئی بڑا ملی پیدا ہو جاتا ہے۔ تو پھر آہستہ آہستہ کچھ مدت بعد اس نسل کے لوگوں میں کاہلی اور سستی آجاتی ہے اس ملی کے جو صاحبزادے ہوتے ہیں وہ بھی چونکہ مریدوں سے حضور حضور سننے کے عادی ہو جاتے ہیں اس واسطے ان کو بہت سی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ پھر ان کا اثر قوم پر پڑتا ہے اور آخر وہ قوم پانچوں عیب شرعی ہو جاتی ہے چنانچہ اسی قانون کے مطابق بنی اسرائیل میں یہ عیوب آگئے اور پھر ان پر خدا کی طرف سے ذلت اور مسکنت بھیج دی گئی۔ بیگاروں میں پکڑے جاتے۔ تو وہی اینٹیں پکوانے کے کام لئے جاتے تو ان سے پھر ایک اور قانون الٰہی ہے۔ کہ جب اصل گناہوں والے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں تو پھر اس نکبت زدہ قوم میں ہی سے خدا کا کوئی پاک بندہ پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ وہ قوم سنبھلتی ہے۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل کی نکبت انتہا کو پہنچی اور اصل مجرم ہلاک ہو چکے۔ تو حضرت موسیٰ پیدا ہوئے۔ پس پھر ان کے ذریعہ بنی اسرائیل کو پھر نجات کی راہیں دکھائی گئیں۔ آپ کا منشا تھا کہ جہاد کے لئے یہ قوم تیار ہو اور ملک شام کی وارث ہو اس لئے آپ نے فرمایا۔ یٰقوم ادخلوا الارض المقدسة التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم۔

حضرت موسیٰ تو انہیں فاتح بنانا چاہتے تھے۔ مگر انہوں نے بے ادبی کا کلمہ منہ سے نکالا کہ وہ بڑے بہادر ہیں ہم سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ جا تو اور تیرا رب جا کر لڑتے پھرو۔ قرآن کے درس میں کوئی بنی اسرائیل شامل نہیں ہوتا پس یہ قصہ کیوں سنایا اس لئے کہ حضرت نبی کریم نے بھی اپنی قوم کو شرک میں مبتلا دیکھا۔ آپ کا بھی یہی منشا تھا کہ اس ملک سے نکل کر صحابہ مقابلہ کریں اور فاتح بنیں۔ آپ کی قوت قدسیہ کا اثر یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ کیا تم جہاد کو تیار ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ نقول کما قالوا لموسیٰ اذھب انت وربک فقاتلا بل نقاتل من یمینک وعن شمالک

یعنی ہم جہاد میں آپ کے دائیں بائیں ہو کر لڑیں گے۔

اٰیةٍ بیّنة۔ ایک آیت تو یہ کہ فرعون کی غلامی سے نکالا۔ نجّینٰکم من اٰل فرعون یسومونکم سوء العذاب۔ (۲) پھر جنگل میں موقع بہ موقع پانی برسایا اور بلا محنت رزق دیا۔ (۳) بادشاہ ہو گئے۔ لیکن چونکہ انہوں نے انعام الٰہی کی قدر نہ کی اس لئے ان پر طرح طرح کے عذاب آئے

عقاب۔ یہ عقاب نکلا ہے عقب سے۔ مطلب یہ کہ اللہ کی سزا اعمال کے عقب میں نازل ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم

ما۔ اور من حصر کے لئے ہیں۔ گویا بڑی تاکید سے فرماتا ہے کہ تمہاری تکلیفیں تمہاری نافرمانی کا نتیجہ ہیں۔

زُیّن للذین کفروا۔ خوبصورت دکھائی گئی ہے کافروں کے لئے دنیا کی زندگی۔ زینت کا فاعل نہیں بتایا۔ یہ امر تحقیق طلب ہے۔ قرآن مجید میں تین موقعہ پر اس کا فاعل مذکور ہے۔

ایک جگہ حضرت حق سبحانہ فرماتا ہے۔ حبّب الیکم الایمان وزیّنه فی قلوبکم

دوم۔ ایک مقام پر فرمایا۔ کہ تم کسی کے بتوں کو گالیاں نہ دو۔ وہ تمہارے معبود حقیقی کو گالی دیں گے۔ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم۔ اس سے آگے فرماتا ہے۔

وکذٰلک زیّنّا لکل امة عملهم۔ غرض ہمارے ہاں کی خوبیاں اور ایمان کے متعلقات ان کو خوبصورت دکھانے والا تو اللہ ہے۔ اور وہ جو بدی کو خوبصورت دکھاتا ہے اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ زیّن لکثیر من المشرکین قتل اولادهم اور پارہ دس کے رکوع انفال میں۔ واذ زیّن لهم الشیطان اعمالهم۔

جھٹے دو رکوع ہیں وہ بد عملیوں کو خوبصورت دکھلاتے ہیں۔ غرض زینت کے دو فاعل ہیں۔ نیک کاموں کے لئے نیک اور بد کاموں کے لئے بد (شیطان) ۱۴ پارہ رکوع ۱۲ سورہ نحل میں بھی آیا ہے۔ لقد ارسلنا الی امم من قبلک فزیّن لهم الشیطٰن اعمالهم۔ فهو ولیهم۔

ویسخرون من الذین اٰمنوا۔ جب کوئی امور آتا ہے تو گروہ ہو جاتے ہیں۔ ایک تو ایک نہیں مانتا۔ مشکل کرتا ہے جیسے ہم معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو کافر ہوتے ہیں وہ قطع تعلق کرتے ہیں۔ اکابر عمر کے مخالف ہیں فرحوا بما عندهم من العلم۔ یا وہ جلال مال و منال کے مخالف ہیں۔ حضرت نوح کے پیروں کو کہا گیا۔ هم اراذلنا بادی الرأی۔

کان الناس امة واحدة۔ نیک و بد تو دنیا میں ہوتے ہیں۔ مگر ایک وقت لوگوں پر ایسا آتا ہے۔ کہ ان میں سے خیر ایمانی اٹھ جاتی ہے اور وہ فریق بختوں کو

فساد پھیلانے لگتے ہیں ایک مصنف فخر کے طور پر کہتا ہے کہ میرا ایک دوست بڑا پیارا تھا۔ ۴۰ برس سے ملاقات چلی آتی ہے اور میں نے کبھی اس کے سامنے خدا کا نام نہیں لیا

اُمّۃً واحدۃً کے میرے نزدیک یہی معنے ہیں کہ سب بے غیرت ہو کر ایک رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں ایسے وقت میں اللہ کے مامور آتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

فبعث اللّٰہ النبیین۔ نبیوں کو مبعوث کرتا ہے

بغیاً بینھم۔ یہ بغی کسی ... وجہ سے نہیں ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ دن پہلے مسیلمہ کذاب نے پیغمبری کا دعوےٰ کیا۔ ایک صحابی کا آشنا مسیلمہ کا مرید تھا اس سے پوچھا گیا تم نے مسیلمہ کو پیغمبر مان لیا اور محمد رسول اللہ میں کیا نقص دیکھا تو وہ کہنے لگا۔ الکذاب ربیعۃ احب الیّ من الصادق قریش۔ قریشی خواہ کیسا راستباز ہو آخر قریشی ہے اس سے ہماری قوم کا کذاب اچھا۔ بس یہ وجہ ہوتی ہے اختلاف کی۔

۲۳ مارچ ۱۹۰۹ء

(نمبر رکوع ۱۰)

میں کل بتلا چکا ہوں کہ جس حصہ میں انسان کا دخل نہیں اس میں شریعت نازل نہیں ہوتی اور جس میں دخل اور اختیار ہے اس میں شریعت ہے

قانون سرکاری اور شریعت میں یہ فرق ہے کہ قانون گورنمنٹ اس وقت گرفتار کر سکتا ہے۔ جب گناہ کا اثر کسی دوسرے پر عملی رنگ میں پڑے۔ مگر شریعت گناہ کے مبدء کو پکڑتی ہے مثلاً بدنظری ہے اب پولیس اسے نہیں پکڑتی لیکن شریعت نے یہ برکت کا کام دنیا میں کیا ہے کہ جو شخص شریعت پر عمل پیرا ہو وہ پولیس کے ہاتھ میں آتا ہی نہیں۔

اب اس آیت کے متعلق یہ کہنا ہے کہ خدا نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ آرام چاہتا ہے چنانچہ جہاں اس نے روح کے تقاضے بیان کئے ہیں وہاں یہ ذکر بھی کیا ہے کہ وہ آرام کو چاہتی ہے جس قدر مطالبات ہیں علوم میں اصول خرچ کئے جاتے ہیں ان سب کا منشاء یہی ہے کہ آرام حاصل ہو اور آرام کے لئے جامع لفظ ہے۔ جنت۔ جنت کہتے ہیں باغ کو باغ میں جانے سے غم غلط ہوتا ہے۔ نظارۂ قدرت دیکھا جاتا ہے پھولوں سے دل کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ احباب کی ملاقات کا لطف آتا ہے۔ پھر طرح طرح کے میوے کھائے جاتے ہیں گویا باغ میں آنکھوں کا مزا۔ کانوں کا مزا۔ زبان کا مزا۔ ناک کا مزا سب کچھ شامل ہے سائنس دان بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ باغ میں جو ہوا چلتی ہے وہ خاص طور پر راحت بخش ہوتی ہے۔ شدت گرمی میں جو آرام باغوں میں ہوتا ہے وہ بھی بے مثل ہے۔

الغرض انسان کی فطرت میں آرام کی خواہش ہے اللہ تعالیٰ اسے تدخلوا الجنۃ میں ظاہر فرما کر کہتا ہے کہ تم چین کے مقام میں جانا چاہتے ہو۔ مگر کیا بغیر کچھ کئے؟ ہرگز نہیں ہر شخص کو چین کے حصول کے لئے کچھ کام کرنا پڑے گا۔

جنت میں جانے کے کچھ اصول ہیں ان میں چند کل انبیاء و اولیاء میں مشترک ہیں منجملہ ان کے ایک نفس کی بے انت خواہشوں کو روکنا۔ تین قسم کی خواہشیں ہیں۔

ایک مال کی خواہش ہے چنانچہ اس کے لئے انبیاء نے یہ قاعدہ بنایا۔ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ اس میں ملازم۔ پیشہ ور وغیرہ سب آ گئے۔ دوم۔ کان۔ آنکھ۔ زبان حسن کی بہت مشتاق ہیں۔ حسین چیز کو دیکھنا اس کی خوشبو کو سونگھنا۔ اچھی آواز سننا۔ ان تمام باتوں کی خواہش کا نام شہوت ہے۔ شہوت آنکھ سے شروع ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے سورۃ نور میں قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم ۔ پارہ ۱۸۔

اسی طرح مومنات کے لئے حکم ہے۔ سوم۔ غضب۔ اس کے متعلق بھی بڑی تعلیمیں ہیں چنانچہ پارہ چھ کے شروع میں فرماتا ہے۔ ان تبدوا خیراً او تخفوہ او تعفوا عن سوء فان اللہ کان عفواً قدیراً۔ یعنی تم اپنے عمل کو نہیں دیکھتے کہ خدا کے مقابلہ میں کیا کیا نافرمانیاں کی ہیں۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ اس پر گرفت نہیں فرماتا وہ قادر ہو کر عفو کرتا ہے پس تم بھی درگذر کیا کرو۔ خلاصہ یہ ہوا کہ انسان چین چاہتا ہے اور چین کے حصول کے لئے خواہش کرتا ہے مال کی۔ شہوت کی۔ غضب کی۔ لیکن جو ان کو ناجائز طریق سے حاصل کرتا ہے یا ان کو بے جا استعمال کرتا ہے وہ پکڑا جاتا ہے زانی کو دیکھو۔ جب شہوت کو بے جا طور سے استعمال کرتا ہے تو اس عضو پر آتشک وغیرہ کی سزا کھاتا ہے۔ جس نے خدا کے قانون کو توڑا۔ اسی طرح چور کا حال ہے کہ وہ مال کے لئے شریعت کی مخالفت کرتا ہے۔ اس لئے کبھی کوئی چور دولتمند نہ دیکھو گے۔ ایک چور کسی عورت کا چوڑا اتار کر لے گیا۔ عورت نے دیکھ لیا مگر پکڑ نہ سکی۔ آخر کئی سالوں کے بعد چور اسی عورت کے دروازے سے گدا ...... تو اس عورت نے کہا کہ اے بدبخت تیرے ہاتھوں میں تو پھر بھی چوڑا ہی موجود ہے۔ تجھی پر خدا کی پھٹکار پڑی۔

اسی طرح غضب والے جو ارتکاب جرائم کرتے ہیں اسکی سزا پاتے ہیں۔

پس خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جنت جب ملے گی جب تم

بأساء۔ غریبی یہ بھی پیدا ہوتی ہے۔ مال کی کمی سے۔

ضرّاء۔ بیماری۔

زلزلوا۔ دوسرے مقام پر حین الباس فرمایا ہے۔ یہ غضبی قوت کی ماتحت ہے۔

ان تینوں امتحانوں میں پورے نہ نکلو گے تو جنت نصیب نہ ہو گی۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ حضور جب یہ حال ہے کہ مال کو جائز طریقوں سے حاصل کرنا ہے پھر کمسریٹ (فوجی اخراجات) کہاں سے آئے گی۔ فرمایا۔ جو مال سے بہتر ہو خرچ کرو اور وہ نہ صرف کمسریٹ ہی نہیں بلکہ والدین کو بھی دو اور رشتہ داروں کو بھی۔

کتب علیکم القتال۔ یہ بھی اس امت کے لئے مقدر تھا کہ دشمنوں کے ظلم کی وجہ سے ان سے لڑنا پڑے۔

کرہ لکم۔ تمہارے لئے ایک بڑی مشکل ہے اس کا ترجمہ یہ کرنا کہ تمہیں بری لگتی ہے کسی رافضی کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔ کم از کم میں ایک ایسا انسان ہوں جو صحابہ کے لئے یہ بات گوارا نہیں کر سکتا اور نہ اس مقدس جماعت کے منہ سے یہ لفظ نکل سکتا ہے صحابہ کے لئے مشکلات البتہ تھیں۔ مال نہ تھا۔ جاہ و جلال نہ تھا۔ جتھا نہ تھا اور دشمن کے لئے یہ سب کچھ حاصل تھا۔

تحبوا۔ مثلاً انسان کہتا ہے کہ مال جس حیلے سے لے لوں۔ کسی حسین کو دیکھے تو چاہتا ہے جیسے بھی ہو میرے قبضے میں آ جائے۔ مگر اس کے نتائج بہت خراب ہیں وانتم لا تعلمون۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم ان خواہشوں کے انجام سے بے خبر ہو ہم سب کچھ جانتے ہیں۔

۲۴ - مارچ سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۲۷)

عرب میں خانہ جنگیاں ہوتی رہتی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی بات پر خون کی ندیاں بہ جاتی تھیں
ایک فریق دوسرے کی ماتحتی نہ مانتا تھا اس واسطے ان میں طوائف الملوکی رہتی تھی جہاں کوئی جوشیلا
ہوتا وہ جنگ گاہ بن جاتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ بدظنی کرتے تھے اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ
میں ہی اپنے حریفوں کو [illegible] اس سے ان کے درمیان مقاتلات بن جاتے تھے
غرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس قوم میں دو بڑے عیب تھے
ایک بت پرستی۔ دوم۔ باہم لڑائی۔ ان دونوں کی اصلاح آپ نے فرمائی۔ چنانچہ قرآن مجید میں
ہے۔ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ یعنی تم قرآن سے
پہلے دشمن کہ ان ایام کا غذہی گویا لڑائی کا نشان تھا۔ حالانکہ یہ رشتہ [illegible]
دوسرا عیب شرک کا تھا۔ اس کا اس قدر زور تھا کہ کعبہ معظمہ کے اندر ۳۶۰ بت
تھے۔ اس شرک کے متعلق آپ کی تعلیم خصوصیت سے ایسی تھی کہ اس کی جڑیں کاٹ دے چنانچہ
اول قولوا لا الہ الا اللہ تمام شرکوں کی جڑ کو کاٹتا ہے اس کے معنے ہیں اللہ کے سوا کوئی
ہمارا حاجت روا نہیں۔ ہم کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ اس کے سوا کوئی ہماری دعا کو نہیں
سنتا۔ ہم کسی کی نذر کو نہیں مانتے۔ پھر صحیح طور پر فرمایا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ
و یغفر ما دون ذلک۔ آپ جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے۔ تو سب سے پہلے یہی عہد
لیتے تھے۔ ان لا یشرکن باللہ شیئاً۔

غرض عرب میں دو عیب تھے دونوں کے دور کرنے کے لئے آپ نے بڑی بڑی کوششیں
کیں اور ان کو شرک سے نکال کر توحید کی راہ دکھائی اور خانہ جنگیوں سے چھڑا کر بھائی بھائی بنا دیا۔
نوع میں وحدت کے قائم ہونے کے لئے چار اصول بتلائے (۱) بدظنی کہ یہی جڑ
ہوتی ہے تمام لڑائیوں کی۔ بدظنی سے نکتہ چینی تک نوبت پہونچتی ہے اور پھر غیبتیں شروع
ہو جاتی ہیں اس لئے ارشاد کیا۔ یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن
(۲) تمسخر کہ یہ بھی ایک قسم کی لڑائیوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ لا یسخر قوم
من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منہم۔

(۳) اگر کوئی تمہیں تکلیف دے۔ تو تم صبر سے کام لو۔ چنانچہ فرمایا۔ ان اللہ مع الصابرین
دنیا میں جتنی جنگیں ہوتی ہیں۔ اگر ایک طرف صابر ہو تو نفع اٹھائے مگر افسوس کہ سطحی خیالات
کے لوگ صبر کی حقیقت نہیں سمجھتے حالانکہ دیکھتے ہیں اگر شہنشاہ کسی کی محبت کا دعوی
کرے تو وہ شخص پھولا نہیں سماتا۔ پس جس کے ساتھ اللہ اپنی معیت جتائے اسے
کتنی خوشی حاصل ہونی چاہئے۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ صابرین کے لئے نیک
ثمرات کا وعدہ ہے اور۔ ولمن صبر و غفر۔ ان ذلک من عزم الامور میں بتلایا
کہ صبر کرنا بڑا بھاری کام ہے۔

(۴) چوتھا۔ اصل یہ فرمایا۔ کہ ان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما۔
غرض بدظنی سے روکا۔ تمسخر سے روکا۔ صبر کے فوائد بتلائے اور یہ کہا کہ اگر آدمیوں
میں نقار ہو تو تم صلح کرا دو۔ ان چار اصولوں کو بنا کر دنیا میں امن عامہ کی بنیاد ڈالی۔
عرب کی جنگجو قوم میں صبر کا مادہ ضرور تھا۔ چنانچہ اسی لئے وہ شہر حرام میں قتال نہ کرتے
تھے حتی کہ اپنے بیٹے یا بھائی یا باپ کے قاتل کو بھی نہ مارتے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس مادہ کو بڑھانے کی کوشش فرمائی اور ان میں وحدت کی روح پیدا کرنے کی
تدبیریں کیں۔ از آں جملہ ایک یہ تھی کہ اپنی پھوپھی کی لڑکی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا تاکہ
غلاموں کو حقیر نہ سمجھا جائے۔

آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ارادہ میں کامیاب ہوئے اور آپ نے ایک ایسی جماعت پیدا کر
دی جو امن عامہ کی بہت طرفدار تھی۔ [illegible]
اس لئے [illegible] شہر حرام میں بھی [illegible] سوال کیا کہ ہمیں
شہر حرام میں لڑائی کا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ یہ بڑے گناہ کی بات ہے اور اس لڑائی سے بہت
نقصان ہیں۔ صدٌ عن سبیل اللہ۔ [illegible]
[illegible]
بڑا جرم ہے۔

جاھدوا۔ جو اعلاء کلمۃ اللہ میں کوشش کرتے ہیں۔
واللہ غفور رحیم۔ ایسے لوگوں سے کوئی غلطی بھی ہو [illegible]
[illegible]
[illegible] حبطت اعمالھم۔ وہ سلام کے مقابلے میں [illegible]
[illegible] وہ دنیا میں ہلاک ہو گئے۔ [illegible]
امن عامہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ ضرور ناکام و نامراد ہلاک ہوں گے۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر۔ لڑائی میں جائی کہ شراب پی لینے میں تکرار کی مزاج
میں جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ ذرا ذرا سی بات پر تکرار کر بیٹھتے ہیں اس لئے صحابہ نے [illegible]
متعلق سوال کیا۔ پھر لڑائی کے لئے اخراجات کی ضرورت تھی۔ عرب میں ایسے موقع پر
یہ دستور تھا کہ جوا کھیلتے جو جیتتا اس کے ذمہ [illegible]
ہوتا۔ عرب کے بعض شعروں سے پایا جاتا ہے کہ وہ جوئے کو بہت پسند کرتے تھے اور اپنی
ہار کو فخر سے بیان کرتے تھے۔ اس کی یہی وجہ تھی کہ ایسے لوگوں کے ذمہ [illegible]
ہو جاتا۔ اور قحط میں سارے غریبوں کا نان و نفقہ دینا پڑتا۔ چونکہ اس میں ایک
نیکی کا موقعہ ملتا تھا اس لئے وہ تفاخر کرتے تھے۔

اس پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان میں بڑی بدکاری ہے بے شک غرباء کو نفع پہنچتا
ہے (منافع کے یہی معنے ہیں) مگر اس بدکاری کا جو نتیجہ ہے وہ سخت گندہ ہے اس کے
مقابل میں اس نفع رسانی کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ جب ان کے ذمہ یہ اخراجات
پڑتے اور پاس ایک کوڑی بھی نہ ہوتی تو ناچار ان کو [illegible] تک ڈاکہ زنی کرنی پڑتی۔
جب صحابہ نے خمر و میسر کے متعلق حکم سنا تو معاً ان کے دلوں میں خیال پیدا ہوا۔
ماذا ینفقون۔ پھر خرچ کہاں سے آوے۔ تو فرمایا۔
العفو۔ جو تمہاری حاجت اصلی سے زیادہ ہو۔ مٹھی بھر جو جمع کرو۔ خدا تعالیٰ اسی میں
برکت ڈالدے گا۔

یسئلونک عن الیتٰمی۔ جب لڑائی چھڑتی تب ہی میں مقتول بھی ہوتے تھے اور
مقتولوں کے بچے یتیم بھی ہوتے تھے اس لئے ان کی نسبت حکم دیا۔
اصلاح لھم خیر۔ ان کی بہتری۔ بہبودی کا فکر بہت بڑی نیکی ہے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ البقرۃ

(پارہ دوم)

(بقیہ رکوع ۱۱)

واللّٰہ یعلم المفسد من المصلح - امام محمدؒ کے پاس کسی یتیم کے کپڑے تھے آپنے انہیں بیچ ڈالا کسی نے کہا یتیم کے مال میں کیوں تصرف کرتے ہو تو آپنے یہی آیت پڑہی اور اسے سمجھایا کہ کپڑے نو پرانے ہوکر اون کی قیمت گھٹتی جاتی ۔ ۔ بیچی ۔ اس لئے ان کو بیچ دیا تا مال محفوظ رہے۔

لا تنکحوا المشرکت حتی یؤمن - لڑائی میں کفار کی عورتیں قیدی بن کر آتی تھیں اس لئے صحابہ نے ان کے نکاح کا مسئلہ پوچھا کیونکہ وہ ان کی رشتہ دار تھیں آپنے حکم دیا کہ مشرکہ سے نکاح جائز نہیں اس میں بہت بڑی حکمتیں تھیں ۔ ایک تو یہ کہ عورتوں میں شرک بہت ہوتا ہے ۔ اگر مشرکہ عورتیں مسلمانوں کے گھروں میں آجاتیں تو اون کی اولاد پر برا اثر پڑتا ہے ۔ میں نے ایک عورت کو ایسے شرک میں مبتلا دیکھا جس کا میرا واہمہ تجویز نہیں کرسکتا وہ یہ کہ ایک عورت ہر صبح پاخانہ کو سجدہ کرتی اور کہتی کہ اے قدمچہ مائی ۔ میرے بیٹا دے ۔ تو میں اپنا بیٹا تجھ پر بہگایا کروں گی۔

ولا تنکحوا المشرکین - یعنے اپنی لڑکیوں کی شادیاں مشرکوں کو مت کرو ۔ اسی بنا پر ہمارے امام نے حکم دیا کہ غیر احمدیوں کو اپنی لڑکیاں نہ دو ۔ کیونکہ ان میں بھی شرک ہے اور اس طرح میل جول سے شرک بڑھ جائیگا ۔ شرک میں نے بلا تحقیق نہیں کہا ۔ مسیح کے مسئلہ ہی میں جو خطا کی گمراہی ان میں ہے وہ کم نہیں وہ کون سی اللہ کی صفت ہے جو اس کی طرف منسوب نہیں کرتے خالق مخلوق اللہ اسے مانتے ہیں ۔ احیاء موتی اس کی طرف منسوب کرتے ہیں عالم الغیب اسکو جانتے ہیں ۔ حرام و حلال کا اختیار اسے دے رکھا ہے۔

پھر ختم نبوت کے بھی وہ قائل نہیں پس ایسے مشرک لوگوں سے ہمیں تعلق ازدواج قائم کرنے میں سراسر نقصان ہے اس لئے امام نے منع فرمایا جن احمدیوں نے حضرت امام کی اس نصیحت پر عمل نہیں کیا دُکھ اونھوں نے ہی نہیں پایا۔

۲۵ - مارچ سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۲)

ویسئلونک عن المحیض - عرب کا دستور تھا کہ وہ جنگ میں اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لیجاتے تھے اس رسم کا فائدہ یہ تہا کہ وہ بڑے جوش سے جنگ کرتے تھے اور جان توڑ کر لڑتے تہے کیونکہ اون کو خیال ہوتا کہ اگر ہم نے پیٹھ پھیری اور بزدلی دکہائی تو ہماری عورتوں کی عصمت محفوظ نہیں رہے گی اور سب بال بچہ دشمنوں کے قبضے میں آجائے گا اس واسطے جنگ کا نام بھی اونھوں نے حفیظہ رکھا تھا ۔ کیونکہ جنگ ان کے ننگ و ناموس کی حفاظت کا موجب تھی۔

اب جنگوں میں جب عورتیں ان کے ساتھ نہیں تو بعض وقت اون کو حیض بھی آجاتا اس حالت میں اونھوں نے یہ مسئلہ پوچھا کہ کیا حکم ہے ۔ اسلام میں حیض کے متعلق عورتوں کو کئی حکم ہیں ۔ مثلاً یہ کہ وہ روزہ نہ رکھے (کیونکہ پہلے ہی سے بہت ضعیف ہوتی ہے اس طرح بیماری بڑہتی ہے) نماز نہ پڑھے وغیرہ کیونکہ ٹھنڈے پانی سے استنجا سخت نقصان پہونچاتا ہے۔

کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن حیث وجدھا اخذ [illegible] کی بحث میں ہندو مذہب کے اس طریق کو بہت اچھا سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی عورتوں کو آٹا تک نہیں گوندہنے دیتے تاکہ انہیں نقصان نہ پہونچے گو وہ اس احتیاط میں حد سے بڑھ گئے ہیں ہماری پاک شریعت چونکہ انسان کے جان و مال کی محافظ ہے اس واسطے اللہ نے خاص باتیں معاف کر دی ہیں ۔ اور ادہر مردوں کو روک دیا۔

ھو اذی - بدبودار چیز ہے اس حالت میں انسان جماع کرے ۔ نوود فاخر ہے اس سے معلوم ہوا کہ خلاف وضع فطرت بھی حرام ہے ایک پاک فطرت کا انسان حضرت مسیح فرماتا ہے کہ اگر قرآن میں اس کا ذکر نہ ہوتا تو میرا واہمہ تجویز ہی نہیں کرسکتا کہ یہ بدکاری بھی ہے۔

ولا تقربوھن - بالکل نزدیک نہ جاؤ ۔ اس سے لواطت کی حرمت بھی ظاہر ہے۔

یطہرن - پاک ہو جاویں ہمارے ملک کی عورتیں بہت اس وقت میں خوشبو وغیرہ کا استعمال نہیں جانتیں۔

یحب المتطہرین - اس کے معنے اللہ نے پارہ ۱۹ سورہ نمل رکوع ۴ میں بتلائے ہیں ۔ اخرجوا آل لوط من قریتکم انہم اناس یتطہرون - گویا جو شخص لواطت سے اجتناب کرے اسے متطہر کہتے ہیں۔

حرث - کھیتی وہ ہے جہاں بوئے سے کچھ فائدہ ہو اس سے بھی خلاف وضع فطرت کی ممانعت نکلتی ہے۔

عرضۃ - اللہ کے نام کو نیکی کرنے میں روک نہ بناؤ مثلاً خدا کی قسم کھا کر یہ کہدیا میں فلان کے ساتھ نیکی نہ کرونگا ۔ فلان کے گھر نہ جاؤنگا وغیرہ۔

باللغو فی ایمانکم - مختلف مذاہب کے رو سے پانچ طرح کی قسمیں ناجائز ہیں (۱) غضب کے وقت (۲) عادت کے طور پر واللہ باللہ بخدا کہنا (۳) اپنی جگہ تحقیق سے کہتا ہے مگر دراصل وہ بات غلط ہے (۴) قسم کہا کر بھول جائے اور ارتکاب اس فعل کا کرے جسکے نہ کرنے کی قسم کھا چکا ہو ۔ (۵) حلال چیز کو کہدے کہ یہ میرے لئے حرام ہے۔

یؤلون - ایلاء کرنے میں ۔ اپنی بی بی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانا۔

ان عزموا الطلاق - یہان میں تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اسلام میں کوئی مسئلہ موجود نہیں تاکہ انسان کی جان و مال و عزت کا نقصان نہ ہو ۔ کوئی کسی کو دُکھ نہ پہنچائے مگر خود مسلمانوں ہی نے ایک مسئلہ کو تمام دکھوں کی جڑ بنا رکھا ہے حالانکہ نکاح ۔ آرام ۔ دوستی و رحمت کے لئے تہا ۔ چنانچہ فرمایا ۔ لتسکنوا الیھا۔

اسلام میں کوئی مسئلہ تثلیث کی مانند نہیں۔ کہ ایک + ایک + ایک کو ایک ماننا پڑتا ہو۔ نہ کفارہ کا مسئلہ ہے کہ بدی کا ارتکاب کرے زید اور سزا دی جائے بکر کو۔ نہ اس میں یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ انگور کا پانی اور روٹی واقعی مسیح کا لہو بن جاتا ہے نہ اس میں بت پرستی ہے جو بہت ہی بودا عقیدہ ہے۔ کیونکہ جب کل چیزیں انسان کی خادم ہیں اور وہ مخدوم نہیں بن سکتیں۔ تو معبود کس طرح بن سکتی ہیں۔ باوجود اس تعلیم کے۔ میں نے اکثر بد معاش شریر النفس لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ بدکاری کے بعد یہ عذر کرتے ہیں کہ خدا نے مجھ سے ایسا کروایا۔ سہ

درکوئے نیکنامی مارا گزر نداوند ✦ گر تو نمے پسندی تغییر کن قضارا۔

اگر یہ جواب صحیح ہو۔ تو پھر تمام رسالتیں باطل ہو جاتی ہیں۔ اسی واسطے فرماتا ہے۔ لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا۔

عن تراضٍ منھما و تشاور۔ اگر دونوں باہمی رضامندی اور باہمی مشورہ سے دودھ چھڑا دیں۔ تو کوئی گناہ نہیں۔

واتقوا اللہ۔ بس اصل حقیقت تو یہ ہے کہ خواہ جہاد کے مسئلے ہوں یا تمدن و معاشرت کے ان میں بہرحال تقوے مدنظر رکھو۔ اب متقی بننے کا ایک گر بتاتا ہے

واعلموا ان اللہ بما تعملون بصیر۔ جب تم کوئی کام کرو۔ کوئی بھی ہو۔ اصولاً تین نوع میں کل کام آ سکتے ہیں۔ غضب و انتقام۔ غرض و ہیری۔ حرص و شہوت۔ غرض ان تین سب میں یہ بات یاد رکھو۔ کہ تم پر کوئی حکمران اور نگران ہے تمام افعال و اقوال میں اگر انسان اس دستور العمل کو نگاہ رکھے تو متقی بن جاوے۔

والذین یتوفون منکم۔ تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ حاملہ ہو۔ اس صورت میں دوسرا نکاح نہ کرے۔ جب تک بچہ نہ جن لے۔ دوم۔ یہ کہ حاملہ نہ ہو۔ اس صورت میں چار ماہ دس دن انتظار کرے۔ بصورت فوتیدگی شوہر۔ اور بصورت طلاق دینے کے ثلثۃ قروء۔ یہ سب اس لئے کہ شائد حمل ہو۔ تو اس مدت میں پتہ لگ جاتا ہے یا پچھلے تعلقات زناشوئی کا [illegible]

فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف۔ بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق اکثر مسلمان تامل کرتے ہیں۔ یہ رسم بہت ہی بری رسم اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے خلاف ہے۔ سادات میں سے وہ عورت جس پر کل سادات کو فخر ہے جس سے سیدوں کی اولاد چلی بیوہ تھی۔ مغلوں کی عظمت کا سلسلہ بھی جہان سے شروع ہوتا ہے ان کے مورث اعلیٰ کی بیوی بھی بیوہ تھی۔ جیسا نسل بڑھانے کا عضو مرد کے ساتھ ہے عورت کے ساتھ بھی ہے۔ کھانے پینے پہننے کی خواہش اگر مرد میں ہے۔ تو عورت میں بھی ہے۔ اگر عورت کسی کی سخت بیمار ہو۔ تو مرد کو دوسرے نکاح کی فکر پڑ جاتی ہے اور عورت کے مرنے پر تو کوئی مرد نہیں۔ جو عہد کرے میں نکاح نہیں کرونگا اگر کوئی ایسا ہو تو میں اسے سلیم الفطرت مرد نہیں سمجھتا۔ غرض جب نکاح ثانی سے مرد کی ناک نہیں کٹتی۔ تو عورت کی کیوں کٹنے لگی۔ اس بد رسم کا اثر میں نے اپنی طبی پیشہ میں بہت دیکھا۔ جہاں کئی شریف زادیاں اسقاط حمل کی دوائیاں پوچھتی پھرتی ہیں۔

لا تعزموا عقدۃ النکاح۔ اس حکم کی عدم تعمیل میں بھی بد ذاتی سے کام لیا گیا ہے اور اکثر ملاں باوجود اس نص صریح کے ایام عدت میں نکاح پڑھ دیتے ہیں۔ پوچھو تو کہتے ہیں صرف روک کے لئے تاکہ کہیں کسی اور جگہ نکاح نہ کر لے۔ دیکھو کیسا بودا عذر ہے بہرحال اللہ نے

فرماتا ہے۔ تم ان حیلوں سے خلقت کے سامنے شائد عہدہ برآ ہو جاؤ۔ مگر خدا تمہارے دلی ارادوں اور منصوبوں کو خوب جانتا ہے اس کے غضب سے ڈرتے رہو۔ وہ اگرچہ بردبار ہے مگر اس کی بردباری یہ معنے نہیں رکھتی۔ کہ وہ اپنے قانون کی خلاف ورزی پر بازپرس نہ کرے گا۔

۲۹۔ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۵)

او یعفوا الذی۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ سارے کا سارا ہدیہ دے۔

بیدہ عقدۃ النکاح۔ شوہر

حافظوا علی الصلوات۔ جہاد کا مسئلہ تھا۔ اس میں نماز کا ذکر بظاہر خلاف ترتیب معلوم ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک اصل ترتیب تو یہی تھی۔ کہ جہاد کا ذکر ہو کیونکہ اول سے آخر تک یہی بیان چلا جاتا ہے۔ درمیان میں طلاق وغیرہ کے مسائل۔ تو ضرورۃ آ گئے تھے اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تاکید اس لئے فرمائی کہ جنگ دوپہر ڈھلنے کے وقت شروع ہوتا تھا اور ظہر و عصر کی نماز جمع کرنی پڑتی تھی اس لئے اس نماز کی خصوصیت سے تاکید فرمائی۔ کہ جنگی اشغال تمہیں نماز سے نہ روکیں۔

ایک صوفی نے اس آئت پر ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے جہاد کے بیان میں خانہ داری کے امور کا بیان کرتے کرتے۔ نماز کا بھی ذکر کر دیا۔ گویا یہ سمجھایا کہ جیسا ہم نے ان جہاد کے مسئلوں کے درمیان طلاق وغیرہ کے ضروری مسئلے بیان کر دئے اسی طرح تم بڑے بڑے ضروری کاموں میں نماز کو درمیان رکھ لیا کرو اور اسے قضا نہ کر دیا۔

والذین یتوفون منکم۔ یہ بھی جہاد ہی کی بات ہے۔ کیونکہ آخر مسلمان ہی مقتول ہوتے تھے ان کی بیبیاں پیچھے رہ جاتیں ان کے لئے وصیت فرمائی کہ ایک سال تک نہ نکالی جاویں۔ یہ آئت چار ماہ دس دن کے حکم کے خلاف نہیں بلکہ وہ عدت کی مدت ہے۔ جو عورت پر واجب ہے۔ اور یہ بطور وصیت اس متوفی کے وارثوں کو حکم ہے کہ ایک سال تک اس بیوہ کو خرچ دیتے رہیں۔

واللہ عزیز حکیم۔ چونکہ لوگ بیوہ کے نکاح کے بارے میں کہتے ہیں۔ یہ بات عزت کے خلاف ہے۔ اس لئے فرمایا کہ میرا نام عزیز ہے۔ میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں۔ میں یہ حکم دیتا ہوں اور لوگ کہتے ہیں کہ بیوہ کا نکاح نامناسب ہے۔ اس لئے فرمایا ہم حکیم ہیں ہر قسم کی حکمت کو خوب سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ حکم دیا۔ جو نامناسب نہیں۔

۳۰۔ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۵)

الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم۔ اس آئت کے متعلق بہت سے اختلاف ہیں مگر میں جو معنے کروں گا وہ کامل یقین اور پورے انشراح صدر کے ساتھ ہیں۔

اسی آئت کے اخیر میں فرمایا ہے ان اللہ لذو فضل علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون۔ اللہ کے آدمی پر بڑے بڑے احسان ہیں۔ پہلے ہم کو انسان پیدا کیا۔ اگر کتے یا سور بنا دیتا تو ہم کیا دخل دے سکتے تھے۔ پھر چوپہ یا چار پا بنا دیتا تو ہم کیا دخل دے سکتے۔ پھر کمزور عورتوں میں پیدا کر دیتا۔ تو ہمارا کیا بس تھا۔ پھر ان کے

سے نکل کر ہم پاگل ہو جاتے یا اندھے یا بہرے یا گونگے یا اپاہج تو ہمارا کیا زور تہا۔ دیکھو اس کا ہم پر کیسا فضل ہے کہ معدوم سے موجود کیا۔ موجود ہوئے تو آدمی بنایا۔ میرے ایک دوست ذلیل قوم سے تھے۔ اون کو اس بات کا سخت رنج تہا وہ مجھے کہتے۔ جب ہم وہ پیشہ چھوڑ چکے جو ذلت کا موجب تہا۔ تو پہر لوگ ہمیں کیوں حقارت سے دیکھتے ہیں۔ میں نے کہا میرے نزدیک تمہارا ہی قصور ہے۔ یہ لقب تمہارا کسی تمہاری مخفی بدکاری کا نتیجہ ہے جو اس زمین میں تم لوگوں نے کی۔ اگر تم اس لعنتی زمین کو چھوڑ کر سومیل دور چلے جاتے۔ تو کم از کم لوگ تمہیں شیخ تو کہتے اس پر وہ بولا کہ یہاں ہماری حویلیاں ہیں یہ ہے وہ ہے۔ میں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تمہیں ان بدکاریوں سے کچھ تعلق ہے۔

یوسف کے ساتھ اللہ تعالے کا پاک معاملہ تہا۔ جس ملک میں وہ رہتا ان کیلئے ترقی کے سامان نہ تھے۔ اللہ نے انہیں ایک عجیب تدبیر سے مصر پہنچا۔ وہاں جب پہنچے تو ان کی نیکی۔ نیک نیتی۔ عاقبت اندیشی۔ علم و دیانت۔ شجاعت ایسی تہی۔ کہ مقربان بارگاہ بادشاہی سے بنادیا۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ کہ اب بھی جو کچھ ان خصلتوں کو لازم پکڑے گا ان مدارج کو پہونچے گا۔ جن پر یوسف پہنچایا گیا چنانچہ سورہ یوسف میں فرماتا ہے۔ فلما بلغ اشدہ اٰتیناہ حکما وعلما وکذٰلک نجزی المحسنین۔

پس ابہی حضرت یوسف کی طفیل بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے۔ میں بارہا بتایا ہوں کہ جب خدا کے فضل سے کوئی قوم مالدار اور آسودہ حال ہوتی ہے اور اسے عزت۔ مکان۔ اولاد۔ صحت و عافیت۔ حاصل ہو جاتی ہے تو وہ خدا کو بھلا دیتی ہے کبھی تو اس کے افراد علموں پر گھمنڈ کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک نے کہا۔ انما اوتیتہ علی علم عندی ہم مولوی فاضل ہیں یا حکیم ہیں یا مدبر ہیں۔ اس لئے ہم کو یہ کامیابی ہوئی اور کبھی مال و منال جاہ و جلال پر غرہ کرتے ہیں۔ جب قوم کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ تو پہر اس کا تنزل شروع ہوتا ہے۔ پہر بعض کی تو قطع نسل ہو جاتی ہے اور وہ بالکل بے نام و نشان ہو جاتے ہیں اور بعض حاکم سے محکوم بن جاتے ہیں اور ان کا نام عزت سے نہیں لیا جاتا۔

بنی اسرائیل پر جب یہ زمانہ آیا۔ تو وہ خدا کے احکام کو بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت و مسکنت لبس دی۔ بیگاروں میں پکڑے جاتے۔ پزاوے پکانے کا کام ان کے سپرد تہا۔ ایک صوفی لکھتا ہے انسان کا قاعدہ ہے۔ کہ جب اس کے پیٹ میں درد ہو تو پہلے وہ اپنی تدبیروں سے کام لیتا ہے۔ مثلاً فاقہ کرنا۔ پہر گہر میں جو سیانا ہو اس کی رائے پر چلنا۔ پہر اپنے محلہ کے حکیم سے مشورہ لیتا ہے۔ پہر اس طبیب سے بڑا ہو یہاں تک کہ پہر کسی اور مشہور طبیب کی طرف رجوع کرتا ہے جو کسی دوسرے شہر میں ہو آخر یہاں تک نوبت پہونچتی ہے کہ پہر وہ اس ملک کو چھوڑ کر محض علاج کی خاطر دوسرے ملک میں چلا جاتا ہے۔ جب وہاں بھی کچھ نہیں بنتا۔ تو پہر کسی خدا رسیدہ کے قدموں پر گرتا ہے۔ جب وہاں سے بھی مایوسی ہو تو پہر پکار اٹھتا ہے لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ تب خدا کی رحمت کا دریا جوش مارتا ہے اور وہ اسے شفا دیتا ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل کی حالت جب یہاں تک پہونچی۔ تو انہوں نے خدا کے حضور تضرع کیا اور موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے وہ انہیں اس ملک سے نکال لائے۔ وہاں ان کے لئے کیا تہا؟ یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم۔ اولاد کو ذبح کرنے اور عورتوں کو بے پردہ کرنے کی تجویزیں تھیں

پس یہ حذر الموت تہا۔ جس سے ہزاروں ہزار اس ملک سے نکلے۔

اب موسیٰ نے ان کو حکم دیا۔ یاقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم مگر انہوں نے بے ادبی سے کہا کہ وہ زور آور ہیں ہم سے تو مقابلہ نہیں کیا جاتا۔ جاؤ تم اور تمہارا خدا لڑو۔ اس پر اللہ نے فرمایا۔ ہم نے تمہیں زندہ قوم بنانے کے لئے اپنے نبی کی معرفت یہ حکم دیا تہا۔ نہیں مانتے تو جاؤ۔

موتوا۔ ہلاک ہو جاؤ۔ اس پر ان پر وہ حالت طاری ہوئی۔ جو ۶ پارہ سورۃ مائدہ رکوع ۴ میں درج ہے اور یہ موسیٰ کی دعا کا اثر تہا۔ جو انہوں نے ان الفاظ میں کی۔ فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین۔ فرمایا۔ فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض فلا تاس علی القوم الفاسقین۔ کہ چالیس سال خراب خستہ حال مارے مارے جنگلوں میں پہرتے رہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ جو بے ادبی میں شامل تھے۔ ہلاک ہو چکے اور چالیس سال میں ان کے بچے جوان ہوئے یا وہ لوگ رہ گئے جو بے ادبی میں شریک نہ تھے۔ تو پہر

ثم احیاہم۔ ان کو زندہ قوم بنا دیا۔ ہم سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہی مر کر زندہ ہوئے۔ بلکہ متکلم۔ مخاطب۔ غائب کا ضمیر اس کے مثیل کی طرف بھی پہرتا ہے۔ متکلم کی مثال سنئے۔ ما قتلنا ھٰھنا۔ ہم اس جگہ مقتول نہ ہوتے۔ حالانکہ جو قتل ہو چکے ہیں۔ وہ کس طرح بول سکتے تھے۔ مراد ان کے مثیل ہیں۔ مخاطب کی مثال۔ واذ قلتم یٰموسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ۔ غائب کی مثال۔ ما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ۔ جس کی عمر بڑہائی گئی اسی کی گہٹانے کا ذکر بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ مراد اس کا مثیل ہے۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ۔ دشمن کا مقابلہ کرو۔ مگر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نفسانی غرض شامل نہ ہو۔

یقرض اللہ قرضا حسنا۔ قرض کے لفظ پر بعض نادانوں نے اعتراض کیا کہ مسلمانوں کا خدا مفلس ہے جو اپنی مخلوق سے قرض مانگتا ہے ایسے لوگوں کو کہنا چاہیئے گورنمنٹ بھی بینک میں روپیہ لیتی ہے تو کیا وہ غریب ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر چہ گیرد علتی علت شود کی مانند اس لفظ کے معنے بھی ہمارے ملک میں آکر بگڑ گئے قرض کے معنے ہیں۔ مال کا حصہ کاٹ کر دینا مقراض اسی سے نکلا ہے پس اب ان معنوں پر کوئی اعتراض نہیں۔

یقبض۔ اللہ لیتا ہے۔

یبصط۔ پہر اسے بڑہاتا ہے۔

من بعد موسیٰ۔ من بعد کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ موسیٰ کے زمانہ کا ہے۔

قالوا لنبی لہم۔ اس زمانہ میں جو روحانی بادشاہ ہوتا اسے نبی کہتے۔ اس قصہ میں اللہ مسلمانوں کو سمجھاتا ہے کہ ایک وقت آئے گا۔ تم میں بھی روحانی بادشاہ الگ ہو جاوینگے اور جسمانی الگ۔ چنانچہ ابوبکر و عمر رضہ کی خلافت تک روحانی و جسمانی بادشاہ جمع رہے۔ پہر ملک الگ منتخب ہوتے رہے۔

(باقی آئندہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ البقرۃ

(پارہ دوم)

بقیہ رکوع ۱۵

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ونحن احق بالملك منه ۔ یہ بہت سوچنے کی بات ہے کہ خدا کے انتخاب پر آدم سے لے کر اب تک اعتراض ہوتا چلا آیا ہے۔ پہلے آدم پر اعتراض کیا گیا۔ پھر داؤد کا ذکر کر کے دشمن نے اس کی برائی بیان کی ۔ چنانچہ کہا گیا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔

ہماری سرکار پر بھی اعتراض ہوا کہ قرآن علی رجل من القریتین عظیم پر کیوں نہ اترا۔

پھر ہمارے امام پر بھی کم اعتراض نہ ہوئے لوگ کہتے رہے کہ الائمۃ من قریش۔ امامت بنو فاطمہ کا حق ہے۔ مغلوں کو کیوں دی۔ ایک شخص نے مجھے کہا پنجاب کے ایک گاؤں کا رہنے والا ہے۔ کم از کم دہلی کا تو ہوتا۔

جواب دیتا ہے کہ۔ زادہ بسطۃ فی العلم والجسم

یہ علم و قوت میں تم سے بڑھ کر ہے۔ اس کو نہیں امتحان کو کم سے کم یہ خیال تو کرو کہ اللہ تم سے وسیع علم والا ہے اور یہ اس کا انتخاب ہے۔ وہ مالک ہے جسے چاہے سلطنت دے پھر ایک اور نشان بتایا کہ " ان یاتیکم التابوت " تمہیں ایسے دل (قلب) عطا ہوں گے جن میں تسلی ہوگی۔ یعنے اس کے زمانے میں لوگوں کے قلوب میں ایک خاص سکینت و اطمینان نازل ہوگا اور یہ

بقیۃ مما ترک آل موسیٰ وآل ھارون اور یہ وہی قوت قدسیہ کا اثر ہے جو موسیٰ و ہارون کی اولاد میں ورثہ بہ ورثہ چلا آیا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ آرام پاتے اور ان کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں اور خود بخود لوگوں کے دل ان کی طرف رجوع کرنے میں انہیں ایک خاص جذب دیا جاتا ہے ان کی تقریر میں ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ جب وہ کسی امر میں فیصلہ دیتے ہیں تو دشمن بھی اس وقت مان جاتے ہیں۔

تحملہ الملائکۃ ۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ دلوں کا اٹھانا فرشتوں کا کام ہے

۳۱ ۔ مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۶)

جہاد کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے۔ کہ فی سبیل اللہ ہو اور سپاہی اپنے افسروں کی فرمانبرداری کریں۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ بعض موقعہ پر امتحان لینا منع ہے۔ لیکن اسباب کی مثالیں بھی موجود ہیں کہ بعض موقعوں پر امتحان سے لینا چاہیئے۔ جہاں اس صورت آخرہ کی مثال اس آیت میں ہے۔ جس پر آج کا درس ہے۔

فلما فصل ۔ شہر سے جدا ہوئے۔

ان اللہ مبتلیکم ۔ ابتلاء کہتے ہیں امتحان کو جس کے ذریعے فرمانبردار اور نافرمانبردار پکے اور کچے میں امتیاز ہو جاوے۔ جب طالوت ایک فوج لے کر چلے۔ تو کئی تماش بین بھی ساتھ ہو لئے اس لئے آپ نے ایک امتحان میں ڈالا تا جو حقیقی فرمانبردار ہیں وہ میرے ساتھ رہیں۔

نھر۔ اس کے دو معنے ہیں ایک تو نہر۔ دوم ۔ آرام و آسائش ۔ چنانچہ ان المتقین فی جنت ونھر میں نہر کے معنے آسائش کے ہیں۔ نہر کے معنے ہوں تو کیا متقی نہر میں ڈوبے ہوں گے۔

فمن شرب منہ فلیس منی ۔ اس جگہ بھی میں شہد بہت تھا پس جب نہر کے معنے آسائش کے ہوں تو اس سے مراد شہد کا پینا ہے۔

الا قلیلاً منھم ۔ ایک علم ہوتا ہے ایک عمل ۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ ۔ لیس الخبر کالمعاینۃ ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یوسف کے معاملہ میں (جب ان کے پاس چوبدار آیا کہ بادشاہ تمہیں بلاتا ہے اور وہ نہ گئے) فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو چلا جاتا۔ مگر خود جب مسجد سے قریب اپنی ایک بیوی کے ساتھ کھڑے تھے اور پاس سے کچھ آدمی گزرے تو آپ نے انہیں روک لیا اور کہا دیکھو یہ میری بیوی صفیہ ہے۔

یظنون ۔ یقین کرتے ہیں۔

صبراً ۔ یہاں صبر کے معنے استقلال کے ہیں۔ حدیث میں صبر کی دعا منع ہے کیونکہ جو صبر مانگتا ہے بلا مانگتا ہے۔ ہاں ضرورت کے وقت استقلال کی دعا منع نہیں۔

قتل داؤد جالوت ۔ یہ ایک مقام ہے۔ جس پر بعض ناواقفوں کو تاریخی طور پر اعتراض کرنے کا موقعہ ملا ہے۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ جس ندی پر آزمائش ہوئی تھی وہ جدعون کے زمانے کی بات ہے۔ جہاں داؤد و جالوت کی لڑائی کا ذکر ہے وہاں ندی کا ذکر نہیں بلکہ جدعون اور طالوت میں ۲۰۰ سال کا فرق ہے۔ دوسرا اعتراض تابوت سکینہ کے متعلق ہے کہ داؤد اور جالوت کی لڑائی سے بیس سال پہلے فلسطی لوگ صندوق لے گئے تھے۔ زمین مری پڑ گئی تو ان کو وہم ہوگیا کہ ہو نہ ہو اسی صندوق کی نحوست ہے اس لئے انہوں نے اس صندوق کو ایک چھکڑے پر لاد کر بیلوں کو ہانک دیا۔ ساؤل ایک شخص تھا اس کی زمین پر چھکڑا جا ٹھہرا۔ کہتے ہیں یہ بیس برس پہلے کی بات ہے۔

تیسرا اعتراض ۔ کوئی ندی وہاں نہ تھی۔ جہاں داؤد و جالوت کی لڑائی ہوئی

ان تینوں اعتراضوں کے جواب میں یہ کہتا ہوں ۔ کہ ہم نہر کے معنے آرام و آسائش کے کرتے ہیں۔ پس ندی کے موجود نہ ہونے کا اعتراض نہ ہوا۔ دوم ۔ یہ کل باتیں تم نے سموئیل کی کتاب باب ۱۷ سے لی ہیں۔ اسی سموئیل

سمؤیل باب ۱۶ میں لکھا ہے کہ داؤد بربط نوازوں میں ذکر تھا۔ پھر لکھا ہے۔ کہ داؤد اپنے بھائی کی روٹی لے کر آیا۔ وہاں ایک عملیقی کی ساتھ جھگڑا دیکھا۔ یہ نوجوان تیز بول اُٹھے۔ میں اس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اس پر ساؤل نے کہا کہ یہ کون ہے۔ دیکھئے پہلے تو اسے بربط نواز بتایا۔ پھر یہ کہ بادشاہ کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ کون ہے۔

پھر لکھا ہے کہ اس نے کہا جو نامختونوں سے مقابلہ کرے میں اسے اپنی لڑکی دونگا اور اپنی ذرہ نکال کر دی۔ اس اختلاف کو دیکھ کر محققین یورپ نے فیصلہ دیا ہے کہ سمؤیل کا باب ۱۷ الحاقی ہے۔

پس جسکی اصلیت خود ہی مشتبہ ہے اس سے قرآن پر اعتراض صحیح نہیں۔ پھر ہم پوچھتے ہیں تمہاری تاریخوں میں طالوت کا لفظ کہاں ہے پس یہ کہنا کہ اس کا نام ساؤل تھا یا نہ تھا فضول ہے۔ کیونکہ قرآن شریف نے ان میں سے کسی کا نام ہی نہیں لیا۔ جہاں طالوت کا ذکر ہے وہاں جالوت کا نہیں اور جہاں جالوت کا ہے وہاں طالوت کا نہیں۔

پس دونوں کا زمانہ متحد کہاں سے ثابت ہوا۔ پھر ہم کہتے ہیں طالوت کے معنے ہیں۔ سیلیم قدوالا ہے۔ بائبل میں بھی بلے قد والا ہی لکھا ہے۔ پس یہ نام نہیں ایسا ہی جالوت اس کو کہتے ہیں جو میدان میں جولان کرے۔ پس اس طرح کوئی اعتراض نہیں رہتا کیونکہ یہاں کسی کا نام ہے ہی نہیں۔ پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ داؤد کا مقابلہ جہاں ہوا۔ وہاں شورق نام ندی ہے۔ پرانے جغرافیے جو ہیں۔ ان میں اس کا موقعہ موجود ہے۔ پھر آخری فیصلہ کے طور پر ہم کہتے ہیں۔ کہ تمام صحیح قرآن میں فھزموھم باذن اللّٰہ پر وقف ہے۔ پس وہ قصہ الگ ہے اور یاالگ

ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعضٍ

کئی موقعہ پر میں اس کی تفصیل کر چکا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ نے خود اپنی مرضی سے جہنوں میں اختلاف رکھا ہے اور اسی پر کارخانہ عالم کا دارومدار ہے۔ اگر جہان میں سب اسی خیال کے ہوں۔ کہ بھنگی کا کسب بُرا ہے۔ تو اعلےٰ قوموں کی زندگی وبال جان ہوجاتی۔

در مدحِ قرآن کریم

از نورِ پاک قرآں صبحِ صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد
ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا
ویں یوسفے کہ تن ہا از چاہ برکشیدہ

از مشرقِ معانی صدہا دقائق آورد
قدِّ ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ

کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ

آں نیّرِ صداقت چوں رو بعالم آورد
ہر بومِ شب پرستے در کنجِ خود خزیدہ

روئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا
الّا کسیکہ باشد با رویش آرمیدہ

آنکس کہ عالمش شد شد مخزنِ معارف
واں بے خبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ

بارانِ فضلِ رحماں آمد بمقدمِ او
بدقسمت آنکہ از وے سوئے دگر دویدہ

میلِ بدی نباشد الّا رگے ز شیطاں
آں را بشر بدانم کز ہر شرے رمیدہ

اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی
تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ

میلم نماند باکس محبوبِ من توئی بس
زیرا کز اں فغاں رس نورت بمارسیدہ

یہاں دوسرے پارے کے نوٹ ختم ہوئے۔

یہ پارہ بقیمت ۳/ دفتر اخبار بدر سے ملسکتا ہے۔

یہ سب چیزیں خادم ہیں۔ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض۔ پس جو مخدوم ہونیکی بھی حیثیت نہیں رکھتی وہ تمہاری معبود کس طرح بن سکتی ہیں۔ انجیل وید۔ ژند وستاپدہ کی تعلیم میں بین سے عظمت الہی کی یہ راہیں ہرگز نہیں پائیں۔ قرآن کا ایک ایک رکوع مسلمانوں کو توحید کا سبق دیتا ہے۔ پھر بھی اگر یہ شرک میں گرفتار ہیں تو ان کی بدقسمتی۔ کیا خوب فرمایا۔ ابغیکم الھًا وھو فضلکم علی العالمین۔ تم خود جہان والوں سے افضل۔ اور پھر انہی میں سے کوئی چیز تمہاری معبود بنے؟

پھر اسلام میں امام اخلاق کی نسبت دیکھو۔ کہ شراب سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا کیونکہ یہ سب برائیوں کی جڑ ہے ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہوگیا اس نے کہا وصل کی شرطیں اس بت کی پرستش کرو (۲) خاوند کو قتل کردو۔ شراب پی لو۔ اس نے کہا کہ ایک شراب پینا مان لیتا ہوں۔ باقی بہت خوفناک گناہ کے افعال ہیں نہ کرونگا جب شراب پی۔ تو پھر دوسری چیزوں کا بھی مرتکب ہوگیا۔

اسلام کا تیسرا اصول۔ پردے کی تعلیم ہے۔ کسی کتاب میں جو خدا کی طرف سے منسوب کیجاتی ہے یہ تعلیم نہیں پائی۔ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم اور قل للمومنات یغضضن من ابصارھن۔ مومن مرد اور عورتیں نیچی اور نیم باز نگاہیں رکھنے کی عادت ڈالیں۔

دیکھا۔ جامع الاثم (خمر) اور حبائل الشیطان (عورت) سے کس طرح روکا پھر نماز کی تاکید کی جو شخص پانچ نمازوں کا پابند ہے وہ کبیرہ گناہ شراب وغیرہ کا ارتکاب بھی نہیں کریگا۔ پھر اسلام میں مال حرام سے ممانعت کی۔ شراب وغیرہ کا پینا مال کثیر پر موقوف ہے اور مال کثیر زیادہ تر طریق حرام ہی سے آتا ہے اس لئے منع کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ اللّٰھُمَّ ارزق آل محمد قوتًا۔

پھر اسلام میں جزا و سزا کا مسئلہ ہے یہ بھی کل گناہوں سے روکنے والا ہے پھر اسلام کا یہ اصل کہ وہ تمام پسندیدہ امور کے کرنے اور قبیح امور کے نہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے، حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک موقعہ پر فرما رہے تھے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

ایک قوم نے اپنا سفیر واسطے تحقیق دین اسلام کے بھیجا تھا وہ یہ کلمہ سنتے ہی واپس گیا اور اپنی قوم سے جاکر کہا سب مسلمان ہو جاؤ وہ حیران ہوئے تو اس نے بتایا کہ جس مذہب کا اصل امر بالمعروف نہی عن المنکر ہو وہ کون کہ برا ہو سکتا ہے بلکہ اس میں داخل ہونے والا بڑا ہے۔

فمن یکفر بالطاغوت۔ طاغوت۔ طغوت سے نکلا ہے حد بندی سے آگے بڑھنے والے کو طاغی کہتے ہیں۔ سیلاب کو بھی طغیانی اسی لئے کہتے ہیں کہ پانی ندی کی حد مقررہ سے باہر نکل کر اچھلتا ہے۔

شریعت نے ہر بات کے لئے حد رکھی ہے پس جو اس حد سے نکلا ہے وہ طاغی ہوا اور جو تمام حد بندیوں کو توڑ کر نکل جاوے وہ طاغوت کہلاتا ہے۔ پس جو ذات حق سبحانہ کا جو منزہ ہے تمام عیوب و نقائص سے اور جامع ہے کمالات و خوبیوں کا۔ فرمانبردار ہو۔ تو فقد استمسک بالعروۃ الوثقی۔ اس نے بڑی مضبوط

پکڑنے کی چیز کو پکڑا۔ عروہ کہتے ہیں پکڑنے کی چیز کو۔

اللہ ولی الذین۔ اللہ جو سمیع علیم ہے اس کی پہچان کیا ہے فرماتا ہے کہ وہ مومنوں کا ولی بن جاتا ہے۔

اب مومنوں کی پہچان بتاتا ہے کہ وہ ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آتے جاتے ہیں۔ ظلمت کیا ہے جس میں تمیز نہ رہے۔ روشنی کیا ہے جس میں تمیز ہو سکے۔ معمولی روشنی سورج کی ہے پھر اس سے بڑھ کر نور طب ہے۔ جس سے انسان کے اندرونی امراض معلوم ہوں پھر اس سے بڑھ کر نور فلاسفہ ہے کہ وہ خط و خال سے۔ بال سے۔ آواز سے۔ ناک سے ہونٹ سے کسی کے اخلاق پر آگاہ ہو جاتے پھر جن کو اس سے بھی بڑھ کر انوار ملتے جاویں وہ مومن ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ اتقوا من فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ پس مومن ہونے کا نشان ہے کہ اس انسان کی قوت متمیزہ بڑھتی جاتی ہے اور وہ آہستہ آہستہ تاریکیوں سے نکل کر انوار میں آتا جاتا ہے اور اپنی حالت میں دن بدن نمایاں تبدیلی پاتا ہے۔

ظلمتیں بھی کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک رسم کی۔ مثلاً شادی آگئی اب رسم کہتی ہے کہ دس ہزار روپیہ خرچ کرو۔ اب گھر میں تو اپنے روپے ہیں نہیں بس ساہوکاروں کے پاس جاتا ہے وہ سود مانگتا ہے۔ خدا فرماتا ہے جو سود دیتا یا لیتا ہے۔ وہ خدا سے جنگ کرتا ہے۔ پھر اسی طرح بڑھتے بڑھتے ایک گناہ سے کئی گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے

پھر عادت کی ظلمت ہے۔ یہ عادت بری بلا ہے جس چیز کی عادت پڑجاوے وہ پیچھا نہیں چھوڑتی۔ بعض کو قصہ سننے کی دھت ہوتی ہے۔ بعض کو ناول پڑھنے کی بعض کو چار پینے کی۔ حقہ پینے کی۔ پان کھانے کی۔

پھر ظلمت ہے شہوت۔ حرص۔ غضب۔ سستی۔ کاہلی۔

بس یہ بات یاد رکھو کہ جس تعلیم سے قوت ممیزہ بڑھے وہ سچی ہے۔

۳۔ اپریل ۱۹۰۹ء سبق ۶

(رکوع ۳)

یہ تو میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اس ساری سورۃ کا مقصد دشمن سے مقابلہ کے لئے طیار کرنا ہے اور اس کے ضمن میں تمام قسم کی سچائیاں اور فضائل اور تقوے کی راہیں بتادی ہیں۔ اور یہ [illegible] الی اولٰئک ھم المفلحون سے اس مضمون کو شروع کیا ہے اور یہاں اب بتایا جاتا ہے کہ [illegible] ہے وہ سمجھتا ہے کہ مقابلہ میں کامیاب ہو جاؤنگا۔ اور اس غریب جماعت کو ہلاک کردونگا۔ مگر آخر وہ خود ہلاک ہوتا ہے۔ یہ مخالف نادانی سے انبیاء کے ہمراہیوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ نوح کے ماننے والوں کو اس کی قوم کے امراء کہتے ہیں۔ اراذلنا بادی الرائے [illegible] علیہ السلام کو بھی فرعون نے یہی کہا۔ الم نربک فینا ولیدا و لبثت فینا من عمرک سنین۔

کیا ہم نے تمہاری پرورش نہیں کی اور تو اپنی عمر کے بہت سال یہاں نہیں

گذار چکا۔ اس کا جواب موسیٰ نے ہی کیا خوب دیا۔ ۱

وتلك نعمة تمنها علی ان عبدت بنی اسرائیل۔ کیا یہ کوئی بڑی نیکی ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتا رہا ہے۔ حالانکہ اس کی جڑ یہ ہے کہ تو نے تمام بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے بس کیا ہوا۔ اگر ان کے ایک بچے نے تمہارے ہاں پرورش پائی۔ اگر تم پرورش نہ کرتے تو کیا اس کے ماں باپ پر اس کی روٹی دوبھر تھی۔ غرض پاک لوگوں اور ان کے اتباع کو یہ نادان حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ ان کو مقابلہ میں ذلیل کرتا ہے چنانچہ اس کے ثبوت کے لئے حضرت ابراہیمؑ کا قصہ بیان کیا ہے آپ کی قوم مجوسیوں کی تھی۔ جو سورج چاند کی پرستش کرتے تھے۔ انہیں جس کو خدا نے حکومت دی تھی۔ ابراہیم نے کہا۔ کہ ربی الذی یحیی ویمیت۔ میرا رب ہی ہے کہ جو آبادی اور ویرانی کرتا ہے۔ یہاں احیاء و اماتت کے یقیناً یہی معنے ہیں غلطی کرتے ہیں وہ جو یہاں زندہ کرنے اور مارنے کے معنے لیتے ہیں کیونکہ یہ تو ایک بیوقوف سے بیوقوف بھی دعوی نہیں کرتا کہ حیات و ممات طبعی کا موجد میں ہوں۔ اس کے ثبوت میں ہم موت کے کئی معنے پیش کرتے ہیں جو لغات عرب سے ثابت ہیں۔ موت کے ایک معنے ہیں۔ نشو و نما کے۔ چنانچہ فرمایا

یحیی الارض بعد موتها۔ اور احیینا به بلدة میتاً۔

(۲) احساس کا دور ہونا۔ قویٰ کا زوال۔ جیسے اس آیۃ میں یالیتنی مت قبل ھذا۔ وکنت نسیاً منسیاً۔ مرجانے کی دعا جیسے احادیث میں منع ہے ایسے ہی تورات میں بھی۔ بس مریم اپنے لئے موت کی دعا نہیں کرسکتی تھیں۔

(۳) زوال عقل۔ افمن کان میتاً فاحییناه۔ یعنے کم عقل۔ بے ایمان۔ انسانیت سے نابلد تھے آخر وہ انبیاء کی پاک صحبت سے عقلوں والے ہوگئے۔

(۴) حزن مکدر للحیاۃ۔ یاتیه الموت من کل مکان وما هو بمیت۔ ہر طرف سے دکھ اور حیات کو مکدر کرنے والے آئینگے۔

(۵) نیند کے معنے۔ سونے کے بعد اٹھے۔ تو یہ دعا احادیث میں آئی۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد اماتنا۔

(۶) قوت حیات کا بطلان۔ انك میت وانهم میتون۔

(۷) جن کا بدلہ نہ لیا جاوے وہ بھی مردہ ہیں۔ سبعہ معلقہ کا ایک شعر ہے۔

ان نبشتم مابین ملحة فالصاقب۔ فیها الاموات والاحیاء۔

لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء۔ زندہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ ان کا بدلہ لیا جاوے گا۔ غرض یہ موت کا لفظ متشابہ رنگ میں آیا ہے۔ پس جو راسخ فی العلم ہوتے ہیں وہ ممتعت المعانی۔ الفاظ کو حسب موقعہ معنے کا لباس پہناتے ہیں۔

(۸) زرقی کے رک جانے کو نام ہی موت ہے۔ (۹) فقر کا نام ہی موت ہے،

(۱۰) موت العقل۔ موت العلم اور ذلت کا نام ہی موت ہے۔ اول من مات ابلیس۔ پس یہاں حسب موقعہ موت کے معنے ویرانی کے ہیں۔

ابراہیم نے کہا کہ آبادی و ویرانی میرے رب کے اختیار میں ہے وہ کافر بولا نہیں۔ یہ کام بادشاہوں کے متعلق ہے میں بھی بادشاہ ہوں۔ پس یہ تو میں ہی کرسکتا ہوں۔ سبحان اللہ انبیاء کی کیا عقل ہوتی ہے۔ فرمایا۔

ان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بها من المغرب۔ نادان خیال تو کر تو اپنے مذہب کو چھوڑ بیٹھا ہے۔ تم تو سورج کی پرستش کرتے ہو اس وجہ سے کہ فصول وغیرہ کو اس سے وابستہ سمجھتے ہو۔ اب اگر احیاء و اماتت (ویرانی۔ آبادی) تمہارے اختیار میں ہو تو گویا سورج تمہارا معبود نہیں بلکہ وہ تمہارے قبضہ اختیار میں ہے پس اگر یہ بات ہے تو تم اس کی چال پر ذرا حکومت دکھاؤ۔

جن لوگوں کی اس نکتہ چینی کی سمجھ نہیں آئی انہوں نے کہا کہ ابراہیم نے ان اللہ یاتی کہہ کر تبدیل استدلال کیا ہے اور صوفیوں نے یہ بتایا ہے کہ پہلی دلیل کو توڑی کیا ہے یہ بات یاد رکھو کہ انبیاء کا طریق مباحثات میں یہ ہے کہ وہ اپنا آپ درمیان سے نکال لیتے ہیں۔ وہ جناب الٰہی کے حکم کے نیچے ہوکر کام کرتے ہیں اس لئے مناظروں میں ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں اور وہ کافر مبہوت کا ہوکر رہ گیا۔

ایک بات یاد آئی کہ ابن صیاد کے پاس نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) گئے اور اسے کہا میرے دل میں کیا ہے اس نے کہا۔ دخ۔ آپکے دل میں یوم تاتی السماء بدخان مبین۔ اس نے بتایا۔ کہ دخ کے متعلق کوئی مضمون ہے آپنے فرمایا۔ وخسأ لم تعدو قدرک۔ ذلیل رہ اس سے نہیں بڑھیگا۔ مطلب یہ تھا۔ کہ آئندہ ہم احتیاط کریں گے جناب الٰہی کے حکم کے نیچے حسب دستور مناظرہ ہوگا۔ پھر تو کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔

۵۔ اپریل ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۳)

اوکالذی مر علی قریة۔ اس آیۃ شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی سمجھایا ہے کہ انسان جب اللہ کے حضور کامل یقین سے دعا کرتا ہے تو وہ کبھی محروم نہیں رہتا۔

دعا میں تین مشکلات لوگوں کو پیش آئی ہیں ایک تو یہ کہ وہ خدا کی خدائی اور اس کی حکمتوں پر ایمان نہیں لاتے۔ قسم قسم کی [illegible] نہیں کرتے ہیں۔ جن کا نتیجہ ان کے حق میں اچھا نہیں ہوتا۔ خدا تعالےٰ جب قبول نہیں کرتا تو وہ نادانی سے دعا ہی کے منکر ہو جاتے ہیں حالانکہ اگر ان کی یہ دعائیں قبول ہوں تو دنیا فنا ہو جائے۔ عورتوں ہی کو لو۔ وہ بچوں سے تنگ آکر انہیں کس طرح کوستی ہیں ایک عورت ایک نئی قسم کی بددعا دیا کرتی تھی وہ یہ کہتی۔ " لوہے کا جھاڑو۔ لوہے کا جھاڑو " مطلب یہ تھا۔ کہ ایسا صفایا ہو کہ کوئی نام و نشان نہ رہے۔ اسی طرح گنوار۔ زمیندار اپنے مویشیوں کے حق میں بددعائیں دیتے ہیں ادھر فریق ثانی بھی۔ اب اگر دونوں کی دعائیں خدا تعالےٰ سن لے تو ایک بھی نہ رہے۔ پھر دوسری بات [illegible] جب ایک خاص نقطہ تک پہونچتی ہے تو اسے قبولیت کا جامہ پہنایا جاتا ہے بعض لوگ دعا کرتے ہی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں مگر یہ نہیں ہوتا تو گھبرا اٹھتے ہیں۔ پھر بعض لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو اس نکتہ معرفت سے بے خبر ہیں۔ کہ دعا ضائع نہیں جاتی۔ بلکہ اگر وہ مقصد حاصل نہ ہو تو اس کا فائدہ ضرور ہے۔ کہ معاصی کے نتائج اور آنے والی بلاؤں سے بچا لیتی ہے۔ یہاں ان آیات میں جو مذکور ہے اس کی اصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل جب شرارت میں حد سے بڑھ گئے تو خدا تعالےٰ نے ان پر ذلت و شکست بھیج دی۔ وہ بابل میں جلاوطن کئے گئے پھر جب انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ تو ان میں حزقیل۔ عزرا۔ دانیال سے برگزیدہ پیدا ہوئے حزقیل نے ان کے لئے بہت دعائیں کیں اور گھبرا کر پکار اٹھے کہ اب یہ مردہ قوم کب زندہ ہوگی۔ یہ ویرانہ کب آباد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو رویا میں سب کچھ دکھایا۔ یہ ایک عام سنۃ اللہ ہے۔ کہ جس بات کی تورات میں تفصیل ہو۔ قرآن شریف اس کی طرف اجمالی

اشارہ کیا ہے اور جس کا تذکرہ میں مجمل بیان ہو۔ قرآن شریف اُسے مفصل بیان کرتا ہے
وہی قصہ کہ توریت میں خوب کھولا گیا ہے۔ وہاں حزقیل باب ۳۷ میں صاف لکھا ہے کہ
حزقیل نے خواب دیکھا ایک وادی میں ہڈیاں بھری ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نبوت (پیشگوئی)
کرو .. .. جو سچ بات ہو اس کی مثالیں بہت مل جاتی ہیں
چنانچہ اس طرز کی ایک رؤیا ابو حنیفہ کی بھی ہے کہ آپ نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی قبر میں ہڈیوں کو اکٹھا کر رہے ہیں۔ معبرین زمانہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول کریم
کے سچے علم میں ایک بے خبری کا مرض آگیا تھا آپ کے ذریعہ سے اب یہ دین از سر نو زندہ ہوگا
اماتہ اللہ۔ کے متعلق میں یہ بھی سنائے دیتا ہوں کہ بعض وقت نبی، امت کا
قائم مقام ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج میں دودھ اور شراب
پیش کیا گیا تو آپ نے دودھ پیا تب جبرئیل نے بتایا کہ اگر آپ شراب پیتے تو تمام اُمت بدکار ہو جاتی
ایسا ہی ایک مقام پر قرآن کریم میں آیا ہے۔ "یاایہا النبی اذا طلقتم النساء" پہلے نبی سے
خطاب ہے۔ مگر پھر آگے چل کر کہہ دیا ہے کہ نبی قائم مقام اُمت ہے۔ پس اماتہ اللہ سے قوم
کی ویرانی و تباہی مراد ہے جو پورے سو سال تک رہی۔ پھر وہ قوم از سر نو زندہ ہوئی۔
غرض حزقیل کو خدا نے وہ نظارہ رؤیا میں دکھایا۔ حزقیل اپنے قیاس سے یوم و
بعض یوم کہتے ہیں مگر خدا تعالیٰ اسے سو سال بتاتا ہے مگر ساتھ ہی بتایا ہے کہ تم بھی بچے ہو کیونکہ
طعام و شراب پر سال نہیں گزرنے اور وہ ایسے ہی۔ یہ بات ممکن ہے۔ چنانچہ سورہ یوسف میں
ایک ذکر ہے کہ بادشاہ نے چودہ سال قحط و سرسبزی کے ایک آن میں دیکھے۔ لیے بعض لوگ
کہتے ہیں کہ رؤیا کا لفظ یہاں نہیں یہ ان کی غلطی ہے۔ انی رأیت احد عشر کوکبا والشمس
والقمر رأیتہم لی ساجدین۔ اس ... کے لئے خواب کا اظہار ضروری نہیں ہوتا۔
حضرت صاحب سے میں نے ایک دفعہ اس آیت کے معنے دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے
جناب الٰہی میں توجہ کی تو مجھ پر یہی کھلا کہ وہ شخص واقعی مر گیا تھا عرض کیا کہ پھر سو سال کے
کے بعد اٹھنا کیا معنے؟ فرمایا۔ کہ انبیاء کو مرنے کے بعد ایک حیات دی جاتی ہے ہمارے
نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) نے بھی فرمایا تھا۔ کہ میں چالیس دن کے بعد زندہ کیا جاؤں گا
پھر عرض کیا کہ وہ آیۃ کس طرح بنے۔ فرمایا۔ کیا مردہ آیت نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرعون کی
نسبت فرماتا ہے۔ لمن خلفک آیۃ۔ چونکہ میری طبیعت میں شرم اور ادب
بہت تھا اس لئے میں نے یہ نہ پوچھا کہ انظر الی طعامک وشرابک لم یتسنہ کا کیا
مطلب ہوا۔
قاضی میر حسین صاحب نے بھی ایک معنے کئے ہیں وہ اماتہ کے معنے باستدلال آیۃ یاتیہ
الموت من کل مکان پریشانی و پراگندگی کرتے ہیں۔ اماتہ اللہ مائۃ عام سے یہ مراد ہے کہ
حزقیل کو خدا نے سو سال تک غم اور پریشانی اور حزن مکدر للحیاۃ میں رکھا۔ بیس برس کی
عمر میں حزن پیدا ہوا۔ یوروشلم تباہ ہو چکا تھا۔ ۷۰ برس تباہی رہی۔ ۳۰ برس میں آباد ہوئی
پھر اللہ تعالیٰ نے یوروشلم کو آباد کر دیا تو عزیز نبی تشریف لائے۔ دیکھا کہ جہاں پانی نہ تھا۔
وہاں کھانے پینے کی تمام چیزیں تازہ و تازہ بتو (نہ کہ سڑی بسی) موجود ہیں بلکہ مال مویشی اور سواری
کے جانور ہیں۔ یہ معنے بھی کسی وقت دلچسپی سے خالی نہیں۔
وانظر الی العظام۔ یہ انی یحی کب اور کس طرح زندہ کرے گا۔ کا عقلی جواب ہے۔
کہ تم اپنی ہڈیوں ہی کو دیکھو۔ کہ اللہ انہیں آہستہ آہستہ کس طرح اٹھاتا ہے۔

جہاد میں اس قصے کے بیان کا یہ فائدہ ہے کہ خدا نے فرمایا۔ ویرانی اور آبادی میرے
اختیار میں ہے پس تم اپنے لوگوں میں سے کسی کے قتل ہو جانے پر حزن مت کرو
تم اس پر کامل یقین کرو۔ وہ ہمیں ایک زندہ قوم بنا دیگا۔
میں نے ایک مشہور مفسر کو دیکھا ہے کہ اس نے عام کے معنے دن کے کئے ہیں
تو اس لحاظ سے مائۃ عام سے ۱/۲ ۳ چلے مراد لیتا ہے جو حزقیل نبی کو دعا و اضطراب میں جو
ایک قسم کی موت ہی کاٹنے پڑے یہ معنے قاموس نے لکھے ہیں مگر قاموس نے غلطی
کھائی ہے۔ وہ لفظ دراصل عیام ہے جسے وہ عام سمجھا۔

۶۔ اپریل ۱۹۰۹ء
(بقیہ رکوع ۳۵)

اذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتیٰ۔ یہ تیسری مثال بھی جہاد کے متعلق
ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ۔ جب اللہ کی راہ میں مارا جاتا ہے۔ تو مزور اللہ اس کو ایک
موت بخشتا ہے اور اس پر ایک فضل ہوتا ہے وہ اپنے رب سے رزق پاتا ہے ابراہیم
جو مختار کے باپ تھے انہوں نے اس نظارہ کو دیکھنا چاہا کہ اس عالم میں شہداء
کس طرح زندہ کئے جاتے ہیں۔
کیف۔ سے کسی کا وہم ہو سکتا تھا کہ شاید آپ مانتے نہ تھے اس لئے اس وہم کو سوال
و جواب کے پیرائے میں دور کیا۔
اولم تؤمن ۔ ایمان نہیں۔
قال بلیٰ ۔ کیا کیوں نہیں۔
ولکن لیطمئن قلبی۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ دید و شنید میں فرق ہے میں
نظارہ قدرت کو دیکھنا چاہتا ہوں۔
فخذ اربعۃ من الطیر۔ چار پرندوں کے لانے کا حکم دیا۔ چار کی تعداد اس لئے
مناسب ہے کہ انسان کی بھی چار ہی خلطیں ہوتی ہیں۔
فصرھن۔ صر کے عربی میں دو معنے ہیں ایک اپنی طرف مائل کرنا۔ ایک شعر یاد آگیا۔
وما صید الاخلاق فیہم جبلۃ ۔ ولکن اطراف الرماح تصورھا۔
ابن عباس نے بھی اس کے معنے املہن کئے ہیں۔ الی کا صلہ بھی یہی معنے چاہتا ہے۔
دوسرے معنے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے ہیں میرے نزدیک کلام الٰہی میں جتنی وسعت ہو سکے کرنی
چاہیئے پس دونوں معنے صحیح ہیں۔
یاتینک سعیاً پہلے کے مطابق یہ مطلب ہو کہ جب تھوڑی سی ربوبیت کا
اثر ہے کہ تم ان کو اپنی طرف بلاؤ۔ تو تمہاری طرف دوڑے آتے ہیں تو پھر رب الارباب کے
بلانے سے کیوں نہ آئیں گے۔
دوسرے معنے کے لحاظ سے یہ مطلب ہے کہ خدا نے اون کو دوسرے
عالم میں زندہ کیا۔ اور یہ کیفیت کشف میں ابراہیم کو دکھا دی۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

سوال کرتا پھرتا ہے اگر واقعی احتیاج سے سوال کرتا ہے تو بھی اپنے لئے قول معروف کہے کہ کیوں عجز اختیار کر رکھا ہے کوئی پیشہ اختیار کر ایسا ہی اگر مسؤل کے پاس اور دیتا نہیں تو استغفار کرے کہ جود و سخا شمر ثمرات طیبہ کے لئے شرح صدر عطا ہو اگر پاس کچھ نہیں اور دینا چاہتا ہے تو بھی استغفار کرے۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے کشائش دے یا سائل کے لئے استغفار کرے ایسا ہی وہ سائل جو ہے اگر باوجود مال کا مالک ہونے کے مانگتا ہے تو استغفار کرے کہ کیوں خواہ مخواہ ذلت میں گرتا ہے اگر واقعی ہے نہیں پھر بھی استغفار پڑھے کہ اللہ اپنی جناب سے رزق دے اور سوال کی ذلت سے بچا رہوں

غنی حلیم۔ اللہ کو اپنی ذات کے لئے صدقوں کی کچھ پرواہ نہیں وہ حلیم ہے۔ اور

الصدقۃ تطفئ غضب الرب

ربوۃ۔ اس کے معنے بعض مترجموں نے غلطی سے اونچی جگہ یا ٹیلہ کئے ہیں یہ غلط ہے۔ یہ ربو سے ہے جس کے معنے ہیں بڑھنا۔ پس ربوہ اس زمین کو کہتے ہیں جس میں بیج جلد نکل آوے اور بہت کثرت سے پھولے پھلے۔ پنجاب میں ایسی زمین کو نیائیں بولتے ہیں اور پہاڑوں کے قریب بجرہ۔

وابل۔ بڑا مینہ۔

ضعفین۔ معمول سے بہت بڑھ چڑھ کر۔ تثنیہ کبھی کثرت کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے لبیک۔ سعدیک۔ فارجع البصر کرتین

تثبیتاً من انفسہم۔ کسی کے کہنے سننے سے نہ ہو۔ فوری جوش نہ ہو بلکہ دل کے پکے ارادے سے ہو پہلے بتایا خرچ کیوں کرو۔ پھر بتایا خرچ کس طرح کرو۔ ریا کے لئے نہ ہو۔ احسان نمائی اور تکلیف دہی نہ ہو۔ دلی محبت سے محض اللہ کی رضامندی کے لئے ہو۔ اب ایک دنیوی مثال دیتا ہے کیونکہ اللہ اپنی پاک باتیں جو رسولوں کی زبان پر دنیا کو پہونچاتا ہے اس کے نمونے دنیا میں رکھے ہوئے ہیں۔ (۸۔ اپریل بقیہ رکوع ۳۶)

ایود احدکم۔ اس آیۃ میں تمام درختوں میں سے نخیل و اعناب کا ذکر بالخصوص اس لئے کیا ہے کہ یہ بہت اعلیٰ قسم کے درخت ہیں۔ رسول کریم نے مومن کو کھجور کے درخت سے تشبیہ دی ہے اس لئے کہ اس میں چند خاصیتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ اس کے پتے ہوا سے نہیں جھڑتے۔ مومن کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ وہ قسم قسم کی مصیبتوں میں گھبرا نہ اٹھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھ پر بہت سی مصیبتیں یک لخت ٹوٹ پڑیں۔ میں جماعت کرانے لگا الحمد سے [illegible] ... دل سے سوال کیا کہ تو ایک قوم کا امام ہو کر الحمد پڑھنے لگا ہے کیا واقعی تیرا قلب شرح صدر سے اللہ کے حضور میں شکر گذار ہے اس وقت بہت اضطراب کا وقت تھا ایک طرف یہ خیال کہ مقتدی منتظر ہیں دوسری طرف یہ کہ اگر نہیں پڑھتا تو مقتدیوں کو ابتلاء ہے اور اگر پڑھتا ہوں اور شرح صدر سے نہیں پڑھتا ہوں تو یہ بھی ٹھیک نہیں۔ قربان جاؤں اپنے مولیٰ کے معاً اس نے میری دستگیری کی اور سمجھایا۔ ہم کوئی مصیبت بھیجتے ہیں اور اس پر اگر کوئی شخص صبر کرتا ہے تو ہم اسے بہتر سے بہتر بدلہ دیتے ہیں۔ بس ایک کوڑی ضائع کرنے سے پونڈ ملے تو رنج کی کونسی بات ہے۔ اب کیا معلوم کہ اس میں کس قدر انعامات میرے لئے مخفی ہیں۔

پھر مصیبتیں گناہوں کا کفارہ ہیں گناہوں کے عوض میں جو سزا مجھے ملنی تھی وہ خدا جانے کس قدر تکلیف دہ ہوتی۔ پھر یہ مصیبت موجودہ جو ہے اس پر بھی شکر کا مقام ہے کہ خدا اس سے بڑھ بڑھ کر مجھے مصیبتیں پہونچ سکتا تھا۔ میری ناک کٹ جاتی میں بے عزت ہو جاتا۔ تباہ ہو جاتا۔ کوئی عضو ہی جاتا رہتا۔ لڑکا ہی نافرمان ہو جاتا تو کس قدر دکھ کا موجب ہوتا۔

پس جب اس نے مصیبت پر انا للہ پڑھنے والے کو نعم البدل دینے اور عام رحمتوں سے ممتاز فرمانے کا وعدہ کیا ہے تو میں کیوں شرح صدر سے الحمد نہ پڑھوں اس کے بعد الحمد پڑھی۔ غرض مومن کو چاہیئے کہ وہ مصیبتوں میں گھبرا نہ اٹھے۔

پھر کھجور میں ایک اور خاصیت ہے کہ اس کے پھل سال بھر قائم رہتے ہیں اسی طرح مومن ہر حالت میں دوسرے کے لئے مفید بنتا ہے اس کے لئے کوئی خاص موسم نہیں۔ تیسری بات کھجور میں یہ ہے کہ وہ غذا کا کام بھی دیتی ہے اور شربت کا بھی۔ گٹھلی گھوڑوں کو دیتے ہیں مقوی ہوتی ہے۔ اس کی لیف سے قسم قسم کی رسیاں اور باریک تاروں سے بستر بنتے ہیں۔ پتوں کی چٹائیاں۔ فرش اور صندوق بنتے ہیں۔ شاخوں کی الماریاں۔ ایسے ہی انگور ہے۔ اس کا منقہ بھی غذا اور شربت دونوں کا کام دیتا ہے۔ پھر اس کے پتے بھی مفید ہیں۔ گو عام طور سے استعمال نہیں ہوتے۔ پھر وہ باغ بھی ایسا ہو کہ اس میں نہریں جاری ہوں۔

من کل الثمرات۔ سیب سنگترے۔ فالسے کیلے وغیرہ۔ غرض اس باغ پر ساری عمر کا سرمایہ لگا چکا ہے اور اب کوئی امکان باقی نہیں۔

اعصار۔ اب اس پر کوئی بلا آ جاوے جو اسے دبوچ لے اور وہ جل بل کر خاک سیاہ ہو جاوے تو کیسی بری بات ہے۔ اسی طرح کوئی خیرات تو کرتا ہے مگر وہ ان ہدایات کے مطابق نہیں جو حق سبحانہ نے بتائے تو پھر سب خرچ اکارت جاویگا۔ ختم رکوع

ولا تیمموا الخبیث منہ۔ ایک قصہ یاد ہے کسی ملاں کے پاس لڑکا دودھ لایا اس نے کہا تم تو کبھی نہیں لائے آج کیا بات ہے۔ اس نے کہا کتا اس میں منہ ڈال گیا تھا۔

الشیطان یعدکم الفقر۔ بعض وقت انسان کچھ دینا چاہتا ہے مگر دل میں طرح طرح کے وسوسے اٹھتے ہیں کہ یہ خرچ در پیش ہیں اگر اس طرح سخاوت کی تو پاس کچھ بھی نہ رہیگا ان کے متعلق فرماتا ہے کہ شیطان تو یہ کہتا ہے۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ جو تم خلوص قلبی سے خرچ کروگے میں اسے بڑھا دونگا۔

فحشاء۔ بخل کرنے میں یہاں یہی معنے ہیں۔

یؤتی الحکمۃ۔ حکمت کی یہی باتیں ہیں جو بیان ہوئیں۔ بعض نادان طبابت کو حکمت کہتے ہیں یہ نادانی ہے۔

ویکفر عنکم سیاٰتکم۔ صدقہ ضرور رد بلا ہے ایک شخص کو پھانسی کا حکم ہوا۔ راہ میں اس نے کسی سے دو پیسے مانگے۔ [illegible] ... کہ اس نے دو روٹیاں خریدیں اور آگے چل کر کسی مسکین محتاج کو دیدیں۔ ادھر اس کے گلے میں رسہ ڈالا گیا۔ ابھی تختہ نیچے سے کھینچا نہیں تھا کہ حکم آگیا کہ پھانسی ملتوی کردو۔ کچھ تحقیقات باقی ہے۔ آخر الامر وہ رہا ہو گیا۔ دیکھا یہ دو روٹیاں آدمی کی جان بچا گئیں۔

۸۔ اپریل ۱۹۰۹ء رکوع ۵

قرآن شریف یہ بتا کر کہ کہاں سے دے اور کس مال کو خرچ کرے اب یہ بتاتا ہے۔ کہ کس کس کو

لے۔

للفقراء الذین۔ سوال میں سے ایک تو وہ فقراء ہیں۔ جو اعلاء کلمۃ اللہ میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ جہاد سنانی ہو یا لسانی اور اس وجہ سے وہ

لایستطیعون ضربا فی الارض۔ زمین میں کمانے کے لئے جد و جہد نہیں کرسکتے

بسیماھم۔ ان کی علامتوں سے۔ شریعت نے قرائن کا بھی ایک علم رکھا ہے۔

الذین یاکلون الربوا۔ کمانے کی صورتوں میں سے ایک صورت کمانے کی جہاد کی بہت بھاری دشمن ہے اور وہ سود ہے۔ ربوا کے بہت ہی خطرناک نتائج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ سود خواروں کے اخلاق ایسے خراب ہوتے ہیں کہ ایک سود خوار کے آگے میں نے ایک فقیر کے لئے سفارش کی تو وہ کہنے لگے کہ پانچ روپے میں دے تو دوں گا مگر میرے پاس رہتے تو سو برس میں سود در سود سے ۱۰ لاکھ ہو جاتا۔

لکھنؤ میں ایک سلطنت تھی وہ بھی محض سود سے تباہ ہوئی پہلے ان کے مبلغات پرومیسری نوٹوں کے بدلے میں گئے پھر وہ جنگ کرنے کے قابل نہ رہے اور آخر وہ وقت آیا کہ سلطنت برباد ہوگئی۔ میں نے چند مصنفین کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ربوا کے معنے... حضرت عمر پر بھی نہ کھلے۔ تعجب کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہاں تک تو فرمادیا کہ فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ۔ اور یہ نہ کھولا۔ کہ ربوا کیا ہے پھر ساہوکار۔ جاہل سے جاہل زمیندار سب جانتے ہیں۔ کہ سود کیا ہے۔

یمحق اللہ الربوا۔ سود کو مٹاتا ہے اللہ۔ کیونکہ اس کو منع کردیا۔

ویربی الصدقت۔ اور صدقات کو بڑھاتا ہے اس طرح پر کہ ان کے دینے کا حکم دیا۔

۹۔ اپریل ۱۹۰۹ء بقیہ رکوع ۶ و ۷

واتقوا یوما ترجعون فیہ۔ انسان کی فطرت میں جیسی محبت کی خواہش ہے ویسے ہی دکھوں میں اسے کسی راحت رساں نجات دہندہ کی آرزو ہے۔ بس اس تقاضائے فطری کے ماتحت حضرت حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ تم جناب الٰہی میں ضرور حاضر کئے جاؤ گے۔ کیا تم نے اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کی ہے؟ ایک ادنےٰ سفر میں بھی انسان اپنے اترنے کے مقام اور ضروریات سفر کا انتظام کرلیتا ہے پس کیا اس لمبے سفر کے لئے بھی کبھی کوئی فکر دامنگیر ہوئی ہے؟ انسان اپنی حالت پر غور کرے کہ جب وہ تھوڑے مجمعے میں اپنی ہتک گوارا نہیں کرتا تو کیا جہاں اولین و آخرین جمع ہوں گے۔ وہاں اپنی ہتک گوارا کرنے کا ہرگز نہیں۔

لایظلمون۔ کسی قسم کی کمی نہ ہوگی۔

یاایھا الذین امنوا اذا تداینتم۔ جہاد میں ضرورت ہے روپیہ کی اور روپیہ کا حصول بعض کے نزدیک سود پر منحصر ہے فرمایا کہ جو سود لیتا ہے وہ اللہ سے جنگ کرتا ہے ہر لین دین کے معاملے میں کافی احتیاط ضروری ہے۔

کاتب بالعدل۔ یعنے کاتب کی تحریر عدالت سے وابستہ ہو اور قانون سلطنت کے ٹھیک مطابق ہو۔ ہم نے ایک دفعہ پانسو روپیہ دیا اور جائداد کی رجسٹری نہ کرائی۔ چنانچہ وہ روپیہ بھی واپس نہ ملا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ نورالدین نے دو گناہ کئے ایک تو یہ اللہ کے حکم مطابق وہ رجسٹری داخل خارج نہ کرائی۔ دوم اپنے تساہل سے دوسرے کو گناہ کرنے کا موقع دیا نہیں شاید ۵۰۰ روپیہ کی ذکر بت اور مجھے اس بات کی کہ یہی ۵۰۰ روپیہ گناہ کا کفارہ ہو جائے کسی اور شامت میں مبتلا نہ ہوں۔

کئی لوگ اس غلطی میں گرفتار ہیں کہ وہ لکھوانے میں اور قانون سلطنت کے مطابق رجسٹری وغیرہ کرانے میں تساہل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجی یہ ہمارے اپنے ہیں یا بڑے بزرگ ہیں ان کی نسبت کیا خطرہ ہے مگر آخر اس حکم کی خلاف ورزی کا نتیجہ اٹھاتے ہیں۔

کما علمہ اللہ۔ کما کے معنے ہیں کیونکہ۔ علمہ اللہ۔ صحیح فرمایا۔ کیونکہ اللہ ہی نے دماغ دیا اسی نے فہم دیا اسی نے آنکھیں دیں۔ کوئی کاتب کتابت نہیں کرسکتا مگر اللہ کے فضل سے۔ اس لئے اپنی طرف منسوب فرمایا۔

بالحق۔ یعنے لکھوانے لکھوانے میں بیہودہ باتیں نہ لکھوائے۔

ان تضل احدھما فتذکر احدھما الاخری۔ لاہور میں ایک شخص نے میری تقریریں کر مجھ سے کہا۔ کیا یہ باتیں آپ کی مجھے لفظ بہ لفظ یاد رہیں گی۔ میں نے سادگی سے کہا نہیں۔ اس پر وہ بولا۔ تب یہ حدیثیں وغیرہ سب نامعتبر ہیں کیونکہ جب دس منٹ کے بعد کی کلام لفظ بہ لفظ یاد نہیں رہ سکتا۔ تو پھر دو سو سال کے بعد وہ باتیں کیسے یاد رہ سکتی ہیں حدیثیں تو تمام دو سو سال کے بعد مرتب ہوئی ہیں۔ میں نے اسے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک بھول جائے تو دوسرا یاد کرائے اس اصول کے مطابق ہم محدثین کے قدر مشترک کو لے لیتے ہیں۔

فلیس علیکم جناح الا تکتبوھا۔ تم پر گناہ نہیں جو نہ لکھو اس سے معلوم ہوا کہ لکھنا ہر حال بہتر ہے یا اس کلمہ سے خوب ثنا ہے۔ فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ اس میں طواف واجب ہے۔

واشھدوا اذا تبایعتم۔ شافعی دکاندار معمولی سودوں میں بھی اس پاس کے دوکانوں کے لوگوں کو گواہ کر لیتے ہیں یا کم از کم علمائے مذہب ابی حنیفہ کہہ کر اعلان کر دیتے ہیں۔

یضار۔ کاتب کو جو کتابت مزدوری دینا چاہیئے۔ گواہوں کو بھی خرچہ حسب حیثیت ان کی دینا چاہیئے۔

واتقوا اللہ۔ اللہ کو سپر بناؤ اس کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ علم دیگا۔ یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ تقوے کا نتیجہ بھی علوم کا ملنا ہے۔

۱۰۔ اپریل ۱۹۰۹ء رکوع ۸

یہ سورۃ بقر کا خاتمہ ہے وہ بات جو میں نے ابتداء میں بیان کی تھی اس کا اس میں بھی پتہ لگتا ہے کہ اصل غرض اس سورہ کریمہ کی اعلان جہاد ہے۔ چنانچہ وانصرنا علی القوم الکافرین میں اس مطلب کو ظاہر کرکے ختم کردیا۔ "انعمت علیہم" میں بتایا کہ بعض منعم علیہم مغضوب بھی بن جاتے ہیں چنانچہ وہ بنی اسرائیل جن کی نسبت فرمایا۔ اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم انہی کی نسبت [illegible] فرمایا [illegible] منعم علیہم کی کیا صفت ہیں اور مغضوب علیہم اور ضالین کا انجام کیا ہے۔ پھر منعم علیہم میں سے ابراہیم اور اسباط کا ذکر کیا۔ پھر جہاد کے لئے آیات قاتلوا اور قاتلوا میں اس کی تصریح کردی۔ چونکہ جنگوں میں جوش کے لئے شراب اور خرچ کے لئے میسر کا طریق تھا اس لئے اس کی نسبت احکام صادر فرمائے اور لڑائی میں بعض بیوہ ہوتی ہیں۔ بعض یتامیٰ کچھ خانگی تنازعات پیش آتے اس لئے ان کے بارے میں ضروری احکام بتادئے۔ پھر بتادیا کہ تم ایسے نہ بننا جیسے موسیٰ کے ساتھی تھے

اور نیز ایسے جیسے طالوت و داؤد کے زمانے میں بعض ہوئے اسی ضمن میں اتفاق کی تاکید فرمائی اور بتایا کیوں دینے کیا دیے کہاں سے دے کس طرح دے۔ پہر اسی سورۃ میں توحید۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور تمام انسانی فضائل و رذائل کا بیان فرما دیا گویا یہ سورۃ ایک جامع سورۃ ہے اب اخیر میں بیان فرمایا کہ

لله ما فی السموات وما فی الارض

ان تمام ملکوں پر ایک وقت آتا ہے کہ حکومت آلٰہیہ ہو جاوے گی۔

یحاسبکم به الله۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ اقترب للناس حسابهم۔ محاسبہ بھی ایک دن ہوتا ہے۔

فیغفر لمن یشاء

من میں عموم ضروری نہیں۔ معرفہ بھی ہوتا ہے۔ یہاں بتا دیا ہے کہ مغفرت اون کو ہوگی جو یؤمنون بما انزل الیك ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے مصداق میں کیونکہ وہی مقصود میں اور عذاب اون کو ہوگا۔ جو ان الذین کفروا سواء علیهم ء انذرتهم ام لم تنذرهم کے مورد ہیں۔

کل امن بالله

الله اس ذات سے مراد ہے۔ جو تمام عیبوں اور نقصوں اور بدیوں سے منزہ تمام خوبیوں اور کمالات کی جامع اور ہر طرح کی نیکیوں سے متصف ہے۔

چونکہ ایک معمولی بزرگ سے تعلق اس بات کی تحریک کرتا ہے کہ میں بھی نیک بنت جاؤں۔ تو پہر جس کا تعلق ایسی ذات سے ہوگا وہ کیوں نہ پاک بنے گا۔ ایمان بالله کا یہی فائدہ ہے۔

وملائکته۔ بارہا بتا چکا ہوں کہ انسان کو جب نیک تحریک ہو تو اسی وقت کرے کیونکہ وہی وقت اس نیکی کے کرنے کا ہوتا ہے اگر ذرا بھی سستی کی جاوے۔ تو نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ ان الله یحول بین المرء وقلبه۔

جب ایک فرشتے کی تحریک مانی جاوے۔ تو پہر آہستہ آہستہ بہت فرشتوں سے تعلق پیدا ہوتا ہے اور بالآخر ان تمام کے سردار جبرئیل سے اور اس کے ذریعے سے وہ علوم اترتے ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے۔ اور میکائیل کے ذریعے وہ علوم جن کا تعلق دماغ سے ہے۔ ان سرداران ملائکہ سے تعلق بڑے لوگوں کا ہے جو ان سے کم ہے وہ کتب آلٰہیہ پڑہیں۔ پہر ایک وہ ہیں۔ جو پڑہنا بھی نہیں جانتے اون کے لئے رسل ہیں۔

غفرانك ربنا

انسان جزع فزع میں بے صبری سے شہوت و حرص کے سبب حضرت حق سبحانہ کے فیضان سے رک جاتا ہے اس واسطے استغفار کا حکم دیا۔ تمام لوگوں پر ایک وقت قبض وکسل کا آتا ہے اس کے دور کرنے کے لئے یہ عملی علاج ہے فقہا ائمہ میں سے ایک امام کا یہ مذہب ہے (جو مجھے بھی پسند ہے۔ کہ

اللّٰهمّ انی اعوذ بك من العجز والکسل

کی دعا واجب ہے۔ آجکل مسلمان یا تو عجز میں گرفتار ہیں یا کسل میں۔ عجز کہتے ہیں۔ اسباب مہیا نہ کرنے کو اور کسل کہتے ہیں اسباب مہیا شدہ سے کام نہ لینے کو۔ ان کو چاہیئے کہ وہ کسل چہوڑ دیں۔ جس کے اسباب میں سے ایک کبر و غرور خود پسندی بھی ہے۔

لا یکلف الله نفسا الا وسعها

عیسائی کہتے ہیں کہ شریعت کا نزول ہمارے عجز کے ثبوت کے لئے ہے ایسے ہی کئی اور لوگ ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ شریعت پر عمل ناممکن ہے اس لئے فرمایا کہ ہم کوئی حکم ایسا نہیں دیتے جو انسان کی مقدرت وسعت استطاعت کے مطابق ہو۔

لها ما کسبت

جو کچہ عمل کرے۔ اس کا فائدہ بھی اسی عامل کے لئے ہے۔

وعلیها ما اکتسبت

ہر مصیبت کی جڑ انسان کی نافرمانی ہوتی ہے۔ ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم۔ پہر بھی بعض گستاخ لوگ اپنے دکہوں کو خدا کے ذمے لگاتے ہیں۔

ربنا لا تؤاخذنا

حدیث میں آیا ہے اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ نسیان پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ خطاء کی مثال یہ ہے کہ بندوق ماریں ہرن کو۔ اور لگ جائے انسان کو۔

اصرا

اصر کیا چیز ہے۔ اصر کے معنے سے غفلت کرنے کی وجہ سے کئی انسان شریر ہو گئے۔ پہر اسی اصر کے معنے نہ سمجہنے سے تقدیر کے مسئلے میں غلطی لگی۔ اصر کے معنے ہیں ایسے فعل کا ارتکاب جس کے بعد انسان سست و کاہل ہو جائے۔ اصر کہتے ہیں گرہ ڈالنے کو۔ جنس اشیء۔ اصر نام ہے۔ ایسے عہد کا جس کے توڑنے سے انسان خیرات کے قابل نہیں رہتا۔ پس اس کے معنے یہ ہوئے۔ کہ اے ہمارے مولا کریم ہم کو ایسے افعال کا مرتکب نہ کر جن کا یہ نتیجہ ہو کہ ہم تیرے حضور سے دہتکارے جائیں جیسے کہ پہلے لوگوں نے بدذاتیاں کیں۔ معاہدات کا نقض کیا اور مغضوب علیهم بنے۔ ہم نہ بنیں۔

انت مولٰنا

مولا جب خدا کے لئے بولا جاوے۔ تو اس کے تین معنے ہیں۔

مالک۔ رب۔ ناصر

الحمد لله کہ یہاں سورۃ البقرہ کے نوٹ ختم ہوئے

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

سورۂ آل عمران

(پارہ سوم)

(مورخہ ۱۲ ۔ اپریل ۱۹۰۹ء کو نمبر ۱)

اس سورہ شریف کا بعینہٖ وہی مطلب ہے جو سورہ بقر کا ہے اس سورہ کا نام آل عمران ہے یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ کے ساتھ بہت تشبیہ دی ہے اور موسیٰ بھی آل عمران ہی سے تھے ایک جگہ صریحاً فرمایا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا اور یہ ایک آیت ایک ایسی سورۃ میں ہے جسے مسلمان اپنی اغراض کے لئے بطور وظیفہ پڑھتے ہیں اسی آیت کے ساتھ فرمایا ۔ فکیف تتقون ان کفرتم ۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آل عمران سے تشبیہ دینے میں بہت دور رہا ہے ۔ چنانچہ اسی لئے موسےٰ علیہ السلام کا بیان قرآن مجید میں بار بار آیا ہے جس سے کم از کم میرے جیسا انسان نبی کریم کے حالات ، پیدائش سے لے کر موت تک نکال سکتا ہے ۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے حالات آپ کے اخلاق کیا تھے ۔ تو آپ نے فرمایا ۔ کان خلقہ القرآن ۔

یہ سورۃ بھی الٓمٓ سے شروع ہوتی ہے ایک اور سورۃ "احسب الناس ان یترکوا" بھی الٓمٓ سے شروع ہوتی ہے اور یہ سب مضامین میں متحد ہیں

سورۃ آل عمران میں پہلی سورۃ کی آیۃ کرسی کا ایک ٹکڑا توحید کی یاد دہانی کیلئے رکھ دیا ہے ۔

نزل علیک الکتاب ۔ اتاری تم پر جامع کمالات تحریر

مصدقا لما بین یدیہ ۔ سورہ بقر میں بھی تین بار مصدق لما معھم آیا ہے ۔ لما معھم کی بحث تو بہت دفعہ ہو چکی ہے یہاں لما بین یدیہ ہے ۔ ید یہ عربی زبان میں پیش پا سامنے کی بات کو کہتے ہیں جیسے ایک مقام پر فرمایا ۔ ہوائیں آتی ہیں تو پہلے ایک ٹھنڈا جھونکا آتا ہے ۔ بین یدی رحمتہ ۔ چونکہ سورہ بقر میں اولئک ھم المفلحون ۔ لھم عذاب عظیم ۔ اور

لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون بہت سی پیشگوئیاں ہیں اس لئے یہ فرمایا کہ ہم اس کے متعلق تورات میں بھی فرما چکے ہیں ۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جو اس نبی کی مخالفت کرینگے ہلاک ہو جاوینگے ۔

ھُدًی ۔ ہدایت تھی کہ مقابلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے ۔

انزل الفرقان ۔ معلوم ہوتا ہے اس وقت فرقان ہو چکا تھا ۔ فرقان کے معنے قرآن شریف نے خود کئے ہیں چنانچہ فرمایا ہے یوم التقی الجمعان ۔ وہی جنگ بدر جس میں اکابران مکہ مارے گئے ۔

ان الذین کفروا ۔ بعینہٖ وہی ترتیب ہے جو سورۃ بقر میں تھی ۔ وان عذاب عظیم فرمایا یہاں شدید ۔ عظمت کے ساتھ شدت کو بڑھا دیا ۔

واللّٰہ عزیز ۔ وہ عزت والا ہے وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ۔ پس وہ اپنے رسول اور مومنوں کو ذلیل نہ کریگا ۔

ذوانتقام ۔ وہ اسے یہودیو ! تمہاری شرارتوں کی ضرور سزا دیگا ۔

ان اللّٰہ لا یخفی علیہ ۔ کہا جا سکتا ہے کہ جو چیز ابھی نہیں ہوئی اس کی نسبت یہ کہنا کہ اطلاعیں آپکے پاس پہنچیں ۔ فرمایا اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ۔ سنریھم ایاتنا فی الافاق و فی انفسھم ۔ حتی یتبین لھم ..... انہ الحق ۔

ھو الذی یصورکم ۔ فرمایا کہ وہ بڑا باریک در باریک کام کرتا ہے تو روشنی میں کرتا ہے ۔ مگر ہم وہ ہیں کہ جتنا باریک کام ہے اندھیروں میں کرتے ہیں ۔ مثلاً تمہاری صورتیں فی ظلمات ثلث پیٹ کے اندر رحم پھر رحم کے اندر غرض اس میں بناتے ہیں جب ہم اس کلام کو سمجھتے ہیں کیا آئندہ کا علم کہ وہ بھی ایک طرح کی تاریکی میں ہے نہیں رکھتے

لا الٰہ الا ھو ۔ اگر غور کرو ۔ تو اس نتیجہ پر پہنچ جاؤ کہ ساری صفات کاملہ سے موصوف تمام بدیوں سے منزہ وہی معبود بے مثال ہے ۔

الحکیم ۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں پس اس کا کلام بھی پر از حکمت ہے ایسا نہ ہو کہ تم اپنی غلط فہمی سے اس کی الٹی تاویلیں کرنے لگو ۔ کوشش کے بغیر کچھ نہیں ہوتا ۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا میں یہ سمجھایا ہے کہ کلام الٰہی کے سمجھنے کے لئے کچھ ہمت چاہیئے ۔

ھو الذی انزل علیک الکتاب ۔ اس نے تم پر جامع کمالات کتاب اتاری جس میں بعض آیات تو محکمات ہیں [illegible]

تو یہاں علم کے حصول کا گر بتایا تھا یہ نہیں کہ فرحوا بما عندھم من العلم بلکہ ... واتقوا اللّٰہ ویعلمکم اللّٰہ ۔ مگر یہ لوگ [illegible]

اور بھی جھگڑے میں پڑ گئے ۔ محکمات متشابہات کا مسئلہ بہت صاف تھا ۔ مگر مسلمانوں کے اس بارے میں کئی فریق ہو گئے کسی نے کہا کہ یہ محکم ہے کسی نے کہا کہ یہ متشابہ ہے کوئی تنزیہ کی [illegible] ۔ علت اعلیٰ تو کہہ دیا ۔ دوسری طرف تشبیہ والوں نے جو زور دیا تو خدا تعالیٰ کا ایک جسم بنا دیا ۔ میں ایک بڑے عالم سے پوچھتا تھا کہ محکم و متشابہ ۔ آیت میں استثنا کیا ہے تو اس نے کوئی کچھ گڑبڑ ہی سے ۔ جس سے مجھے بہت صدمہ ہوا ۔

میں تو اس کو بہت سہل سمجھتا ہوں ۔ میرے نزدیک ہر شخص کے لئے کوئی حصہ کسی متکلم کے کلام کا محکم ہوتا ہے ۔ جسے وہ خوب طور سے سمجھ میں آ جاتا ہے اور کوئی حصہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کے معنے سمجھنے میں دقتیں پیش آتی ہیں ۔ اذ بوجہ اس کے کئی

محمل رکھنے کے کئی معنے ہو سکتے ہیں۔ ہر شخص پر یہ حالت گزرتی ہے۔ اللہ نے اس کے
متعلق یہ راہ دکھائی ہے کہ جو آیات ایسی ہیں کہ جن کی خوب سمجھ آجائے اور تجربہ و عقل و
مشاہدہ اس کے خلاف نہ ہو وہ تو محکم سمجھ لو۔ پھر وہ آیات جن کے معنے سمجھ میں نہیں
آئے ان کے معنے ایسے نہ کرے جو ان محکم آیات کے خلاف ہوں۔

ہر متکلم جس کے ساتھ مجھے وابستگی ہے۔ وہ کون۔ محدثین۔ صوفیاء کرام حکماء
علماء۔ طبیعات کے ماہر۔ ان سب سے مجھے بہت محبت ہے۔ ان کے کلمات کو جب میں
پڑھتا ہوں۔ تو بعض تو فوراً سمجھ میں آجاتے ہیں اور بعض وقت کلام کے سمجھنے میں دقت
ہوتی ہے اسے میں متشابہ سمجھتا ہوں۔ پھر جو محکمات ہیں ان کو کتاب کی جڑ سمجھ کر مصنف
کے اصلی منشاء کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کو حل کر لیتا ہوں کئی ایسے کلام ہیں جو
ایک وقت میرے لئے متشابہ تھے۔ پھر دوسرے وقت محکم نظر آئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعض آیات خوب سمجھ میں آجاتی ہیں اور بعض کے معنے جلد نہیں کھلتے۔
اس کے لئے ایک گر بتایا ہے۔

اب فرماتا ہے کہ جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ انہی متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں
وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا اس کی حقیقت کس کو معلوم ہے یہاں وقف ہے۔
والراسخون فی العلم۔ اب فرماتا ہے جن کو یہ خواہش ہے کہ وہ راسخ فی العلم ہو جاویں
وہ محکمون کو معاملہ لیتے اور متشابہ کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ کل من عند ربنا کہتے ہیں یعنے
روز پروردگار کی طرف سے مانتے ہیں پس وہ متشابہ کے ایسے معنے نہیں کرتے جو محکم کے خلاف
ہوں بلکہ ہر جگہ کل من عند ربنا کا اصول پیش نظر رکھتے ہیں کوئی آیت ہو اس کے خواہ کتنے
لمبے ہوں مگر ویسے معنے نہ کرنے چاہئیں جو محکم کے خلاف ہوں۔

دوسرا طریق دعا کا ہے وہ یوں بتایا کہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا
یعنے اے ہمارے رب ہمیں کجی سے بچائے رکھ قرآن کے معنے اپنی خواہشوں کے
مطابق نہ کریں۔

وھب لنا من لدنک رحمۃ۔ اپنی خاص رحمت سے ممتاز کر وہ رحمت کیا ہے
"الرحمن علم القرآن"

ربنا انک جامع الناس۔ پھر یہ سمجھے کہ جب معمولی مجلس میں ہتک گوارا نہیں کر
سکتا تو جہاں اولین و آخرین جمع ہوں گے وہاں کیوں کر ذلت گوارا ہو گی پس مجھے کسی غلطی
میں نہ ڈال کہ قرآن کی کچھ مراد سمجھ کر میں عذاب میں گرفتار ہو جاؤں۔

ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ ایک وعدہ الٰہی تو یہ ہے۔ والذین جاھدوا
فینا لنھدینھم سبلنا۔ دوسرا الرحمان علم القرآن
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم دعا مانگنے والوں کو سمجھا دینگے۔

مورخہ ۱۳۔ اپریل ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر۲)

ان الذین کفروا لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم۔ سورہ بقر میں اللہ تعالیٰ
نے فرمایا تھا کہ جو لوگ تعلیمات الٰہیہ کے منکر ہیں۔ اول تو کلام الٰہی سنتے نہیں اور جو سن بھی
لیں تو پھر غور نہیں کرتے بلکہ اس تعلیم کا وجود و عدم وجود برابر سمجھتے ہیں اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے
اب اس کی تشریح فرماتا ہے کہ لوگ اس خیال سے کافر ہیں کہ مسلمانوں میں شامل ہونے کی وجہ

سے ہمارے اموال میں نقصان ہو گا یا ہماری اولاد خطروں میں پڑے گی فرمایا نہ مال کام آئیگا نہ
ہی اولاد۔

واولئک ھم وقود النار۔ اس نار سے مراد دنیا میں نار الحرب ہے۔ چنانچہ کلما اوقدوا
نارا للحرب" میں نار کا ذکر ہے۔ پھر آیۃ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا
بسورۃ من مثلہ۔ کے اخیر میں فاتقوا النار التی وقودھا الناس موجود ہے یہاں
بھی وقود کا لفظ ہے مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے سامان جمع ہوتے رہیں گے کہ یہ جنگوں میں
ہلاک ہو جاویں گے۔ یہ دنیا کی بات ہے۔ آخرت میں کیا ہو گا۔

کداب ال فرعون۔ جیسی فرعون ایک چال چلے تو خدا بھی ان کے مقابلہ میں ایک
چال چلا اور پھر جو کچھ عاد و ثمود وغیرہ سے ہوا کیا ہوا ؟

فاخذھم اللہ بذنوبھم۔ پکڑ لیا اللہ نے بدیوں کے سبب۔

واللہ شدید العقاب۔ اس عذاب کی وجہ بتا دی۔ عقاب عقب سے نکلا ہے۔
انسان جو نافرمانی کرتا ہے اس پر جو نتیجہ جناب الٰہی سے مرتب ہوتا ہے اُسے عقاب کہتے ہیں

قل للذین کفروا ستغلبون۔ سورہ بقر میں اولئک ھم المفلحون اور فمن
تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ وغیرہ سے جو امر بتایا ہے وہاں اسے
کھولتا ہے کہ اے کفار تم عنقریب مغلوب ہو گے اور یہ خطاب مکہ سے ہے مدینہ کے بے ایمانوں
مدینہ میں بن سے اس لئے کہا کہ بدر کا واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے ہو چکا ہے۔
چنانچہ آگے آتا ہے۔

وتحشرون الی جھنم۔ قیامت کے متعلق قرآن مجید اربعہ متناسبہ سے کام لیتا ہے۔ مثلاً کوئی
چیز ایک روپیہ کی سیر ہے تو چار روپیہ کی چار سیر ہو گی۔ جو نسبت پہلے کو دوسرے سے ہے
وہی تیسرے کو چوتھے سے ہے وہاں مدینہ میں سات قومیں مسلمانوں کی دشمن تھیں۔
بنو قینقاع۔ بنو قریظہ۔ بنو نضیر۔ اوس۔ خزرج میں باہمی عداوت تھی۔ عیسائی ابو عامر کی تحت
نواحی مدینہ غطفان اور مضر کا قبیلہ مکہ کے شریر لوگ جو تجارت کے بہانے سے کبھی مدینہ کی مغرب
کی طرف نکل جاتے کبھی مشرق کی طرف سے اور قوموں کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے پھرتے۔
تجارت کے ذریعے ایسی پولیٹیکل چالیں چل جاتی ہیں۔ یہ سب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے
ان کی حالت کا نقشہ اور پھر ان کا انجام اس آیت میں ہے۔ وظنوا انھم مانعتھم حصونھم
فاتاھم اللہ من حیث لم یحتسبوا اب دیکھئے یہاں پیشگوئیاں دو ہیں۔ ستغلبون
اور تحشرون الی جھنم۔ جب غلبہ دکھا دیا تو حشر دوزخ ضرور ہو گا۔

فی سبیل اللہ۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے۔

یرونھم مثلیھم رای العین۔ کفار ایک ہزار ۱۰۰۰ تھے اور مسلمان ۳۱۳۔ اور مومن
کے لئے تو یہ آیۃ ہے اس لئے کہ اللہ تعالے فرما چکا ہے ان یکن منکم الف یغلبوا الفین وان
یکن مائۃ یغلبوا مائتین۔

تورات یسعیاہ ۲۱ باب ۱۵۔ آیت میں یہ پیشگوئی لکھی ہے اس اعتبار سے اہل کتاب کے لئے
بھی بدر کا واقعہ آیۃ ہے

من یشاء۔ یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ من معرفہ بھی آتا ہے۔

زین للناس۔ یہ میں پہلے ایک موقعہ پر بیان کر چکا ہوں کہ زین کے دو فاعل آتے ہیں
چنانچہ زین لھم الشیطان اعمالھم میں گندی باتوں کا مزین شیاطین کو بتایا ہے اور

حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم میں اللہ کو - ایک اور مقام پر فرمایا - کذلک زینا لکل امۃ عملہم - اکثر لوگ اس کو ترجمہ غلط کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی مذہب کے بزرگ کو برا نہ کہو ورنہ وہ تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے - پھر فرمایا دیکھو ہم نے قوم کے لئے وہ کام جو اون کو کرنا چاہیے کس خوبصورتی سے پیش کرتے ہیں۔ ۔ زین مجہول رکھا ہے تاکہ سب موقعہ و محل دو طرفہ لگ سکے۔

حب الشہوات - ایک خواہش ہوتی ہے - دوسرا اس خواہش کا پسند کرنا چنانچہ ۔۔۔ بہ حب الخیر عن ذکر ربی کے معنے ہیں - گہوڑون کی محبت کو میں پسند کرتا ہون اس آیت میں ۔۔ انسانی فطرت کو بتایا ہے کہ کوئی جمال پر لٹو ہے - کوئی جلال پر کوئی آن پر کوئی اولاد پر کوئی سونے چاندی پر کوئی گہوڑون پر مگر یہ سب ورلی زندگی کا سامان ہے

اؤنبئکم ۔۔۔۔ ہے - جس کے معنے عظیم الشان بات۔

الذین اتقوا - متقی بننے بڑی قربانی چاہتے ہے - امام غزالی نے مناظرہ میں تکبیرہ ۔۔۔ ہون ۔۔۔ ہے ۔۔۔ یہ بتایا ہے کہ تمنے کے ولسط جو آخری گناہ نکلتا ہے وہ کبر ہے۔

ورضوان من اللہ - "السابقون الاولون من المہاجرین والانصار" کے اخیر میں لکہا ہے - رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ - جس سے معلوم ہوا - مہاجرین وانصار کو رضوان من اللہ کا سارٹیفکیٹ مل گیا تہا۔

واللہ بصیر بالعباد - انسان نگرانی میں غلطی بہی کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ بہت عمدہ نگران حال ہے۔

الذین یقولون ربنا - متقی کی تعریف سورۂ بقر میں ہے - یؤمنون بالغیب - یقیمون الصلوۃ - ومما رزقنہم ینفقون - میرا تجربہ ہے - کہ جو لوگ یہ تین صفتین نہیں رکہتے یعنے غیب پر ایمان - دعا مانگنے کی عادت - کچہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا وہ کبہی راحت نہیں پاتے - پہر لیس البر میں اس کی تفصیل فرمائی ہے - اب یہان بہی متقی کی کچہ صفتین بیان کرتا ہے۔

اوّل تو یہ کہ وہ دعا مانگتے رہتے ہیں اپنی کمزوریون کی حفاظت خدا سے چاہتے ہیں۔ استغفار تمام انبیاء کا اجماعی مسئلہ ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - میں ستر دفعہ استغفار کرتا ہون پس تم مجہ سے بڑہ کر نہیں ہو کہ استغفار سے مستغنی رہو

وقنا عذاب النار - نار الحرب - نار جہنم دونون سے - لڑائیون کی ابتداء بہی نار سے ہوتی ہے اور انتہاء بہی - سب سے پہلے غضب اٹہتا ہے وہ بہی آگ ہے - پہر لوگون کو ساتہ ملانے کے لئے مہمان نوازی کرتے ہیں اس میں بہی آگ ہے - پہر توپ بندوق - تار پیڈو - یہ تو سب نے دیکہی پس اسی طرح انجام شریر کا نار جہنم ہے۔

الصابرین - متقی کی یہ صفت ہے کہ اس میں برداشت و تحمل ہوتا ہے اور یہ صبر کوئی ایسی چیز نہیں جو انسانی قدرت کے باہر ہو اسی لئے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا فرمایا ہے - ایک رئیس تہا - اس کے حضور میں ایک شخص نے عرضی دی کہ حضور کی قوم کے ایک آدمی نے مجہے گالی دی ہے اسے بلایا گیا رئیس نے اسے بہت گالیان دیں جو اس کی شان سے بعید تہین - اخیر اس حاکم نے اس سے پوچہا تم نے اس آخر کیون بے عزتی کی تو وہ کہنے لگا کہ اس نے مجہے گالی دی تہی - پہر مجہ میں تاب حوصلہ نہ رہی - رئیس نے کہا کہ صبر کی طاقت تو تجہ میں ہے دیکہو میں نے بہی تجہے گالیان دیں اور تم چپکے ۔ سنا کئے اگر لوگ صبر کریں تو بہت سی لڑائیون کا خاتمہ ہو جاوے - صبر کے معنے ہیں اللہ تعالیٰ کی نارضامندیون سے اپنے تئین روکنا - غیظ و غضب سے شہوت سے حرص و آز سے۔

الصادقین - راستباز

القانتین - فرمان بردار

والمستغفرین بالاسحار - لوگون نے اس بات پر بحث کی ہے کہ تہجد صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تہے یا دوسرون پر بہی اس آیت سے کم از کم یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ استغفار سحار میں متقی کا فرض ہے

شہد اللہ - یہ گواہی انبیاء نے دی ہے پہر اون کے متبعون نے سنی ہے خود خدا بولا ہے اور اس نے اپنی زبان سے فرمایا کہ میں یگانہ معبود خلاق ہون - میں خود بہی گواہ ہون کہ اللہ نے اپنی ذات کی نسبت گواہی دی اس نے مجہے فرمایا - من جمع القرآن فقد تعہ بتسان - ۔۔۔ کے معنے میں نہیں جانتا۔

مورخہ ۱۴ - اپریل سنہ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۲ و رکوع ۳)

ان الدین عند اللہ الاسلام - میں نے دنیا کے بہت سے مذاہب کی کتابون کو دیکہا ہے ان کی الہامی کتابون میں ان کے مذہب کا کوئی نام نہیں - مگر اللہ نے ہمارے لئے جو دین پسند کیا اس کا نام اسلام بتلایا اور فرمایا کہ وہ دین جو خدا کے حضور پسندیدہ ہے وہ یہی ہے کہ فرمان برداری ہو - حضرت نوح آگئے تو ہم تابعدار ہیں - پہر ابراہیم آئے ہم فرمان بردار ہیں موسیٰ علیہ السلام کا دور ہے ہم مطیع فرمان ہیں - جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے ہم اون کے غلام ہیں - پس یہی سلامت روی کی راہ ہے - یہ نظارہ گورنمنٹ کی ظاہری سلطنت میں بہی نظر آتا ہے کہ ایک ڈپٹی کمشنر جاتا ہے دوسرا آتا ہے - رعایا کو کسی خاص شخص کی وابستگی نہیں بس جو آیا اس کے وہ مطیع ہو جاتے ہیں - اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کو جو نؤمن بما انزل علینا ویکفرون بما وراءہ - کہتے ہیں - بہت ناپسند کیا ہے مسلم وہی ہے جو سب انبیاء و اولیاء و خلفا کا تابع فرمان ہو۔

الا من بعد ما جاءہم العلم - اونہون نے خلاف ورزی کی - مگر اس کے بعد جب ان کے پاس علم آچکا - میرے عقیدہ کے مطابق - خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ایک آیت تہا ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم ۔ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست۔

آپ کے اقوال آپ کے افعال آپ کے پاس بیٹہنے والے - آپ کے دوست آپ کے آشنا، آپ کے کارکن آپ کی تعلیم آپ کی کتاب ان سب کو جب میں دیکہتا ہون تو زبان بے اختیار بول اٹہتی ہے کہ وہ ایک بے نظیر رسول تہا - قوم کا ایک مدبر آیا - آپ فرماتے ہیں امر بالمعروف کرو، ونہی عن المنکر وہ یہ بات سنتے ہی بہڑک اٹہا اس نے جاکر قوم کو کہا کیا تم پسندیدہ امور کرنا چاہتے ہو یا نہیں وہ بولے ہان - کیا تم ناپسندیدہ سے رکنا چاہتے ہو یا نہیں کہنے لگے ہان - اس پر وہ بولا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں آجاؤ کہ وہ یہی فرماتا ہے۔

اسلمت وجہی - سپرد کر دیا ہے اپنی تمام توجہ کو۔

ومن اتبعن۔ دیکھو باطن کا حال کسیکو معلوم نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس زور سے کہتے ہیں کہ اے یہودیو! اے نصرانیو! دیکھو جیسا میں جان و دل سے خدا کا فرمانبردار ہوں ایسا ہی میرے تابعدار فرمانبردار ہیں اگر ان میں کوئی ظالم و فاسق ہوتا جیسا کہ شیعہ سمجھتے ہیں تو کیا آپ یہ دعوے سے کہہ سکتے اسی مضمون کی آیت سورہ بقر میں بھی ہے

بلی من اسلم وجہہ للہ۔ اور یہ فرمایا نحن لہ مسلمون۔

ان الذین یکفرون بآیات اللہ۔ قرآن مجید کی ایک ایک آیت اللہ آیات ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آپ آیت ہیں آپکے ساتھی آیت ہیں۔

یقتلون النبیین بغیر حق۔ پس آپکے ساتھ جو مقابلہ کرتے ہیں وہ درحقیقت سب انبیاء سے مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ آپ کی نبوت میں تمام انبیاء کی نبوت کا ثبوت موجود ہے۔

فبشرہم۔ ایسا کھول کھول کر اس بات کو بیان کر کہ اس کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہو جاوے۔ سورہ بقر میں بھی یہی فرمایا ہے۔ ذلک بانہم یکفرون بآیات اللہ و یقتلون النبیین بغیر الحق۔ میں اس آیت سے یقیناً یہی مسئلہ سمجھتا ہوں کہ نبی کریم کا مقابلہ گویا سارے جہان کے نبیوں کا مقابلہ ہے اور ان کے قتل کی تجویزیں گویا تمام انبیاء کے قتل کے برابر ہے۔ بلکہ آجکل کے جو انصاف سے حکم کرنے والے ہیں یعنے صحابہ جن کی تعریف میں آیا ہے۔ واولو العلم قائماً بالقسط اور یامرون بالقسط ان سے مقابلہ کی برائی ہے۔

اولئک الذین حبطت اعمالہم۔ ان کو کھول کر سنا دو کہ تمہاری تمام تجویزیں اور منصوبہ بازیاں ناکام رہ جاوینگی۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں نصرت بالرعب مسیرۃ شہر۔ پھر ان کے دشمنوں کا جو حشر ہوا وہ سب نے دیکھا اس کے بعد ابو بکر کے مقابلہ میں جو لوگ اٹھے وہ بھی ناکام رہے۔ جب دنیا میں یہ حالت ہوئی تو پس آخرت میں بھی ضرور یہی ہوگی۔

وما لہم من ناصرین۔ یہود کی قوم اس کا ثبوت موجود ہے کسی ملک میں انکو سر چھپانے کو جگہ نہیں ملتی۔ جہاں جاتے ہیں سلاطین کے جاتے ہیں۔ کوئی آدمی ان کی پیٹھ بھرنے والا نہیں۔ سورہ بقر میں بھی اسی مضمون کی آیت آئی۔ دیکھو رکوع ۱۰ پارہ اول اولئک الذین اشتروا الحیوۃ الدنیا بالآخرۃ فلا یخفف عنہم العذاب ولاہم ینصرون۔

ثم یتولی فریق منہم۔ قصہ تو یہودیوں کا بیان ہو رہا ہے۔ مگر مسلمانوں کو اس سے عبرت لینی چاہیئے ان کی حالت بہت کمزور ہے پہلی بات یہ کہ باہم محبت نہیں۔ دوم یہ کہ عورتوں کے حقوق کی طرف مطلق توجہ نہیں۔ عورتوں کے اڈ بار کو جو حقوق تھے رکھو ہیں وہ گالی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً سسرا۔ سسری۔ سالا۔ پھر جس کی امید پر عورتوں کے حقوق وراثت چھینے ہیں کیا ان کے انجام کی خبر ہے۔ لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعاً۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے پس ایک انسان کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ رشتہ دار مجھے زیادہ فائدہ دیگا۔ چوتھے خود غرضی و تکبر میں بہت بڑھ گئے ہیں

غرہم فی دینہم ما کانوا یفترون۔ بناوٹی قصوں جعلی روایتوں پر اعتماد کا یہ عیب مسلمانوں میں بھی ہے۔ اور اور اولیاء کرام .... کے متعلق اس قسم کے اعتقاد تراش رکھے ہیں۔ کہ عقل حیران رہ جاتی۔

قل اللّٰہم مالک الملک۔ خدا کے تمام وعدے اعمال کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور اعمال کی توفیق دعاؤں سے حاصل ہوتی ہے اس لئے دعا سکھائی ہے۔ قرآن کی دعائیں یا تو ربنا سے شروع ہوتی ہیں یا اللّٰہم سے۔ عام دعا جو نماز میں مانگی جاتی ہے وہ بھی اللّٰہم سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اللّٰہم صل علی۔

تولج اللیل فی النہار۔ وہ چاہے تو جن کے گھروں کی اندھیری ہے وہاں آرام کا دن چڑھا دے اور چاہے تو جہاں راحت کی روشنی ہے وہاں دکھوں کی تاریکی کردے وہ چاہے تو بردوں سے بڑے اور بڑوں سے بڑے بنا دے جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلیل کرے۔ یہ دعا نبی کریم و صحابہ نے مانگی۔ خدا نے انکو عزت دی۔ نیک ممتاز انسان بنا دیا۔

یہاں جہاد کے متعلق یہ بات کی ہے کہ دعا ضروری ہے پھر افتراق نہ کرے خدا کا صریح نافرمان نہ ہو۔ اب فرماتا ہے کہ

لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء۔ مومن کبھی کافروں کو اپنے دلوں پر متصرف نہ مانے۔ پارہ ۲۸ سورہ ممتحنہ میں اسے اور بھی کھول کر بیان کیا ہے۔ شروع سے سورۃ کو پڑھ کر دیکھ لو۔

الا ان تتقوا منہم تقاۃ۔ اسلام میں جتنے مسائل ہیں ان میں حفظ نفوس حفظ اموال۔ حفظ اعراض مقصود ہوتا ہے۔ یہاں بھی ایک گر بتا دیا۔

محضرا۔ نیتوں سامنے دیکھے گا اس سے آگے وما عملت من سوء کے لئے محضرا نہیں فرمایا۔ یہ اس کی شان ستاری کا تقاضا ہے۔

مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۴)

قل ان کنتم تحبون اللہ۔ راستبازوں کی سچائی میں کس قدر طاقت دیجاتی ہے انکی راستی میں کتنی قوت ہوتی ہے اس کا اندازہ اس آیت سے ہو سکتا ہے۔ دیکھو محمد رسول اللہ کو ارشاد ہے کہ اعلان کردو۔ میں نے خدا کی فرمانبرداری کرکے یہ مقام حاصل کیا اب تم میرے پیچھے پیچھے چلو۔ تم بھی خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ ہر شخص کی زندگی کا آرام اس بستی کے مقتدر کی مہربانی سے وابستہ ہے۔ پھر اس گاؤں کے نمبردار سے اوپر تحصیل دار ضلع کے حاکم سے۔ پس اللہ جو رب۔ رحمان۔ رحیم اور مالک ہے اس کے ساتھ تعلق کس قدر سکون کا موجب ہو سکتا ہے۔ یہاں تعلق کا وعدہ نہیں بلکہ فرمایا۔ خدا اپنا محبوب بنا لے گا۔ خدا پرست دیکھ کر اسے تجربہ کرے کیا مجرب نسخہ ہے۔ میں اکثر اوقات اس آیت کو پڑھ کر بے اختیار نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا کرتا ہوں۔

لڑکے پڑھنے میں سخت محنت کرتے ہیں یہاں تک کہ انہیں سل اور دق ہو جاتا ہے۔ تا بی۔ اے بنجائیں اور پھر کوئی مرتبہ پائیں۔ اب دیکھئے پاس ہونا موہوم۔ صحت موہوم مرتبہ ملنے تک زندہ رہنا خیالی بات باوجود اس کے لڑکے محنت کئے جاتے ہیں پس وہ انسان کیسا بدقسمت ہے جو اس خدا کے پاک وعدے کو جو ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے کچھ قدر نہ کرے کوئی کہہ سکتا ہے کہ شریعت مشکل ہے مگر رسول اللہ اعلان کرتے ہیں میری چال اختیار کرو کوئی کہہ سکتا ہے ہم بڑے گنہگار ہیں فرماتا ہے میرے رنگ میں رنگین ہو جاؤ میرے فرمانبردار بن جاؤ۔ اللہ وعدہ کرتا ہے گناہ بخش کر پھر بھی اپنا محبوب بنالیگا۔ کیونکہ ہمارا نام غفور رحیم ہے۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ آل عمران

(پارہ سوم)

مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۴)

قل اطیعوا اللہ والرسول - پھر بعض لوگ ایسے ہیں کہ ہر حرکت و سکون میں ایسی فرمان برداری نہیں کر سکتے - کہ اس میں فنا ہو جاویں اس لئے فرمایا کہ رسول ہونے کی حیثیت سے جو حکم اس نے دئے ان پر عمل کرو - پس اگر محبوب نہ بنائیں تو کفر سے تو نکال لیں گے۔

ان اللہ اصطفیٰ آدم - اللہ تعالیٰ نے آدم زاد کو تمام مخلوقات پر برگزیدہ کیا۔ اور یہ ظاہر ہے ایک عالم کبیر ہے تو آدم عالم صغیر تمام اشیاء کا جامع ہے پھر آدمیوں میں سے نوح کو اول الرسل بنایا - آدم کو خدا نے رسول نہیں فرمایا بلکہ خلیفہ کہا - اول الرسل نوح ہی ہیں - آپ نے اپنی قوم کو ترک بدی کی تعلیم دی - اور استغفار سکھایا - پھر جب دوسرا عہد آیا - تو ابراہیم کو رسالت سے ممتاز کیا جنہوں نے تنزیہ کے علاوہ فرمان برداری کی تاکید کی - اور ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین - کا سبق دیا - پھر حضرت موسیٰ کا زمانہ آیا - اللہ کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی دی - غرض تمام انعامات سے بھرپور کر دیا اور یہ نہ سمجھو کہ ان میں خاص خاص لوگ ہی تھے - بلکہ عمران کی عورتوں کو بھی مشرف بکلام الٰہی کیا۔

چنانچہ عمران کی ایک عورت کا ذکر کرتا ہے - بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ مریم کی والدہ عمران کی بیوی نہ تھی یہ غلط ہے - یہودیوں - عیسائیوں میں بزرگوں کے نام پر قوم چلتی ہے - موسیٰ اور ہارون عمران کے بیٹے تھے - پس انہی کی نسل میں سے ایک عورت تھی - جس کا یہ ذکر ہے

محررا - اب تک ہندوؤں اور بعض مسلمانوں میں یہ رسم ہے کہ اگر کسی کی اولاد زندہ نہ رہے - تو وہ چڑھاوا چڑھا دیتا ہے - گویا اس بک رسم کی اصل موجود ہے وہ کسی خانقاہ کے نام پر تو نہ تھی - البتہ فرمایا - کہ یا اللہ میں اپنے کام سے آزاد کر دیا - دین کے لئے وقف کر دیا۔

وضعتہا انثیٰ - یہ اس لئے کہا کہ لڑکی کا رواج نہ تھا۔

Digitized by Khilafat Library

لیس الذکر کالانثیٰ - اگر یہ خدا کا کلام ہے تو پیشگوئی ہے - کہ یہ لڑکی معمولی عورتوں سے بہت اچھی ہوگی - اگر اس میں عورت کا کلام ہے - تو معنے ظاہر ہیں

وکفلہا زکریا - یہ اس لئے فرمایا کہ تا بتائے کہ یہ تمام گھرانہ پاکوں کا ہے جس کی عورتیں اور مرد انعامات الٰہی سے مشرف تھے۔

وانی اعیذہا بک - کیا اچھا کہ مسلمان اس ہدایت پر عمل کریں اور صحبت سے پہلے بہت بہت دعائیں کر لیا کریں تاکہ ان کی اولاد نیک ہو

وجد عندہا رزقا - بہت معمولی بات ہے - مگر مفسرین کی اعجوبہ پسند طبیعت نے بے موسمی میوے کھلائے - یہ خواہ مخواہ کی زیادۃ علی القرآن ہے - قالت ہو من عند اللہ - یہ واقعہ حضرت اللہ تعالیٰ نے اس لئے بیان کیا کہ تا ظاہر ہو کہ اس خاندان کے بچے بھی کیسے خدا پرست تھے کہ وہ معمولی چیزیں بھی جب پاتے تو توحید میں ایسے مستغرق تھے - کہ یہی کہتے "کہ خدا نے دیا ہے"

ہنالک دعا زکریا - مفسرین نے جھک مارا ہے جو کہا ہے کہ زکریا نا امید تھے - نا امید خدا کی جناب سے کافر ہوتا ہے۔

ان یہ صحیح ہے کہ انبیاء دعا نہیں کرتے - جب تک خاص تحریک اور اجازت الٰہی نہ ہو - حضرت نوح کی نسبت پڑھو - انی اعظک ان تکون من الجاہلین۔

پس اس وقت زکریا کو ایک تحریک ہوئی تو کہا اے خدا ایسی نیک اولاد مجھے بھی دے - یہ معنے ہیں - وہب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء۔

مصدق - وہ راستبازوں کا کی تصدیق کرنیوالا ہوگا۔

بکلمۃ من اللہ - یہ بشارت ایک کلام کے ذریعہ ہوئی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا۔

حصورا - بدیوں سے پاک - یہ غلط ہے کہ وہ ہیجڑے تھے انبیاء کے صفات بلا ضرورت کے بیان نہیں ہوتے - ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے - وما کفر سلیمٰن - تو کیا نبی کافر بھی ہو سکتا ہے - پس یہ حصورا بھی اس الزام کی تردید میں آیا ہے جو ان پر لگایا گیا - ایک کنجنی نے زکریا کے خاندان پر یہ گند بکا تھا

انی یکون لی غلام - میں بڈھا - پس میں ایسا لڑکا جوان بھی

ہمیشہ سامنے ہوجاتے۔ عجیب کہتا ہون۔

مورخہ ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۴ و رکوع ۵)

قال آیتک الا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا۔ تو تین دن لوگون سے کلام نہ کرے گا۔ ہان مگر اشارہ کے ساتھ۔ جب تو کلام نہ کریگا۔ تو ہم تیرے لئے وہ بات پیدا کردین گے۔ یہ معنے ہین۔ کہ آپ تین دن کے لئے آپ گونگے ہوگئے۔ اگر یہ بات نہی۔ تو پھر و اذکر ربک کثیرا و سبح کے کیا معنے ہوئے۔ مین نے اس نسخہ کو بے اولادون کے لئے بہت آزمایا اور اکثر مفید پایا ہے ایسے مریضان کریمن سے کہا ہے کہ کم بولنے کی عادت ڈالو اور تسبیح و ذکر مین مشغول رہو۔

رکوع ۵

اذ قالت الملائکۃ۔ دنیا مین دو خیالات کے لوگ رہتے ہین۔ ایک وہ جو ہر بات مین عالم اسباب ... مدنظر رکھتے ہین۔ وہ کسی قدرت کے اسباب کے سوا قائل نہین۔ وہ ہر امر مین ایک بار یک در باریک راہ نکال لیتے ہین اور اسی کو کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہین۔ اگر ناکام رہین تو کہدیتے ہین کہ کوئی خاص سبب جو اس سلسلہ اسباب مین کامیاب ہونے کے لئے ضروری رہ گیا اگر اس کا علم ہوجاتا تو کبھی ناکام نہ رہتے یہ وہ ہین جن کا سورۂ بقرہ مین فمن الناس من یقول ربنا اتنا فی الدنیا وماله فی الاخرۃ من خلاق کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ایک وہ ہین جو عالم اسباب کو بالکل ہی نہین مانتے وہ اسباب کو ہر وہ دست زہر سمجھتے ہین۔ مگر تعجب ہے کہ عالم اسباب کی کچھ قدر نہین لیکن ضرورت کے وقت بھیک مانگ لیتے ہین۔ بدبختی سے اس ملک مین ایک عظیم الشان انسان گذرا ہے جس نے زمانہ کے مصائب کو دیکھکر عالم اسباب کو ترک کرنا چاہا۔ مگر اس کے پیرو ایسی غلطی مین پڑے کہ عالم اسباب کو ترک کا دعوے کرکے عالم اسباب کے ارذل ترین پیشہ مین جا پڑے (یعنی بھیک) وہ نفسانی خواہشون کے ابنے کا دعوے کرتے ہین۔ مگر آخر انہی مین گرفتار ہوتے ہین قرآن مجید نے ان دونون خیالات کے لوگون کو ناپسند کیا ہے۔ اس کو تو یہ راہ پسند ہے۔ ومنہم من یقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ۔ عالم اسباب کی رعایت بھی ضرور ہے اور پھر خدا پر توکل بھی ہو۔ اللہ تعالی نے انسان کو عالم شہادت مین پیدا کیا ہے ایک عالم غیب بھی ہے۔ ساری چیزون مین تین حد بندیان ہوتی

ہین۔ ذات۔ صفات۔ افعال۔ ذوات المحسوس نہین ہوتے۔ ان صفات سے ہم یقین کرتے ہین۔ کہ کوئی ذات ہے۔ اور صفات کا علم افعال سے ہوتا ہے اور وہ موصوف جو ہے وہ عالم غیب مین ہے۔ مینے بہت سے لوگون کو دیکھا ہے بڑی محنت سے کشتکاری کی ہے۔ پھر فصلون کو کاٹ لیا ہے مگر کھلیان کو آگ لگ گئی اور سب محنت برباد ہوگئی۔ عالم اسباب کے معتقد کہہ سکتے ہین احتیاط نہین کی۔ یہ سچ ہے کہ عالم اسباب کی رعایت ضروری ہے مگر اللہ کی مرضی بھی کوئی چیز ہے۔ اس بات کا ذکر خدا تعالی نے ایک آیت مین کیا ہے۔ واتیناہ من کل شیئ سببا۔ لیکن اسباب موافق مقصد کا حصول بھی اللہ کے فضل پر موقوف ہے اور ایک جگہ منافقون کے عذر کا ذکر کرکے کہ ہم جنگ مین نہین جا سکے۔ فرماتا ہے۔

یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ہی بعورۃ ان یریدون الا فرارا۔ اگر وہ نکلنا چاہتے۔ تو پھر ہم اسباب بھی مہیا کردیتے۔ چونکہ عالم اسباب کے کارخانے مین ہمارا علم محیط نہین اس لئے اون کے مناسب موقعہ حصول کے لئے الہی امداد کی ضرورت ہے۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ اس کے آگے پھر انسان کا بس نہین چلتا۔ بلکہ خدا کی توفیق و یاوری کی ضرورت ہوتی ہے تمام زندگی کا خلاصہ کا یہ مطلب ہی ہے کہ وہ سیاہی کے تمام مدارج کو طے کر چکا ہے۔ بس آگے سفیدی ہی ہے۔ اسی طرح ناامیدی جب حد کو پہنچی تو سمجھو امید آئی۔

حضرت یسعیاہ کی کتاب باب ۵۴ مین صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ کی نسبت ذکر فرمایا ہے۔ کہ یہ شہر عروس عرب ہے۔ اس پر خطرناک مایوسی ہوگی اس کا کوئی بیٹا بیٹی لائق نہ ہوگا۔ وہ خطرناک غلطیون مین مبتلا ہونگے پر آخر اس مایوسی مین امید اس ظلمت مین خورشید نظر آئیگا۔ یہان بطور تمثیل مریم اور زکریا کا ذکر کرتا ہے کہ دونون نے اسباب موجود نہ ہونے کی صورت مین اپنی مراد پائی۔ اسی طرح مکہ عروس عرب ہے یاد رہے کہ شہر کو عروس کہنا عام ہے۔ لندن کو عروس البلاد کہتے ہین۔ شام کو عروس عسقلان اس کا بھی ایک بیٹا ہے۔ جو مظفر و منصور ہوگا اس کے مقابلہ مین جو اٹھیگا ناکام رہیگا۔ بڑی بڑی طاقتون سے لوگ اٹھتے ہین۔ مگر معاً ہلاک ہوتے ہین۔ کام وہی ہوتا ہے۔ جو خدا کرے دیکھو بنگالی ہین ان کے نادان بچون نے گورنمنٹ کے مقابلہ مین شرارت کی مگر ناکام رہے۔ مین بارہ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین اور ما انزل علی الملکین ببابل ہاروت ماروت کی تفسیر مین یہ سمجھا چکا ہون۔ کہ کبھی کسی خفیہ کمیٹی۔ مخفی منصوبے مین شامل نہ ہو یہی پاک تعلیم انبیاء کی ہے کہ اون کی کوئی بات مخفی نہین ہوتی۔ ہمارے حضرت صاحب کو اگر کوئی خلوت مین کچھ کہنا تو آپ اتنے زور سے گفتگو

کرنے لگتے کہ نیچے گلی مین چلنے والے سُن سکتے۔ ان خفی کمیٹیون کی ہزار ہزار صفحے کی کتابین مین نے پڑہی ہین۔ یہ مدت سے قائم ہین۔ مگر حضرت نبی کریمؐ سے لیکر حضرت عثمان تک ان کا نام و نشان نہین ملتا۔ یہ اون کا رُعب اور اون کی قدرت نمائی تہی کیونکہ خدا نے اعلان کرادیا تہا۔ وماهم بضارين به من احد الا باذن الله۔ میری بڑی عمر ہوگئی۔ مین بچہ تہا پہر جوان ہوا پہر ادہیڑ پہر بوڑہا۔ مگر مین آج تک کبہی کسی خفیہ محفل یا کمیٹی یا جلسہ مین شامل نہین ہوا۔ میرا ایک بہت پیارا دوست شہر مین ہتا۔ مگر مین نے اس سے بہی کبہی مخفی ملاقات نہ کی۔ نہ مخفی اس سے گفتگو رکہی۔ یہ خدا کا مجہ پر بڑا فضل ہے جو منصوبہ بازون کو حاصل نہین ہوسکتا۔ وہ مجہے حاصل ہوا۔

مین تمہین کہان تک سناؤن۔ سناتے سناتے تہک گیا مگر خدا کی نعمتون کے بیان کرنے سے مین نہین تہکتا۔ اور نہ مجہے تہکنا چاہیئے اس نے مجہ پر بڑے بڑے فضل کئے۔ یہان ایک اخبار کے ایڈیٹر نے اپنی نظم چہاپی۔ مجہے معلوم نہ تہا۔ مین اسے پڑہتا اور سجدہ مین گر گر جاتا چونکہ وہ بہت درد سے لکہی ہوئی تہی۔ اس لئے اس نے میرے دردمند دل پر بہت اثر کیا وہ صوفیانہ رنگ مین ڈوبی ہوئی نظم تہی۔ مین جس بات پر فکر کرتا وہ یہ تہے کہ خدا مجہ پر وہ وقت لایا ہی نہین کہ مجہے معلوم نہ تہا۔ جو ہوش سنبہالتے ہی مولوی خرم علی۔ مولوی اسماعیل۔ مولوی محمد اسحٰق کی کتابین نصیحۃ المسلمین۔ تقویۃ الایمان ردیاۃ المسلمین کو پڑہا اور ان سے توحید کا وہ سبق پڑہا۔ کہ ہر غلطی سے بحمد اللہ محفوظ رہا۔

غرض خدا تعالیٰ جن کو نوازتا ہے ان کے لئے عالم اسباب کو بہی ان کا خادم کر دیتا ہے۔ زکریا اور مریم کے گہر مین جو اولاد ہوئی اس مین ایک اسباب پرست تعجب کرسکتا ہے۔ پہر یہ تمثیل جس عروس عرب کے لئے ہے وہ بہی کسی کے لئے باعث تعجب ہو۔ مگر یہ سب کچہ پیشگوئی کی ماتحت ہوا۔

یہان اس آیت مین جو مریم کے صفات بیان کئے ہین تو اس سے مطلب نہین کہ اور کوئی عورت ایسی نہین گذری۔ بلکہ قرآن کا کریم کا قاعدہ ہے کہ جو مرض ہو اس کا علاج کرتا ہے جو مرض نہ ہو اس کا ذکر نہین کرتا۔ احمق لوگون نے سلیمان پر کفر کا فتوے دیا۔ تو خدا نے فرمایا۔ وما كفر سليمان ایک عورت کی تہمت دی۔ تو فرمایا۔ اسلمت مع سليمان۔ حضرت مریم کو یہودیون نے برا کہا تو فرمایا کہ ان کو خدا نے برگزیدہ کیا۔ پاک بنایا۔

واسجدی۔ یہودیون مین رکوع تک نماز ہے۔ سجدہ ایک الگ ہے۔

ذلك من انباء الغيب۔ بس یہی وہ بات ہے۔ جس کے لئے مین نے ابتدا مین تقریر کی۔ کہ اس قصہ مین مکہ کی نسبت پیشگوئی ہے۔

وما كنت لديهم اذ يختصمون۔ یہ آیت اذ يلقون اقلامهم سے الگ ہے۔ اور اس آیت کا مضمون اس آیت سے ملتا ہے۔ جہان ما کان لی من علم بالملاء الاعلى اذ يختصمون۔ جب کوئی انتخاب خداوندی ہوتا ہے۔ تو ملاء اعلیٰ مین اس کا تذکرہ مزید ہوتا ہے اور کچہ رائے زنی ہوتی ہے۔

بكلمة منه۔ ملائکہ کہتے ہین کہ ہم اپنی طرف سے نہین کہتے بلکہ اس کلام کی نقل کرتے ہین جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمین پہونچی۔

كلمة۔ جیسے کلام آتا ہے۔ مسلمانون کی بدقسمتی سے ان کی کتابون میں لکہا ہے کہ کلمہ لفظ مفرد کو کہتے ہین اس لئے وہ کلمہ بمعنی کلام سنکر حیران ہوتے ہین۔ سنو۔ کلمہ متحمل خبر صدق و کذب کا نہین ہوتا۔ مگر خدا فرماتا ہے وتمت كلمة ربك صدقا وعدلا۔ اور ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين۔ انهم لهم المنصورون وان جندنا لهم الغالبون

مورخہ ۱۸- اپریل سنہ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۵)

ويكلم الناس في المهد وكهلا۔ اس آیت پر لوگون نے بے وجہ بحث کی ہے اور اس بے وجہ کی وجہ یہ ہے۔ کہ بعض لوگون کی طبیعتین اعجوبہ پسند ہین۔ حالانکہ بات صاف ہے۔ کہ بعض عورتون کے بچے پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہین۔ پہر بعض بچے گونگے بہرے ہوتے ہین۔ تو اللہ تعالیٰ پیشگوئی مین مریم کو تسلی دیتا ہے۔ کہ وہ گونگا نہین ہوگا بلکہ کلام کرنیوالا ہوگا۔ اس وقت جب کہ بچے بولنا سیکہ لیتے ہین جبکہ بڑا سمجہدار ہوکر کلام کریگا کہلا کے معنے بخاری مین حلیم کے لکہے ہین۔ آپ مین یہ بتایا ہے۔ کہ وہ تیری ہی زندگی ہی مین ادہیڑ عمر تک ہی پہونچ جاویگا۔

قال كذالك۔ اسی طرح ہوکر رہیگا۔ جیسے کہا سورۃ مریم مین اسی کذالک پر وقف ہے۔

الله يخلق ما يشاء۔ اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔

كن فيكون۔ اس پر مجہ بارہا سوال اٹہا ہے۔ کہ یہ کس موقعہ پر آتا ہے تو مین نے جہان تک دیکہا یہ حیات بعد الموت پر بولا جاتا ہے۔ سورہ یٰسین مین ہے۔ اوليس الذي خلق السموات (الی) انما امره اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون۔

اخلق لكم من الطين كهيئة الطير۔ ان آیات مین پانچ الفاظ تشریح طلب ہین۔ خلق۔ طین۔ یکون طیراً۔ ابرئ الاكمه۔ احی الموتیٰ۔ خلق کے معنے تجویز کرنے کے ہین۔ بڑا ثبوت ان معنون کا یہ آیت ہے۔ خلق لكم ما في الارض جميعاً۔ اب اگر یہ معنے کرین۔ کہ اللہ تعالیٰ

زمین میں سب کچھ پیدا کر چکا ہے۔ تو یہ معنے واقعات کے خلاف ہیں۔ اسی واسطے تفسیر کبیر میں اس کے معنے تقدیر و اندازہ کے لکھے ہیں۔ دوسری شہادت الخالق الباری۔

المصور۔ تصویر تو ہر ایک چیز کی نظر آتی ہے۔ اس سے پہلے بری کی حالت ہے۔ یعنے جیسے کوئی مصور سنگ مرمر کی بھدی شکل کو تراش خراش کرکے بناتا ہے۔ پھر اس بری سے اندازہ ہوتا ہے۔ خلق کل شئ فقدرہ تقدیرا۔ میں بتایا ہے۔ کہ خلق کا مرتبہ اندازہ سے بھی پہلے کا ہے۔ وہ کیا ہے تجویز۔

لکم۔ تمہاری بھلائی کے لئے۔

طین۔ قرآن مجید میں طین کا دو جگہ ذکر ہے ایک جگہ شیطان کا قول خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ تراب و مارے ملنے کو کہتے ہیں طین۔ کیچڑ جو ہوتا ہے اس میں خاصیت ہے۔ کہ جس رنگ میں چاہیں ڈھال لیں۔ مگر آگ نہیں ڈھل سکتی۔ یہاں مسیح فرماتے ہیں کہ میں تجویز کر سکتا ہوں۔ مگر اس کے لئے۔ جو طین ہو۔ یعنے کوئی شخص بری تعلیم کو تسلیم کرے اور اپنے میں طین کی صفات رکھے (جس رنگ میں چاہیں ڈھال سکیں) تو وہ یکوں طیرا۔ جناب الٰہی میں اڑنے والا ہو جاویگا۔ طیر کا لفظ مومن کے لئے حدیث میں آیا ہے۔

فانفخ فیہ۔ میں اس میں کلام کی ایسی روح پھونکونگا۔ کہ میں وہ او پرتی سے نکلکر بلند پرواز انسان ہو جائیگا۔

خلق کے معنے پیدا کرنے کے ہیں تو یہ اسلامی عقائد کے خلاف ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ ھل من خالق غیر اللہ۔ خلق کل شئ خالق کل شئ لا یخلقون شیئا۔

ابرئ الاکمہ والابرص۔ مذاہب عالم پر نظر کرنے سے ہندوؤں کا یہ مذہب معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر دکھیا کے کو کہتے ہیں اس نے پچھلے جنم میں بدی کی ہے۔ جسکی یہ سزا بھگت رہا ہے۔ قرآن شریف اس عقیدہ کے مخالف ہے چنانچہ وہ مومن کے لئے فرماتا ہے دمن وراءہم برزخ۔ اور مسیح بھی۔ چنانچہ آپکے پاس ایک جنم کا اندھا آیا۔ جو ان کی دعا سے اچھا ہوا تھا۔ حواریوں نے سوال کیا۔ کہ حضرت یہ جنم کے اعمال سے اندھا ہوا۔ یا ماں باپ کے اعمال سے۔ آپنے فرمایا۔ دو تو باتیں غلط ہیں۔ بلکہ یہ اس لئے اندھا ہوا تا خدا کا جلال ظاہر ہو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح کے وقت تناسخ کے خیالات بعض لوگوں میں تھے۔ قرآن شریف فرماتا ہے۔ کہ مسیح نے بھی تناسخ کی تردید کی۔ اور کہا۔ کہ میں اکمہ وابرص کو ماتعلموں سے بری

ٹھہراتا ہوں۔ یہ پچھلے جنم کی بدیوں کی وجہ سے اکمہ یا ابرص نہیں ہوئے قرآن شریف میں مرض کے مقابلہ میں شفاء کا لفظ ہے۔

احی الموتیٰ۔ احیاء موتیٰ تین طرح کا ہے ایک اللہ کا جیسا کہ سورۃ بقرہ میں حضرت ابراہیم نے کہا۔ ربی الذی یحیی ویمیت اور ایک جگہ آیا۔ ھو یحیی ویمیت وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ خدا کے فعل کا تو کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

ایک احیاء موتیٰ وہ ہے۔ جو کفار نے مسیح کے مقابلہ میں کیا۔
فاذا حبالہم وعصیہم

ایک احیاء موتیٰ انبیاء کا ہے۔ چنانچہ نبی کریم کی نسبت فرمایا۔ یاایہا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ مسیح رسول تھا پس اس کا احیاء بھی رسولوں والا احیاء ہونا چاہیئے وہ کیا ہے۔ بدوں کا نیک بن جانا۔ ایک شخص نے یہ معنے سن کر مجھے کہا تھا۔ یہ تو معمولی بات ہے۔ میں نے اسے کہا کہ آپنے اگر کوئی ایسا مردہ زندہ کیا تو بتاؤ۔ تو وہ دم بخود رہ گیا

وانبئکم بما تاکلون۔ اس کے یہ معنے غلط ہیں کہ لوگوں کو ان کا کھایا پیا بتا دیتے تھے۔ یہ نبیوں کا کام نہیں ہوتا۔ طبیبوں کا ہو سکتا ہے نبی تو کھانے پینے اور ذخیرہ رکھنے کے متعلق احکام بتاتے ہیں۔ پس عیسیٰ کہتے ہیں۔ میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں اس بات پر کہ تمہیں کیا کیا چیز کھانا حلال ہے۔ اور مال میں سے کتنا حصہ زکوٰۃ دینی چاہیئے اور کیا پاس رکھنا چاہیئے جائز ہے۔

میں ایک دفعہ ایک جگہ گیا تو وہاں ایک صاحب کی تعریف ہونے لگی کہ وہ جو کچھ رات کو کھایا جاوے بتا دیتے ہیں۔ حالانکہ اصل بات یہ تھی۔ کہ وہ طبیب تھے ان کی دکان کے پاس ہی سبزی کی ایک ہی دکان تھی بس وہاں سے خریدنے پر وہ دیکھ لیتے۔ کہ آج ان کے گھر کیا پکا ہے

کاحل لکم۔ اس آیت کے لئے دیر تک میں فکر میں رہا۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ لاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام۔ پس مسیح کیونکر کسی چیز کو حرام یا حلال کہہ سکتے تھے۔ یہ تو خدا کا کام ہے۔ بہت سوچ کے بعد دو امر حل ہوئے ایک تو یہ کہ ان ابراہیم حرمت مکہ کے معنے سب ہی کرتے ہیں۔ یہ حرم تھا۔ ابراہیم نے مکہ کی حرمت کو بیان کیا پس اس سے یہ مطلب ہوا کہ عیسیٰ حرام وحلال بیان کرتے ہیں دوسرے معنے یہ ہوئے۔ کہ ہر نبی اپنی قوم کو اعلےٰ معراج پر پہنچانا چاہتا ہے یہودیوں پر ذلت و مسکنت لپس دیگئی تھی۔ ان کے لئے طیبات جو مال غنیمت اور سلطنت کے انعامات کے رنگ میں تھے۔ بوجہ ان کی بداعمالی کے حرام کر دئے گئے تھے۔ یعنے وہ ان سے محروم ہو گئے تھے اب عیسیٰ کہتے ہیں میری پیروی کرو۔ یہ سب

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

سورۃ آلِ عمران

(پارہ سوم)

من انصاری الی اللہ - اگر کوئی میرے انصار میں سے ہے - تو ادھر چلے جدھر میں جاتا ہوں - یعنی اللہ کی طرف -

الحواریون - مفسرین نے لکھا ہے حواری کہتے ہیں دھوبی کو - چونکہ اونہوں نے دلوں کو صاف کر دیا تھا - اس لئے انہیں دھوبی کہا گیا - سب اصل بات یہ ہے کہ جو بڑے خلوص سے اپنی جان پر کھیلنے کو تیار ہوں ایسے لوگوں کو حواری کہتے ہیں -

مکروا - یہ آیت یاد رکھنے کے قابل ہے دیکھو اس کی ضمیر بظاہر حواریوں کی طرف پھرتی ہے - مگر یہ صحیح نہیں - بلکہ ان لوگوں کی طرف راجع ہے جو اس منہم الکفر کے مصداق ہیں - پس کبھی ضمیر کا مرجع دور ہی ہوتا ہے مکر بمعنی تدبیر ہے - عربی سے ناواقف - ہر چہ گیرد علتی علت شود کے مصداق اپنی زبان پر قیاس کر کے اس کو اپنے معنوں میں لیتے - اور مکر - مکرا - مکر والی گردان پڑھتے ہیں -

مورخہ ۱۹ - اپریل ۱۹۰۹ء

(رکوع ۶)

اس رکوع میں خدا نے مجھے ایسا انشراح [illegible] ہے کہ میں اس [illegible] تمام دنیا کے [illegible] محض فضل الٰہی سے یقیناً جیت سکتا ہوں - اس قدر انشراح مجھے حاصل ہے کہ میں کسی مجلس میں جہاں اسلام کے مخالف لوگ بیٹھے ہوں - ذرہ بھر بھی بزدل نہیں ہوتا - تمام دنیا کے لئے یہ قاطع حجت ہے جس کے سامنے کوئی بول نہیں سکتا -

یہ آیت قیامت تک اسلام کا بول بالا ثابت کرنے کے لئے کافی ہے - یہ اس لئے میں نے کہا - تا تمہیں اس نعمت کی قدر ہو انی متوفیک [illegible] میں تیری - روح کو قبض کر کے [illegible] - توفی کے معنے پر حضرت صاحب نے سیر کن بحث فرمائی ہے - میری تشریح کی حاجت نہیں آپنے انعامی اشتہار [illegible] سوا کوئی اور معنے اس کے با قرینہ اور [illegible] بتا دے ایک مولوی نے دہلی میں وفیت کو پیش کیا - مگر وہ کیسا نادم ہوا - جب آپنے فرمایا کہ کیا یہ اسی باب سے ہے جس باب سے توفی ہے -

ورافعک الی - لوگ [illegible] زندگی کا سمجھتے ہیں - مگر میری تیری روح کو قبض کر کے اعلےٰ علیین میں (ان الابرار لفی علیین) مقام دوں گا -

وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیٰمۃ

بس یہ وہ دلیل ہے جس پر ساری دنیا کے مذاہب کا امتحان ہے [illegible] جو تیرا انکار کرتے ہیں اور پھر یہ قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہیگا - یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے -

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں یا مسیح کو ماننے والے یا مسیح کے منکر - ان دونوں کے [illegible] کہ مسیح کے ماننے والے منکروں پر غالب رہیں گے - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی اور مسلمان مسیح کے ماننے والے یہود پر حکمران ہیں - اور پھر اور قومیں جو مسیح کی منکر ہیں وہ بھی محکوم ہی ہیں اور صرف محکوم نہیں بلکہ فرمایا کہ

فاعذبہم عذاباً شدیداً [illegible] کہ عذاب دوں گا اور عذاب بھی سخت - چنانچہ یہود کو جو عذاب اور دکھ پہونچے وہ مخفی نہیں (ورہی) دنیا کا عذاب [illegible] عذاب [illegible]

وما لہم من ناصرین - پھر یہاں [illegible] قوموں کی محکومیت میں ایسے آئیں گے کہ اور مظلوموں کے تو مددگار پیدا ہو جاتے ہیں - مگر مسیح کے منکروں کا کوئی مددگار نہ ہوگا - یہ بات ہم اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں -

من الاٰیٰت - یہ بات نشانوں میں سے ایک بھاری نشان ہے یہاں تک تو منکران مسیح کا فیصلہ کیا - کیونکہ [illegible] کافر ہیں - اب سچے اور جھوٹے متبع کا فرق [illegible] ہیں - ہم مسیح کے سچے پیرو ہیں اور عیسائی [illegible] میں [illegible] فرمایا -

ان مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل اٰدم - عیسائی کی مثال آدم کی مانند ہے

اوس کو ہم نے تراب سے پیدا کیا۔ پھر وہ مر گیا اور مرنے کے بعد کن فیکون سے قیامت کے دن زندہ ہوگا۔ اسی طرح عیسے بھی مر چکا اور قیامت کو زندہ ہوگا۔ جس گروہ کے عقائد یہ ہین وہی حق پر ہین۔ اگر تم اوس کی الوہیت کے قائل ہو۔ تو کوئی دلیل دو۔ آدم کا مثیل ہونے سے اس کی بشریت ظاہر ہے۔ دنیا نے اوس کو دیکھا کہ وہ انسانون کی طرح کھاتا پیتا اگتا موتا رہا۔ پھر وفات بھی پا گیا۔ الحق من ربک۔ بس اے مخاطب تیرے رب کی طرف سے یہی بات حق ہے۔ تو شک مین نہ ہو اس پر بھی جو نہ مانے۔ اس کے لئے آخری فیصلہ بتایا ہے۔

تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم۔ یعنے مباہلہ کرلین۔ کاذبون پر لعنت ڈالین۔ پھر دیکھین کس پر خدا کا عذاب آتا ہے اور کون قوم اس کی رحمت سے دور ہوتی ہے۔

مورخہ ۲۰۔ اپریل ۱۹۰۹ء

رکوع نمبر ۷

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم۔ مذہبون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جون جون پیچھے چلے جائین۔ تو شرک۔ بُت پرستی کا مرض کم ہوتا جاتا ہے۔ ایک ہمین تھا اوسکی عادت تھی کہ وہ مباحثات کیا کرتا تھا مجھے ایک دفعہ اوس نے کہا کہ کوئی معیار مذہبون کی پہچان کا ضرور چاہیئے۔ وہ معیار جب تک قائم نہ ہو۔ جھگڑے ختم نہین ہو سکتے۔ چونکہ یہ بیر یقین ہر کہ حق بات ضرور فطرت بے ساختہ بول اُٹھتی ہے۔ اس لئے مین نے کہا حضور ہمارے آقا ہین۔ ہماری عقلین اور جوتین ایسی نہین کہ ہمارے قائم کردہ معیار کی عزت آپکے دل مین بیٹھ سکے اس لئے آپ خود ہی تجویز فرمادین آپ جو معیار قائم کرین گے۔ لامحالہ وہ قابل قدر ہوگا۔ یہ مجھے یقین تھا۔ کہ اگر اس نے غلط معیار قائم کرکے کوئی اُلجھن ڈالی۔ تو فطرت کی آواز سے اسے سلجھا لیا جاویگا۔ اوس نے کہا مذہب کا پراچین ہونا یعنے جس قدر قدیم کی طرف چلے جاوین جو سب سے قدیم ثابت ہو۔ وہی مذہب حق ہے تینے کہا بڑا مسئلہ تو خدا ہی کے ماننے کا ہے اس سے باقی مسئلے نکلتے ہین اب مین پوچھتا ہون کہ بت پرستی کو کہان تک قدامت رکھتی ہے اوس نے کہا کچھ بھی ہو۔ اسلام سے تو پہلے کی ہے۔ اسلام کو ابھی بارہ سو سال ہوئے ہین۔ مین نے کہا اسلام تو فبھداہم اقتدہ کہکر اپنے تئین قدامت سے وابستہ کرتا ہے آپ فرمائین۔ کہ بُت پرستی کب سے ہے۔

رامچندر جی کے زمانہ سے مان لیتے ہین پس رامچندر دیوتا کی پرستش کرتے تھے۔ اوس نے وشنو کی۔ مین نے کہا اور وشنو؟ کہا برہما کی۔ مین نے کہا اور برہما۔ کہا ایشور کی۔ اس پر مین نے کہا بس وہ مسلمان تھے۔ یہی مسلمانون کا مذہب ہے۔ اسلام کا اہم مسئلہ یہی لا الہ الا اللہ ہی توہے۔

یہان ان آیات مین عیسائیون سے بحث ہے۔ عیسائیون کی پرانی کتاب تو تورات ہے اور اس مین تثلیث وغیرہ کا ذکر نہین۔

مین نے ایک دفعہ ایک عیسائی سے کہا تمہارے اعمال مین یہ پیشگوئی ہمارے نبی کے حق مین ملتی ہے۔ اوس نے کہا کہ بے انصافی کرتے ہو۔ یورپ و امریکہ کے لوگ یہ معنے نہین کرتے آپ کیون ان کے خلاف معنے کرتے ہین۔ مین نے کہا یہ قاعدہ تو آپ نے خود ہی توڑا۔ جو معنے تورات کی پیشگوئیون کے یہود کرتے ہین۔ وہ آپ کیون نہین کرتے حالانکہ تورات کے وارث وہی ہین جس قدر مسیح کی الوہیت کے دلائل آپ کے پاس ہین ذرا انہین یہودیون کی تعریح کے مطابق صحیح تو کر دین۔ اس پر وہ جوش مین آکر بولا۔ وہ بے ایمان ہین۔ مین نے کہا ہم آپ کو بے ایمان سمجھتے ہین۔

یہان فرمایا۔ کہ یسوع کو خالق ارض وسماء وغیرہ کہنا تو ان نانے کی باتین ہین۔ آؤ۔ اس اصل کیطرف چلین۔ جو سب سے پہلے ہے۔ یعنے توحید۔ اس پر ایمان رکھین۔ یہ بات یاد رکھین۔ کہ عیسائی مذہب کی کتاب مین عیسے نہین آیا۔ اسی لئے ان کے سمجھدار لوگ عیسائی نہین بلکہ مسیحی کہلاتے ہین۔ کوئی شخص یسوعا نام ہوا ہے۔ جس کا مسلمانون کی کتابون مین ذکر تک نہین۔ اس کی یہ لوگ پرستش کرتے ہین۔ باقی رہا مسیح سو اس کا آدم ہونا تو مشاہدات سے ثابت ہے۔ اس کے خدا ہونے کی کوئی حجت نیرہ چاہیئے۔ جو کوئی نہین۔ پس تعالوا الی کلمۃ .... سواء بیننا وبینکم۔

ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ۔ تین قسم کے معبود ہین ایک تو پوپ کو ہی خدا سمجھتے۔ اس کے اختیارات مین معاصی کی مغفرت کا اعتقاد تھا۔ پوپ ایک زمانہ مین بادشاہ بھی تھا۔ ایک گروہ مریم کو خداوند کی مان کہتا اور اس کی تصویر کے آگے سجدہ کرتا ہے۔ ایک روح القدس۔ باپ۔ تینون کو خدا سمجھتا ہے۔

فرمایا۔ بہتون کا ذکر اچھا نہین ہوتا۔ ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ پنجابیون نے اس نکتہ کو خوب سمجھا ہے ان مین ایک مثل ہے۔ دو گھرون کا مہمان بھوکا رہتا ہے۔ ارباباً من دون اللہ کے ماننے والون کو ہم کہتے ہین کہ ایک خدا مین آپ نے کیا کمی دیکھی ہے۔ جو دوسرے کو بھی اس کے ساتھ ملایا ہے۔ جسمین کمی ہے۔ وہ الوہیت کا مستحق نہین ہو سکتا۔

یا اھل الکتاب لم تحاجون۔ کبھی تو جوش مین آکے کہتے ہین کہ تورات

کی بھی کتاب سے تثلیث نکلتی ہے۔ وہاں ابراہیم آیا ہے۔ پھر دانیال اور ابراہیم کو بھی تثلیث ماننے والا بتاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ استنباط تم کرتے ہو۔ توریت سے یہ دونوں ابراہیم کے بعد نازل ہوئیں کسی مذہب نے اپنا کوئی نام نہیں رکھا۔ یہودا کی طرف منسوب ہو کر یہودی کہلاتے۔ او مسیح کی طرف منسوب ہو کر مسیحی۔ اصل میں ایک ہی نام کل مذاہب کا ہو سکتا ہے۔ وہ کیا؟ وہی جو مذاہب کا مقصد ہے یعنی راستبازی اور فرمانبرداری۔ یعنے اسلام۔ جس کی تعلیم میں کسی قسم کا شرک نہیں۔ بلکہ میں فطرت کے مطابق ہے۔ بچہ جس وقت بالغ ہوتا ہے۔ تو کم از کم اتنی سمجھ تو اسے آجاتی ہے کہ میں اپنا خالق آپ نہیں بلکہ کوئی اور مقتدر ہستی ہے۔ پس یہی وہ فطرت کی گواہی ہے۔ جس سے شرک کا استیصال ہو جاتا ہے۔

واللہ ولی المومنین۔ ولی معمولی لفظ نہیں۔ قرآن شریف نے اس کی تفسیر بتائی ہے اور اس کی ایک پہچان بتائی ہے۔

جب اللہ کسی کا ولی بنتا ہے۔ تو اس کی ولایت کا نشان یہ ہے۔ کہ یخرجہم من الظلمات الی النور۔ یعنے انسان جو قسم قسم کی ظلمتوں میں پڑا ہو ان ظلمتوں سے روز بروز نکلتا جاتا ہے۔ بڑی ظلمت تو یہ ہے کہ ان باپ اچھے نہ ہوں۔ پھر دوسرے مربی استاد وغیرہ۔ پھر دوست۔ اشرار پھر رسم و عادت پھر محبت و بغض۔ پھر شہرت و حرص۔ پھر بخل و عجز و کسل۔ کسی کے اوپر سب جاہلم (الظلم ظلمات) پس ان ظلمتوں سے نکل کر جو نور کی طرف جا رہا ہو تو سمجھے کہ اللہ میرا ولی ہو گیا ہے۔

وما یضلون الا انفسہم۔ یہ نہیں گمراہ کر سکتے۔ مگر اپنے ہی ڈھب کے لوگوں کو۔

مورخہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۹ء

(رکوع ۸)

تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں دو قسم کی طبیعتیں ہوتی ہیں ایک وہ... جنہیں اگر عمدگی سے وعظ کیا جاوے تو مان لیتے ہیں اور اگر تشدد کیا جائے تو انکار کرتے ہیں اور ایک وہ جو دلائل کو مانتے ہی نہیں۔ ہاں دو چار جوتے لگ جائیں تو کہتے ہیں جی ٹھیک ہے۔

ایک زمانہ میں مجھے خیال پیدا ہوا۔ تو میں نے چند لڑکوں سے سوال کیا۔ اگر کوئی لڑکا بدچلنی کرے تو اس کے روکنے کی کیا تدبیر ہے۔ اس پر... بعضوں نے لکھا۔ کہ اُسے نصیحت کی جاوے مگر تنہائی میں اور بعضوں نے یہ کہا کہ نصیحت کی جاوے مگر عام لڑکوں میں تا اُسے ندامت ہو۔ بعضوں نے کہا کہ مار کر خوب بید لگائے جاویں تا پھر کبھی ایسی جرأت نہ کرے۔ درحقیقت سب نے سچ کہا۔ کیونکہ کئی قسم کے لوگ ہیں۔ بعض وہ جو نصیحت مان لیتے ہیں۔ . . . . مگر دلائل کے ساتھ۔ بعض ایسے بھی ہیں۔ جنہیں دلائل دیں تو اور بھی بپھر جاتے ہیں۔ اور رد و قدح شروع کر دیتے ہیں۔ بعض صرف کہنے سے مان جاتے ہیں بعض دلائل کہنے کو مانتے ہیں۔ بعض صرف خوشی یا توجہ چھوڑ دینے سے مان جاتے ہیں۔ بعض مار کھائے بغیر نہیں سمجھتے ہیں پھر بعض ایسی طبائع کے انسان ہوتے ہیں جو دن رات منصوبے سوچتے رہتے ہیں ایسے بدبخت ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔ مگر وہ اسی فکر میں غلطاں پیچاں رہتے ہیں کہ فلاں بڑے کارخانے کو نقصان پہونچائیں۔ بس ایسے بدبختوں کا ذکر اس آیۃ میں ہے۔ انہوں نے ایک تجویز کی۔

وقالت طائفۃ من اھل الکتاب اٰمنوا بالذی انزل علے الذین اٰمنوا وجہ النہار واکفروا اٰخرہ لعلہم یرجعون

گروہ نے اہل کتاب میں سے کہا۔ بڑے بڑے عمائد یہود جو ہیں یہ سب مل کر صبح مسلمان ہو جاؤ۔ اور عصر کی نماز کے بعد اس دین کو ترک کر دو۔ اور یہ ظاہر کرو۔ کہ ہم نے اندر جا کر اس میں بہت سی بدیاں دیکھیں پس اس تجویز سے یہ چند اہل کتاب جو مسلمان ہو گئے ہیں۔ واپس اپنے دین میں لوٹ آئیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ منصوبہ بازیوں کا کچھ فائدہ نہیں۔

ان الھدیٰ۔ ھدی اللہ۔ کامل ہدایت تو وہی ہے۔ جو اللہ کی ہدایت ہے اور وہ یہ کہ تمہاری مثل ایک اور قوم کو بھی اپنی انعامات سے ممتاز فرمایا گیا ہے۔ سلطنت۔ نبوت۔

او یحاجوکم عند ربکم۔ بلکہ وہ تمہارے رب کے حجت میں تم پر غالب ہیں او۔ کے معنے بلکہ کے ہیں۔

ان الفضل بید اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم کی نسبت بھی فرمایا۔ واللہ یعصمک من الناس۔ اور داؤد کے عبادتگاہ میں جب دشمن چڑھ آئے تو ان ہی فرمایا۔ انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔ ہم نے تمہیں بادشاہ بنایا ہے۔ یہاں یہ مسئلہ سمجھایا ہے کہ الٰہی انتخاب کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنا ہلاکت کا موجب ہیں۔

ومن اھل الکتاب من ان تامنہ (الیٰ) یعلمون۔ ایسے آدمی ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ ایک شخص نے جنگل میں ایک عورت کو زیور سے لدی ہوئی پایا۔ جو راستہ بھول گئی تھی۔ اس نے اسے مقام پر پہونچایا حالانکہ پوری دسترس رکھتا تھا کہ زیور اتار لے۔ پھر ایسے بھی ہیں۔ جو ایک دینار کو دیکھ کر دل ثابت نہیں رکھ سکتے۔ ایک صوفی نے شیطان کو عالم کشف میں دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں کئی لگامیں ہیں۔ پوچھا یہ کیا کہنے لگا۔ یہ لوگوں کو قابو کرنے کے لئے۔ پھر اس نے کہا تم لوگ تو صرف کان پکڑ قابو کئے جاتے ہو۔ نیکی کے

تھا۔ جو اہل ارض کے لئے امان تھا۔ اسی گھر میں ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ پیدا ہوئے۔ [illegible] اسی مین طلحہ و زبیر۔ چنانچہ خدا نے فرمایا۔ رجال لا تلہیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع۔ اللہ نے اس کے گھر کے لوگون کو بڑا بنانا چاہا ہے۔

مقام ابراھیم۔ پھر اس مکہ کی اوّل تو یہ خصوصیت ہے کہ اس مین ابراھیم کا عبادت گاہ ہے۔ یہودی۔ عیسائی اپنے متبوع کی کوئی جگہ پیش نہین کرسکتے جو اون کے قبضہ مین ہو

دوسری آیۃ من دخلہ کان اٰمناً اور دوسری جگہ فرمایا۔ ویتخطف الناس من حولھم۔ کہ سارے جہان مین افراتفری پڑی ہے پر مکہ مین نہین۔ تیسری آیۃ وللّٰہ علی الناس حج البیت۔ جو یہ نہین سمجھتا وہ یہ پیشگوئی سن لے کہ حج بیت اللہ کا لوگون مین رہے گا

ومن کفر۔ اور جو باوجود ان دلائل کے کفر کرے۔

تبغونھا عوجاً کے معنون مین مین نے بہت غور کیا ہے بہت لوگ اس قسم کے ہوتے ہین۔ کہ عیب جوئی کی فکر مین لگے رہتے ہین میں نے ایسی عادت والون کو دیکھا ہے کہ وہ مرتے نہین جب تک اسی گند مین گرفتار نہ ہولین۔ جس کے لئے وہ دوسرے کی تحقیر کرتے ہین اور لوگون مین شور و فساد ڈالتے ہین۔ اسلام ایک سیدھا اور سادہ مذہب ہے۔ مگر تبغونھا یہ لوگ چاہتے ہین اس کے لئے عوجاً۔ کہ کوئی عیب نکل آئے اور ایک معنے یہ ہین۔ کہ یہ بھی چاہتے ہین کہ اسلام مین رہین یعنے اللہ کی راہ پر قائم رہین اور پھر اسی طرح ٹیڑھے کے ٹیڑھے بھی رہین حقیقی تبدیلی کو پیدا نہین کرتے۔ کیسا افسوس کا مقام ہے۔

ایک طرف اللہ کو راضی کرنے کا ارادہ ہے۔ دوسری طرف عیب ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہنا بہت ہی خطرناک راہ ہے یہ مومنوں کی وہ [illegible] فرمایا ہے۔ یذکرون اللّٰہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبھم۔ اب جو بجائے ذکر اللہ کے مخلوق کے عیب بیان کرتا پھرے وہ مومن کیسا ہوا اور پھر اپنی غلطی پر اڑ جانا اور یہ سمجھنا کہ ہم نے خدا سے کوئی وعدہ لے لیا ہے اور بھی برا ہے۔ اپنی آنکھ کے شہتیر کو نہ دیکھنا اور دوسرون کی [illegible] کے تنکے کو [illegible] دیکھنا اچھی نیتجہ نہین رکھتا

ان تطیعوا۔ یعنے جیسے یہود وغیرہ چاہتے تھے کہ اسلام صاحب اسلام۔ اصحاب اسلام کے [illegible] تلاش کرین اور خود کتنے عیب دار ہون۔ مگر دوسرون کی معمولی خطا کو بھی گرفت کرنے سے نہ رہین۔ اسی طرز عمل پر اگر تم چلوگے۔ تو کافر ہو جاؤگے۔ یون تو کوئی ایسا مسلمان نہین ہوتا۔ جو یہودیون کا فرمانبردار بن جاتے۔ پس تطیعوا کے معنے یہی ہین کہ اون کے طرز عمل پر چلوگے جیسے وہ عیب چینی کرتے پھرتے ہین ایسے ہی تم کرتے رہوگے۔ تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

مورخہ ۲۔ مئی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۲)

یا۔ اے۔ ایھا۔ مین تو تمہین کو سناتے ہین۔
الذین اٰمنوا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے۔

اتقوا اللّٰہ حق تقاتہٖ۔ بیٹا اپنے باپ کا کہا مانتا ہے شاگرد اپنے استاد کا۔ محکوم اپنے حاکم کا۔ دوست اپنے دوست کا اور یہ سب تسلیم کسی فائدے کے حصول پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہمارا حکم بھی مان لو۔ تاتم فلاح دارین پاؤ۔ وہ حکم کیا ہے۔ تقویٰ اختیار کرو۔ اپنا سارا زور لگا کر۔

ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ اب موت کا وقت تو معلوم نہین بعض وقت انسان سوتا سوتا ہی مرجاتا ہے اور مسلمان بننے کا موقعہ نہین ملتا اس لئے آج سے ہی تیاری کرلو۔ اور ہر وقت یہی سمجھو۔ کہ موت قریب ہے تا تمہارا انتقال بحالت اسلام ہو۔ انسان جب کوئی نیکی شروع کرتا ہے۔ تو ہر نیکی کا قول یا فعل یا عمل دوسرے نیک قول یا فعل یا عمل کو پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ گویا ایک نیکی دوسری نیکی کے لئے بمنزلہ زنجیر کی کڑی کے ہے۔ پس تقویٰ اختیار کروگے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم مسلمان ہی مروگے۔ تقوے کی بہت سی راہین ہین۔ ایک اونمین سے یہ ہے۔

واعتصموا۔ اپنے آپ کو دکھون سے بچاؤ کس ذریعہ سے؟

بحبل اللّٰہ۔ ایک اللہ کا رسن ہے۔ اس پر دو قومین زور لگا رہی ہین۔ تم سارے مل کر زور لگاؤ تا ذلت اور شکست کے دکھون سے بچ جاؤ۔ ہمارے زمانہ طالب علمی مین یہ رستے کا کھیل نہین ہوتا تھا مگر اب تو سکولون مین یہ کھیل [illegible] اس لئے اس آیت کی خوب سمجھ آ سکتی ہے۔

شفا۔ کنارہ

من النار۔ غضب۔ غیظ۔ کینے۔ ایک دوسرے کی جلن۔

فانقذکم منھا۔ ان تمام جہنمون سے قرآن نے نکالا۔

دیکھو۔ مین تمہین دردِ دل سے کہتا ہون کہ وحدت بڑی چیز ہے اور ہر قسم کی کامیابیون کی جڑ ہے۔ صحابہ کرام نے اس کا مزہ چکھا ہے اون کی قوم ایک کس مپرس حالت مین تھی۔ صرف وحدت کے ذریعے ساری دنیا مین عظیم الشان اور مظفر و منصور ہوئی۔

جب تک ہر ایک آدمی اپنے اغراض کو چھوڑ کر دوسرے کی ہمدردی مین فنا نہ ہو جاوے۔ یہ بات حاصل نہین ہوتی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ [illegible] کو دعوت دی اور کہا۔ کوئی تم مین سے ہے۔ جو ہمارا بوجھ

اُٹھ سکے۔ علیؓ [illegible] آنکھین بھی [illegible] خراب تھین بڑی جرأت سے کہا کہ مین حاضر ہون یا رسول اللہ۔

اوس وقت لوگون نے ہنسی اڑائی۔ مگر خدا کے نزدیک یہ قول ایسا قابل قدر تھا۔ کہ تیرہ سو برس گذر گئے اور مولا مرتضیٰ کی اولاد کا بچہ بچہ سید (سردار) کہلاتا ہے۔ وہ سچا خادم تھا۔ تو خدا نے اُسے مخدوم بنا دیا۔

ایاتہ۔ یہ خدا کی خدائی کے نشانات ہین

امۃ۔ گروہ۔

اولٰئک ہم المفلحون۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر کو مین نے تو آزما لیا اس سے انسان مظفر و منصور ہو جاتا ہے۔ ایک مظفر و منصور رہنا تو تم [illegible] تمہین سے ایک تھا۔ اور تمہارا [illegible]

[illegible]

کرماتے بھی ہین) تو آپ نے فرمایا۔ جب تم [illegible] باپ [illegible] اپنے باپ کو دی۔ کیونکہ وہ تمہارے [illegible] دیگا۔

بدی کا بدلہ۔ بدی سے دنیا [illegible] اور بدی کرتا ہے۔ صبر بڑے بڑے پھل رکھتا ہے۔ [illegible] ہر ایک شخص [illegible] اپنی نسبت جانتا ہے۔ مین تو یہان دین سیکھنے کے لئے آیا تھا۔ ایک دفعہ مرزا صاحب کے [illegible] کہ تم اپنے وطن کا خیال تک بھی نہ لاؤ۔ [illegible] اس کے بعد مین نے وطن کی کبھی خواہش نہین کی۔ یہان مین نے مالی۔ جانی نقصانات اُٹھائے۔ مگر صبر کیا۔ پھر مین دیکھتا ہون۔ کہ اس صبر کا اجر مجھے مل گیا۔ کہ مین مظفر و منصور ہو گیا۔ کوئی وظیفہ کوئی عمل تم سے الگ مجھے نہین آتا۔ پھر بھی مین نے وہ بات حاصل کی۔ جو میرے ایسے انسان کے وہم و گمان مین بھی نہین آ سکتی۔ انسان کی روح مین ایک تڑپ معیت کی بھی ہے۔ اللہ وعدہ کرتا ہے کہ مین صبر کرنے والون کے ساتھ ہون۔ ایک معمولی انسان کا ساتھ کتنی بڑی بات ہے۔ پس جس کے ساتھ خدا ہو۔ اُسے اور کیا چاہیئے۔

غرض تفرقہ پیدا ہوتا ہے ایک دوسرے کی بات نہ سننے سے

جسکی تم لوگون کو عادت ڈالنی چاہیئے۔ میرے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا ہے کہ مسلمان کیون ترقی نہین کرتے یہ مسلمان کب بنین گے۔ مین نے اس سوال پر بہت غور کیا ہے۔ دوسری قومون کے پاس تو تعلیم کوئی تھی نہین مگر ضرورت محسوس کر کے اونہون نے وحدت قائم کر لی اور اس کا پھل کھایا۔ ہندو ہین۔ بس ان مین دولت رام نام چاہیئے۔ پھر وہ کہہ دین گے۔ کہ یہ ہماری قوم کا ہے۔ پھر نصارے ہین اونہون نے قومی وحدت کا مسئلہ اختیار کر لیا ہے۔ دوسرا اصل ان قومون نے یہ سمجھ لیا کہ محنت کے بغیر کچھ نہین ہوتا۔ پس اونہون نے محنت اختیار کر لی۔

مسلمان ہین اون کو خود مذہب نے سکھایا کہ تم وحدت پیدا کرو اور محنت [illegible]

[illegible]

(رکوع نمبر ۳)

کنتم خیر اُمۃ۔ [illegible] جماعت۔ خیر تفضیل [illegible] ہے زیادت کے معنون مین آتا ہے۔

اخرجت للناس۔ لوگون کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ اور دیکھے کہ مین آٹھ پہر مین لوگون کی بھلائی کے لئے کیا کام کیا۔ اُمت محمدیہ کا منشا رہی یہی ہے کہ لوگون کی بھلائی کے لئے جان تک لڑا دی جائے۔ سرہندی بزرگ نے لکھا ہے کہ مین جب رات کو سونے لگتا ہون تو سوچتا ہون کہ اپنے فرض منصبی کو کہان تک ادا کیا ہے۔ گویا حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ و وازنوا قبل ان توازنوا پر عمل فرماتے تھے۔ اب اس بھلائی کی تعریف فرماتا ہے۔

تامرون بالمعروف۔ پسندیدہ باتین حسن قرآن۔ عقل اور ایک شریف

سلیم الفطرت پسند کرتا ہے وہ کرے اور جو اس کے خلاف ہو اس سے روکے۔

وتؤمنون باللّٰہ ۔ پھر خود بھی ان بھلائیون پر عمل کرنے والے ہو اور تمام اخلاق فاضلہ کا سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا پورا ایمان ہے۔

الا اذیً ۔ بجز زبانی بکواس کرلین اس کے سوا اور کیا بگاڑ سکتے ہین۔

ثم لا ینصرون ۔ مین تو اس کے یہی معنے کرتا ہون پھر کبھی بھی اون کو نصرت نہ دی جاوے گی۔ تیرہ سو برس سے یہود کا یہ حال دنیا دیکھ رہی ہے۔

الا بحبل من اللّٰہ وحبل من الناس ۔ ہان مسلمانون کے معاہدہ کے نیچے یا دوسرے لوگون کے معاہدہ و تعلقات کے اندر اس سے کچھ محفوظ رہ سکتے ہین۔

تقدیر عبارت یون ہے ۔ اینما ثقفوا اما عصموا من الذلۃ الا اعتصموا بحبل من اللّٰہ ۔ یہ عصموا میرے دو آیات سے نکالا ہے ۔ واعتصموا بحبل اللّٰہ ۔ اور من یعتصم باللّٰہ فقد ھدی الی صراط مستقیم مطلب یہ ہے کہ جہان پائے گئے ذلت نہین بچین گے ۔ مگر یہ کہ اون کے معاہدہ مین اس بڑی ذلت سے کچھ نہ کچھ بچ سکتے ہین۔ ایک اور نکتہ ہے وہ یہ کہ یہودی ہمیشہ ذلت مین رہینگے [illegible] نیچے آ ب [illegible] مسلمان ہو جاوین [illegible] مذہب [illegible] کرلین تو پھر بچ سکین گے۔ یہودی [illegible] کو اللہ تعالیٰ نے [illegible] مطلب یہ ہے کہ وہ ذلت سے نہ بچین گے خود مسلمانون سے پناہ لین۔ یا کسی دوسرے مذہب ۔

المسکنۃ ۔ یعنے سلطنت کے لئے ہاتھ پاؤن نہین مار سکینگے۔

من اھل الکتاب امۃ قائمۃ ۔ ہر مذہب مین دو قسم کے لوگ ہین۔ ایک [illegible] شریر ہوتے ہین غیر مذہب کی مخالفت کرتے اور راہ شرارت کرتے ہین۔ ان مین طلب حق ہرگز نہین ہوتی۔ دوسرے وہ جو شرارتون مین شریک نہین ہوتے وہ نیکی مین بقدر اپنی طاقت کے بڑھتے رہتے ہین۔ اللہ پر ۔ قیامت پر ایمان رکھتے ہین اپنی عقل و فہم کے مطابق پسندیدہ کام کرتے اور برے کامون سے رکے رہتے ہین۔ اور کسی نبی وغیرہ کی ہتک نہین کرتے۔ اس قسم کے لوگون کو خدا نے امید وار ٹھہرایا ہے۔ کہ ما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ ۔ جو کچھ بھی وہ بھلائی کرین اوس کی ناقدری نہ ہوگی۔

واللّٰہ علیم بالمتقین ۔ کیونکہ اللہ کو متقین کا علم ہے۔ پس اون کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ ہمین رائے زنی کا کوئی حق نہین اون نیکیون کی قدر دانی یہی یہ ہے کہ "اسلام" قبول کرنے کے لئے شرح صدر ہو جاوے ۔ باقی رہے جو کھلم کھلا انکار کرتے اور شرارت و ایذا رسانی سے پیش آتے ہین وہ تو کچھ خرچ بھی کرین تو اکارت جاتا ہے

بطانۃ ۔ اندرونی دوست نہ بناؤ۔ اس کی تصریح سورۃ ممتحنہ مین خوب فرمائی ہے اب اس سے آگے اون کے طرز عمل سے اطلاع دی ہے تا محفوظ رہ سکو۔

مورخہ ۴- مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۲)

مکہ کے لوگون مین خودپسندی اور خودی بہت تھی ۔ ایک وجہ آسودگی ہے۔ کیونکہ تمام جہان کی پوجا کا مال اون کے پاس آتا تھا۔ پھر مکہ ایک بڑا معبد تھا۔ تمام عرب والے اس کی پوجا کرتے تھے اس لئے یہ لوگ اپنے تئین [illegible] سمجھتے تھے۔ تیسری وجہ ان کی خودپسندی کی ۔ رحلۃ الشتاء والصیف تھی۔ یعنے وہ تجارت کے لئے موسم [illegible] وغیرہ کی طرف جاتے تھے۔ اور [illegible] مین ہندوستان ۔ چائنا کی طرف جتنی تجارت [illegible] ۔ [illegible] وقت آسودگی کی وجہ سے خودی اور [illegible] مبتلا ہو [illegible]

خودی اور خودپسندی [illegible] بہت برا [illegible] کا عادی [illegible] [illegible] اور وہ ہمیشہ دو [illegible] کی [illegible] سے کیا [illegible] ہین ۔ پس جب کوئی [illegible] بات [illegible] یار [illegible] ان کی اس [illegible] اور [illegible] ہندوستان مین [illegible] سے پہلا [illegible] ہوتی ہین [illegible] کہا کرتے تھے ۔ انھون نے [illegible] ہی [illegible] تمام [illegible] پر [illegible] ہو [illegible] اور [illegible] کے قوم کے [illegible] مسلمان ہو گئے تو [illegible] اور [illegible] اوخود [illegible] [illegible] ۱۳ برس اس گھسان مین گذ[illegible] بڑی ہمت کیسی بلند پروازی۔ کتنا [illegible] [illegible] جن کی قومیت اور عصبیت [illegible] حبش مین چلے جاؤ ۔ وہان وہ لوگ جا کر رہے ۔ [illegible] مین تو بتایا ۔ کہ شریر سے شریر حکومت کے نیچے [illegible] دوسری مین یہ بتایا کہ نیک دل عیسائی گورنمنٹ [illegible] زندگی بسر کرنی چاہئے۔ گویا آپ کو یقین تھا [illegible] آنیوالا ہے کہ وہ غیر قومون پر حاکم ہون گے [illegible] محکوم ہونگے یہ تو مکہ کے حالات تھے اب جب آپ مدینہ [illegible] رسم و رواج سے آپکو آگاہی نہ تھی [illegible] خبر تک دینے والا نہ تھا۔

(باقی آیندہ انشاء اللّٰہ)

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف نوٹ

سورۃ آل عمران

پارہ چہارم

(مورخہ ۴ مئی ۱۹۰۹ء بقیہ رکوع ۴)

منافقین کے علاوہ ایک طرف یہود تھے بنو قینقاع - بنو نضیر - بنو قریظہ - دوسری طرف پادری جن کا لارڈ بشپ ابو عامر ہرقل سے تعلقات رکھتا تھا۔ اس طرح پر اس سلطنت کا خدشہ تھا۔ پھر مدینہ کے مشرک اوس و خزرج تھے۔ پھر یہاں تک ہی بس نہ تھی بلکہ مکہ والے تجارت کے بہانے سے ادہر ادہر گھومتے اور ریشہ دوانیاں کرتے پھرتے تھے۔ اور قوموں کو اکساتے پھرتے پھر ایران کے بادشاہوں سے ان کی سازباز تھی ان کو حضرت نبی کریم کی جماعت پر برانگیختہ کرتے رہتے۔ چونکہ دشمنوں کا یہاں تک زور رہا۔ اسیواسطے بلغ ما انزل الیک من ربک واللہ یعصمک من الناس - کا وعدہ ہوا۔ ایسے مشکلات میں اللہ تعالیٰ تیرا محافظ ہے۔

بہرحال ان حالات میں شریر دشمن نے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے رویا دیکھی ہے اس سے خدشہ معلوم ہوتا ہے پس باہر نکل کر نہیں لڑنا چاہیئے۔ مگر بعض تیز طبیعت صحابہ نے عرض کیا نہیں حضور باہر ہی چلنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کا جوش دیکھا تو فرمایا۔ اچھا - آپنے دو زرہیں پہن لیں۔ صحابہ یہ دیکھ کر ڈرے اور سمجھ لیا کہ امر بہت خطرناک معلوم ہوتا ہے پھر عرض کیا کہ حضور اندر ہی لڑینگے آپنے فرمایا نبی جب کسی چیز کی تیاری کر لیتا ہے تو رک نہیں سکتا۔ اب یہ اس موقعہ کا ذکر ہے۔

تبوئ المؤمنین مقاعد للقتال - تو بٹھاتا تھا۔ مومنوں کو جگہ بجگہ جہاں انہیں کھڑے ہو کر لڑنا چاہیئے اس سے ایک سبق تمہارے لئے نکلتا ہے کہ دشمن کا مقابلہ - مناظرہ - مباحثہ بے شک کرو۔ مگر اپنے امام کی منشاء کی ماتحت۔ کیونکہ یہ ترتیب جس کا انجام فتح و ظفر ہو اللہ کے بندے ہی جانتے ہیں۔

اذ ھمت طائفتن - یہ گروہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ تھے۔ خدا نے پردہ پوشی کی انہوں نے خود ہی اپنے نام بتائے۔ کسی نے کہا۔ تفشلا کے الزام کے نیچے آنا۔ کیوں ظاہر کرتے ہو کہنے لگے۔ واللہ ولیھما کی خوشخبری خوش نہیں رہنے دیتی۔ مومن انسان کبھی کبھی کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ جنگ کا موقعہ پھر شہوت کا مقابلہ غیظ و غضب کا مقابلہ۔ بزدلی کا مقابلہ۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ بڑے ابتلاء کا مقام ہیں۔

اب نظیر دیتا ہے کہ بدر جب تم تھوڑے اور بیمقدور تھے عاند مکہ پر فتحیاب ہو چکے پس تم اللہ کو اپنا سپر [illegible]

ثلثۃ آلاف من الملائکۃ - ہندوستان میں سید صاحب اور مصر میں مفتی عبدہ مسلمانوں کی [illegible] جنہوں نے ملائکہ سے انکار کیا ہو یہ اندرونی نادان دوست ہیں۔ حالانکہ ملائکہ کا اعتقاد - تمام انبیاء کی تسلیم کی جڑ ہے اور نبوت کی سیڑھیوں میں پہلی سیڑھی تو یہی ملائکہ پر ایمان ہے میں اس کے متعلق پہلے مفصل سنا چکا ہوں۔

مسومین - ان کو نشان لگا ہوا ہے۔

بخمسۃ آلاف من الملائک - جوں جوں انسان کا قرب اللہ سے بڑھتا ہے توں توں ملائکہ سے زیادہ تعلق پیدا ہوتا ہے اس لئے صبر و تقویٰ سے کام لینے پر بجائے تین ہزار کے پانچ ہزار فرمایا۔

مورخہ ۵ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۵)

تھوڑی سی بات سے بڑی باتوں کا امتحان کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں تو یہ مسئلہ صاف تھا کیونکہ ہر امر کے لئے امتحان لیا جاتا ہے امتحان کے معنے ہیں کسی کی محنت کو جانچ لینا اور اس کا بدلہ دینا۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی - پھر ایک امتحان کا ذکر بقرہ میں کیا ہے ان اللہ مبتلیکم بنھر۔

ایسا ہی یہاں جہاد کے لئے ایک امتحان ہو کہ سود لینا چھوڑ دو کیونکہ ... بیاج خور مال میں وسعت حوصلہ سے کام نہیں لے سکتا اور جو مال خدا کی راہ میں نہیں چھوڑ سکتا وہ جان کیوں کر دیگا پس یہاں فرمایا کہ اول تو تم سود کو چھوڑ دو۔

ربوٰا کے لفظ پر بعض لوگوں نے بحث کی ہے۔ کہتے ہیں کہ ربوٰا کے معنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں کئے ان نادانوں سے کوئی پوچھے کہ کیا قرآن کے لفظ لفظ کے معنے حدیثوں میں آئے ہیں جب خدا تعالیٰ ایک چیز کو حرام فرماتا ہے اور اسکی خلاف ورزی کو خدا سے جنگ قرار دیتا ہے تو کیا وہ ایسا لفظ ہوتا جس کے معنے لغت عرب سے واضح نہ ہوتے ہوں نقدی کے اور میعاد معینہ کے لحاظ سے زیادہ لینا سود کہلاتا ہے۔

ان بعض باریک باتیں بھی ہیں جو عام فہم نہیں ہیں۔ مگر تاہم کوئی ایسی مشکل بات نہیں۔ بعض ناکارہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ سود کے بغیر کام نہیں چل سکتا حالانکہ بارہ سو برس (بارہ سو برس مینے اس لئے کہا کہ تیرھویں صدی میں تو مسلمان

سے سود لینا شروع کر دیا) کا تجربہ بتاتا ہے کہ بغیر سود کے سب کام چل سکتے ہیں میں اس بات کا گواہ موجود ہوں کہ بغیر ربوا کے لینے اور دینے کے انسان تمام کام کر سکتا ہے

میں نے بھی ملازمت کی۔ کاشتکاری بھی کی۔ تجارت بھی کی۔ لاکھ لاکھ روپے کی تجارت کی۔ مگر مجھے کبھی سود کی ضرورت نہیں پڑی۔ ایسے ایسے وقت بھی مجھ پر گذرے ہیں کہ رات کو کھانے کے لئے سامان نہیں۔ مگر پھر بھی میرے مولیٰ نے میری دستگیری کی۔

اضعافاً مضاعفۃ۔ اس ترجمے کے لئے میں نے بہت غور کیا "بڑھ بڑھ کر" سے زیادہ کوئی لفظ اس مفہوم کو ادا کرنے والا نہیں یہ معنے کرنے کہ ایک کے سات سو پھر سات سو کا دگنا چودہ سو ایک روپیہ پر بیاج لینا منع ہے بہت ہی حماقت ہے

ایک سود کی وہ قسم بھی ہے جو لینا پڑتا ہے مثلاً ملازموں کی تنخواہ سے کچھ حصہ کاٹا جاتا ہے۔ بینک کا سود ہے اُسے میرے خیال میں مال غنیمت سمجھنا چاہئے اور اسے کسی نیک کام میں لگا دینا چاہیئے۔

اعدت۔ اللہ ابو حنیفہ ایک عظیم الشان امام گذرے ہیں وہ فرمانے ہیں اخوف آیۃ عندی فی القرآن۔ اس لئے کہ جہنم تو بے ایمانوں کے لئے ہے پس یہ مؤمنوں کا گھر کیوں ہو۔

سارعوا الی مغفرۃ۔ اللہ کی رسول کی اطاعت کرو اگر کوئی غلطی ہو جاوے تو بخشش مانگو۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ ایک تو یہ بات ہے کہ غیظ و غضب پی جائے پھر اس سے بڑھ کر ایک اور درجہ ہے کہ نہ صرف اپنے جذبات کو روکے بلکہ معاف بھی کرے حضرت عائشہ کے معاملہ میں حضرت ابوبکر اپنے ایک بھائی پر ناراض ہو گئے اور اس کا وظیفہ بند کر دیا۔ خدا نے فرمایا۔ الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔

فاحشۃ۔ ایسی بدی جسے کھلم کھلا لوگ بُرا سمجھیں۔

لا تھنوا۔ نفس کے مقابلہ میں اور دشمن کے مقابلہ میں سستی اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔

مورخہ ۶۔ مئی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۶)

جنگ احد میں نبی کریم ایک گھمسان میں تھے کسی نے یہ غلط خبر اڑا دی کہ نبی کریم قتل ہو گئے اتنے بڑے عظیم الشان شخص کے قتل کی خبر میں معرکہ جنگ میں ہوش اڑا دینے والی ہوتی ہی تھی بعض تو حیران رہ گئے بعض جان توڑ کر لڑے بعض نے ہمت ہار دی۔ اللہ جلشانہ ان کو فرماتا ہے۔ آخر محمد رسول اللہ۔ رسول ہی ہیں اگلے رسول بھی مر چکے۔ گو یہ مسلمہ بات ہے کہ نبی گھمسان میں نہیں مارا جاتا۔ مگر فرض کر لو کہ وہ فوت ہو گئے یا مارے گئے تو کیا وہ دین جو تم نے قبول کیا وہ چھوڑ دو گے اور پھر اس بت پرستی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

کاین من نبی۔ یعنی کس قدر نبی ہیں بہت ہیں۔

وما استکانوا۔ استکان میں بحث ہے بعض اسے کون سے کہتے ہیں۔ میرا بھی یہی اعتقاد ہے بعض سکون سے۔ مگر اس صورت میں اشکن بنیگا تو مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں نہیں ہو گئے

ربی۔ امام۔ نیک لوگ۔ جماعت۔

مورخہ ۸۔ مئی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۷)

انسان میں دو طرح کی طاقتیں ہیں ایک وہ جو اس کے دخل و تصرف کے نیچے ہیں ایک وہ جن پر اس کا کچھ تصرف نہیں۔ نیکی کی راہ انسان دکھ مصیبت کسی بزرگ کے سلسلہ یا الہام سے سمجھ لیتا ہے۔ نیکی سے روکنے کے اسباب بھی ہیں جنمیں نفس۔ شیطان۔ معاندان حق شامل ہیں۔

ان تطیعوا الذین کفروا۔ تمام وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا نفس سے لیکر خدا کے کھلے منکروں تک۔ اگر ان کا کہا مانو گے یا ان کی ترغیب کے آگے دب جاؤ گے تو چونکہ انسان ایک حد تک ٹھیرتا نہیں اس لئے نتیجہ کیا ہو گا۔ یہی کہ ایمان سے تم بُعد میں پڑ جاؤ گے

بل اللہ مولٰکم وھو خیر الناصرین۔ اگر مولیٰ سے تعلق رکھو گے تو وہ دشمنوں کے مقابلہ میں تمہیں نصرت بخشے گا چاہیئے کیا؟ یہ کہ کفار کے سامنے ایسے ہو کہ تمہارا رعب ان پر پڑ جائے اور جیسے جونک پتھر پر کچھ اثر نہیں کر سکتی اسی طرح کفار کا تم پر کوئی اثر نہ پڑے۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی یہی تفسیر ہے۔

اذا فشلتم۔ احد کی پہاڑی میں جہاں جنگ تھی۔ احد کے مشرق کی طرف کفار تھے۔ ایک درہ تھا پہاڑی پر۔ آپ (نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم) نے ۵۰ آدمی مقرر کئے کہ فتح ہو یا شکست ہو تم لوگوں نے یہاں سے بغیر میرے حکم کے نہیں ٹلنا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی یہ سمجھے کہ اب کیا ضرورت ہے وہاں سے ٹل آئے

فشلتم۔ پھسل گئے۔

تنازعتم۔ افسر نے کہا کہ ٹھہرو۔ دوسروں نے کہا اب کیا ضرورت ہے بس یہ جھگڑا تھا۔

ولقد عفا عنکم۔ قریب تھا کہ خمیازہ اُٹھاتے۔ مگر ہم نے درگذر کی۔

غماً بغم۔ بڑا غم۔ دوم یہ کہ ایک غم کے بدلے جو تمہاری نافرمانی نے رسول کو پہونچایا تم کو بھی پھر غم ہوا۔ تکلیف اٹھائی شکست کھائی۔

لکیلا تحزنوا۔ یہ سب کچھ ہمیں ہوگت گیا اتنی مٹ ہی نہ گزری۔ تاکہ تم غم نہ کرو۔

مورخہ ۹۔ مئی سنہ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۷ و رکوع ۸)

لو کان لنا من الامر شیء۔ اگر ہوتا ہمیں حکومت سے کچھ حصہ

ما قتلنا ھھنا۔ یہ قتلنا قابل غور ہے۔ جو قتل ہو چکے مریں وہ تو بولتا نہیں

سکتے یہ وہی بات ہے جو مین پہلے ہی بتا چکا ہون کہ ضمیرین متکلم کی ہون یا غائب کی یا مخاطب کی۔ اپنے شل کے معنے بہی رکہتی ہین۔ جیسے اذ قلتم یا موسیٰ لن نصبر علے طعام واحد۔ مین مخاطب وہ نہین جنہون نے کہا کہ موسیٰ ہم ایک کہانے پر صبر نہین کر سکتے۔

ولیبتلی۔ "تا ظاہر کرے" قرآن مین ایک جگہ ایسا محاورہ ہے۔ جہان فرمایا۔ یوم تبلی السرائر۔

لیمحص۔ خالص کرکے دکہادے۔

ببعض ما کسبوا۔ یہ عجیب مسئلہ ہے کہ نیکی کی توفیق نہین ملتی۔ نماز مین لذت نہین آتی۔ مصیبت پر مصیبت پڑتی رہتی ہے۔

انسان پہلے خود ایک بدی کرتا ہے پھر اس بدی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان اس شخص کے ساتھ دوستی پیدا کرتا ہے بس یہ تعلق شیطان ببعض ما کسبوا کا اثر ہے قرآن نے اس مسئلہ کو کئی جگہون مین بیان کیا ہے۔ شیطان کسی کے پھسلانے کی اس وقت کوشش کرتا ہے جب وہ پہلے کسی بدی کا ارتکاب کرے چنانچہ فرمایا۔ فلما زاغوا۔ ازاغ اللّٰہ قلوبھم۔ دوسری آیت۔ واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا علی رجسھم۔ مینے بعض شخصون کو دیکھا ہے کہ ایک وقت تھوڑے سے گناہ کا کام بھی کئی پردون مین چھپ کر کیا ہے۔ پھر یہان تک بڑہے ہین کہ عین سر بازار لونڈون کے ساتھ شطرنج کھیلتے دکہائی دیتے ہین یا شتر پر سوار۔ ایک شخص اس ابتلا مین پڑ گیا۔ اس کی ہدایت کا موجب یہ آیت ہوئی۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ۔ برق کی طرح اس کے دل مین اثر کر گئی اور سب منہیات کو چھوڑ دیا۔ انسان جب بدی کرتا ہے اور اس سے باز نہین آتا تو پھر وہ بدی اس کی نظر مین بدی ہی نہین رہتی۔ ایک شخص قرآن شریف مین کونوا مع الصادقین پڑھ رہا تھا کہ ادہر سے اس کا ایک دوست آیا اور کہا کہ فلان نے مقدمہ دائر کر دیا اس نے جواب دیا کہ تم بھی ایک دعوے دائر کر دو۔ ہم گواہون کا انتظام خود کر لین گے یعنے جہوٹے گواہ مہیا کر دین گے۔ مینے دیکھا ہے کئی آدمی بے وجہ جہوٹ بولتے ہین اس جہوٹ بولنے سے نہ انکی عزت کو کچھ فائدہ پہونچتا ہے نہ مال مین زیادتی ہوتی ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔

ما ماتوا وما قتلوا۔ یہ کہنا حقیقت مین بڑی بہاری غلطی ہے کہ فلان جگہ نہ جاتے تو یون نہ ہوتا۔

لیجعل اللّٰہ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ بنا دے۔

وشاورھم فی الامر۔ بڑے بڑے ذی وجاہت اور فہیم لوگون سے بھی کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو ان سے درشتی نہین چاہیئے بلکہ بدستور انہین مشورہ مین شامل رکھنا چاہیئے

ماکان لنبی ان یغل۔ یہ جو تم نے پہاڑی کو چھوڑا۔ تو کیا تم کو نبی پر اعتبار نہ تہا کہ وہ تمہارے حصہ کی حفاظت نہ کرین گے۔

ھم درجٰت۔ وہ انبیاء بڑے درجہ والے ہین

یزکیھم۔ اپنی توجہ سے تزکی بنائیگا۔

مورخہ ۱۰ مئی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۸ رکوع ۹)

بہت سے لوگ ہین کہ انہین دنیا کے کامون مین بہت تکلیف پہونچتی رہتی ہے مگر اس کام کو چھوڑ نہین دیتے لیکن اگر دین مین کچھ تکلیف پہونچے تو بہت جلدی بیدلی ظاہر کرتے ہین۔

مین ایک بزرگ کے [illegible] ہے [illegible] مین [illegible] ہب [illegible] مین [illegible] مجھے بھی [illegible] شہر کی بھینس [illegible] گئے [illegible] کا پتہ لگ گیا۔ ہمارے استاد کو سفارش کے لئے وہ لوگ جن کا نقصان ہوا تہا لے گئے وہان جاکر انہون نے بہت کچھ کہا۔ مگر جو یہی کہتے کہ بھینسے کی دینی سے اصل نہین دیتے اور وہ گاؤن ایسا تہا کہ اس مین سب مال چوری ہی کا تہا۔ ہمارے دوست ایک اور طالب علم تہے جو ابو حفص سلطان باہو کے [illegible] ۔۔۔ تب انہون نے کہا ہم خود کچھ انتظام کرتے ہین۔ لوگ مولویون کی بات نہین مانتے تم میرے ساتھ چلو۔ وہان جا کر تم نے کہنا آج۔ مین کہون گا نہین کل۔

چنانچہ ہم گئے اور ایسا ہی کیا۔ ایک نوجوان نے حیرت سے پوچھا کہ کیا بات ہے، میرے دوست نے کہا یہ قریشی ہین اور چلے ہین تمہارے گھر اذان دینے اس نے کہا خدا کے لئے ذرا ٹھہر جاؤ اور وہ ڈرتا ہوا گہر گیا کہ غضب ہو گیا ستم ہو گیا۔ چنانچہ وہ لوگ ہمارے استاد کے پاس گئے اور کہا کہ ہم بھینسین لا دیتے ہین خدا کے لئے ہمارے گہر اذان نہ کہنا۔ آخر انہون نے راز بتایا کہ ان لوگون کا خیال ہے۔ قریشیون نے مسجد مین اذان دی۔ تو وہ ایسی ویران ہوئی کہ نہ اس مین کوئی بھینس باندہی جا سکتی ہے پس یہ اذان دے کر ہمارے گھر کو بہی مسجد یعنے ویران بنا دینگے۔ پس وہ ڈرتے مارے بھینس لے آئے۔

مین نے دیکھا ہے کہ پیر خود ہی لوگون کو دہوکہ دیتے ہین کسی پر ناراض ہون اور اتفاق سے کوئی حادثہ پیش آجائے تو اپنی طرف منسوب کرتے ہین۔ مگر انبیاء ایسے نہین ہوتے وہ توحید کا جوش رکھتے ہین اس لئے ہر نیک بات اللہ کی طرف منسوب کرتے ہین اور بتاتے ہین کہ دکھ اپنی شامت اعمال کا نتیجہ ہین۔

یہ کل من عند انفسکم کی تفسیر ہے۔ اسمین بتایا ہے۔ کہ مصیبت تمہاری نافرمانی کا نتیجہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی شریعت کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو سزا ملتی ہے قرآن پہلے سید و قریش کے گھر سے نکلا۔ (گویا اس نکلنے کے یہ معنے ہین کہ نکل ہی گیا) اور یہی لوگ اب قرآن سے جاہل ہو جاتے ہین حالانکہ ان کی بڑائی کی وجہ بہی یہی تہی کہ وہ قرآن شریف جانتے تھے

لوگون نے قرآن شریف سے دین و دنیا کے فائدے اُٹھائے ہین۔ مگر پھر تو نیتون مین فتور آگیا۔ ایک محلہ مین بہت سے حافظ رہتے تھے والد صاحب نے کہا۔ کہ جا کر ہوکہ یہ کیون اتنے حافظ ہین۔ مین نے کہا فرمایئے۔ کہا یہ لوگ کابل کی طرف تجارت کرتے ہین۔ وہان حفاظ قرآن کے لئے محصول تجارت معاف ہے پس یہ حافظ بن جاتے ہین۔ ایک اور حافظ قرآن شریف یاد کر رہے تھے۔ مینے پوچھا۔ آپ قرآن کیون یاد کرتے ہین کہا کہ قرآن شریف یاد کرکے کلکتہ جاؤن تو دو سو روپیہ لاؤن۔ سندھ جاؤن تو ایک سو روپیہ۔

یہ تو پڑھنے والون کا حال ہے اور جن کو پڑھنا چاہیئے اور نہین پڑھتے ان کا حال سُنو۔ کہ ایک بڑے آدمی سے مینے کہا آپ پڑھتے کیون نہین تو وہ بڑے جوش مین آکر کہنے لگا کیون ہم کوئی بندر ہین۔ سیکھتے تو بندر ہین۔ خیر نہین سیکھتے۔ مینے کہا کہ اگر آپ اجازت دین۔ تو مین بھی ایک مثال پیش کرون۔ باز تو سیکھتے ہین مگر کتے نہین سیکھتے۔ یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

ایسا فرقہ بھی ہے جو اپنے نیک اور بد کام خدا سے منسوب کرتا ہے تقدیر کے مسئلے کے سمجھنے مین غلطی کہان ہے۔

میری والدہ اعوان قوم سے تھی بڑی فہمیدہ عورت تھی وہ ہمیشہ ایک مثال دیا کرتی تھی جو آگ کہاتا ہے انگارے ہگیگا۔ یعنے جیسا کریگا ویسا پائیگا۔ والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ کے معنے بتایا کرتین کہ ہر نیک و بد عامل کا اندازہ خدا کی طرف سے ہوچکا ہے جیسا کرین ویسا نتیجہ پائین۔ قدرہ تقدیرا۔

التقی الجمعٰن۔ احد کی جنگ مین۔

یستبشرون۔ وہ اس بشارت کے منتظر ہین کہ ہمارے خلف بادشاہ ہونگے اور پھران پر نہ یہ خوف رہیگا نہ انپر کوئی حزن طاری ہوگا بلکہ مظفر و منصور ہون گے۔

ان الناس قد جمعوا لکم۔ سپہ سالار فوج احد کہہ گیا تھا کہ آئندہ سال ہم تم سے لڑائی کرینگے پھر اونہون نے کچھ آدمی بھیجے تا مومنون کو ڈرائین۔ مگر مسلمانون نے سن کر کچھ پرواہ نہ کی۔

بدر مین دشمن نہ آیا اور مسلمان تجارت کرکے مال حاصل کرکے لوٹے۔

ذلکم الشیطٰن۔ وہ خبر اُڑانیوالا شیطان تھا۔

یخوف اولیاءہ۔ اس کا اثر اسی کے دوستون پر پڑتا ہے۔

مورخہ ۱۶ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۰)

ہر مومن کے کچھ دشمن بھی ہوتے ہین۔ مومن کا دل صاف ہوتا ہے اس کے دل مین کپٹ نہین ہوتی۔ نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے دشمن مدینہ کی اطراف مین آپکے دشمنون کو اکساتے رہتے۔ فرمایا کہ جلد بازی نہ کرین وہ لوگ..... ہم ان کو عذاب عظیم دین گے۔ تیرے منکر گمان نہ کرین کہ ان کو جو مہلت دیجیتی ہے وہ اون کے لئے مفید ہے۔ مہلت سے بعض لوگ بدی مین اور ترقی کرتے ہین۔ یہان بھی بعض لوگ منافقانہ طرز اختیار کئے ہوئے ہین جو بچے سے اُدسی کی سی باتین کرنے لگے۔ ہم کو ایسے لوگون کی خبر ہو جاتی ہے ایسے منافق لوگ انجام کار ذلیل ہُوا کرتے ہین۔ .... یہ مال جس کا یہ بخل کرتے ہین .... اللہ تمہارے کامون کو جانتا ہے۔ بعض لوگ بہت سے چندون کی تحریکین سُن کر یہ کہدیتے ہین کہ ان کا اگر خدا سے تعلق ہوتا تو یہ مانگتے ہی کیون۔

سنکتب۔ کے معنے سخفظ ہین۔ ہندؤن مین ایک قربانی ہوتی تہی جس مین آدمی کو جلاتے یا جانور کو جلاتے ہین۔ اب اسکی بجائے گھی شکر چاول وغیرہ چیزین جلاتے ہین .. ... دنیا کا بڑا حصہ لوگون نے دہوکہ مین ضلل کیا۔ خداتعالیٰ تم کو فہم عطا کرے۔ اور جھوٹ۔ مرض تکبر سے بچائے محبتین پیدا کرے مسلمان بڑی فضولیان کرتے ہین اپنی طاقتون سے بڑھکر کام نہ کرو۔

مورخہ ۱۷ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۱)

فرشتون پر ایمان بہت ضروری ہے ایک فرشتہ کی تحریک کو انسان مانتا ہے تو پھر اور ملائکہ سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔

جب انسان ملائکہ کی لعنت کے نیچے آتا ہے تو اس کا نشان یہ ہے۔ کہ ان اکثرکم فاسقون۔ کا شان نزول بنتا ہے۔

مینے تجربہ کیا ہے کہ جو لوگ فسق اختیار کرتے ہین ان کی سمجھ مین پاک باتین آتی ہی نہین۔ چنانچہ مردار خوار۔ خنزیر خوار۔ ما اهل بہ لغیر اللہ الیسی تمام قومون کا یہی حال ہے۔

مسلمان۔ مُردار۔ سُور نہین کہاتے۔ پھر بھی ان مین مجرم ہوتے ہین۔ اسکی وجہ اکل الباطل۔ جس سے نیکی کی توفیق نہین ہتی۔ انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت خدا کو یاد رکھے اور دعا مین لگا رہے۔ جیسا کہ اس رکوع مین الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا اور ربنا اننا سمعنا سے ظاہر ہے۔

کفر عنا سیاتنا۔ یہ جب ہوگا کہ گناہ گناہ کی حد تک نہ پہنچے۔

انی لا اضیع عمل عامل۔ یہ وہ عامل مراد نہین جو تعویذ دھاگہ کرتے ہین۔

اصبروا وصابروا۔ صبر کرو ہی اور سکھاؤ بھی۔

یہان سورۃ آل عمران کے نوٹ ختم ہوئے۔

(الحمد للہ)

حضرت لسینا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

سورۃ النساء

(پارہ چہارم)

۱۰ مئی ۱۹۰۹ء رکوع ۱۲

اس سورہ شریف میں یہ ذکر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جب آرام کی زندگی دے اور کرے۔ تو کس طرح بسر کرنی چاہیئے۔ شہزادیاں ان میں انتظامات نہیں کر سکتا۔ ان کی حالت میں کرتا ہے اس لئے ان کی زندگی بسر کرنے کے قاعدے وطریقے سکھاتا ہے۔

بڑا امن تکبر کے چھوڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ کبرائیوں کے تمام شعبے چھوڑ دینے چاہیئے۔

شیطان کا پہلا گناہ جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے وہ بھی یہی ہے۔ کہ ابیٰ و استکبر۔ تو میت کے خیال کو تقوے کی حد کے اندر لانا چاہیئے۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ

جب تم ایک شخص کی اولاد ہو۔ تو پھر کبریائی کس لئے تقوے سے امن ..... پیدا ہوتا ہے۔ اور کبریائی سے فساد۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم میں بتایا ہے۔ کہ اللہ کے نزدیک معزز ومکرم صاحب تقوے ہے۔ نہ کہ اعلیٰ ذات والا۔

واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ

دوبارہ حکم تقوے کا دیتا ہے کہ اس اللہ کے متقی بنو۔ جس کے حضور تم دعا کیا کرتے ہو۔ جس کے در پر جاکر مانگنا۔ اس کے حکم کی خلاف ورزی ٹھیک نہیں۔

والارحام۔ انبیاء نے عورتوں کے رشتہ کی یہاں تک قدر کی۔ کہ آن حضرت (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صحابہ کو نصیحت کی۔ کہ مصر کے قبطیوں کا خیال رکھنا وہ تمہارے رشتہ دار ہیں۔ کیونکہ حضرت اسماعیل کی ماں مصر کی تھی۔ پھر حضرت نبی کریم جب قربانی کرتے۔ تو خدیجہ کی سہیلیوں کے ان بھی گوشت بھجواتے رحموں کا بہت لحاظ رکھو۔

واتوا الیتمیٰ اموالہم۔ مظلوموں میں یتیم بڑا مظلوم ہے ایک جگہ فرمایا ہے۔ لا تقربوا مال الیتیم۔

ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب

ان کی عمدہ چیز اپنی کسی ردی سے مت بدلاؤ

حوبا کبیرا۔ بھاری گناہ۔

حرامخوری کی بہت قسمیں ہیں۔ جو نوکر اپنی نوکری نہیں کرتا وہ حرامخور ہے۔ جو طبیب راکھ کی پڑیہ بناکر سونے کے نام سے دے وہ بھی حرامخوار۔ جو حرفے والے اپنے حرفے میں فریب کرے وہ بھی حرامخور۔

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ۔ بعض وقت یتیم لڑکیوں پر یا ان لڑکیوں پر جو بیوی کے ساتھ آتی ہیں ظلم ہو جاتا ہے۔ اس سے بچنے کا طریق بتایا گیا ہے۔

واتوا النساء صدقتہن نحلۃ

مسلمان جب پہلے پہلے یہاں آئے تو ان کے پاس روپیہ بہت تھا۔ وہ لاکھوں کا مہر باندھ دیتے تھے۔ مگر اب یہ حالت نہیں۔ پس قدرت کے مطابق مہر باندھو۔ اور دل سے ادا کرو۔

ولا تؤتوا السفہاء اموالکم۔ مال کی نا سہل ہے پر خرچ کرنا بہت اہم ذمہ داری کا کام ہے

عورتوں کی قوم بڑی کمزور ہوتی ہے پس مال ان کو نہ دیو ایسا ہی لڑکوں کے حوالہ مال نہ کیا کرو۔ کئی لڑکے فضول خرچ ہو جاتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ انہیں پیسے دیدئے جاتے ہیں۔ ہمیشہ چیز منگوا کر دینی چاہیئے۔ اس محکمہ کورٹ آف وارڈز کا اصول اسلام ہی نے رکھا ہے۔

مورخہ ۱۹۔ مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۳)

یہ وہ رکوع ہے۔ جس پر عمل مسلمانوں سے بہت کچھ اٹھ گیا ہے۔ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا۔

انتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو وراثت نہیں دیتے۔ ان کے لئے خزی فی الحیوٰۃ الدنیا ہے۔

واللہ علیم حلیم۔ تم حکیموں فلاسفروں عقلمندوں کی باتیں مانتے ہو پس علیم

خدا کی باتین بھی مان لو۔

مورخہ ۲۰ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۴)

ا دیجعل اللہ لھن سبیلا - اس سے شائد یہ مدعا ہے - کہ نیک ہو جاوے -

یعملون السوء بجہالۃ - بدی کا ارتکاب جہل ہی سے ہوتا ہے ایک مولوی صاحب عورت کے معاملہ مین قید ہوئے تو ایک بزرگ نے انہین گدھا گدہی کی شکل مین دیکھا - مین نے کہا خواب سچا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے - کمثل الحمار یحمل اسفارا

یاد رکھو اللہ تعالیٰ بڑا رحیم کریم ہے لاکھون بار بھی خطا ہو جاوے پھر بھی توبہ کرے - جب انسان کو اللہ پر ایمان ہو تو وہ ارتکاب معاصی سے بچتا ہے - جس قدر لوگ ارتکاب معاصی مین گرفتار ہین وہ کسی نہ کسی رنگ مین خدا پر یقین نہین رکھتے ورنہ ایک بچے کے سامنے گناہ سے جھجک ہو اور خدا کے سامنے نہ ہو - خود یہ انسان کی فطرت مین داخل ہے کہ وہ ہلاکت سے بچتا ہے - انسان تو کجا ایک اونٹ کو مہار کے ذریعے کو سون لے جا سکتے ہین - مگر ایک گڑھے مین ڈالو تو نہین گرے گا - کیونکہ اسے ہلاکت کا یقین ہوتا ہے -

لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھاً

ایک عورت کا خاوند آیا - کہ میری بیوی کو آتشک ہو گیا ہے وہ بی بی بہت نیک تھی - مجھے یقین نہ آیا - آخر اس نے اقرار کیا کہ مجھے یہ خاوند پسند نہین اس لئے بہانہ بنایا ہے -

کرھتموھن - عورت سے کوئی مکروہ امر دیکھو - تو نیک برتاؤ کرے - اس مین تمہارے لئے خیر کثیر ہے -

مورخہ ۲۲ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۵)

محی الدین عربی نے اپنی فتوحات مین لکھا ہے کہ ان کے استاد جو بڑے حافظ تھے - قرآن مجید کی روزانہ منزل قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھتے اور ساتھ ساتھ حروف پر انگلی بھی رکھتے جاتے - مین نے پوچھا حضور آپ تو حافظ ہین - فرمایا - اونچی آواز سے پڑھتا ہون - تو کان - زبان - اور انگلیان اس نیکی کے کام مین شامل ہوتی ہین -

ہمارے نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے احسانون سے ایک یہ ہے - کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اذان کا دستور ڈالا - گویا اسلام کے اصول اس کے کان مین پہونچا دیئے جاتے ہین - یہ لغو فعل نہین - آجکل کی تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے - کہ جو آواز کان مین پہونچ جاوے - اس کا اثر باقی رہتا ہے - ایک عورت نے قیض (؟) تپ مین جرمن زبان مین لکچر دیا - ڈاکٹر نے تحقیقات کی - معلوم ہوا - اس کی ماں جرمن سے آئی تھی - وہ ایک پادری کی نوکر تھی - اس کے یہان یہ لڑکی پیدا ہوئی - تو اس پادری سے ایک سرمن سُنی - جسکی آوازین اب تک محفوظ چلی آتی ہین -

تم بھی اپنے کان - زبان اور دل کو قرآن کریم مین لگاؤ

ربائبکم

تمہاری بیوی کی لڑکیان جو پہلے خاوند سے ہون -

مقتا - ناخوشی -

خاندانون مین بعض موروثی بیماریان ہوتی ہین - قریب کے رشتے اسی لئے منع ہین - مگر ان کی کوئی حد بھی چاہئیے جو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے قرآن کریم کے ذریعے بتا دی -

ان تجمعوا بین الاختین -

نبی کریم (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے - کہ خالہ و بھانجی - پھوپھی اور بھتیجی کو بھی جمع نہ کرو -

---

یہان پارہ چہارم کے نوٹ ختم ہوئے

(الحمد للہ)

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ النساء

(پارہ پنجم)

(مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۹ء رکوع ۱)

المحصنت - وہ بی بی جو کسی دوسرے کی بیوی ہو گویا وہ ایسی ہے جیسے کوئی قلعہ میں ہوتا ہے۔

وما ملکت ایمانکم - جنگی قیدیوں کا تعلق اپنے ملک سے قطع ہو جاتا ہے وہ جنگ ایسا ہی قطع تعلق کرتی ہے جیسے کہ طلاق - پس اس لئے یہ جائز ہیں

غیر مسافحین - صرف مستی اتارنے کے لئے نہ ہوں۔

ما اتوھن اجورھن - ہندوستان میں لاکھوں کے مہر باندھے جاتے ہیں میرا بھی ایک نکاح ہوا جب مہر حد سے زیادہ بندھنے لگا - میں بول پڑا - عورتوں میں شور مچ گیا استاد بھی ناراض ہو گئے مگر ہم نے ۵۰۰ سے زیادہ منظور نہ کیا -

جناح - کے لغوی معنے ہیں جھکنا - اسی لفظ سے گناہ نکلا ہے - ج مبدل بہ گ اور ح - ہ کا ہمارے ملک میں فرق نہیں - میں نے اکثر پادریوں سے کہا کسی نبی کے لئے جناح کا لفظ نکال دو - وہ نہیں نکال سکے - عربی میں خطا - ذنب - عصیان ایسے اکیس لفظ ہیں - جن کے معنے بالکل الگ الگ ہیں -

ان ینکح المحصنت - یعنی حُرّہ

مورخہ ۲۳ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۲)

سنن الذین من قبلکم - وہ راہیں سکھائیں جن کے ذریعے وہ مقرب بارگاہ صمدی ہوئے ہیں -

یتوب علیکم - اللہ تم پر متوجہ ہے -

واللہ علیم حکیم - انبیاء - اولیاء - علماء اور حکماء کی باتیں بھی اسی لئے مانی جاتی ہیں - کہ ان میں علم و حکمت ہے -

یرید ان یتوب علیکم اللہ کسی کو پکڑ پکڑ کر تو نہیں بتاتا - مگر انسان کو ایک طاقت و مقدرت عطا کر دی اگر تم کسی اور کی طرف جھکو گے - تو تمہاری جان و مال کو نقصان پہونچیگا -

یخفف عنکم - دیکھو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے معمولی لباس کافی ہے مگر دیکھو جب کسی برات میں جاتے ہیں تو کیسا قیمتی لباس پہن کر جاتے ہیں ایک ہمارا دوست تھا اس نے میراثیوں کو ۸ ہزار روپیہ دیدیا اسی طرح مرنا بھی دیکھو معمولی کفن ہے - شادی میں بھی یہی حال ہے لوگ اپنی رسوم کی ماتحت خواہ مخواہ اپنے اوپر بوجھ ڈالے ہوئے ہیں - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کی بتائی ہوئی راہ میں آرام و تخفیف نہیں مگر ہماری بتائی ہوئی راہ میں یہ بات ہے کیونکہ لوگوں کو فطرت کا علم نہیں - عیسائیوں نے اپنے خود ساختہ قواعد سے مجبور ہو کر کہدیا کہ شریعت صرف اس لئے آئی تا انسان کو مجبور ثابت کرے -

ہمارے زمانہ کے نوجوان سوسائیٹی سوسائیٹی پکارتے ہیں ان کو معلوم نہیں انگریز خود اپنی سوسائیٹی کی قیود سے کس قدر تنگ ہیں - ایک مولوی نے مجھ سے ذکر کیا - مجھے ایک جنٹلمین نے انگریزی سوسائیٹی میں شامل ہونے کی ترغیب دی - ایک برات کے موقعہ پر میرے ستر روپے ایک سوٹ پر خرچ کرا کے مجھے ساتھ لے گیا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ کھانے کا سوٹ - سونے کا سوٹ - فٹ بال کا سوٹ - سیر کا سوٹ - ملاقات کا سوٹ - تین دن تک مولویصاحب بیمار بن کر پڑے رہے - آخر جب رخصت کا وقت آیا - تو پھر چند لمحہ کے لئے اس لباس نے کام دیا -

ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ - ایک غلطی سے دوسری - دوسری سے تیسری پیدا ہوتی ہے - اسی طرح ہر گناہ کی انتہاء ہو جاتی ہے ایسی انتہاء کو گناہ کبیرہ کہتے ہیں -

نکفر عنکم سیئاتکم - اگر کوئی درمیان میں اس بدی سے علیحدہ ہو جاوے تو ہم اسے خوشی کے مقام پر پہنچا دیں گے -

ولا تتمنوا - اللہ تعالیٰ کچھ تو انسان کو بلا معاوضہ دیتا ہے - جو صفت رحمانی سے ملتا ہے اور کچھ بدلہ میں جو صفت رحیمی کا عطیہ ہے -

حسن و جمال - رنگت جسم - طاقت وغیرہ میں تفاضل ہیں - تفاضل انسان کی طاقت سے باہر ہے پس اس میں دخل نہ دو - یہ دخل دینا تمنی کہلاتا ہے -

للرجال نصیب - انسان کے لئے کچھ کرنے کے کام ہیں ان کاموں میں اللہ کا فضل مانگو -

والذین عقدت ایمانکم - انسان کے کچھ دوست ہوتے ہیں کچھ وارث ہر ایک کے ساتھ ان کی حیثیت و قربت کے مطابق عمل کرو -

مورخہ ۲۴ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۳)

الرجال قوامون علی النساء - یہ آیت بیان ہوئے مردوں کو بہت

اجنبی لگتی ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مومن کو چاہیئے اپنی بیویوں کے مال اور ان کی درستی اور ٹھیک رکھنے کا موجب بنین۔

بما حفظ اللہ۔ کیونکہ مردوں کے [illegible] یافتین اور موقع ملنے ہین۔ عورتین بہی مردون کے ناموس کی محافظ ہین۔

نشوزهن۔ ان کی بدخوئی کا ڈر ہے تو ان کو نصیحت کرو۔ پھر بستر سے الگ کرو (فی المضاجع مین جو اشارہ ہے اور آجکل کے رسمی مسلمانون مین جو بود و باش کا طرز ہے قابل غور ہے)

اللہ تعالیٰ [illegible] واضح کیا مردون کو فرض ہے کہ ان کی اصلاحین سمجہائین تاکہ وہ نیک اور فرمانبردار بنین۔

صوفیون نے کہا انسان تو رجل ہے اور نفس مونث ہے مومن انسان وہ ہوتا ہے جو اس عورت کو وعظ کرے یعنے اپنے نفس کی اصلاح کرے۔

ایک مرتبہ میرے دل مین ایک گناہ کی خواہش پیدا ہوئی۔ مین نے بہت سی حمائلین خرید لین۔ ایک جیب مین ایک صدری مین اور ایک ہاتہہ مین ایک بستر سے مین ایک الماری مین۔ غرض کوئی جگہ خالی نہ رہی۔ جب خیال آتا۔ فوراً قرآن نظر پڑتا۔ یہان تک کہ نفس کی وہ خواہش جاتی رہی۔

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنی کتاب مین بخل کا علاج لکہا ہے کہ جب ایک پیسہ کا بخل ہو تو سے دگنا چوگنا بلکہ سینکڑون روپے خرچ کرے تا عادت ہو جاوے۔

وبالوالدین احساناً۔ لوگ غیرون سے احسان کرتے ہین پر اپنون سے نہین۔ نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ رحم نے جناب آلہی مین عرض کیا تیرے نام رحمٰن۔ رحیم مین بہی یہی مادہ موجود ہے۔ میرا لحاظ رکہو۔ اللہ نے فرمایا مین تیرا ایسا خیال رکہون گا۔ جو تجہے قطع کریگا۔ مین اس سے قطع کر دونگا۔

صاحب بالجنب۔ ایک سیٹ پر بیٹہنے والے۔ ساتھ کے دو کاندار ہمنشین۔ ہم عہدہ۔ ہم محکمہ۔ ہم دفتر۔ ایک آقا کے دو ملازم ایک جہاز یا ریل کے سوار۔

مورخہ ۲۵- مئی سنہ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع نمبر ۳)

یبخلون۔ کسی کے پاس کوئی چیز ہو اور وہ اس کے دینے سے مضائقہ کرے یہ تو عام لوگون کے نزدیک بخل ہے۔ قرآن کریم کی اصطلاح مین سچی بات اور مفید مشورون کے دینے سے جو لوگ اپنے آپ کو روکین وہ بہی بخیل ہین۔ لوگ اپنی اولاد کو الگ۔ قرآن مجید پڑہانے مین یہی بخل ہے۔ اپنا ایک دوست سے مین نے کتاب مانگی۔ اس نے کمر رسہ کرکے مانگنے پر انکار کیا۔ مین نے باواز بلند انا للہ پڑہا۔ چند روز گزرے ایک بڑا پولندہ پشاور سے آیا اس مین وہ کتاب بہی تہی۔ بلکہ اس کی شرح۔ پہر اس شرح کی شرح۔

شیخ۔ آپ دینا تو درکنار۔ کوئی دوسرا دے تو بہی اس کو ناگوار ہو۔ یہ سچ ہے اس قسم کے لوگ ذلت کے عذاب مین گرفتار ہوتے ہین ایسے علماء کی اولاد جاہل رہتی ہے۔

رئاء الناس۔ لوگون کے دکہاوے کے لئے تو خرچ کرتے ہین پر خدا کی راہ مین ایک کوڑی دینا بہی دو بہر ہو

عرب مین ایک حکیم گذرے ہین ان کا مقولہ ہے کہ کسی شخص کا حال معلوم کرنے کے لئے اس شخص کو ڈہونڈنے کی ضرورت نہین اس کے دوستون سے اس کے خلائق کا پتہ لگتا ہے کہ وہ کیسے ہین۔

مثقال ذرۃ۔ ذرہ عربی زبان مین لال چیونٹی کو کہتے ہین اور مثقال اس کے سر کو۔

فکیف۔ تعجب کے رنگ مین یہ لفظ آتا ہے یعنے کیا حال ہوگا۔

مورخہ ۲۶- مئی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۴)

سکاریٰ۔ سکر نیند کا غلبہ۔ شراب سے بدمست ہونا۔

حتی تعلموا ما تقولون۔ اس آیۃ سے یہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان نماز سمجہ کر پڑہے۔

عابری سبیل۔ جو لوگ انگریزی پڑہے ہوئے نہین اور ان کو ریل وغیرہ کے سفر مین نہانے کا موقعہ نہ ملے یا آسانی سے نہ ملے تو ایسے مسافر کو تیمم کرکے نماز پڑہ لینی چاہیئے۔ اور اسی قسم کی مجبوریون مین انسان تیمم کرے ورنہ بلا غسل نماز نہ پڑہے۔ عوام کو بیماری کی حالت مین خواہ وہ بیماری کیسی ہو۔

ان کنتم مرضیٰ۔ تیمم کے ساتہ نماز پڑہنی چاہیئے کیونکہ بیماریون کے حقائق تو اطبا سے بہی بعض اوقات مخفی رہتے ہین کہ تیمم مضر ہے یا مفید۔ ایک مرتبہ مین نے رمضان کے مہینے مین روزے رکہنے شروع کئے تو میری بیماری دستون کی رفع ہوگئی۔ مین سمجہا یہ روزے تو اکسیر ہین لیکن بعد مین مجہے معلوم ہوا کہ میری قوت [illegible] مین نے اٹھارہ [illegible] جب [illegible] وہ کیفیت دور ہوگئی۔

غائط۔ علیحدہ مکان۔ اونچی جگہ جہان سے چھینٹین اڑ کر نہ پڑین

لمس۔ ہتھیلی کی طرف سے انگلیون سے چہونا۔ الٹے ہاتہ سے چہونا لمس نہین۔ دوسرے معنے جماع۔

تیمم کا طریق یہ ہے کہ زمین پر دونو ہاتہ مارے پہر پہونکدو تا کوئی کنکر وغیرہ ہاتہ کو لگ گیا ہو تو [illegible] پہر مونہہ پر پہیر کر ہاتہ پہنچون تک ایک دوسرے سے ملے یہ وہ طریق ہے جس مین کوئی اختلاف نہین۔

واللہ اعلم باعدائکم۔ عجیب عجیب قسم کے لوگ ہین کئی لوگ ہم سے ملتے ہین بڑی خوشامد سے مزاج پرسی کرتے ہین حضور کا مزاج کیسا اور السلام علیکم نہین کہتے۔

وکفی باللہ ولیاً۔ جس شخص کی روزانہ غلطیان کم نہین ہوتی جاتین اور برائی دن بدن بڑہتا جاتا ہے۔ خدا اس کا ولی نہین۔

راعنا غیر مسمع۔ بیہودہ لفظ شریر لوگون کا قاعدہ ہے اُن سے بچو

(باقی آئندہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت استاذنا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورہ النساء

پارہ پنجم

(مورخہ ۲۷ - مئی ۱۹۰۹ء بقیہ رکوع ۴)

ہم لوگوں کو کتاب دی اور انکو نصیحت کرتا ہوں دوستی کرو۔ مگر ایک حد تک دشمنی کرو مگر ایک حد تک۔ کسی سے دشمنی ایسی کرو کہ اگر وہ دوست بن جائے تو تم کو شرمندہ نہ ہونا پڑے کسی سے دوستی کرو تو ایسی کہ وہ دشمن ہو جائے تو نقصان نہ پہونچا سکے۔

ان نطمس وجوھا۔ کمینہ لوگ۔ اعلیٰ درجہ کے لوگ

فنردھا علیٰ ادبارھا۔ اونیٰ آدمی سے جو اعلیٰ ہے وہ پھر اونیٰ بنا دئیے جاتے ہیں

نلعنھم کما لعنا اصحٰب السبت۔ اصحب السبت یہود کو کہتے ہیں جب ان کو آرام ملا وہ بدکار ہو گئے۔

یہود پر یہ لعنت آئی ہے کہ وہ دوسروں کے ماتحت بندروں کی مانند ہو گئے کہ جیسے نچلانے میں ناچتے ہیں یہاں یہودی نہیں بیٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ یہودی نہ تھے مسلمان تھے پس اللہ تعالیٰ مسلمانوں ہی کو سکھاتا ہے کہ تم یہودیوں کی اتباع نہ کرنا۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ... دوسروں کو ... کرو۔ ڈپلومے اور سندوں پر فخر کرنا بھی شرک ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے مجھے فخر و ناز سے میرے سامنے ڈپلومہ کی بڑائی کا ذکر کیا۔ تو میرے پاس بھی ایک سند تھی اسی کے سامنے منگا کر چاک کر دیا۔

۲۹ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۵)

طاغوت - حد سے بڑھا ہوا - جبت - سحر - دھوکہ دینا۔

دھوکہ دینے والوں اور چالاکی کرنے والوں کو بعض لوگ بہت جلد مان لیتے ہیں بعض لوگوں کو یہ دھوکہ لگتا ہے کہ یورپ آجکل کس قدر ترقی کر رہا ہے حالانکہ وہ مسلمان نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ انبیاء جس تعلیم کے لے کر آئے مثلاً خشیت الٰہی میں انہوں نے کس قدر ترقی کی۔ یہی کہ ایک مکہ موتنے والے کو خدا بنا لیا ہم لوگ پانچوقت میناروں پر چڑھ کر خدا کی توحید کا وعظ کرتے ہیں یورپ نے باپ بیٹا اقتدار کیا۔

ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا۔ اللہ تعالیٰ سے جب انسان دور ہو جاوے تو پھر اس کا کوئی مددگار نہیں رہتا۔ یاد رکھو بدی کیوقت تو لوگ شریک ہو جاتے ہیں پر نیکی کے وقت کم ہی شریک ہوا کرتے ہیں۔

ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا۔ خدا تعالیٰ کی مخلوق کا انتظام ایسے لوگوں کے سپرد کرو جو اس کے اہل ہوں۔ کمیٹیوں میں ممبروں کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرو۔

حضرت نبی کریم کے روبرو دو شخص آئے کہ ہمیں کام سپرد کیجئے ہم اس کے اہل ہیں فرمایا جن کو ہم خود حکم فرماویں خدا ان کی مدد کرتا ہے جو خود کام کو اپنے سر لے اسکی مدد نہیں ہوتی پس تم عہدے اپنے لئے خود نہ مانگو

۳۰ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۶)

تعالوا الیٰ ما انزل اللہ۔ کوئی مسلمان ایسا خیال نہیں کرتا کہ ہماری شریعت میں جھوٹ ہو لیکن عملدرآمد اس کے خلاف ہے جو کچھ مسلمان کر رہے ہیں وہ شریعت اسلامی کے خلاف ہے لڑکیوں کو ورثہ تک نہیں دیتے۔ اپنے مقدمات کو اللہ و رسول کے فیصلہ کے مطابق کرا کے خوش نہیں ہوتے۔ شیعوں سے ہم نے بارہا کہا، آؤ قرآن شریف سے فیصلہ کریں۔ مگر وہ کبھی نہیں مانتے۔

رایت المنفقین یصدون عنک صدودا۔ ایک کہانی تو مشہور ہے کسی یہودی کا کسی منافق سے جھگڑا ہوا۔ وہ دونوں بارگاہ نبوی میں گئے۔ نبی کریم نے یہودی کو ڈگری دی۔ جو منافق کہ معترض تھا اس نے کہا میں تو حضرت عمرؓ کا فیصلہ مانوں گا چنانچہ وہاں گئے حضرت عمرؓ نے کہا میں تمہاری گردن اڑاتا ہوں کہ تم نے نبی کے فیصلہ سے نفرت کی۔

ولو انا کتبنا علیھم۔ اللہ تعالیٰ جان بھی لینا چاہے۔ وطن بھی۔

ما فعلوہ الا قلیل منھم۔ بہت کم لوگ یہ کام کر سکتے ہیں میں یہاں قادیان میں صرف ایک دن کے لئے آیا اور ایک بڑی عمارت بنتی چھوڑ آیا۔ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا اب تو آپ فارغ ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ ارشاد۔ فرمایا۔ آپ رہیں۔ میں سمجھا۔ دو چار روز کے لئے فرماتے ہیں ایک ہفتہ خاموش رہا۔ فرمایا آپ تنہا ہیں ایک بیوی منگوالیں۔ تب میں سمجھا کہ زیادہ دنوں رہنا پڑیگا۔ تعمیر کا کام بند کرا دیا چند روز بعد فرمایا۔ کتابوں کا آپ کو شوق ہے یہیں منگوا لیجئے۔ تعمیل کی گئی۔ فرمایا۔ اچھا دوسری بیوی بھی یہیں منگوالیں۔ پھر مولوی عبدالکریم صاحب سے ایک دن ذکر کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ لا تصبون الی الوطن فیہ تھان وتمتحن۔ یہ الہام نورالدین کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ مجھ سے فرمایا وطن کا خیال چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے چھوڑ دیا اور کبھی خواب میں بھی وطن نہیں دیکھا۔

مورخہ ۳۱ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۷)

خذوا حذرکم۔ بہت سے لوگ اسراف میں حد سے بڑھ جاتے ہیں پھر کنجوسی کرتے ہیں تو وہ بھی حد سے زیادہ کرتے ہیں عبادت میں بھی اس قدر بڑھتے ہیں کہ خود ہی بچھتاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن کو چوکس رہنا چاہیئے۔

ثُبات - جماعتیں بنکر مسلمانوں میں استقلال نہیں جس کام کو شروع کرتے ہیں نباہ نہیں سکتے۔ بعض امور اسلام میں ایسے ہیں جو جماعت کے کرنے کے ہوتے ہیں بعض ایسے کہ خاص خاص آدمیوں کے۔

لَیُبَطِّئَنَّ - اب جنگ کا کام تو ہے نہیں اب تو دوسرے چلتے ہوئے کاموں میں بٹو ڈالتے ہیں۔ قد انعم اللّٰہ عَلَیَّ - اگر بھائی بلا میں مبتلا ہوا تو فکر نہیں بلکہ خوش ہیں کہ ہم تو مطمئن ہیں۔ تم کو چاہیئے کہ جو دنیا کو مقدم کر رہے ہیں ان سے مقابلہ کرو جو دنیا میں مقابلہ کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں تم بھی ایسے جائز ذرائع ترقی سے کام لو کہ ان سے بڑھ ہو ایسا ہی دین میں۔ اور اپنے دوستوں میں ایک دوسرے سے ہمدردی کرو۔

یکم جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۸)

اللہ جلشانہٗ محض فضل سے کسی وقت صبر کا حکم دیتا ہے کسی وقت بدلہ لینے کا کیونکہ دن مقابلہ کے قابل نہیں ہوتے ان اوقات کو انبیاء خوب پہچانتے ہیں انبیاء پر یہ لوگوں کی باتیں ہیں کہ جب تک مکہ میں تھوڑے آدمی تھے صبر کا حکم تھا قلت و کثرت مومن کے لئے کچھ بات نہیں۔ انبیاء تو جب اللہ حکم دیتا ہے صبر کرتے ہیں جب مقابلہ کا حکم دیتا ہے مقابلہ۔ وہ نہ ہتھیاروں کی پرواہ کرتے ہیں نہ آدمیوں کی۔ کیا موسیٰ اور نوح علیہما السلام نے تلوار سے کام لیا تھا۔ دیکھا وہ پانی جو مخالف کے غرق کا موجب ہوا۔ آپ کی نجات کا ذریعہ بنا۔ پھر دیکھو "یوم حنین اذا اعجبتکم کثرتکم" میں کثرت کو عجب کا موجب ٹھہرایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے احمق مقابلہ صرف تلوار کا سمجھتے ہیں جبھی تو جہتے کے منتظر ہوتے ہیں۔

اینما تکونوا یدرککم الموت - بعض لوگ بندوں سے ایسے ڈرتے ہیں جیسے خدا سے ڈرنا چاہیئے ڈرنا تو بندوں سے کیا ڈر۔ جہاں آدمی ہو جس حال میں ہو۔ موت تو اپنے وقت اپنا کام کرکے رہیگی۔ ہمارے طبیب اُستاد تھے ایک پہلوان کو دیکھا ہیضہ ہو گیا اسے کہا تمہیں بدہضمی ہے تاکہ دل شکستہ نہو اس نے کہا بدہضمی کی کیا مجال۔ ایک گدا اٹھایا کہ اسے پھیر کر کھانا ہضم کر کر پھیرتے ہی راہی عدم ہوا۔

بروج - چونکہ برج گول ہوتا ہے اسلئے اسکو برج کہتے ہیں ورنہ برج کے معنے ستارے کے ہیں۔ آتشبازی کے غباروں کو اس لئے برج کہتے ہیں کہ وہ اوپر جاکر ستارہ کی مانند ہو جاتے ہیں۔

کل من عند اللّٰہ - بہت لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ دوسری جگہ ما اصابک من سیئة فمن نفسک فرمایا ہے مگر انہوں نے سمجھا نہیں۔ جزاء و سزا جو انسانی اعمال کی پاداش ہے وہ سب اللہ کے حکم سے آتی ہے بعض اوقات اللہ معاف بھی کر دیتا ہے پس دکھ سکھ پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے باقی اس کے ذرائع ہیں آرام تو فضل اللہ سے ہے جسکی جاذب نیک عملی ہے اور دکھ انسان کی اپنی بدعمل کی پاداش ہے بعض دیگر مصالح الٰہیہ بھی ہیں۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ - حضرت نبی کریم ؐ تمام فضائل انسانی کے خاتم ہیں زمانہ کے اعتبار سے بھی خاتم نہیں کہ آپ کی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہے دنیا میں مذاہب کے تین حصے ہیں۔ عبرانیوں کا مذہب - ایرانیوں کا مذہب - تیسرا مشرک - جن کے پاس کوئی کتاب نہیں ..... نبی کریم ؐ اور ان کے پیروں کے ہاتھوں پر تینوں کے صدر مقام فتح ہوئے مکہ معظمہ پر کسی نے فتح نہ پائی تھی حتی کہ سکندر ایسا فاتح بھی محروم رہا۔ میرا مذہب ہے کہ آپ خاتم کمالات انسانی ہیں "الیوم اکملت لکم دینکم" دنیا میں تمام مذاہب کی کتابیں کسی میں دعویٰ کے ساتھ دلیل نہیں پس خاتم الکتب بھی انہی کی کتاب ہے۔

۲ - جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۸)

لوکان من عند غیر اللّٰہ - وعدہ وعید کی پیشگوئیاں قرآن میں ہیں عین مطابق واقعہ ہوئی ہیں

اذا جاءھم امر من الامن - قرآن اس طریق کو منع کرتا ہے کہ ہر ایک امن یا خوف کی بات کو سوائے عظیم الشان انسان کے کسی اور تک پہنچایا جاوے۔ مسلمان جیسے معاشرت سے ناواقف ہیں ایسے ہی امن کی راہ سے۔

فقاتل فی سبیل اللّٰہ - یہاں سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ نبی کریم نے اس وقت جہاد کا حکم دیا جب جتھا ہو گیا دیکھو محض نبی کریم ؐ کو قتال کا حکم تھا۔

من یشفع شفاعة حسنة - جہاں تمدن و معاشرت ہو وہاں حکام و رعایا بھی ہوتی ہے وہاں سفارشیں بھی لوگ بہم پہنچاتے ہیں ان کے متعلق ہدایت فرمائی کہ وہ سفارش کرو۔ جو نیکی و بھلائی کے متعلق ہو جس کا نتیجہ نیک ہو۔ جو کسی مظلوم کی مدد ہو۔

حُیِّیتُم بتحیة - جب تم اچھا سلوک کئے جاؤ تو تم اس سے بہتر سلوک اس کے ساتھ کرو علی کل شیء حسیبا - مگر حساب کھ لینے کی ضرورت نہیں حساب کھنے والا خدا ہی ہے

لیجمعنکم - جو کچھ سمجھا یا جاتا ہے ضائع نہیں جائیگا تم سب جمع ہوگے وہاں بدلہ ملیگا۔

۳ - جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۹)

دنیا میں تین قسم کے آدمی ہیں - (۱) جنہیں مکالمہ الہیہ کا شرف حاصل ہے - ۲ - جو ان لوگوں کی باتیں خوب سمجھتے ہیں - ۳ - لایعقل -

فما لکم - اللہ تعالیٰ ماموروں کے سامنے ادب سکھلاتا ہے کہ یہ ہر ایک کا کام نہیں کہ رائے زنی کرتے پھرتے ہو۔ نفاق کے اسباب کئی ہیں ایک سبب بتایا ہے "اعقبھم نفاقا فی قلوبھم"۔ منافق کے یہ نشان نبی کریم ؐ نے فرمائے - اذا حدث کذب و اذا وعد اخلف و اذا خاصم فجر اذا عاھد غدر و اذا اتمن خان۔ بولے تو جھوٹ - وعدہ خلاف - لڑائی کیوقت گند تولنے والا - عہد شکن - امانت میں خیانت ایک شخص کو میو گالیوں سے منع کیا اس نے دو چار گالیاں دیکر کہا کہ کس ایسے ..... کو گالیاں دیتا ہوں -

یریدون ان یأمنوکم - یہ منافقوں کی دوسری قسم ہے فریقین کو خوش رکھنا چاہتے ہیں - اس رکوع کا خلاصہ یہ ہے - کہ بڑے بڑے اہم امور میں دخل نہ دیا کرو۔

مورخہ ۴ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۰)

بہت ملک ہین جہان مسلمان رہتے ہین جیسے یاغستان۔ بعض حصہ افغانستان۔ سرحدی ملک عرب۔ روم۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی مومن کسی مومن کو دکھ نہیں دیتا لیکن جہن مسلمانوں کے قبضہ ہین تلوار ہے جیسے مذکورہ بالا ممالک ہین وہان تلواریں چلاتے ہین جہان تلوار پر قبضہ نہین۔ وہان لٹھ ہاتھ وغیرہ چلاتے ہیں ہاتھ نہ چلے تو زبان ہی چلاتے ہیں ہر قسم کی گالیاں ایک دوسرے کو دیتے ہیں اور قوموں کا برخ چلے تو اپنی اولاد ہی کو کوستی ہیں یہاں فرماتا ہے کہ مومن قتل عمد تو کرتا ہی نہیں اگر خطا ہو تو غلام آزاد کرے۔ دیت دے جو دس بارہ ہزار ہو جاتی ہے دو مہینے کے روزے رکھے۔

فتبینوا۔ سفر میں ہر چیز کی تحقیق ضروری ہے اور بہت سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیے۔

فجزاءہ جہنم۔ غضب خود ایک جہنم ہے۔ غضب کرنیوالے کا دل کمزور ہو جاتا ہے اختلاج قلب مین گرفتار رہتے مین۔ خدا نے جھگڑون کی ایک جڑ بتائی ہے۔

فلما نسوا ما ذکروا به اغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء جب لوگ نصائح کو بھول گئے تو ان مین عداوت اور بغضا شروع ہوا۔

لا تقولوا لمن القی الیکم السلام۔ جو تمکو سلام کہتا ہے سلامتی سے پیش آتا ہے

۶ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۱)

الم تکن ارض اللہ واسعۃ۔ تم سب نے تجربہ کیا ہوگا کہ بعض اوقات انسان کا جی چاہتا ہے کہ آج عبادت ہی کرین بعض آدمیون کو دیکھ کر ابھی عبادت کو جی چاہتا ہے اسی طرح بعض موقعون پر غذا سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے بعض انسان ایسے ہوتے ہین کہ ان کے ملنے سے خدا سے نفرت پیدا ہو کر دنیا کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور بعض شخصوں کو دیکھ کر دنیا سے دل سرد ہو جاتا ہے اور آخرۃ کا خیال آجاتا ہے۔ یہ ایک دنیا کے عجائبات مین سے ہے۔ یہ دو تو حالتین قریباً ہر انسان پر وارد ہوتی ہیں بعض کھانے چار پائی اور مکان مین غفلت پیدا ہوتی ہے نبی کریم کا حکم ہے کہ ایسی جگہ کو بدل دو۔ چار پائیون کے بسترون کے بدلنے سے بھی حالت بدل جاتی ہے یہاں اسی مسئلہ کو خدا نے بیان کیا۔ جس ملک مین رہنے سے آدمی دین کو چھوڑے اسے کیون نہ چھوڑے فرشتے ان پر سختی کرین گے اور کہین گے کہ تم ایسے مقامون میں رہے کیوں۔ کیا خدا کی زمین فراخ نہ تھی۔ تم اس جگہ سے یہ سبق سیکھو جہان غفلت کی صحبت ہو اس مین مت بیٹھو ایک بزرگ نے مجھے کہا کہ تم کئی دن سے نہین دیکھا میں نے کہا کہ سستی ہو گئی۔ فرمایا تم نے قصاب کی دوکان نہین دیکھی؟ آپ کا مطلب یہ تھا کہ دیکھو قصاب جب دو چھریاں آپس مین رگڑتا ہے تو تیز ہو جاتی ہین اسی طرح صحبت صادقین کا فائدہ ہے۔

یجد فی الارض مراغما۔ مہاجر کی نیت ہجرت اگر للہ ہو تو وہ کبھی تکلیف نہین پاتا۔

۷ جون ۱۹۰۹ء (رکوع ۱۲)

اذا ضربتم۔ جب تم سفر کرو۔ ان تقصروا۔ سفر میں دوگانہ پڑھا جاتا ہے

واذا کنت فیہم۔ یہ تمام آیت آجکل کے انگریزی پڑھنے والون کے لئے غور طلب ہے دیکھو مومن ایسے ہوتے ہین کہ گھمسان کی لڑائی ہے جان کے لالے پڑ رہے ہیں۔ مگر نماز سے غافل نہین آجکل انگریزی پڑھنے والے نمازی مسلمانوں کو کھڑ کنے اور اولڈ فیشن کہتے ہیں

لو تغفلون۔ دیکھو مومن کو بہت چوکس رہنے کا حکم ہے عجز و کسل مومن کی شان سے بعید ہے

فاذا قضیتم الصلاۃ فاذکروا اللہ۔ یہ سنتوں کیطرف اشارہ معلوم ہوتا ہے یا عام ذکر کیطرف، ذکر کے بعد سنتین پڑھنی چاہئین۔

۸۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۳)

بما اراک اللہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی قرآن کو خوب سمجھتا ہے۔

ولا تکن للخائنین خصیما۔ شریر کی طرف سے حمایت کا بیڑا کبھی نہ اٹھانا چاہیئے۔ خائن کی طرف سے بھی جھگڑا نہین کرنا چاہیئے۔ اگر کسی عزیز رشتہ دار کی مصیبت پڑ جاوے تو استغفار بہت پڑھو۔ خدا تعالیٰ تمہیں بچالیگا۔

ھا۔ خبردار ہو جاؤ۔

ومن یکسب خطیئۃ۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہین کہ وہ خود کوئی بدی کر کے دوسرے کے ذمے لگا دیتے ہیں

مورخہ ۹ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۴)

میں تم کو قرآن شریف سناتا ہوں۔ مدعا اس سے میرا یہ ہوتا ہے کہ تم اس پر عمل کرو اور عمل کر کے اس سے نفع اٹھاؤ۔ قرآن کریم عمل کرنے سے انسان کے آٹھ پہر خوشی سے گذرتے ہین۔ قرآن شریف پر عمل کرنے سے انسان کو خوشی و عزت اور کم سے کم بندون کی اتباع اور محتاجی سے نجات ملتی ہے۔

ان یضلوک۔ خبردار ہو جاؤ ایک گروہ اس کوشش مین لگا ہوا ہے۔ کہ تم گمراہ ہو جاؤ۔

وما یضرونک من شیء۔ اگر تم قرآن شریف پر توجہ رکھو تو تم گمراہ کرنے والون کی کوششوں سے محفوظ رہ سکتے ہو۔ یوروپ والون نے کس قدر ترقی کی ہے۔ لیکن دیکھو ایک بندے کو خدا بنا لیا۔ ہندوں نے ۳۳ کروڑ دیوتا بنا لئے۔ آہ یہ وحدہ لاشریک نہیں کہہ سکتے۔

وعلمک مالم تکن تعلم۔ دیکھو نبی کریم ؐ ایسے انسان کو ارشاد ہے کہ اگر قرآن شریف نہ آتا۔ تو مجھ کو کچھ نہ آتا۔ بھلائی اور برائی سمجھنے کا ایک ہی ذریعہ قرآن شریف ہے۔

لا خیر فی کثیر من نجواہم۔ امن کی زندگی۔ عمدہ معاشرت و تمدن کے لئے یہ ضروری نصیحت ہے۔ مخفی کمیٹیان کرنے والے بجائے اصلاح بین الناس کے تفریق بین الناس کرتے ہین۔ جب کوئی شخص قرآن و حدیث کا علم نہین رکھتا۔ تو اسے یہ حق کہاں پہونچتا ہے کہ وہ کہے کہ میں حق کی حمایت کرتا ہون پس تم کسی خفیہ مشورہ میں سوائے اہل الرائے عالمان قرآن کے شامل نہ ہو اور یہ لوگ بھی مشورہ کرین تو چندہ دینے کسی نیکی اور اصلاح کے متعلق مشورہ کرین۔

ویتبع غیر سبیل اللہ المومنین۔ دیکھو سنی شیعہ پنج ارکان اسلامی میں اصولی طور پر متفق ہیں پھر آپس میں ایسے کچے رہتے ہیں کہ کیا مجال ایک دوسرے کی مسجد میں چلا جاوے۔

۱۰۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۵)

ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ۔ شرک کے معنے ہیں کسی کے ساتھ سانجھی کرنا اللہ کی ذات اسکی صفات اسکے افعال کا کسی کو ہمتا بنانا اللہ کی عبادت جس طرح کی جاتی ہے اسی طرح کسی دوسرے کی عبادت و تعظیم کرنا۔

ایسی کوئی قوم پیدا نہیں ہوئی ہے۔ جس نے خدا کی ذات جیسی کوئی ذات مانی ہو۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام نے خدا کی ذات کی توحید کا بیان کم فرمایا ہے۔ صرف ایک قوم ہے جو ثنویہ کہلاتی ہے وہ یزدان واہرمن مانتے ہیں۔ صفات الٰہی میں بھی لوگوں نے شرک بہت کم کیا ہے۔ خدا کے افعال میں بھی لوگوں نے شرک کم کیا ہے مشرک بھی مانتے ہیں کہ زمین و آسمان خدا نے پیدا کیا ہے۔ ہاں چوتھی قسم کا شرک شرک فی العبادت ہے۔ کل انبیاء اسی شرک کے دور کرنے کے لئے آئے ہیں جس سے مشرک حاجات مانگتے ہیں ان کے آگے سجدہ کرتے۔

مادون ذلک۔ میں مادون کے معنے ہیں کہ اس سے نیچے اتر کر جو گناہ ہیں وہ معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ خدا کا انکار شرک سے بھی بڑھ کر گناہ ہے پس مادون کا ترجمہ سوائے پسندیدہ نہیں۔

اناثا۔ دیویاں عرب بھی لات وغیرہ مونث بتوں کے پجاری تھے۔

محیص۔ بھاگنے کی جگہ۔

لا یظلمون نقیرا۔ کھجور کی گٹھلی کی پشت پر ایک نقطہ ہوتا ہے اسے نقیر کہتے ہیں

۱۲۔ جون ۱۹۰۹ء

رکوع ۱۶

بعض وقت لوگ یتیم لڑکوں کو ذلیل سمجھتے ہیں ان کے مال کو کھا لیتے ہیں اس سے منع فرمایا اور ارشاد کیا۔

ان تقوموا للیتمیٰ بالقسط یتیموں کے لئے انصاف پر قائم رہو۔

ان یصلحا بینہما صلحاً۔ صلح بڑی اچھی چیز ہے بہت لوگ ایسے ہیں کہ وہ عداوت کو بڑھاتے ہی رہتے ہیں۔

کالمعلقۃ۔ ایسا نہ کرو کہ وہ عورت درمیان میں لٹکی رہے کہ نہ اس کو خاوند والی کہہ سکتے ہیں نہ بے خاوند والی۔

وتتقوا۔ تقوی بہت ضروری ہے ایک امیر کو میں اچھا سمجھتا تھا اور میرے استاد اسے بہت برا سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ ذکر چل پڑا۔ میں نے متقیوں کی مثال میں اس امیر کو پیش کیا آپ نے کہا کہ تقوے کے معنے ... عرض کیا۔ جو کوئی کام شریعت کے خلاف نہ کرے۔ فرمایا۔ یہی بات ہے کہ وہ شریعت کی تو آڑ رکھتا ہے اور کرتا وہی ہے۔ جو اس کے دل میں ہوتا ہے۔ اپنے

اغراض کے موافق احکام کو ڈھال لیتا ہے۔

وکان اللہ غنیا حمیداً۔ ایک پولیس مین کی مخالفت سے انسان سکھ نہیں پا سکتا تو خدا کی مخالفت کر کے وہ کیونکر آرام پا سکتا ہے۔

۱۳۔ جون ۱۹۰۹ء۔ رکوع نمبر ۱۷

کئی وقت انسان کے لئے امتحان کے ہوتے ہیں ایک تو غضب کا وقت ہوتا ہے غضب کی حالت میں آدمی دوسروں کو انواع و اقسام کے نقصانات پہنچا دیتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ غلطی ہوتی۔ عفو کرو لیکن جب دوسرا کوئی نقصان پہونچائے۔ تو ہرگز عفو پر رضامند نہیں ہوتے اسی طرح آدمی بعض اوقات محبت میں بھی حد سے بڑھ جاتا ہے اور گمراہ ہو جاتا ہے ایک وقت وہ ہوتا ہے جبکہ مقدمات میں گواہی دینے کا ہوتا ہے۔ آدمی اپنے عزیز و دوست کا نقصان گوارا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمان کو مقدم رکھو اور گواہی انصاف سے دو خواہ اپنے عزیزوں کے مقابلہ میں ہو اپنی جان پر یا اپنی ماں باپ ہی کے متعلق گواہی دینی پڑے۔

فاللہ اولیٰ بہما۔ اللہ تعالیٰ ہی غریب و غنی کی رعایت سے بہتر ہے۔

فلا تتبعوا الہویٰ۔ گری ہوئی بات انصاف کے خلاف ہوتی ہے

من یکفر باللہ وملائکتہ۔ ملائکہ کا کفر یہ ہے کہ اندر وہ پاک تحریکات کے خلاف کرے

ان الذین اٰمنوا ثم کفروا۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب پکڑے جاتے ہیں تو مومن ہو جاتے ہیں پھر موقع پاتے ہیں پھر گمراہ۔ منافق کی ایک بڑی پہچان یہی ہے۔ کہ وہ بارہا اقرار کرتا ہے۔ پھر اس کو پورا نہیں کرتا۔

یستہزأ بہا۔ حقیر سمجھا جاتا ہو کہ۔

۱۴۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۸)

ہمنے بارہا تمہیں بتایا کہ منافق امانت میں خیانت کرتے۔ وعدہ پورا نہیں کرتے جھوٹ بولتے لڑتے ہیں تو گند بکتے ہیں۔ پھر منافق وہ ہے۔ جس کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو۔ منافق کا دل کمزور ہوتا ہے اس میں نہ قوت فیصلہ نہ تاب مقابلہ منافق اللہ کی یاد بہت کم کرتے ہیں۔ نمازوں میں سستی کرتے ہیں اور دکھلاوے کی نماز پڑھتے ہیں۔

مذبذبین بین ذلک۔ کبھی کی طرح کبھی ادھر جاتا ہے کبھی ادھر۔ آجکل لوگ جس کو پالیسی کہتے ہیں وہ نفاق کا ٹھیک ترجمہ ہے۔ منافق کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

یہاں پارہ پنجم کے نوٹ ختم ہوئے الحمدللہ

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

سورۃ النساء

(پارہ ششم)

مورخہ ۱۵ - جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱ و ۲)

یکفرون باللہ ورسلہ - ایسے بھی لوگ ہیں خدا کو مانتے ہیں مگر رسولوں کو نہیں مانتے اللہ فرماتا ہے جو رسولوں کو نہ مانیں وہ پکے کافر ہیں - مومن کو چاہیئے اللہ پر بھی ایمان اور اس کے رسولوں پر بھی ایمان لاوے۔

ان تنزل علیہم کتابا - شریر لوگ جب کسی نیک بات پر عمل نہیں کرنا چاہتے تو طرح طرح کے عذر تراشتے ہیں مثلاً یہ کہ خدا ہم پر بھی ایک کتاب بھیجدیتا - پھر موسےٰ سے اس سے بھی بڑھ کر کہا کہ ارنا اللہ جہرۃً - چنانچہ ان پر عذاب آیا۔ بیوجہ نہیں بلکہ بظلمہم۔

ادخلوا الباب سجداً - یہ ہم نے تم کو بارہا نصیحت کی ہے جب کسی شہر میں جانے لگو تو داخل ہوتے وقت دُعا مانگو - فرمانبردار ہو کر شہر میں داخل ہو۔

وقولہم انا قتلنا المسیح عیسےٰ بن مریم رسول اللہ - رسول اللہ کہنا بطور استہزاء ہے اور اس لئے کہ اونکی کتابوں میں ہے کہ اللہ کا نبی مقتول بالصلیب نہ ہوگا اس لئے انہوں نے کہا تا ظاہر ہو کہ وہ اللہ کے رسول نہ تھے اس لئے اللہ نے فرمایا کہ وہ مقتول بالصلیب نہیں کر سکتے بلکہ مشابہ بالمصلوب بنایا گیا مسیح ان کے لئے۔

الا اتباع الظن - سیالکوٹ میں ایک پادری تھے ان سے میری گفتگو ریل پر ہوئی میں نے تمام واقعات متعلقہ صلیب ان سے منوا لئے گویا اس نے دبی زبان سے اقرار کیا کہ مسیح کے مقتول ہو جانے کا ان کو یقین نہیں ظن ہی ظن ہے۔

ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا - اس سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن مسیح گواہی دیگا - دُنیا میں آکر نہیں۔

حرمنا علیہم طیبٰت - طیبات سے آدمی محروم ہو جاتا ہے جب وہ شرک پکڑ باندھ کر سبیل اللہ سے روکے - اموال الناس بالباطل کھانا شروع کرے۔

مورخہ ۱۶ - جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۳)

اوحینا الیک - وحی کہتے ہیں جو جلدی سے کسی کو بات بتادے وحی کی کئی قسمیں ہیں ایک وہ جو زمین کو بھیجی گئی

بان ربک اوحی لہا - پھر وہ جو شہد کی مکھی کو بھیجی جاتی ہے - پھر وہ جو حضرۃ موسیٰ کی ماں کو بھیجی گئی - پھر ادر وحی جو ان بندگوں کو بھیجی گئی جو نبی نہ تھے جیسے فرماتا ہے واذ اوحیت الی الحوادیین۔

یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ وحی ان معمولی وحیوں سے نہیں - بلکہ یہ وہ ہے جو اولو العزم رسولوں کی طرف بھیجی جاتی رہی ہے۔

فامنوا خیرا لکم - ایک شہد کی مکھی سے انسان بہت کچھ سبق سیکھ سکتا ہے وہ کیسی دانائی سے گھر بناتی - شہد بناتی - دانائی کو کام میں لاتی ہے - قناعت ہی صدہا جگہ کرتی ہے محنت و کسب سے اپنے لئے کھانا مہیا کرتی ہے بدبودار چیز پر بھی نہیں بیٹھتی - پھر اپنے امیر کی مطیع ہوتی ہے۔

مورخہ ۱۷ - جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۴)

لن یستنکف المسیح - عیسائی لوگ حضرت مسیح کو خدا سمجھتے ہیں بعض بیٹا کہتے ہیں - قرآن شریف نے جب بڑے بڑے وعظ کئے کہ وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے تو بعض احمقوں نے کہا اتنی مدت سے ہم اُسے بڑا مانتے آئے ہیں کہیں ہم سے ناراض نہ ہو جاوے - خدا فرماتا ہے کہ مسیح ناک نہیں چڑھاتا بُرا نہیں مناتا۔

یستکبر - الکبریا ردائی - تکبر خدا کی صفت ہے انسان کے لئے تکبر کرنا بہت ہی بُری چیز ہے - میں جب پاخانہ میں جاتا ہوں تو مجھ کو خیال ہوتا ہے کہ جس کے اندر سے یہ نکلتا ہے - وہ کبریائی کرے ذرا پیشاب بند ہو جائے - تو بس پھر خاتمہ ہے پھر زیابیطس کی مٹی چیونٹیوں کا کام کرتی ہیں بس انسان کو اپنی ذات پر کیا گھمنڈ ہو۔

انزلنا الیکم نورا مبینا - افسوس کہ آجکل قرآن شریف مسلمانوں نے پانچ کاموں کے لئے بنا رکھا ہے - سرہانے میں تو اس لئے کہ کسی کے ساتھ دغا کرنا ہو تو اس پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں - کچہری میں جھوٹی قسموں کے لئے - عام طور پر کسی منتر جنتر کے لئے - حافظ لوگ کبریائی کے لئے کہ کوئی کہے ہم ہی حافظ ہیں - بعض روپیہ کمانے کے لئے۔

کئی لوگ آتے ہیں - مجھ کہتے ہیں کوئی وظیفہ بتاؤ - ایک عامل نے بتایا کہ من یتق اللہ یرزقہ من حیث لا یحتسب - پڑھا کرو - ہم اس نکتہ کو سمجھ گئے کہ یہ رٹنے کے لئے نہیں عمل کے لئے ہے پھر اسے خوب پایا - متقی بن جاؤ خدا اپنی جناب سے رزق دیگا۔

الحمد للہ علیٰ ذلک

یہاں سورۃ النساء کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد للہ

مورخہ ۱۹ - جون ۱۹۰۹ء

سورۂ مائدہ
(رکوع ۵)

سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران ہر دو مین جہاد ... کا ذکر ہے۔ اول پہلی مین زیادہ تر یہود مخاطب ہین اور دوسری مین نصاریٰ۔ پھر سورۂ نساء اور اس سورۂ مائدہ مین انتظامی انتظام کا ذکر ہے کیونکہ گھر بیٹھے بیٹھے ہی بڑے بڑے کام کرنے پڑتے ہین اور بہت سی مشکلات پیش آتی ہین۔ دونون سورتون مین تمدن و معاشرت کا ذکر ضروری تھا چونکہ بآرام بیٹھے بیٹھے مباحثات بھی چھڑ جاتے ہین اس لئے نساء مین یہود کے ساتھ اور مائدہ مین نصاریٰ کے ساتھ مباحثہ کا طریق سکھایا ہے۔ تم لوگون (احمدیون) کو اپنے فرض منصبی کا خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ دونون قومون سے تمہین ہی مقابلہ ہے تم مین سے بعض سپاہی تو ہین جو قلم کا ہتھیار استعمال کر رہے ہین مگر بہت وہ ہین جو آرام سے بیٹھے ہین ان کو چاہیئے کہ مناظرہ کا طرز سیکھین۔ پہلی سورۃ مین بیبیون کے تعلقات کا بھی ذکر ہے کیونکہ کسی کتاب مین جو خدا کی طرف منسوب کی گئی ہو اس شرح و بسط کے ساتھ معاشرۃ کا ذکر نہین دیکھا۔ تھوڑا ذکر توراۃ مین ہے۔ مگر انجیل پھر وید اس سے بالکل خالی ہین۔ دیانند نے ستیارتھ پرکاش لکھی۔ مگر جب بیبیون کے تعلقات کا ذکر آیا تو منو وغیرہ کے حوالے دئے اگر وید پر ہاتھ پڑتا تو وہ کبھی ایسا نہ کرتا۔

مجھے تعجب ہے کہ انجیل مین تمدن کا کوئی ذکر نہین۔ بیبیون کی معاشرت کے متعلق کوئی مسئلہ نہین۔ مگر پھر بھی عیسائی اپنی بیبیون کے ساتھ کیسی محبت کرتے ہین مسلمانون مین کس قدر تاکید ہے۔ مگر انہون نے اسکی کچھ پروا نہ کی۔ یہ قرآن مجید کی سخت بے ادبی ہے مجھے بہت دکھ پہونچتا ہے۔ جب مین دیکھتا ہون کہ لتسکنوا الیہا اور جعل بینکم مودۃ ورحمۃ کی مطلق پروا نہین کی جاتی۔

چونکہ معاشرت مین پہلی بات معاہدہ ہو اس لئے پہلے تو اسے نباہنے کی تاکید فرمائی کہ

اوفوا بالعقود۔ لین۔ دین۔ جت۔ اشتریت۔ زوجت۔ تزوجت مین۔ یہ سب عقد ہین۔ حتےکہ اخذنا منکم میثاقا غلیظا۔ اگر پوچھو کہ میثاق غلیظ کیا ہے تو کئی ہین جن کو اس کا علم ہی نہین۔ بس نکاح مین تو ہمارا ایک خطبہ فارسی ہے وہ پڑھ دین گے۔ فرماتا ہے تمام عقود۔ قرض لین دین۔ بیاہ دوستی و دیگر معاہدات وفاداری کے ساتھ نباہو۔ ہمارے ساتھ بھی بعض لوگون نے عقد باندھا ہے جو بھلی بات کہو گے مان لین گے۔ ہم نے تمہین کئی بھلی باتین بتائین انپر عمل چاہیئے۔ یاد رکھو کہ اگر لوگ معاہدات پر قائم ہو جائین تو تمدن مین بڑا آرام ہو جائے اور کبھی کوئی جھگڑا نہ ہو۔ چونکہ کھانا پینا بھی معاشرت مین شامل ہے اس لئے فرمایا کہ حلال کھاؤ۔

احلت لکم بہیمۃ الانعام۔ قرآن شریف مین بکری۔ بھیڑ۔ دنبہ۔ ہرن۔ گائے نیل گائے۔ اونٹ کو بہیمہ کہا گیا ہے

غیر محلی الصید وانتم حرم۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جیسا چاہا ہے تمام اعضاء جو شریعت کی ماتحت رکھے ہین ان کو فرمانبرداری سکھائی ہے۔ مثلاً یون اس کے متعلق حکم جاری

کیا کہ لغویت بکو۔ اب ہم کو دیکھنا ہے کہ دیکھین یون مفید ہے یا نہین۔ فرمایا۔ بولو مگر جھوٹ نہ بولو۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ جھوٹ نہ بولین تو پھر کیا کرین۔ سچ بولین۔ مگر پھر یہان بھی اپنی معبودیت کا رنگ جمایا ہے اور کہا کہ دیکھو سچ مین سے بھی ایک سچ منع ہے وہ کیا؟ غیبت۔ صحابہ نے پوچھا کہ کسی مین وہ عیب واقعی ہے تو اس کا تذکرہ تو برا نہ ہوگا نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہی تو غیبت ہے اگر وہ عیب واقعی نہین۔ تو اس کا نام بہتان ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جابجا اپنی عبودیت سکھائی ہے۔ پھر سچ ہو غیبت نہ ہو تو اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ مجاز بولو۔ مگر ایک دو مجاز کی بھی اجازت نہین۔ مثلاً انبت الربیع البقل۔ (بہار نے سبزی اگائی) بول سکتے ہین۔ مگر مطرنا بنوء کذا۔ بولنا منع ہے۔ حالانکہ یہ صحیح ہے کہ جب برج آبی مین چاند چلا گیا تو بارش ہوتی ہے۔ مگر حکم الٰہی آگیا کہ ایسا کہنا چھوڑ دو تو چھوڑنا پڑا۔ اسی طرح ... جانورون کے کہانے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہرنی بھی بے شک بکری ہے اور نیل گائے بھی گائے ہے حالت احرام مین شکار نہ کرو۔ وجہ سمجھ نہ آئی تو عام مومن یہی سمجھ لین

ان اللہ یحکم ما یرید۔ اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے

لا تحلوا شعائر اللہ۔ جن چیزون سے اللہ پہچانا جاتا ہے ان کی بے حرمتی مت کرو ہم نے قرآن مجید سے خدا کو پہچانا اس لئے اس کی بے حرمتی جائز نہین۔ بھلا یہ حرمت ہے کہ اس پر پاؤن رکھ لو یا اور کتابون کے نیچے رکھو یا یونہی صفون پر ڈالدیا جاوے۔ تیری بھی تمہین پہچان کی راہ بتاتی ہے۔ میری بھی حرمت کرو

ولا الشھر الحرام۔ پھر حرمت کے مہینے وہ بھی شعائر اللہ مین ان سے خدا کا شعور حاصل ہوتا ہے کہ کس قدر لوگ اکٹھے ہوتے ہین

ولا الھدی ولا القلائد۔ اسی طرح قربانیون کے جانور ہین کہ وہ سکھاتے ہین اسی طرح انسان کو اپنے آقا کے حضور جان دینی چاہیئے۔ دنیا کے آقاؤن کے لئے جان دیتے ہین پس دنیا و آخرت کے آقا زمین و آسمان کے مالک پر جان کیون نثار نہ کرین۔

ولا یجرمنکم شنان قوم۔ اگر کوئی دشمن ہے تو اس سے دشمنی کی حدبندی کرو۔ حدبندی نہ کرو گے تو دن بدن دشمنی بڑھتی جاوے گی۔

ان صدوکم عن المسجد الحرام۔ کسی قوم سے دشمنی ہے تو دشمنی کے ... سے قطع تعلق نہ کرو۔ اگرچہ وہ دشمن ایسا ہے کہ عزت کے مقام سے تمہین روکتا ہے۔

ان تعتدوا۔ اگر تمہین کوئی مسجد مین نماز پڑھنے سے روکتا ہے تو جس مسجد مین تمہارا اختیار ہے اس مین نماز پڑھنے سے نہ روکو

حرمت علیکم المیتۃ۔ معاشرۃ مین ضرورت ہے عمدہ اخلاق کی اور بدن کو حوادث سے محفوظ رکھنے کی۔ پس مردار کو استعمال کرکے جان کو ہلاکت مین نہ ڈالو۔

اسی طرح خون مین بھی بہت سی زہرین ہوتی ہین وہ لطیف طاقتین جو خدا کی معرفت کے لئے ضروری ہین خون کھانیوالون مین نہین رہتین۔ چوہڑے ڈاکو خور اکو اگر جناب الٰہی کی عظمت و جرأت کا مضمون سمجھاؤ تو وہ نہ سمجھے گا۔ اسی طرح

ولحم الخنزیر۔ سور کا گوشت جو شہوت و غضب کو بڑھا دیتا ہے بعض آدمی بات بات پر آگ ہوتے ہین۔ گویا ان کا دوزخ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ چلتے ہوئے ناک چڑھاتے

جائیں گے۔ ہر وقت ایک جلن محسوس کرتے رہیں گے۔ شیر باوجود اتنا بہادر ہونے کے اپنے دشمن کے مقابلہ میں احتیاط کرتا ہے۔ ادھر ادھر ہو کر حملہ کرتا ہے۔ مگر سور غضب کے وقت سیدھا آتا ہے اسی طرح اس جانور میں شہوت۔۔ بڑی ہوتی ہے۔ تمام گناہوں کی مبدء یہی دو قوتیں ہیں۔ غضب و شہوت اس لئے اس کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

وما اهل به لغیر الله۔ پھر وہ چیزیں ہیں جن پر غیر اللہ کا نام لیا جاوے ان کا کھانا بلحاظ عقائد اللہ سے بُعد میں ڈالدیتا ہے۔ اس کے بعد میتہ اور ما اہل کی کچھ تفسیر دی۔ پہلے پہلے اسلام نے عقائد سکھائے۔ اللہ کی عظمت۔ پھر ملائکہ پھر رسولوں پھر کتابوں کا علم سکھایا۔ پھر عبادت کے طریق بتائے۔ پھر زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج۔ پھر بتدریج سکھاتے سکھاتے تمدن کے ضروری مسائل سکھائے۔ پھر کھانے پینے کے مسئلے بھی بتادئے۔ اس پر کہا کہ اب تو تمہارا کھانا پان بھی بیان ہو چکا اس لئے شریعت کے اصول کامل ہونے سے کافر ناامید ہو گئے۔

ماذا احل لهم۔ پوچھتے ہیں کیا کیا حلال ہے ہم نے حرام بتادئے ہیں باقی سب حلال ہیں مگر شرط یہ ہے کہ طیب ہوں۔ فطرت صحیح بتادیتی ہے کہ طیب کیا ہے مثلاً پاخانہ ہے۔ یہ بدن سے نکالا گیا ہے پس اُسے واپس کرنا فطرت کے خلاف ہے۔

طیبات۔ جن سے تمہارے بدن اور اخلاق و مذہب کو ضرر نہ پہنچے۔

طعام الذین اوتوا الکتاب۔ یعنے اہل کتاب تمہاری دعوت کریں۔ تو حلال ہے بشرطیکہ کوئی حرام چیز نہ ہو۔

غیر مسافحین۔ شہوت کے مٹانے کے لئے ہوں۔

مورخہ ۲۰۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع ۲ نمبر ۶)

سورۃ نساء میں معاشرت کا ذکر ہے جو اپنی بی بی۔ بچے۔ نوکر۔ ماں۔ باپ کے ساتھ تعلقات میں عمدگی کا نام ہے اور تمدن کا ذکر ہے جو کسی گاؤں یا شہر میں ملکر رہنے کے اصول کا نام ہے کچھ باتیں پچھلے رکوع میں بتائی ہیں اب کچھ اور فرماتا ہے کہ عمدہ معاشرت میں یہ بھی ضروری ہے کہ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوں مل کر نمازیں پڑھیں۔ اور نمازوں کے لئے وضو کرو۔ جس کا طریق سکھاتا ہے

فاغسلوا وجوهکم۔ اپنے منہ دھولو۔ ہاتھ کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ یہ ظاہر بات ہے کوئی ہاتھ ناپاک ہو تو موہنہ نہ دھو سکیگا۔

الغائط۔ باہر سے آئے۔ پاخانہ۔ پیشاب۔ ریح۔

لمستم النساء۔ چھونے کے دو معنے ہیں۔ صرف ہاتھ لگانا۔ دوم صحبت کرنا۔ دونوں معنے بہت عمدہ ہیں۔

فلم تجدوا ماءً۔ اللہ تعالیٰ نے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی اگر پانی نہیں ملتا یا ملتا ہے مگر اس کے لینے میں خوف نقصان مال یا جان یا عزت ہے تو پھر مٹی سے تیمم کر لو۔ اس بات میں بحث ہے کہ صاف پتھر پر کہ از جنس ارض ہے تیمم ہو سکتا ہے یا نہیں ولکن یرید لیطهرکم ولیتم نعمته علیکم۔ ایسی باتیں بتا کے اللہ طہارت کی روح تم میں پھونکنا چاہتا ہے ان ذرائع سے ترقی کرو۔ تو اللہ تم پر اپنی نعمت کامل کرے

دیگا۔ شریعت نے ہر ظاہر کے لئے ایک باطن رکھا ہے۔ مثلاً ہر چیز کو دائیں ہاتھ سے لینے کا حکم ہے۔ دائیں کو فارسی میں راست اور اردو میں سیدھا۔ عربی میں یمین۔ اور بائیں کو چپ۔ اُلٹا۔ شمال کہتے ہیں اس میں ایک نصیحت ہے۔ کہ لین دین میں ہمیشہ راستی کو مدنظر رکھو۔ سیدھا دو اُلٹے ہاتھ سے نہ دو نہ لو۔

ایسا ہی انسان کو اپنی قومیت کا گھمنڈ ہوتا ہے اس میں اصلاح فرماتا ہے۔ کہ تم کو ماء یا تراب سے پیدا کیا۔ آخر تم انہی میں ملنے والے ہو۔ ضرورت کے موقعہ پر انہی سے ظاہری جسم پاک کرنے کا ارشاد کیا جیسا کہ ان کی اصلیت کا خیال باطنی خیالات کو پاک کرتا ہے

ومیثاقه الذی واثقکم به۔ اطیعوا الله واطیعوا الرسول بھی ایک عہد ہے

علیم بذات الصدور۔ ظاہرداریوں سے کام نہیں چلیگا۔ وہ تمہارے سینہ کی باتوں سے واقف ہے۔ اب چونکہ معاشرت میں تعظیم امر اللہ کے سوا شفقت علی خلق اللہ بھی چاہیئے اس لئے اس کی نسبت ہدایت فرماتا ہے کہ چونکہ معاملات میں مقدمات بھی ہوتے ہیں اس لئے تم جب ان میں گواہی دو۔

کونوا قوامین لله شهداء بالقسط۔ تو تمہاری گواہیاں اللہ کے لئے عدل کے ساتھ ہوں۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا۔ کسی کی دشمنی انصاف کی مانع نہ ہو۔ مثلاً اگر یہ لوگ تم کو دفتروں سے نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں تو اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ تم ان کے مقابلہ میں بھی ایسی کوشش کرو جہاں تمہیں اختیار حاصل ہے۔

واتقوا الله ان الله خبیر بما تعملون۔ تقویٰ کا علاج بتایا کہ تم یہ یقین رکھو۔ کہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا اور ان سے خبر رکھنے والا بھی کوئی ہے

وعد الله الذین آمنوا۔ چونکہ پھر بھی انسان کمزور ہے اس لئے فرمایا کہ جن مومنوں کے اعمال صالحہ زیادہ ہوں ان کے لئے مغفرت ہے۔

اذ هم قوم۔ حدیبیہ میں بھی ایسا معاملہ ہوا کہ دشمن کی ضرررسانی سے مسلمانوں کو بچایا۔ تبوک کے راستے میں بھی یہ فضل ہوا۔ مدینہ طیبہ میں بھی جب یہودیوں نے چکی کا پاٹ گرانا چاہا تو آپ محفوظ رہے اسی طرح ہر زمانہ میں خدا کے برگزیدوں اور ان کی جماعت کو مشکلات پیش آتے اور وہ دشمنوں سے بچائے جاتے ہیں۔

مورخہ ۲۱۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۷)

ولقد اخذ الله۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کبھی یہود کا ذکر کرتا ہے کبھی عیسائیوں کا کبھی مشرکوں کا کبھی ابراہیم وموسیٰ کا۔ ہمارے سامنے نہ یہود ہیں نہ موسیٰ ہیں پس تم کو اور ہم کو سناتا ہے۔ فرعون کس طرح فرعون بنا۔ اور موسیٰ کیوں کر موسیٰ ہوا فرماتا ہے۔ ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا تھا اور ان میں بارہ سردار بنائے چھاونیوں کو اب تک بارہ پتھر۔۔ کہتے ہیں۔ حضرت مسیح نے بھی بارہ حواری بنائے ہمارے نبی کریم نے فرمایا۔ کہ بارہ شخص قریشی بڑے خلیفہ ہوں گے۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں کوئی اسلامی ملک ایسا نہ تھا۔ جو حضرت ابوبکر کے تحت تصرف سے باہر ہو اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز اور ان کے جوں تک تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک سردار

ہوتا تہا۔ دوسرا دعویدار نک نہ تہا۔ حضرت امیر معاویہ نے حضرت علی کے زمانہ مین قطعاً خلافت کا دعوے نہین کیا۔

آتیتم الزکوٰۃ۔ زکوٰۃ کے فرض کا لوگون کو بہت کم خیال ہے۔ مین نے سوائے ایک کے کسی مولوی کو زکوٰۃ دیتے ہوئے نہین دیکھا۔

فبما نقضہم میثاقہم لعنّٰہم۔ مسلمانون مین عیاشی حد سے بڑہ گئی تو خدا نے ایک شخص کو مسلط کیا۔ جس کا نام ہلاکو تہا۔ اسلام جہان جہان بادشاہ ہوا اس نے غیر قومون کو رہنے دیا۔ لیکن عیسائیون کے تین زمانے ہین ایک زمانہ تو اس کا ہے کہ انہون نے زبردستی لوگون کو عیسائی بنایا اور ظلم کئے دیکہو اسلام کا حال اسپین مین۔ پھر شبہات شکوک دوسرون کے مذہب مین ڈالنے شروع کئے۔ یہ بھی ایک جبر ہے۔ پھر یہ کہ خاص عہدے عیسائیون کے لئے مخصوص ہو گئے۔

یخرجہم من الظلمٰت الی النور۔ ہر شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ اگر وہ روزانہ ظلمت سے نکل کر نور کو نہین جا رہا۔ تو وہ مومن نہین۔

نحن ابناء اللہ۔ آجکل سیدون کی بھی یہی حالت ہے کوئی کبریائی ایسی نہین جو ان مین نہین۔ حالانکہ بعض ذلیل ہو رہے ہین۔

۲۲ - جون سنہ ۰ء

(رکوع نمبر ۸)

بندے ایک وہ ہوتے ہین جن کو الہام ہوتا ہے خدا تعالیٰ اون کو فہم عطاء کرتا ہے اور اپنے فہم سے خدا تعالیٰ کی باتون کو سمجھتے ہین۔ ایک وہ ہوتے ہین کہ جن کو نہ الہام ہوتے ہین نہ خدا اون کو تفہیم کرتا ہے لیکن ان کو وسعت نظر حاصل ہوتی ہے اور علم وسیع ہوتا ہے۔ تیسرے وہ ہوتے ہین جن کو نہ علم ہوتا ہے نہ تفہیم الٰہیہ۔ اون تیسری قسم والون کو پہلی دو قسم والون کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ یہان اسی کے متعلق فرمایا۔ کہ

یٰقوم ادخلوا الارض المقدسۃ۔ موسےٰ فرماتے ہین اگر میرا کہا نہ مانو گے تو گھاٹا پاؤ گے۔ انہون نے جواب دیا۔ کہ یا موسیٰ ان فیہا قوماً جبارین۔ آپ کو خبر نہین وہان طاقتور لوگ رہتے ہین اور وہ اپنے بگاڑ کی اصلاح جلد کر سکتے ہین۔ ہم نہین کر سکتے ہین آپ ان باتون مین تجربہ کار ہین۔ دوسری قسم کے لوگ وہ رجلان ہین جن کے نام یوشع بن نون اور کالب ہے۔ جنھون نے کہا بسر و چشم حاضر ہین۔ بلکہ دوسرون کو بھی وعظ کیا۔

قال رب انی لا املک الا نفسی۔ اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو کس قدر رنج ہوا۔

قال فانہا محرمۃ۔ یہ ہے نبی کی نافرمانی کا نتیجہ۔

بعض لوگ غلطی کر لیتے ہین پھر کہتے ہین اب بخشو نا۔ معاف کرو۔ خدا کا یہان کارخانہ الگ ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ کہ اب اس مین جانا چالیس برس کے لئے بند ہے یتیہون فی الارض۔ یونہی جنگلون مین بھٹکتے مر جائین گے ہان ایک قوم پیدا ہوگی۔ یعنے ان کے بچے جو اس خطا مین شریک ہی نہ تھے۔

۲۳ - جون سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۹)

ابنی آدم۔ آدم کے دو بیٹے ابیل اور قابیل تھے۔ یہ نام قرآن شریف مین نہین۔ تورات مین ہین۔ انکار کی کوئی وجہ نہین اور نہ ایسے مواقعہ پر تحریف کا گمان ہے۔

قربا قرباناً۔ قربانی کی وہ قربانی کیا تھی۔ یہ نہین بتایا کچھ ہوگا۔

فتقبل من احدہما۔ قبولیت کا پتہ معلوم ہو کلام الٰہی سے آدم علیہ السلام کو بذریعہ الہام الٰہی علم ہوا۔

انما یتقبل اللہ من المتقین۔ یہ آیت قابل غور ہے۔ اعمال نیک بھی۔ نیکون ہی کے قبول ہوتے ہین۔ دوسرے موقعہ پر فرما چکا ہے کہ جو ریاء الناس عمل کرتے ہین ان کی مثل ایسی ہے۔ جیسے کوئی پتھر پر مٹی بچھا کر تخم ریزی کرے بارش آئے وہ کھیتی کو مع زمین بہا لے جائے اور صاف چٹیل چھوڑ جائے۔

انی ارید ان تبوأ باثمی۔ یعنے میرے قتل کا جو گناہ ہے۔ وہ بھی تو حاصل کرے یہ بھی ایک جذبات رحم کو برانگیخت کرنے والی درخواست اور نصیحت دینے والی بات تھی کہ اے بہر طرح سے تو شریر تو ہے ہی اب یہ ایک گناہ ہے یہ بھی کرے اور دوزخی بن جا۔ میں کیا کہتا ہے۔

فاصبح من الخاسرین۔ ایسا گھاٹا پانے والا ہوا کہ جس خاندان نے اس سے شادی کی وہ بھی تباہ ہوا۔ معلوم ہوا شادی صلحاء مین کرنی چاہیئے۔

فبعث اللہ غراباً۔ کوّے مین تین صفتین عجب ہین (۱) کوّے کو کسی نے جماع کرتے کم دیکھا ہے (۲) ایک ٹکڑا بھی کہانے کو مل جائے اڑ کر اور دون کو اطلاع ضرور کریگا کہ یہان کچھ ملتا ہے (۳) کسی کوّے کو صدمہ پہونچے۔ سب وہان جمع ہو جاتے ہین اسی واسطے شور و غل کو ہماری زبان پنجابی مین کا وان رولی کہتے ہین۔ ہم نے ایک بڑے شکاری سے پوچھا کبھی کسی کوّے کی لاش تم نے جنگل مین دیکھی ہے تو اس نے کہا نہین اس سے تین باتین نکلین۔ (۱) شرم و حیا بھی کوئی چیز ہے (۲) نیک برتاؤ کرنا چاہیئے اور ہمدردی (۳) مردے کی لاش کو جلانے کی فکر یہ قصہ اشارہ ہے اس بات کیطرف کہ ابراہیم بھی ایک آدم تہا (اُسے ابوالانبیاء کہتے ہین) اس کے دو بیٹے تھے۔ اسحٰق اور اسماعیل۔ مدینے کے یہود جو بنو اسحٰق تھے انہون نے بنی کریم اسمٰعیل کی اولاد کو قتل کرنا چاہا سو انہین بتایا گیا کہ دیکھو اس سے پہلے ایک بہائی نے دوسرے کو قتل کرکے کیا لیا سوا اس کے کہ خاسر و نادم ہوا۔ اور انہین سمجھایا کہ من اجل ذلک مرضی الٰہیہ ہے بھی بنی اسرائیل کو پہلے سے یہ حکم دے رکہا ہے کہ من قتل نفساً جو ایسے عظیم الشان نفس کو قتل کریگا وہ گویا سارے جہان کے قتل کا مرتکب ہوگا۔ یحاربون اللہ۔ اللہ کے دین کا مقابلہ کرتے ہین۔ من خلاف۔ بوجہ انکی خلاف ورزی کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ مجرمونکی کئی قسمین ہین پس ان کیموافق ان سزاؤن مین سے کوئی سزا دی جاویگی۔ خزیٌ فی الدنیا۔ یہ نشان ہے آخرۃ مین عذاب کا۔ دنیا مین حسب پیشگوئی جب لگیا تو آخرۃ کی خبر درست ہوگی

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرماتے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ ششم

سورۃ مائدہ

۲۴۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۰)

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ۔ اصل مقصد ساری تعلیم کا تقویٰ ہے تقویٰ کا ابتداء یہ ہے کہ ایمان بالغیب خدا پر ہو۔ دُعا میں لگا رہے کچھ ہاتھ سے دے پھر اس سے بڑھ کر کسی نبی پر بدگمان نہ ہو۔ الٰہی کتابوں پر ایمان رکھے قرآن مجید کو اللہ کی طرف سے جانے۔

دوسرا مرتبہ وہ ہے جو رکوع سورہ لیس البر میں اللہ پر ملائکہ پر۔ کتب پر۔ انبیاء پر ایمان ہو۔ ذوی القربی۔ یتامیٰ۔ مساکین وغیرہ کو دے۔ صبر و استقلال سے بسر کرے۔

تیسرا مرتبہ۔ آخری یہ ہے کہ قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا اور قل اللہ ثم ذرہم اللہ ہی اللہ رہ جاتے۔ یاد رکھو معاشرت کے اصولوں میں سے اعلیٰ اصول یہ ہے کہ حکموں کا پابند ہو یہ بدمعاش لوگوں کا اصول ہے کہ دنیا کھلائے مکر سے۔ ایسے لوگ کبھی سکھ نہیں پاتے۔

وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ وسیلہ کے دو معنے ہیں۔ ایک تو حاجۃ۔ پس مطلب ہوا کہ اپنی حاجتیں جناب الٰہی میں لے جاؤ دیکھو سورۃ بنی اسرائیل اولٰئک الذین یدعون۔ یبتغون الی ربھم الوسیلۃ۔ یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ تو خود اپنی حاجتیں رب کے حضور مانگتے ہیں۔ ابن عباس کا ایک شعر۔

کل رجال الہم اسباب وسیلۃ۔

دوسرے معنے ہیں ذریعہ کے۔ اور ذرائع چار قسم کے ہیں۔

ایک ذریعہ جسے اختیار کیا جائے تو اختیار کرنے والے کو باایمان کہتے ہیں

ایک ذریعہ جسے اختیار کیا جائے تو اختیار کرنے والے کو عقلمند کہتے ہیں

ایک ذریعہ جسے اختیار کیا جائے تو اختیار کرنیوالے کو بے ایمان کہتے ہیں

ایک ذریعہ جسے اختیار کیا جائے تو اختیار کرنیوالے کو بے عقل کہتے ہیں

مثلاً اللہ کے حکموں کو ماننا۔ نیک بننا۔ صداقت کی بات مان لینا یہ تمام مذہبوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے پس اس ذریعہ پر عمل کرنے والا۔ باایمان ہے

دوم۔ مثلاً پار جانا ہے دریا میں موجوں پر موجیں آرہی ہیں اب وہاں کشتی کا سامان کرنے والا عقلمند کہلاتا ہے۔

سوم۔ مثلاً بُت پرست بُت کے آگے چڑھاتا ہے۔ عمدہ کھانے پکا کے اس کے سامنے رکھتا ہے قبر کو سجدہ کرتا ہے اللہ کے نام کے سوا کسی کا روزہ طواف قربانی کرتا ہے۔ اس وسیلہ کو اختیار کرنے والا بے ایمان ہے۔

چارم۔ مثلاً ایک ایسا آدمی ہے جو ان وسائل کو جو قدرت نے کسی مطلب کے حصول کے لئے بنائے ہیں ان پر جھوٹا قیاس کرتا ہے مثلاً باریک سوئی ململ کو سی سکتی ہے تو وہ سمجھے کہ ٹاٹ کا چھلا بطریق اولیٰ اسے جلد سی سکتا ہے یا جیسے بیوقوف لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب معمولی آدمی اس دنیا میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ تو نبی ولی جسم سے الگ ہو کر بعد وفات بطریق اولیٰ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ کوئی شخص جہاز میں لوہا سمجھ کر۔ پھر بہت سا لوہا لے کر اس پر ہو بیٹھے اور سمجھے کہ میں پار اُتر جاؤں گا۔ یہ بے عقل ہے۔

پس الوسیلہ فرمایا یعنے ذریعہ ہو مگر اس ذریعہ کو دیکھ لو وہ ایمانی کا تو نہیں۔ عقل و تجربہ و ایمان کے موافق ہے یا نہیں مکلف انسان عقل و تجربہ و ایمان سے تقوے کے سامان کرے مگر وہ عقل و تجربہ و شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ پھر یہ کہ مجاہدہ فی سبیل اللہ کرے جب ان تین قاعدوں پر چلیگا تو مظفر و منصور ہوگا۔ بعض لوگ حقیقی ذرائع سے کام نہیں لیتے اور چاہتے ہیں کہ گھر بیٹھے ہم کو عمدہ لباس عمدہ مکان راحت و آرام کی چیز مل جائے۔ ایسے لوگ آخر مثلاً چوری کا پیشہ وغیرہ ناجائز اختیار کر لیتے ہیں۔ فرمایا۔

السارق والسارقۃ۔ مرد ہو یا عورت ایسے پیشہ والے کے ہاتھ کاٹ ڈالو واللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ رزق کے لئے ایسی بری راہ اختیار کرنا حماقت ہے جو وہ تو جائز طریقے سے رزق دینے پر قادر ہے۔

لا یحزنک الذین یسارعون۔ بعض وقت کفر کرنے والے ضعیف کو آرام میں دیکھ کر مومن کا دل گھبرا اُٹھتا ہے کہ یہ بے ایمان ہو کر کیسے آرام اور عزت میں ہیں یہ ہوکر ہوتا ہے ورنہ ہم نے کئی ایسے لوگوں کو بظاہر ہم نے دیکھا ہے کہ اتنا بڑا مکان ہے اور اس میں ایک ہی بڑی دری ہے مگر ساتھ مرگی کا عارضہ ہے جو کثرت زنا کیوجہ سے ہے۔ اسی طرح ایک اور کو دیکھا ہر وقت وہاں ناگ و رنگ رہتا آہستہ آہستہ موقعہ آیا کہ اس نے اُنکے سے اپنا بالکل تباہ ہونا مانا اور یہ صرف غم میں دل بہلانے کے لئے تھا۔

سمّٰعون لقوم میں سماعون کے معنے۔

۲۶۔ جون ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۰ و رکوع ۱۱)

ان اوتیتم ھذا فخذوہ۔ یعنے اگر یہ بات ان میں پائی گئی تو پکڑے ورنہ نہیں لوگ گھر ہی سے باتیں بنا کے آتے ہیں ایک دفعہ حضرت صاحب کے پاس ایسے آدمی آئے جو گھر سے یہ مشورہ کر کے آئے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔ اگر انہوں

سے کہا جائز نہیں تو سچے ورنہ جھوٹے۔ الہی خود ساختہ باتون مین بہت دہوکہ لگتا ہے
من یرد اللہ فتنتہٗ۔ جو لوگ اپنی شرارتون سے اس حد تک پہونچ گئے۔ خدا ان
کے فتنہ کا ارادہ رکھتا ہے۔
لم یرد اللہ ان یطہّر قلوبہم۔ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم سے اس کی تشریح
ہوتی ہے یعنے خدا ان کے دلون کو پاک کرنے کا ارادہ نہین رکھتا۔ جو لوگ ٹیڑھا پن کی
اس حالت کو پہونچ گئے کہ پھر سیدھے نہین ہونا چاہتے۔

رکوع نمبر ۱۱

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو بہت آسان رکھا ہے۔ دین کا مدار تعظیم لامر اللہ شفقت
علی خلق اللہ پر ہے۔ دیکھئے ایک طرف نماز کیسی اعلیٰ عبادت ہے کہ تمام مذاہب کی
عبادتون کی جامع ہے دوسری طرف زکوٰۃ۔ قرآن مجید مین دونون کی تاکید ہے اس
کے علاوہ اور جو عیوب لوگون مین ہون ان کی اصلاح فرماتا ہے جون جون زمانہ پیچھے
جاتا ہے۔ نبوت کے ثبوت بڑھتے جاتے ہین۔ آدم کے وقت مین اگر کوئی مسئلہ
الہام و نبوت پر اڑ بیٹھتا تو جواب دینا مشکل تھا۔ لیکن ہمارے زمانے مین کوئی مشکل
نہین۔ انبیاء اولیاء ہمین گذر چکے ہین۔ امم کا مشترکہ تعامل موجود ہے پھر سب سے زیادہ
سہولت یہ ہے کہ تمام دنیا کے مذاہب کے دلائل حالات۔ اخلاق۔ کارنامے ہم کو میسر آ
سکتے ہین۔ ژند و ستا ملتے تھے اب چند پیسون پر ملتے ہین وید ون کے لئے
ایک زمانہ تو وہ تھا کہ احمد بیرونی ایک شخص انجمن تحقیق مذاہب کا ممبر ۴۰ سال ہند مین رہ کر
ہندوؤن کے حالات کے سلسلہ مین لکھتا ہے کہ کوئی ایک اور کتاب ہے۔ جس کو یہ لوگ زبانی
بعض مقامات سے پڑھتے ہین اور مین نے اسے دیکھا نہین۔ دیکھئے یا تو وہ زمانہ کہ
۴۰ سال ایک شخص محض اسی تحقیق کے لئے رہتا ہے اور سنسکرت کی تحصیل مین
ایسی سرگرمی دکھلاتا ہے کہ وہ اس کی مادری زبان کی طرح ہو گئی مگر وید دیکھنے نصیب
نہین یا اب یہ زمانہ کہ چارون وید ۶ روپیہ کو ملتے ہین یہی حال بائیبل کا ہے
کہ ایک روپیہ تک مل سکتی ہے۔

پس تحقیق کے لئے بہت آسانیان ہین اللہ تعالیٰ تورات والون کو متنبہ کرتا ہے
کہ تم تورات ہی کو غور سے پڑھو۔ ہم نے اس مین
ھدیً و نور نازل کی۔ یعنے اس عہد نامہ کے رسول کی طرف رہنمائی کی۔
چنانچہ بتا دیا کہ موسےٰ کا مثیل آئے گا اور وہ بت پرستی کا دشمن ہوگا اس کا خلاف
کرو گے تو تم سے حساب لیا جاوے گا۔

فلا تخشوا الناس۔ پس تم لوگون سے نہ ڈرو بلکہ میرا ڈر رکھو اور دنیا کی۔
آیات اللہ کے سامنے مطلق پروا نہ کرکے ما انزل اللہ کو حاکم بناؤ تو صاف معلوم
ہوگا کہ محمد رسول اللہ ہین مگر تم نبی پر ایمان لانا تو کجا اس کی ایذا رسانی اور قتل
کی فکر مین ہو حالانکہ تورات ہی مین درج ہے کہ نفس کے بدلے نفس مارا جائیگا
بلکہ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ان آیات مین بتایا ہے کہ تم تورات کے احکام بھی
چھوڑ چکے ہو۔ نبی کی مخالفت مین تو یہ بتاتے ہین کہ ہمین اپنا دین بڑا عزیز ہے
ہم اپنے دین پر قائم ہین مگر واقعات اس کے خلاف ہین۔

۲۷۔ جون ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۱ و رکوع ۱۲)

بالحق۔ سراپا حق۔ بعض کتابین بالکل باطل ہوتی ہین بعض مین حق و باطل ملا جلا
بعضون مین حق زیادہ ہوتا ہے اور باطل کم مگر یہ قرآن سراپا حق ہے

مھیمنا۔ جامع۔ محافظ۔
شرعۃً و منھاجاً۔ شرعہ کہتے ہین پانی کے گھاٹ کو اور منہج خشکی کا راستہ
کہتے ہین۔ انسان کو دو ضرورتین ہین ایک ضرورت تو اللہ کی پاک شریعت ہی سے
حل ہوتی ہے اور ایک قسم کی ضرورت کو اللہ نے انسان کے عقل و فہم پر
چھوڑ دیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم زراعت کرو اب کھیتون مین
بیج بونے کے طریق کو شریعت مین داخل نہین کیا ایسا ہی کپڑے پہننے کا
حکم ہے مگر اب ہر ملک کے موسمون کے سبب جیسا کپڑا چاہیئے یہ انسان کے فہم پر
چھوڑ دیا ہے
لجعلکم امۃً واحدۃً۔ یعنے تمہین ایک ہی مذہب پر بنا دیتا۔ مگر یہ جبر
ہو جاتا۔ لیکن ہم نے تمہین ان قوی مین جو ہم نے دئے ہین۔
لیبلوکم۔ انعام دینا چاہا ہے پس تم نیکیان بڑھ بڑھ کر کرو اور اجر لو اگر اپنے
اختیار سے تم نیکی نہ کرو بلکہ فطرۃً تو پھر اجر کیسا ہو۔
افحکم الجاھلیۃ یبغون۔ یعنے شتر بے مہار بننا چاہتے ہین۔
اولیاء۔ دل کا متصرف۔
یسارعون فیھم۔ ان مین شامل ہونے کے لئے جلد بازی کرتے ہین۔

۲۸۔ جون ۱۹۰۹ء

یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ۔ اس آیت مین جو معاملہ ہے وہ
بظاہر تکلیف دہ ہے کسی شخص کا بھائی۔ بیٹا۔ دوست بچے مذہب سے پھر جائے۔ تو
اسے کس قدر رنج پہونچتا ہے پھر صحابہ کرام کو اپنے قلت تعداد کی حالت مین کس
قدر محنتون سے مسلمان بنانے کے بعد پھر بھی کسی کا ارتداد دیکھنا پڑے۔ تو
کیسا کچھ دکھ پہونچنا چاہیئے تھا لیکن خدا تعالیٰ اس معاملہ مین مومنون کے لئے ایک
بشارت دیتا ہے کہ ایک مرتد ہو تو مین نہین اس کے بدلے مین ایک قوم دونگا
اور وہ قوم بھی ایسی کہ مین ان سے محبت کرونگا اور وہ مجھ سے۔
ایک دفعہ ایک لڑکے نے (جسکی پڑھائی پر مین نے ہزارون روپیہ خرچ کیا تھا)
مجھے خط مین لکھا کہ مین ناپاک مذہب اسلام کو چھوڑتا ہون۔ مجھے بہت دکھ ہوتا
کہ اگر یہ آیت معاً میرے ذہن مین نہ آجاتی۔
اذلۃ۔ دراصل ٹٹوؤن کو کہتے ہین چونکہ ٹٹو سے عاجز ہوتے ہین اس لئے مطلب
یہ ہے کہ نرم دل۔
یہ آیت شیعہ کے لئے کاری حربہ ہے عرب مین بھی جب سلسلہ ارتداد شروع ہوا۔ تو
جو قوم ان کے مقابلہ مین اٹھی جسے یحبھم و یحبونہم کا سرٹیفکیٹ مل چکا ہے وہ

بالاتفاق حضرت ابوبکر اور ان کے پیرو تھے وہی کافروں پر غالب آئے۔ وہ فی سبیل اللہ جہاد کرتے رہے اور وہ کسی سے نہیں ڈرے۔

یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہر وقت خدا کی جناب کے فرمانبردار ہیں۔ اس آیۃ کو شیعہ نے حضرت علی پر لگایا ہے اور ایک روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ ہی نے بحالت رکوع ...... زکوٰۃ دی۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے۔ ہمارے دوست حکیم فضل دین صاحب نے ایک دفعہ ایک شیعہ کو خوب جواب دیا پہلے اس سے دریافت کیا۔ کیا حضرت ابوبکر حضرت علی کے مقابل میں تھے اس نے کہا ہاں۔ انھوں نے خلافت غصب کی وغیرہ وغیرہ تب حکیم صاحب نے کہا تم ہوش کرو اسی آئت کے ساتھ لکھا ہے۔ فان حزب اللہ ھم الغالبون۔ پس غالب تو تم محمد ابوبکر کو مانتے ہو۔ حزب اللہ سے بھی وہی ہوا اور یہی نشان ہے ان لوگوں کا۔ جو یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون کے مصداق ہیں۔

۲۹۔ جون ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۳)

قل ھل انبئکم بشرٍ من ذلک۔ فاما الانسان اذا ما ابتلٰه ربه فاکرمه ونعمه فیقول ربی اکرمن۔ واما اذا ما ابتلٰه فقدر علیه رزقه فیقول ربی اھانن۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتلاء دو قسم کے ہیں ہمارے ملک میں اگر کسی سے پوچھتے ہیں کہ کیا حال ہے تو وہ کہتا ہے بڑا فضل ہے جس سے مراد یہ ہے کہ مال۔ مویشی۔ اولاد سب کچھ ہے اسی طرح فضل الٰہی کے چھن جانے سے بھی یہی مقصد ہوتا ہے کہ یہ چیزیں ہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی سورۃ میں فرماتا ہے کہ فضل کا دار و مدار تو یتیم کے ساتھ سلوک کرنے کسی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب پر ہے اور یہ کہ مال سے زیادہ محبت نہ ہو۔ اس رکوع میں بعثت کے نشان فرمائے ہیں۔

ترجمہ یہ ہے کیا ہم اطلاع دیں تمہیں اس کی جسکا ایک برا نتیجہ ملا ہے۔

جعل منھم القردۃ۔ وہ ذلیل کر دئے گئے۔ چنانچہ یہود کی نسبت ارشاد ہو الا بحبل من اللہ او بحبل من الناس اور لا ینصرون۔

والخنازیر۔ مال دنیا کا حریص اور شہوت کا حریص۔

عبد الطاغوت۔ حد سے نکلنے والے کا فرمانبردار۔

سواء السبیل۔ پاک عمدہ۔ قریب راہ۔

والعدوان۔ حدبندیوں سے نکلنے والے۔

اکلھم السحت۔ حرام خوری میں بارہا بتا چکا ہوں۔ انسان کی نیکی اور تقویٰ کا پتہ مالی معاملات میں لگتا ہے۔

ید اللہ مغلولة۔ نادان لوگ جب تنگ ہوتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں۔ خدا کے ہاتھ ہمارے لئے شل ہو گئے ہیں۔

من فوقھم۔ میرے نزدیک اس سے مراد مکالمات الٰہیہ ہیں۔

۳۰۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۴)

میں کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ سورۃ نساء و مائدہ معاشرت و تمدن کے مسائل کے لئے ہے کہ آدمی آرام میں کیوں کر گذارے۔ چنانچہ بیوی۔ بچوں۔ یتیموں بیواؤں سے جیسا سلوک کرنا چاہیئے اس کا ذکر ہو چکا۔ اب فرماتا ہے کہ آرام میں اللہ کی کتاب بھی ۔ اور اصلاح بین الناس کی طرف متوجہ ہو۔ لڑائیاں اگر فتوحات کے لئے ہوں تو آرام ان فتوحات کے انتظام کے لئے۔

بلغ ما انزل الیک۔ یہ آئت بہت قابل غور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں سات بلکہ دس مشکلات میں تھے۔ ایسی حالت میں آپ تبلیغ کرتے رہے۔ (۱) مکہ کے دشمن تو موجود تھے ہی آپ ۲۰۰ میل پر ان چالاکیوں سے کیوں کر واقف ہو سکتے تھے (۲) یہود ...... بنو قینقاع جو بڑی بے رحم قوم تھی۔ (۳) بنو قریظہ۔ جن کا مکہ کے گھر گھر میں دخل تھا (۴) بنو نظیر جو گنڈے تعویذ وغیرہ بھی دیتے تھے (۵) عیسائیوں کا گروہ۔ (۶) اوس و خزرج دو قومیں منافق (۷) مشرکان مدینہ (۸) پھر عیسائی جو روما کی سلطنت کو ابھار رہے تھے (۹) یہود ایران والوں کے بدبختی کا سامان بنا رہا تھا (۱۰) مکہ کا دشمن بدستور بلکہ آگے سے زیادہ تیز۔

واللہ یعصمک من الناس۔ اور اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ جس وقت یہ آئت اتری۔ آپ کے خیمے کے گرد پہرہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ سب چلے جاؤ۔ اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ اس آئت پر مجھے ایک مضمون سوجھا کرتا ہے۔ کہ حضرت عمر کیسے بڑے آدمی کیسے بڑے مدبر تھے اور بارعب۔

حضرت عثمانؓ ایک چلتا پرزہ قوم بنو امیہ میں سے تھے جن میں بڑے بڑے عقلمند اور تجربہ کار تھے۔

حضرت علیؓ بڑے شجاع بہادر تھے۔ مگر قتل کرنے والوں نے حضرت علی کو قتل کر دیا۔ حضرت عثمان کو مارنے والوں نے تمام صحابہ کرام کے سامنے مار دیا۔ حضرت عمر کو نماز پڑھتے ہوئے ایک اکیلے شخص نے خنجر لگا دیا۔ حالانکہ وہ زمانہ اسلام کی پوری شوکت کا زمانہ تھا ان لوگوں کے پاس حفاظت کے سامان بھی تھے۔ ارد گرد سب خیر خواہ تھے مگر پھر بھی قتل کر ہی دئے گئے۔ برخلاف اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی مشکلات میں عرب کا اکثر حصہ اپنے پرائے دشمن پھر کس تحدی سے جاہلوں کو للکار کر پیشگوئی کی جاتی ہے۔ واللہ یعصمک من الناس اور یہ پیشگوئی پھر پوری نکلتی ہے

لا یھدی القوم الکافرین۔ منکر لوگوں کو تیرے قتل کرنے کی کوئی راہ نہ سوجھے گی۔

شیعہ قوم پر مجھے بار بار تعجب آتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ کو ابوبکر

عمر کا خوف تہا۔ حضرت علی کی خلافت کا اعلان نہ فرماتے تھے اس سئلے "بلغ ما انزل الیک" کا نزول ہُوا۔ نادانون کو یہ سمجھ نہین آئی کہ "واللہ یعصمک من الناس" کا وعدہ موجود۔ پھر دو تین آدمیون کا کیا خوف تھا۔

والذین ھادوا۔ ہر قوم کو آخر اسلام کی طرف جھکنا پڑتا ہے صابی حضرت ابراہیم کو عظیم الشان مانتے ہین۔ حضرت یحییٰ کو بہی۔ وضو کرتے نماز قبلہ رُخ ادا کرتے ہین۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے مین تامل ہے۔ فرمایا کہ وہ جو اللہ پر ایمان لاتے اور آخرۃ پہ اور نیک عمل کرتے ہین ان پر زمانہ آتا ہے کہ

لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون ہونگے خوف وحزن نہ ہونگے۔ یعنے آخر اسلام غالب ہوئے گا۔ ...... دیکھو جو بُتون کے حامی تھے۔ جو اپنی اپنی خود ساختہ روایات کے پابند تھے ان کو اپنے بتون کے کارخانے بگڑنے اور اپنے دین کے دور ہو جانے کا کس قدر خوف تہا۔ اور پھر جب سب کچھ تباہ ہوگیا تو کیسا حزن لاحق ہُوا۔

عرب ملک سے عیسائیت کا یہودیت کا خاتمہ ہوگیا۔ ایک اسلام والے ہی رہ گئے تاب اللہ علیہم۔ رجوع رحمت کیا اللہ نے۔ حضرت محمد رسول اللہ سا نبی مبعوث کیا۔

ثم عموا وصموا۔ پھر بھی حق کے بینا رہے نہ حق کے شنوا۔

قد خلت من قبلہ الرسل۔ مسیح بہی ایک رسول تہا۔ کیا کوئی رسول اس سے پہلے اللہ یا ابن اللہ۔ دائمی زندگی والا ہوا ہے ہرگز نہین۔ پس ایسا ہی یہ بھی ہے۔ جیسے پہلے رسول ہو گذرے۔ یہ مسیح بھی مرچکا۔

کانا یاکلان الطعام۔ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ وہ ہگتے اور موتتے تھے۔ کیا ہگنے اور موتنے والا خدا ہو سکتا ہے۔

مورخہ یکم جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۵)

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل۔ انہی مین سے وہ تھے جن کا ذکر ہل اتاک نبؤا الخصم مین آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہان فرماتا ہے۔ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔ کہ اے داؤد ہم نے تجھے خلیفہ بنایا ہے۔

بعض وقت غلطی سے انسان کسی عظیم الشان مقرب عند اللہ کی تحقیر کر بیٹھتا ہے اس وقت وہ خدا کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور لعنوا کا فرد جرم لگتا ہے۔ قرآن مجید مین یہ ذکر مسلمانون کو سنانے کے لئے آیا ہے۔ اسلام کو بادشاہت مقصود نہین۔ شاہی مذہب نہین یہ تو ایمان سکہانے کے لئے آیا ہے اسلام مین کوئی خاص زبان لباس نہین۔ وہ تو تمام لوگون کو خدا منوانا چاہتا ہے۔

بما عصوا و کانوا یعتدون۔ آدمی پہلے چھوٹے چھوٹے گناہ کرتا ہے۔ پھر بڑے بڑے گناہون مین گرفتار ہوتا ہے۔ مثلاً پہلے کسی کو بدنظری سے دیکھ لیا۔ پھر دوسری بار دیکھنے کو دل چاہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کا پتہ دریافت کیا۔ آخر زنا مین گرفتار ہو گیا۔ پھر حدود اللہ سے بہی آگے بڑہتا ہے اور ایک چڑسی ہو جاتی ہے۔ اس وقت لعنوا کا زمانہ آتا ہے۔

اتخذوھم اولیاء

اگر کچھ بہی غیرت ہوتی۔ تو اللہ۔ رسول۔ امام کو بُرا کہنے والون سے ہرگز پیار نہ ہوتا۔

اشد الناس عداوۃ۔

یہود نے کبھی کسی سچے مسلمان کو پناہ نہین دی۔

والذین اشرکوا

مشرک کبھی مؤمن کا خیرخواہ نہین ہوتا۔ آریہ کا بہی یہی حال نظر آتا ہے حضرت صاحب ایک مقدمہ کی مشکلات مین ۲½ سال رہے حالانکہ وہ ایسا مقدمہ تہا۔ کہ چند منٹون مین عیسائی حاکم نے اس کا فیصلہ کردیا۔

اقربھم مودۃ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ بہی ہجرت کر گئے۔ تو ایک عیسائی سلطنت نے پناہ دی اور نیک سلوک کیا۔

قسیسین

قس دراصل قص ہی ہے۔ یعنے وہ لوگ جو بزرگون کے قصے کہانیان بیان کرتے رہتے ہین اور ان کے اثر سے بعض نیک صفات باقی رہتی ہین۔

رھبانا

تارک الدنیا۔

یہان پارہ ششم کی نوٹ ختم ہوئے۔

الحمد للہ رب العالمین

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ ہفتم

سورہ مائدہ

(مورخہ ۳ ۔ جولائی ۱۹۰۹ء)

رکوع اول و دوم

رشک اور غبطہ بھی ایک نعمت ہے کسی کو علم آتا ہے اور وہ اس علم کو رات دن شغل میں پڑھتا ہے کسی کے پاس مال ہے اور وہ اسے صبح و شام خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو رسول کریم نے فرمایا کہ اس کی حالت قابل غبطہ ہے۔

اب دیکھو کہ اللہ [illegible] ات کی تعریف کرے وہ کیوں مومن کے لئے قابل رشک [illegible] ہو اس رکوع میں عیسائی [illegible] کا ذکر ہے کہ جب صحابہ ان کے پاس ہجرت کر کے گئے اور جعفر نے قرآن سنایا تو [illegible] روئے کہ آنکھیں بہی جاتی تہیں۔ تم لوگ جو مسلمان کہلاتے ہو اپنے دل میں [illegible] کیا تمہاری یہ حالت ہے ایک جگہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ قرآن شریف کے سننے [illegible] رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور تقلب جلود ہم

میں نے ایسے کئی نظارے دیکھے ہیں ایک امیر اپنے ایک خادم پر نہایت سخت ناراض ہوا جوش غیظ و غضب میں خادم کو مارنے اٹھا ایک پاؤں دہلیز کے باہر تھا اور ایک اندر کہ میں آگیا میں نے پڑھا۔ الکاظمین الغیظ ابھی کہا ہی تہا کہ وہ وہیں کھڑا رہ گیا اور دیر تک کھڑا رہا اس کا چہرہ زرد رہ گیا۔ حضرت عمر کے دربار میں ایک امیر آیا اس نے اس بات کو بہت مکروہ سمجہا کہ ایک دس برس کا لڑکا بھی بیٹھا ہے کہ ایسی عالی شان بارگاہ میں لونڈوں کا کیا کام۔ اتفاق سے حضرت عمر اس امیر کی کسی حرکت پر ناراض ہوئے۔ جلاد کو بلایا وہی لڑکا پکار اٹھا۔ الکاظمین الغیظ پڑہا اور اعرض عن الجاہلین اور کہا عسنا من الجاہلین۔ حضرت عمر کا چہرہ زرد ہو گیا اور خاموش رہ گئے اس وقت اس کے بھائی نے کہا دیکھا اسی لونڈے نے تمہیں بچایا۔ جس کو تم حقیر سمجھتے تہے۔

ومالنا لا نؤمن ۔ انسان کو چاہیئے کہ باتیں سنے اور شہادت حق دے اور صلحاء میں داخل ہونے کی تڑپ رکھے اب تو مسلمانوں کی محبت قرآن سے یہ ہے کہ جہوٹی قسمیں کہانے کے لئے نکال لیا فال دیکھ لی۔ کوئی عمل یا وظیفہ پڑہ لیا کوئی ترکیب یا صیغہ دیکھ لیا۔ عمل مقصود نہیں رہا۔

وذلک جزاء المحسنین ۔ ہر محسن کے لئے یہی جزا ہے یہ مت سمجھو کہ انعامات اگلوں کے لئے ہی تہے اور تم محروم ہو۔

رکوع دوم

لاتحرموا طیبٰت ما احل اللہ لکم ۔ انسان بدکاری میں ترقی کر کے خدا کے انعامات سے محروم رہ جاتے ہیں۔

لاتعتدوا ۔ ہر ایک چیز کے لئے ایک حد مقرر ہے حتی کہ نیکی کی بہی چار رکعت نماز مقرر ہے کوئی پانچ پڑہے تو جائز نہیں۔

لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ۔ انسان کبھی غضب میں آجاتا ہے اور کبھی عادۃً قسم کہا لیتا ہے کبھی ایک چیز کو واقعی سمجہتا ہے اور وہ واقعی نہیں ہوتی کبھی شریعت کے خلاف کسی امر پر قسم کہاتا ہے اس پر گرفت نہیں۔

من اوسط ما تطعمون ۔ اکثر نے اس کے معنے میانہ درجہ کے کئے ہیں مگر بعض مفسرین نے اوسط کے معنے اعلیٰ درجہ کے کئے ہیں۔

کسوتہم ۔ [illegible] میں کم از کم دو چادریں ہوں۔

لعلکم تشکرون ۔ ایک مقدمہ [illegible] تمام [illegible] کی جاتی ہے ناکامی پر ناکامی اٹھاتے ہیں مگر [illegible] نال تک جاتے ہیں [illegible] بھی کبھی کوشش کی [illegible]

ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء ۔ بغض و عداوت ایسی بری چیز ہے کہ اس کے [illegible] قدر ذرائع میں [illegible] ہیں۔ [illegible] کو حرام فرمایا کہ [illegible] سے باہمی تباغض [illegible] ہوتا ہے مسلمان تو ان چیزوں [illegible] ہیں پھر بھی ان میں بغض و عداوت [illegible] اس کی وجہ یہ تو ہی معلوم ہوتی ہے کہ قرآن مسلمانوں نے چھوڑ دیا ہے۔ فنسوا حظاً مما ذکروا بہ فاغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء۔

مورخہ ۴ ۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع سوم)

ظاہر و باطن کا تعلق ضرور ہے۔ اگر کسی کے دل میں خوشی ہو تو اس کا تعلق اثر اس کے چہرے پر ضرور پڑے گا۔ اگر غم ہو گا تو بہی بشرہ پر اس کا اثر ہویدا ہو گا اگر کسی کے دل میں محبت ہو تو جب وہ سامنے آئیگا۔ ضرور چہرہ کی کیفیت بدلیگی کسی سے دشمنی ہو گی تو بہی۔ جہوٹے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم فلاں شخص سے محبت رکھتے ہیں اور پھر اس کے پاس تک نہیں بیٹھتے۔ انبیاء نے اس حقیقت کو بہت خوب سمجہا ہے نمازوں میں دیکھئے۔ دل میں اگر عجز و نیاز ہے تو اس کے اظہار کو ظاہر جسم پر بہی لگا رکہا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کر کر کے انسان جہک جاتا ہے اور پھر اس کی عظمت کا مطالعہ کرتے کرتے متاثر ہو کر سجدہ میں گر پڑتا ہے اسی طرح دیکھو جو شعائر اللہ میں اللہ ان کی عظمت و جبروت کو قائم رکہنا چاہتا ہے۔ مکہ ایک بے نظیر شہر ہے۔ وہاں حضرت ہاجرہ نے بڑے صبر سے کام لیا۔ اس وادی غیر ذی زرع میں خاوند سے الگ ہو کر رہیں۔ وہی صفا و مروہ جہاں بے تابانہ آپ گہومی تہیں اب وہاں اتنی بہیڑ ہے کہ جگہ نہیں ملتی وہ توحید تہی۔ حضرت ابراہیم کو دیکھو۔ ابراہیم الذی وفی کا سارٹیفکیٹ پایا۔ آپنے خدا جانے کس اخلاص

جوش توحید کے ساتھ اینٹیں لا لا کر پھیرے دئیے اور دیواریں بنائیں۔ کہ اب جو جاتا ہے اس عظمت کا مطالعہ کرنے کے لئے طواف کرتا ہے۔ پس ایسے مکہ کی تعظیم و تکریم کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اے مومنو! ہم تمہارے لئے امتحان رکھ کر انعام دینا چاہتے ہیں وہ یہ کہ وہاں شکار مت کرو بحالت احرام۔

ذوا عدل منکم۔ صاحبان عقل و فہم۔

جعل اللہ الکعبۃ۔ یہاں اللہ تعالیٰ ثبوت دیتا ہے اس بات کا کہ میں ہوں اور میں علیم اور قادر مطلق ہوں۔ ابراہیم نے بھی ایک گھر بنایا۔ لوگ بھی گھر بناتے شہر بساتے ہیں۔ مگر کئی گھر کئی شہر برباد و تباہ ہو چکے لیکن وہ جو توحید و عظمت الٰہی کی خاطر بنایا گیا۔ اب تک قائم ہے اسی واسطے فرماتا ہے اللہ نے اس گھر کو عزت والا بنایا۔

قیاما للناس۔ جب تک دنیا قائم ہے یہ بھی رہیگا۔ یہ نہ ہوگا۔ تو دنیا بھی نہ ہوگی۔

والشہر الحرام والھدی والقلائد۔ عزت والے مہینوں میں لوگوں کی آمد و رفت رہیگی۔ قربانیاں یہاں ہوتی رہیں گی اور اس مطلب کے لئے جانور آتے رہیں گے۔

یہ سب اس لئے ہوگا تا تم جانو کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے دیکھو ایرانیوں کا بڑا معبد ...... آتشکدہ برباد ہوا یہودیوں کا معبد بیت المقدس تباہ ہوا یہاں تک کہ ایک عورت مسیح سے پوچھتی ہے۔ کہ ہیکل کہاں تھی جواب کیا خوب دیا جانتی ہے نہ یہ رہیگی نہ وہ غرض تمام معبد خانے جو انسانوں نے بنائے وہ تباہ ہوئے پھر بنائے تو منتوح ہوئے مگر عرب کا معبد مکہ اب تک خدا کے سچے بندے مسلمانوں کا ہے۔

عرب ایسا ملک ہے کہ مقدونیہ کا بادشاہ ہند تک آیا مگر مکہ وہ بھی فتح نہ کر سکا نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے بھی فتح کیا۔ مفتوح جانئے پھر سب کو فاتح بھی بنا دیا ایسا کہ پھر مفتوح نہ ہو۔ صلیبی جنگوں میں ۳۰-۴۰ سال قبضہ رہا یورپ کی مجموعی طاقت تھی مگر مدینہ ایسے معمولی گاؤں پر قابو نہ پا سکے

ان اللہ شدید العقاب }
وان اللہ غفور رحیم }
اس آیت کی تفسیر میں ایک واقعہ صحیح واقعہ سناتا ہوں۔ یہاں ایک شخص آیا کشمیر میں ملازم تھا حضرت صاحب کی بیعت کر کے کہنے لگا جو اب میں گناہ کروں۔ تو خدا کی جو مرضی ہے سزا دے۔ وہ تو یہ کہہ کے چلا گیا مگر میرا دل کانپ اٹھا۔ آخر ایک معمولی حیلہ سے اس کے پاس تین ہزار جمع ہو گیا۔ پھر ایک شخص کی گواہی دیتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ رشوت لیتا ہے۔ میں خود اپنی معرفت اس کو دلاتا رہا ہوں۔ جس پر ایک مقدمہ قائم ہو گیا۔ یہاں اس نے بڑے عجز و الحاح سے دعا کے لئے لکھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا دعا کے لئے دل توجہ نہیں کرتا۔ ابتلاء معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ تین ہزار بھی مقدمہ ہی میں خرچ ہو گیا اور اخیر قید کا حکم ہوا اس وقت کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے خدا ہی کوئی نہیں نہ کوئی دعا ہے نہ فقیر نماز بھی چھوڑ دی۔ دہریہ ہو گیا اس وقت اسے رات کو خواب آیا کہ تو تو کہتا تھا۔ کہ اب کوئی گناہ کروں تو خدا جو چاہے سزا دے لے مگر اب ایک معمولی سزا ہی سے خدا ہی سے منکر ہو بیٹھا اس وقت وہ اٹھا اور بہت استغفار کی۔ کلمۂ شہادت پڑھا نماز پڑھی اور اللہ کی طرف متوجہ ہوا کسی نے اسے مشورہ دیا کہ نظرثانی کراؤ۔ کہنے لگا۔ نہیں اب تو خدا پر چھوڑ دیا ہے۔ اس کے رشتہ دار نے نظرثانی کرائی۔ مدعی اتنے میں مر گیا۔ عدالت نے فیصلہ دیا۔ چند امور تنقیح طلب باقی ہیں مدعی مر چکا ہے اسلئے اسے رہا کر دیا جائے۔ دیکھو وہ شدید العقاب بھی ہے۔ مگر اگر کوئی سچے دل سے توبہ کرے تو غفور رحیم بھی ہے۔

۵- جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع چہارم)

انسان ضعیف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ان احکام کی تعمیل فرض کی ہے جو خالق فطرت نے اس کے مناسب حال جانی اگر کوئی خواہ مخواہ سوال کر کے اپنے تئیں پیچ در پیچ مسائل کا مطیع بنائے تو یہ اس کی غلطی ہے۔

حضرت صاحب نے بیعت کا اشتہار دیا اور آپ کو الہام ہوا کہ لوگوں سے بیعت لو تو آپ چونکہ جانتے نہ تھے کہ بیعت کیوں کر لی جاتی ہے اس لئے آپ دس ماہ اسی فکر میں بیٹھے رہے اور بار بار یک دربار یک راہوں سے معلوم کر لیا کہ یوں کرنا چاہیئے۔ ہمارے ایک دوست کو اس بات کی ٹوہ تھی کہ بیعت میں کیا کیا شرائط ہوں۔ میں نہیں سمجھا کہ ممکن ہے کہ ہم ان کے پابند نہ ہو سکیں اس لئے ایسی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ مگر انہوں نے نہ مانا سو دوست تو وہ مخالف ہے۔

اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ لوگ عجیب عجیب سوال کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ ہماری مخفی دولت کا پتہ لگا دو یا فلاں کام کی نسبت دریافت کر دو۔ ہوگا یا نہیں گویا ہمیں خدا کا ایجنٹ سمجھتے ہیں۔ نبی کریمؐ کے سامنے ایک شخص نے پوچھا۔ من ابی۔ دوسرے نے کہا کیا ہر سال حج فرض ہے تو آپ نے جھڑک دیا تھا۔ علماء میں بھی تحقیقات ہوتی رہتی ہے کہ آدم جس شجرہ کے نزدیک گیا تھا اس کا نام کیا تھا۔ گیہوں۔ انگور۔ اور پھر ان کی تشبیہات تک گئے ہیں (۲) نوحؑ نے جو کشتی بنائی تھی اس کی لکڑی کس درخت کی تھی (۳) وہ شخص جس نے ابراہیم سے مباحثہ کیا تھا اس کا کیا نام تھا۔ کالذی مر علی قریۃ والا کون ہے۔ یہاں تک کہ بعض نے اسے ولی اللہ بعض نے نبی اور بعض نے کافر بھی کہا ہے (۴) موسیٰ کے زمانے میں جس بقرہ کے ذبح کا حکم ہوا تھا وہ گائے تھی یا بیل۔ یہ سوال تو بنی اسرائیل کو بھی نہ سوجھا (۵) اصحاب کہف کے کتے کی شکل اور رنگ کیا تھا۔ (۶) شداد کا باغ کیا تھا (۷) براق کی شکل کیسی تھی۔ ایسی بیہودہ تحقیقوں میں پڑنے سے وقت ضائع ہوتا ہے اور منشاء الٰہی جو شریعت کے نزول سے تھا جاتا رہتا ہے۔ اصل غرض قرآن کی تو تقوی اور اعمال صالحہ خشیۃ اللہ۔ کا پیدا کرنا اور خودی۔ خود پسندی اور خود رائی۔ عجب۔ بدنظری۔ دنیا پرستی سے بچنا ہے۔

ثم اصبحوا بہا کافرین۔ پہلے بڑے جوش و خروش سے دعویٰ کیا جاتا ہے پھر اس کو نباہ نہیں سکتے۔

ایک دوست نے بہت زور سے اپنے افسر کے لئے دعا کی جو اس کا مخالف تھا الہام ہوا کہ نوکری نہ چھوڑنا مبع کسی بات سے ناراض ہو کے جھٹ کہہ یا میرا استعفا دے لو۔ جو دے لیا گیا تو بعد میں افسوس ہوا۔ ہمارے ایک شاگرد تھا۔ اس نے جب ابراہیم ؑ کی نسبت ہم سے سُنا کہ خدا نے اسے فرمایا۔ اَسْلِمْ۔ تو اس نے کہا کہ اسلمت لرب العالمین۔ تو وہ جھٹ بول اُٹھا۔ میں بھی آپکا ایسا مطیع ہوں ہم نے آزمائش کے لئے یوں کیا کہ وہ گھر میں کھانا کھاتا تھا کہہ دیا اب تم طالب علموں کے ساتھ کھانا کھایا کرو اس پر اسے ایسا صدمہ ہوا کہ وہ کہے۔ مجہے واپس گھر بھجوا دو۔ مجھ اپنی تذلیل منظور نہیں۔

بحیرہ۔ جس اونٹنی سے بارہ بچیاں پیدا ہو جاویں اسے آزاد کر دیتے نہ لدنے دیتے نہ بال کاٹتے۔ ان مہمان کو دودھ پلاتے اگر نر ہوں بچی ہی ہو جاتی تو اسے بھی آزاد سمجھتے۔ خدا نے اس سے منع فرمایا ایسی اونٹنی کو بحیرہ کہتے ہیں۔

سائبہ۔ تین طرح پر جانور چھوڑے جاتے ہیں ایک تو جب وہ بیمار پڑے تو ایک جانور کے گرد سے سیندور وغیرہ ملا جاتا ہے پھر اس پر غلہ وغیرہ رکھ کر شہر سے باہر نکال دیتے ہیں (۲) بڑے بڑے امراء اپنے جانور چھوڑ دیتے ہیں۔ اپنی عظمت جبروت۔ رعب داب دکھانے کے لئے کہ اسے بھلا کوئی چھیڑ سکتا ہے۔ عرب میں ایک شخص نے دنبہ چھوڑا تھا اس کے گلے میں چھری بھی باندھ دی تھی کہ کسی کو جرأت ہو تو اسے ذبح کرے۔ (۳) نروں کو چھوڑ دیتے ہیں تاکہ نسل بڑھائیں سکھوں کے زمانے میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے مگر یہ سانڈ وغیرہ تو بجائے فائدہ کے نقصان کرتے ہیں۔ اور وہ قوت نسل کشی کی ان میں رہتی ہی نہیں۔

وصیلہ۔ ایک بکری ہو جب پانچ دفعہ جنے دو دو میمنے۔ ...... تو اس بکری کو چھوڑ دیتے۔

حامہ۔ اُونٹ جس سے دس کے قریب نسل ہو چکی ہو۔

لایعقلون۔ رسوم کے تابع ہو کر اس درجہ تک پہونچ جاتے ہیں پھر اپنے تئیں روک نہیں سکتے۔

ہماری ایک قریبی رشتہ دار ایک شادی پر امداد کی درخواست کرنے لگی ہم نے کہا ان رسوم کی ادائگی کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں ایک ساہوکار نے اس بات کو سُن لیا اور کہا کہ میں سب کچھ دونگا۔ چنانچہ اسنے روپیہ دیا۔ تب قریبی رشتہ دار نے مجھے کہا کہ تم سے تو وہی اچھا ہے۔ لیکن جب اس نے سود در سود اور اصل کا مطالبہ کیا اور زمین بک جانے لگی۔ تو معلوم ہوا کہ خیر خواہ کون تھا۔

لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ چالیس برس کا عرصہ گذرتا ہے۔ میں نے جب مسند احمد حنبل پڑھی تھی تو پہلی حدیث حضرت ابوبکر سے اسی آیت کی تفسیر کے متعلق پڑھی تھی آپ فرماتے ہیں کہ اذا رایت شحاً مطاعاً وھویٰ متبعاً واعجاب کل ذی رای برایہ۔ جب ایسا وقت آجاوے کہ انسان بخل کنجوسی کا مطیع ہو اور خواہشوں کا متبع اور ہر ایک شخص اپنی رائے ہی پسند کرنے لگے تو تو پھر تو اپنی جان کا فکر کر۔ امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ جب تم ہدایت پا جاؤ۔ تو پھر تم امر بالمعروف نہی عن المنکر کرو گے۔ پھر تمام حجت کے بعد اگر کوئی

پھر بھی .... نہ مانے تو پھر اس کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہونچا سکتی۔

۶ - جولائی ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع نمبر ۱۴)

شہادۃ بینکم۔ اللہ نے پہلے اسلام۔ دین۔ ایمان۔ آخرت کی تاکید کی ہے اور مفصل بیان فرمایا ہے کہ جو حکم جناب الٰہی سے آویں ان کی پابندیاں کرو اور رسومات قبیحہ کو چھوڑ دو۔ دین کے بعد دنیا کی اصلاح کے متعلق فرماتا ہے کہ اے ایماندارو۔ جب

حضر احدکم الموت۔ تم میں سے کسی کی موت کے علامات ظاہر ہوں۔ حضر کے یہی معنے ہیں۔ تو تمہیں حاضر ہونا چاہئے۔ شہادت کے معنے حضور کے ہیں۔ اضافت ظرف کی طرف ہے۔ جیسے ھذا فراق بینی وبینکم اور بل مکر اللیل والنھار۔ اور شہادت بمعنے حضور جیسے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ اور لیشھدھما عذابھما طائفتان۔

حین الوصیۃ اثنان۔ حاضر ہونا کس کا۔ دو کا۔ وصیت کے وقت۔

کبھی کبھی اسم کو رکھ لیتے اور فعل کو حذف کر دیتے ہیں جیسے کفیٰ باللہ شھیدا۔ میں اکتف۔ کفی اللہ۔ اکتف باللہ شھیدا۔ کیونکہ کفی کا صلہ ب نہیں آتا۔ اسی طرح یہاں یشھد محذوف ہے۔ وہ دو کیسے ہیں۔

ذوا عدل۔ صاحبان رشد وعقل۔

منکم۔ تم میں سے دین کا تعلق رکھنے والے۔

اٰخران۔ مسلمان نہ ہوں۔

قاضی شریح نے لکھا ہے۔ کہ سفر اور وصیت کے معاملہ میں غیر مسلم گواہ بھی لے لئے جاتے ہیں۔

ان انتم ضربتم فی الارض۔ انْ کے بعد اسم نہیں آتا پس یہاں فعل محذوف ہے۔ یعنی ان ضربتم انتم ضربتم۔

لانشتری بہ ثمناً۔ یہاں اعتراض کیا گیا کہ جب وہ گواہ ہیں تو گواہ سے قسم کیسی۔ ہم کہتے ہیں بصورت شبہ۔ وہ گواہ نہیں رہے بلکہ مال ان کے سپرد کیا گیا ہے پس وہ اس صورت میں مدعا علیہ ہو گئے۔ ورثہ مدعی ہیں اور یہ مدعا علیہ۔ مقدمہ کے دوران میں ایسا ہو جاتا ہے۔

ایک تمیم داری اور ایک عدی بن بداسہمی (نصرانی تھا) .... مکہ میں تجارت کے لئے آتے۔ عدی ایک تاجران کے ساتھ گیا راہ میں مر گیا اور اپنا مال ان کے سپرد کر گیا۔ عمرو بن عاص اس کے وارث تھے انکو ایک جام کے متعلق شبہ ہوا ایک لوٹے کی ایک مال میں فہرست بھی مل گئی جس برتن کے متعلق شبہ تھا وہ بھی اس میں درج تھا۔ جو دیا نہیں گیا اور یہ پہلے پوچھ لیا گیا کہ اس نے کوئی چیز تمہارے آگے بیچی تو نہیں اور پھر جام جہاں بیچا وہاں سے بھید کھل گیا اس صورت میں وہی عیسائی گواہ مدعا علیہ بن گئے۔ نشتری بہ۔ میں ہ کا مرجع اللہ ہے یا قسم۔

یعنے ہم نہین لیتے اللہ کے نام کے بدلے یا قسم کے بدلے کوئی دنیاوی فائدہ۔

ان عثر۔ اگر مطلع ہو گئے۔ عثر کے معنے ہین کسی کے اوپر گرنا۔ عثرت منہ علے خیانتہ۔ ایک محاورہ ہے۔

انہما استحقا اثما۔ اسے استوجبا الاثم۔ یعنے اونہون نے واجب کر لیا اپنے ذمہ اثم۔ اثم کہتے ہین غیر کا مال بلا وجہ لینے کو۔

فاٰخران یقومٰن مقامہما۔ اور دو قسمین کہائین مدعیون کی طرف سے۔

من الذین استحق علیہم الاولیٰن۔ اسکا ترجمہ غور سے سنو! اکثر لوگون نے غلطی کی ہے وہ قسم کہانیوالے ان وارثون مین سے ہون (وہ وارث کیسے ہین) ایسے وارث ہین کہ ثابت کر دیا ہے ان پہلون نے وارثون کے لئے طلب حق کو (یعنے اس بات کو کہ تم اپنا حق لے لو) اور یہ (دیکھے مین ثابت کرنیوالے) بہت قریبی ہین اس میت سے۔

۸ - جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۵)

کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے ذلت نہین چاہتا جب اسکے سامنے نہین چاہتا تو جہان اولین وآخرین جمع ہون گے وہان اپنی ذلت کیونکر برداشت کر سکتا ہے۔ اللہ کے ایمان کے ساتھ آخرت کے ایمان کا ذکر ہے بلکہ ملائکہ کے ایمان کو بھی اس کے پیچھے رکھا ہے۔ من امن باللہ والیوم الآخر والملائکۃ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت پر ایمان ہو تو پہر انسان بدی کی جرأت نہین کر سکتا کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے۔ کہ میری تمام منصوبہ بازیان خدا کے حضور پیش کی جاوین گی۔

ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا۔ یعنی علم کی نفی خدا کے علم کے مقابلہ مین ہے کیا معنے ہمارا علم کچھ بھی نہین کیونکہ جو کچھ جانتے ہین وہ تو بجز بی جانتا ہے لا علم لنا الا ما علمتنا۔ دوسرے معنے یہ کئے گئے ہین اور یہ ظاہر ہے

کہ یہان تو دل کا معاملہ ہے اور ہم کسی کے دل کی باتین نہین جانتے کہ اس نے ہمین کیسا مانا۔

قال اللہ۔ فرمائیگا بروز قیامت۔

بروح القدس۔ کلام پاک سے۔

کہلاً۔ اے حلیماً یعنے عقل مند ہو کر۔

علمتک الکتاب۔ معلوم ہوا کہ خدا کی کتاب کا علم بھی آلہی فضل ہی سے آتا ہے۔

الحکمۃ۔ پکی باتین۔

تخلق۔ اندازہ کرتا تھا۔

طین۔ یعنے ایسی سعید روحین جو ہر قالب مین گیلی مٹی کی طرح ڈہل جانے والی ہون۔

طیراً۔ اُڑنے والا۔ یہان تک کہ عرش خدا کے حضور پہونچ جاوے۔

بلند پرواز انسان۔

فتنفخ فیہا۔ تو خدا کا کلام اس مین پہونکیگا

یبرئ۔ بری کرتا تھا وہ لوگ مبروص۔ اور اندہے کو ناپاک سمجھتے تہے

الاکمہ۔ مادرزاد اندہا یا جسے شب کوری کا مرض ہو۔

تخرج الموتیٰ۔ یعنے شریر اور کفر مین مرے لوگ

کففت عنک۔ یقیناً معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل پہانسی پر قادر نہین ہو سکے۔

سحر۔ من لا اصل لہ جسکی حقیقت وہ نہ ہو جو بظاہر معلوم ہو۔

اوحیت الی الحواریین۔ نبی کریمؐ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبہم۔ اور صحابہ کو فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔ پس اسی طرح کو ارشاد ہوا کہ حواریون کا ایمان ہمارے ہی فضل سے تہا۔

یستطیع۔ کیا تیرا کہا مان لیگا اس کے بھی معنے ہین۔ ہر نبی کے واسطے ایک دعا ایسی ہوتی ہے کہ وہ ضرور قبول کی جاتی ہے۔ نوح نے وہ دعا اپنی قوم کے لئے مانگی۔ کہ لا تذر علے الارض من الکافرین دیاراً۔ حضرت نبی کریم سے دریافت کیا گیا۔ فرمایا۔ مین نے وہ دعا دنیا مین نہین کی۔ قیامت کے دن کرون گا۔ شفاعۃ لامتی (بابی انت وامی یا رسول اللہ۔ روحی فداک) تمہارے مرزا صاحب سے بھی مین نے پوچھا تہا۔ مگر وہ ہنس پڑا اور سکوت کیا۔

من السماء۔ اٹل رزق۔

لاولنا واٰخرنا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس دعا کا اثر محض حواریون کے لئے نہین تہا اور نہ مائدہ کوئی ایسی چیز ہے۔ کہ صرف حواری ہی اس سے مستفیض ہوئے ہون۔ بلکہ عام رزق مراد ہے جیسے کہ آگے خود تشریح کی ہے۔ وارزقنا وانت خیر الرازقین۔

انی منزلہا علیکم۔ یہان علماء کی بحث ہے بعض کہتے ہین کہ فانی اعذبہ عذاباً سُن کر وہ ڈر گئے۔ مگر میرے نزدیک یہ دعا کی گئی اور یقیناً قبول ہوئی دیکھتے نہین۔ عیسیٰ کے نام لیوون کے پاس کتنا رزق ہے۔ کتنی دولت ہے۔ یہان تک کہ دن مین کئی بار لباس تبدیل کرتے اور نئے سے نئے کہانے کی وجہ سے گویا ہر روز ان کے ہان عید ہوتی ہے۔ عیداً لاولنا واٰخرنا کے الفاظ کا اثر ہے

۸ - جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۶)

مین نے دنیا مین بہت سے حالات دیکھے ہین۔ غریبی۔ امیری۔ امیر ہو کر غریب ہونا اور غریب ہو کر امیر ہونا دیکھا ہے اور پیہ ماہوار کی آمدن بھی دیکھی اور ہزارہا روپیہ کی۔ دونون حالات مین خدا کے فضل سے یکسان خوشحال رہا ہون۔ مین نے دیکھا ہے کہ دنیا کوئی بڑی چیز نہین پس بڑے ہی احمق ہین وہ لوگ جو دنیا کے لئے دین کو برباد کرتے ہین اور موت اور خدا کو بہلا دیتے ہین۔ انسان اولاد کے لئے یہ دنیا جمع کرتا ہے لیکن اگر اولاد نالائق ہے۔ تو اس کے جمع کرنیکا کچھ فائدہ نہین اور اگر لائق ہو تب بھی بیکار باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ ہفتم

سورہ مائدہ

مورخہ ۸ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۶)

گذشتہ سے پیوستہ

بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ مکانوں کی اینٹیں اکھڑواتے ہیں گول دبتے ہیں۔ کہ بزرگوں نے ایسا سخت مصالحہ لگایا ہے جو اکھڑ ہی نہیں سکتا اور اگر لائق ہے تو اسکو اپنے باپ کی کچھ پروا نہیں۔ ایک شخص نے بمبرہ میں تین لاکھ روپیہ عمارتوں پر خرچ کیا میں نے اس کی اولاد کو دیکھا کہ سات سات فاقے گذرتے ہیں پس انسان فانی دنیا کے لئے کیوں خدا کو بھلا دے اور تکبر کیوں کرے جس قدر آسودگیاں اور نعمتیں خدا نے دی ہیں ان کی نسبت ضرور سوال ہوگا اور تو اور انبیاء سے بھی باز پرس ہوگی۔ بعض لوگ یوں کفران نعمت کرتے ہیں کہ انعامات آلٰہی کو انعام ہی نہیں سمجھتے۔ ایک عورت مجھ سے کہنے لگی۔ خدا نے جو کچھ مجھے دیا تھا اب کچھ لے لیا میں نے کہا کیا تمہاری آنکھیں نہیں۔ کان نہیں۔ ناک نہیں ہاتھ نہیں پاؤں نہیں۔ اس پر وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ اس رکوع میں ایک نبی سے باز پرس کا ذکر ہے جسے خدا بنایا گیا۔

وامی الھین۔ مریم کو بھی خدا کی ماں کہتے ہیں۔ اور رومن کیتھولک اس کی تصویر کو سجدہ کرتے ہیں۔ لارڈ رپن نے اپنی جیب سے پندرہ تصویریں جیل کی دکھائی تھیں۔ مہاراج نے مجھے کہا یہ تمہارے ہی بھائی ہیں آپ ان کو اہل کتاب بنائے پھرتے ہو۔

مافی نفسی۔ میری باتیں۔

مافی نفسک۔ تیری باتیں۔

ان اعبدوا اللہ ربی و ربکم۔ انبیاء توحید ذاتی پر نہیں بلکہ صفاتی پر زور دیتے ہیں کیونکہ اسی کے متعلق قوموں میں غلط فہمیاں ہیں شرک کا مسئلہ باریک ہے۔ ایک طرف خدا کا حکم ایک طرف نفس کی تحریک۔ اب جو نفس کا کہا مانتا ہے وہ بھی شرک میں گرفتار ہے اسی واسطے جھوٹ بولنے والے۔ زانی۔ چور۔ بدمعاملہ۔ غافل۔ سست۔ حرام خور سب مشرک ہیں۔

توفیتنی۔ جان کو قبض کر لیا۔

اس سورۃ میں معاشرت کے اصول بتائے۔ بیویوں۔ یتامیٰ۔ یتیموں اپنے ہم مذہبوں غیر مذہبوں سے برتاؤ بتایا۔ اور سمجھایا کہ سب سے مقدم اللہ کی رضامندی ہے۔

ذلک الفوز العظیم۔ لوگ پاس پاس لئے پھرتے ہیں سب سے بڑھ کر پاس ہونا تو یہی ہے۔ پھر فرماتا ہے تم خواہ کتنے ہی بڑھ جاؤ گے پھر بھی خدا سے نہیں بڑھ سکتے زمین و آسمان اسی کا ہو بلکہ ما فیہا بھی اور پھر بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہے تو اس کا مگر متصرف کوئی اور ہے۔ بلکہ

وھو علیٰ کل شئی قدیر۔ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

سورہ انعام

۱۰ - جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۷)

آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ سورہ بقرہ و آل عمران میں خانہ جنگیوں کے متعلق ہدایات ہے اور یہ کہ جہاد میں متقی ہی کامیاب ہوں گے پھر نساء اور مائدہ میں معاشرت کے متعلق ہدایات ہیں اب اس سورہ انعام میں حضرت نبی کریمؐ کی رسالت کی نسبت شبہے اور اعتراضوں کے جواب ہیں۔

خلق السمٰوات والارض۔ اوپر دیکھو اور مختلف ستاروں کی وسعتوں اور حالات کی طرف توجہ کرو۔ پھر نیچے زمین اور ما فیہا پر نظر کرو۔ سوئی کے ایک ناکے پر جو پانی کا قطرہ آ اس میں بھی صدہا کیڑے ہیں ایک صاحب نے لکھا کہ پہلے انسان نے بڑے بڑے جانوروں سے مقابلہ کیا اب چھوٹے چھوٹے جانوروں طاعون کا کیڑا۔ ہیضہ کا کیڑا۔ مرگی کا کیڑا ذیابیطس کا مقابلہ ہے۔ دیکھئے۔

جعل الظلمٰت والنور۔ روشنی اور اندھیرے کا فرق۔ دوپہر اور آدھی رات کے وقت معلوم ہو سکتا ہے۔ روشنی میں تمیز اور اندھیرے میں بے تمیزی ہوتی ہے۔

بربھم یعدلون۔ پس خالق السمٰوات والارض اور جاعل الظلمٰت والنور سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ بے تمیزی سے تمیز دینا بھی اسی اللہ کا کام ہے اور اسی میں ثبوت ہے بعثت نبوت کا۔ عالم روحانی میں جب ظلمات تھے۔ تو نور ضروری ہے۔

یستھزؤن۔ ہنسی سے کسی چیز کو خفیف سمجھنا۔

الم یروا۔ اعتقاد کرتا۔ سبق حاصل کرتے۔

سحر مبین۔ دلربا باتیں کہ قوم سے کاٹ دینے والی۔

لولا انزل علیہ ملک۔ فرشتوں کا نزل دو طرح ہے ایک تو عذاب کے لئے سو اس کے لئے فرمایا کہ اگر فرشتہ اترا تو پھر فیصلہ ہو جاتا۔ اور ایک وحی کے لئے سو وہ تمہارے سامنے کس طرح آئے۔ لامحالہ مرد کی صورت میں آئیگا۔ پھر وہی التباس پڑیگا کہ یہ فرشتہ کیوں کہے ممکن ہے کوئی آدمی ہی ہو۔

۱۱ - جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۸)

یہ سورۃ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں رسالت کے ثبوت میں ہے۔ جو لوگ اپنا مال۔ اپنی جان

اپنی اولاد اپنی عزت برباد کر چکے ہیں وہ ہرگز عقل مند نہیں۔ پس

کیف کان عاقبۃ المکذبین۔ فرما کر بتایا ہے کہ تم سوچو اور فراعنہ مصر کا انجام کیا ہوا کیا ان کا نام و نشان باقی ہے۔ ابراہیم کے مکذب کا کیا انجام ہوا ان کے نام کی نسبت بھی مفسرین کو اختلاف ہے۔ وہ ..... بے نام و نشان ہوا اور اس کے مقابلہ میں ابراہیم کو دیکھو کہ اس وقت یورپ امریکہ ایشیا کے عیسائیوں یہودیوں مسلمانوں کا پیشوا ہے پھر فرماتا ہے کہ لیجمعنکم الی یوم القیامۃ۔ اس فیاصلہ کے دن کا بھی فکر کرو جہاں اولین آخرین جمع ہوں گے۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا عذاب غیر مقطوع ہے یا نہیں۔ میں نے کہا میرے نزدیک غیر مقطوع نہیں اس نے کہا پھر تو ہم بھی آپ کے ساتھ آ ملیں گے میں اس وقت خاموش رہا تھوڑی دیر میں اور وہ ٹہلتے تھے۔ میں نے چپکے میں پوچھا یہاں آپ کو کوئی اتفاقاً دیکھے تو آپ کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ یہاں بھی کوئی نہیں پس یہ لو دو روپے اور مجھ کو ایک جوت سر پر مار لینے دو۔ بولا اٹھا میں سمجھ گیا میں نے کہا جب اس خلوت میں تو اپنی ہتک گوارا نہیں کر سکتا تو وہاں جہاں سب جمع ہوں گے اپنی ہتک کیوں کر گوارا کر سکیگا۔

ماسکن فی اللیل والنہار وھو السمیع العلیم۔ تمہارے اقوال و اعمال کا سننے اور جاننے والا ہے کیا تم انکار کر سکتے ہو۔

اغیر اللہ اتخذ ولیا۔ ہر ایک کو اپنے حامی و مددگار کی ضرورت ہے اور دنیا کے حامیوں میں تفاوت ہے کہ پس جس نے آسمان و زمین بنایا اس کے سوا اور کسی کو حامی بنانا کیا کوئی دانشمندی ہے۔

اول من اسلم۔ اوّل درجہ کا فرمانبردار ہوں اور منہیات سے بچنے والا ہوں

عذاب یوم عظیم۔ فطرتاً انسان دکھ سے بچتا ہے پھر عید وسیلہ کے دن تو کوئی بھی رنج و ہتک پسند نہیں کرتا۔ فرماتا ہے اس عظیم الشان دن میں نافرمانی کی وجہ سے عذاب ہوگا اس سے ڈرتا ہوں۔

فلا کاشف لہ۔ سب سے بڑھ کر تو اس غمخوار ہے مگر ایک ادنیٰ دکھ بھی (مثلاً شکم میں درد) بانٹ نہیں سکتی۔

قل اللہ شھید بینی و بینکم۔ ہمارا تمہارا مقدمہ ہے پچھلی کتابوں میں شہادت موجود ہے تم دیکھ لو کہ مکذبین رسل کا انجام کیا ہوا۔ تازہ شہادت چاہتے ہو تو آپنے اور میرے اتباع کو دیکھ لو۔ بو علی سینا ایک طبیب تھا۔ امام غزالی و امام رازی اچھی عربی لکھنے والے ہیں۔ مگر یہ بھی ان سے کم نہیں ایک دن اس نے عمدہ تقریر کی۔ ایک اس کا چہیتا شاگرد بیٹھا تھا اس نے کہا آپ نبوت کا دعوے کرتے تو آپ کو زیبا تھا اس وقت ابن سینا خاموش ہو رہا ایک دن سردی تھی۔ ٹھنڈی ہوا اور یخ بستہ پانی موجود اسی شاگرد سے کہا ذرا کپڑے اتار کر اس میں جا گھسو وہ کہنے لگا حضرت کیا آپ مجنون تو نہیں ہو گئے۔ کہا۔ کیا اسی ہمت پر مجھے پیغمبر بناتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو گھسا دون میں جاتے کا حکم دیتے تھے۔ کیا وہ یہی جواب دیتے تھے۔ غرض یہاں اتباع کو مقابلہ میں پیش کیا گیا۔

و اوحی الی۔ اور میرا دعویٰ تو یہ ہے کہ قرآن مجھ پر وحی ہوا ہے نہ یہ صرف وحی ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ خطرناک بات ہے کہ جو

لانذرکم بہ۔ اس وحی کے خلاف کریگا وہ یقیناً عذاب میں گرفتار ہوگا اور

نہ صرف تم بلکہ۔

من بلغ۔ جن لوگوں تک یہ قرآن پہونچیگا اگر وہ اس کی ہدایات پر کاربند نہ ہوں گے تو خوار ہوں گے۔ تباہ ہوں گے۔

الذین اٰتینٰھم الکتاب۔ فقراء (جن کے سینوں میں کتاب ہوتی ہے) علماء (جن کے اضلون میں کتاب ہوتی ہے) امراء (جن کی زبان پر کتاب ہوتی ہے) حق سمجھ تو لیتے ہیں مگر شبہات میں رہتے ہیں حالانکہ ایسے شبہات وہ اپنی اولاد کی نسبت بھی کر سکتے ہیں پر پھر بھی اپنی اولاد کو مانتے ہیں۔

۱۲۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۹)

انہ لا یفلح الظالمون۔ مفتری اور غیر مفتری کی شناخت کا معیار بتایا ہے کہ مفتری ظالم ہے وہ کبھی مظفر و منصور نہیں ہوتا۔ انسان تنہا بیٹھ کر تو بہت سی عمارتیں بنا لیتا ہے مگر نہیں سمجھتا کہ خدا بھی ہے۔

تزعمون۔ جنہیں تم اپنے زعم باطل میں شریک باری تعالیٰ سمجھتے ہو۔

فتنتہم۔ عذر اور قول ان کا۔ فتنہ کے معنے عذر کے اس لئے کئے ہیں کہ یہ عذر بھی ان کے فتنہ و شرارت کے ضمن کی بات ہے۔

یستمع۔ سماع وہی ہے جو دل کے کانوں سے سنا جائے اور قبول کر لیا جائے۔

وقرا۔ یوں تو سن لیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ حق نہ سنتے تھے۔

اساطیر۔ استعاریاں ہیں۔ مگر میں تمہیں پختہ یقین کے ساتھ بتاتا ہوں کہ قرآن میں کوئی قصہ نہیں۔ بے شک۔ آدم۔ نوح۔ یعقوب۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ صالح۔ ہود۔ شعیب کا بیان ہے۔ مگر صرف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے مطابق کرنے کے لئے گویا ان واقعات کے ذریعے پیشگوئی کی گئی ہے کہ تمہارے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوگا پس وہ قصے نہیں بلکہ تمثیلی رنگ میں پیشگوئیاں ہیں۔

ان ھی الا حیاتنا۔ منہ سے نہ کہیں۔ مگر اکثر لوگ اپنے اعمال سے یہی ظاہر کرتے ہیں اور یہی گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ ہے دنیا ہی دنیا ہے۔

قال۔ عام ہے جو صرف بولنے کے لئے مخصوص نہیں بلکہ جس طرح کوئی امر ظاہر ہو۔

۱۳۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۰)

ما فرطنا۔ جو ہم نے کوتاہی کی۔

اوزار۔ جمع وزر۔ اثم۔

لعب۔ بے حقیقت چیز۔

لھو۔ خدا سے غافل کرنے والی۔

پس مومن کو چاہیے کہ وہ ہر کام سوچے کہ یہ بے حقیقت خدا سے غافل کرنیوالا تو نہیں اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے یا نہیں۔

یکذبونک۔ تجھے تو یہ جھوٹا نہیں کہتے کیونکہ دعویٰ نبوت سے پہلے انہوں نے کبھی تمہیں ایسا نہیں کہا اور اب وہ دوسرے معاملات میں جھوٹا نہیں کہتے۔ صرف وحی الٰہی کو جھٹلاتے

ہیں۔ گویا میری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ یہ زبردست شہادت ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت پر۔

۱۴- جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۰)

یلعن نک۔ جس طرح باپ بیٹے کے لئے بادشاہ رعایا کے واسطے یہ چاہتا ہے کہ وہ فرمانبردار ہوں اسی طرح انبیاء جن کو اٹھتے بیٹھتے خدا کی عظمت مدنظر ہوتی ہے۔ یہی چاہتے ہیں کہ تمام لوگ خدا کے نیک بندے بن جاویں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنی قوم کو آزاد کو کفر و شرک چوری۔ زنا۔ شراب قمار بازی اور طرح طرح کے گناہوں میں مشغول دیکھتے ہوں گے تو بہت بہت کڑھتے ہونگے۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا ہے۔ "لعلک باخع نفسک"

۱۵- جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۱)

اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات اپنے اپنے وقتوں میں اپنا کام کر رہی ہیں مثلاً ایک وقت دن کا ہے ایک رات کا ایک نور کا ایک ظلمات کا۔ المرافع الی خفض۔ النصار النافع اللہ تعالیٰ ہی کے اسماء حسنی میں سے ہیں۔

سنفرغ لکم۔ میں بعض لوگوں کو وہم گذرا ہے کہ کیا خدا کسی کام میں ایسا مصروف ہے کہ دوسری طرف توجہ نہیں اور پھر توجہ ہوگی یہ بات نہیں بلکہ ہر کام کے لئے ایک وقت ہے ایک ہزار برس آتا ہے کہ نافرمانوں کی سزاؤں کا وقت ہوتا ہے اور اسمیں ہر مجرم کو سخت پکڑ ہوتی ہے۔ دوسرے ہزار میں ایسا نہیں ہوتا۔

میں نے ایک شخص کو زنا وغیرہ سے منع کیا اس نے مجھے نہایت حقارت سے جواب دیا کہ ملا۔ ہم تو اتنی مدت سے ایسا ہی کر رہے ہیں کوئی مصیبت نہیں آئی اس وقت میں سمجھ گیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اپنے کئے کا پھل پائے چنانچہ کچھ دن بعد دیکھا کہ دعائے کرتا آتا ہے دیکھا تو خطرناک قسم کی آتشک تھی جو تین دن میں ہلاک کر دیتی ہے۔ ہم نے اسکے زخم کو جلا دیا لیکن اس نے اپنے معالجہ کی پروا نہ کی اس سے مرض اندر ہی اندر بڑھتا گیا اور اسے چپ سی لگتی گئی اب اس کے گھر والے اس کا علاج نہ کرتے یہ سمجھ کر کہ بدمستی کی وجہ سے چپ ہے۔ یہی بات اس کی ہلاکت کا نشان ہوئی۔ چنانچہ وہ آخر بالکل خاموش ہو گیا پھر مر گیا۔

غرض اس رکوع میں بتایا ہے کہ ہم رسول بھیجتے رہتے ہیں۔ وران کے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوتا ہے کہ تمام اقوام کو۔

باساء۔ قسم قسم کے قحط

الضراء۔ قسم قسم کی بیماریوں میں پکڑ لیتے ہیں۔ غرض کیا ہوتی ہے۔

لعلھم یتضرعون۔ تضرع اختیار کریں۔

کبر بہت بری چیز ہے ہمایوں نے ایک دفعہ اپنی فوج کا جائزہ لیا فوج کی کثرت دیکھ کر کہنے لگا۔ اتنی کثیر التعداد فوج ہو تو مدد کرتے خدا کو بھی تنی دن لگ جائیں شیرشاہ پاس کھڑا تھا۔ الگ ہو گیا کہ یہ تو بے ایمان ہے آخر ہمایوں پر وہ ذلت کا زمانہ آیا کہ ہند میں سر چھپانے کی جگہ نہ ملی ایران چلا گیا۔ کبھی کے کبھی یوں کر دیتے ہیں

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ کئی ایسی جگہوں میں عذاب کیوں آتا ہے جہاں اس وقت کے رسول کی اطلاع تک نہیں پہنچی۔ ہم کہتے ہیں وہ وقت رسالت کے پہنچانے کا نہیں وہ تو مجرموں کی گرفتاری کا ہے اور یوں بھی بائبل کا ترجمہ ۲۸۰۰ زبانوں میں ہو چکا اور احکام الٰہی کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی رنگ میں تمام اقطار عالم و اکناف جہان میں پہنچ چکے ہیں۔ آریہ۔ برہمو۔ بھی توحید کا پرچار کرتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ اس سے تضرع چاہتا ہے۔

یہاں قادیان میں پچھلے دنوں طاعون پھیلنے لگا۔ میں خدا کی جناب میں نہایت تضرع سے دعا کی کہ الٰہی تیری چھوٹی سی جماعت ہے اب تو اس جماعت میں اس درجہ کا دعا کرنے والا بھی نہیں۔ پس تو اپنا فضل کر۔ میں دیکھتا ہوں کہ طاعون معاً چلا گیا جو بیمار تھا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ یہ تضرع کا نتیجہ ہے۔

جاءھم بأسنا۔ یہ بأس (جنگ وجدال) جس میں کئی کئی طرح کی مصیبتیں آتی ہیں۔ بأسا کے مقابلہ میں ہے۔ آجکل بھی جنگ وجدال عجیب عجیب رنگ میں ظاہر ہو رہا ہے قسطنطنیہ کی جو حالت ہے ایران کی جو حالت ہے وہ تم اخباروں میں پڑھتے ہو جالب زر بر عوب الدول کو سمجھا رہے ہیں۔ تم الگ ہو جاؤ۔ ترکوں کی ماتحت نہ رہو۔ مطلب یہ کہ متفرق ہو کر طاقت کم ہو جاوے۔ پھر قبضہ میں آسانی ہو۔

زین لھم الشیطان اعمالھم۔ ایک اصل بتایا جاتا ہو کہ دنیا کے کام یوں کرو کہ گویا مرنا ہی نہیں یہ بھی اسی مثل سے ہے۔

دابر القوم الذین ظلموا۔ ساری قوم ہلاک نہیں ہوتی۔ جو بدترین ہیں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔

فالحمد للہ رب العالمین۔ یعنی مالک یوم الدین کی صفت جب اپنا جلوہ دکھا چکتی ہے تو پھر الحمد للہ رب العالمین کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

میر حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور اسلام نہایت نازک حالت میں ہے اس طرف آریہ زور دے رہے ہیں ادھر عیسائی ادھر کا نوں سے یہ بھی بڑے بڑے ہیں۔ فرمایا تختی جب تک صاف نہ ہو نقش خوب نہیں چھپتا۔

الا مبشرین و منذرین۔ رسول عذاب کے لئے نہیں آتے بلکہ وہ تو پاک لوگوں کو تیار کرنے میں جن کو بشارت کامیابی دیتے ہیں اور کچھ گندے لوگ تیار ہوتے جاتے ہیں ان کے لئے منذر ہوتے ہیں۔

من آمن واصلح۔ جو ایمان دے۔ زبان ہی سے نہیں بلکہ اصلاح بھی کرے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ واقعی مومن لاخوف ولا یحزن ہوتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ ہم بھی مومن ہیں اور ہم کو یہ دکھ ہے وہ دکھ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کلمہ پر غور کرو۔ ولکن المنافقین لا یفقھون۔

ایک شخص نے مقدمہ میں مجھ سے سفارش کرانی چاہی۔ میں نے لکھ دیا کہ انی لی بعض الدنیا نہیں بعضا۔ آپ کوئی ظالم ہوتا ہے تو اس پر ظالم کو مسلط کرتا ہے بس تم اپنے ظلم کو دور کرو۔ میں نے سفارش تک نہ کی مگر حاکم بدل گیا۔

سو اس نے جب استغفار کی کثرت کی تو اتفاق ایسا ہوا کہ جس روز اس کا مقدمہ پیش ہونا تھا وہ حاکم کسی کو چارج دے گیا اور قائم مقام نے اسکے حق میں فیصلہ کیا۔

بما کانوا یفسقون۔ بدعہدی کی وجہ سے عذاب الٰہی آتا ہے ہمارا بادشاہ ایسا نہین کہ
اسے کچھ خبر نہین اس کی خفیہ پولیس ہر وقت عن الیمین وعن الشمال موجود رہتی ہے۔ اور ما
یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔

لا اقول لکم۔ اس آیت نے مجھ رسول کریم کی بہت ہی محبت بڑھائی ہے ایک دفعہ مین
ایک گنوئین پر گیا تو زمیندار نے میری بڑی خاطر کی۔ مین حیران تہا کہ کیا وجہ ہے آخر اس
نے بتایا کہ آپکے باپ نے ہمین ایک تعویذ دیا تہا جس سے بیڑا پار ہوگیا۔

عرب جیسا مشرک ملک لوگون کو یقین کہ یہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مقرب
بارگاہ الٰہی بنتا ہے بس یہ تو سب کام کرا دیگا۔ آپ ان کی شرک آمیز قوت سے کچھ فائدہ نہین
اٹھاتے بلکہ صاف کہتے ہین۔ میرے پاس خزانے نہین مین غیب دان نہین مین دیوتا
کا اوتار نہین۔ مین تو ایک بشر ہون جو حکم آتے اسکی تابعداری کرتا ہون۔ اللہم صل علی محمد

۱۷۔ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۲)

انذر بہ الذین یخافون۔ وعظ ان کے لئے مفید ہوتا ہے جنہین یوم الحشر کا
خوف ہے۔

ولی۔ ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والا۔

ولا تطرد الذین۔ انبیاء ایک آدمی کو وعظ نہین کہتے کیونکہ ممکن ہو کہ ضائع چلا جاوے
اس لئے وہ عام مجلس مین سمجھاتے ہین تا کوئی سعادتمند روح نجات پاجاتے۔

نبی کریم نے فرمایا ہے۔ رب مبلغ اوعی بالسامع

وجہ۔ اس کی ذات اور توجہ۔

تاب من بعدہ واصلح۔ توبہ کے ساتھ اصلاح کی قید ہے۔

المجرمین۔ جناب الٰہی سے قطع کرنے والے۔

۱۸۔ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

نبی کریم جس ملک مین جس وقت رہتے تہے۔ وہ ملک وہ وقت عظیم الشان بت پرستی
کا تہا۔ کعبہ کے اندر ۳۶۰ بت پوجے جاتے تہے۔ عیسائی جو تہے وہ حضرت مریم کے پجاری
تہے ایک کتاب مین مین نے پڑہا ہے کہ مریم کے بت کو روپہلی گوٹے کناری کے کپڑے
بھی پہنائے جاتے تہے۔ بت پرست کی عقل عجیب طور پر ماری جاتی ہے۔ ایک عظیم الشان
بت پرست کا ذکر ہے کہ وہ اکتوبر کے آخری دنون مین توشہ خانے مین تنہا بیٹھا بڑے
اہتمام کے ساتھ درزی سے کچھ کپڑے پشمینے کے سلا رہا تہا مین انکو دیکھ کر بہت حیران
ہوا کیونکہ وہ کپڑے کسی انسانی قد کے معلوم نہین ہوتے تہے دریافت کرنے پر معلوم
ہوا کہ سیتا جی کے ہین۔ مین نے درزی سے کہا اس مین روئی بھی ڈال دینا۔ سردی کا
موسم ہے (مولانا کا مطلب اس کی فطرت کو بیدار کرنے کا تہا وہ بول اٹہیگا کہ روئی
کی کیا ضرورت ہے بت کو سردی تہوڑی ہی لگتی ہے۔ پہر اعتراض ہو سکتا کہ پشمینے کی پہر
لباس کی کیا ضرورت ہے)

اس پر وہ خاموش رہ گیا۔ سوا اس کے کچھ نہ کہا آپ مذہبی معاملہ مین بہی ٹہٹے نہین
بت پرستون کی عجیب عجیب حکایتین ہین۔ کہین گرمی سے بے ہوش ہو کر پتہر پر گر
پڑے۔ خون نکلنے سے ہوش آیا تو اسی پتہر کو پوجنا شروع کر دیا کہ یہی ہوش مین لایا
میرے تین لڑکے مر چکے ہو۔ ایک ہندو دوست نے مجھے کہا کہ میرے باپ کے اولاد نہین
ہوتی تہی۔ وہ پیتے میری ماں کو کہلائے گئے۔ تب مین اور میرا بہائی ہوئے۔ یہ تجربہ
شدہ بات ہے ... ... پس آپ بہی آزمائیے۔ جیسے دواؤن کو آزماتے ہین
اگر آپ کو شریعت مانع ہو تو آپ کی طرف سے مین ترکشا دیوی کی منت کرون گا۔ مین نے
کہا آپ تکلیف نہ کرین دیوی نے آپکے باپ کو آپ جیسا دائم المریض آپکے بہائی جیسا
پاگل دیا۔ مجھے ایسی اولاد نہین چاہئے۔

غرض بت پرستی مین عقل بالکل ماری جاتی ہے۔ بت پرست یہ نہین سمجہتا کہ دنیا کی سب
چیزین میری خادم بنائی گئی ہین اور پہر اپنے خادمون کو مخدوم بلکہ معبود بناتا ہون

مفاتح۔ جمع ہے مفتح کی۔ جس کے معنے خزانے کے ہین۔ قارون کے
بیان مین بہی مفاتحہ آیا ہوا ہے۔ جس سے مراد خزانے ہین۔ مفاتیح نہین کہ چابیان
اس کے معنے ہون۔

۱۹۔ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۴)

ہمارے ملک مین بعض الفاظ کے معنے غلط کرتے ہین مثلاً قاہر ہے اس کو قہر و
غضب کے معنون مین لینا سخت غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

ھو القاھر فوق عبادہ یعنی قاہر کے معنے یہ ہین کہ بندے دوسری مخلوق پر غالب
ہین تو خدا بندون پر۔

حفظۃ۔ انسان جب سے پیدا ہوتا ہے اپنی نگہبانی کے سامان مہیا کر رہا ہے موت سے
بچنے کے لئے کئی دوائین تلاش کین۔ جب کچھ چارہ نہ دیکھا۔ تو بی بی کو اپنا جوڑا بنایا
تا مین نہ رہون تو اولاد ہی رہے۔ لیکن خدا فرماتا ہے میرے ہی بچانے سے بچتے
ہین۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔

اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا۔ جب موت آتی ہے ہمارے فرستادے روح
قبض کر لیتے ہین۔ مگر روح کو فنا نہین اس لئے فرمایا۔ ثم ردوا الی اللہ۔ پہر
اللہ کی طرف لوٹائے جائین گے۔ وہان آخرت مین ہی نجات خدا کے ہاتہ مین ہے
اس کے ثبوت مین دنیا کی مشکلات سے نجات کے لئے فطرت کی گواہی پیش کی ہے۔

تدعونہ تضرعا وخفیہ۔ معلوم ہوتا ہے اس زمانہ کے مشرک نہین تہے۔
کیونکہ مسلمانون کا شرک اس حد تک مین نے دیکھا کہ دریا مین کشتی خطرے مین پڑے
تو ہماری طرف بہاؤ الحق کا نام لیتے ہین۔ عدن کے قریب یا ادروس کہتے ہین۔
افسوس! مسلمانون مین کوئی عبادت خدا سے مخصوص نہین رہی۔ طواف۔ سجدہ
ہاتہ باندہ کر دعا۔ قربانیان۔ روزے۔ مال کا عشر۔ حتےٰ کہ صلوٰۃ (غوثیہ) سب غیراللہ
کے لئے بہی کرتے ہین۔ ایک بڑا پیر تہا مین نے دیکھا کہ وہ جنوب کی طرف جہک کر
نماز پڑہتا ہے۔ پوچہا تو کہا ہمارے حضرت اسی طرف ہین ہمارا قبلہ تو وہی ہین
اب ان کا قبلہ کوئی اور ہو تو خیر! اس وقت مجہے یہ آیت یاد آئی۔ ما جعلنا القبلۃ
التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول۔ (باقی آیندہ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ ہفتم

سورۃ انعام

مورخہ ۱۹ - جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۴)

گذشتہ سے پیوستہ

عذاباً من فوقکم - فوق کے تین معنے ہیں کوئی ظالم بادشاہ مسلط کر دے - بیرونی دشمن حملہ آور ہو - ہوائیں ایسی آویں جن سے لوگ پہاڑوں کے نیچے دب کر مر جائیں۔ اومن تحت ارجلکم - اس کے بھی تین ہی معنے ہیں - زلزلوں سے زمین پھٹ جائے خسف ہو جائے اپنے نوکروں کے ہاتھ سے ہلاک ہو جاویں - جن کو ذلیل سمجھا ہوا ہے وہی تسلط پا جاویں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی میری قوم کو بیرونی دشمن سے بچا۔ حدیث میں ہے کہ پروردگار نے فرمایا - میں نے قبول کی - پھر عرض کیا کہ خانہ جنگیوں سے ان کا استیصال نہ ہو - یہ دعا بھی قبول ہوئی - پھر باقی رہ گیا - یذیق بعضکم باس بعض - چونکہ یہ نتیجہ تھا قرآن کی نافرمانی کا - و نسوا حظاً مما ذکروا بہ فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء - اسلئے یہ برقرار رہا - میں تم سے پوچھتا ہوں کہ غیروں سے تم نے لڑائی کی کہ انہوں نے مسیح کو زندہ کہہ کر قرآن کو چھوڑا - گویا نسوا مما ذکروا بہ کے مصداق ہوئے - مگر تم لوگ آپس میں لڑائی کرو - تو انا للہ ہی پڑھنا چاہیئے۔

اس میں پیشگوئی بھی تھی یہ تمام عذاب اہل مکہ پر آئے باہر سے نبی کریم نے حملہ کیا خود اپنے ماتحتوں سے مشرک قتل ہوئے۔

کذب بہ قومک - اس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا - مالیر کوٹلہ میں شیعہ بہت ہیں - ساڈھورہ سے ایک اشتہار آیا - کہ کوئی سنی ابو بکر کا ایمان ثابت کر دے ایک حدیث مسلمہ اہل سنت میں ہے کہ عائشہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپکو بڑی تکلیف کس سے پہونچی تو آپ نے فرمایا تیری قوم سے - اب قوم کسی آدمی کی باپ والے ہی ہوتے ہیں؟ میں نے کہا - کذب بہ قومک کے معنے بھی حل ہو گئے - آخر نبی کریم کی قوم عبد اللہ - ابو طالب - اور علی ہی تھے اپر شیعہ ایسے شرمندہ ہوئے کہ پھر اشتہار چھپا دیا۔

یخوضون - خوض کا ترجمہ ٹھیٹھ پنجابی میں بہت موزوں ہے کھچ

لا تقعد - بالکل نہ بیٹھے یا بیٹھے تو جب یاد آئے اُٹھ جائے۔

لعباً - بے حقیقت۔

لھواً - غفلت غافل۔

کالجوں میں کس قدر غفلت کا سامان موجود ہے اور دین کو کیا بے حقیقت سمجھا جاتا ہے اسلئے کالجیئٹوں کو بڑے ہی استغفار کی ضرورت ہے کیونکہ یہ لوگ تو غفلت اور سیاہ دلی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

تبسل - کے پانچ معنے صحابہ اور تابعین سے مروی یاد ہیں - تسلم (سونپا جائے) تحبس (بند کیا جائے) ترتھن رہن پڑ جائے - تجزی - سزا دیا جائے - تحرم (حرام کیا جائے)

۲۰ - جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۵)

استھوتہ - نیچے اُتار دیں۔

الشیطین - بدمعاش - الشیطین ہلاکت والی روحیں مسافر کو نیچے کھو میں اتار دیں تو پھر وہ حیران رہ جاتا ہے۔

جو بدکار ہیں - یا بدکاروں کے آشنا - اگر کیا مدارات مل سکے - بدصحبت ہو - جہاں تمسخر ہو رہا ہو وہاں کوئی بھلا مانس چلا جائے تو وہ بھی کوئی بات تمسخر کی دیکھ سنا ... بدصحبت میں نہ بیٹھو۔

حدیث میں آیا ہے کہ کسی شخص کے حالات معلوم کرنے ہوں اس کے دوستوں کو دیکھو ان المرء علی دین حبیبہ - مومن کو چاہیئے کہ دعا کرے کہ شہر والے مجھ سے محبت کریں پر میں سب سے محبت کروں۔

وامرنا لنسلم - یہ وہی اللہ نے آپکی راہ بتائی ہے۔

الیہ تحشرون - اگر کسی کا تصور ہو جائے تو انسان اس کے سامنے نہیں ہوتا - پر خدا کے حضور ضرور جانا ہے - ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا - لا تنفذون الا بسلطٰن۔

عالم الغیب والشھادۃ - غیب جاتا نہیں - شہادت جو موجود ہیں۔

لابیہ - آب عام ہے مراد کوئی بزرگ رشتہ دار والا مراد نہیں کیونکہ ابراہیم نے آخر میں جو دعا کی ہے - اس میں آنکھ ہے - ربنا اغفرلی ولوالدی - حالانکہ دوسری جگہ واغفر لابی کہنے کی ممانعت آئی ہے۔

کذالک - بسبب اسی فرمانبرداری اور جوش توحید کے۔

ولیکون - انجام یہ ہوا کہ وہ یقین کرنیوالوں میں سے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب سے میں نے پوچھا - یقین کی کوئی انتہا بھی ہے - فرمایا - جب میں بچہ تھا تب بھی خدا پر ایمان تھا جب جوان تھا تب اور ایمان بڑھا جب کچھ پڑھا تب اور ایمان بڑھا - پھر جب الہام ہوا - پھر اور ایمان بڑھا پھر الہاموں کو پورا ہوتے پایا پھر اور ایمان بڑھا۔

پس یقین کی کوئی حد نہیں اور مراتب یقین کی کوئی حد نہیں۔

کوکب - مرکری - اس کی بہت پرستش ہوتی ہے - ہندو کام دیوتا اسی کو کہتے ہیں۔

هذا ربی۔ یہ اشارہ بطور تحقیر کے ہے۔

لم یھدنی ربی۔ اگر مجھے ہدایت نہ کی ہوتی۔ معلوم ہوا کہ آپ اس سے پہلے ہدایت یاب تھے۔ یہ نہیں کہ اس وقت بھول سے تارے چاند کو رب کہہ رہے تھے۔

والشمس بازغۃ۔ جب سورج برج حمل میں آتا ہے۔ تو مجوسی آتشی شیشے کے آگے سیاہ کپڑا رکھ دیتے اور چندن کی لکڑیوں کو آگ لگاتے پھر وہ برس تک محفوظ رکھتے اور موم بتیاں شام کے وقت اس سے جلاتے اور کہتے۔ لے سورج تو غروب ہو چلا۔ پر یہ تیری ہی آتش کا فیض ہے کہ بتیاں روشن ہوئیں۔ یہ دراصل چوٹ کی ہے۔

لم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ اس کے سننے سے صحابہ نے نبی کریم سے پوچھے ہیں کہ ماینا لم یظلم یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔

۲۱ - جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۶)

تلک حجتنا۔ یہ بات خوب یاد رکھو کہ کبھی اپنی طرف سے مباحثہ کی ابتدا نہ کرو اور اپنے علم پر مغرور نہ ہو بلکہ جب چاروں طرف سے بات گلے پڑ جاوے تو اس وقت دعا کرے کہ میرا علم، میری قدرت، میری عقل ناقص ہے تو ہی اپنے فضل سے میرا معین و ناصر ہو۔ میں پچاس سال تجربہ کر رہا ہوں اسی طرز میں ہمیشہ کامیاب ہوا ہوں۔ تلک حجتنا میں بتایا کہ وہ ہذا ربی کی دلیل خدا کی طرف سے دی گئی ہے۔

هذا ربی۔ یہ بطور استفہام ہے۔

نرفع درجٰت من نشاء۔ اس میں بتایا ہے کہ یہ کوئی ابراہیم کی خصوصیت نہیں۔

۲۲ - جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۷)

ما قدروا اللہ حق قدرہ۔ لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں جانی اس کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

ما انزل اللہ علی بشر من شیء۔ اللہ نے کسی بندے پر کچھ نازل نہیں فرمایا۔ ہمارے ملک میں ایک فرقہ برہمو سماج کا ہے۔ برہمو سماج والے تمام مذاہب عالم کے ساتھ نہایت ہی نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں مگر جب گند بولنے پر آتے ہیں۔ تو ایسا گند بولتے ہیں کہ سب انبیاء کو کذاب قرار دیا ہے کیونکہ ان کا یہی عقیدہ ہے۔ ما انزل اللہ علی بشر من شیء۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ انبیاء نے بڑی تحدی کے ساتھ باصرار کہا کہ ہم پر یہ خدا کی وحی نازل ہوئی ہے اور ہمارا اس کلام میں کچھ دخل نہیں۔ یہ لوگ او کذب بالحق لما جاءہ۔ کی مد میں آتے ہیں۔

چونکہ ایک یہودی نے ایسا کہا اس لئے اس کو جواب دیا گیا۔

من انزل الکتٰب الذی جاء بہ موسیٰ۔ کہ وہ کتاب جو موسیٰ پر اتری تھی اسے تم مانتے ہو وہ کیا وحی الٰہی نہ تھی۔

برہموؤں کے لئے بھی یہی جواب ہو سکتا ہے کہ موسیٰ کو فرعون کے مقابلہ میں جو نصرت ہوئی۔ کیا ایک کذاب مفتری کی ایسی نصرت ہو سکتی ہے۔

قراطیس۔ معمولی کاغذ قرار دے رکھا ہے۔

مالم تعلموا۔ احمدی قوم کو مخاطب فرما کر حضرت مولانا نے قرآن مجید اور اس کی تفاسیر اور اس کے پڑھنے کے متعلق تمام سہولتوں کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ اس سے پہلے زمانے کے لوگوں کے لئے یہ اسباب نہ تھے۔ پھر آپ نے ولقد یسرنا القرآن کی تفسیر میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے طور پر تحقیق حق کے لئے بیٹھتا۔ تو اس کے لئے ضروری تھا تمام مذاہب عالم کی کتابوں کو اول سے آخر تک مطالعہ کرنا۔ مطالعہ کرنے کے لئے ان کی زبان کا صحیح علم حاصل کرنا۔ پھر انتخاب کرنے کے بعد (جو کام ایک انجمن سے ہو سکتا ہے) کچھ صداقتیں اکٹھی کرنا پھر بھی ان کے فیصلہ کرنے میں عاجز تھا۔ لیکن قرآن مجید نے دنیا کے مذاہب کی تمام صداقتوں کو نہ صرف جمع کیا۔ بلکہ ان دعاوی کے دلائل بھی دئے ہیں۔ جو صرف اسی کتاب کا خاصہ ہے۔ دیکھئے اس پہلو سے قرآن کریم حصول صداقت و حق کے لئے کس قدر آسان ہے۔

والذین یؤمنون بالآخرۃ یؤمنون بہ۔ یہ آیت ان لوگوں کے لئے جو صرف ایمان باللہ و ایمان بالآخرۃ کو ہی ذریعہ نجات ٹھہراتے ہیں ایک حجت قوی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو آخرۃ پر ایمان لاتے ہیں ان کے ایمان کا نشان یہ ہے کہ وہ قرآن کی بات پر بھی ایمان لاتے ہیں اور پھر نماز کی پابندی کرتے ہیں اور نماز ہی ایسی چیز ہے جو مسلمانوں کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کرتی ہے۔ بعض لوگ من آمن باللہ والیوم الآخر آیت کو قرآن مجید سے پیش کیا کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس آیت کو نہیں پڑھتے ایسوں کے لئے چھٹے پارہ کے پہلے رکوع میں خدا نے فرمایا ہے۔

یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا۔ اولئک ھم الکٰفرون حقاً

ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت۔ ایسے ظالم جو افتراء وحی کے مدعی ہوتے ہیں وہ ضرور ہلاک ہوتے ہیں اور ذلت کی موت مرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ تجزون عذاب الھون۔

خولنٰکم۔ اتیناکم اصلناکم۔ جو کچھ مال مویشی وغیرہ تمہاری بھلائی کے لئے دیا۔

۲۴ - جولائی سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۸)

کیسی قدرت نمائی ہے ایک دانہ ہوتا ہے اس سے کئی دانے بنا دیتا ہے۔ بڑ کا بیج کیسی باریک چیز ہے۔ مگر اس سے خدا بڑ جیسا عظیم الشان درخت نکالتا ہے تخم ریزی جو ہوتی ہے۔ تو گویا جو کچھ ہوتا ہے۔ گھر سے باہر نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر پرندے چرندے کیڑے ہزاروں بلائیں ہیں ان سے محفوظ رہ کر کیا سے کیا بن جاتا ہے۔ اسی طرح خدا ادنیٰ سے اعلیٰ بنا دیتا ہے۔ پھر اسی طرح گٹھلی کیا چیز ہے۔ مگر اس سے کیا کیا درخت بنتے ہیں۔

فالق الحب والنوٰی۔ ہے اس کے سوا کون ہے جو کیمیاوی ترکیب سے یا کسی کل کے ذریعے بیج سے اتنا بڑا درخت لگا دے۔

میں نے ایک مشکل کے وقت یہی دعا کی تھی کہ جو دانہ سے گٹھلی سے اتنا بڑا

درخت بنا دیتا ہے۔ مجھے بھی بارآور کر۔

یخرج الحی من المیت ۔ گندون کے گھر مین پاک پیدا کر دیتا ہے۔

یخرج المیت من الحی۔ بڑے بڑے زندون کے مُردے پیدا ہوتے ہین۔ دیکھو۔ آدم کا ایک بیٹا۔ نوح کا بیٹا۔ سلیمان کا بیٹا۔ اس مین ہم کو دو امید ین دلائین۔ کہ اگر ہمارے بزرگ سست تھے تو پروا نہین ہم چُست ہو سکتے ہین اور ہم چُست ہین تو گھمنڈ نہ کرین کیونکہ ممکن ہے ہماری نسل سست ہو

فانی تؤفکون ۔ خدا تعالےٰ سمجھاتا ہے کہ جیسے دانہ سے درخت اور درخت سے گٹھلی کا ذرہ موص ناپائے نشان سے نام و نمود والے بناتا ہون۔ ویسے مین ان چند مسلمانون کو بہت بڑی قوم بنا سکتا ہون۔ یہ ذلیل سمجھے جاتے ہین۔ پر مین انہین عزت دونگا۔

فالق الاصباح ۔ اب یہ چوتھی مثال دیتا ہے کہ مین صبح کیوقت رات کو پھاڑ کر دن نکالنے والا ہون۔

جعل اللیل سکنا۔ رات اندھیری ہے قیدی و بادشاہ کا ایک رنگ ہوتا ہے۔ خوبصورت۔ بدصورت۔ بیمار تندرست سب یکسان ہو جاتے ہین بلکہ بعض وقت بادشاہ خواب دیکھتا ہے۔ مین قید ہو گیا اور قیدی خواب دیکھتا ہے مین بادشاہ ہو گیا۔ نیند کے بھی عجائبات بے شمار ہین۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا۔ کہ خواب کے عجائبات کے متعلق حکمار کی کیا رائے ہے مین نے کہا ہم کتاب کیون دیکھین۔ جب کہ ہم بھی سب کچھ دیکھتے ہین۔ اس نظارہ مین حکمار کی تخصیص نہین۔ اب اس سے بڑھ کر ایک اور نظارہ قدرت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

والشمس والقمر حسبانا۔ حسبانا کے معنے مین اپنے محور پر گردش کرنا۔

جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا۔ ایک ستارہ تو وہ ہے۔ جس پر تمام جہاز رانی موقوف ہے یعنے قطب ۔ قطب نما ایسی چیز ہے۔ کہ آجکل تمام جہاز اسی پر چلتے ہین۔ عرب ۔ دوسرے ستارون سے بھی بہت کام لیتے اور راہ پاتے

خدا تعالیٰ یہ تمام نظارے اپنی قدرت کی بیان فرما کر سمجھاتا ہے۔ کہ بڑا ہی نادان ہے وہ جو مسئلہ نبوت کا منکر ہے۔ ان معمولی پڑاؤن اور منزلون کے لئے تو اوس نے رہنمائی کا اتنا بڑا سامان مہیا کیا ہو اور اس کی سنت ہو کہ ظلمت کے بعد روشنی عطا کرے لیکن اپنے حضور پہونچنے کے لئے کوئی شمس کوئی قمر کوئی ستارہ نہ ہو۔ یہ ہرگز نہین ہو سکتا۔

اے منکران نبوت جب تم فضل آلہی سے نفع اٹھاتے ہو تو قول آلہی سے بھی اُٹھاؤ۔ مین تو دیکھتا ہون کہ جب سے ریل تار۔ موٹر وغیرہ بنے ہین۔ اس وقت سے خدا تک پہونچنے کی راہین بھی سہل ہو گئی ہین۔ ایک زمانہ تھا کہ صحابہ کے لئے بہت سخت مجاہدہ تھا۔ یہان تک کہ جان بھی دینا پڑتی تھی۔ مگر اب تو یہ باتین نہین۔

مستقر ۔ جہان ٹھہرنا ہے۔ یعنی بہشت۔

مستودع ۔ جہان بطور امانت عارضی قیام تھا۔ ماں کا پیٹ۔ پھر ماں کی گود۔ پھر گھر کا صحن پھر وطن یہ سب عارضی ہی ہین۔

من السماء ماءً ۔ جیسے آسمان پر سے پانی اُترتا ہے۔ اسی طرح وحی کا نزول بھی ہے۔ ادہر قرآن ۔ رسول کریم کی پاک تعلیم ہے اور ادہر لوگون کی سرزمین اس آب حیات کو قبول کرنے کو تیار ہے۔ جیسے مینہ اترتا ہے تو ہر قسم کی روئیدگی اُگتی ہے اور ایک نیا لباس عطا ہوتا ہے اسی طرح وحی آلہی کے وقت ہر چیز مین نشو و نما ہوتا ہے اور زمانہ مین ایک تبدیلی پیدا ہونی چاہتی ہے۔ جسے کوئی روک نہین سکتا۔ پھر اس پانی سے قسم قسم کے درخت اور طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہین اسی طرح وحی آلہی سے ہر قسم کی علم و ہنر و تہذیب مین ترقی ہوتی ہے۔ لیکن جیسا کہ ایک دانہ کے بیجنے کے وقت ایک نادان کہہ سکتا ہے کہ او ہو یہ تو مٹی مین مل گیا۔ اسی طرح اس رسول کی قوم پہلے حقیر و ادنےٰ سی معلوم ہوتی ہے۔ مگر وہ فالق الحب والنوی ۔ اسی کو ادنے سے اعلےٰ ۔ بے برکت سے بابرکت ۔ ناچیز سے چیز بنا دیتا ہے ۔ لوگ خدا کی رحمت سے ناامید ہوتے ہین۔ مگر مین تو دیکھتا ہون۔ اس نے ایک وقت مین ایک بے جان لکڑی سے جو چند پیسون کی ہو گی ۔ خدا کہلانے والون کا تختہ الٹ دیا (موسیٰ کا عصا) ہمارے حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کسی کو خوشی ہے کہ میرے پاس مال ہے کسی کو خوشی ہے کہ میری اولاد بہت ہے اور کسی کو خوشی ہے کہ میرا جتھا بہت ہے۔ پر مین خوش ہون کہ میرا خدا جو ہے وہ قادر مطلق ہے۔

(خاکسار اکمل نے رباعی عرض کی ہے۔

کوئی خوش ہے کہ مین ہون صاحب اولاد بڑا
کوئی خوش ہے کہ مرا بھائیون کا ہے یہ جتھا
کوئی خوش ہے کہ مرے پاس ہے دولت اکمل
اور مین خوش کہ مرا قادر مطلق ہے خدا)

وجعلوا للہ شرکاء ۔ احمق لوگ خدا کو جب چھوڑتے ہین ۔ تو پھر پتھرون کی۔ پھر ادنےٰ سے ادنےٰ چیزون کی پرستش شروع کر دیتے ہین یورپ امریکہ نے اس خدا کو چھوڑا ۔ تو ایک انسان کو خدا ماننے پر مجبور ہوئے

مورخہ ۲۷ ۔ جولائی ۱۹۰۸ء

(رکوع نمبر ۱۹)

بدیع السموات والارض ۔ پہلے رکوع مین یہ بات ذکر کی ہے۔ کہ دانہ کو مین کھولتا ہون۔ گٹھلیون سے درخت۔ میتت سے حی بناتا ہون۔ دانہ سے گٹھلی بڑی۔ پھر آگے چاند اس سے بھی بڑا۔ پھر اس سے بڑھ کر شمس و قمر۔

اب اس سے بڑھ کر بتاتا ہے۔ آسمان و زمین۔
باوجود قدرت کے نظارے کہنے کے پھر بھی خدا کا بیٹا ایک انسان کو قرار دیتے ہیں۔

انجیل کی بات! جو بات تو نے حکیموں کی نظر سے چھپائی۔ وہ بچوں کو دکھائی۔ صادق آتی ہے۔ انگریز کیسے عقلمند اور پھر اس معاملہ میں کیسے کودن نکلے۔ **کفارہ اور تثلیث جس پر اڑے ہیں کوئی چیز ہے!**

لم تکن له صاحبة۔ نتیجہ جو ہوتا ہے۔ دو چیزوں کے ملنے سے۔ پس عورت کا ہونا لازمی ٹھہرا۔ **تم صاحبہ مانتے نہیں اور بیٹا بناتے ہو!**

ایک عورت مسیح کے پاس آئی کہا۔ میرے بیٹوں نے تمہارے لئے سب کچھ چھوڑ دیا۔ جب تو بادشاہ ہوگا ایک کو دائیں ایک کو بائیں بٹھائیو! کہا یہ تو مولیٰ کے اختیار میں ہے۔ پھر قیامت کے بارے میں کہا۔ اس گھڑی کا علم مجھے نہیں۔ الوہیت کا دار صفات کاملہ پر ہے۔ اور مسیح میں اسکے اس بیان سے علم و قدرت ہی نہیں۔

لا تدرکه الابصار۔ اب رد الوہیت کی ایک اور دلیل فرماتا ہے کہ مسیح کو تو آنکھ نے احاطہ کر لیا۔ حالانکہ اللہ کا احاطہ نہیں ہوتا۔

وهو اللطیف۔ یہ لا تدرکه الابصار کا ثبوت ہے۔

الخبیر۔ یہ هو یدرک الابصار کا ثبوت ہے۔

بصائر۔ انسان کی فہم و فراست کا سب سامان موجود ہے۔

ومن عمی فعلیها۔ کوئی کہے کہ ہمیں نفع کی ضرورت نہیں۔ فرمایا نفع نہ اٹھاؤ گے۔ تو اندھے ہو کر دکھ پاؤ گے۔

وما انا علیکم بحفیظ۔ تم جان بوجھ کر اندھے بنو گے۔ تو میں تمہارا لاٹھی پکڑنے والا نہیں کہ ذمہ دار ہوں۔

انتم۔ یہ خطاب عام ہے۔

لا اله الا هو۔ یہ تمام وحیوں کا خلاصہ ہے کہ وہ معبود ہے۔ جس کے فرمان پر عمل کیا جائے۔ ایک طرف رسم عادات۔ احباب بلاتے ہیں۔ دوسری طرف اللہ کا حکم۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے۔ **کہ بندہ اللہ کا فرمانبردار ہے یا نفس کا اور احباب کا۔**

لا اله الا الله۔ کس دل سے مانا ہے۔

یروشلم کے محاصرہ میں پادریوں نے کہا تمہارا خلیفہ آوے تو اسے ہم دخل دے دیں۔ حضرت عمر اسی سادگی میں روانہ ہوئے۔ غلام کے ساتھ باری باری اونٹ پر چڑھتے آتے تھے۔ ابو عبیدہ نے عرض کیا۔ آپ کپڑے بدل لیں۔ گھوڑے پر سوار ہوں۔ آپ نے یہ عرض مان لی۔ مگر تھوڑی دور جاکر گھوڑے سے اتر بیٹھے۔ کہا میرا وہی لباس اور اونٹ لاؤ۔ آپ جب گئے۔ تو بطریق وغیرہ نے رعب میں آکر ہتھیار پھینک دیئے کہ اس سپہ سالار کا مقابلہ ہم نہیں کرسکتے پس میں کس بُرے الناس باللباس کہنے والوں کا قائل ہو جاؤں۔ وجہ کیا تھی تو اللہ کا فرمانبردار بن۔ سب مخلوق تیری فرمانبردار ہو جاوے گی۔

ولو شاء الله ما اشرکوا۔ جبر سے کام لیتا تو کوئی مشرک نہ رہتا۔
اب ایک اخلاقی تعلیم پیش کرتا ہے کہ حق بات کہو۔ دین کی تبلیغ کرو۔ مگر کسی کے بزرگ کو گالی نہ دو۔ نہ رام چندر کو نہ کرشن کو۔ نہ بدھ کو۔ اور نہ کسی اور کو

کذلک زینا لکل امة عملهم

اس آیت کا ترجمہ نہایت گندہ کیا جاتا ہے۔ کسی معبود کو بُرا نہ کہو ورنہ ہمارے مولیٰ کو بُرا کہیں گے اسی طرح خوبصورت خوبصورت کرکے دکھلایا ہے۔ ہم نے ہر قوم کے لئے وہ کام جو ان کو کرنا چاہئے۔ یعنے جو عمل ہم ان سے کرانا چاہتے ہیں۔ اس کی خوبصورتی ہم نے اسی طرح بیان کی۔ دیکھو اللہ کا بیٹا نہ بنانے اور شرک کی برائی کے لئے کیسے معقول دلائل دئے ہیں۔

لئن جاءتهم اٰیة۔ معجزات کے منکر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ نبی کریمؐ نے کوئی نشان نہیں دکھلایا۔ یہ بات غلط ہے۔ انما الآیات عند الله میں تو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ میرے اللہ کے پاس تو ایک چھوڑ کئی آیات ہیں۔ میں کیوں نہ نہیں نشان دکھلاؤں گا۔ جس مولیٰ نے مجھے بھیجا اس کے پاس تو آیات ہیں پس وہ نشان کیوں نہ دکھلائیگا۔
کما۔ کیونکہ۔

پارہ ہفتم کے یہاں نوٹ ختم ہوئے

الحمد لله رب العالمین

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ ہشتم

(سورۃ انعام)

مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۰۹ء رکوع نمبر ۱

۱۔ انسان تیز دریا بہتا دیکھ کر دوڑتا چلا آئے کہ اس سے پار نکل جاؤں تو وہ بیوقوف ہے۔

۲۔ کسی شخص نے مرغے کو بازو پھڑپھڑا کر اذان دیتے دیکھا کہا میرے سامنے اکڑتا ہے۔ میں بھی ایسا کروں گا۔ پھر مرغا ایک دیوار سے دوسری دیوار پر چلا گیا اس نے بھی زقند لگائی۔ تو گر پڑا اور مرگیا۔ یہ حد سے بڑھنے کا نتیجہ ہے۔

۳۔ قرآن نے مثال دی ہے کہ ایک شخص دور سے سراب دیکھ کر اسے پانی سمجھا پانی کے لئے دوڑا جب وہاں تک پہونچا تو کچھ بھی نہ پایا بلکہ پیاس اور بھی بڑھی۔ دیکھو پارہ ۱۸۔ الذین کفروا اعمالہم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماءً۔ الآیۃ۔ بعض لوگ غلطی سے جو چیز مفید نہیں اسے مفید سمجھتے ہیں اور مفت کی شیخیاں بگھارتے ہیں۔ جیسے مسلمان آگے قلعہ فتح کرنے پر ناز کرتے تھے اب بعض ایسے ہیں کہ کسی عورت سے ناجائز تعلق میں کامیاب ہوں۔ تو کہتے ہیں ہم نے قلعہ فتح کر لیا۔

۴۔ بد دیانتی یہاں تک بڑھی ہے۔ کہ جو معمار ہیں وہ جان بوجھ کر عمارت ناقص بناتے ہیں پوچھو تو کہتے ہیں ہمارا کام کس طرح چلے اور پھر ہمیں کون بلائے۔ حالانکہ ایسے لوگ ہمیشہ غریب رہتے ہیں۔ غرض انسان جس راہ پر اپنے تئیں ڈال لے اسی کے موافق نتیجہ نکلتا ہے دیکھو حق کو نہ ماننے کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ

نقلب افئدتہم وابصارہم۔ سمجھ بھی الٹی ہو گئی اور حق کے نہ ماننے پر بڑھتے بڑھتے سرکشی میں بھٹکتا رہتا ہے۔

لو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ۔ یہاں تک کہ اگر فرشتے بھی اتریں۔ موتیٰ کلام کریں تو بھی نہ مانیں۔ بڑے بڑے بدکاروں کو بدی کرتے کرتے نیکی کا خیال اٹھتا ہے یا کسی وقت ان کے دلوں میں بھی نیکی کی تحریک ہوتی ہے۔ جلد پھر باوجود اسکے نزول ملائکہ ... نہیں مانتے۔

کلمہم الموتیٰ۔ یہ بھی اکثر لوگوں کو اتفاق ہوتا ہے۔ کہ خواب میں کچھ ہدایت ہوتی ہے مردہ کچھ ان کو بتاتا ہے مگر پھر بھی نہیں مانتے۔

حشرنا علیہم کل شیء۔ ہر بدکار کو کسی نہ کسی سزا کے نیچے دیکھتے ہیں مگر پھر بھی عبرت نہیں پکڑتے۔

وکذالک جعلنا۔ ایسے ہی بدکار لوگ پھر بڑھتے بڑھتے انبیاء کے انکار پر کمر باندھ لیتے ہیں۔

شیاطین الانس والجن۔ بعض اپنے تئیں ظاہر طور پر مقابل کرتے ہیں۔ بعض چھپے رہتے ہیں۔ اور خبیث روحوں کا ان سے تعلق ہو جاتا ہے۔

زخرف القول۔ ملمع سازی کی باتیں۔

انزل الیکم الکتاب۔ بدکاریوں کے علاج کے لئے فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کی طرف توجہ کرو مفصلاً۔ جسمیں نیکی بدی کی تفصیل جدا جدا دی ہے۔

الا الظن۔ اکثر لوگ اپنی اٹکل بازی سے نیکی بدی کی تشریح کرتے ہیں اور یہ بالکل غلط ہے۔

مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱ و رکوع ۲)

فکلوا۔ جس طرح ایک جانور خاموش مالک کے آگے گردن رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے مولیٰ کے آگے سر رکھ دے چونکہ جانور پر مولیٰ کا نام لیا جاتا ہے اس لئے ہمیں اس کے ذبح میں ایک تعلیم حاصل کرنا چاہیئے۔

حرمت کے چار قسم کے درجے ہیں۔ ایک وہ حرام ہے جو انسان کی جان کو ہلاک کر دے مثلاً سم۔ دوم۔ وہ جو اخلاق میں شہوت و غضب کو بڑھائے۔ مثلاً سوؤر

سوم۔ وہ جو طبعی قوتوں کو برباد کرے مثلاً لہو۔ جسکی زہر تشنج۔ استرخاء پیدا کرتی ہے چہارم وہ قومیں جو غیر اللہ کا نام استعمال کرتی ہیں۔ ان میں آیات کے سمجھنے کی قوت نہیں رہتی۔

وذروا ظاہر الاثم وباطنہ۔ گناہ دو قسم کے ہیں۔ ایک ظاہر کسی کا مال چرا لیا دکھ دے دیا۔ جھوٹ بول لیا۔ ایک باطن یعنے مخفی گناہ۔ مثلاً کینہ۔ بغض۔ حسد۔ تکبر دوسرے کی تحقیر۔ حرص۔ کفر۔ بعض لوگ خدا کے منکر ہیں بعض منکر نہیں۔ مگر اس کی پروا نہیں کرتے۔ بعض اس خدا کے برابر کسی اور کو بھی قرار دیتے ہیں۔ اور مثال دیتے ہیں کہ جیسے بادشاہ کے پاس بغیر وزیر نہیں جا سکتے ویسے ہی خدا کے حضور بجز وسائط نہیں جا سکتے۔ یہ مثال غلط ہے کیونکہ بادشاہ بوجہ بشریت و عدم اطلاع معذور ہے مگر خدا تو سب کی سنتا ہے۔ چھت کے لئے بے شک سیڑھی کی ضرورت ہے۔ مگر خدا تو اقرب سے اقرب ہے۔

ان الذین یکسبون۔ اب عام اصول بتلاتا ہے کہ جو گناہ کرے اس کے نتائج ضرور بھگتیگا۔ جن لذتوں کے لئے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہی اس کے لئے وبال جان بن جاتی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ عفو نہ کرے۔

لیجادلوکم۔ مثلاً چوہڑے کہتے ہیں کہ خدا کی ماری حرام اور تمہاری ذبح کی ہوئی حلال۔ حالانکہ یہ ان کی غلطی ہے۔ ایک محبوب کے نام پر کشتہ ہے۔ اوَمَن کان میتاً۔ اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شیئاً۔ میں اس کی تفسیر ہے۔ جب تک انسان خدا کی فرمان برداری کی تہ کو نہیں پہنچتا۔ مردار ہی ہوتا ہے۔ لیکن جوں جوں خدا کی عظمت و جبروت کو سمجھتا ہے زندہ ہوتا جاتا ہے۔

جعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس۔ عقل و سمجھ و سچائی و کتاب الٰہی کا علم۔ لوگوں میں بھی اس کا ذکر کرتا ہے۔

فی الظلمات۔ ایسے بھی لوگ ہیں۔ جو افراد قوم۔ ملک کی بہتری تو کجا اپنی بہتری کو بھی نہیں سمجھتے۔ جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔

لیس بخارج منہا۔ ہر روز ضرور سوچو کہ بہ نسبت کل کے تم نے خدا سے نزدیک ہونے یا مخلوق پر شفقت کرنے میں کیا ترقی کی تا سمجھ آئے کہ ظلمات سے نور میں ایمان نے تیزی سے تمیز میں کہاں تک پہونچے۔ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ من استواہ یوماہ فھو مغبون۔

پس تم ضرور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو۔ اور ایک پہچان "نبوت" کی بتلائی ہے۔ وہ یہ کہ اکابر جو ہوتے ہیں وہ انبیاء سے قطع تعلق کرنے والے ہوتے ہیں۔ تم خدا کی بڑائی کے لئے وعظ کرو۔ امیر تمہارے بھی دشمن ہو جاوینگے۔

میرے سامنے کسی نے سوال کیا۔ کیشب۔ دیانند۔ سرسید۔ مرزا صاحب۔ چاروں اصلاح کے مدعی ہیں۔ ان میں کیا فرق ہے۔ میں نے کہا یہی کہ اکابر صرف مرزا صاحب کے دشمن رہیں۔

حتی نؤتی۔ ہم کو بھی الہام ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے زمیندار مالگزاری وصول کرنے والے کو کہے اگر بادشاہ نے یہ روپیہ لینا ہے تو وہ خود کیوں میرے گھر نہیں آتا

مورخہ ۳۱۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع نمبر ۲)

۱۔ اللہ تعالیٰ دلوں کی پہچان کا ذکر کرتا ہے۔ (۲) بعض مجتین۔ مکان۔ دوست ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے تعلق بدی کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ (۳) نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مجلس میں ستر بار سے زیادہ استغفار فرماتے تھے تاکہ قلب پر رین تک بھی نہ آئے۔ (۴) استغفار بہت ضروری ہے ورنہ رین پڑھتے پڑھتے ختم۔ قفل تک نوبت پہونچتی ہے۔ (۵) جو لوگ ہدایت پانے کے قابل ہوتے ہیں وہ حق بات کے ماننے کے لئے ہر وقت بشرح صدر تیار ہوتے ہیں۔ جیسے ابراہیم نے اسلم کے جواب میں اسلمت کہا۔

حرجاً فی السماء۔ پہاڑ میں ڈھوان۔ تنگ راستہ (خاردار جھاڑیوں سے پُر) پھر اس میں بلندی پر چڑھنا پڑے۔ تو تکلیف ہوتی ہے۔ ایسے ہی اس آدمی کا حال ہے۔

کانو یعملون۔ اضلال کن کا ہوتا ہے۔ جن کا سینہ حق بات کے ماننے سے تنگی کرے۔

یذکرون (آیتہ کر دن امری) لھم دارالسلام۔ احکام الٰہی کے ماننے کا فائدہ یہ ہے کہ ان کو دنیا میں قبر میں۔ قیامت میں ... میں۔ جنت میں سلامتی کا گھر ملتا ہے۔ پھر خدا اس مومن کا والی ہو جاتا ہے۔

ھو ولیھم۔ ایسے مومن پر غور کس قدر نعمتیں آئیں۔ وہ سلامتی کے ساتھ نکل جاتا ہے "ظلمات سے بتدریج نکلتا رہتا ہے۔ کئی قسم کی ظلمتیں ہیں۔ (۱) ظلمت جہل (۲) ظلمت رسم و عادت (۳) ظلمت حُب (حبک الشی یعمی ویصم) (۴) ظلمت افلاس و دولت۔ (۵) ظلمت مجلس (۶) ظلمت شرک (جس نے عیسائیوں کی عقل دین کے بارے میں باوجود اس قدر ترقی صنعت و حرفت کے ماردی ہے)

ربنا استمتع بعضنا ببعض۔ امراء سے روپے لئے۔ غریبوں نے اس کے معاوضے میں ان کے کام کئے۔

یکم۔ اگست ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۳)

انسان میں دو قسم کے قوے ہیں۔ ایک جن پر مقدرت (انسان کو) ہے۔ دوم جن پر کوئی مقدرت نہیں۔

پہلی قسم کے متعلق شریعت ہے۔ دوسری کے متعلق ہرگز نہیں اگر کوئی شریعت اس کے بارے میں حکم دے تو وہ شریعت جھوٹی ہے۔ دیکھو۔ رنگ قد۔ اندرونی پٹھوں ہڈیوں کے بارے میں کسی شریعت حقہ نے حکم نہیں دیا۔ ان

مشرک قوموں نے ایسے مسئلے گھڑے ہیں۔ مثلاً عیسائی کہتے ہیں "تین خدا ہیں مگر ایک ہے"۔ اس بات کو کوئی انسانی عقل باور نہیں کرسکتی۔ بت میں منتر پڑھنے کے بعد خدا آجانے کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔

زبان دونوں قسم کے قویٰ کا مظہر ہے۔ کڑوے کو میٹھا نہ کہیگی مگر ضد اکو گالیاں دلوالو۔ اسی آخری قدرت و تصرف کے متعلق اصلاح کے لئے اللہ رسول بھیجتا ہے۔

چنانچہ اس رکوع میں جن وانس۔ امراء اور غرباء دونوں کو مخاطب کرتا ہے۔

رسل منکم۔ تم ہی میں سے رسول ہوئے۔ انبیاء امراء بھی ہوئے ہیں۔ جیسے سلیمان غرباء بھی۔ جیسے یحییٰ علیہ السلام۔

برہمو سلسلۂ رسالت کے منکر ہیں وہ تمام انبیاء کو مفتری قرار دیتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ انبیاء نے یہ کہنے میں کہ ہمیں خدا سے وحی ہوتی ہے۔ دروغ مصلحت آمیز سے کام لیا ہے۔ پھر وہ ملائکہ کے منکر ہیں۔ نہایت لطیف پیرائے میں اس احمق دکاندار نے شرک عظیم قرار دیا ہے۔ گویا تمام قسم کی نیکی کی تحریکوں کے مخالف ہیں۔

غرتہم الحیوٰۃ الدنیا۔ دنیا نے ان کو بڑا دھوکہ دیا ہے۔ بچہ پیدا ہوتے ہی کھانا طلب کرتا ہے۔ پھر اس میں غضب پیدا ہوتا ہے۔ پھر حرص۔ چنانچہ ایک پستان چوستا دوسرے پر ہاتھ رکھتا ہے اور اپنے دوسرے بھائی سے بیر پیدا کر لیتا ہے۔ پھر غضب کے ساتھ ساتھ حب بھی بڑھتی جاتی ہے۔ یہ سب قوت بہیمی کے کرشمے ہیں۔ پھر شہوت میں ترقی ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ ہم نوجوانوں کے ہر روز آنیوالے خطوط میں پڑھ رہے ہیں۔

غرض کھانا۔ پینا۔ بغض عداوت۔ حُب۔ شہوت۔ حرص تو پہلے قبضہ جما لیتے ہیں اور انبیاء کی تعلیم اور عقل بعد میں آتی ہے۔ پھر یورپ۔ امریکہ کے لئے تو اور بھی مشکل ہے۔ جب ہوش سنبھالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کسی انسان کو خدا بنایا گیا ہے تو وہ ایسے لغو عقیدے کو دیکھکر نہیں تو یہی کہ ایک لغو اور جھوٹی چیز خیال کرتے ہیں کیونکہ ان کے سامنے توحید کی پاک تعلیم نہیں آئی۔ پھر موجودہ ساز و سامان عیش کچھ کم غافل کرنے والا نہیں۔

غافلون۔ جب تک خدا کی طرف سے غافلوں کو خبردار کرنے والا آنہ جائے۔ عذاب نہیں آتا۔

ان یشاء یذھبکم چاہیں تو کسی قوم کو تباہ کردیں۔

یستخلف۔ ایک قوم چلی جاتی ہے۔ دوسری قوم اس کی جانشین ہوتی ہے ان کا نام خلیفہ کہلاتا ہے۔ آدم کی خلافت کے مسئلے پر اس آیت سے روشنی پڑتی ہے) جسپر اللہ اپنے اوامر و نواہی بھیجتا ہے۔

مکانتکم۔ اپنی پوری طاقت پورے زور سے کام کرو۔ پھر دیکھو انجام بخیر کس کا ہوتا ہے۔ ایک طرف ایک بے کس کس مپرس انسان ہے۔ دوسری طرف تمام امراء و روسا ہیں

دیکھو کس تحدی سے کہا جاتا ہے تم اپنا زور لگالو۔ یہ نبی کی نبوت کی صداقت کا ثبوت ہے۔

مورخہ ۲۔ اگست سنہ ۹۶ء

(بقیہ رکوع ۴)

وجعلوا للّٰہ۔ جو لوگ شریعت کی پروا نہیں کرتے انہیں بھی کسی نہ کسی اصل پر تو چلنا ہی پڑتا ہے۔ پس انسان کیوں شریعت کا پابند نہو جسکی پابندی میں تو کئی برکات متعددہ ہے۔

ایک شخص کو جو قرآنی احکام کی تعمیل کو بہت بھاری سمجھتا تھا۔ میں نے قائل کیا۔ کہ تم جس سررشتہ کے ملازم ہو اس کے پھر میونسپلٹی کے قوانین کے پھر گورنمنٹ کے قوانین کے ماتحت ہو۔ کیا ان سب کا حجم قرآن سے زیادہ نہیں اس پر اس نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ ورنہ میں نے اسے کہنا تھا۔ تم نیچر کے ذرے ذرے کے قوانین کے ماتحت ہو۔ قرآن کریم نے کیا لطیف فرمایا ہے۔ ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا۔ لا تنفذون الا بسلطن۔

غرض جو لوگ شریعت کو چھوڑتے ہیں۔ وہ ہزاروں چند در چند رسوم کی مشکلات میں پھنستے ہیں اور دکھ اٹھاتے ہیں۔

وجعلوا للّٰہ۔ دیکھیے زکوٰۃ نہ دی۔ تو کس گمراہی میں پڑے

لشرکائنا۔ ہمارے قرار دادہ یا خدا فرماتا ہے ہمارے شرکاء۔

یصل الی شرکائہم۔ خدا کا حصہ بھی اپنی ہنتوں کو دیدیا جاتا ہے۔

قتل اولادہم۔ ہندوؤں میں ایسے کئی معاملات ہوتے ہیں۔ ایک پنڈت آیا ہے اور اس نے کہا ہے۔ کہ ہم اس کہاتے ہیں اور اس ہی تمہارے بیٹے کا۔ شرط یہ ہے کہ قیمہ بناتے ہوئے خوشی کے گیت گاؤ۔ اس پر معتقدین نے ایسا کیا ہے۔ پھر تم نے سنا ہوگا کہ یہ فلاں بزرگ کا توشہ ہے اس میں فلاں فلاں آدمی نہ کیا نہیں ہو سکتے

لا یذکرون اسم اللّٰہ علیہا۔ بعد بیت دیوی کہتے ہیں۔

مورخہ ۳۔ اگست سنہ ۹۶ء

(رکوع ۴ و ۵)

معروشت۔ چھتری والے جیسے انگور کی بیل۔ گلو کی بیل۔

غیر معروشت۔ جن کی بیل نہیں ہوتی۔ مثلاً گلاب۔ چنبیلی۔ انب۔ سنگترہ۔ کھجور۔

مختلفا اکلہ۔ چاول کا مزہ اور ہوتا ہے۔ باجرے اور مکی کا اور۔

والزیتون۔ مثلاً بادام۔ اخروٹ اور چکنائی والے درخت۔

لا تسرفوا۔ غلط کاری مت کرو۔ یعنی کم زور کرنا۔ مگر بھوکوں کا خیال نہ کرنا۔

حمولۃ۔ لادو جانور (۱) جو سواری کے قابل ہیں (۲) باربرداری کے لائق (۳) ہل جوتنے یا کنوئیں چلانے کے لئے۔

فرشاً۔ وہ جانور جو چلے اور زمین کو لگے۔ مثلاً بھیڑ بکری۔ خرگوش

علی طاعم یطعمہ۔ شرفا میں جو کھائی جاتی ہیں ان میں کوئی حرام نہیں ہوتے ...

دما مسفوحاً۔ خون ہر ایک عضو کو ہلاک کرتا ہے اور اس میں زہر ہوتی ہے۔

لحم الخنزیر۔ کیونکہ اس سے شہوت۔ غضب۔ آکھیات سے دوری ہوتی ہے

خنزیر خوبی قوموں کو دیکھ لو۔

مورخہ ۴۔ اگست سنہ ۹۶ء

(رکوع ۵)

جزینہم ببغیہم۔ جس طرح بیمار انسان کو بعض پرہیز بتائی جاتی ہیں اور وہ وقتی بات ہوتی ہے۔ اس طرح سے یہودی قوم پر ایک وقت وہ تمام چیزیں حرام کر دی تھیں جن کے ناخن تھے اور منجملہ ان کے اونٹ بھی تھا۔ اور ان کی چربیاں سوائے پیٹھ کی چربی کے۔ یا جو انتڑیوں سے ملی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی ہوئی۔ یہ سب منا ہی صرف وقتی تھی۔

سیقول الذین اشرکوا لو شاء اللّٰہ ما اشرکنا۔ اس اعتراض کے مندرجہ ذیل جواب ملتے ہیں۔ (۱) اشرکوا کہا (۲) کذب الذین من قبلہم (۳) ذاقوا باسنا (۴) فلو شاء لہدکم اجمعین (۵) ہلم شہداءکم الذین یشہدون (۶) لا یؤمنون بالاخرۃ (۷) وہم بربہم یعدلون۔

قل ہل عندکم من علم۔ یعنی کبھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت سے تمہیں کان سے پکڑ کر نیکی سے روکا ہے۔ یا بدی کی طرف چلایا ہے۔ اگر ایسی بات ہے۔ تو ثبوت پیش کرو۔

۵۔ اگست سنہ ۹۶ء

(رکوع نمبر ۶)

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ اول جو دوسرے لوگوں کی تجارت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کی باتوں کو مانتے ہیں۔ دوم وہ جو اپنے تجربے اور اپنی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ عقلمندی کا کام یہ ہے۔ کہ جو صداقتیں دنیا میں تسلیم ہو لی ہیں۔ ان کو مان لیں۔ پس انبیاء علیہم السلام کی کتابوں سے جو بیمہ اقوال اور تجربوں کا مجموعہ ہیں۔ ضرور فائدہ اٹھاؤ۔

الا تشرکوا بہ شیئاً۔ شرک چار قسم ہے (۱) شرک فی الذات (۲) شرک فی الصفات۔ (۳) شرک فی الافعال (۴) شرک فی التعظیم۔ یہ چوتھا شرک عام ہے۔

ولا تقتلوا اولادکم۔ (۱) ایسی دوا کھانا کہ حمل گر جائے (۲) دختر کشی (۳) اولاد کی پروا نہ کرنا۔

ما ظہر منہا۔ زنا۔ چوری۔ ڈاکہ۔ گالیاں۔

وما بطن۔ کینہ کپٹ۔ بغض۔

لا نکلف اللّٰہ نفساً الا وسعہا۔ ایسے انسان کو کوئی ایسا حکم نہیں دیا جو اس کے لئے موجب تکلیف ہو۔

مورخہ ۔ اگست سنہ ۹۶ء

(رکوع نمبر ۷)

الکتاب۔ کتاب۔ بہت سی چیزوں کی جامع کو۔ کتیبہ لشکر کو بھی کہتے ہیں

اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کو کتاب فرمایا ہے۔ کہ اس میں تعلیم اور دفع شبہات کے لئے ایسے لشکر یں موجود ہیں جو شبہات مٹانے کے لئے بہت ہیں۔

مبارک۔ اپنی برکتوں میں بڑھتی رہیگی۔ برکہ کا لفظ جس کے معنے حوض کے ہیں اسی سے نکلا ہے۔

یہاں سورہ انعام کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد للہ

سورۂ اعراف

مورخہ ۸۔ اگست سنہ ۹ء

(رکوع ۸)

المص۔ انا اعلم۔ صادق القول۔ صادق الوعد

ما انزل الیکم۔ صرف نبی کریم پر انزال نہیں ہوا۔ بلکہ کم ظاہر کرتا ہے کہ اور بھی اس نعمت سے سرفراز ہوئے۔ گویا ان کی طرف ہی نازل ہوا۔

دعواہم۔ ان کا عذر۔

بما یآتنا یظلمون۔ آیات سے مراد ہے۔ اللہ کے پاک انسان۔ اللہ کا پاک کلام ساری دنیا۔ اور نشانات نبوت۔

مورخہ ۹۔ اگست سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۹)

بنو عامر۔ کعبہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے تھے۔ یہ سمجھ کر کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں۔ ان کے ساتھ کیسے طواف کریں۔ اس لئے ان تو رکوعوں میں لباس کے متعلق ذکر آئے گا۔

اسجدوا لآدم۔ یاد رکھو آدم کا ولد بھی آدم ہی ہے۔

الی یوم یبعثون۔ یعنی وہ وقت جب انسان خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے از سر نو زندہ ہوتا ہے اور شہوت۔ غضب کے ساتھ مقابلہ کر کے فتحمند ہو جاتا ہے

من المنظرین۔ یہ قابل غور ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ یبعثون نہیں فرمایا۔ پس اگر یوم یبعثون سے قیامت مراد ہو۔ تو کوئی حرج نہیں۔

من شمائلہم۔ آگے۔ پیچھے۔ دائیں بائیں کا ذکر کیا۔ مگر اوپر کا ذکر نہیں پس انسان یہ نہ سمجھے۔ کہ شیطان سے گھر گیا۔ بلکہ آسمانی فضل اور خوف الٰہی کی جانب شیطان سے بحمد اللہ خالی ہے۔

مورخہ ۱۰۔ اگست سنہ ۹ء

(رکوع ۱۰)

تین قسم کے لباس ہیں۔ (۱) یواری سواتکم (۲) وریشاً وہ لباس جو کہ جمعہ کے دن عید کے دن۔ یا ہوں شادیوں کے موقعہ پر لیا جاتا ہے۔ یعنی زینت کا لباس (۳) تقیم بأسا جو لڑائی سے بچاتے ہیں لباس الحرو البرد لباس التقویٰ۔

من الجنۃ۔ جنت سے باغ ہے۔

وجوہکم۔ اپنی ساری توجہ۔

حق علیہم الضلالۃ۔ اس فرد جرم لگنے کے اسباب ہیں (۱) ماں باپ بد کار ہوں۔ خوراک حرام کی۔ بد ورش بد کاروں میں صحبت بد۔ تند لبری۔ حرام کھانا۔

مورخہ ۱۱۔ اگست سنہ ۹ء

(رکوع نمبر ۱۱)

صرف معمولی ترجمہ کیا۔

مورخہ ۱۳۔ اگست سنہ ۹ء

(رکوع نمبر ۱۲)

جمل۔ اونٹ کو بھی کہتے ہیں۔ اور جہاز اور بڑی کشتیوں کے موٹے رستے کو بھی۔

عملوا الصالحات۔ دجال نے اس شبہ کو بہت بڑھایا ہے۔ چنانچہ پولس کہتا ہے کہ شریعت انسان کو کمزور ثابت کرنے کے لئے آئی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے غلطی پر ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا۔ اگر قرآن کے احکام سے بڑھ کر بہت ہی معاملات پر اپنی قوم عمل کرتے ہیں۔ اسلام نے تو شادی کو ایجاب و قبول اور غمی کو جنازہ اور انا للہ پر ختم کر دیا ہے۔ اور یہ لوگ ان دونوں امور میں جو کچھ کرنا پڑتا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ کہتے ہیں۔ شریعت پر عمل مشکل ہے اور شادیوں کے لئے تو اپنی زمینوں تک رہن کر دینے سے نہیں جھجکتے پس کیا خدا کے نام کچھ دینے کا حکم ناقابل برداشت کہا جا سکتا ہے۔

من غل۔ دنیا میں دوزخ ہے کسی کا حسد و بغض۔

اہل جنت وہ ہیں۔ جن کے سینے دنیا میں بھی بغض و کینہ سے صاف رہتے ہیں۔

نودوا۔ آواز دی جائیگی۔ عیسائی سوال کرتے ہیں کہ نجات فضل سے ہے یا عمل سے۔ اگر فضل سے ہے تو عملوں کی کیا ضرورت ہے۔ اگر عمل سے ہے تو پھر درخواست فضل کیسی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ قرآن شریف سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ الحمد للہ الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیہا نصب۔ یہاں تو فضل کا ذکر ہے۔

ایک یہ آیت ہے۔ اورثتموہا بما کنتم تعملون۔ فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ عمل سے وارث جنت ہوتا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ قد افلح المؤمنون جس کے اخیر میں ہے۔ اولئک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس اس سے معلوم ہوا کہ ایمان سے انسان وارث جنت بنتا ہے۔ تطبیق دینے سے اصل معاملہ کھلتا ہے۔ کہ تینوں ضروری ہیں۔

نجات تو فضل سے ہے۔ لیکن فضل کا جاذب ہے ایمان ۔ جیسے ہم ایک مکان میں ہیں اگر ہم چاہتے ہیں کہ روشنی آئے تو ضرور ہے کہ روشندان کھولیں ۔ روشنی فضل ہے ۔ مگر فضل نہیں آتا۔ جب تک فضل کا جاذب نہ ہو۔ پھر جیسا کسی کا ایمان ہوتا ہے۔ ویسے ہی اس کے عمل ہوتے ہیں۔ پس نجات کے لئے ایمان ۔ عمل اور فضل تینوں ضروری ہیں۔

عوجاً ۔ اللہ کی راہ میں شبہات نکالتے ہیں۔ چاہتے ہیں اس راستہ کے لئے کوئی ٹیڑھاپن پیدا ہو جائے معنے یہ ہیں۔ کہ بعض آدمی جھوٹ بولتا ہے۔ احکام شریعت کا پابند نہیں ۔ پھر جنت چاہتا ہے گویا ٹیڑھا رہ کر۔ پھر ان انعامات کا وارث ہونا چاہتا ہے۔ جو سچے مسلمانوں کے لئے ہیں۔

وعلی الاعراف۔ اعراف کے متعلق مفسرین کو مشکل پیش آئی ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں ۔ منزلۃ بین المنزلتین۔ یعنے دوزخ اور بہشت کے درمیان جگہ ہے۔ اہل سنت کا یہ خیال نہیں ۔ صوفیوں نے اسے خوب حل کیا ہے وہ کہتے ہیں اعراف میں عارف لوگ ہوں گے۔ جو دوزخیوں بہشتیوں کا تماشا دیکھ رہے ہوں گے۔

اعراف۔ کہتے ہیں اونچی جگہ کو ۔ گویا وہ اونچی جگہ پر بیٹھے تماشا دیکھ رہے ہوں گے۔

مورخہ ۱۴۔ اگست ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۳)

جمعکم۔ تمہارا مال۔

ماکنتم تستکبرون۔ وہ جو تمہارے تکبر کا بڑا ذریعہ ہے۔ خدمتگار۔ بھائی بند

ادخلوا۔ داخل ہو ۔ کہنے والے اصحٰب الاعراف ہونگے۔

لاخوف علیکم ۔ سب سے بڑا خوف تو حشر میں ہوگا۔ جہاں اولین و آخرین جمع ہوں گے۔

الذین اتخذوا۔ یہ کافرین کی تعریف ہے۔

لھواً ۔ جو غافل کر دے ۔ ایسا وظیفہ بھی لہو ہے ۔ جس کو پڑھتے پڑھتے لوگ فرض قضا کر دیتے ہیں۔

لعب ۔ جو بے حقیقت ہو ۔ یہ مرض آجکل بہت زور پر ہے۔ لوگ دین کو بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ کسی حق کے لینے کے لئے وکیل سے مشورہ لیتے ہیں ۔ پہلے یہ دریافت نہیں کر لیتے۔ کہ شریعت میں جائز ہے یا نہیں۔

ننسٰھم۔ آج ہم ان کو ترک کرتے ہیں۔

ینظرون۔ انتظار کرتے ہیں۔

تاویل ۔ بہت سے الفاظ کے قرآن کریم میں اور معنے ہیں ۔ مخلوق میں معنے اور مثلاً کلمہ کا لفظ ہے اس کے معنے کرتے ہیں لفظ وضع لمعنی مفرد جو محتمل صدق وکذب نہ ہو۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے

تمت کلمۃ ربک صدقاً و عدلاً۔ یہاں کلمہ کی صفت عدل فرمائی ہے۔

الا اصدق کلمۃ قالھا لبید ۔ الا کل شیٔ ما سوی اللہ باطل

اسی طرح قرآن شریف میں "علم" کے اور معنے ہیں ۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ۔ اور عام طور پر علم موجب کبر ہے۔

اسی طرح تاویل کے معنے لوگ ہیر پھیر کر اپنے مطلب کے مطابق بنا لینے کے کرتے ہیں ۔ مگر قرآن کریم میں ۔ انجام ۔ حقیقت ۔ اصلیت کے معنے ہیں۔ چنانچہ سورۂ یوسف میں ہے۔ ھذا تاویل رویای ۔ اور ایک جگہ آیا ہے۔ ولما یأتھم تاویلہ ۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ یعنی اس کی حقیقت کو۔ پس یہاں معنے ہیں کہ لوگ چاہتے ہیں ۔ عذابوں کے نتیجے ظاہر ہوں ۔ مگر جس روز انجام ظاہر ہوگا۔

مورخہ ۱۵۔ اگست ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۴)

فی ستۃ ایام ۔ چھ وقتوں میں ۔ ۲۴ گھنٹے کا دن مراد نہیں اس کی تفسیر ہمارے حضرت صاحب نے خوب لکھی ہے۔ ہر چیز کی تکمیل چھ مراتب کے طے کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ مثلاً انسان پہلے نطفہ پھر علقہ ۔ پھر مضغہ ۔ پھر لحماً پھر کسونا العظام لحماً۔ ثم انشانٰہ خلقاً آخر۔

میں نے غور کر کے دیکھا ہے کہ انگریزوں کو شریعت سے تعلق نہ تھا۔ مگر انہوں نے بھی تک چھ درجے تکمیل کے لئے رکھے ہیں۔ زمین کو پہلے درست کرتے۔ پانی دیتے۔ بیج ڈالتے ہیں۔ دو دن میں یہ کام ہوتا ہے اور چار دن کے بعد بیج اُگتا ہے۔ کل چھ دن ہوئے۔

قرآن کریم میں یوم بہت معنوں میں آیا ہے۔ ایک آن ۔ بارہ گھنٹوں سے لے کر ہزار سال ۔ پچاس ہزار برس تک کے معنوں میں آیا ہے۔ مطلق وقت کے معنوں میں بھی جتنے میں وہ واقعہ ہو گیا۔ جیسے یوم حنین ۔ ذکرہم بایام اللہ۔

استویٰ۔ کے معنے ہیں ٹھیک ۔ یعنے اس کے تحت سلطنت میں کوئی نقص نہیں پھر تمام کائنات کا دارومدار اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اس لئے اس کے معنے علا بھی درست ہیں۔ بعض نے کہا ہے معنے ظاہر ہیں ۔ مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں۔ اس کی مثال سنئے جیسے بیٹھنا۔ اب جیسا جیسا کوئی موصوف ہو ویسے ویسے معنے ہوں گے۔

مثلاً میں بیٹھ گیا (۲) دیوار بیٹھ گئی (۳) ساہوکار کا رہا اب بیٹھ گیا ۔ (۴) ہندوستان کے تخت پر یورپ کا بادشاہ بیٹھا ہے ۔ (۵) فلان شخص کی محبت یا اس کا کلام یا بغض فلان کے دل میں بیٹھ گیا ۔ یہ سب "بیٹھے" الگ الگ معنے رکھتے ہیں۔ پس اسی طرح استویٰ تو عام ہے ۔ مگر اللہ کا استوا ایک خاص شان رکھتا ہے وہ لیس کمثلہ شیٔ ہے ۔ پس استوا بھی لیس کمثلہ ہے۔ خدا کی ہر صفت کا یہی حال ہے۔

حثیثاً۔ لگاتار۔ مثلاً یہاں رات آتی ہے تو دوسری بالمقابل جگہ میں صبح کی تیاری ہے اسمیں اشارہ ہے۔ کہ ظلمت کے بعد نور ۔ فترت کے بعد نبوت کا وقت آتا رہتا ہے

ادعوا۔ تمام صفات کو بیان فرماکر دعا کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اس زمانہ مین تمہارے لئے دعا کا میدان وسیع اور خالی ہے۔

(۱) بعض خدا کے منکر ہین (۲) بعض خدا کو مانتے ہین۔ مگر اس کے متصرف ہونے کے قائل نہین۔ (۳) بعض دعا کے قائل ہین۔ مگر اسباب پرستی مین منہمک ہین۔ پس تم کامل امید۔ کامل یقین۔ کامل مجاہدہ سے دعا مین لگے رہو۔ اور دعاؤن مین لفظ رب کو بہت استعمال کرو۔

خفیۃ۔ چلتے بیٹھتے بات کرتے کتاب پڑھتے سب حالات مین۔

انہ لا یحب المعتدین۔ ایک شخص نے بلند آواز سے دعا کی۔ تو رسول اکرم نے فرمایا۔ لا تدعون اصم ولا غائبا۔ ایک شخص نے دعا کی کہ جنت مین ایسے ایسے کوٹھے مجھے دے۔ آپنے فرمایا۔ جنت مانگو۔ حد سے نہ بڑھو۔

ان رحمۃ اللہ۔ قبولیت کے لئے فضل کی ضرورت ہے۔ وہ محسنون سے قریب ہے۔ پس تم محسن بن جاؤ۔

یرسل الریٰح۔ زمانہ بعثت نبوت۔ ہوا کا ذکر۔ ۔۔۔ جو کچھ ۔۔۔ ہو۔ باہر نکلتا ہے۔

نکدا۔ دقت سے۔

مورخہ ۱۷ اگست سنہ ۹ء
(رکوع ۱۵)

مالکم من الٰہ غیرہ۔ یہ تمام انبیاء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہین۔

اخاف علیکم۔ اس قوم مین شفقت علی خلق اللہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم طائف گئے۔ ایک نمبردار سے کہا۔ مین چند باتین پہنچانی چاہتا ہون اس نے کہا اکیلا کیون سنون سب کو بلاتا ہون اس کے بعد وہ چند بدمعاش اکٹھے کر لایا۔ جنھون نے آپ کو دکھ دیا۔ آپ سر سے پیر تک لہولہان ہو گئے۔ آپ فرماتے ہین۔ بارہ کوس تک مجھے پتہ نہین لگا کہ مین کدھر جاتا ہون ایک فرشتہ نے کہا کہ حکم ہو تو طائف کو تباہ کر دین۔ فرمایا یہ قوم نادان ہے۔ اگر مجھے رسول اللہ جانتے تو ایسا نہ کرتے امید ہے یہ نہین تو ان کی اولاد مسلمان ہو جائے گی۔ زید بن حارث ساتھ تھے وہ کہتے ہین طائف والون نے بارہ کوس کے بعد پیچھا چھوڑا۔ آگے باغ تھا باوجود مخالفت کے انھون نے اپنے نوکر کے ہاتھ انگور بھیجے۔ جب اس نوکر نے انگور آگے رکھے۔ تو آپنے اللہ کا نام لے کر انگور اٹھایا۔ جس پر اس نے تعجب کیا۔ آپنے وعظ شروع کیا اس نے کہا ایک پیرنبی گذرا ہے ہمارے ملک مین فرمایا وہ میرا بھائی تھا۔ اس پر وہ مسلمان ہوا۔

الملاء۔ جو اشراف بنے پھرتے تھے۔

رسول من رب العالمین۔ سارے جہان کے پروردگار نے مجھے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ کیا مین گمراہ ہو سکتا ہون۔

مورخہ ۱۷ اگست سنہ ۹ء
(رکوع ۱۶)

اعبدوا اللہ۔ ایک تعظیم اپنی شکل پر ہوتی ہے اور ایک خدا کے حکم کی تحت انبیاء آخر الذکر تعظیم کی تعلیم لاتے ہین۔ کہ ہر حرکت وسکون ہر قول وفعل خدا کے حکم کی ماتحت ہو۔

الملاء۔ ملاء وہ لوگ جن کی بات دل سے اوپر گہرا اثر کرے کیا ان کے کہنے کا اثر پڑے یا رعب پڑ جائے دنیا مین چار قسم کے لوگ ہین۔ علماء۔ فقرا۔ امراء۔ عوام۔ یہ سب امراء ہی کی تحت ہوتے ہین اور یہی انبیاء کا مخالف گروہ ہے۔

لیس بی سفاہۃ۔ سوائے نبی کے کوئی ایسا نرم جواب نہین دے سکتا۔

مورخہ ۱۸ اگست سنہ ۹ء
(رکوع ۱۷)

سورۂ اعراف مین نبوۃ کی بحث ہے اور اس بات کے نظائر پیش کئے ہین کہ راستبازون کی مخالفت کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ عدن سے لیکر مغربی طرف عرب کے ثمود قوم رہتی تھی جس قدر لوگ انبیاء کے راستہ سے چلے جاتے ہین انہین اختلاف بڑھتا جاتا ہے اور جس قدر قریب ہوتے ہین انہین اتفاق ہوتا جاتا ہے مثلاً فلاسفر انہین عجیب عجیب اختلاف ہوتے ہین۔ نبیون مین یہ بات نہین اسی لئے سب کی تعلیم اصولاً ایک ہی ہے۔ اسی واسطے اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہٗ۔ ہر نبی کی تعلیم لکھی ہے۔

تنحتون الجبال۔ اس زمانے مین بھی امیر لوگ گرمیون مین پہاڑون پہ چلے جاتے ہین

فعقروا۔ یہ ان کے کفر کا ثبوت ہے۔

عن امر ربہم۔ قرآنی محاورے مین نہی بمعنے امر بھی آجاتی ہے۔ لا تمسوھا بسوء اشنا۔ گناہ کر کے۔ پھر شوخی۔

جاثمین۔ مرغی جب زمین کرید کر اپنا سینہ رکھدیتی ہے تو اسے جثم کہتے ہین۔

لتاتون الرجال۔ اس کی سزا مین تین باتین فرمائین۔ (۱) اس قوم کو ہلاک کیا (۲) امطرنا علیہم ۔۔۔ عذاب دیا۔ عذاب کا نشان قائم ہو (۳) کوئی نہین جانتا کہ خالی ہو کر سافل بنے۔ مگر اس عذاب کے لئے فرمایا جعلنا عالیہا سافلہا۔

یتطہرون۔ طنزاً کہا۔

مورخہ ۲۰ اگست سنہ ۹ء
(رکوع ۱۸)

فاوفوا الکیل۔ جو سچا خیرخواہ ہو۔ وہ اپنے بھائی کو اس کے عیب پر مطلع کرتا ہے۔ چنانچہ شعیب نے اپنی قوم کو ان کے نقص بتائے۔

برتن وہان سے ٹکرایا جاتا ہے۔ جہان کمزوری کا شبہ ہو۔ اسی طرح مومن کو ابتلاء اسی بات مین آتا ہے جسمین وہ کمزور ہو۔

بعد اصلاحھا۔ اب تو مین (شعیب) اصلاح کے لئے آچکا۔ اب تو فساد مین تم معذور نہین سمجھے جا سکتے۔

یہان پارہ ہشتم کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد للہ

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

پارہ نہم

(سورۃ اعراف)

(مورخہ ۲۱۔ اگست ۱۹۰۹ء رکوع نمبر ۱)

اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ ایمان جبر و زور سے کبھی نہیں آتا۔

اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ۔ یہ ادب ہے کہ مشیت الٰہی کو ہر حال مقدم رکھے۔ ایک مولوی نے حضرت صاحب کو لکھ بھیجا کہ ہم تمہارا مذہب کسی صورت میں نہیں لیں گے۔ خواہ تم کیا نشان دکھاؤ آپ نے فرمایا۔ شعیب کا قول ہی یاد کر لیتا۔

مورخہ ۲۱۔ اگست ۱۹۰۹ء

(رکوع ۲)

حَتّٰى عَفَوْا۔ بڑھ گئے۔ آسودگی کے ساتھ تکبر۔ ظلم۔ تحقیر۔ پانچ گناہ آجاتے ہیں

اتَّقَوْا۔ مجرموں کو ہلاک ہوتے ہوئے دیکھ کر گناہوں سے اجتناب کرتے۔

بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاءِ۔ الہامات۔ الہام کے صدق کا ایک یہ نشان بھی ہے کہ اس کے ساتھ برکت ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا۔

اَفَاَمِنَ۔ یہ کہتے ہیں کہ خدا غفور رحیم ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ وہ شدید العقاب بھی ہے۔

وَهُمْ نَآئِمُوْنَ۔ ایک سانپ ہے جو سوئے ہوئے آدمی کو ڈستا ہے اور جو ہوشیار ہوا کر ہٹ لیتا ہے۔

وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ۔ بس عذاب الٰہی ایسے ہی لوگوں پر آتا ہے۔ استغفار کرنے والے ڈرنے والے کو کوئی خطر نہیں۔

مَكْرَ اللّٰهِ۔ تدابیر الٰہی۔

مورخہ ۲۲۔ اگست ۱۹۰۹ء

(رکوع ۳)

الْاَرْضَ۔ کسی زمین کے۔

اَهْلِهَا۔ ان زمینوں کے مالکوں کے بعد۔

اَوَلَمْ يَهْدِ۔ زمین کے وارث ہونیوالوں کو ہدایت آئی چاہیئے کہ جن کی زمین ہم نے لی ہے آخر وہ کسی گناہ ہی میں پکڑے گئے ہیں اور ذلیل ہوئے ہیں اندیشہ ہے کہ ہم بھی ایسے گناہوں کی سزا میں ذلیل ہوں۔ پس نیکیاں کریں۔

وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ۔ بلکہ گناہوں کی سزا میں یہاں تک نوبت ہو سکے کہ دلوں پر مہر لگ جائے اور پھر کبھی حق بات سننے کے قابل نہ رہو۔ آخر میں ہلاک ہو جاؤ۔

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ۔ نطبع علی قلوبہم کی تفسیر فرمائی ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا۔ قریب کا تاریخی واقعہ بیان کرتا ہے۔

اِنِّيْ رَسُوْلٌ۔ تو تو صرف مصر کا بادشاہ ہے میں تمام عالموں کے بادشاہ۔ بلکہ رب کا فرستادہ ہوں

مورخہ ۲۳۔ اگست ۱۹۰۹ء

(رکوع ۴)

بَيْضَآءُ۔ بے عیب۔ جیسے فرمایا۔ الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ۔

تَلْقَفُ۔ تباہ کرے گا۔

بزرگ علم النفس۔ علم توجہ۔ مسمریزم۔ اسپریچولزم جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ موسیٰ اور ان لوگوں نے توجہ خاص سے عصا اور رسیوں کی شکل سانپ کی دکھائی۔ موسیٰ کی قوت بڑھ کر تھی۔ اس نے وہ جیت گیا۔ اس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ کربیں آگ پر رکھنے سے سانپ کی شکل بن جاتی ہیں۔ اور سونا مارنے سے کچھ بھی نہیں رہتا۔ بعض لوگ اسے استعارہ کے رنگ میں پیشگوئی سمجھتے ہیں۔

میں ایمانی رنگ میں تو بڑھیوں کے ایمان کی طرح بلا دلیل مانتا ہوں۔ مگر خصم کے مقابلہ میں قول موجہ کی ضرورت ہے۔ قرآن نے حضرت نبی کریم کو حضرت موسیٰ کا مثیل (اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ) فرمایا ہے۔

پس عصا کے سانپ بن جانے کے بار بار ذکر میں حکمت ہے۔

اِنَّ الْاِسْلَامَ لَيَاْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَاْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا۔

یہ اسلام مدینہ طیبہ میں اس طرح جمع ہو گا۔ جس طرح سانپ اپنے بل میں۔ پھر مدینہ کو مکہ فرمایا ہے۔

جیسے ایک شہر دکھلایا گیا۔ تاکل القرای۔ ایک طرف اسلام کو دشمن کے ہلاک کرنے کے لئے سانپ فرمایا ہے۔ دوسری مدینہ کو سانپ کی جگہ۔ پھر ساحر کے ساتھ علیم کا لفظ ہونے کے لئے آیا ہے۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ساحر کہا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساحر کی علیم سے تفسیر فرمائی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ الساحر۔ الماہر۔ النجم

کلمہ دق ولطف ماخذہ۔ جس کا لوگ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اسے ساحر کہدیتے ہیں موسیٰ نے جو کچھ پیش کیا.... وہ بے عیب تھا۔ پس مخالفین نے جو کچھ پیش کیا اس کے سامنے وہ کچھ بھی نہ تھا۔ تلقف ما یافکون۔

قَالُوْٓا۔ انبیاء پہلے حملہ نہیں کرتے۔

اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ۔ یہ ساحروں کا ادب ہے جس نے انہیں مومن بنایا۔ حضرت صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے۔ الطریقۃ کلہا ادب۔

دوسرا نکتہ صوفیا نے یہ لکھا ہے کہ مومن و کافر میں کیا فرق ہے۔ ایک دفعہ ایسی کمزوری کہ فتحیاب ہو کر پھر بھی مزدوری کے طالب ہیں۔ انعام ہی نہیں کہا۔ دوسرے وقت یہ حالت کہ اُسی فرعون کو ڈانٹ دیا اور اس کی کچھ حقیقت نہ سمجھی۔ اسکی دہکیوں

کی کچھ بھی پروا نہ کی بلکہ مال چھوڑ کر جان کی بھی پروا نہ کی۔

مورخہ ۲۴ اگست سنہ ۶

(رکوع نمبر ۵)

اَلِهَةً۔ یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ وہ اپنے معبود کو ایسا کمزور خیال کرتے ہیں کہ موسیٰ اسے موقوف کر سکتا ہے۔ جو قومیں رب العالمین کو چھوڑ کر غیر کی طرف جھکتی ہیں ان کی عقل ایسی ہی ماری جاتی ہے۔

بعض ملکوں میں رعایا تو بادشاہ کی پوجا کرنے پر مجبور ہے اور بادشاہ خدا کی۔ اسمیں حکمت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ رعایا پر شرک کی وجہ سے ناراض رہے تو وہ ہمیشہ محکوم رہیں اور بادشاہ پر بوجہ توحید راضی رہے۔ تو وہ ہمیشہ حاکم بنا رہے۔

بت پرستوں سے بدتر وہ ہیں جو بتوں کو چھوڑ کر نفس کی دیوی کی پرستش کرتے ہیں پھر ان سے بھی بدتر وہ ہیں جو یہی کہتے رہتے ہیں کہ فلان فلان فلاسفر کا یہ قول ہے حالانکہ فلاسفروں کا کسی بات پر اجماع نہیں ہوتا۔ میں نے ایک فلاسفر کا قول پڑھا ہے کہ وہ اپنے تئیں خدا سے اعلیٰ سمجھتا۔ وہ کہتا ... کہ گلاب کی جڑ سے گلاب کا پھول بڑا اس مرتبہ ہے۔ اچھا ہے۔

اِستَعِینُوا۔ اللہ کی توجہ۔ مدد۔ اعانت چاہو۔

وَاصبِرُوا۔ استقلال سے کام کرو۔

قَالُوا۔ وہ جو سطحی خیالات کے تھے۔

فَیَنظُرَ کَیفَ تَعمَلُونَ۔ ایک جگہ مسلمانوں کو بھی فرماتا ہے کہ تم کو بھی ہم دنیا میں بادشاہ بنائیں گے۔ پھر دیکھیں گے تم کیا عملدرآمد کرتے ہو۔ فننظر کیف تعملون

مورخہ ۲۵ اگست سنہ ۶

(رکوع نمبر ۶)

میں نے بارہا سنا ہے کہ مجرموں کی گرفتاری کا جب الٰہی میں ایک وقت ہوتا ہے ابن بیل کی کچہری میں ایک شخص کو سزا دی گئی اس نے کہا کہ یہ میرا پہلا جرم تھا۔ سزا ہلکی دینی چاہیئے تھی۔ آپ نے سزا بڑھا دی وجہ یہ بتائی کہ اس نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ اگر یہ پہلی دفعہ کرتا۔ تو پکڑا کیوں جاتا۔ خدا نے خود فرمایا ہے۔ وَیَعفُوا عَن کَثِیرٍ۔

وَلَقَد اَخَذنَا۔ فرعون کی گرفتاری کا وقت آگیا۔

بِالسِّنِینَ۔ معلوم ہوا کہ قحط سالی اور کمی پیداوار اس لئے ہوتی ہے کہ لوگ ذکر الٰہی میں مشغول ہوں۔ خدا کی قدرتوں سے لوگ ایسے غافل ہیں کہ ہمارے حضرت صاحب فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص کہدے کہ امریکہ میں ایسی کل نکلی ہے جس سے درخت چلنے لگتے ہیں۔ پتھر بولتے ہیں تو وہ مان لیتے ہیں۔ مگر انبیاء کی نسبت ایسی بات سن کر صاف انکار کر دیتے ہیں۔

یَطَّیَّرُوا بِمُوسیٰ۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی یہود نے کہا مذا تانا۔ قلت سعارنا۔ وقلت امطارنا۔

طٰٓئِرُ۔ خط۔ حصہ۔

لِتَسحَرَنَا۔ دھوکہ دے ہمیں۔

الطُّوفَانَ۔ بہت سیلاب پانی کا۔ نوح کے قصہ میں آتا ہے۔ فَاَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُم ظَالِمُونَ۔ طوفان موت اور طاعون کو بھی کہتے ہیں۔

الجَرَادَ۔ جو کہتے ہیں چھیل دینے کو

القُمَّلَ۔ گھن۔ سونس۔ ٹڈی دل کے چھوٹے بچے۔ چچڑی

الدَّمَ۔ نکسیر کا مرض۔ بعض کہتے ہیں۔ پانی گندہ ہو کر سرخ ہو جاتا ہے۔ یہ معنے بھی صحیح ہیں بحر احمر مشہور ہے۔

بِمَا۔ اس منتر کے ساتھ جو اس نے تجھے سکھایا۔

فَاَتَوا عَلیٰ قَومٍ۔ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ اس واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھتے۔ تو ستر بار استغفار فرماتے۔ موسیٰ کی قوم کی درخواست بھی۔ دوسری قوم میں میل جول کی وجہ سے تھی۔ انگریزوں کی قوم اس معاملہ میں بہت ہوشیار ہے وہ ہندوستان میں آئے مگر ہندوستانیوں سے بہت کم میل جول رکھتے ہیں۔ اس طرح قومی خصائص باقی رہتی ہیں۔

فَضَّلَکُم۔ پھر کس قدر بیوقوفی ہے کہ افضل مفضول کی پرستش کرے۔

یَستَحیُونَ نِسَآءَکُم۔ مکہ کے بے ایمان فرعون سے بڑھ کر تھے کہ انہوں نے عورتوں کو بھی قتل کیا۔

مورخہ ۲۹ اگست سنہ ۶

(رکوع ۷)

اَربَعِینَ لَیلَةً۔ چالیس کے عدد سے انسان کو ایک خاص مناسبت ہے نطفہ چالیس دن میں صورت انسان اختیار کرتا ہے۔ ۴۰ دن کے بعد اس کی ماں تندرست ہوتی ہے چالیس سال پر آدمی کے تمام قوے کمال کو پہنچتے ہیں۔ خدا نے موسیٰ سے فرمایا۔ روحانی برکات کے حصول کے لئے تیس دن جلدی طرف تبتل تام کرو۔ اور اگر دس دن اور رہو۔ تو یہ زیادہ اکمل ہے۔

اُخلُفنِی فِی قَومِی۔ ثابت ہوا کہ جب کوئی بڑا آدمی قوم کا لیڈر مرکز سے جدا ہو تو اپنا ایک خلیفہ مقرر کر کے جائے۔

جَعَلَهٗ دَکًّا۔ صوفیا نے اس مقام پر بحث کی ہے وہ کہتے ہیں پہاڑ تو اب بھی برقرار ہے پس وہاں وجود الٰہی ہوا۔ علماء کہتے ہیں کہ وہ ایک تجلی ربانی کو نہ برداشت کر سکا اس لئے جب استقر مکانہ پورا نہ ہوا۔ تو لن ترانی کیوں کر پورا ہوتا۔

وَکُن مِّنَ الشّٰکِرِینَ۔ قدر کرنے والوں میں سے ہو یعنی اس پر عمل کرو۔

سَاَصرِفُ عَن اٰیٰتِیَ۔ یہ تکبر کی سزا ہے۔

وَلِقَآءِ الاٰخِرَةِ۔ یہ ضروری نہیں کہ منہ سے تکذیب آخرت کی جائے بلکہ کئی ہیں۔ جو اپنے اعمال سے ثابت کرتے ہیں کہ گویا مرنا ہی نہیں۔

مورخہ ۳۱ اگست سنہ ۶

(رکوع ۸)

بچہ میں طمع حب غیر اللہ غضب شہوت پہلے آجاتی ہے اور قوت ممیزہ انبیاء کی

تعلیم بعد میں ۔ انسان کے لئے بڑی مشکل ہے ۔ پھر رسم و عادت و صحبت کا اثر ہو اس لئے خدا کی بات سمجھنے کے لئے فضل الٰہی درکار ہے ۔ اور بڑے مجاہدہ کی ضرورت فرعون بھی گائے پرستی کی پوجا کرتا تھا اس کی قوم کے بد اثر سے بنی اسرائیل بچ نہ سکے اسی لئے انہیں گاؤ پرستی کا خیال رہا ۔

حلیھم ۔ خود اپنے زیوروں سے ۔

لہ خوار ۔ آجکل کی صناعی کے لحاظ سے یہ قابل تعجب امر نہیں ۔

لا یکلمھم ۔ برہمو ۔ نیچری ۔ فلاسفرانہ طبیعت کے لوگ بلکہ عامہ علماء غور کریں یہاں معبودیت کی تردید اسی دلیل سے کی ہے ۔ کہ لا یکلمھم ۔ بس وہ خدا کیوں کر معبود ہو ۔ جو کلام نہیں کرتا ۔

لا یھدیھم سبیلا ۔ کلام کے ساتھ یہ شرط ہے کہ وہ کوئی عمدہ راہ دکھلاتی ۔

سقط فی ایدیھم ۔ اس کے معنے ہیں "ندامت ہوئی"

غضبان اسفا ۔ دیکھا انبیاء علیہم السلام شرک سے کیسے بیزار ہوتے ہیں ۔ یہ لوگ اصول کی طرف پہلے توجہ کرتے ہیں ۔ تھیوسافسٹ سوسائٹیاں ۔ ہمدردی حیوانات کی سوسائٹیاں اسی لئے کامیاب نہیں ہوئیں کہ فروع کی طرف توجہ کرتی ہیں ۔

اعجلتم امر ربکم ۔ حضرت موسیٰ نے اپنے جانے کا دن نہ گنا تھا اس لئے قوم کو سامری نے دھوکہ دیا کہ وہ وعدہ مقررہ پر نہیں آئے ۔ خدا بچھڑے میں آگیا ۔

القی ۔ رکھ دیں ۔

ابن ام ۔ ماں میں ایک خاص قسم کی محبت ہوتی ہے ۔ پیار کے لئے اسکی طرف منسوب کیا ۔

قال رب اغفرلی ۔ انبیاء قدم قدم پر دعا کرتے ہیں ۔ اس زمانہ کے لوگوں کی طرح غافل نہیں ہوتے ۔

یکم ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۹)

اس رکوع میں دو باتیں ہیں کہ انسان ذلیل کس طرح ہوتا ہے اور مظفر و منصور کس طرح کوئی انسان فطرتاً ذلت کو نہیں چاہتا اور عزت کو ہر حال چاہتا ہے ۔ ذلت کے وجوہ بیان کئے ہیں ۔ فرمایا ۔ ان الذین اتخذوا العجل ۔

ذلت کی وجہ شرک و افترا ہے اور اس سے بچنے کا اصل رجوع الی اللہ بذریعہ ایمان واستغفار ہے ۔

واختار موسیٰ ۔ اسپر موسیٰ کی قوم نے کہا ہم کس طرح یقین کریں یہ باتیں خدا نے کہی ہیں ۔ تب ستر آدمیوں کو منتخب کیا ۔

اخذتھم الرجفۃ ۔ وہ آتش فشان پہاڑ تھا ۔ زلزلہ آیا ۔ توجہ الی اللہ کے لئے تھا وہ ڈر گئے اور کہا کہ ہم بلکہ ہماری اولاد خدا کی آواز کبھی نہیں سننا چاہتے اسی بے ادبی کا نتیجہ تھا کہ ان سے ایسا پیغمبر پھر ان میں سے پیدا نہ ہوا ۔ بلکہ ان کو بھائیوں میں پیدا ہونے کی بشارت ملی ۔

فتنتک ۔ بھلے کو برے سے الگ کرنا ۔

فساکتبھا ۔ اب یہ انعام کسی اور قوم کو ملیگا ۔

یؤتون الزکوٰۃ ۔ سچی پاکیزگی اپنے نفس کو مزکی و مطہر کر دینا ۔

دالانجیل ۔ ایک اعمال ۳ باب ۲۱ ۔ ۲۲ آیت میں ۔ متی ۱۲ باب ۳ آیت یوحنا ۱ باب ۲۲ آیت ۔

یامرھم بالمعروف ۔ ایک پہچان پیشگوئی سے ہوتی ہے ۔ دوسری تعلیم سے چنانچہ اس کے اصول بیان فرمائے ۔

اصرھم ۔ بڑے عظیم الشان معاہدے کی خلاف ورزی سے جو عذاب آنا تھا ۔ وہ نبی کریم کی متابعت سے ٹل گیا ۔

۶ ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۰)

وکلمتہ ۔ اب تو قرآن کریم قسم کے لئے رکھا ہے : یا عمل حب و بغض محصول رزق کے لئے فسوس جو قرآن حب لغیر اللہ کو چھوڑ و اگر الحب للہ کے لئے اثبار اس سے امید رکھی جاوے ۔

ایک دفعہ ایک شخص نے جو میرا پیر بھائی تھا ۔ مجھے ایک عمل لکھ بھیجا کہ اسے پڑھنے سے ڈیڑھ سو روپیہ آمدنی ہو جائے گی ۔ جو میں نے کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ عرض حال پر اس نے مجھے لکھا ۔ ؎

بمطلب کے رسد جویائے کام آہستہ آہستہ ٭ زدریا میکشد صیاد دام آہستہ آہستہ

اس کے بعد جب میں نے وہ عمل کیا اور اپنی اوسط آمدنی کی نکالی تو ٹھیک ڈیڑھ سو نکلی ۔ مگر معاً میرے دل میں آیا یہ اس عمل کا نتیجہ ہے یا طبابت کا ۔ اس بات کو معلوم کرنے کے لئے میں نے ارادہ کیا کہ پہلے صرف طبابت کرتا ہوں ۔ پھر دوسرے مہینے طبابت چھوڑ کر صرف یہ عمل کرونگا ۔ پھر دیکھوں گا کیا نتیجہ ہوتا ہے ۔ اللہ کا خاص فضل ہے اس نے میری مراد کا سامان بہم پہنچایا ۔ اس مہینے مجھے طبابت سے ۱۴۰۰ روپیہ کی آمد ہوئی ۔ اس عمل کو میں نے اپنے خسارے کا موجب جانا اس لئے چھوڑ دیا ۔ کچھ مدت بعد وہی عمل بتانے والا آیا ۔ جس نے آخر مجھ سے استدعا کی ۔ کہ مہاراج کے پاس مجھے ساٹھ روپے کا دعاگو بنوا دو ۔ جو آخر کہ پندرہ روپے پر راضی ہو گیا ۔ جس سے صاف کھل گیا کہ یہ فرقہ کیسا ذلیل ہے اور یہ راہ منعم علیہم کی نہیں ۔

من طیبت ما رزقنٰکم ۔ سعادت سے جو مال ملتا ہے وغنیمت کا مال بڑا طیب ہے

حطۃ ۔ استغفار جس کا نتیجہ نغفرلکم خطیٰکم ہے ۔

سجداً ۔ فرمانبرداری جس کا نتیجہ سنزید المحسنین ہوگا ۔

من السماء ۔ اٹل ۔

مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۹ء

(رکوع ۱۱)

یہودیوں عیسائیوں کی باتیں مسلمانوں کی نصیحت کے لئے ہیں ۔

عن القریۃ ۔ (۱) یاردن کے کنارے یروشلم (۲) دوسرے معنے یہ کہ لوگوں کے اجتماع سے جو فرعون کے غرق ہونے وقت تھے ۔

فی السبت ۔ سبت کے معنے آرام کے بھی ہیں ۔ جس کو ذرا آرام ملا ، حد سے گزرنا شروع کر دیا ۔
نفس ہر کس کمتر از فرعون نیست ؛ لیکن ورا عون مرا عون است
دوسرے معنے سبت کے ہفتہ کے ہیں ۔ یہود کو اس دن شکار کی ممانعت تھی جیسے مسلمانوں پر نماز جمعہ ۔

نبلوہم ۔ مخلصوں اور شریروں کا اظہار کرتے
نسوا ۔ چھوڑ دیا انہوں نے ۔

مورخہ ۱۰ ۔ ستمبر سنہ ۶

(رکوع ۱۱-۱۲)

واشہدہم ۔ ہر ایک لڑکے کو جب ہوش آتا ہے تو وہ اپنے آپ پر گواہ ہوتا ہے کہ میں اپنا رب نہیں ہوں ۔ بلکہ ایک اور مدبر بالا را دہ ہستی ہے ۔
میں تو ہزار آپ سے سوال کر کے اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ میرا رب وہی ہے جو رب العالمین ہے ۔ ایک شخص نے کیا ہی عمدہ دلیل دی ہے ، البعرۃ تدل علی البعیر ۔ واثر القدم علی السفیر ۔ اما تقول ان الارض والسموات تدل علی العلیم القدیر ۔

آتینٰہ ایٰتنا ۔ کچھ کتاب دی ۔
فانسلخ منہا ۔ اسپر عمل نہ کیا ، الگ ہو گیا ۔
لرفعنٰہ بہا ۔ اس کو بہت ترقی دیتے ۔ در سلخ عشق جز ایں ؟ نکشند ۔
سلخ کہتے ہیں اس جگہ کو جہاں جانوروں کی کھال اتاری جائے ۔
تحمل علیہ ۔ وہ بیکار سے کا بھر اٹھاؤ ۔
او تترکہ یلہث ۔ یعنی ہر دو حال بے آرام ہے ۔
وللہ الاسماء الحسنیٰ ۔ جس قسم کا عیب اور نقصان انسان میں ہو اسی کے مقابل خدا کو نام سے دعا کرے ۔

مورخہ ۱۱ ۔ ستمبر ۱۹۰۹ سنہ ۶

(رکوع ۲۳)

فی ملکوت السموات ۔ غور کریں کیا کوئی آسمانی بادشاہت ۔ کلام الٰہی کے نزول کا مدعی تھا (بجز اس کے) پھر تم اگلی آسمانی کتب سے موازنہ کر لو کہ یہ سلسلہ منہاج نبوت پر ہے یا نہیں ۔
والارض ۔ پھر زمین والے گواہی دے سکتے ہیں ۔ کہ میرا کیریکٹر کیسا ہے اور میرے پیرو کیسے ہیں ۔
وان عسیٰ ان یکون قد اقترب اجلہم ۔ آسمان میں ایک وقت خاموشی ہوتی ہے دوسرے وقت بجلی کا کوندنا ۔ بادل کا گرجنا اسی طرح زمین کا حال ہے ، ایک وقت سیلاب ۔ دوسرے وقت مطلع صاف ۔ بس یہ الہاموں کا زور یہ مذہبوں کے آپس میں مباحثے مزور ایک مفید نتیجہ رکھتے ہیں یہ جھگڑے خود گواہ ہیں اس بات کے کہ دنیا میں امن عامہ آنے والا ہے ۔
من یضلل ۔ یہ نتیجہ انسان کی اپنی اختیار کردہ ضلالت کا ۔ دو خط جب زاویہ پیدا کرینگے تو جوں جوں بڑھیں گے ، فاصلہ بھی بڑھتا جاویگا ۔
عن الساعۃ ۔ تیری کامیابی اور دشمنوں کی تباہی کا وقت ۔
ثقلت فی السموات والارض ۔ کیا کبھی کسی نے سنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کی تمام قوم اور تمام ملک سب کے سب مسلمان ہو گئے ہوں اس واسطے یہ عظیم بات ہے ۔
ان انا الا نذیر و بشیر ۔ ان یہ بات کہ حق کے دشمنوں کے لئے ڈرانیوالا ہوں ۔

مورخہ ۱۲ ۔ ستمبر ۱۹۰۹ سنہ ۶

(رکوع ۲۴)

شرک بری بلا ہے اس سے قوموں میں تفرقہ پڑتا ہے ۔ مشرک کبھی سچے علوم کا وارث نہیں ہوتا یہ سورۃ اب ختم ہوتی ہے ۔ اس لئے اخیر میں پھر رسالتمآب کی تعلیم کا خلاصہ بیان کر دیا ہے جو توحید ہے ۔
من نفس واحدۃ ۔ ہر ایک شخص ایک آدمی کا نطفہ ہوتا ہے ۔
منہا ۔ اسی کی قسم کا ۔ یہ ظاہر ہے آدم زاد کے حیوانات سے ذلوج نہیں ہونے ۔ گدھی ۔ بکری ۔ لومڑی سے اولاد نہیں لے سکتے ۔
لیسکن الیہا ۔ دوسرے مقام پر فرمایا ۔ لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ عورت ذات بوجہ اپنی کم علمی ، ناتجربہ کاری کے بہت ہی قابل رحم و قابل مہربانی ہے جن کے گھر میں آرام ہو اور بیوی ہو وہ بہت آرام پاتے ہیں ۔ شہوت کے بد استعمال میں کم گرفتار ہوتے ہیں ۔
جعلا لہ شرکاء ۔ کئی ایسے لوگ ہیں جن کا یہ حال ہے ۔
لایستطیعون لہم نصرا ۔ وہ ان مشرکان عرب کی کچھ مدد نہ کر سکیں گے ۔
ولا انفسہم ۔ ان کی اپنی ہی خبر نہیں چنانچہ سب توڑے گئے ۔ قطب شمالی یا جنوبی کی دریافت کوئی بڑا کام نہیں ۔ ہم تو یہ بے نظیر ہے کہ آپ نے تمام عرب میں وحدت و یکجہتی کی روح پھونک دی ، اور انہیں حیوان سے با اخلاق با خدا انسان بنا دیا ۔ کوئی ہے ؟ جو اسکی نظیر دکھلائے ۔
ثم کیدون ۔ مجھ سے سب ملکر جنگ کرو اور مہلت بھی نہ دو ، یہ جرأت راستباز نبی کے سوا کسی میں نہیں ہو سکتی ۔
وھو یتولی الصالحین ۔ خدا کی تولی کی علامت یہ ہے کہ انسان دن بدن ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آتا ہے ۔
فانصتوا ۔ مورخ ، سائنس دان سب قرآن کی مخالفت میں کمربستہ ہیں اور مسلمان خفتہ ۔
لعلکم ترحمون ۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہاں مومن مخاطب نہیں ۔ مگر لوگ ہیں کہ الحمد کے پیچھے نہ پڑھنے کا جھگڑا لے بیٹھتے ہیں ۔ ذرا نہیں سمجھتے ۔ کہ یہاں مومن مخاطب نہیں ۔ پھر دور کی صف میں کھڑا ہوا تو سن ہی نہیں سکتا ۔ پھر ظہر و عصر کی نمازوں میں تو جہری قرأت نہیں ہوتی ۔ پس خلف الامام الحمد پڑھنے سے کیوں منع کرتے ہیں ۔
ولہ یسجدون ۔ اسکے فرمانبردار ہوتے ہیں ۔

یہاں سورہ اعراف کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد للہ

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورہ انفال

(پارہ نہم)

مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۵)

سورہ نساء و مائدہ انسان کو تمدن و معاشرت سکھلاتی ہیں۔ سورہ اعراف انفال۔ رسول علیہ السلام کی نبوت کو ثابت کرتی ہیں۔ ۔۔۔۔ یک علمی بحث ہوتی ہے جس سے عامۃ الناس فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ عالی دماغ لوگوں کے متعلق ہے۔

یسئلونک عن الانفال۔ تین لفظ ہیں۔ فئے۔ غنیمت۔ نفل۔

فئے۔ جس مال پر مسلمانوں کا کچھ بڑا خرچ نہ ہوا ہو۔ جیسے کہ سورہ حشر میں۔ فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب۔ نفل وہ مال جو خرچ کے بالمقابل زیادہ ملا ہو۔

غنیمت۔ اس لفظ کے معنوں میں عام لوگوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ جیسے صاحبزادہ اور حضرت گند ے معنوں میں لئے جاتے ہیں اسی طرح غنیمت کے معنی لوٹ کے مال کے کئے ہیں۔

عربی زبان میں غنیمت کہتے ہیں مطلق حصول مال کو۔

عرب میں کسی کو رخصت کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں سالمًا غانمًا۔

واصلحوا ذات بینکم۔ ہر آدمی کا وہ تعلق جو دوسرے سے ہے اس میں سنوار پیدا کرو۔

کما۔ کے معنے کیوں۔

لکرھون۔ السابقون الاولون۔ خدا کے حکم سے کراہت کریں ہرگز نہیں مشکل سمجھنے والے جیسے کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم حملتہ امہ کرھًا ووضعتہ کرھًا۔ حمل سے کوئی شریف عورت کراہت نہیں رکھتی۔

وھم ینظرون۔ کفار دیکھ رہے ہیں کہ مرنے کا مقام ہے۔

صحابہ کرام کی ہرگز یہ حالت نہ تھی کہ وہ منبد من جنگ میں جانے سے ڈرتے اور ان کی حالت یساقون الی الموت ہوتی۔ انہوں نے تو کہا لا نقول لک کما قالت بنو اسرائیل لموسیٰ اذھب انت وربک الآیۃ۔

تستغیثون۔ پانی پر کفار قبضہ کر چکے تھے۔ اس لئے مورخان نے بادل مانگا

مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۶)

جنگوں میں بھی اور عام طور پر بھی دیکھا گیا ہے کہ بیٹھے بیٹھے دل کو غیر معلوم وجہ سے خوشی یا غم پہونچ جاتا ہے۔ اس کے بعد کسی دن یا تو خوشی کی خبر آتی ہے یا غم کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کو آئندہ واقعات سے ایک تعلق ہے اسی قانون کی ماتحت اگر جنگ میں آدمی کو نیند آجائے تو یہ اس بات کی فال سمجھی جاتی ہے کہ ضرور ہماری فتح ہوگی۔ گویا اس طرز پر روح کو اللہ تعالیٰ نے ایک باریک علم عطا کرتا ہے۔ اسی واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔ اذ یغشیکم النعاس امنۃ وینزل علیکم من السماء ماءً۔ پانی پر کفار کا تسلط تھا۔ اس پانی کی تکلیف کے دفع کو بطور احسان فرمایا۔

لیطھرکم بہ۔ تاکہ تمہارے دلدر دور ہو جاویں۔

اذ یوحی ربک الی الملائکۃ۔ ملائک کا فعل پاک بندوں پر ظہور پکڑتا ہے جب کہ نا فعل ان سے بطور ان کا عمل پاک ہوتا ہے۔

فرشتوں کا انکار تین قوموں نے کیا ہے۔ دہریہ۔ برہمو۔ نیچری۔ حالانکہ جس طرح اللہ پر ایمان ضروری ہے۔ اسی طرح ملائکہ پر۔

شدید العقاب۔ عقاب سے ظاہر ہے کہ پہلے انسان جرم کرتا ہے پھر اس کو سزا ملتی ہے۔

فلا تولوھم الادبار۔ اس وقت بھی مذاہب میں ایک بڑی جنگ ہو رہی ہے۔ اور وہ دلائل کی جنگ ہے اعتراضوں کے جواب دینے کی جنگ ہے۔ نیک نمونہ دکھانے کا دن ہے۔ پس مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ مخالفوں کے مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیریں۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو بہت سی روحیں قبول حق کے لئے تیار ہیں۔

اذ رمیت۔ ہتھیار پھینکا تونے۔

ان تستفتحوا۔ یہ کفار کو خطاب ہے۔

مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۹ء

(سورہ انفال۔ رکوع ۱۷)

کھانا جو حفظ حیات و حفظ طاقت کے لئے ہے۔ اس میں بھی طبائع مختلف ہیں۔ کسی کے لئے ادنیٰ سا کھانا بہت اسکے۔ اور کسی کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ کھانا مضر ہوتا ہے۔ یہی حال لباس کا ہے۔ بعض صرف لنگوٹ باندھتے ہیں۔ بعض ضرورت کے مطابق۔ بعض بہت سے کپڑے پہنتے ہیں۔ پھر اس میں قسم قسم کے اختراع کئے ہیں۔ اور ہر وقت فیشن کی دھت میں کتر بیونت کرتے رہتے ہیں

یہی اولاد کے اخراجات کا۔ یہی مکانات کا۔ یہی کتب کا۔ یعنے ایک درجۂ ضرورت
ایک حد سے بڑھ کر فضول۔

دوسری بات۔ عجائبات قدرت اور اللہ کے انعاموں کے مطالعہ سے فرمانبرداری کا
مادہ بڑھتا ہے۔ اس رکوع میں ان باتوں کا ذکر آتا ہے۔

لما یحییکم۔ حدیث شریف میں اس کی تفصیل ہے۔ کلکم عاد الا من کسوتہ
وکلکم ضال الا من ھدیتہ۔

یحول بین المرء وقلبہ۔ کبھی اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان
روک ڈالدیتا ہے۔ یہ سزا ہے اس بات کی کہ تحریک ملک پر عمل نہیں کیا۔ جو وقت
نیکی کرنے کا تھا۔ اس میں نیکی نہیں کی۔

لا تصیبن الذین ظلموا۔ جب مصیبت آجائے۔ تو سب پلٹے جاتے ہیں۔ عیسیٰ
بین خود موسیٰ بدین خود کا اصل غلط ہے۔ وامر بالمعروف کرمت چھوڑو۔ ورنہ
بدی کی وجہ سے عذاب آنے پر سب کو ملوث ہونا پڑیگا۔

مستضعفون۔ یہ اس بات کا جواب ہے۔ کہ کمزوری تبلیغ سے مانع نہیں۔

فتنۃ۔ کٹھالی پر چڑھانا۔ اولاد اور اموال سے آدمی کے ایمان کا امتحان ہو
جاتا ہے۔ اور وہ خالص کیا جاتا ہے۔

مورخہ ۱۸۔ ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۸)

ایک روحانی طب بھی ہے۔ جیسے بخل۔ حسد۔ جھوٹ۔ چوری۔ زنا وغیرہ
روحانی امراض کے علاج میں۔

یجعل لکم فرقانا۔ ہر ایک شخص میز کامیابی چاہتا ہے۔ اسے فرقان کہتے ہیں
موسیٰ کو یہ فرقان حاصل ہوا۔ اغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون۔
دشمن ہلاک ہوا۔ وہ بھی آنکھوں کے سامنے۔ اس سے بڑھ کر کامیابی ہمارے
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔ بن کا فرعون خشکی میں غرق ہوا۔
یہ موقوف ہے تقوے پر۔

ویکفر عنکم سیأتکم۔ انسان کا دل نہیں چاہتا کہ اس کی کمزوری
اس کا گناہ کسی پر ظاہر ہو۔ چنانچہ ایک خورد سال بچہ بھی کسی بات کے برا ہونے
کا علم حاصل کرکے پھر اپنی طرف اس کا... منسوب ہونا پسند نہیں کرتا۔

انسان کی روح چار باتیں چاہتی ہے۔ دشمن کا ہلاک۔ گناہوں کی
معافی۔ اپنی ترقی۔ فضل۔ ان چاروں کے حصول کا گر تقوے بتایا ہے
کیا یہ نسخہ مجرب ہے۔ ضرور۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام
کے حالات سے ظاہر ہے۔ دنیا کے تمام بادشاہوں کے نام بھی بے ادبی
سے لئے جاتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کا نام ہی ادب سے لیا جاتا
ہے۔

واذ یمکر بک۔ متقی کو تمام مشکلات سے مخلصی اور کامیابی حاصل
ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا واقعہ پیش کرتا ہے۔

خیر الماکرین۔ تدبیر کرنے والوں میں تو خیر و برکت والا تو خدا
ہی ہے۔

الا اساطیر الاولین۔ اس زمانہ میں بھی ایسا کہنے والے موجود ہیں
دہرمپال نے ایک رسالہ اس نام کا لکھا ہے۔

فامطر علینا۔ شقی لوگوں کی یہی علامت ہے۔ کہ وہ کسی کے حق ہونیکا
ثبوت اسی میں مانگتے ہیں۔ ابوجہل نے بھی یہ دُعا کی تھی۔

ان اولیاءہ الا المتقون۔ یہ پیشگوئی تھی جو پوری ہو گئی۔ خانہ کعبہ کے
متولی۔ نبی کریمؐ اور ان کی جماعت ہوئی۔

مورخہ ۱۹۔ ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۹)

ان ینتھوا یغفر لھم۔ مغفرت کی شرط ہے کہ جن بدیوں میں گرفتار
ہیں۔ ان کو چھوڑ دیں۔

حتی لا تکون فتنہ۔ یہ لڑائی کی غرض بتائی۔ کہ فساد نہ رہے۔

ویکون الدین کلہ للہ۔ یعنے جو عقیدہ دل میں ہو وہی ظاہر کر سکیں
سب دین اللہ کے لئے ہو جائے۔ مومن کے لئے کوئی خوف مذہبی معتقدات
و اعمال کا نہ رہے۔

پارہ ۹ کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد للہ

رب العالمین

مین ایک غرض تھی۔ مکہ کی فتح کے بعد ابوبکرؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظام کے لئے بھیجا تھا اس کے بعد انہی آیتون کے ساتھ حضرت علیؓ کو بھیجا یہ ایک اعلان جنگ تھا جو بطور یادگار کے علیحدہ رکھا گیا اس اعلان جنگ مین وجوات بیان کئے جاتے ہین جن کی بناء پر جنگ... کیا جاوؐ

براءۃ۔ بیزاری کا اظہار ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔

عاھدتم من المشرکین۔ عہد کیا پھر توڑ دیا۔ (اس کا ذکر آگے آتا ہے)

مخزی الکافرین۔ نبی کریمؐ نے ۱۳ برس وعظ کیا بڑے بڑے دکھ اٹھائے۔ ۱۳ برس کے بعد مدینے مین گئے یہان بھی آٹھ برس کفار کا باوجود نیک سلوک کرنے کے بھی بدسلوک رہا۔ اب اکیس ۲۱ برس کے بعد کہا جاتا ہے اگر توبہ کرو تو بہتر ورنہ عذاب الیم آتا ہے۔

الا الذین عاھدتم۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطاب ان لوگون سے ہے جنھون نے معاہدہ مین نقض کیا۔

الاشھر الحرم۔ یہ چار مہینے وہ ہین جن کے اندر اپنا اپنا انتظام کر لینے کا نوٹس دیا جا چکا تھا۔ فان تابوا۔ دیکھئے کس قدر نرمی سے کہ مین جنگ مین جو توبہ کرے اسے بھی چھوڑ دو اور جو پناہ مانگے اسے پناہ دو۔ پھر شریر کہتے ہین کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔

مورخہ ۱۷۔ اکتوبر سنہ ۹ء

(سورۃ توبہ رکوع ۸)

نقض عہد بہت بڑی بات ہے۔ قرآن شریف کے تیسرے رکوع ہی مین ہے۔ وما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عھد اللہ۔ مین بھی لوگون کے عہد لیتا ہون۔ عہد کے بعد مین کانپ جاتا ہون اور کہتا ہون کہ اس سے کوئی معاہدہ نہ لون تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس مین نفاق آ جائے۔ مین تمہین معاہدہ پر قائم رہنے کی سخت تاکید کرتا ہون۔ موت کے وقت یہ اولاد یہ دوست پیچھے کبھی کام نہین آتے۔ پس خدا سے اپنا معاملہ صاف رکھو۔

فما استقاموا لکم۔ جب وہ قائم رہین۔

المتقین۔ معاہدہ پر پکے رہنے والے۔

ان یظھروا علیکم۔ تمہارے مقابلہ مین اگر کوئی ہی ان کی پیٹھ پر ہاتھ رکھنے والا ہو۔

اِلّاً۔ الّ کے معنے ہین اللہ۔ قسم کھانا۔ قرابت۔ ان کے لحاظ سے۔ قرابت۔ باپ کی طرف سے قرابت یا بیوی بہن کی طرف سے قرابت۔

فاسقون۔ فاسق کے معنے قرآن نے کئے ہین۔ ینقضون عھد اللہ

لعلھم ینتھون۔ اس لئے نہین کہ تمہارے ہمخیال ہو جاوین بلکہ یہ کہ بدی سے باز آ جاوین۔ یہ نہین کہ سارا جہان مسلمان ہو جاوے بلکہ صرف یہ کہ فتنہ اٹھ جائے اور دین اللہ کے لئے ہو جاوے۔

یشف۔ وہ جو تمہین مقابلہ سے درد دکھ پہونچا ہے اس کو دور کر دیگا۔

جاھدوا منکم۔ دین مین آدمیون کی کثرت کی ضرورت نہین بلکہ ایسے لوگون کی جن مین استقلال استبازی۔ عاقبت اندیشی وہمت بلندی ہو۔

ولیجۃ۔ دلی دوستی والا۔

خبیر بما تعملون۔ بدیون سے رکنے کے لئے اس آیۃ کا مطالعہ بہت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہمارے ہر کام سے باخبر ہے۔

مورخہ ۱۸۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۹)

خدا تعالیٰ نے ہمارے تمام اقوال و افعال بلکہ دنیا کی تمام اشیاء مین مراتب رکھے ہین۔ مراتب کو نگاہ رکھنا بڑا ضروری ہے۔ دنیا مین نیکیان ہین پھر ان سے بڑھ کر اور پھر ان سے بڑھ کر اعلیٰ مثلاً خدا یاد کرتے مین کوئی کانٹا یا دکھ دینے والی چیز ہو تو اس کو الگ کر دو۔ یہ ادنیٰ نیکی ہے۔ صوفیون کے نزدیک اماطۃ الاذیٰ سے مراد رذائل ہین جو خدا تک پہونچنے مین روک ہو جاتے ہین پھر اس سے بڑھ کر ایمان باللہ والرسول ہے۔ مگر مین نے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے لوگ چھوٹی چیز کی طرف توجہ کرتے ہین اور بڑی کا خیال نہین رکھتے۔ مثلاً تہجد کے لئے اٹھین گے خواہ صبح کی نماز قضا ہی ہو جاوے اس حفظ مراتب نہ کرنے سے نقصان پہونچتا ہے۔

اس رکوع مین اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو خوب کھولا ہے۔ کہ والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کیا اور ایک یہودی سے کہا کہ دیکھو ہم حجاج کی خدمت کرتے ہین۔ اور مسجد حرام کی مرمت کرتے رہتے ہین کیا ہم محمدیون سے اچھے نہین۔ جنھون نے آکر پھوٹ ڈالدی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے مقابلہ مین ان مشرکین کے چھوٹے کام کچھ بھی نہین۔

یبشرھم ربھم۔ اس سے پہلے اعظم درجۃ بھی ایک دعوے تھا اس کا ثبوت دیتا ہے کہ انہین جنت اور ابدی نعمتین ملینگی پھر کامیاب ہون گے اور یہ باتی پلانے پر ناز ان خائب و خاسر رہین گے۔

مورخہ ۱۹۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۰)

دنیا مین جس قدر کام ہین دین کے ہون یا دنیا کے ہر ایک کام کے لئے ایک نہ ایک سبب ہوتا ہے اب جو لوگ صرف اس بات پر بھروسہ کرتے ہین وہ جب ناکام ہوتا ہے ان کو بڑا دکھ ہوتا ہے۔ مگر جن کا بھروسہ اللہ پر ہوتا ہے وہ ہمت نہین ہارتے اسی لئے مومن ایک دعا نماز مین پڑھتا رہتا ہے۔ جو بقول ایک امام کے واجب ہے۔ اللّٰھم انی اعوذ بک من الھم والحزن ومن العجز والکسل۔ جب مومن کا اللہ پر بھروسہ کم ہو تو اسے متنبہ کرنے کے لئے کسی امر مین بظاہر ناکام رکھتا ہے تا وہ اپنی ایمانی حالت کو درست کرین۔

ہوازن وحنین کے مقابلہ کے وقت بارہ ہزار آدمی تھے اس وقت مسلمانون کے دلون مین گھمنڈ آگیا کہ اب ہم ضرور کامیاب ہونگے۔ یہ ایک عجب تھا اس لئے حنین مین پہلے ناکامی ہوئی۔ جس طرح لاہور کی فتح کے بعد انگریزون سے چیلیان موجیان وغیرہ پر جنگ ہوئی تھی۔ اور وہ سکھون کی مذبوحی حرکت تھی اسی طرح مکہ کی فتح کے بعد چند بھگوڑے ادھر ادھر جمع ہو کر حنین مین مقابلہ پر آئے۔

اعجبتکم۔ عجب مین ڈالا کہ ہمارا جتھا۔ ہمارا فہم۔ ہمارا زور بہت زیادہ ہے۔

علی رسولہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خچر کی باگ ان سو تیر زنون کی طرح پھیری اور کہا۔ انا النبی لا کذب۔

انما المشرکون نجس۔ جن چیزون سے عجب۔ غفلت وغیرہ پیدا ہوتی ہو ان سے قطع تعلق کا حکم دیا

وان خفتم علیہ ۔ یہ خیال ہو کہ ہم غریب ہو جاوینگے نذر و نیاز بند ہو جائے گی تو فرمایا کہ اللہ غنی کر دیگا۔

من الذین اوتوا الکتاب ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ دین حق انہون نے کسی اہل کتاب سے نہین لیا بلکہ من گھڑت باتون کی پیروی کر رہے ہین۔

مورخہ ۲۰ ۔ اکتوبر سنہ ۹ ء

(رکوع ۱۱)

دنیا مین کئی مذاہب آتے مین پہر مٹتے ہین ایک فرقہ تہا یہود سے وہ مصر یوت (غربی کنارہ) مین رہتا تہا وہ عزیر کو ابن اللہ کہتے تہے ۔ ہجری چوتہی صدی کے اخیر تک ان کا بقا رہا ہے ۔ پس اعتراض نہین چاہیئے کہ اب یہود نہین کہتے کیونکہ دنیا مین ایسا ہوتا آیا ہے ۔ دیکہو قسطلانی (عزیر ابن سرق) داؤد ظاہری ۔ لیث کے متبعین اب نہین پائے جاتے مگر کتابون مین ان کا ذکر ہے۔

المسیح ابن اللہ ۔ محبت کے الفاظ جو خاص موقعہ پر کسی خاصیت کے اظہار کے لئے بولے جاتے ہین ان کو شامل عقیدہ کرنا غلطی ہے خدا نے اس محاورہ کو سمجہایا ہے ۔ نحن ابناء اللہ و احباءہ ۔ گویا ابناء کے معنے بتادئے۔

قاتلہم اللہ ۔ اللہ ان پر لعنت کرے۔

اربابا من دون اللہ ۔ ربوبیت کی شان اپنے فقیرون ملانون کو دیتے ہین۔

وما امروا ۔ یہ تورات کی آیات کی طرف توجہ دلائی ہے ۔ کہ تیرے لئے میرے حضور آسمان و زمین مین کوئی خدا نہ ہو۔

سبحنہ ۔ اللہ کے افعال ۔ صفات ۔ عبادت مین کوئی شریک نہین۔

بافواہہم ۔ اپنے منہ کی تقریرون سے۔

لیظہرہ ۔ تا غلبہ ثابت کر دے اس پیشگوئی کے لئے یہی زمانہ ہے کیونکہ تمام ادیان کے عقائد ظاہر ہو چکے اب قرآن شریف کے غلبہ کے ثبوت کا پورا موقعہ ہے۔

افسوس کہ مسلمان ابہی تک سوئے ہوئے ہین ایک ٹکڑا ان کی زمین کا کوئی چہین لے تو یہ مقدمہ بازی مین لندن تک جا پہونچین مگر ان کا مذہب ان کی سلطنت جاتی رہی تو انہین کچہ پرواہ نہین۔

لیاکلون اموال الناس ۔ مسجدون کے ملان اپنے فرائض سے غافل ہین ۔ لوگون نے انکی وجہ معاش کا بندوبست کیا تا وہ علم پڑہین اور ہمارے بچون کو دین سکہائین مگر وہ اور ہی جہمیلون مین پڑ گئے۔

مورخہ ۲۱ ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء

سورہ توبہ (رکوع ۱۱)

فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم ۔ سائل جب پہلے سوال کرتا ہے تو بخیل مسئول اس کے سوال کا رد پہلے ماتہے کے شکن کے ذریعے کرتا ہے پہر منہ پہیرتا ہے پہر پیٹہ دیکر چلا جاتا ہے اس لئے سزا مین ان تینون جگہون کا ذکر کیا۔

فی کتاب اللہ ۔ اللہ کی پاک شریعتون مین ۔ خدائی حساب چاند کے ساتہ وابستہ ہین اور دنیاوی حساب آفتاب سے ۔ دونون مین کئی دنون کا فرق پڑ جاتا ہے دنیادارون نے شمسی حساب کو پسند کیا ہے کیونکہ زیادہ فرق نہین پڑتا اور چاند کے حساب پر چلین تو تین برس مین ایک ماہ چہتیس سال مین ایک سال کا فرق پڑ جاوے اور اس حساب سے تنخواہ لینے والا ملازم ٹہرے فائدے مین رہ سکتا ہے۔

دینی کام چاند کے حساب پر کرنے مین صوفیا نے ایک نکتہ لکہا ہے کہ اُمّت محمدیہ ہر شمسی مہینے مین اپنی ہر عبادت کرنے کا فخر رکہتی ہے۔

انما النسیٓء زیادۃ فی الکفر ۔ چونکہ عرب کے مشرکین باہر تجارت کے لئے جاتے تہے دقت مین پڑتے تہے اس لئے وہ کبہی محرم کو صفر بنا لیتے اور کبہی کچہ ۔ جس سے لوگون کو مغالطہ ہوتا اور بہت سا فساد پڑ جاتا ۔ سود خوارون نے بہی ایک فساد کیا ہے کہ لوند کا مہینہ رکہ لیا ہے اور بارہ کی بجائے تیرہ کا سود لیتے ہین اور کبہی مہینے کے دن بڑہا لیتے ہین ۔ اس حیلے سے کہ حساب پورا ہو جاوے۔

مورخہ ۲۳ ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۲)

ہر قوم بلکہ ہر شخص کے لئے ایک امتحان ہے جس سے اس کے جوہر مخفی معلوم ہوتے ہین خدا نے ابوالانبیاء ابراہیم کا بہی امتحان لیا۔

مبتلیکم بنہر ۔ ان مخاطبون کا بہی امتحان لیا ۔ امتحان کئی قسم کا ہے ایک ذلیل کرنے کے لئے کذلک نبلوہم بما کانوا یفسقون ۔ ایک اس لئے کہ پہلی غلطیون کو چہوڑ دے ۔ بلونٰہم بالحسنٰت والسیٔات ۔ ایک کمالات کے اظہار کے لئے جیسے اذا ابتلی ابراہیم ربہ فاتمہن

اثاقلتم الی الارض ۔ غرض تمہاری اس سفر مین دنیا کی کوئی خواہش ہو رہی ہے۔

یستبدل قوما غیرکم ۔ لوگ کہتے ہین کہ اسلام تنزل مین ہے یہ غلط ہے اسلام ضرور دنیا مین رہیگا مگر ڈر تو یہ ہے کہ اسلام ہمارے گہرون سے نکلکر کسی اور قوم مین چلا جائے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اترکوا الترک ما ترکوکم ۔ خوارزم کے ایک بادشاہ نے اس کے خلاف کیا ۔ چنگیز خانیون کو لڑائی کے لئے بلایا ۔ اس نے جواب مین کیا عمدہ لکہا کہ اول تو تمہارا قرآن شریف مانع ہے ۔ کیونکہ اس مین حکم ہے قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا دوئم ہم تمہارے ساتہ لڑتے نہین حدیث مین ترک کے ساتہ جنگ کی ممانعت ہے سوئم ہم تاجرانہ حیثیت سے آئے ہین سلطنت سے کچہ تعلق نہین اس ناعاقبت اندیش نے اس پر غور نہ کیا لڑائی چہیڑ دی آخر ۱۸ لاکہ مسلمان ہلاک ہوئے تمام کتب خانے تباہ ہوئے ہزارہا آدمیون کو جن کی نسبت خیال تہا دعوے سلطنت کرین گے زندہ دیوارون مین چنوا دیا ۔ غرض یہ سب کچہ مسلمانون نے دیکہا ۔ اس نافرمانی نے دکہایا ۔ مگر نافرمانی کو نہ چہوڑا۔

انفروا ۔ دینی کام مین چلو۔

خفافا ۔ میرے ذوق کے مطابق اس کے یہ معنے ہین کہ مباحثہ مین کتابون کے اٹہائے جانے کی ضرورت نہین ہوتی ۔ حسبنا کتاب اللہ۔

مورخہ ۲۴ ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱)

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور چند آدمی عذر کرنے آئے کہ ہم غزوہ تبوک مین جا نہین سکتے انبیاء کی طبیعت مین رحم ہوتا ہے فرمایا ۔ اچہا۔

عفا اللہ عنک ۔ اللہ تعالیٰ ناراض نہین بلکہ محبت سے فرماتا ہے تم نے درگذر کر دیا ہے اللہ نے بہی تم سے درگذر کی۔

حتّٰی یتبین لک۔ اس سے ظاہر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حکم کے خلاف کارروائی نہیں کی
چنانچہ پارہ ۱۸۔ نور کے آخری رکوع میں فرمایا۔ ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یومنون باللہ
ورسولہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اذن مانگنا مومن کا کام ہے یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اذن لینا
کفار کا کام ہے۔ یہ اختلاف نہیں بلکہ اختلاف مواقع پر مبنی ہے یہاں اذن مانگنے والوں کے جھوٹ
کا ثبوت دیتا ہے۔

قلبوا لک الامور۔ تیری باتوں کو زیروزبر کرنے کی کوشش۔

ولا تفتنی۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ۔ میری قوت شہوانی بڑی تیز ہے میں عورتوں کو دیکھ کر
گھبرا جاتا ہوں ایسا نہ ہو۔ میں وہاں گرفتار ہو جاؤں۔

احدی الحسنیین۔ شہید ہوں گے تو مقرب بارگاہ الٰہی ہوں گے فاتح ہوں گے۔ تو عزت پائیں گے۔

مورخہ ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۳)

نیکیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک جڑھ۔ دوم اس کی فروع۔ کئی ایسی بھی ہیں جو اس جڑھ سے تعلق
نہیں رکھتیں۔ شاخوں کی سرسبزی اصل کی آبیاری پر موقوف ہے۔ چونکہ تمام نیک کاموں کی جڑ ایمان ہے
اس لئے اس کی حفاظت ہر طرح مقدم ہے اسی طرح فرض کو نوافل پر ترجیح ہے۔

قل انفقوا طوعاً او کرھاً۔ بہت لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چندوں میں شریک
ہوتے مگر چونکہ ایمان میں پکے نہ تھے اس لئے فرمایا۔ یہ چندے مقبول نہیں۔

ولا یاتون الصلوٰۃ الا وھم کسالیٰ۔ یہ کفروا باللہ ورسولہ کا ثبوت دیا ہے ایمانی حالت کا اندازہ
اعمال سے ہوتا ہے۔

مورخہ ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۴)

الصدقٰت۔ اس سے مراد یہاں زکوٰۃ کا روپیہ ہے اس کے مصارف بیان فرماتا ہے۔

للفقراء۔ یہ فقیر کی جمع ہے جس کے معنے ہیں محتاج۔ یہ کئی قسم ہیں مثلاً کوئی شخص یوں تو دولتمند
ہے مگر اتفاقاً ریل کے اسٹیشن پر اس کے پاس روپیہ نہ رہا تو اس وقت وہ فقیر ہو گیا۔ گویا ایک
وقت ایسا آگیا کہ محتاج ہو گیا۔

والمساکین۔ جو نہ پاؤں نہ چلا سکے یہ بھی کئی قسم ہے مثلاً ایک جلد ساز ہے اور اس کے پاس جلد کرنے
کا سامان نہیں تو وہ مسکین ہے۔

والعاملین علیھا۔ نبی کریم کے زمانے میں زکوٰۃ۔ آپ کے حضور پہنچائی جاتی تھی۔ پس جو اس کو جمع
کرنے والے تھے۔ ان کو عاملین کہتے۔

المولفۃ قلوبھم۔ مثلاً ایک سکھ یا عیسائی آگیا اب اُسے مکان چاہیئے کھانا چاہیئے وغیرہ ضروریات

وفی الرقاب۔ غلام اور ایسے قیدی جو بذریعہ روپیہ خلاص ہو سکیں۔

فی سبیل اللہ۔ دشمن کے مقابلہ کے لئے جو تیاری کرنی پڑتی ہے اگر لڑائیوں کے دن ہیں تو
اس میں رسد و ہتھیاروں کی ضرورت ہے اگر قلم کا جنگ ہے تو پھر کتابوں کی تصنیف و تالیف و اشاعت کا
خرچ ہے اور مگر روبرو مکالمہ ہے تو عمدہ تقریر۔ کلام موجہ کی ضرورت ہے اس پر بھی روپیہ خرچ
ہوتا ہے۔

وابن السبیل۔ مسافر لوگوں کو عجیب عجیب ضرورتیں پیش آتی ہیں میرے نزدیک آجکل قرآن و
حدیث کی ترویج میں لگانا فی سبیل اللہ ہے

یحذر المنافقون۔ منافقوں کی پہچان کے لئے بہت عجیب عجیب باتیں کلام الٰہی میں آئی
ہیں ان میں سے ایک ہمزا بمالم یالوا بھی ہے۔

ان اللہ مخرج۔ بدکار کی بدکاری عام طور سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ کنا نخوض ونلعب۔ شعروں میں ہے

دل از عمر محمد ریش دارم ٭٭٭ رقابت با خدائے خویش دارم
نقدیر یک ناقہ نشانیدہ دو محمل ٭٭٭ سلمائے حدوث تو ولیلائے قدم را

مورخہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء
(رکوع نمبر ۱۵)

ہر ایک چیز اپنے نشان سے پہچانی جاتی ہے (درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے) کسی پر مثلاً غضب
آوے تو چہرہ پر اس کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ غرض انسان کے اندر جو کچھ ہو اس کا اثر ظاہر ہو ہی
جاتا ہے۔

یہاں منافقوں کا ذکر ہے اس لئے ان کے نشان بتاتا ہے تا انہیں اپنے نفسوں کے [illegible]
سکے۔

یامرون بالمنکر۔ منافق کے اندر چونکہ پسندیدہ بات کوئی نہیں ہوتی اس لئے وہ تحریکیں
بھی ناپسندیدہ امور ہی کی کرتا رہتا ہے۔

یقبضون ایدیھم۔ چونکہ اسے جزا و سزا کے مسئلہ پر پورا یقین نہیں ہوتا اس لئے وہ کھلے دل
خرچ فی سبیل اللہ نہیں کر سکتا۔

فنسیھم۔ پس اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ اللہ کسی کو بھولے یہ غلط بات ہے

خرچ مال بڑھانے سے بڑھتا اور گھٹانے سے گھٹتا ہے ایک ہزار روپیہ میں بھی گزارہ کرتے ہیں اور
ہمارے حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ایک پیسہ پر انسان آٹھ پہر گزارہ کر سکتا ہے اور یہ تجربہ شدہ بات ہے
ایک وزیراعظم نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں نے یہاں دو تین روپے پر امید واری کے دو ماہ گزارے
ہیں۔

مورخہ ۲۸۔ اکتوبر ۹ء
(رکوع نمبر ۱۶)

مثنوی میں ایک بات لکھی ہے گنے اور چاولوں کو بہت پانی دیا جاتا ہے پانی میں تمام بیجوں کا مادہ
ہوتا ہے اس سے کچھ اور گھانس وغیرہ بھی اُگ آتی ہے اس کو بذریعہ نہلائی کے دور کیا جاتا ہے
اسی طرح منافقین کو مومنین سے الگ کیا جاتا ہے اور اس کے لئے بڑے مجاہدہ کی ضرورت ہے
کیونکہ رذائل تو انسان میں پہلے آتے ہیں ان کے دور کرنے کے لئے بڑا مجاہدہ چاہیئے۔

واغلظ علیھم۔ علیہم کی ضمیر کے مرجع پر لوگوں نے بحث کی ہے بعض دونوں کی طرف
پھیرتے ہیں بعض صرف منافقین کی طرف۔ میرے نزدیک دونوں کی طرف ہے کیونکہ دوسری جگہ
اشداء علی الکفار۔ آیا ہے جس کے معنے حضرت صاحب نے یہ کئے ہیں کہ کفار کی بات تم پر
اثر نہ کرے۔

واغلظ علیھم۔ ملی اکمہ غلیظۃ۔ اس کے معنے مضبوطی کے ہیں۔

وماواھم جھنم۔ جہنم خدا کی ناراضگی کے جلانے کی بھٹی ہے اس سے بچاؤ ہوتا ہے۔
بذریعہ توبہ۔ استغفار۔ صدقہ۔ دوسرے سے دعا کرانا۔ مصائب کا آنا۔ قبر کے مشکلات مرنے کے
بعد لوگوں کا جنازہ پڑھنا اور ان کو ثواب پہنچتا ہے۔ کھانے کا روزی کا اور میرے نزدیک کلام الٰہی کا بھی۔

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ دہم

سورہ توبہ

(مورخہ ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء بقیہ رکوع ۱۶)

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

یہ جو کہتے ہیں کہ جاھد الکفار والمنافقین۔ کی اتحت منافقوں سے کیوں جہاد نہیں کیا گیا یہ غلط ہے کیونکہ منافقوں سے لڑائی ہوئی۔ چنانچہ قتلوا تقتیلا سے ظاہر ہے۔

یحلفون باللہ۔ چونکہ انہیں قوت فیصلہ اور تاب مقابلہ نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔

وھموا بما لم ینالوا۔ شیعہ غور کریں جو کہتے ہیں حضرت علی نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بلا فصل خلیفہ بننا چاہا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس طرح حضرت علی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

عذابا الیما فی الدنیا۔ دیکھو سورہ احزاب۔ لنغرینک بہم ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا .... یہ دنیا کا عذاب منافقوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہو چکا۔ ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا۔ جب دنیا کا عذاب ثابت ہو چکا تو آخرت میں ضرور آئے گا۔

فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم۔ بہت سارے کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ ان کے نقض کا نتیجہ نفاق ہے۔

والذین لا یجدون الا جہدہم۔ صحابہ میں ایسے بھی تھے جو مزدوری کرتے اور اپنی قوت لایموت سے بچا کر خدا کی راہ میں دیتے بعض ان پر ہنسی کرتے اس سے منع کیا ایسے ہی بہت دینے والوں کو بھی بعض لوگ ریا کے دیتے ہیں۔

مورخہ ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۷)

بعض وقت نافہم۔ نا عاقبت اندیش ایک کام کرتا ہے اور اس کے نتائج کو نہیں سوچتا۔

انی اخاف علیکم مثل۔

فرعون نے کہا۔ ما اھدیکم الا سبیل الرشاد۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہی کامیابی کی راہ ہے بہت سے لوگ ایک بات منہ سے نکال لیتے ہیں۔ مگر نہیں دیکھتے کہ وہ نتائج کے لحاظ سے کیسی ہوگی۔

ابو عامر ایک عیسائی تھا۔ قیصر کے دربار میں اس نے مسلمانوں کے خلاف بہت سی کوشش کی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب سنا کہ ابو عامر مسلمانوں کے خلاف کوشش کر رہا ہے ان دنوں آپ نے تبوک کی طرف چڑھائی شروع کی ہوئی تھی۔ میوے قریب خرچ ہونے تھے اور فصل کی موئی تھی اس لئے منافقین نے بہت سے عذر تراشے۔ اور پیچھے رہ گئے۔ اور اس پیچھے رہنے پر خوش ہوئے اس کا ذکر اس رکوع میں ہے۔

وقالوا لا تنفروا۔ شریر آدمی اپنے ساتھ دوسروں کو بھی ملا لیتا ہے چنانچہ انہوں نے دوسروں کو بھی یہی ترغیب دی۔

فلیبکوا کثیرا۔ یہ رونا ان کو بہت وقت نصیب ہوگا ایک موقعہ کا ذکر کرتا ہے۔

فقل لن تخرجوا معی ابدا۔ دیکھو اللہ بھی رحمن۔ رحیم۔ رحمتی وسعت کل شیء۔ اور نبی کریم بھی رحمۃ للعالمین۔ مگر پھر بھی ان کے حق میں ایک قطعی فیصلہ ہو گیا۔ یہ جو بڑی بڑی خطائیں کر کے معافی مانگنا پیشہ قرار دے لیتے ہیں۔ غور کریں۔ ایمان بین الخوف والرجاء ہے۔

خوالف۔ جمع خالفۃ کی ہے۔ جو عورتیں پیچھے رہ جاویں۔

اعد اللہ لہم۔ دنیا میں مظفر و منصور ہوں گے تو ان خشک پہاڑوں کے نہیں بلکہ جنات وغیرہ کے

مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۸)

بہت سے لوگ بڑی گناہ کر لیتے ہیں مگر جب ان کا خمیازہ اٹھاتے ہیں تو پھر عذر کرنے لگتے ہیں جو عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہیں کیونکہ عذر ہر جگہ کام دے۔ تو پھر انبیاء و کتب کی آمد بے کار رہ جاوے عذر کرنے والے تو تقدیر کا ہی عذر کرتے ہیں۔ جو بالکل فضول ہے حالانکہ قانون کی لاعلمی کا دعوے بھی مقبول نہیں ہوتا۔ لو کنا نسمع او نعقل کہنے والوں کی نہیں سنی گئی۔

اس رکوع میں [illegible]

یہاں پارہ دہم کے نوٹ ختم ہوئے۔

گیارہواں پارہ

(۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء سورہ توبہ رکوع ۱)

الغیب۔ جو اسوقت موجود نہیں۔

الشہادۃ۔ جو موجود ہے۔

فان اللہ لا یرضی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا مقام ہے۔

ومن الاعراب من یومن باللہ۔ یہ قرآن کا طرز ہے [illegible] ذکر کرتا ہے تو ان میں سے نیکوں کو الگ کر دیتا ہے [illegible] ذکر کرتا ہے۔

یکم نومبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۲)

جہاں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا ذکر کرتا ہے [illegible] سبب ہے کہ [illegible] مہاجرین و انصار کو [illegible] منافقین کفار [illegible] نشانات بنا رہے۔ پھر مومنوں [illegible] مقابلہ [illegible] ہو سکے کہ مہاجرین و انصار مومن تھے اور ضرور مومن تھے۔

بہت سی نافرمانیاں کرتا ہے پس سب سے پہلے مقابلہ اس سے کرو۔

انھم یفتنون۔ گندے اور پاک کی تمیز کی جاتی ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ۱۹ دفعہ ایسے فتنے آئے ہیں۔

ظاہر کو باطن سے اور باطن کو ظاہر سے ایک تعلق ہے۔ رسول کریم کے حضور آدمی آئے ایک نے دیکھا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے ایک جگہ ہے وہ تو جرأت کرکے وہاں چلا گیا دوسرے کو شرم آئی۔ وہ آگے نہ ہوا سب سے پیچھے بیٹھ گیا۔ تیسرے نے دیکھا کہ جگہ نہیں ہے اس نے اجتہاد کیا کہ میرا بیٹھنا فضول ہے چلا گیا۔ نبی کریم کو وحی ہوئی۔ کہ جس نے شرم کی۔ اس کے گناہوں کی گرہیں اللہ بھی کریگا۔ جو چلا گیا وہ بدنصیب ہے۔ نبی و راستباز کی صحبت میں بیٹھے رہنے سے بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے خواہ کچھ نہ سنو نفس بیٹھنا ہی ان انوار و برکات سے حصہ دلا دیتا ہے۔

میں اپنے بچوں کو بھی قرآن شریف سنایا کرتا ہوں اب کوئی یہ نہ جانے یہ کیا سمجھتے ہیں کیونکہ اس کا اثر ضرور کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔ ایک عورت بیمار تھی اثنائے حالت مرض میں عبرانی بولتی تھی۔ لوگ حیران تھے۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ چھوٹی عمر میں کسی پادری کی زبان سے عبرانی سن کا کرتی تھی اسی کا اثر کبھی کبھی مرض میں عبرانی بولتی تھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی اذان سنانے کا حکم دیا ہے یہ لغو فعل نہیں بلکہ اس کا اثر آئندہ عمر پر پڑتا ہے۔

یہاں سورۃ توبہ کے نوٹ ختم ہوئے

سورۂ یونس

مورخہ ۶۔ نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱)

الٓرا۔ انا اللہ اریٰ۔ کیا دیکھتا ہوں۔ اریٰ اعمالکم۔ یعنے جو کچھ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلوک کر رہے ہو۔ اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے تعلقات ہیں وہ سب میں دیکھ رہا ہوں۔

الکتب الحکیم۔ جامع کتاب کس معاملہ میں۔ حق و حکمت کی بھری ہوئی۔ سزا ہوگی تو بھی حکمت پر جزا بھی ملیگی۔ تو بھی حکمت پر۔

الیٰ رجل منھم۔ یہ سوال ہر زمانے میں پیدا ہوتا ہے۔ اور کئی ایک کو دھوکہ لگتا رہا ہے کہ ظاہری شکل تو ہم جیسی ہے۔ پس اس میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔ حالانکہ مابہ الامتیاز ہوتا ہے گو عام فہم نہ ہو۔ چنانچہ پہلا امتیاز تو یہی ہے۔ کہ

ان انذر الناس۔ مکذب لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراوے۔

وبشر الذین اٰمنوا۔ مومنین کو بشارت دے۔

لسٰحر مبین۔ دلربا باتیں کرنے والا قوم سے کٹوا کر الگ کر دینے والا۔

الذی خلق السمٰوات والارض۔ آسمان و زمین دونوں اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں مگر ایک کو رفعت بخشی ایک کو پستی۔ اسی طرح کسی کو محض اپنے فضل سے رفعت شان بخشدیتا ہے۔

من شفیع۔ شفع کہتے ہیں جفت کو۔ بس خدا کا جفت والا کوئی نہیں نہ کسی کو اذن بغیر اس کی مرضی کے مل سکتا ہے۔ ذٰلکم اور یدبر الامر میں ثبوت دیا ہے۔ بعثت نبوت اور ایک شخص کو برگزیدہ کر لینے کا۔ اور پھر کامیاب مظفر و منصور کرنے کا اور پھر تمام انبیاء کی تعلیم کا اصل الاصول بتایا ہے۔

اللہ مرجعکم۔ جیسا مبدء میں وہی ہے ویسا ہی سب کا انجام بھی وہی ذات ہے۔ جس آن میں اللہ اول ہے اسی آن میں آخر ہے کیونکہ ذرہ ذرہ پیدائش کے ساتھ اور اپنے بقاء کے لئے بھی اسی کا محتاج ہے۔

لیجزی۔ انذار و تبشیر اور یہ تمام کار اس لئے ہے کہ جزا دے مومنوں کو اور سزا دے کفار کو

ھو الذی جعل الشمس۔ ظاہری انتظام کو دکھا کر باطنی پر استدلال فرمایا۔

لاٰیٰت۔ کہ ہر چیز کا مبدء و معاد تم ہی ہوں۔

لا یرجون۔ ایک معنی امید نہیں رکھتے۔ دوم معنے خوف نہیں رکھتے۔ دونوں معنے چسپاں ہیں۔

الذین اٰمنوا و عملوا الصٰلحٰت۔ علم کے ساتھ عمل ضروری ہے۔ گو فلسفہ قدیم کا مسئلہ گمراہ کن ہے کہ ہم عالم ہو جائیں تو خدا سے تشبہ پیدا کریں کہ اسے علم ہے مگر عمل نہیں کرتا۔

مورخہ ۷۔ نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

(سورہ یونس رکوع ۲)

ولو یعجل اللہ الناس الشر۔ نادان انسان اپنے لئے عذاب مانگ لیتا ہے۔

اللّٰھم ان کان ھٰذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ ابوجہل دعا کی تھی ہمارے ملک میں لڑکیوں کو ایسی ایسی گالیاں دیتے ہیں کہ خدایا تیری پناہ! زمیندار اپنے مال مویشی کو اسی قسم کے لفظ کہتے ہیں۔ اگر یہ دعائیں اللہ تعالیٰ قبول کرلے تو تمام کارخانہ درہم برہم ہو جائے۔

فی طغیانھم یعمھون۔ ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر وہ ایسے شریر ہوتے ہیں کہ اندھا دھند اپنی شرارت میں بڑھتے جاتے ہیں۔

ولقد اھلکنا۔ یہ اس بات کی نظیر دیتا ہے کہ بعض وقت عذاب آتا ہے تو وہ اٹھایا نہیں جاتا۔ کیونکہ جرم معافی کی حد سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

وجاءتھم رسلھم۔ غفلت میں اللہ تعالےٰ نہیں پکڑتا بلکہ اتمام حجت فرما کر پکڑتا ہے۔

ما کانوا لیؤمنوا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ غفلت میں نہیں ہے۔ بلکہ انکار بھی کیا۔

المجرمین۔ صرف گناہگار نہیں۔ بلکہ وہ جس نے جناب الٰہی سے اپنے تعلقات قطع کر لئے ہوں۔

لننظر کیف تعملون۔ یہ آیت خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہے کیونکہ تم بھی اس آیت کے نیچے ہو۔ بدظنی سے بچو۔ اوقات ضائع نہ کرو۔ علوم دین سے واقفیت پیدا کرو۔ اس پر عمل کرو۔

او بدلہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو کافی نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ کہ

مثنوی مولوی معنوی ٭ ہست قرآن در زبان پہلوی

جیسے شعر بنائے گئے۔ لوگ قرآن شریف کو چھوڑ کر ایک ذخیرہ کی طرف بھی ذرا توجہ کرتے ہیں۔ مگر اس کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔

عمرا من قبلہ۔ چالیس سال کی عمر بشر کے حالات کے لئے کافی ہے۔ جس سے اس شخص کی امانت و تقوے کا علم ہو سکتا ہے۔

افلا تعقلون۔ کیا تم اس کے مقابلے سے اپنے تئین نہین روکتے۔

لا یفلح المجرمون۔ یہ اپنے صدق کی دلیل دی ہے کہ مین مظفر و منصور ہونگا۔ اور یہ دشمن شکست یاب۔

مورخہ ۸۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(پارہ ۱۱۔ سورہ یونس۔ رکوع بقیہ ۲ و ۸)

وما کان الناس الا امۃ واحدۃ۔ اس آیت مین اس امر کا بیان ہے۔ کہ انبیاء و مجددین کس وقت مین مبعوث ہوتے ہین۔ سو فرمایا ہے۔ کہ لوگ ایک رنگ مین رنگین ہو جاتے ہین یعنے غیرت دینی اُٹھ جاتی ہے۔ کوئی نماز پڑھے تو پڑھے شراب پیئے تو پیئے۔ یعنے جب عیسےٰ بدین خود۔ موسیٰ بدین خود اور یہ کہ اپنی اپنی قبر مین پڑنا ہے" کے نعرے بولے جاتے ہین۔ ایسے وقت میں۔

ما اختلفوا۔ اختلاف اس وقت پڑتا ہے کہ جب مامور آجاوے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین منذرین الخ۔ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتہم البینات بغیاً بینہم۔ اور النحل ۱۴۔

ولولا کلمۃ سبقت۔ عسیٰ ان یکون ردف لکم اور ما کان اللہ لیعذبہم و انت فیہم۔

آیۃ۔ وہ عظیم الشان نشان جس مین سب ہلاک ہو جاوین۔

مکر۔ تدابیر۔ جب کسی پر کوئی مشکل یا مصیبت بنتی ہے۔ تو کئی طرح کے حیلے کئے جاتے ہین۔ چنانچہ اس کی تشریح خود فرماتا ہے۔

ھو الذی یسیرکم فی البر والبحر الخ۔

اذا ھم یبغون فی الارض۔ اماں انسان جب مشکل سے نجات پاتا ہے۔ تو اپنی تبیرون پر اکڑ بازی کرتا ہے۔ ایک دفعہ میری ایک بہن کا بچہ ہیضہ سے بیمار رہ کر مرگیا۔ مین جو گھر آیا تو اوس نے مجھے کہا۔ بھائی اگر تم ہوتے تو لڑکا بچ رہتا۔ مین نے کہا۔ اب ایک لڑکا ہو گا اور وہ میرے سامنے ہیضہ سے مریگا۔ تا ظاہر ہو کہ خدا تعالیٰ کے ارادے کے سامنے ہماری تدبیرین ہیچ ہین۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایسے کلمات اپنی غلطی کے خلاف ہین۔

مثل الحیٰوۃ الدنیا۔ جوانی کے دن خصوصیت سے قابل توجہ ہین۔ ان کی مثال دیتا ہے۔

مورخہ ۹۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۸ و ۹)

وذیادۃ۔ دیدار الٰہی۔

جزاء سیئۃ بمثلہا۔ جس قسم کا کوئی گناہ کرتا ہے اُسی قسم کی سزا پاتا ہے یعنے جس غرض کے لئے گناہ کرتا ہے وہ غرض حاصل نہین ہوتی۔ مثلاً کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اپنے لباس مین اپنی زبان مین اپنے تعلقات مین ایک شان پیدا کرلیتا ہے چونکہ یہ لوگ اپنی بڑائی چاہتے ہین اس لئے تمام فہیم لوگ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔

اسی طرح چور حصول مال کے لئے چوری کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ مفلس و نادار اور غریب رہتا ہے۔ ایک چور کا ذکر ہے کہ اس نے کسی عورت کا زیور چرالیا۔ عورت نے دیکھ لیا۔ کچھ مدت بعد وہی چور جسنے اس عورت کا زیور چرالیا تھا کوچہ مین گزرا تو اس عورت نے کہا دیکھو مجھے تو خدا نے وہی زیور پھر دے دیا مگر تم ویسے ہی جوکن مرتے ہو اس پر وہ تائب ہوا۔

اسی طرح قماربازون کا حال ہے۔ یہی انجام عیاشون اور شہوت پرستون کا ہوتا ہے کہ وہ اس لذت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ جاتے ہین بلکہ ایسی آتشک۔ سوزاک نامردی پیدا ہوجاتی ہے شرابی اور افیونی بھی آرام نہین پاتے۔ جو لوگ نکمے بیٹھتے ہین آخر انہون ذلت کے کام کرنے پڑتے ہین۔ یا ذلیل ہونا پڑتا ہے۔

فزیلنا بینہم۔ آپس مین ان کا جھگڑا کرا دینگے۔

ھنالک تبلوا۔ ظاہر پالے گا۔ جیسے یوم تبلی السرائر

قل من یرزقکم۔ یہ ھو لہم الحق کا ثبوت دیتا ہے چنانچہ اپنے احسان بیان فرمائے۔ رزق موجب زندگی ہے۔ اور سمع و بصر لطف زندگی۔

من یخرج الحی من المیت۔ انڈون سے چوزے اور مرغی سے انڈے۔ گندون سے نیک اور نیکون سے گندے۔

انہم لا یؤمنون۔ کیونکہ مسلمان کے معنے ہین جو نیک نمونہ ہو جو اللہ کا فرمانبردار ہو جس کا مسلک صلح و آشتی ہو۔

فما لکم۔ اس کے آگے فقرہ ہو اس بات کا اشارہ ہے کہ خوب سوچو۔

مورخہ ۱۰۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۹ و رکوع ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ مین نبی کریمؐ کی نبوت کے بارے مین ثبوت دئے ہین پہلے تو فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ یہ کیس و بے بس ہے ہرگز نہین بلکہ اس کا بھیجنے والا عرش کا مالک ہے درمیان مین ایک بات آگئی کہ ہمین کس طرح معلوم ہو کہ یہ راستباز ہے یا منافقانہ طور سے کہتا ہے۔ واقعی یہ سوال اہم ہے کیونکہ ہر کارخانے مین ایک کارخانہ جھوٹ کا بھی ہوتا ہے اور مصنوعی اور اصلی شے مین تمیز کرنے سے بعض عقلمند عاجز آجاتے ہین۔ ایک دفعہ ہم نے ایک رقعہ لکھا اور ایک اس قسم کے شخص سے کہا اس کا جعل بنا دو۔ ہم نے اپنے رقعہ مین ایک جا ایک نقطہ لگا دیا۔ جب وہ جعل بناکر لایا۔ تو بعینہٖ وہ نقطہ اس مین بھی تھا اور یہ تمیز نہ ہوسکتی تھی کہ اصل کونسا ہے۔

راستبازون کی پہچان کے متعلق ہم کو تو بہت سی آسانیان ہین۔ کیونکہ اس سے پہلے کئی نبی صادق ہو چکے ہین۔ جھوٹے اور سچے کی تمیز کے لئے کئی معیار ہین اون مین سے ایک کا بیان فرماتا ہے۔

ایک تو یہ کہ تصدیق الذی بین یدیہ۔ اگلی کتب مین جو پیشگوئیان ہین۔ وہ اسپر صادق آتی ہین ایک پیشگوئی جو استثنا باب ۱۸ مین ہے جسکی تفصیل فصل الخطاب مین ہے۔ پھر انجیل مین خدا کی بادشاہت کا بار بار ذکر ہے (حضرت نبی کریمؐ کے بارہ مین)۔ جس سے مراد اسلام ہے۔ کیونکہ مسیح کو حکومت حاصل نہین ہوئی۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ)

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ گیارھواں

سورۂ یونس

مورخہ ۱۰- نومبر ۱۹۰۹ء
(بقیہ رکوع ۹ و رکوع ۱۰)
گذشتہ اشاعت سے آگے

وتفصیل الکتاب۔ بائبل میں بہت سے مسئلے ہیں۔ مگر بغیر دلیل اور مختصر۔ چنانچہ عیسےٰ علیہ السلام سے ایک گروہ یہود نے (جو منکر قیامت ہیں اور فریسی کہلاتے ہیں) کسی نے قیامت کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ توریت میں لکھا ہے کہ میں ابراہیم اور اسحٰق کا خدا ہوں۔ پس اگر وہ جئے نہیں تو خدا ہوں کیسے ٹھہرا۔ مگر اب قرآن شریف کو دیکھو۔ کہ اس نے قیامت و حشر کے دلائل اور حالات کس تفصیل سے دئیے ہیں۔ ایسا ہی جناب الٰہی کی ذات کے متعلق توریت میں اختصار ہے اور خدا کے مجسم ہونے کی نسبت کچھ اس قسم کا بیان ہے۔ کہ اس کی غلط فہمی سے مسیح کو خدا بنا دیا ہے مگر خدا نے قرآن شریف میں اس مسئلہ کو خوب کھولا ہے ان دو ثبوتوں کو پیش کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ اس سے لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر ایک اور ثبوت لو۔ وہ یہ کہ قل فاتوا بسورۃ مثلہ۔ اس کی مثل ایک سورۃ تو بنالو۔ اگر ایک شخص واحد کوئی کلام بنا سکتا ہے۔ تو کئی شخصوں کی مجموعی قوت ضرور بنا سکتی ہے۔ جب ایسا نہیں کر سکتے۔ تو صاف ثابت ہوا۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

ولنعم ما قیل۔ ؎ بنا سکتا نہیں ہرگز بشر اک پاؤں کیڑے کا۔
تو پھر کیوں کر بنانا نور حق کا اس پہ آساں ہو۔

کیف کان عاقبۃ الظالمین۔ ایک اور بات فرماتا ہے۔ کہ انجام دیکھو۔ موسیٰ و فرعون کے واقعہ کو یاد کرو۔ دونوں شہر سے نکلے مگر مظفر و منصور کون ہوا اور ہلاک کون ہوا۔

وان کذبوک۔ باوجود ان حجج باہرہ کے پھر بھی جھٹلائیں۔ تو اور ثبوت لو وہ یہ کہ تم بھی اپنا کام کر رہے ہو اور میں بھی۔ دیکھیں کہ خدا تعالےٰ کس کا حامی ہوتا ہے اور خدا تعالےٰ کی قولی شہادت کے علاوہ فعلی شہادت کس کے حق میں ہوتی ہے۔

میں نے اپنے نزدیک ایک معیار رکھا ہے۔ جو اس آیت سے نکلتا ہے بہت ہی غلی الطبع ہو کر خیرات و صدقہ و استغفار کر کے بالاستقلال دعا مانگے تو کبھی دھوکے میں نہیں رہتا۔ میں نے بارہا اس اصل سے مدد لی ہے۔ یعنے ان شر اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ دنیا کے محکمہ کا افسر جبرئیل ہے دنیا کے محکمہ کا افسر میکائیل ہے اور امورات کے محکمہ کا افسر عزرائیل ہے اور جہات کے محکمہ کا افسر اسرافیل ہے۔ جو کام ہوتے ہیں وہ انہی کی معرفت ہوتے ہیں اسی لئے ان چاروں کا نام اللہ سے لیتا ہوں اور یوں کہتا ہوں لبّ۔

دوم۔ لاحول کی کثرت۔ سوم الحمد۔ چہارم خیرات دیتا ہوں پنجم عاجزی سے نماز سے اندر دعا مانگتا ہوں۔

مورخہ ۱۱- نومبر ۱۹۰۹ء
(بقیہ رکوع ۱۰)

ایک وعدہ ہوتا ہے اور ایک وعید۔ دونوں میں فرق ہے اگر کسی سے کہیں تم ہمارا یہ کام کرو تو ہم تمہیں دس روپے انعام دیں گے اور اگر کہیں کہ یہ کام نہ کرو گے تو سزا پاؤ گے۔ وعدہ ہوتا ہے کسی کو انعام دینے کے لئے۔ اور جو ناراضامندی کے ظاہر کرنے کے لئے بات کی جاوے۔ یا سلوک کیا جاوے اسے وعید بولتے ہیں۔ اس وعدہ وعید کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عربی زبان میں یہ شعر مشہور ہے۔ انی اذا اوعدتہ او وعدتہ فنجز وعدی ومخلف ایعادی۔ جس سے معلوم ہوا کہ وعید کے خلاف کرنے کا نام جرم نہیں۔ پس اگر کسی کو ہم وعید کریں اور پھر اسے سزا نہ دیں تو کوئی یہ نہ کہے گا کہ تم جھوٹے ہو۔ اسی بناء پر وعید سے درگذر کرنے کا نام کرم اور رحم ہے۔ وعید کی پیشگوئیاں ٹل جاتی ہیں۔

نعدھم۔ جن باتوں کے لئے ہم نے تیرے لئے ان مخالفین کو وعید کیا وہ بات دکھا دیں گے یا ہم تجھے وفات دیدینگے۔

ایک اور بات ہے وعدہ۔ اس میں تین شان ہیں۔ کسی لڑکے کو ہم نے کہا کہ اگر تم فلاں امتحان میں پاس ہو جاؤ۔ تو ہم تمہیں لطیف کوٹ دینگے۔ اب اس کے پاس ہونے میں اگر ہم بجائے کوٹ کے یہ کہدیں کہ ہم اس کی تعلیم تکمیل کے اخراجات اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ تو اسے وعدہ کا اخلاف نہیں کہیں گے۔ وعدہ کی پیشگوئیاں ترقی کے رنگ میں آجاتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسے کہدے کہ ہم اسے تاکید کیا بس تم تو اب ہمارے ہو گئے۔ اور ہم تمہارے۔ یہ اعلےٰ درجے کا انعام ہے۔ جس کے ساتھ کوئی انعام لگا نہیں کھا سکتا تیسری بات یہ ہے کہ اس چیز کے بدلے میں کوئی اور چیز دیدی جائے مثلاً کوٹ کا وعدہ ہے۔ مگر ضرورت دیکھ کر اسے رضائی و تو شک دیدیں۔ صورت میں تو اختلاف ہو گیا مگر نفس وعدہ میں اختلاف نہیں ہوا۔ ایک اور غلطی ہے کہ پیشگوئیاں معیار صداقت ہیں دنیا میں پیشگوئی خدا کا قول ہے جیسا اس کا قول سچا۔ فعل بھی سچا ہوتا ہے۔ کاشتکاروں کو دیکھو۔ کہ جب ایک دفعہ انہوں نے گیہوں کے ایک دانے کے بہت سے دانے تیار کئے تو پھر بیج بو کر کہدیتے ہیں کہ اب ہماری فصل پک جاوے گی۔ یہ گویا خدا کے ایک فعل کی بناء پر پیشگوئی کی ہے۔ اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں بجے کی گاڑی پر آ جاویں گے۔ یا ایم اے۔ بی اے کریں گے تو یہ ایک طرح کی پیشگوئیاں ہیں۔ مگر ممکن ہے جیسا کہ

ایسی کُئی ہے۔ یہ بات پوری نہ ہو کوئی درمیانی حادثہ پیش آجاوے۔ مگر تاہم کہنے والے کو جھوٹا نہ کہیں گے۔ اور نہ بعض دفعہ ان درمیان میں پیش آنیوالی باتوں کی بنا پر لوگ کام چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ ہمیشہ کثرت کی بنا پر فیصلہ ہوتا ہے۔ اور کثرت پر اعتبار کیا جاتا ہے پس معیار صداقت۔ کثرت و قلت کی بنا پر ہے۔ دیکھو لوگ مجھے طبیب اور تجربہ کار سمجھتے ہیں تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ سب بیمار میرے ہاتھ سے شفا پا گئے۔ جب ایسا نہیں ہوتا تو پھر لوگ کیوں میری طرف رجوع کرتے ہیں۔ کثرت کی بنا پر۔ پس تمام پیشگوئیوں کا انہی الفاظ میں پورا ہونا ضروری نہیں۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قول میں کیوں اختلاف ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ فعل الٰہی میں کیوں اختلاف ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ بعض اوقات تنزل ترقیات کے لئے ہوتا ہے۔ بعض الذی نعدھم۔ کے معنے اس تشریح سے سمجھ میں آجائیں گے۔

ھدی۔ بیمار کے لئے پہلے ازالہ مرض کی ضرورت ہوتی ہے پھر قوت کی۔ قرآن مجید رُوحانی امراض کو دُور کر کے ترقیات کے لئے قوت دیتا ہے۔

مورخہ ۱۳۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۱۔ و رکوع ۱۲)

وہ بات چلی ہوئی تھی کہ معیار صداقت کیا ہے۔ انبیاء اور ان کے اتباع کا قاعدہ ہے کہ اون کو کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو خاموش رہتے ہیں۔ ایک تاریخی واقعہ یاد آیا۔ کہ ایک عالم سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو وہ خاموش رہے اُس پر اُس شخص نے کہا کہ پھر اب کس سے پوچھیں۔ اونہوں نے کہا۔ تم ایک مسئلہ کے نہ جاننے سے گھبراتے ہو حالانکہ کس قدر میری لا ادری ہیں۔ پس یہ بھی معیار صداقت ہے کہ راستباز اپنی اٹکل بازی سے کچھ چیزوں کو حلال یا حرام نہیں ٹھہراتا۔

لذو فضل۔ وہ اپنے فضل سے حرام و حلال بتا دیتا ہے۔ ایک اور معیار صداقت بتاتا ہے تم نے سُنا ہوگا کہ حضرت عمرؓ بڑے رعب والے تھے حضرت علیؓ نے کوفہ میں جا کر جب بہت سی مشکلات دیکھیں تو ابن عباسؓ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے پہلے لوگوں کو اتنی جرأت نہ ہوتی تھی۔ انہوں نے کہا ابن عباس تم ہی کہو۔ جب تم آذر بائیجان تھے۔ تو عمرؓ کی نسبت کیا خیال کرتے تھے۔ وہ بولے کہ میں تو ایسا سمجھتا تھا کہ ایک جبڑا تو ان کے ہاتھ میں ہے اور دوسرے پر پاؤں رکھا ہوا۔ چاہیں تو ابھی چیر دیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا کیا تم میرا بھی رُعب ایسا مانتے ہو۔ غرض ان خلفاء راشدین کیوقت کے جلال اور شوکت پر نظر کرو۔ پھر دیکھو کہ ایسے بارُعب آدمیوں کو ہی مارنے والے نے سر مجلس مار دیا۔ حضرت عثمانؓ کا پانی تک بند کر دیا۔ قتل بھی کیا۔ ان کی حلیمی پر زور قوم کی کچھ پیش نہ گئی۔ حضرت علیؓ کی شجاعت نے بھی کچھ کام نہ دیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں تھے کہ چاروں طرفوں سے دشمنوں کا نرغہ تھا پھر بھی کوئی آپ کے قتل پر کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے خیمہ سے سر نکال کر باہر دیکھا کہ کوئی پہرہ دے رہا ہے آپ نے فرمایا تم چلے جاؤ۔ پہرہ کی ضرورت نہیں۔ اس حفاظت کا ذکر و ما تکون فی شان آیت میں فرماتا ہے۔

ان اولیاء اللّٰہ۔ اب اولیاء اللہ کے نشان بتاتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ ان کو خوف نہیں ہوتا کہ ہم ناکام رہیں گے۔ نہ حزن ہوتا ہے کہ ہمیں یہ نقصان پہنچے گا۔ حضرت عمر و علیؓ کے قتل سے بھی اسلام کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے مفتوحات ابھی تک تیرہ سو برس سے مسلمانوں کے قبضے میں چلے آتے ہیں۔ کربلا کا واقعہ جو پیش کرتا ہے اُسے سمجھ لینا چاہیئے کہ وہاں کے عارضی فاتحین کا نام و نشان تک نہیں اور وہ جو وہاں شہید کئے گئے ایک دنیا میں ان کا ڈنکا بج رہا ہے۔ سید تو ہر گاؤں میں ملیں گے۔ مگر کوئی نہیں ملے گا جو اپنے تئیں یزید کی اولاد سے کہے بلکہ نام بھی یزید ہو۔ خواجگانِ تک کا یہ نام نہیں ہوتا

الذین اٰمنوا و کانوا یتقون۔ یہ ولی اللہ کی تعریف ہے ایمان لائے اور پھر تقویٰ میں ترقی کرتا رہے۔

لھم البشریٰ۔ ضرور ہے کہ وہ دنیا میں بھی مبشرات (الہامات) سے مشرف ہوں لعلہ اس دنیا میں وہ آخرت کی زندگی کا جلوہ دیکھیں۔

لا تبدیل لکلمٰت اللّٰہ۔ خدا کی باتیں اٹل ہوتی ہیں عیسائیوں نے بیان دھوکہ کھایا ہے وہ کہتے ہیں کہ کلام اللہ میں تحریف نہیں ہوتی حالانکہ اس سے مراد یہ ہے کہ لھم البشریٰ کی پیشگوئیاں ضرور واقع ہوتی ہیں۔ اور ان کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

قولھم۔ مخالفین عجیب عجیب طرح سے حقارت کے کلمات بولتے ہیں مگر مغلوب ہو جاتے ہیں۔ نوح کے ساتھیوں کو کہا گیا ھم اراذلنا بادی الرائی۔ فرعون نے بھی کہا کہ ان کی قوم ہماری غلام ہے۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں یہ ہم پر برتری چاہتا ہے۔ یہ سب باتیں غلط ہیں اولیاء اللہ اپنی عزت نہیں چاہتے۔ وہ تو خدا کا جلال اور خدا کی عزت کے طالب رہتے ہیں۔ ان لوگوں میں ریاء کا نام تک نہیں ہوتا۔ (حضرت صاحب سے ایک دفعہ مولوی عبدالکریم صاحب نے پوچھا حضرت آپ کو بھی کبھی ریاء آیا ہے فرمایا تم اگر مویشیوں میں نماز پڑھو تو تمہیں ریاء آتا ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا پس عام مخلوق خدا کے برگزیدوں کی نظروں میں مویشیوں سے بھی کم ہے۔ ریا کیسا) پس عزتیں تو خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے کیونکہ آسمان و زمین اُسی کا ہے۔ ان کے تحقیر آمیز کلمات کا کچھ خیال نہ کرو۔

جعل لکم اللیل۔ رات کے وقت سونے میں بادشاہ و فقیر یکساں ہو جاتے ہیں۔ مگر جب دن چڑھتا ہے۔ تو پھر امتیاز شروع ہو جاتا ہے اسی طرح نبی جو سراج منیر ہے اس کے ظہور کے وقت سعید و شقی میں تمیز ہونے لگتی ہے۔

ان الذین یفترون۔ یہ سب سے بڑا معیار صداقت ہے کہ مفتری کامیابی کا منہ نہیں دیکھتا

مورخہ ۱۴۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۳)

کئی ایک تاریخوں میں میں نے پڑھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن دنوں میں مکہ میں بود و باش رکھتے تھے۔ آپ نے مخالفین کی ایذا رسانی کے مقابلہ میں کچھ نہ کیا۔ مگر مدینہ جانے پر جب جتھا ہو گیا تو لڑائی شروع کر دی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ نبی جتھے کے منتظر رہتے ہیں۔ تیرہویں سے اس کی تردید ہو گی ایک جگہ فرمایا۔ لا تکلف الا نفسک۔ اور دونوں کے لئے صرف حرض المؤمنین فرمایا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر عظمت میں بارہ ہزار سپاہ تھی۔ جب آپ غزوۂ حنین کو جا رہے تھے کسی کو خیال اُٹھا کہ اب ہم اتنے ہزار ہیں۔ ہمارا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہاں آیتیں نازل ہوئیں۔ و یوم حنین

اذ اعجبتکم کثرتکم۔ چنانچہ یہ کہنا تہا کہ ہوازن کے سوتہ و منون سے نے شکست دی اور اس وقت صحابہ کی یہ حالت ہوئی۔ وضاقت علیکم الارض بما رحبت بھاگنے کی بھی جگہ نہ رہی۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خچر پہ سوار تھے جب دیکھا کہ لوگ پیٹھ پھیر کے بھاگے جاتے ہیں تو حارث کو کہا کہ باگ موڑ دو۔ اور ایسے خطرے کے وقت میں فرمایا انا النبی ولا کذب انا ابن عبد المطلب۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ کو جتھے کی پروا نہ تھی۔ تیسری بات۔ واللہ یعصمک من الناس کا نزول ہے۔ جس پر آپ نے پہرہ دینے سے منع کر دیا۔ ایسا ہی اس رکوع میں حضرت نوح کے حالات پر غور کرو۔ کہ اکیلا شخص پکارتا ہے۔ فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون۔ کیا اس کلام کو پڑھ کر یہ شک بھی رہ سکتا ہے۔ کہ نبیوں کو جتھوں کی پروا ہوتی ہے۔ پھر حضرت موسےٰ کے واقعات پر غور کرو۔ کہ جب آگے دریائے نیل تہا اور پیچھے فرعون کی فوج۔ اس وقت صحاب موسیٰ نے کہا انا لمدرکون۔ مگر حضرت موسےٰ کس اطمینان سے کہتے ہیں۔ کلا ان معی ربی سیہدین پس کہ شریفین میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر اس لئے تہا کہ یہ لوگ کسی طرح سمجھ جاویں۔

کَبُرَ۔ بُرا لگتا ہے۔ مقل کا ترجمہ ایسی ہی معنوں کے لئے مخصوص ہے۔

علیکم غمۃ۔ چھپ چھپ کے نہ کرو۔ بلکہ کھلم کھلا مخالفت کرو۔ کھلے بندوں زور لگاؤ

واغرقنا الذین کذبوا۔ بس نبیوں کو تو اپنے مولےٰ کا بھروسہ ہوتا ہے۔ حضرت نوح کی ایک دُعا لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ کام کر گئی

بعثنا من بعدھم موسیٰ۔ موسےٰ کی وقت تو یہ تہی کہ ایک آدمی مر گیا۔ تو وہاں سے بھاگ نکلے۔ تلاشی ہونے لگی۔ تو صندوق میں ڈالے گئے۔ آخر اسی موسےٰ نے فرعون پر فتح پائی۔

مورخہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۴)

بنی اسرائیل ایک روایت کے مطابق ۴۰۰ سال اور بروایتے چارسو فرعون کے ظلم میں گرفتار رہے۔

یفتنہم۔ ایسے چکر میں نہ ڈالیں کہ ہماری کمزوریاں ظاہر ہو جاویں۔

ربنا لا تجعلنا۔ مومن تمام مشکلات کا مقابلہ دُعا سے کرتا ہے۔ اور اسی سے کامیاب ہوتا ہے

ان تبوّا۔ مختلف علاقوں سے اکٹھے ہو کر سب مصر میں اپنا گھر بنا لو۔

واجعلوا بیوتکم قبلۃ۔ بچپن میں ایک عیسائی نے مجھ پر اعتراض کیا کہ اس کے معنے ہیں اپنے گھروں کو قبلہ رُخ بناؤ۔ اب تم بتاؤ کہ موسیٰ کو تمہارے قبلہ کی کیا ضرورت تھی۔ دوم۔ یہ ثابت کرو۔ کہ ان کا بھی کوئی قبلہ تہا۔ میں نے اس وقت لغات کی کتاب کو دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ قبلۃ کے معنے متقابلۃ ہیں۔ پس میں نے اسے بتایا۔ ان کو حکم یہ ہوا۔ کہ اپنے گھروں کے دروازے ایک دوسرے کے مقابلے پر بنا لو تاکہ خطرے کے وقت ایک دوسرے کے کام آسکو۔ وہ وقت تو یوں گذر گیا۔ پھر خدا نے میری معرفت بڑہائی اور میں نے توریت میں پڑہا۔ کہ حکم دیا گیا۔ کہ تم قربانی کے خون کے نشان اپنے گھروں کی چوکھٹوں پر لگا دو۔ تاکہ عذاب کے وقت فرشتے ان کو پہچان لیں۔ میں نے کہا کہ کیا فرشتے بغیر اس کے پہچان نہ سکتے تھے۔ یہ تو اس پر اعتراض کیا۔ اور معنے یہ کئے۔ کہ اب تم اپنے گھروں کو قربانگاہ بنا لو۔ اور خون کے نشان لگنے سے ان کے گھر ان کے گھر بن گئے۔ اس لئے بھی ان کو قبلہ کہا گیا۔

چوتھے معنے یہ ہیں۔ کہ نمازیں بھی اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو۔

فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم۔ انبیاء بہت رقیق القلب ہوتے ہیں۔ مگر جب حجت پوری ہو چکتی ہے۔ تو پھر وہ بڑے سخت ہو جاتے ہیں۔ ایک وقت ان کے مومن بننے کی کوشش فرمائی جاتی ہے۔ دوسرے وقت میں کہا۔ کہ ایمان لانے کی توفیق ان سے چھین لے۔

فاستقیما۔ اجابت دعوت کے باوجود یہ دو شرطیں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ عذاب کا وعدہ ٹل بھی جاتا ہے۔

لمن خلفک آیۃ۔ اس زمانہ میں اس کی لاش نکلی ہے۔ یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے۔

مورخہ ۱۶۔ نومبر ۱۹۰۹ء

رکوع نمبر ۱۵

اللہ کا کوئی بیٹے توبہت سکہ پاتا ہے۔ مگر افسوس بعض لوگ اپنے علم و فضل پر نازاں رہتے ہیں۔ بعض اپنی قومیت پر۔ بعض جتھے پر۔ بنی اسرائیل کو مصر میں پہلے سب باتیں حاصل تھیں۔ جتھا بھی تہا۔ قومیت بھی۔ علم و فضل بھی۔ جب اللہ تعالےٰ سے تعلق منقطع ہوا۔ تو یہ سب باتیں کسی کام بھی نہ آئیں۔ وہ غلام بنائے گئے ان سے اینٹیں بکو انے کا کام لیا گیا۔ بلکہ یہ بھی حکم ہوا کہ اس کا سامان بھی یہی مہیا کریں۔ پھر جب لگر خدا یاد آیا۔ تو خدا بھی ان پر متوجہ ہو رحمت ہوا

صدق۔ عربی زبان میں صدق مضبوط جگہ کو کہتے ہیں

یوم القیامۃ۔ وہ دن بھی ہوتا ہے۔ جبدن انسان مرے۔

فان کنت فی شک۔ یعنے اے شک کرنے والے اگر تو شک میں ہے عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ نعل سے فاعل مشتق ہو جاتا ہے۔ پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل میں پڑھیئے۔ کہ فلا تقل لہما اُف ولا تنہرھما۔ حالانکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم تھے۔ پس وہ مخاطب نہیں ہیں۔ اگر یہاں مما انزلنا الیک آیا ہے۔ تو اس سے بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخاطبیت ثابت ہوگی کیونکہ سورہ لقمان میں ہے۔ اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم۔ ممترین۔ اسے مخاطب نہ ہو شک کرنے والوں سے۔

فلولا کانت قریۃ۔ عرب میں بھی ایک امن کی بستی۔ حرماً امناً۔ امنھم من خوف۔ اس کو سمجھایا ہے۔ کہ ایمان لائے۔ یونس کی قوم کی طرح فائدہ اٹھائے

ولو شاء ربک لآمن من فی الارض۔ اگر اللہ چاہتا تو انسان کے تمام ایسے قویٰ بنا دیتا۔ کہ ان پر فعل یا ترک کا کوئی دخل وتصرف نہ ہوتا اور اس طرح نہ ماننا ان کی فطرت میں ہی نہ رہتا۔

لا یعقلون۔ جو بدیوں سے نہیں رکتے۔

حقاً علینا ننج المومنین۔ مومن کو تمام مشکلات سے نجات دیتے ہیں مگر کوئی مومن بھی ہو۔

مورخہ ۱۷۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۱)

یتوفکم۔ روح کے بقا کے مسئلہ کو ذہن نشین کرنے کے لئے توفی استعمال میں آتا ہے۔

یہاں سورہ یونس کے نوٹ ختم ہوئے

سورۃ ہود

(رکوع اوّل)

الرا۔ انا اللہ اریٰ۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ کہ جن کے حامی جو کچھ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے رہتے ہیں وہ میں دیکھ رہا ہوں (جس کے معنے یہ ہیں کہ ہمیں ان کی شرارتوں کا علم ہے اس کے متعلق بازپرس ہوگی) اس سورۃ میں دشمنان رسالتمآب کی شرارتوں کا بیان ہے

کتاب۔ تمام راستبازوں کی تعلیم کی جامع کتب۔

ثم فصلت۔ ایک مقام پر فرمایا ہے۔ ولو جعلناہ قرآناً اعجمیاً۔ لقالوا لولا فصلت آیاتہٗ ءاعجمی و عربی۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ فصلت کی مصداق عربی زبان ہے۔ جو بہت فصیح اور تمام قسم کے معانی و مافی الضمیر کے اظہار کے لئے کافی ہے۔ کوئی زبان اللہ کا ترجمہ مفرد لفظ میں برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

من لدن حکیم خبیر۔ یہ کتاب حکیم کی طرف سے ہے۔ عام حکیم جو کچھ کہتے ہیں۔ اس کے ماننے والے گروہ چون و چرا کا یارا نہیں۔ چہ جائیکہ ایک عظیم الشان حکیم کی طرف سے ہو۔ اور حکیم بھی ایسا۔ کہ جو ہر طرح سے باخبر ہو۔

الا تعبدوا الا اللہ۔ بس یہ اس کتاب کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ یہی کلمہ اسلام کا روح رواں ہے۔ جس کے اعلان کا یہاں تک اہتمام ہے۔ کہ پانچ وقت کوٹھوں پر چڑھ کر تبلیغ کی جاتی ہے اور دنیا میں کسی مذہب نے کسی بات کی اس زور سے اشاعت نہیں کی۔

اننی لکم منہ نذیر وبشیر۔ یہ توحید کو کامل کرنے کے لئے اس کا دوسرا حصہ ہے۔ کیونکہ سب احکام انہی مبارک وجودوں کے ذریعے سے ظاہر ہوئے۔

یمتعکم متاعاً حسناً۔ بعض لوگ قرآن سیکھنے یا اس پر عمل کرنے کی نسبت یہ عذر کرتے ہیں۔ کہ معاش۔ وہ دین کی زندگی میں بھلا کیا کریں گے۔ فرماتا ہے۔ رزق کا سامان ہم خود کر دیں گے۔ وما من دابۃ۔ میں اس مسئلہ کو کھولا ہے۔

انی اخاف۔ مذہب حق اختیار کرنے سے بعض دکھوں سے ڈرتے ہیں فرماتا ہے۔ کہ وہ عذاب جو حق کے انکار کرنے کی سزا میں ہے۔ اس سے بہت بڑھ کر ہے۔

فی ستۃ ایام۔ ہر چیز جو کمال کو حاصل کرتی ہے۔ چھ مراتب کو طے کرکے۔ فرماتا ہے۔ کہ آسمان و زمین کو پیدا کیا اور پھر اسے کمال تک پہنچایا۔

(باقی آیندہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

اس جگہ پارہ گیارہواں ختم ہوا

نوٹ ختم ہوئے

الحمد للہ رب العالمین

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ بارھواں ۱۲

سورۂ ہود

مورخہ ۲۰۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع اول و رکوع دوم)

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ولئن اذقنا الانسان۔ جو لوگ خدا کی کتاب اور خاتم النبیین کے حالات و تعلیمات سے ناواقف ہیں ان کی یہ حالت ہوتی ہے

دنیا میں کبھی خوشی آتی ہے اور کبھی غمی۔ اور کبھی صحت ہوتی ہے اور کبھی بیماری اور کبھی دکھ اور کبھی سکھ۔ انسان پر یہ دونوں حالات ضرور ہوتے ہیں۔ مگر ایک نبیوں کے متبع ہوتے ہیں ایک جو ان کی تعلیمات کی پروا نہیں کرتے۔ یہاں آخر الذکر کا ذکر ہے۔ لیئوس کفور۔ بے ایمان انسان ناامید ہو جاتا ہے مگر نبیوں کے متبع کی نسبت مثنوی میں آیا ہے۔ ؎

ہر بلا کین قوم را حق دادہ است ؏ زیر او گنج کرم بنہادہ است

ایک بیوی کا خاوند فوت ہو گیا اور اس کے دل میں خیال آیا کہ اب اس کی مثل کون ہو گا مگر معاً اس نے استغفار کیا اور کہا کہ خدا تعالےٰ کو سب قدرتیں ہیں چنانچہ اس کے بعد اس کا نکاح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو گیا۔ اور اس نے خود اقرار کیا کہ یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ یاس مومن کا کام نہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی ایک موقعہ پر فرمایا ہے۔ ولا تیئسوا من روح اللہ الا القوم الکافرون۔ چنانچہ اس کا پھل پایا۔

ولئن اذقنٰہ نعماء۔ حدیثوں میں ایک شخص کا ذکر ہے جسے جذام تھا اس کے سامنے فرشتہ متمثل ہو کر آیا اور پوچھا کیا چاہتا ہے۔ کہا خوں حسن۔ رنگ اچھا ہو۔ جسمانی صحت ہو چنانچہ ایسا ہو گیا۔ پھر اس نے پوچھا کیا چاہتا ہے۔ کہا مال مویشی اونٹ وغیرہ۔ یہ بھی مل گیا پھر وہی فرشتہ گدا کی شکل میں اس کے سامنے آیا اور سوال کیا کہ مجھے گھوڑا دے تو اس نے اسے جھڑک کر یوں کہنے لگے۔ تمہارے پاس کیا رکھا ہے اور اسے ذلیل سمجھا۔ بدبخت انسان تھوڑے سے سکھ پر پھول بیٹھتا ہے اور اکڑ باز بن جاتا ہے۔

فلعلک تارک بعض ما یوحیٰ الیک۔ کئی لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بعض حصہ کلام کی مطلق پروا نہیں کرتے دوسروں کی عیب چینی معمولی معمولی باتوں پر کرتے ہیں اور خود اپنے نفس پر غور نہیں کرتے۔ کہ اہم سے اہم فرض کے تارک ہیں۔

حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص آیا۔ اور پوچھا کہ بے وجہ مکھی مارنے کا کیا قصاص ہے آپ نے اس سائل کو دیکھ کر فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ کہا عراق کا۔ فرمایا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے وقت تمہیں فتوے کی ضرورت نہ تھی۔

وضائق بہ صدرک۔ جب کوئی حکم قرآنی آئے تو پھر شرح صدر سے اسے نہیں کرتے بلکہ بہانے بنانے لگتے ہیں کہ اپنی قوم کا سامنا ہے یہ باتیں رہ جاتی ہیں۔

افمن کان علیٰ بینۃ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دین آیا اس کی صداقت کے تین نشان فرمائے ایک بینہ۔ دوم شاہد۔ جو اس کے اندر سے ہو یعنی ضمیر کی شہادت۔ فراست مومن۔ سوم الٰہی کتب۔ مثلاً موسیٰ کی کتاب کی شہادت۔ انبیاء و فلاسفروں میں یہ فرق ہے کہ فلاسفروں کا آپس میں متعدد فرق ہوتا ہے مگر انبیاء اصولاً سب کے سب متفق ہیں۔

مورخہ ۲۱۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع دوم)

ہر حق کے سامنے ایک جھوٹ ہوتا ہے اور ہر جھوٹ کے مقابل سچ۔ یہاں ومن اظلم میں جھوٹے مفتری کا نشان اور اس کا انجام بتاتا ہے۔

الا لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ موسےٰ اور فرعون دونوں مر چکے ہیں مگر موسےٰ پر سب علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھتے ہیں اور فرعون پر کوئی رحمت بھیجنے والا نہیں۔

یبغونہا عوجا۔ سب میں ٹیڑھی راہ کو چاہتے ہیں۔ اللہ کی راہ کو۔ مسلمان بھی اسی مرض میں گرفتار ہیں۔

وہم بالاٰخرۃ ہم کافرون۔ ان تمام خرابیوں کی جڑ ایک ہی بات ہے کہ وہ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ ایک وقت آتا ہے۔ جب ہم کو جواب دہی کرنی پڑے گی۔

ان الذین اٰمنوا۔ اس میں دوسرے گروہ کا ذکر فرماتا ہے۔ جو راستبازوں کا گروہ ہے۔

[illegible] اصحاب الجنۃ۔ صحابہ کرام کے لئے [illegible] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت تھی کہ وہ معاصی اور ان کے بد نتائج سے بچ کر نیکیوں سے لطف اٹھاتے تھے۔ ایک شرابی ہی کو لو۔ شراب پی رہتے ہوئے بدرو میں گرتے۔ پاس جو نقدی تھی وہ گئی۔ ایک بہشت [illegible] اور ایمان کا [illegible] آرام [illegible] مدینہ منورہ ایک بہشت تھا یہ مکہ کی نسبت۔ اور وہ بڑی [illegible] اور وہ ممالک جن کی نسبت موسےٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعدہ دیا کہ وہاں دودھ اور شہد کی ندیاں بہتی ہیں۔ ایک بہشت تھا۔ اور اس کی طرح قاطعہ و براہین ساطعہ ہیں۔ جن کے ذریعے تمام مذاہب پر فتح پا کر مظفر و منصور ہو کر شاد کام رہتا ہے۔

ایک دفعہ میں سفر کر گیا ایک مولوی سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے پوچھا۔ مرزا صاحب کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا علامات المقربین لکھتے ہیں اس میں ایک بات لکھی ہے کہ ان الابرار لفی نعیم۔ وان الفجار لفی جحیم۔ مومن اسی دنیا میں نعمتیں پاتا ہے اور فاجر دوزخ میں ہو جاتا ہے۔ جل جل کر کباب بنتا ہے۔ مولوی بولا یہ بات تو ٹھیک نہیں دیکھئے ہم نان شبینہ کو ترستے ہیں اور یہ کافر [illegible]

ہیں۔ میں تو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہوں۔ پاس ایک بد رنگ بیٹھے تھے وہ بولے۔ مولوی صاحب کا رنگ بھی تو اسی جلنے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا ہے مولوی صاحب بولے۔ سچ کہتا ہے گویا اس طرح پر اس نے اپنی جہنمی زندگی کا اقرار کیا۔

مورخہ ۲۲۔ نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۳)

ان یغویکم۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کے تقاضے کے مطابق سلوک کرتا ہے۔ جب کسی کے اعمال کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ غوی ہو تو وہ ایسا ہو جاتا ہے۔

پولوس نے تقدیر کے مسئلہ کو نہیں سمجھا اس لئے اس نے آخر بگڑ کر کہا کہ کاریگری کاریگر کو کیا کہہ سکتی ہے۔ حالانکہ یہ مثال ٹھیک نہیں کیونکہ برتن وغیرہ میں تو عقل اور اختیار فعل کسی حد تک بھی نہیں اور انسان میں یہ بات ہے۔

مورخہ ۲۳۔ نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۴)

آسودہ حالوں پر غریب ناصح کی بات کم اثر کرتی ہے حضرت نوح کا زمانہ بہت آسودہ حالی کا تھا اس لئے انہوں نے اپنے ناصح کی باتوں سے فائدہ نہ اوٹھایا۔ بہت افسوس ہے کہ یہ مرض مسلمانوں میں بھی پھیلتا جاتا ہے۔ اسی واسطے میں نہیں چاہتا کہ بہت دولتمند میری بیعت میں داخل ہوں۔

کما تسخرون۔ ایک معنے یہ ہیں اس لئے ہم ہنسی کرتے ہیں کہ تم بھی ہنسی کرتے ہو یہ معنے کہ ہم اتنی ہنسی کریں گے جتنی تم کرتے ہو۔

فار التنور۔ اس کے پانچ معنے ہیں (۱) تنور کے معنے وجہ الارض زمین کا اوپر کا حصہ (۲) اونچی جگہ۔ یعنی اونچی جگہوں کے چشمے پھوٹ نکلے۔ (۳) اس گڑھے کو کہتے ہیں جس میں لوگ روٹیاں پکاتے ہیں یعنے وہاں ہی پانی نکلا۔ (۴) پو پھٹنے کا وقت آگیا نوح کی قوم پر عذاب سحری کو آیا تھا۔ (۵) اپنے محلوں پر پانی حملہ آور ہوا۔

الا قلیل۔ بہت روایتوں میں میں نے پڑھا ہے کہ وہ سے زیادہ نہ تھے یہ مثال یاد رکھنے کے قابل ہے۔ یہاں ایک واقعہ مجھے یاد آگیا ہے جو تمہارے نفع کے لئے تمہیں سناتا ہوں سفر میں ایک شخص نے حضرت کے متعلق مجھ سے تین سوال کئے ایک ان میں سے اس سبق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ یہ کہ ایک جگہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میں حل الربع ذریعہ جاہوں کے اچھا کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ ورنہ مسیح سے بڑھ جاؤں۔ دوسرا یہ عمل تو کفار بھی کر لیتے ہیں۔ ان دونوں میں ایک نبی کی بات کی سخت ہتک ہے نیز ایک نبی کے عمل کو مکروہ فرمایا میں نے کہا آپ مولوی عبداللہ صاحب کو جانتے ہیں۔ جنہوں نے تحفۃ الہند لکھی ہے کہا ہاں وہ تو میرے پیر و مرشد تھے۔ میں نے کہا سنا ہے کہ بہت ہندوؤں کو مسلمان کر لیا تھا کہا لیکن نہیں تین سے زیادہ کو مسلمان کر لیا تھا جس مدرسہ میں پڑھتے تھے اس کے تمام طالب علم مسلمان ہو گئے

میں نے کہا تم نے تورات پڑھی ہے اس میں لکھا ہے کہ نوح نے ۹۵۰ برس کی تعلیم میں مسلمان کتاب میں کس طرح مان لوں۔ کہ مولوی عبداللہ نے چند سالوں میں ۳۰۰ کا فر مسلمان کر لئے۔ کہا ایک امتی نبی سے بڑھ کر ہو سکتا ہے اس نے کہا بات تو ٹھیک ہے آپ ہی جواب دیں۔ میں نے کہا۔ سنو! جو ہتھیار مولوی عبداللہ کے پاس تھا (قرآن مجید) وہ نوح

کے پاس نہیں تھا۔ پس یہ فضیلت تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طفیل ہے۔ یہی بات یہاں سمجھ لو۔ دوم۔ یہ بتاؤ۔ کہ قرآن شریف خدا کا معجز کلام ہے یا نہیں۔ کہا ضرور۔ میں نے کہا کہ وہ کس زبان میں ہے۔ کہا عربی میں۔ میں نے کہا کہ ابوجہل کون سی زبان بولتا تھا کہا عربی۔ میں نے کہا کہ ہتک کر رہے ہو۔ جو زبان خدا کی طرف سے معجزہ ہے وہی ایک کافر کا فعل قرار دے رہے ہو۔ یہ سن کر مبہوت رہ گیا۔ سوم۔ میں نے اسے کہا آپ ایک تصویر یا بت بناؤ۔ میں آپ کو ایک مسئلہ سمجھاتا ہوں اس پر وہ جھٹ بولا کہ تصویر یا بت بنانا تو حرام ہے۔ میں حرام فعل کا ارتکاب کیوں کروں۔ میں نے دو تین بار یہ فقرہ اس سے دہرایا۔ پھر کہا کہ ہوش کرو۔ ایک نبی کے فعل کو حرام قرار دے رہے ہو۔ (انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر۔) دیکھو حضرت صاحب نے تو ادب کیا اور صرف یہی فرمایا کہ میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں ورنہ ایسا کر سکتا اور تم جو صریح حرام کہہ رہے ہو وہ بہت نادم ہوا اور کہا کہ سب باتوں کا جواب آگیا یہ باتیں علم سے نہیں آتیں۔ خدا کے خاص فضل سے آتی ہیں۔

مورخہ ۲۴۔ نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۴)

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا ادب کس طرح کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ یہاں بتایا ہے حضرت نوح نے اپنے بیٹے کے لئے دعا کی اس بنا پر کہ اہل کے بچانے کا وعدہ کیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ حضرت نوح کو ایک ادب سکھاتا ہے۔

فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم۔ نوح! تو کون کہتا ہے یہ میرا اہل ہے۔ جب ہمارا وعدہ تھا تو ہم کو خود ہی اس کا پاس تھا۔ تم کیا جانو کہ یہ تمہارے اہل میں سے نہیں۔ اب دوسری بات دیکھو۔ کہ اس طریق ادب کے سکھانے کے جواب میں اگر ہم ہوتے تو کیا کہتے۔ مجھے بیٹوں کا علم نہ ہوتا۔ تو میری فطرت یہ گواہی دیتی ہے کہ میں یہ کہتا آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ مگر حضرت نوح نے ایسا نہیں کیا بلکہ ادب سے اپنی کمزوری کا اقرار کیا ہے اور یوں کہا۔ کہ رب انی اعوذ بک ان اسئلک ما لیس لی بہ علم۔ یعنی آپ ہی توفیق دیں کہ میں ایسی دعا نہ کروں۔ جس کا مجھے علم نہ ہو۔ وعدہ نہیں کیا کہ میں ایسا نہیں کروں گا اسی واسطے صلحاء امت نے لکھا ہے کہ توبہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک کام چھوڑ دے۔ دوم۔ دعا طلب کرے۔ وعدہ کر لینا اچھی بات نہیں۔ کیونکہ پھر ایسا کرے گا۔ تو ایک گناہ اس بدی کا۔ دوم۔ گناہ وعدہ شکنی کا۔ کیونکہ بعض انسانوں کو ایک بات کی لت ہو جاتی ہے۔ تو وہ جب موقعہ آ جاتا ہے۔ بھول اٹھتے ہیں۔ بارہا توبہ شکن آمد وچہ چارہ کنم۔ دیکھو حضرت نبی کریمؐ نے دعا کی ہے۔ دعتک ادعوا فلا تکلنی الی طرفۃ نفسی۔ قرآن مجید مومنوں کو ادب سکھاتا ہے۔ اور فرمایا۔ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی اور لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ۔

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تقسیم کردہ مال غنیمت کی نسبت اتنا کہا کہ اس میں انصاف ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ خالد بن ولید قتل کرنے کے لئے اٹھے آنحضرتؐ نے روک دیا اور فرمایا کہ مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے درگذر کرو۔ مگر دیکھو گے کہ ایک قوم اس کی نسل سے پیدا ہو گی۔ قرآن کریم جن کے حلق سے نیچے نہیں گزرے گا جمہور اہل اسلام کا

مذہب ہے۔ کہ حضرت علی نے ایسے لوگوں کو قتل فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بڑے الزام لگانے لگے۔ عبداللہ بن سلام نے سمجھایا۔ کہ تم یہ جرأت و بے ادبی نہ کرو۔ ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت تک تلوار مسلمانوں سے نہ اٹھیگی قتل کرنے والے نہ مانا تو اس کا نتیجہ بھگتا۔

مکہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم چلے آئے۔ معمولی بات تھی مگر اس کا نتیجہ دیکھنے والوں نے دیکھا۔ حضرت علی بھی مجبور ہوکر مدینہ سے چلے آئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ پھر مدینہ دارالخلافہ نہ بنا۔

بسلام منا۔ سلامتی ہماری طرف سے۔ اس فعوذ کا نتیجہ ہے یہ تو بڑا کا بڑا تھا۔ اب برکات تجھ پر اور تیرے ساتھیوں پر ہوں گے۔ یہ اس ادب کا انعام ہے ایک صوفی نے عجیب نکتہ لکھا ہے۔ کہ ساحران فرعون کے ادب کا نتیجہ تھا۔ کہ انہیں ایمان لانے کی توفیق عطا ہوئی۔ انہوں نے جناب موسےٰ کا ادب کیا۔ اور کہا۔ اما ان تلقی۔ میں نے بھی اس سے ایک نکتہ نکالا ہے۔ وہ یہ کہ مباحثہ میں ہمیشہ پہلے دشمن کو اعتراض کرنے دے پھر اس کا جواب دے مومن اس طریق سے فتح پاتا ہے۔

تلك من انباء الغيب۔ نبی کریم کو مخاطب فرمایا ہے۔ کہ یہ آیندہ کا واقعہ ہم بیان کر رہے ہیں۔ قصہ نہیں۔ فرماتا ہے کہ تم خدا سے دعائیں کرو۔ اور وہ ادب سے ہوں۔ اور حضرت نوح کی طرح استقلال سے اپنی تعلیم پھیلاؤ۔ وہ تعلیم جسے تو اور تیری قوم اس سے پہلے ہرگز نہ جانتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ان العاقبة للمتقين۔ انجام کار متقی فتح پائیں گے۔

اعبدوا الله۔ یہ اصل الاصول بہت ضروری ہے۔ پہلے جو کام کرو۔ خدا کے حکم کی اطاعت کرو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔ پھر تمہاری نفسانی غرض اس میں شامل نہ ہو۔

مالكم من الله غيره۔ اعبدوا الله کا یہی مطلب تھا۔ اسے تاکید کے لئے فرمایا ہے۔ کہ کوئی سوائے اللہ کے تمہاری نیت قول و فعل میں محبوب اور مقصود نہ ہو۔

مورخہ ۲۵۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۵ و رکوع ۶)

كيدونى جميعا۔ تم بھی اور تمہارے بت بھی۔ انبیاء جتھے کے محتاج نہیں ہوتے دیکھو۔ یہاں کا کوئی جتھا نہیں۔ کس تحدی اور جرأت سے اعلان کرتے ہیں۔

وما من دابة۔ جب سب جانداروں پر خداتعالیٰ کی حکومت ہے تو ہمیں کوئی چیز ضرر کیوں کر دے سکتی ہے۔

قریب مجیب۔ قریب ہے دعا سنتا ہے اور پھر قبول کرتا ہے۔

مورخہ ۲۷۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۶)

هذه ناقة الله۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے۔ نشان قرار دے۔ یہاں ایک معمولی اونٹنی کی نسبت کہدیا۔ چلو یہی بطور نشان سہی۔

وعد غير مكذوب۔ بعض وعدے ٹل بھی جاتے ہیں یہاں غیر مکذوب فرمایا۔ کہ اس کے خلاف نہ ہوگا۔

جثمين۔ زمین کے ساتھ لگے رہے۔ مرغی زمین کرید کر اس پر اپنا سینہ رکھ دیتی ہے اسے جثم کہتے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے۔ جثم الطائر۔

الصيحة۔ جیسے ایک مصرع صاح الزمان بآل۔

كان لم يغنوا۔ گویا ان کا معنی ہی کوئی نہ تھا مغنی کہتے ہیں۔ آبادی کو۔

قالوا سلاما۔ کہتے ہیں سلاماً سے سلامٌ بڑھ کر ہے۔ سلاماً کے پہلے کوئی فعل ہے جو اوقات سے تعلق ہے یعنی ماضی یا حال یا استقبال کا۔ بہرحال دوام نہ ہوا۔ مگر سلامٌ میں زمانہ کوئی نہیں اس میں دوام پایا جاتا ہے۔ گویا ابراہیم نے ان سے بہتر جواب دیا۔ حسب آیت حيیتم بتحية فحيوا باحسن منها۔

فما لبث ان جاء بعجل۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ مہمان سے پوچھا کہ روٹی کھاؤ گے یا نہیں۔ فضول ہے۔ جو ماحضر ہو پیش کر دیا ہے۔ تو کھالے۔

حنيذ۔ تلا ہوا ترجمہ دہلی کی بولی کی وجہ سے ہے۔ اصل میں اس کے معنے ہیں کہ گوشت کی بساند و رطوبت جلائی گئی تھی۔ ایک پتھر گرم نیچے ایک اوپر رکھدیتے ہیں اور اسی طرح گوشت تیار کیا جاتا ہے۔ ہمارے ...نے میں بھی ایسا کرتے ہیں ایک کھال میں رکھ کر گرم ریتے میں رکھدیا۔

واوجس منهم خيفة۔ صوفیوں نے لکھا ہے کہ ابراہیم کے قلب ..... نے معلوم کر لیا کہ یہ عذاب لائے اور ابراہیم اللہ کے غضب سے ڈرے۔

فضحكت۔ اس کے ایک معنے کرتے ہیں کہ وہ بڑھاپے میں حائض ہوئی۔

يويلتى۔ یہ عورتوں کا طرز کلام ہے۔

هذا بعلى شيخا۔ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جناب ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ سال تھی۔

عليكم اهل البيت۔ اس سے یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ اہل بیت میں بیبیاں شامل ہیں

هل ادلكم على اهل بيت يكفلونه۔

لكم۔ سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ پس بڑا افسوس ہے کہ شیعہ اہل بیت میں بیبیوں کو شامل نہیں کرتے۔ اور یہ کم میں کم ضمیر کو مذکر کے لئے بتلاتے ہیں۔ وہ دیکھیں کہ یہاں بھی ایک عورت کے لئے جو کہنا علیکم آیا ہے۔

ولما جاءت رسلنا لوطا سيء بهم۔ چونکہ توراۃ میں لکھا ہے کہ لوط خود ان کو گھر میں لائے۔ اس لئے بعض مفسرین نے اس کے اچھے معنے کئے ہیں۔ کہ لوط اس امر پر تنگ ہوئے کہ یہ کیوں ہمارے ساتھ نہیں چلتے اور مہمان نہیں بنتے۔

مورخہ ۲۸۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۷ و رکوع ۸)

هؤلاء بناتى هن اطهر لكم۔ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت لوط کی سات

بیٹیاں تھیں۔ پانچ اسی گاؤں میں بیاہی ہوئی تھیں تو حضرت لوط نے ان کو شرم دلائی کہ دیکھو سب لڑکیاں تمہارے ہی گھروں میں ہیں۔ پس کیا میں تمہارے گھر سے میں ہوں کہ اجنبی لوگوں کو بطور جاسوس داخل کروں۔

اطہرلکم۔ یہ لڑکیاں میں نے تمہارے تقوے کے لئے پیش کی ہیں ان کا ساتھ سوچو۔ کہ جب یہ تمہیں دے دیں تو میں گاؤں کے برخلاف کوئی منصوبہ کیوں کرنے لگا۔

لو ان لی بکم قوۃ او آوی الی رکن شدید۔ حضرت لوط نے پہلے قوت کا ذکر کیا۔ مگر پھر انبیاء کے طریق پر اللہ کی طرف جھک گئے اور کہا کہ نہیں بلکہ میں اللہ کی پناہ لوں گا۔ رکن شدید سے مراد یقیناً اللہ ہے۔

عالیہا سافلہا۔ جو عالی تھے ان کو سافل کر دیا۔ بڑوں کو چھوٹا اور چھوٹوں کو بڑا بنایا۔ خدا کی عجائبات قدرت کے نمونے ہیں۔

مورخہ ۲۹۔ نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۸)

رزقاً منہ۔ میں بدمعاملگی نہیں کرتا۔ یعنی دین میں دھوکہ نہیں کرتا۔ پھر بھی مجھے خدا نے اپنی جانب سے بہت عمدہ رزق دے رکھا ہے۔ تم کیوں لا تنقصوا المکیال والمیزان پر عمل نہیں کرتے۔ میری مثال سے ظاہر ہے۔ کہ حصول رزق۔ اب قول کی کمی پر موقوف نہیں۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت۔ میرے ایک دوست بڑے نمازگزار تھے۔ ایک دفعہ ایک مہمان آیا۔ عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ پاس پیسہ تک نہ تھا اُسے کہا کہ آپ ذرا لیٹ جاویں۔ میں آپ کے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں اس کے بعد انہوں نے دعا کی طرف توجہ کی۔ اور کہا افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ مولا تیرا ہی مہمان ہے یکایک ایک آدمی نے آواز دی۔ کہ لینا میرے ہاتھ جل گئے۔ ایک قاب پلاؤ کا تھا نہ اس نے اپنا کام بتایا نہ ان کو جلدی میں خیال رہا۔ وہ قاب مدت تک بطور امانت رہا۔ کوئی مالک پیدا نہ ہوا۔ توکل عجیب چیز ہے۔

لا یجرمنکم۔ اللہ تعالیٰ کا تم سے قطع تعلق نہ کر دے۔

ما نفقہ کثیراً مما تقول۔ یہ ایک بہانہ ہے۔ انبیاء جو دین لاتے ہیں وہ بالکل سہل ہوتا ہے۔ لوگ عجیب عجیب پیچیدہ دین ادا کرتے ہیں۔ اور خدا کے حکم پر عمل نہیں کرتے۔ میں نے ایک خوجہ قوم شیعہ کو دیکھا ہے کہ ان میں سو سو سال کے بڑھے ہو گئے اور ختنہ نہیں کرایا۔ کیونکہ ختنہ کی رسوم کے لئے سو سو روپیہ چاہیئے تھا۔ لوگوں نے خود اپنے تئیں مشکلات میں ڈال رکھا ہے۔

مورخہ ۳۰۔ نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۹)

ہر فن میں جو اس فن کا ماہر ہو اس کی بات ماننی چاہیئے۔ مثلاً کوئی انگریزی زبان کے متعلق مسئلہ ہو۔ تو انگریزی جاننے والوں سے۔ شعر۔ شاعروں سے۔ غرضیکہ ہر ایک کسب اس کے اہل سے دریافت کرنا چاہیئے۔ دنیا میں ہر قسم کی تجارت و سیاست کو جس طرح یورپ والے جانتے ہیں۔ ہم لوگ واقف نہیں ہیں لہٰذا ان سے سیاست و تجارت کے متعلق باتیں دریافت کرنی چاہئیں۔ لیکن جن علوم سے وہ ناواقف ہیں۔ مثلاً یورپ و امریکہ والے علوم روحانی اور خداشناسی سے بالکل ناآشنا ہیں

ولقد ارسلنا۔ ہم نے موسے کو فرعون کی طرف بھیجا۔ فرعون تو اس فن سے ناواقف تھا۔ جس کے متعلق موسے تھے۔ اس کے تبعین نے اس خاص میں بھی فرعون کی ہی اتباع کی۔ پس اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔

ورد۔ کاٹھ کا بڑا پیالہ۔ گھاٹ میں اترنے کو بھی کہتے ہیں۔ رفد بھی کہتے ہیں۔

ذلک من انباء القریٰ۔ یہ باتیں ان واقعات و حالات کے متعلق ہیں جن کے متعلق انبیاء آتے ہیں۔ فرعون کو مصر ہی کا تو گھمنڈ تھا۔ پھر مصر اب موجود ہے۔ اس کی حالت کو دیکھو بعض ایسی بستیاں ہیں جو تباہ ہو گئیں۔ مثلاً لوط کی بستیاں جن کے نام سدام وغیرہ پانچ بستیاں۔

تتبیب۔ ہلاکت جیسا کہ سورہ تبت میں بھی آیا ہے۔ صوفیوں نے لکھا ہے کہ انسان کا جسم بھی ایک بستی ہے۔

مورخہ یکم دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۹ نمبر ۱۰)

فاما الذین شقوا۔ جو اپنے مطالب میں کامیاب نہ ہوں ناکام نامراد لسے عربی زبان میں شقی کہتے ہیں۔

ما دامت السمٰوات والارض۔ کہاں کا آسمان و زمین؟ وہاں (جنت) کا

الا ما شاء ربک۔ اس کی بابت بہت بحث ہے کہ ما شاء ربک سے کیا مراد ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ دنیا کی زندگی میں جو آسائش پہنچ جاتی ہے۔ اس کا استثنا مراد ہے۔ بعض نے اس فاصلہ کو اور وسیع کیا ہے۔ کہ قبر سے حشر تک۔ بعض نے اور بھی وسیع کیا ہے اور کہا ہے کہ حشر کے فیصلہ تک۔ بعض نے یہ کہا ہے۔ کہ آخر دوزخ سے سب نکالے جاویں گے۔ میرے نزدیک اس سے اظہار عظمت و جبروت مراد ہے۔ کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ مشیت الٰہی کی ماتحت ہوتا ہے۔

فلا تک۔ یہ خطاب عام ہے۔ ہر مخاطب قرآن سے۔

فاستقم۔ حضرت نبی کریم نے فرمایا ہے۔ کہ شیبتنی ھود۔ کہتے ہیں اسی آیت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک استاد کو اپنی جماعت۔ مرشد کو اپنے مریدوں کا سخت فکر ہوتا ہے۔ یہاں نبی کریمؐ کو استقامت کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی من تاب معک۔ انسان کو اپنی ذات کی ذمہ داری مشکل ہے چہ جائیکہ دوسروں کا ذمہ اٹھانا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرماتے تھے۔ اللھم رحمتک ارجوا فلا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین۔

طرفی النہار۔ صبح و عصر کی نماز۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ بارہواں

سورہ ہود

مورخہ ۲ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۰)

آیت ۷ - اولو بقیۃ - جنہیں نیکی کا اثر باقی ہو۔ ما اترفوا فیہ جس راہ میں لگ کر انہوں نے عیش و عشرت کو پایا۔ جب تک کسی قوم میں ایسے لوگ رہیں جو بدیوں سے منع کرتے رہیں اور نیکیوں کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں تب تک وہ قوم ہلاک ہونے سے بچی رہتی ہے۔

آیت ۸ - بظلم - اللہ تعالیٰ بے وجہ کوئی عذاب نہیں دیتا لوگ خیال کرتے ہیں کہ دنیا میں عذاب ایسے ہی بلا سبب آجاتے ہیں۔ قرآن شریف اس کو نہیں مانتا بلکہ فرماتا ہے کہ جس بستی میں مصلح موجود ہوں وہاں عذاب نہیں آتا۔

آیت ۹ و ۱۰ - لذلک خلقہم - رحم کے واسطے ہی ان کو پیدا کیا ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ دنیا میں اختلاف مذاہب کا ہمیشہ رہے گا۔ تمت - یہی خدا تعالیٰ کی ایک بات ہے۔ اور پوری ہوگی کہ جن و ناس کا ایک گروہ داخل جہنم ہوگا۔

آیت ۱۱ - کلا نقص - یہ سب جو ہم نے بیان کیا یہ اسواسطے ہے کہ پہلے انبیاء کے حالات سننے اور معلوم کرنے سے تیرا دل مضبوط ہو کہ تمام انبیاء کے ساتھ ایسا حال ہوا اور تو بھی ایک نبی ہو جاوے۔ اور جو پیشگوئی تیرے متعلق تھی وہ اب آگئی ہے۔

آیت ۱۲ - علی مکانتکم - بقدر الامکان۔ تم اپنی پوری طاقت سے میرے مقابلہ میں زور لگاؤ اور اپنی جگہ پوری طرح سوچ بچار کرلو۔

آیت ۱۴ - غیب - یہ سب انبیاء کے واقعات جو قرآن شریف میں بیان کئے ہیں یہ غیب یعنی پیشگوئیاں ہیں جیسا کہ ان انبیاء کو کامیابی ہوئی اور ان کے مخالف ہلاک اور تباہ ہوئے ایسا ہی حال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے احباب کا اور جس طرح انبیاء کے مخالفوں کا حال ہوا اسی طرح آپکے مخالفوں کا ہوگا۔

یہاں سورہ ہود کے نوٹ ختم ہوئے
آغاز سورہ یوسف

(مورخہ ۴ - دسمبر ۱۹۰۹ء رکوع ۱۱)

آیت ۱ - الر - انا اللہ اری - میں اللہ دیکھتا ہوں کہ جو کچھ تم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کرتے ہو جس طرح تم اس رسول کیساتھ برتاؤ کر رہے ہو اسی طرح یوسف کے ساتھ اس کے بھائیوں نے کیا تھا۔ تمہارا بھی اس رسول کے سامنے وہی حال ہوگا جو یوسف کے سامنے یوسف کے بھائیوں کا ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی تھے جن میں سے ایک بنیامین انکے ہی عمر میں چھوٹے تھے اور یہی سگے بھائی یوسف علیہ السلام کے تھے۔ باقی بھائیوں میں سے جو سوتیلے تھے ایک ان کے خیر خواہ تھے باقی تو مخالف

سے ایسا ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف بھی تسعۃ رہط نو گروہ تھے۔

آیت ۱۳ - قصص - بیان۔ یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں لفظ قَصص ق پر فتح کے ساتھ ہے یہ مصدر ہے اور اس کے معنے ہیں بیان کرنا۔ بعض لوگ غلطی سے اس کے معنے کرتے ہیں قصے۔ قصہ اور لفظ ہے جو ق کی زیر اور کسرہ کے ساتھ ہے۔ اور اسکی جمع ہے۔ قِصَص۔ ق کے نیچے زیر کے ساتھ۔ نبیوں میں حضرت رسول کریمؐ حضرت نوحؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت ابراہیم علیہم السلام والبرکات بڑے اولوالعزم لوگ ہوئے ہیں اور ان کا معاملہ حضرت یوسف علیہ السلام سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا معاملہ تو صرف بھائیوں یا ایک عورت کے ساتھ ہوا تھا اور وہاں تمام اقوام کی مخالفت کا بہت خوفناک مقابلہ پیش تھا۔

آیت ۴ - رایت - میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ اس کا نام خواب کہتے ہیں مگر حضرت یوسف نے اس کو دیکھنا فرمایا اور یہی اصطلاح صحیح ہے وہ بھی ایک قسم کی بیداری ہی ہوتی ہے جس میں دوسرے شریک نہیں ہو سکتے۔ لی سجدین۔ میرے سبب سے وہ سجدہ میں گرے ہوئے ہیں کوئی ایسا امر واقعہ ہوا ہے کہ وہ میرے سبب سے سربسجود ہو رہے ہیں۔ آیت ۵ - اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب تعبیر رویا کی سمجھ گئے تھے۔ فرمایا تیرے بھائی تو تیرا مقابلہ کریں گے اور یہ ان کا شیطانی فعل ہوگا۔ کیونکہ شیطان ہی آپس میں جنگ کرا دیتا ہے

آیت ۶ - یعلمک - اللہ تعالیٰ تجھے اس دنیا کی اصل حقیقت بتا دیگا [illegible] حضرت یعقوب نے [illegible] یوسف [illegible] ابراہیم [illegible]

مورخہ ۵ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۲)

اس رکوع میں خدا تعالیٰ کی صفات [illegible] - آیت ۱ - سائلین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے متعلق سوال کرنیوالوں کے واسطے یوسف اور اسکے بھائیوں کے بیان میں جواب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے بھی مکہ والوں نے یہی ارادے کئے تھے کہ ان کو قتل کیا جاوے یا قید کیا جاوے۔ یا جلاوطن کیا جاوے آخر آپ ہجرت پر مجبور کئے گئے اور بالآخر یوسف کی طرح اس مکہ پر فتح پائی اور انہیں معاف کر دیا اس آیت میں پیشگوئی ہے کہ جو حال یوسف کے بھائیوں کا اس کے مقابلہ میں ہوا تھا وہ ان قریش کا ہوگا

آیت ۲ - عصبۃ - ہم ایک بڑی جماعت ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں ایسا ہی کہا گیا تھا۔ من القریتین عظیم - ضلل مبین - کاٹنے والی محبت۔ یوسف کے ساتھ ایسی محبت ہے جو ہم سے قطع محبت کراتی ہے۔ آیت ۳ - من بعدہ - بعض لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ یہ بدی ہم کرلیں پھر نیک بن جائیں گے۔ ایسے آدمیوں کو نیکیوں کی توفیق نہیں حاصل ہوتی۔ بعد میں توبہ کر لینے کی نیت کیساتھ بدی کی طرف جھکنا کبھی اعمال صالح کی توفیق نہیں دیتا

آیت ۴ - غیبت الجب - قعر بیر - وہ کنواں اس کو غائب کرے وہ ایک خاص کنواں تھا اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔

آیت ۵ و ۶ - ان سب فقروں میں جو یوسف کے بھائیوں نے کئے کہیں انشاءاللہ نہیں کہا۔ خدا کا نام بالکل نہیں لیا اس واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام کو خوف پیدا ہوا کہ ان کی ان باتوں کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا کیونکہ انکو جناب الٰہی کا خیال بھی نہیں آیا انشاءاللہ تعالیٰ کہہ نہیں سکے۔ یرتع - کھیلیگا۔ کودیگا جنگل کے پھل کھاتا پھریگا۔ آیت ۹ - اوحینا - اس جگہ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف کی تسلی فرمائی۔ وحی کی آمد روحانی ہوتی ہے۔ مگر پاس والے نہیں سنتے۔ آیت ۱۱ - نستبق - ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔

آیت ۱۳ - واردہم - اپنا سقہ - پانی بھرنے والا۔ غلام - عیسائی اعتراض کرتے ہیں کہ ہاجرہ لونڈی تھی اور اسمٰعیل لونڈی سے پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی اسرائیل کو فرعون کا غلام بنایا۔ یوسف علیہ السلام

غلام ہو۔ شرم! شرم!! شرم!!! اور حضرت یوسف اس جگہ نبی آخر الزمان کے مثیل کے غلام بنائے گئے۔

آیت ۲۱۔ بخس۔ اللہ تعالیٰ نے اس رقم کی تحقیر کی ہے۔ وہ کتنی ہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی کفار عرب نے سو اونٹ انعام مقرر کیا تھا کہ جو ان کو قتل کرے اسے سو اونٹ ملیگا۔

مورخہ ۶۔ دسمبر ۱۹۰۹ء (رکوع ۱۳)

آیت ۲۱۔ عسیٰ ان ینفعنا یعنی نفع دے۔ وہ شرک کا خیال تھا (۱) انہوں نے سوچا کہ اس کو بیٹا بنا کر (۲) یا یہ خیال کیا کہ اسے بزرگ کریں گے کیونکہ آریوں کی طرح وہ بھی تو ایک نبی کے متعلق ایسا خیال کیا کرتے تھے۔ ہیت لک۔ بناؤ سنگار اور تمام سامان کر کے کہا کہ ایسے آؤ۔

ھمّ۔ یوسفؑ اس عورت کو سمجھانے میں لگ گیا۔ لولا ان رَا برھان ربہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور احکام درباره عفت اس کے سامنے ہوتے تو وہ اس عورت سے بچنے کی کوشش نہ کرتا۔ اور اسکو نصیحت کرنے میں نہ لگتا۔

مورخہ ۷۔ دسمبر ۱۹۰۹ء (رکوع ۱۴)

شغفھا حبا۔ شغف وہ چمڑا جو دل کے اوپر ہوتا ہے۔ داخل ہونا۔ جنون کی حالت تک پہونچ جانا۔ بمکرھن۔ مکر کے معنے تدبیر کے ہیں لیکن صحابہ تابعین نے اس کے معنے توہین کے کئے ہیں یعنی جب ان کا قول سنا۔ متکآ۔ تکیہ۔ گدیلے۔ نمارق۔ بعض شہروں میں وہ دوسرے معنے دیتے ہیں۔ سکینا۔ چھری میوے کاٹنے کے لئے۔ اکبرنہ۔ اس کو عظیم الشان پایا۔ قطعن ایدیھن۔ یہ محاورہ ہے مطلب یہ ہے کہ اظہار تعجب کیا اور تعجب سے ہاتھ منہ میں کاٹا بعض نے یہ معنے کئے ہیں کہ بوجہ حیرت و رعب حسن وہ لوہو نکی بجائے چیلوں کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ حاش للہ۔ اللہ پاک ہے جس نے ایسا انسان پیدا کیا۔ عورت بدکار آدمی کو جلد پہچان لیتی ہے دیکھتے ہی کہا۔ یہ تو کوئی فرشتہ ہے۔ السجن۔ سجن کے معنے حبس مراد لے لینے میں قید خانہ یا حبس۔ احب الیّ۔ حضرت یوسفؑ نے کہا مجھے قید پسند ہے۔ مگر ہمارے نبی کریمؐ نے کبھی ایسا نہیں بولا آپ ہمیشہ عفو ہی مانگتے رہے۔ الکہف عفو قبل العفو۔ انسان کو نہیں چاہیئے کہ اپنے لئے مصیبت مانگے۔

مورخہ ۸۔ دسمبر ۱۹۰۹ء (رکوع ۱۵)

ودخل معہ السجن۔ ہر بلا کین قوم راحق دادہ است و زیر او گنج کرم بنہادہ است۔ حضرت موسیٰ کو ایک طرف تو بادشاہ کے گھر میں پرورش کرایا تاکہ دربار بادشاہی کو دیکھ بھال لے اور دوسری طرف ایک غریب گھر میں بھی رکھا تا زندگی کے ہر حصے کے معاملات کو بھی دیکھ کر امیر و غریب کی اصلاح کر سکے۔ اسی طرح حضرت یوسف کو ایک طرف باپ سے الگ کیا پھر قید خانہ میں ڈالا اور دوسری طرف مصر کے بادشاہ کا مقرب بنایا۔ حضرت مجدد گوالیار کے قلعہ میں قید ہوئے تو قید خانہ سے ایک شخص کو خط لکھتے ہیں کہ قرآن شریف یاد کرنے کے لئے موقعہ نہیں ملتا تھا اب قرآن شریف کا یاد کرنے کے لئے خوب موقعہ ملیگا میں قرآن کا بہت معتقد ہوں جو ان کے معتقد نہیں وہ بھی دیکھیں کہ کس دل سے یہ خط لکھا گیا ہے کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے کہ ہمارے نبی کریمؐ بھی ہجرت کے دنوں میں غار میں رہے ہیں آپ نے اس میں اپنے رفیق صدیق کے ساتھ کیا کیا باتیں کی اور دعائیں کی ہونگی۔

قال احدھما انی ارانی۔ اللہ تعالیٰ نے رویا کی عظمت کے اظہار کے لئے تین رویا کا ذکر اس سورۃ میں کیا ہے (ا) کافر کا۔ فرعون۔ (ب) فاسق کا۔ قیدی۔ (ج) مومن کا رویا۔ یوسفؑ دیکھئے۔ ارانی۔ ارانی ہی آیا ہے یہ بیان نہیں کیا کہ ہم نے خواب میں دیکھا یا کشف میں دیکھا یا یقظہ میں۔ پس نبی کریم کی احادیث میں کیوں کر خواہ مخواہ مشکلات ڈالے جاتے ہیں۔

خمرا۔ خمر کے معنے انگور۔ صحابہ نے اس لغت کو اسی طرح سے بیان کیا ہے۔ لا یاتیکما۔ کہا نہیں آئیگا کہ میں تم کو اس کی تعبیر بتا دوں گا گفتگو کی تمہید کیسی مناسب ہے دیکھو مجلس سے ساتھ بیدار لوگ موجود ہیں اس استیاز کو یہ معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کو مجھ سے حسن ظن پیدا ہو گیا ہے تو اس حسن ظن سے فائدہ اٹھا دیں ان کو تسلی بھی دیدی۔ کہ ان تمہاری بات بتاتا ہوں اور ساتھ ہی اپنی تبلیغ بھی کر دی۔

ہر ایک مومن کو بھی اس ٹوہ میں رہنا چاہیئے۔ جب کوئی حق کا شنوا دیکھے تو اسے حق سناوے۔ مگر ایسے طور پر کہ موثر ہو۔ نہ یہ کہ اور بھی بھڑک اٹھے۔ جیل خانہ فساق کی جگہ ہے مگر حضرت یوسف تقرب الٰہی کی وجہ سے وہ تو اپنے منشے اسی کا مظہر پایا۔ علم رویا کی کتابیں مطالعہ کرنے سے اور اس پر غور کرنے سے بہت سے قانون قدرت کے معارف معلوم ہو جاتے ہیں قرآن کریم نے اکثر الفاظ اسی کے بیان کر دیئے ہیں لوگ لغت کو سے لیتے ہیں لیکن علم رویا سے الفاظ کے معانی حل نہیں کرتے۔

واتبعت ملۃ اٰبائی۔ ایک طرف میں نے کچھ چیز ترک کی ہے دوسری طرف کچھ اخذ کی ہے۔

ماکان لنا ان نشرک باللہ۔ شرک کے پچھلے معنے ہیں کہ نہ کوئی خدا کے برابر قوت ہو نہ کوئی اس کے برابر معظم ہو نہ کوئی اس کے برابر مطاع ہو۔ قضی الامر الذی۔ ایک خواب ہے جس کے وجود ہی میں شک ہو پھر اس کی تعبیر میں دقت ہے پھر یہ مشکل کہ وہ تعبیر پوری بھی ہوگی یا نہیں مگر آپ پیشگوئی کرتے ہیں کہ یہ بات تو ہو چکی۔ ظنّ انہ۔ ظن جب اس کے پیچھے انّ آجاوے تو یقین کے معنے دیتا ہے اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ انسان جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنی ہو اس کو چاہیئے کہ ہر عیب سے اپنے آپ کو بچاوے اور پاک و صاف ثابت کرے۔

مورخہ ۹۔ دسمبر ۱۹۰۹ء (رکوع ۱۶)

وقال الملک۔ دیکھئے بادشاہ نے بھی انی اریٰ ہی کہا ہے۔ فی المنام کا ذکر نہیں۔ اضغاث احلام پراگندہ خیالات۔ یہاں یہ نہیں کہا کہ ہم اس خواب کی حقیقت کو نہیں پہونچ سکتے بلکہ اس خواب ہی کو بیہودہ بنایا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا والے اپنی کبریائی کے باعث اپنی لاعلمی کو تسلیم نہیں کرتے بعض آدمی سوال کرنے سے پیشتر ہی جواب کے لئے تیار ہو جاتے ہیں دنیا پرست انسان اپنی واقفیت وسیع ثابت کرنے کے لئے کسی کا لحاظ بھی نہیں کرتے نجا منھما۔ دیکھو حضرت یوسف کو محبس میں دیکھ کر کس طرح کہا کہ ہم تجھ کو محسن سمجھتے ہیں پھر حضرت یوسف نے کس طرح ان کے خواب کی تعبیر بیان کی۔ اور کتنا بڑا وعظ توحید کا بیان کیا لیکن وہاں بادشاہ کے پاس آ کر شراب پلانے میں ایسا محو ہوا کہ بھول گیا اسی لئے میں کہتا ہوں کہ کسی بڑے دنیادار سے محبت نہیں اب اس کو جب اپنی ضرورت پڑی تو بات یاد آ گئی۔ یوسف ایھا الصدیق۔ پھر آ کر نہ کوئی عذر کیا نہ شرمندگی ظاہر کی آتے ہی اپنی غرض اور مدعا بیان کرنا شروع کر دیا۔ لعلّی ارجع الی الناس۔ بادشاہ کا نام نہیں لیا دیکھو اب جب حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ یہ دنیا پرست ہے دنیا پرست کے پاس سے آیا ہے تو اب وعظ نہیں کیا بلکہ فوراً جواب دیدیا۔ تحصنون۔ تذخرون۔ تجمعون۔ جو کچھ تم نے جمع کیا۔ عام۔ وہ برس جس میں بہت بارشیں ہوں۔ عوام عربی زبان میں تیرنے کو کہتے ہیں چونکہ ان سالوں میں بارشیں خوب ہوتی ہیں۔ بچے خوب تیرتے ہیں اس لئے اس کا نام عام رکھا گیا۔ اس رکوع میں دنیا پرستوں اور غافلوں کی دوستی کو سمجھایا ہے۔

(سورہ یوسف رکوع ۱۷)

ائتونی بہ۔ اس دفعہ حضرت یوسف نے خدا پر توکل رکھا اپنے متعلق کچھ نہیں کہا جلد خلاصی ہوئی الیٰ ربک۔ اپنے مالک کے پاس۔ کید۔ تدابیر جنگ۔

حضرت یوسفؑ نے ایسا کیوں کیا۔ مصلح بننے والے تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اپنا پیشہ بنانا تھا اس واسطے الزام کو دور کرنا ضرور سمجھا۔ بدنام کی نصیحت کا اثر نہیں ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف میں تھے ایک بیوی مسجد میں آئیں دوسروں کو نقاب اتار کر دکھایا تاکہ کسی کو وسوسہ نہ ہو۔

الآن حصحص الحق۔ تبیّن۔ پورا ظاہر ہو گیا۔

ذلک لیعلم۔ اس لفظ کا کہنے والا کون ہے۔ بعض نے کہا کہ یوسف۔ بعض نے کہا کہ امرأۃ العزیز میرا خیال یہی ہے کہ وہ عورت تھی اس نے کہا کہ میں نے بھی گواہی دی۔

یہاں پارہ دوازدہم کے نوٹ ختم ہوئے الحمد للہ رب العالمین

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ تیرہواں ۱۳

سورۂ یوسف

مورخہ ۱۱- دسمبر ۱۹۰۹ء رکوع ۱

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

وما ابرئ نفسی - یہ قول بھی اس عورت کا ہی ہے (حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ ان ربی غفور رحیم نبی کا قول ہو سکتا ہے نہ کہ مشرک عورت کا۔ اس صورت میں لم اخنہ بھی یوسف کا قول ہے۔ اپنے مالک کی عدم موجودگی میں اس کی عورت کی طرف بُری خواہش نہیں کی۔

استخلصہ - اپنے خاص لوگوں میں اُسے رکھوں گا۔

قال اجعلنی - یوسف نے بادشاہ کے پاس رہنا بھی پسند نہ کیا وہ عہدہ دیتا تھا اس کا انکار بھی نامناسب تھا۔ الگ رہنا بھی ٹھیک نہ تھا اس لئے خزائن الارض پر قبضہ کیا - افسر مال بن گئے - سب محتاج ہو گئے - کوئی مخالفت نہ کر سکا۔

خزائن الارض - محاصل زمین۔

محسنین - خدا نے بھی یوسف کو محسن کہا - قید کے ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کہا تھا

مورخہ ۱۲- دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۲)

لعلہم یعرفونہا - تاکہ وہ اسے پسند کریں۔

الا حاجۃ - مطلب یہ تھا کہ یوسف کو اپنے بھائی سے الگ ملنے کا موقعہ مل جاوے یہی حکمت تھی - ابواب متفرقہ سے بھجوانے کی۔

مورخہ ۱۶- دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۳)

جعل السقایۃ - امراء کے پاس ہر کام کے لئے نوکر ہوتے ہیں - پانی پی کر جو برتن رکھ دیا - تو نوکر اٹھانا بھول گیا - اسباب غلطی سے بندھ گیا۔

اذن مؤذن - خیال کیا شاہی مہمان ہیں ان کی بے عزتی نہ ہو - آپس میں فیصلہ کرنا چاہا۔

قبل وعاء اخیہ - یوسف کے بھائی کے تھیلے سے پہلے دوسروں کی تلاشی شروع کی یہ اس لئے کہ اس ملازم نے دیکھا کہ جنیا میں زیادہ قرب والا ہے - اس لئے اس کا سامان اوّل نہ کھولا۔

کدنا لیوسف - یوسف کے فائدے کی تدبیر ہم نے کی تھی تاکہ اپنے بھائی کے ذریعے

اپنے باپ کا علم حاصل کرے۔

مورخہ ۱۸- دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع چہارم)

حتی یاذن لی ابی او یحکم اللہ لی - اس موقعہ پر مجھے یہ نکتہ سوجھا ہے کہ اونہوں نے یہ نہیں کہا کہ اوّل خدا کا نام لیتے پھر باپ کا - پس معلوم ہوا کہ عامی آدمی کے الہامات نبی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اسی واسطے اوّل باپ کا نام لیا۔

فصبر جمیل - صبر اچھی چیز ہے - میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ یوسف اور اس کا بھائی اور سب آجاویں گے - دیکھو کتنا یقین ہے خدا کی ذات پر۔

وابیضت عیناہ - آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

کظیم - غم سے بھر گیا۔

حرضا - جسم یا عقل میں کسی حزن یا مرض کے سبب فساد آ جاوے - اس فساد کو حرض کہتے ہیں۔

فتحسسوا - التماس کرو - عرض کرو۔

مزجاۃ - وہ تھوڑا مال جو ہم کو چلا کر یہاں لے آیا ہے۔

مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۴ و رکوع ۵)

من یتق ویصبر - یہ محسن کی تفصیل فرمائی ہے - حضرت یوسف نے یہ قاعدہ کلیہ بتا دیا ہے - صبر دو قسم ہے - ایک عن - مثلاً صبر عن الغضب - یعنی انسان غضب طمع - حرص سے اپنے آپ کو روکے۔

دوم - علی - مثلاً صبر علی الصلوٰۃ - یعنی جو نیکی کرتا ہے اس پر دوام کرے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کاموں پر مضبوط رہے۔

تقوے کے معنے ہیں ایمان اللہ پر - ملائکہ پر - انبیاء پر - کتب پر - اور اللہ کی راہ میں خرچ کرے - مسکین و یتیم و اقارب کی خبر گیری کرے - رنج و راحت عسر و یسر میں صابر رہے۔

لا تثریب علیکم الیوم - حضرت یوسف کے سبب ساتھ ان کے سبب ان کے باپ کے ساتھ ان کے بھائی کے ساتھ ان لوگوں نے کیسی کیسی بدی کی - مگر آپ نے کہدیا - لا تثریب علیکم - یعنے میں نہیں کبھی ملامت نہ کروں گا - نہ کبھی عار دلاؤنگا۔

یغفر اللہ لکم - دیکھئے - حضرت یوسف نے تو یغفر اللہ کہدیا - مگر حضرت یعقوب نے سوف فرمایا - یہ اس لئے کہ یعقوب کی معرفت بڑھی ہوئی تھی - آگہ عارف ترا ست ترسان تر - نبی اس وقت دعا مانگتا ہے - جب مغفرت کے لئے امداد ہو - چنانچہ مکہ کو بھی لا تثریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا - مگر یغفر اللہ نہ کہا۔

اذھبوا بقمیصی ھذا - حضرت یوسف کے تمام کام قمیص ہی سے متعلق رہے باپ کے

پاس بھی وہائی قمیص ہی پر خون کرکے لے گئے تھے۔ کہ بھیڑیا کہا گیا۔ پھر بعد میں بھی جب ایک عورت نے اتہام لگایا تو قمیص ہی سے بریت ہوئی۔ اب جب ان کی خوش حالی کا وقت آیا۔ تو اب بھی قمیص ہی بھیجا۔ یہ ایک مناسبت ہوتی ہے ۔ [illegible] لوگ اس قسم کی باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔

علے وجہ ابی۔ میرے باپ کے آگے۔ رکھ دو۔

یأت بصیراً۔ وہ یقین کرے گا۔

لاجد ریح یوسف۔ فلسفی طبیع لوگ اس [illegible] کرتے ہیں [illegible] بن یوسف کی حکومت کے آثار پاتا ہوں۔ صوفیا [illegible] نے بعض حواس میں غیر معمولی ترقی بخشدیتا ہے یہ لوگ زیادہ تجربہ کار اور اس کوچے کے واقف ہیں۔ انہی کی بات ماننی چاہیئے۔

لولاان تفندون۔ تفنید ملامت کرنا۔ احمق بنانا۔ خطاکار بنانا۔ گنہگار ٹھہرانا۔

آپنے ڈرایا کہ ایسا نہ ہو میری تکذیب کرنے [illegible]

انی اعلم۔ وقوعہ کے بعد کہا جب یقین ہوگیا۔

ادخلو امصر۔ اس سے ثابت ہے کہ استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے تھے یہ بھی ایک ادب ہے۔

خروالہ سجداً۔ میرا تو یہی اعتقاد ہے کہ یہ سجدہ خدا کے شکر کا تھا۔

اذاخرجنی من السجن۔ یہاں کنوئیں سے نکالنے کا ذکر نہیں کیا تاکہ بھائیوں کا دل نہ دُکھے۔ ان سے وعدہ لاتثریب کر چکے تھے۔

توفنی مسلماً۔ چونکہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے عہد لیا تھا۔ کہ لاتموتن الا وانتم مسلمون۔ اس کی ماتحت حضرت یوسفؑ نے یہ دُعا مانگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توفی اور موت کے ایک ہی معنے ہیں۔

انباء۔ نبا کہتے ہیں عظیم الشان بات کی خبر۔

الغیب۔ یعنی یہ ایک پیشگوئی ہے۔

مورخہ ۲۰۔ دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء

(سورۂ یوسف رکوع نمبر ۹)

جناب یوسف علیہ السلام کے قصہ میں بہت بڑی نصیحت ہے۔ چھوٹے بچے کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ انبیاء علیہم السلام کسی کی حقارت بھی کرتے ہیں تو نام نہیں لیتے۔ دیکھو حضرت یوسفؑ کی حقارت کرنے والوں نے کتنے بڑے بڑے مصائب دیکھے۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کی طرف جھکتا ہے اللہ تعالیٰ کو پسند آتا ہے چاہے وہ چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔

اسی ضمن میں مکہ والوں کو بتایا کہ تم نبی کریمؐ کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مبعوث ہونے کی حیثیت سے بچہ [illegible] الغزم خاتم [illegible] بعض وقت سخت لفظوں کا بڑا خمیازہ اُٹھانا پڑتا ہے۔ انالہ لحافظون وغیرہ الفاظ کہہ کر کیا نتیجہ اُٹھایا۔

وما یؤمن اکثرھم باللہ۔ بہت لوگ بات ماننے کے لئے طیار ہوتے ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو انکار کرتے ہیں۔

الساعۃ۔ ساعت کے معنے صرف قیامت ہی نہیں۔

افلاتعقلون۔ تم لوگ کیوں نہیں اپنے آپ کو روکتے۔

حتیٰ اذا استیئس الرسل۔ یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو جاتے ہیں (کس سے؟ خدا سے نہیں کیونکہ قرآن شریف میں تو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یاس کرنے والا تو کافر ہوتا ہے ولا تایئسوا من روح اللہ) [illegible] اور وہ جو ان کے مخالف ہیں۔ [illegible] تو اس وقت ہماری مدد پہونچتی ہے۔

وتفصیل کل شئی۔ ہم نے تو سب بیان کھول دیا ہے۔

[illegible] سورۃ یوسف [illegible]

آغاز سورۂ رعد

مورخہ ۲۱۔ دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۷)

اللہ تعالیٰ فطری مسائل کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ بالخصوص دو مسائل کی طرف۔ (۱) محسن کی شکرگذاری (۲) اپنے سے بڑے علم والے طاقت والے کی طرف جھکنا (۳) جو والی سے [illegible] کو سختی سے منوایا جاتا ہے (۴) جو اس پر بھی نہ مانے اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔

المرٓا۔ انا اللہ اعلم واریٰ۔

الکتٰب۔ کامل۔ جامع۔ محفوظ۔

الحق۔ حکمت سے بھری ہوئی۔

رفع السموات۔ پہلے ربوبیت کا ذکر کیا ہے۔

علی العرش۔ تخت حکومت پر۔

یدبر الامر۔ نبی کو بھیجتا اور اس کے متعلق فیصلہ کرتا۔

مد الارض۔ زمین کو وسیع بنایا۔

جعل فیہا زوجین اثنین۔ نباتات میں نر و مادہ ہے [illegible] نر کے پھول کو مادہ پر ڈالتے ہیں۔ نر نباتات سے نر کی کمزوری کا علاج کرتے ہیں اور مادہ نباتات سے مادہ کا علاج۔ یہ طب کی اصول ہے۔ [illegible] نر لوہا مرد کے لئے اور مادہ لوہا مادہ کے واسطے مفید ہے۔

ولکل قوم ھاد۔ اس سے ثابت ہے کہ قرآن شریف تمام جہان کے لئے اور اسلام یونیورسل ریلیجن ہے۔

مورخہ ۲۲ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(سورہ رعد - رکوع نمبر ۸)

اللہ یعلم - اب قدرت کے بعد اپنے علم کا ذکر فرماتا ہے۔

ما تحمل کل انثیٰ - شقی پیدا ہون گے یا سعید - کفار کو اشارہ کیا ہے کہ تم کو اولاد کی فکر لگی ہے - تم کو کیا خبر کہ کیسے پیدا ہون گے - ایک وقت آئیگا کہ یہ سب مسلمان ہو جاوینگے۔

تغیض الارحام - غیض - جذب کرنا - گھٹ جانا - کس حصہ کو رحم جذب کر لیتا ہے۔

وکل شیٔ عندہ بمقدار - اس مین بتایا ہے کہ اب تمہارے کفر کا زمانہ ختم ہوا جاتا ہے

مستخف باللیل - جو ظاہر ہے - خفا کا جس مین ازالہ ہو - قرآن مجید مین دوسرے مقام پر فرمایا - ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا۔

سارب - جو مخفی رکھتا ہے - کیونکہ سرب زمین مین سرنگ لگانے کو کہتے ہین۔

لہٗ - اس رسول کے لئے۔

معقبٰت - ہر ایک انسان کے لئے فرشتے ہین - جو صبح کو آتے ہین اور عصر کو چلے جاتے ہین اور عصر کو آتے ہین صبح کو چلے جاتے ہین - سورہ کہف مین دائین بائین کا ذکر ہے - یہان آگے پیچھے کا کر دیا ہے۔

یریکم البرق خوفا و طمعا - پیشگوئی کہ تم پر بجلی گرے گی - طمعاً سے یہ مطلب ہی ہے کہ برق سے جراثیم وبا مر جاتے ہین۔

خیفتہ - جب آسمان پر وحی ہوتی ہے - تو فرشتے ڈر کر گر جاتے ہین۔

الصواعق - بڑے بڑے عذاب۔

شدید المحال - محال - عذاب دینا۔

مورخہ ۲۳ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(الرعد - رکوع ۹)

والذین صبروا - نیکی پر صبر تو اس پر دوام ہے اور بدیون پر صبر کہ ان سے بچا رہے۔

والذین یصلون ما امر اللہ بہ - جن لوگون کے ساتھ خدا نے ملنے کا حکم دیا ہے ان سے تو آمل جاتے ہین۔

جب اللہ اکبر کی آواز کان مین آتی ہے اوس وقت کوئی چیز ایسی نظر نہین آتی جس کا جوڑ مین خدا کے مقابلہ مین ٹھہراؤن - کوئی پیاری سے پیاری چیز بھی بڑھ کر اللہ اکبر سے نہین ہٹا سکتی یعنے کوئی اللہ کے جوڑ کا نظر نہین آتا - اگر کوئی شخص ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری شریعت پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو ہم کو چاہیئے - کہ کسی رشتہ دار تک کی پروا نہ کرین خوب اس کا مقابلہ کرین - اسی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرام تابعین تبع تابعین - ائمہ حدیث ائمہ تصوف ائمہ فقہ ان کے ساتھ ہی ایسا ہی تعلق ہونا چاہیئے۔

علی ابن مدینی نے اسماء الرجال ایک کتاب لکھی ہے - اس کے باپ نہایت عابد زاہد تھے صاف لکھدیا کہ میرے باپ علم حدیث مین ہرگز قابل سند نہین - لوگون نے کہا کہ تم نے باپ کا خیال نہ کیا - فرمایا کہ مجھ کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین باپ سے بہت زیادہ عزیز ہے - ان ائمہ کے بعد ماں باپ اور ان کی رشتہ دار - بیوی اور اسکے رشتہ دار یہ سب اس قابل ہین کہ ان کا بہت لحاظ رکھے - ان سے تعلق بڑھائے لیکن اللہ اور اوس کے رسول کے مقابلہ مین یہ سب ہیچ ہین - نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس درخت سے تم سایہ کا فائدہ اٹھاتے ہو اوس کے نیچے پاخانہ نہ پھرو۔

ویخافون سوء الحساب - اس بات سے ڈرتے ہین کہ کہین حساب کے وقت بدیان نہ بڑھ جاوین

اولٰئک لھم اللعنۃ - لعنت اللہ کی رحمت سے دوری ہے - جب اس سے دوری ہوتی ہے تو نیکیون سے بھی دوری ہو جاتی ہے۔

متاع - تھوڑی چیز اور وہ بھی جلنے والی۔

مورخہ ۲۵ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۰)

اٰیۃ - وہ ہلاکت کا نشان مانگتے ہے۔

امنوا - اس کے ساتھ عمل الصلحت کا ذکر فرمایا - کیونکہ کامل ایمان وہی ہے جس کے ثمرات اعمال صالحہ کی صورت مین ظاہر ہون۔

ذکر اللہ - اللہ کو یاد کرنا - یہ تین موقعہ پر ہے - (۱) باساء جب بھوک ہو اور افلاس (۲) ضراء جب بیماری ہو - بیماریان کئی قسم کی ہوتی ہین - ظاہری جیسے خارش - جذام - جنون باطنی - جیسے نامرد - سرعت انزال - (۳) حین الباس - جب مقدمہ ہو پھر اس کے بالمقابل (۱) آسائش - فارغ البالی صحت (۲) تندرستی ہونی (۳) حین الامن جب کوئی مصیبت نہ ہو - یہ چھ حالتین انسان کی ہین۔

ان حالتون مین اللہ یاد رہے یعنی تنگی کے وقت معصیت نہ کر بیٹھے - نافرمانی سے اپنے تئین بچا دے اور فراخی کے وقت شکر کرے - صوفیون مین ایک بحث ہے کہ غنی شاکر اچھا یا فقیر صابر - حضرت سید عبد القادر جیلانی کے بھی یہ بحث پیش ہوئی - تو اونہون نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک فقیر شاکر اچھا ہے۔

اس سے اوپر ایک درجہ ہے اس مین صحت - غریبی - فنا کی کچھ پروا نہین ہوتی - بلکہ اس درجے والا ہر حالت مین اللہ کا شکر اور اس کی رضا پر شرح صدر سے راضی رہتا ہے

سیرت الجبال - اڑا دئے گئے یا چلائے گئے پہاڑ۔

قطعت بہ الارض - زمین دور تک قطع کر دی جائے۔

لو کا جواب مذکور نہین اس لئے جزا کی نسبت اختلاف ہے - وہ جواب اس کے بتاتے ہین۔

قرآنا - سے مراد کوئی کلام الٰہی ہے - پس فرماتا ہے کہ اگر کسی کلام الٰہی مین یہ بات ہے کہ اس سے پہاڑ چلائے جائین - زمین قطع ہو - مردے بولین - تو ہم اس قرآن مین ہی دکھا دینگے۔

دوم - یہ کہ اگر قرآن سے ہم ایسا ہی کر دین - تو وہ یہی قرآن ہے - میری سمجھ مین یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن تمہارے تمام جبال یعنے امراء کو اڑا دیگا اور تمام زمین مین پھیل جاویگا - اور مردہ دل کفار زندہ مومن بن جاوینگے۔

بل للہ الامر جمیعا - بلکہ سن رکھو کہ تمام ملک مین اسلامی حکومت ہو جاویگی۔

یایٔس - کے معنے تبین کے ہین یعنی کیا نہین جانا - وہ شعر بڑی جستجو سے ملے ہین

الم تیئسوا انی ابن فارس۔

مجھے شعب مین قید کرنے لگے - تو مین نے کہا کہ تم کو علم نہین ایسا تک کہ مین کون ہون۔

ایک امراء القیس کا شعر مجھے ملا۔ جس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔

فلو انہا نفس تموت سریعۃ ۔ ولکنہا نفس تقطع انفسا۔

اس کے معنے میں بعض لوگوں نے دہوکہ کہایا ہے۔ بلکہ ایک کافر نے ٹھٹھہ اُڑایا ہے چنانچہ وہ القارعۃ ما القارعۃ کے معنے لکہتا ہے۔ کہ ٹھوکنے والی تو کیا جانتا ہے ٹھوکنے والی عربی زبان میں چھوٹے لشکروں کو قارعہ کہتے ہیں۔ قارعہ کے معنے میں کتیبہ و سریۃ۔ وہ دستہ فوج جو دشمن کی سرکوبی کے لئے بھیجا جاوے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ پہلے ہم چھوٹے چھوٹے دستے سرکوبی کے لئے بھیجا کریں گے۔ یہاں تک (یہ آو کے معنے ہیں) کہ تو ان کے دار (مکہ) میں فتحیاب داخل ہوگا۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ آپ مکہ کہاں نازل ہونگے تو آپ نے فرمایا کہ خیف بنی کنانہ۔ جہاں کہ قطع تعلقات کا کفار نے مشورہ کیا تہا آجکل اس کا نام معبدہ رکہا ہوا ہے۔

یاتی وعد اللہ۔ یعنی للہ الامر جمیعا کا وقت (جب اس علاقہ میں اسلامی حکومت ہو جاوے) آجاوے گا۔ یہ لولا انزل علیہ آیۃ۔ کا جواب ہے۔ کہ نشان جس طرح کا تم کہو وہ بھی دکہا دیا جاوے گا۔

مورخہ ۲۶۔ دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۱)

خداوند تعالیٰ نے مخلوق کو رنگ برنگ بنایا ہے۔ ہم اس وقت جس قدر اشخاص موجود ہیں۔ دیکھو سب کی خواہشیں اور غرضیں الگ الگ ہیں۔ عمر کے اعتبار سے تدبیریں سب کی جدا جدا ہیں۔ بہلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ساری دنیا ایک ہی رنگ میں رنگین ہوجاوے ہرگز ساری دنیا ایک رنگ میں رنگین نہیں ہوسکتی۔ یہ بات غلط ہے کہ ساری دنیا ایک حالت میں ہوجاوے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول جب آتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمیافتہ ہوتے ہیں اور گویا خدا کے حضور سے نبوت کی ڈگری لیکر اصلاح کے لئے آتے ہیں۔ اسلئے لوگوں کی عقلیں اور رسوم اور حالتیں سب ان کو اپنی اصل حالت میں ناقص ہی نظر آتی ہیں لوگ جب دیکھتے ہیں کہ وہ سب کے نقص بتاتا ہے تو وہ تحقیر کرتے ہیں اور وہ تحقیر مخالفوں نے چار طور پر کی ہے۔ (۱) ادنےٰ عقل والوں نے کہا۔ بجز جکم من ارضکم (۲) ان سے بڑھکر عقل والوں نے کہا۔ یرید ان یتفضل علیکم۔ صرف بڑائی چاہتا ہے (۳) ان سے بڑھ کر عقلمندوں نے کہا اسے جنون ہے (۴) بعض نے کہا کہ اس کو خواب آتے ہیں۔ بلکہ چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں۔ اضغاث احلام۔

استھزئ۔ استہزاء ھزو سے نکلا ہے۔ ھزو کسی چیز کو ہلکا سمجہنا۔ خفیف گردانا۔

املیت۔ ڈھیل دی۔ مہلت۔

عقاب۔ بدکاری کے بعد اس کا نتیجہ۔

سموھم۔ کسی کا نام تو لو۔

بما لا یعلم فی الارض۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا بے خبر ہے اور ان بتوں کے ذریعے اس کو خبر دیجاوے

بظاھر۔ اس کے معنے میں اختلاف ہے۔ صحابہ نے اس کے معنے کئے ہیں باطل بےبنیاد کی باتیں۔ متاخرین نے معنے کئے ہیں جو بات مدلل نہ ہو۔

لھم عذاب فی الحیوۃ الدنیا۔ کفار نے صلح حدیبیہ میں ایسی شرائط کی تہیں۔ جن میں ان کی عزت ہی عزت تہی۔ مگر خدا نے وہی شرائط ذلت کا موجب بنادیں۔

غرض ہر ایک بدعمل۔ ہر ایک متکبر۔ ہر ایک جھوٹا اسی دنیا میں ذلیل اور بے اعتبار بنتا جو بدمعاملہ کرتا ہے۔ اولاد کے لئے مال چھوڑنے کے لئے مگر وہ اولاد بھی نہیں رہتی۔ ابوجہل کو اپنے معزز و مکرم ہونے پر گھمنڈ تہا۔ خدا نے سے دو کاشتکار لڑکوں کے ہاتھ سے مروایا۔

مالھم من اللہ من واق۔ اس میں اشارہ ہے کہ بت کیا بچا سکینگے۔ ان کو اپنی بھی خبر نہیں۔

مثل الجنۃ۔ اے صفت الجنۃ۔

اتیتھم الکتاب۔ اپنی کتاب کا فہم بخشا ہے۔

افمن ھو قائم۔ وہ ذات پاک جو ہر ایک چیز کے پاس نگران موجود ہے اور ہر ایک چیز کو دیکھتی ہے یعنے خدا۔

جعلوا للہ شرکاء باوجود اس کے کہ وہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ پھر بھی لوگوں نے اللہ کی سی امیدیں دوسروں کے ساتھ لگا رکھی ہیں۔

مورخہ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۲)

بعض لوگ اس خیال کے تھے کہ دنیا سے تعلقات نہیں چاہیئے۔ تعلق محض حضرت سبحانہ سے چاہیئے۔ ایسے لوگ اس زمانہ میں بھی پائے جاتے ہیں جن کو سادہو۔ اداسی وغیرہ کہتے ہیں ان کے جواب میں یہ آیات فرمائی ہے۔ کیونکہ اسلام جامع کمالات مذاہب مختلفہ ہے۔ اس نکتہ کو نہ سمجہکر ہر فرقہ نے اپنے اپنے مذاق کے رو سے اس پر اعتراض کرنے میں غلطی کہائی ہے اگر بیابانوں میں رہنے والوں نے ازواج اور ذریت کو برا مانا تو دنیا داروں کو یہ اعتراض تہا کہ ذکر و شغل کے لئے اتنا وقت کیوں ہو۔ اسی طرح صحابہ کرام جہاد کے متعلق تلوار و تیر کو درست کرتے رہتے۔ جس کو بعض فقراء جو مرغے کا ذبح کرنا بہی نہیں دیکھ سکتے) دیکھ کر حیران رہ جاویں۔ اسلام نے ایک درمیانی راہ اختیار کی۔ اور سب باتوں کو لے کر ان میں اصلاح فرمادی۔

ازواجا و ذریۃ۔ جواب یوں دیا ہے کہ سب انبیاء کی بیبیاں اور اولاد تہی۔ اس نبی میں نئی بات نہیں۔ کوئی شخص جب تک گھربار والا نہ ہو تمام کمالات انسانیہ کا مظہر نہیں ہوسکتا اور نہ تمام خلقت کے لئے نمونہ بن سکتا ہے۔ پس ضرور تہا کہ راستبازوں کی جماعت بیوی بچوں والی ہوتی۔ جن لوگوں نے تقدس و تطہر کے لئے نکاح سے علیحدگی لازم ٹھہرائی۔ آخر سخت سے سخت بدکاریوں میں گرفتار ہوئے۔ ان پر سچ ہے کہ بیوی بچوں میں اتنا انہماک کہ خدا کو بہول جاوے ناجائز ہے۔

ما کان لرسول۔ ہر شخص کو نشان دکہانا ضروری نہیں۔ بعض تو بیعت ہی اس معیار پر کرتے ہیں کہ بیعت کے بعد آسائش ہو جاوے اور ہر ایک مراد پوری ہوجائے۔ جو ذرا بہی خلاف مرضی ہوا۔ تو بس کہہ دینگے دیکھ لیا۔ فان اصابہ خیر اطمأن بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علی وجہہ۔ خسر الدنیا والآخرۃ۔

لکل اجل کتاب۔ ہر وقت کے لئے ایک قانون ہے اسی کے ماتحت سب مقاصد حاصل ہوسکتے ہیں

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

قارعۃ۔ صدمہ۔ آخری سطر کا پہلا شعر یہ ہے۔ اول لم یاشعب ذی ماسروتی۔ الخ یاسر ابی ابن فارس ندیم۔

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ تیرہواں ۱۳

سورۂ رعد

مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۹ء

بقیہ رکوع ۱۲

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

یمحوا اللہ مایشاء۔ کئی بادشاہتیں ایسی گذر چکی ہیں کہ ان کا اب کوئی نام بھی نہیں جانتا سب باتوں کا علم اللہ ہی کو ہے۔ یہ جو مقرر کرتے ہیں کہ دنیا سات ہزار برس سے ہے یاد رہے یا ست ومنہ امر ... بڑا الکتاب ... یہ اعداد کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ اسی لئے ہماری کتاب نے کوئی مدت مقرر نہیں کی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ سے پوچھا کہ مابال القرون الاولیٰ۔ انہوں نے ... علمہا عند ربی ... نہ کہا علم ... میں ہی ہر شخص کی نسل سے ہوں۔ جس نے کہا۔ ان کنت کتبتنی من الاشقیاء فامح اسمی من الاشقیاء واکتبنی من السعداء

میں ایک دفعہ سخت ابتلاء میں تھا۔ ایک مجذوب دوست نے مجھے کہا۔ واللہ غالب علی امرہ۔ وہ تو اپنے حکم پر بھی غالب ہے۔ جس کو سنتے ہی سب غم کافور ہوگیا۔

اطرافہا۔ عربی زبان میں حاکم۔ محکوم۔ امراء۔ غرباء۔ اغنیاء۔ فقراء کو کہتے ہیں۔ یہ گویا نشان بتایا ہے۔ کہ تم لوگوں نے مذہبی جنگ شروع کر دی۔ اچھا اب دیکھ لینا کہ ہم تمہارے اس ملک میں آتے ہیں۔ تمہارے امراء اور غرباء کو تعلیم قرآنی میں داخل کر کے تمہاری تعداد گھٹاتے ہیں۔ جو لوگ یہ شئے کہتے ہیں کہ ... دائرہ کے بعد کو ہم گھٹاتے ہیں۔ یہ نحو صرف ... عوام الناس ... کو کیا سمجھتے ہیں۔

وھو سریع الحساب۔ یعنی تمہاری جلدی ہی خبر لی جاوے گی۔ یہ آؤ تو دیکھ لو کہ کھولا ہے۔

مکر۔ ہمارے ملک میں اس کے معنے خراب ہو گئے ہیں۔ دیکھئے عرب میں گالی یہ ہے کہ کسی کو کہنا نکست ... یا گیا یا اس نے قحط میں بھوکوں کو کھانا نہ دیا اور ہمارے ملک میں گالی کا مفہوم پورا ہی نہیں ہوتا جب تک اپنی ماؤں کو سوروں کے سپرد نہ کریں۔

مکر۔ عربی میں تدبیر کو کہتے ہیں اور یہ تدبیریں دو قسم کی ہیں۔ بری اور پاک۔ چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ واللہ خیر الماکرین۔ اور لا یحیق المکر السیء الا باھلہ۔

یاد رکھو کہ ہمیشہ لفظوں کے وہ معنے لیں جو کہ اصل زبان میں ہوں۔ ہندوستان کا مذاق عجیب ہے۔ لکھنؤ میں خلیفہ حجام کو کہتے ہیں۔ اور لاعلاج مرض کو علت المشائخ۔ حالانکہ عربی زبان میں خلیفہ اور شیخ۔ بڑے پاک اور اعلیٰ خطاب ہیں۔

یعلم ما تکسب کل نفس۔ چور۔ زانی۔ شراب خور۔ غرض تمام نافرمان کبھی اخیر عمر میں سکھ نہیں پاتے۔

ایک تاریخی واقعہ۔ ہارون رشید کا ایک بھائی بڑا زیرک تھا اس نے اسے احتساب پر مقرر کیا۔ اس نے بازار کی دوکانوں کی تحقیقات کی۔ ایک دوکاندار سے پوچھا اس نے بتلایا کہ پیسہ روپیہ نفع لیتے ہیں اور کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ بڑا نسے پوچھا اس نے کہا کہ چار آنہ فی روپیہ نفع لیتے ہیں۔ کوئی رقم مار ہی لیتے ہیں۔ مگر معمولی کام چلتا ہے۔ پھر ان دوکانوں کی خبر لی۔ جن میں چور اپنا مال تھوڑی قیمت پر فروخت کر جاتے ہیں۔ اس نے کہا نفع تو ہم ایک روپیہ کا سو بھی کما لیتے ہیں۔ مگر ہمارا مال نقصان ہو کر حساب برابر ہی رہ جاتا ہے بلکہ بعض وقت کھوٹ وھوکہ میں سے کر سخت نقصان اٹھاتے ہیں۔ ہارون رشید کے بھائی نے جا کر کہا احتساب کی ضرورت نہیں۔ خدا خود ہی اپنا

کفیٰ باللہ شہیداً۔ اپنی صداقت میں اللہ کی نصرت کی گواہی پیش کی ہے۔ کہ باوجود کوئی جتھہ وغیرہ نہ ہونے کے میں کامیاب ہوں گا۔ ذو تم علم اہل کتاب اپنی اپنی کتابوں سے، ان کی تعلیم کا مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ کیسی جامع و اعلیٰ تعلیم ہے۔

یہاں سورہ رعد کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۂ ابراہیم

(مورخہ ۲۸ - دسمبر ۱۹۰۹ء رکوع ۱۳)

یبغونہا عوجاً۔ ایک عوج آیا ایک عُوج۔ دین و زمین میں عوج بولتے ہیں اور عوج ... دیوار۔ ... پر بولتے ہیں۔ بعض لوگ ٹیڑھا پن ہی ڈھونڈتے ہیں۔

لیبین لہم۔ معلوم ہوا کہ رسول کے نواب کو بہت سی زبانیں سیکھنی چاہئیں۔ تاکہ سب کو کھول کر دین حق بتا سکیں۔

ولقد ارسلنا موسیٰ۔ ایک مثال بیان فرماتا ہے۔

بایام اللہ۔ نعم اللہ و نقم اللہ۔ خدا کی نعمتیں اور اس کے عذاب۔

ایک شعر یاد آگیا۔ وایام لنا غر طوال عصینا الملک فیھا ان ندینا۔

صبار۔ جو صبر سے کام لے اس کو خدا اپنی جناب سے بڑے نشان دکھاتا ہے۔

یذبحون ابناءکم۔ جو قومیں اکٹھی رہتی ہیں ظالم لوگ ان کو بیگار میں پکڑ لیتے ہیں۔ جیسا کہ سکھوں کے عہد میں جولاہوں کو پکڑ لیتے تھے۔ بنی اسرائیل کے ساتھ بھی فرعون نے یہی معاملہ کیا۔ مگر محنت سے جب ان کی اولاد قوی ہونے لگی۔ تو پھر ان کو قتل کرنے کی تدبیریں کیں۔

بلاءٌ۔ خدا کا بھاری انعام کہ موسیٰ کو بھیجدیا۔ وہی بنی اسرائیل کہ جو بیگار میں پکڑے جاتے تھے۔ آخر جب تک خدا کے حکموں کے مطیع رہے۔ فاتح بھی ہوئے۔ عمار بن یاسر کے ساتھ کیا کیا مکہ والوں نے۔ اور اس کی ماں کے ساتھ کیا کیا۔ اس کی شرمگاہ میں نیزہ مار دیا۔ اور

اور ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ کر مختلف طرفوں میں چلائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قوم کو فاتح بنایا۔ انہوں نے نہ صرف عرب کو فتح کیا بلکہ چین و تاتار تک پہونچے۔

مورخہ ۲۹ - دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء

(سورۃ ابراہیم - رکوع ۱۴)

ایک شخص کو گدا کی عادت تھی۔ دن بھر لقمہ لینے کے لئے پھرتا رہتا۔ آخر اس نے کعبہ کا دامن پکڑ کر توبہ کی اور دیا سلائیاں بیچنی شروع کیں۔ دو چار پیسے سے تجارت شروع کی۔ جس کے پیسے بن گئے۔ آخر یہاں تک نفع حاصل ہوا۔ کہ وہ ایک کوٹھی کا مالک بن گیا۔ اصل یہ ہے۔ کہ صداقت و راستبازی پر چلے اور جو نفع مل جائے لے لے۔ یہ شکرگزاری کا نتیجہ تھا۔ ایک صدقہ نے مجھے طبابت میں او پھیلا دیا۔ جسے میں نے شکریہ سے لیا۔ اور ہزار دن کمائے۔

تاذن۔ اعلم۔ علم دے دیا۔ بتا دیا۔

فردوا ایدیھم فی افواھھم۔ اس کے دو معنے کئے گئے ہیں۔ لوٹائے ان کافروں نے ہاتھ اپنے نبیوں کے منہ پر۔ یعنے بدمعاش ان کے منہ پر ہاتھ رکھدیتے کہ آپ بات نہ کریں۔ ہم نہیں سننا چاہتے۔ دوسرے معنے و عضوا علیکم الانامل من الغیظ۔ کے مطابق ہیں یہ کہ اپنے ہاتھ اپنے منہ میں ڈالتے تھے۔ بوجہ شدت غیظ و غضب۔

افی اللہ شک۔ چار قسم کے لوگ ہیں۔ ایک عام جو خواص سے سن کر ایمان لاتے ہیں۔ دوم۔ جو کتب پڑھ کر یقین کرتے ہیں۔ سوم گروہ حکماء کا ہے۔ جو عالم کے انتظام کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ایک گھڑی خود بخود نہیں بنتی۔ تو یہ کارخانہ اتنا بڑا کارخانہ خدا کے بغیر کس طرح چل سکتا ہے۔ چہارم گروہ ہے۔ اللہ کے پیارے بندوں کا۔ جن کو یقین ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خدا ان سے کلام کرتا ہے۔ اور انہیں اپنی قدرت نمائیوں سے یقین دلاتا ہے۔ یہ گروہ تعجب انگیز ترقی کرتا ہے اور خدا پر ایسا یقین رکھتا ہے کہ جو ذرا بھی شک رکھنے والا دیکھیں۔ تو تعجب سے کہتے ہیں۔ کیا اللہ کے معاملہ میں بھی شک ہو سکتا ہے۔

فاطر السموات والارض۔ وجہ الٰہی شہادت کے بعد دلیل بھی دی ہے۔ جو حکماء کی دلیل ہے اور ساتھ ہی کہا ہے کہ وہم سے خود بولتا ہے۔ اس نے ہمیں کہا ہے کہ خلقت کو میری طرف بلاؤ۔ تا میں ان کے گناہ معاف کر دوں۔ کیونکہ وہاں ڈھانپ لوں۔

ولکن اللہ یمن علی من یشاء۔ یہ تفاوت خود انسان کے وجود میں بھی ہے۔ ایک مکان ہے۔ جس سے پاخانہ نکلتا ہے۔ لیکن ایک جگہ ہے جس سے خدا کا نام نکلتا ہے۔ پس وہ مالک اللہ حکیم و علیم ہے۔ جس پر چاہے۔ اپنے مکالمہ اور نبیوں کا کام کرے۔

مورخہ ۳۰ - دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء

(سورہ ابراہیم - رکوع ۱۵)

انسان کو جس چیز کی عادت یا الفت پڑ جاتی ہے۔ وہ اس کو چھوڑتا نہیں۔ حبك الشیء یعمی و یصم۔ محبوب کے عیوب کا بیان سننا بھی نہیں چاہتا۔

انبیاء جب سچائی کو لاتے ہیں۔ ان کی تعلیم کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ عقائد کے متعلق جس کے دلائل بڑے کھلے ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ کو ماننا۔ فرشتوں پر ایمان لانا۔ کتب پر ایمان۔ انبیاء پر ایمان۔ تقدیر پر ایمان۔ جزا و سزا پر ایمان۔ دوسرا حصہ عمل درآمد کا ہے جو نقل کے بعد ہوتا ہے۔ اس میں بھی کوئی مشکل نہیں۔ [illegible] بعض باتیں علمی تدبرات کے لئے ہوتی ہیں۔ مجتہدین و ائمہ دین کا اختلاف ایسے ہی مسائل پر ہوتا ہے۔

نبی جب آتے ہیں تو ایک گروہ ان کی تعلیم کو اپنی رسم و عادت و الفت کے خلاف دیکھ کر مقابلہ کے لئے اٹھتا ہے۔ اور کفر و عناد میں یہاں تک پہونچتا ہے کہ کہہ دیتا ہے لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا۔ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے۔ مگر کہ تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔ آؤ۔ یعنے ختنے اور لاکن ہے۔ امرء القیس اپنے ساتھ والے کو کہتا ہے۔ جب اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لئے شاہ روم سے مدد لینے جاتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ

فقلت لہ لا تبک عینک انما نحاول ملکا او نموت فنعذرا۔

الارض۔ اور ایک زمین۔ اس کا ترجمہ ہے۔

واستفتحوا۔ قضا و قدر کا فیصلہ چاہا۔ نبی بھی دعا مانگتے ہیں اور کفار بھی فیصلہ کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

جبار۔ کے معنے متکبر۔

عنید۔ جو حق کا مقابلہ کرے۔

من ورائہ۔ وراء کا ترجمہ ہے آگے۔ بعض وقت اس کے معنے پیچھے ہوتے ہیں۔

الموت۔ دکھ اور مصیبتیں۔ دل میں بھی جسم میں بھی۔ گھر۔ دوست۔ احباب۔ بیوی بچے میں مصیبت ہی مصیبت نظر آئے گی۔

مورخہ یکم جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورہ ابراہیم - رکوع ۱۶)

بما اشرکتمون۔ انکار کیا ہے اس سے کہ تم نے [illegible] ساجھی ٹھہراؤ۔ میری فرمانبرداری کرو جیسے کیا ناز۔

فی السماء۔ بہت بلندی میں۔ حضرت صاحب نے ایک مقام پر فرمایا ہے کہ پاکیزہ بات دل میں گڑ جاتی ہے اور اس پر اعتراض کا ہاتھ نہیں پہونچتا۔

کشجرۃ خبیثۃ۔ صحابہ کرام نے فرمایا ہے۔ کہ جیسے حنظل کا درخت۔

مورخہ ۲ - جنوری سنہ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۷)

بدلوا نعمت اللہ۔ اوامر احکام اگر کوئی پرواہ نہیں کرتا اور ان کی کوئی ناشکری کرے یا پرواہ نہ کرے اس پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

پھر وہ فرمان جس کا بھیجنے والا احکم الحاکمین ہے اور لانے والا جو کمالات رسالت کمالات انسانیت کمالات نبوت کا خاتم ہے اس کے منکر کا کیا حال ہونا چاہیئے۔

نعمت اللہ۔ قرآن۔ اسلام۔ جناب رسالتمآب خاتم النبیین رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

بدلوا۔ ان لوگوں نے جو نعمت اللہ کا انکار کر پھل کھائے۔

البوار۔ ہلاکت۔

یصلونھا۔ یا اصلوا پر اطلاق ہے۔ تا مضمون ذہن نشین ہو۔ داخل ہوں گے۔

وجعلوا۔ یہ کفر کی تفصیل ہے

دیکھاہے۔ یہ جو بنے یسوعیوں سے پوچھاہے۔ کہ مسیح تو رحم مطلق ہے۔ مگر اپنے قاتلوں اور مخالفوں کے لئے کفارہ تو نہ ہوئے۔ ان کے لئے تو انتقام ہی کی صفت رہی ہے۔

یوم تبدل الارض غیر الارض۔ دنیا میں تو یہ کہ یہ مشرکوں کی زمین مشرکوں کی نہیں رہے گی۔ موحدوں کی ہو جاوے گی اور ایک تبدیل الارض حشر کے دن کا۔

وتری المجرمین۔ ایسے نظارے دنیا میں دکھلائی دینے ضروری ہیں۔ اگلے جہان کے وعدہ۔ تو سب قومیں کرتی ہیں۔ ایک چوہڑا کہتا ہے۔ کہ کل قومیں متکبر ہیں اس لئے وہ جہنم میں جائیں گی۔ مگر ہم ہی۔ تکبر نہیں کرتے پس ہم ہی بہشت کے مقام میں۔

اب خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطع تعلق کرنے والے ہیں۔ ایک دن آتا ہے کہ ان کی مشکیں کسی جاویں گی۔ چنانچہ دنیا میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بدر کے دن ایسا ہی ہوا۔

جب دنیا میں اس کا نمونہ دکھا دیا۔ تو آخرت میں ضرور ایسا ہوگا سریع الحساب اسی لئے فرمایا۔ کہ دنیا میں ہی اس کا نمونہ دکھائیں گے۔

یہاں پارہ تیرہویں کے نوٹ

ختم ہوئے

الحمد للہ

رب العالمین

در مدح قرآن کریم

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اے سر خود کشیدہ از فرقاں ۔ پا نہادہ بہ لجۂ طغیان
بانگ کم کن بہ پیش نور خدا ۔ توبہ کن از فسوس و بازیہا
انچہ چشمیست کور و سخت و کبود ۔ کافتابے درو چو ذرہ نبود
تا نہ گیری کنارہ زیں رہ و خو ۔ ہست دور از کنار کشتی تو
با خدائے عناد و کیں تا چند ۔ خندہ و بازیت بدیں تا چند
خویشتن را مکش بہ ترک حیا ۔ جائے گریہ مشو باستہزا
مہر تاباں چو بر فلک رخشید ۔ چوں تواں بخاک و خس پوشید
شب تواں کرد صد فریب نہاں ۔ لیک در روز روشن ایں نتواں
نور فرقاں نہ تافت است چناں ۔ کو بماند نہاں ز دیدہ وراں
آں چراغ ہداست دنیا را ۔ رہبر و رہنماست دنیا را
رحمتے از خداست دنیا را ۔ نعمتے از سماست دنیا را
مخزن رازہائے ربانی ۔ از خدا آلۂ خدادانی
برتر از پایۂ بشر بکمال ۔ دستگیر قیاس و استدلال
کارساز اتم بعلم و عمل ۔ جنبش اعظم و اثر اکمل
ہر کہ بر غلطش نظر بکشاد ۔ بے توقف خدائش آمد یاد
وانکہ از کبر و کیں ندید آں نور ۔ کور ماند و ز نور حق مہجور
وہ چہ دارد ازاں یگاں اسرار ۔ دل و جانم فدائے آں اسرار
پُر ز نور جلال حضرت پاک ۔ خور تاباں ز اوج حق بر خاک
وہ چہ دارد خزائن اسرار ۔ دل و جانم فدائے آں انوار
ہست آئینۂ ہر روئے خدا ۔ عالمے را کشید سوئے خدا
بے زبانان ازو فصیح شدند ۔ زشت رویاں ازو صبیح شدند
میوہ از روضۂ فنا خوردند ۔ وز خود و آرزوئے خود مردند
دست غیبے کشید دامن دل ۔ پا برآورد جذب یار ز گل
بود آں جذبۂ کلام خدا ۔ کہ دل شاں ربود از دنیا
سینۂ شاں ز غیر حق پرداخت ۔ وز مے عشق آں یگاں پر ساخت
چوں شد آں نور پاک شامل شاں ۔ تافت از پردہ بدر کامل شاں
دور شد ہر حجاب ظلمانی ۔ شد سراسر وجود نورانی
خاطر شاں بجذب پنہانی ۔ کرد مائل بہ عشق ربانی

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ چودہواں (۱۴)

سُورۃُ الحِجر

(مورخہ ۵ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء رکوع ۱)

الٓر ۔ انا اللہ ۔۔۔۔۔ اری ۔ دیکھنا خدا کی وہ صفت ہے جس کا ظاہری امور کے ساتھ تعلق ہے اور علیم وہ صفت ہے جس کا باطنی امور کے ساتھ تعلق ہے یا مام ہے ۔ خدا تعالیٰ اس سورۃ میں ان شوخیوں و شرارتوں کا ذکر فرماتا ہے ۔ جو کفار نے رُسل اور ان کی جماعت سے کیں اور بتاتا ہے کہ میں ان شرارتوں کو دیکھتا ہوں ۔

الکتاب ۔ کتیبہ فوج کو کہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب دشمنوں کی مختلف حملوں اور شبہات اور بدیوں کی دافع ہوتی ہے ۔

یود الذین کفروا ۔ اس کتاب کے دلائل ایسے پختہ ہیں کہ کافروں کو بھی بعض اوقات جی کرتا ہے ۔ کہ ہم مسلمان ہو جاویں ۔ اسلام نے خدا کی کوئی ایسی صفت بیان نہیں کی ۔ جس کو پبلک کے سامنے پیش کرتے ہوئے شرم آئے ۔

ہندو کہتے ہیں کہ خدا نے سور کا اُتار لیا ۔ تو انہیں اس کی کوئی توجیہ کرنی پڑتی ہے اسی طرح عیسائی جب بیٹا کہتے ہیں تو اس کو عجیب عجیب تاویلیں کرتے ہیں ۔ مگر اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے وہ ہر عیب سے منزہ اور کمزوریوں سے مبرا ہے

ذرھم ۔ خدا کی طرف سے کوئی مذہب ایسا نہیں آیا ۔ جو تمام آدمیوں کو بجبر منوایا جاوے اسلام نام ہے صدق دل سے مان لینے کا اور جبر و اکراہ میں یہ بات ہرگز نہیں ۔

وما اھلکنا من قریۃ ۔ اللہ تعالیٰ تبدیل مذہب پر نہیں پکڑتا ۔ بلکہ نقض امن اور شوخی و شرارت پر اس دنیا میں مواخذہ فرماتا ہے ۔

کتاب معلوم ۔ اس دنیا میں بھی اس کا نظارہ ہمارے سامنے ہے ۔ کہ زنا ایک مدت تک کرنے کے بعد سوزاک یا آتشک ہوتا ہے ۔

انک لمجنون ۔ راستبازوں کو آج تک ایسا کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے سورہ نون میں ایک بات فرمائی ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے ان کے خلاصے در خلاصے اور علوم کو جمع کرو ۔ تو رسول اللہ مجنون ثابت نہ ہوں گے ۔ بلکہ اعقل الناس ۔

سورہ ن میں فرمایا انک لعلیٰ خلق عظیم ۔ سات موقعہ پر انسان کے خلق کا جلوہ ہوتا ہے (۱) ایک مثلاً انسان گھوڑے پر یا ہاتھی پر بیٹھا ہے اسے دیکھ کر کئی لوگ حسد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا دادا ایسا تھا یا پردادا ایسا ۔ اخلاق فاضلہ ہوں تو یہ فضول کارروائی نہ کریں ۔ پس ایک جنت تو وہ ہوا ۔ جب ایسی الجھن نہ لگیں دوسرا بہشت ۔ بیوی کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں ۔ اسی طرح بچوں اور نوکروں کے ساتھ اچھا تعلق ہی ہے ۔ تو یہ تیسرا بہشت ان دنیا میں پھر اپنی قوم کے ساتھ معاملات میں عمدہ اخلاق رکھتا ہے ۔ تو یہ چوتھا بہشت ہے ۔ پھر قوم کی دو قسمیں ہیں ۔ اپنے ہم مذہب یا غیر مذہب ان سے تعلقات محبت والے ہوں تو پانچواں بہشت ہے ۔ ایک بادشاہ سے تعلقات ہیں ایک خدا سے حضرت نبی کریم کو فرمایا تو بڑے اعلیٰ خلق پر ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق اپنی ذات میں بے نظیر تھے بیویوں کے ساتھ اس سے بڑھ کر ۔ قوم کے ساتھ ایسا صاف معاملہ ۔ کہ جب تک خدائی پیغام نہیں پہونچایا ۔ سب آپ کو صادق و امین سمجھتے تھے ۔ ولا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون ۔ بادشاہوں کے ساتھ ایسے اچھے تعلق کہ آپ کے مریدوں نے حبشہ میں کیسے امن سے زندگی گزاری اور خود مکہ کے شرر انگیز رئیسوں میں کیسے امن سے ۔ پھر خدا سے ایسا تعلق ۔ کہ قرآن شریف جیسی خاتم الکتب کی وحی کے مہبط ہوئے ۔ کیا ایسا شخص مجنون ہو سکتا ہے ۔ جو تمام مدبران ملک کی تجویزوں اور تدبیروں کے مقابلہ میں کامیاب ہوا

وما کانوا اذا منظرین ۔ چنانچہ جب فرشتے آئے ۔ تو کفار کو نہ بدر میں مہلت ملی کسی اور غزوہ میں ۔

انا نحن نزلنا الذکر ۔ فرشتوں کا ایک ثبوت دیا ہے ۔ کہ دیکھو یہ کتاب ہے اس کی حفاظت اخیر زمانے تک فرشتے کریں گے ۔ تم اس کے خلاف کوئی غلطی تو ثابت کر دو ۔ سائنس نے کس قدر ترقی کی ۔ تاریخ کی کیسی چھان بین ہوئی ۔ مگر قرآن شریف کی کوئی بات جھوٹی نہ ہوگی سچ فرمایا ۔ لا یاتیہ الباطل ۔

وقد خلت سنۃ الاولین ۔ یہ فرشتوں کے نزول کا دوسرا ثبوت فرمایا ۔ کہ نشان جو تم مانگتے ہو وہ ہی آ جاوے گا ۔ جیسا اگلے مکذبوں سے ہوا ویسا ہی تم سے ہوگا چنانچہ ہوا ۔ بدر فرشتے آئے ۔ اور کفار کو ہلاک کر دیا ۔

ولو فتحنا علیھم ۔ یہ ضدی لوگوں کا بیان ہے ۔

سکرت ابصارنا ۔ ہماری آنکھیں کسی نشے کی متوالی ہو گئیں ۔ ہم پر سحر ہو گیا ۔ وغیرہ وغیرہ

مورخہ ۶ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۃ الحجر ۔ رکوع ۲)

آئندہ کے واقعات قبل از وقت انسان کو معلوم ہوں یہ آدمی کو تڑپ لگی ہوئی ہے ۔ اس کے لئے مخلوق نے عجیب عجیب تجویزیں کی ہیں ۔ میں نے ایک شانہ بینی کی کتاب دیکھی ۔ ایک دنبہ کو ذبح کر کے خیال پر فرض کرتے ہیں اس کے شانہ کی ہڈی پر چند نقطے نظر آتے ہیں (پانی میں ابال دیتے ہیں پھر) ۔ جن پر احکام مرتب کرتے ہیں ۔ دوم ۔ خط تقدیر اس کے لئے چار مقامات ہیں (۱) بعض نے ہاتھ کی شکنوں پر کتابیں لکھی ہیں بعض ۔ نے چین جبین پر ۔ بعض نے انسانی بدن کی دو شکنوں پر (۲) ایک اور علم ہے ۔ جو کھوپڑی سے متعلق ہے ۔ اس علم کی بھی یہی غرض ہے ۔ رمل بھی اسی

سے سیکھی جاتی ہے۔ کان نبی یخط کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ یخط کے معنی
نہیں لد نقطے ڈالکر شکلیں بنائی جاویں اور پھر ان پر احکام مرتب کریں۔ پانسے جو ہیں
وہ بھی اسی غرض کے لئے ہیں۔ پھر پرندوں کے بائیں یا دائیں نکلنے پر بحث کرتے
ہیں۔ پھر ایک علم ہے سرودہ۔ جسے عربی میں علم النفس کہتے ہیں۔
پہ ناک کے سانسوں پر احکام مرتب کئے جاتے ہیں۔
اختلاج الاعضاء اور بیا فال سے بھی غیب دانی کرتے ہیں۔ یہ ادنےٰ طبقے کے لوگ
ہیں۔ ان سے اعلےٰ نجوم کا علم ہے۔ جسکے وہ معتقد ہیں۔ ایک سورج گرہن
چاند گرہن تاریخ پھر ان پر احکام لگاتے ہیں۔
ایک جفر کا علم ہے۔ اس سے بڑے بڑے احکام نکالنے کے دعوے کرتے ہیں
ایک قوم ان سے بھی آگے ہے۔ جنہیں کاہن کہتے ہیں۔ ان کا چھوٹا سا شعبہ
یورپ۔ امریکہ میں آجکل پایا جاتا ہے۔ اس کو ہپنوٹزم کہتے ہیں انسان کی روحوں
وغیرہ اس کے ذریعہ کا کیا جاتا ہے۔ ایک ان سے کسی قدر آگے ہیں۔ وہ ہمارے ملک میں
حاضرات والے کہلاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو معمول بناکر ان سے کام لیتے
ہیں۔ عرب میں جو لوگ کاہن کہلاتے ہیں۔ وہ کم کھاتے کم سوتے کم اختلاط کرتے
اور ایک خاص بات کی دھن رکھتے ... ہمزاد والے بھی انہی میں سے ہیں ایسے
لوگ اپنے تئیں بہت نجس رکھتے ہیں۔ جنابت میں نہیں نہاتے۔ محرمات ابدی سے
جماع کر لیتے ہیں۔ انسان کی کھوپری میں کھانا کھاتے ہیں۔ آدمی کے دانت کی تسبیح
رکھتے ہیں لوگوں سے چھپانے کے لئے چاندی کا خول چڑھا لیتے ہیں۔ اور بعض وقت
انسان کے چمڑے پر بیٹھتے ہیں۔ بلکہ کھانا بھی وہاں پکاتے ہیں جہاں کوئی مردہ
جلایا گیا ہو۔ ایسے تمام لوگ میں نے دیکھے ہیں۔ اور ان کے اعمال سے واقفیت حاصل
کی ہے۔ کاہن لوگوں کو جو غیب سے آوازیں آتی ہیں ان میں بعض باتیں سچی بھی
ہوتی ہیں۔ مگر کثرت کے ساتھ جھوٹ ہوتا ہے۔
یہ جو غیب بینی کی کوشش کرتے ہیں ان میں غور کر کے دیکھا جاوے تو تعجب آتا ہے جہاں بات آتی ہے
تمام جہان پیشگوئی ہی کرتا ہے۔ مثلاً دوست کو لکھ دینا کہ (۱) ہم فلاں بجے تمہارے
پاس گاڑی پر پہونچیں گے۔ باوجود اندیشہ لیٹ و کولیژن کے (۲) کاشتکار کا آئندہ اناج
کی اُمید پر بیج بونا۔ باوجود اندیشہ ارضی و سماوی کے۔ (۳) ملازم کا کام (۴) تاجر کا
مال منگوانا بامید نفع (۵) اشتہار دینا پہلے گھر سے خرچ کر کے۔
غرض پیشگوئیوں پر دنیا کا سارا مدار ہے ان سب کا معیار صداقت کثرت و قلت پر
ہے۔ کاہن اسی لئے جھوٹے ہیں کہ ان کی اکثر باتیں صحیح نہیں نکلتیں۔
نبیوں میں بھی کثرت کا اعتبار ہے۔ جب خدا کے فعل میں یہ بات پائی جاتی ہے۔
قول میں کیوں نہ ہو۔
بروج۔ بُرج کہتے ہیں گول چیز کو۔ روشن ستارے جو آسمان میں ہیں ان سے مراد ہے بعض
کہتے ہیں کہ منازل شمس و قمر مقصود ہیں۔ مگر عرب لوگ تو ان باتوں کو نہیں جانتے تھے
بہر حال ستارے بہت مفید ہیں۔ ارض کے لئے۔ مگر خبیث لوگ ان سے
عجیب عجیب جنونی اور شغلی کام نکالتے ہیں۔

اِلّا مَنِ استرق السمع۔ کوئی ایک آدھ بات صحیح بھی سن لیا کرتے ہیں۔
شہاب مبین۔ بات پوری نہیں ہوتی تو آگ سی لگ جاتی ہے۔ جو ان کے تمام
جھوٹ کے تودہ کو جلا دیتی ہے۔
موزون۔ وہ معنے ہیں ایک معلوم۔ قدر سے مقدار کے ساتھ ہر چیز بنی ہوئی ہو۔
وان من شیء الا عندنا خزائنہ۔ جتنی ایجادیں ہیں ان کی تحقیقات کرو۔ تو یہی معلوم
ہوگا کہ اس کا اصول اتفاقیہ معلوم ہوا اور اوّل اوّل کسی بالارادہ کوشش کا نتیجہ نہیں ہوتے
مثلاً چھاپنے کے پتھر کی دریافت۔
لواقح۔ جمع لاقحۃ کی لاقح ملقحۃ کے معنے رکھتا ہے۔ فاعل بمعنے مفعول کئی جگہ آیا
ہے۔ کلینی لہم یا امیمۃ ناصبی ولیل اقاسیہ بطی الکواکب۔ اے منصب۔
یبالشینیدیٗس بعلاعتہ۔ داشعث مما طوحت المطائح اے مطاح اس کے معنے میں حمل ڈالنے والی
ایک انگریزی کتاب میں لکھا ہے ... [illegible]
اللہ تعالیٰ ایسی ہوائیں اُٹھاتا ہے کہ جو نر کو مادہ پر چڑھاتی ہیں۔ قرآن مجید نے اس کو پہلے
بیان فرمایا ہے۔ من کل زوجین اثنین۔
المستقدمین۔ کے معنے پہلے کے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا۔ امم گذشتہ مراد
ہیں بعض کہتے ہیں۔ وہ مراد ہیں جو نیکی میں سب پر ترقی لے گئے۔

مورخہ ۹ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(رکوع نمبر ۳)

صلصال۔ خلاصہ در خلاصہ جو چیز ہوتی ہے اس کو صلصال کہتے ہیں۔ صَلّ سے نکلا ہے
حمأ۔ (۱) جو مٹی متغیر ہو جاوے (۲) جسکی پوری صورت بن جاوے (۳) جو کہیں ڈالی جاوے
(۴) جس میں سے بو آوے۔
مسنون۔ کسی چیز کو کسی کے مناسب بنانا۔ سننت المار علی الوجہ۔
من روحی۔ اپنا کلام۔
السموم۔ تیز لو کو سموم کہتے ہیں اس کے اندر جو صفت ہو وہ ناری ہے جان میں شامل
ہیں وہ تمام جاندار جن میں ناری مادہ ہو۔ باریک سانپ کو بھی جان کہتے ہیں۔ طاعون کے کیڑے
کو بھی وخز الجن فرمایا ہے۔ مرگی کے کیڑے کو بھی جن فرمایا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے غضب کو بھی آگ فرمایا ہے۔ اسی واسطے اُس کے اطفاء کے لئے کھڑے کو بیٹھنے بیٹھے کو لیٹنے اور
سانپ کتے میں شدید زہر ہوتا ہے اُسے ایک جگہ شیطان فرمایا۔ اسی طرح جن لوگوں کو شیطان سے تعلق
ہوتا ہے ان میں بھی خاص تیز ناری ہوتی ہے۔
فسجد الملائکۃ۔ ملائکہ مامورین اللہ کے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ سعید الفطرتوں کو
قلب پر وحی ایمان لانے کی تحریک کرتے ہیں۔
مع السجدین۔ فرمانبرداروں کے ساتھ شامل نہ ہوا۔ ہر آدمی کو میں دیکھتا ہوں کوئی نہ
کوئی کچھ نافرمان ہوتا ہے۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ تعالے)

حضرت مولٰنا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ چودہواں ۱۴

سورۃ الحجر

(مورخہ ۹ر جنوری ۱۹۱۰ء رکوع ۳)

گذشتہ اشاعت سے آگے

فاخرج منها۔ نکل جا تو اس مرتبہ سے۔

فانک رجیم۔ کیونکہ تو دھتکارا ہوا ہے۔

فانظرنی - یہ اس کی خواہش ہے۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ شیطان کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ غلطی کرتے ہیں۔ ہاں فرمایا۔

الی یوم الوقت المعلوم۔ ہر آدمی کے ساتھ بقدر اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ نیک انسان بیدار ہو جاتا ہے پھر شیطان کا داؤ اس پر نہیں چلتا۔

عبادی۔ کچھ ضرورت نہیں کہ عبادی سے خاص بندے مراد لئے جاویں۔ ان آدمی پر شیطان کا غالب نہیں۔ اپنا نفع وہی کما سکتا ہے جیسا کہ میں نے کئی بڑے بڑے ڈاکوؤں سے پوچھا ہے۔ انہوں نے مانا ہے کہ کوئی ہمیں جبراً نہیں لے جاتا بلکہ خود ہی جاتے ہیں۔

مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۱۰ء

(سورۃ الحجر۔ رکوع ۴)

المتقین۔ تقوےٰ اختیار کرنے والے۔ ایسے لوگوں کے عقائد صحیحہ ہوتے ہیں۔ اللہ پر ایمان۔ فرشتوں پر۔ کتابوں پر۔ نبیوں پر ایمان۔ جزا و سزا پر ایمان اور اعمال صالحہ کے لئے فرمایا۔ مال کو خرچ کریں۔ ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ۔ مساکین۔ سائلین۔ غلاموں کے آزاد کرنے پر۔ نماز پڑھیں۔ زکوٰۃ دیں۔ صابر ہوں۔ (تنگی۔ غریبی۔ لڑائی۔ بیماری کے اوقات میں) یہی متقی لوگ ہیں۔

کچھ اور نشان بتاتے۔ وہ سلامتی کے گھر میں رہتے ہیں۔ کسی نیک بندے کی نسبت ان کے دل میں رنجش نہیں رہتی۔

نبیٔ عبادی۔ امید و بیم دونوں پر ہیں۔ اللہ کے حضور میں پہونچنے کے لئے۔ اس کا ثبوت آگے آنیوالے بیان میں دیتا ہے۔

بغلیم۔ اس بچے کے جوان ہونے کی خبر بھی دیدی۔

الضالون۔ خدا کے صفات سے ناواقف ہیں۔

فما خطبکم۔ حضرت ابراہیم کا قلب محسوس کر رہا تھا کہ یہ کوئی عذاب بھی لائے ہیں۔ ان

بشارت سنکر بھی دریافت کیا۔

قوم مجرمین۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اگر قرآن شریف میں اس کا ذکر نہ ہوتا۔ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی انسان مرد سے بھی نکاح کرتا ہے۔

مورخہ ۱۱ر جنوری ۱۹۱۰ء

(رکوع ۵)

لوط کی قوم عرب کے شمال مغرب میں آباد تھی ان کی بستیاں کئی تھیں۔ ایک کا نام سدوم ایک کا گمارا۔ ایک کا نام صغر تھا۔ اسی واسطے اس قوم کے بدکاروں کو سدومی کہتے ہیں۔

منکرون۔ ناپسند کئے گئے۔

فیہ یمترون۔ وہ عذاب جس میں یہ شک کرتے تھے۔

لا یلتفت منکم احد۔ چونکہ عذاب میں گرفتار ہونے والوں نے پیچھے مڑکر دیکھنا تھا اس لئے دوسروں کو ایسا حکم ہوا۔ بعض حکم خاص مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں۔

حیث تؤمرون۔ پاس ایک پہاڑ تھا اس پر چلے جانے کا حکم تھا۔

دابر۔ (۱) اول (۲) آخر (۳) جو پیچھے والے ہوں۔

یستبشرون۔ کیونکہ وہ لوگ حضرت لوطؑ پر کسی قسم کا الزام آنے کے منتظر تھے۔

فلا تفضحون۔ مہمانوں کی بے عزتی کرکے مجھے ذلیل مت کرو۔

عن العالمین۔ اجنبی لوگوں کی مہمانی سے منع نہیں کیا۔

ان کنتم فاعلین۔ اگر تم اس مقصد کی تحقیق کرنا چاہتے ہو تو میری بیٹیوں کو لیلو نکاح میں لو

یعمہون۔ (۱) اندھے (۲) (۳) ناعاقبت اندیشی کرتے تھے۔

للمتوسمین۔ وہ لوگ جو بڑی فراست والے ہوں اور عبرت پکڑنے والے۔

انھا۔ وہ بستیاں عذاب کا نشان۔

مقیم۔ موجود۔ وہاں کی جھیل کا نام ڈیڈسی جھیل مردہ۔ جس میں کوئی جاندار زندہ نہیں رہتا۔

الایکۃ۔ بن۔ جنگل۔ جس میں بہت سے درخت ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔

لبامام۔ امام اس شاہراہ اور اس شخص کو کہتے ہیں جس کی طرف لوگوں کا قصد ہو۔ چونکہ شاہراہ کی طرف اکثر لوگ منزل تک پہونچتے۔

مورخہ ۱۷ر جنوری ۱۹۱۰ء

(سورۃ الحجر۔ رکوع ۶)

الحجر۔ ثمود کی قوم جہاں رہتی تھی اس کو حجر کہتے ہیں۔

حجر میں بحث ہوئی ہے کہ حجر کیا چیز تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں اس قوم کے دارالسلطنت کا نام ہے۔ بعض اس میدان کا نام بتاتے ہیں۔ حدیدہ۔ حضرموت۔ حجاز۔ تہامہ کے علاقوں کو عدن سے لیکر حجر کہتے ہیں۔ وہاں کی قوم ثمود میں صالح نبی آئے تھے۔

آیاتنا۔ اپنے احکام۔

وکانوا ینحتون من الجبال ۔ اس زمانے میں بھی اس کا رنگ پایا جاتا ہے ۔ یعنی پہاڑ کو کھود کر بنانا ۔ ایک پہاڑ زمین ہوتی ہے ایک جبل ہیں ۔ دونوں مقامات پر اس زمانے کے لوگ بھی کوٹھیاں وغیرہ بناتے ہیں اور اس پر اتراتے ہیں ۔

الصیحۃ ۔ اس کے معنے عذاب کے ہیں ۔ آواز کے معنے بھی درست ہیں ۔ جب پہاڑوں میں بڑے بڑے زلزلے آتے ہیں تو زلزلوں سے پہلے گونج اور گرج پیدا ہوتی ہے ۔

صاح الزمان بآل برمک صیحۃ ۔ خروا لصیحتہ علی الاذقان ۔

برمک ایک قوم تھی ۔ جس نے حضرت ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ کے زمانے میں بڑی ترقی کی ۔ انہوں نے تمام طاقتور جاگیروں اور علاقوں بلکہ شعراء و علماء کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا ۔ ہارون الرشید نے ان کی نسبت بد اطلاع پا کر انہیں ایک ہی وقت میں ہلاک کر دیا ۔ شاعروں کو چونکہ بہت انعام دیتے تھے اس لئے انہوں نے ان کی سخاوتوں کی بڑی تعریف کی ہے ۔

وما خلقنا السموات ۔ یہ آیت اس اعتراض کے جواب میں ہے ۔ جو اخذتهم الصیحۃ سے کسی نادان کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے ۔ کہ زلزلے آنا تو ایک نیچرل امر ہے ۔ پھر زلزلہ آنے پر صلحاء کی ہلاکت بھی ہو جاتی ہے ۔ فرماتا ہے ۔ آسمان و زمین کو ہم نے حق و حکمت سے پیدا کیا ۔ ہم نے پہلے ہی سے یہ انتظام کر رکھا ہے ۔ عذاب اسی وقت آئیگا ۔ جب صلحاء بالعموم نہ رہے اور زلزلہ اگر کسی ظاہری سبب سے پیدا ہوتا ہے ۔ تو اس کا باطنی سبب بھی ہے ۔ اور ہم اسے خوب جانتے ہیں ۔

فاصفح الصفح الجمیل ۔ عذاب کے لانے کے لئے صبر بھی بہت مفید ہے ۔ پٹیالہ سے ایک اخبار شبھ چنتک نکلتا تھا ۔ وہ اس سلسلہ پر سخت معترضانہ اور معاندانہ حملے کرتا ۔ میرے دل میں بعض اوقات اس کے جواب کا جوش اٹھتا ۔ اس لئے میں نے ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں عرض کیا ۔ تو فرمایا کہ تمہارے جواب سے کیا بنے گا ۔ صبر کرو ۔ کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔ پھر ایک موقعہ آیا ۔ تو آپ نے توجہ فرمائی اور ایسی توجہ فرمائی ۔ کہ جناب الہی سے حضرت تو قادیان میں تھے ان کا صفایا ہی ہو گیا ۔

سبعاً ۔ اس کے معنے سات آیتیں ۔ یعنی الحمد شریف ۔ یہ ان آیتوں میں سے ہیں ۔ جو کئی کئی نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں ۔ چنانچہ وتر وسنت میں بالعموم چالیس رکعتوں میں یہ سورۃ دہرائی جاتی ہے ۔ کئی تابعین نے کہا ہے ۔ بقرہ ۔ آل عمران ۔ نساء ۔ مائدہ ۔ انعام ۔ اعراف ۔ توبہ ان سات سورتوں کا نام سبع مثانی ہے ۔ بعض نے توبہ کی بجائے یونس کو کہا ہے ۔ کیونکہ ان کا بیان آپس میں ملتا جلتا اور دوہرا دوہرا ہے ۔

لا تمدن عینیک ۔ قرآن شریف جیسی نعمت کے مقابلہ میں اس فانی دولت کی کچھ پرواہ کرو اور آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو ۔

ازواجاً ۔ رنگ برنگ ۔

المقتسمین ۔ مقتسم کے کئی معنے کئے گئے ہیں ۔ ایک یہ کہ یؤمنون ببعض ویکفرون ببعض ۔ دوم یہ تقاسموا باللہ ۔ جیسے حضرت ثمود کی قوم نے قسم کھائی تھی ۔ کہ رات حضرت صالح کو مار ڈالیں گے ۔ اسی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ۱۲ آدمیوں نے بھی مشورہ کیا ۔ (۳) تقاسموا علی سبل مکۃ ۔ کفار نے اسلام کے خلاف ابھارنے کے لئے مختلف شاہراہوں پر آدمی مقرر کر رکھے تھے ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے ۔ کہ لوگوں کے بہکانے کے لئے رستوں میں اپنے ایجنٹ چھوڑ رکھے تھے ۔ (۴) عجیب عجیب معنے کر کے کئی فرقے بنا دئے ۔ چھ شخصوں کے نام مجھے یاد آ گئے ۔ (۱) اسود بن زرارہ (۲) اسود بن زہرہ (۳) ولید مخزومی (۴) عاص سہمی (۵) اسود بن مطلب (۶) حارث خزاعی ۔ یہ سب کے سب مختلف عبرت و دہشتناک امراض سے ہلاک ہوئے ۔

فسبح بحمد ربک ۔ بعض لوگوں نے سجدوں میں عجیب عجیب طرح کی دعائیں قرآن شریف کی مختلف آیات سے کر کے پڑھنی شروع کر دی ہیں حالانکہ سجدوں میں قرآنی دعاؤں کے پڑھنے کی ممانعت ہے ۔ وہ دیکھیں ۔ کہ یہاں جو صاف حکم ہے اس کی تعمیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمائی ۔ رکوع وسجود میں پڑھا جاتا ہے ۔ سبحانک اللہم ربنا وبحمدک ۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اس کے متعلق کہ رات کو سبحان اللہ ۔ الحمد للہ ۔ اللہ اکبر پڑھ کر سونے ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ کہ جیسا کسی کو تحفہ وہدیہ دیں ویسا ہی انعام ملتا ہے ۔ جناب الہی میں جو تسبیح وتحمید کا ہدیہ پیش کرے گا ۔ خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں اس شخص کو جس نے یہ ہدیہ پیش کیا ۔ گناہوں سے پاک کر دے گا ۔ [illegible]

یاتیک الیقین ۔ یقین سے مراد موت ہے ۔

یہاں سورۃ الحجر کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۃ النحل

مورخہ ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(رکوع نمبر ۱)

چند سورتیں ۔ الٓر ۔ المٓر سے شروع ہوتی ہیں یہ لفظ بہت خطرناک ہے ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔ جو کچھ تم لوگوں نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا وہ میں خوب دیکھ رہا ہوں ۔

اب اس سورۃ میں اس کے نتیجہ کا ذکر کرتا ہے ۔

امر اللہ ۔ امر کے معنی حکم کے ہیں ۔ لا تستعجلوہ سے ظاہر ہے ۔ کہ یہاں وعید کا ذکر ہے

ینزل الملائکۃ ۔ شرک کے دفعیہ کے لئے اس نے فرشتوں کو اپنا کلام دے کر نازل کیا

علی من یشاء ۔ مراد ہمارے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔

بالحق ۔ ازل میں مقدر تھا کہ ایک وقت آئے گا ۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوں گے اور لوگ ان کے مقابل میں شرارتیں کریں گے ۔ جو سزا پائیں گے ۔ چنانچہ اس کے مطابق انتظام ہو رہا ہے ۔

دفء۔ دفء کے معنے گرمی حاصل کرنا۔ جو جانوروں کی پوستینوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اور دفءؔ کے معنے نسل کے بھی ہیں۔

جمال۔ عزت کا نشان۔

تریحون۔ واپس ہونے کا ذکر پہلے اس لئے فرمایا کہ اس وقت جانور موٹا تازہ ہو کر واپس آتا ہے اور اس میں زیادہ تر اظہار شوکت ہوتا ہے۔ یہ تمام انعام اس لئے ذکر فرمائے۔ کہ دیکھیں ان نعمتوں کا تم کفر سے ہو جس کا نتیجہ بد اُٹھاؤ گے۔ یا شکر کرتے ہو۔

و یخلق مالا تعلمون۔ وہ نئی نئی سواریاں جو تمہارے علم میں نہیں پیدا کریگا۔

قصد السبیل۔ قصد کے معنے بیان کرنا یعنے وہ جو صراط مستقیم ہے اس کا بیان کرنا خدا کے ذمے ہے۔ دوسرے معنے یہ کہ میانہ راہ۔ دونو معنے صحابہ و تابعین سے ثابت ہیں۔

مورخہ ۱۹ر جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(رکوع ۸)

ھو الذی انزل من السماء۔ جس طرح ظاہری بارشیں ہوتی ہیں اسی طرح رُوحانی بارشیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ الہی بارش میں ایک اعلےٰ درجہ کا وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ جس کے ساتھ ہر قسم کے درخت نکلے۔ کچھ مثل ابوبکر و عمر و عثمان و علی . . اعلےٰ درجے کے۔ کچھ ان سے کم درجہ کے۔ کچھ مخالف قسم کے درخت بھی پھوٹ نکلے۔ جیسے ابوجہل علیہ ما علیہ۔

آسمان سے جب پانی برستا ہے۔ تو قسم قسم کے درختوں کو پہونچتا ہے اور اپنی اپنی قسم کے موافق نشو و نما ہوتی ہے۔

وما ذرا لکم فی الارض۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خراب قسم کا بیج کسی اچھے سے پیوند کرتے ہیں۔ اسی طرح تعلیمات الٰہی سے لوگوں کے حالات بدل جاتے ہیں۔

لتاکلوا منہ لحماً طریا۔ سمندر کا بعض پانی بہت تلخ ہوتا ہے۔ مگر اس کی مچھلی خوش ذائقہ ہوتی ہے۔ اسی طرح خدا کی مخلوقات میں۔ جو شریر ہیں۔ انہی میں سے ایک نیک مبعوث ہو جاتا ہے۔

مواخر۔ بوجہل۔ ہواؤں کو چیرنے والی۔ بڑی آواز سے۔

والذین یدعون۔ یہ آیت حضرت مسیح کے خالق ہونے کے اعتقاد کو رد کرتی ہے (اور اسی سے ان کی وفات بھی ثابت ہوتی ہے)

تمید بکم۔ تید۔ چکر کھانا۔ دوران سر کو بھی کہتے ہیں۔ تمید بکم کے معنے ہوئے وہ بھی تمہارے ساتھ ہی چکر کھاتے ہیں۔ دوسرے مید کے وہ معنے ہیں۔ جس سے میدہ کا لفظ نکلا ہے۔ جسکو کہتے ہیں۔

مورخہ ۲۰ر جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

سورۃ النحل (رکوع ۹)

جب انسان مطالعہ کرتا ہے نعمتیں دی ہوئی کس کی۔ اور کس کے ذریعے سے ہم متمتع ہو سکتے ہیں۔ اور ان نعمتوں کا پیدا کرنے والا کون ہے۔ اور ان نعمتوں کے کفران پر سزا دینے والا کون ہے۔ اتی امر اللہ کہنے والا کون ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان بڑھتا ہے۔

الٰہ واحد۔ اعلےٰ درجہ کی محبت اعلےٰ درجہ کی اطاعت اعلےٰ درجہ کا تذلل ان باتوں کی مستحق ایک ہی ذات ہے۔

تعجب ہے۔ کہ لوگوں نے انسانوں میں سے ہی معبود بنا لئے۔ مگر ایسے تمام معبود بڑی بڑی سخت مصائب میں گرفتار ہوئے تاکہ ان کی بشریت واضح ہو جاوے امام حسین مسیح بن مریم علیہ السلام رام چندر جی وغیرہ سب پر سخت مصیبتیں پڑیں۔

مورخہ ۲۲ر جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(رکوع نمبر ۱۰)

مکر۔ آریوں کو مکر کے متعلق بہت سے جواب دئے گئے ہیں۔ مگر وہ اپنے سوال کو پیش کئے ہی جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ بعض الفاظ ملکی حالات کے لحاظ سے خاص معنوں میں لئے جاتے ہیں۔

عربی زبان میں مکر تدبیر کو کہتے ہیں۔ جو دو قسم کی ہیں۔ ایک بُری۔ دوم اچھی۔

فاتی اللہ بنیانھم من القواعد۔ یعنی استیصال فرما دیا۔ تعلیم اور ذہن نشین کرنے کے لئے اطناب فرمایا۔

من حیث لا یشعرون۔ ضروری ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام نے جن باتوں سے منع کیا ان سے ابتدائی مراحل میں رُک جاویں۔ ورنہ عذاب ایسے طور سے آئے گا کہ پتہ بھی نہ لگے گا۔

یجزی اللہ المتقین۔ اس میں بشارت ہے یہ وہ انعام جو صحابہ کی جماعت پر ہوئے اب بھی ہو سکتے ہیں۔

یستخفّون۔ ہزو کہتے ہیں کسی چیز کو ہلکا جاننا۔ حقیر ماننا۔

مورخہ ۲۳ر جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل۔ رکوع ۱۱) لو شاء اللہ ما عبدنا۔

اچھی بات کو بھی بُرا آدمی گندے معنوں میں لے لیتا ہے۔ سیدھی بات تو یہ تھی کہ جیسی خدا کی مشیت مجبور کر کے مسلمان نہیں بناتی۔ اسی طرح مشرک بھی نہیں بناتی۔ مگر وہ ایک شق کو لیتے ہیں۔ جس سے خدا پر الزام آئے۔ (وہ مشیت مجبور کرکے)

۸۔ مقام۔ رکوع ۶ میں بھی مشرکین کے اسی قول کا ذکر ہے۔ جسکی خوب تردید فرمائی گئی ہے۔

من یضل۔ ایسے انسان جن کے بدعملوں کا نتیجہ ہی یہی ہے کہ خدا کی طرف سے اضلال ہو۔

مورخہ ۲۴ر جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل رکوع ۱۲)

مکہ میں مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ صرف مالوں کا ہی فکر نہ تھا بلکہ جانوں کا بھی۔ ایسے وقت میں حضرت حق سبحانہ وحی فرماتے ہیں۔ کہ لوگ مہاجر ہوں گے اور پھر مظفر و منصور

ہوں گے۔ شیعہ تو ہرگز غور کرے۔ جو صاحبوں کی جانب منسوب ہے یہ نص تحقیق سے یاد رکھو۔ کہ جو شخص کچھ اللہ کے لئے چھوڑتا ہے۔ وہ دنیا میں اُس کا بدلہ پاتا ہے۔

ولاجر الاخرۃ۔ دنیا کے سکھ سے اجر آخرۃ پر دلیل قائم کی۔ جب ایک بات حاصل ہوگئی۔ تو بدلیل اربعہ متناسبہ دوسری ضرور حاصل ہو گی۔

الذین صبروا۔ نیکیوں پر قائم رہنا اور بدیوں سے رکنا۔ صبر ہے۔

الا رجالا۔ الا بمعنے غیر ہے۔

اھل الذکر۔ قرآن شریف میں دوسرے مقام پر ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ اور فرمایا۔ ان الذین کفروا بالذکر لما جاءھم۔ جس سے معلوم ہوا کہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔ انزلنا الیک الذکر میں بھی اس کی تشریح فرمائی (الی اللہ اس اسلام مراد ہے)

الذین مکروا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قید کر دیں۔ قتل کر دیں۔ یا جلاوطن کر دیں۔ کفار مکہ یہ تدبیریں کر رہے تھے۔

ان یخسف اللہ بھم الارض۔ اس ملک میں ہم تمہیں ذلیل کر دیں۔ ایک شعر یاد آ گیا۔ حماسہ میں ابو ثمامہ کا شعر ہے

وان ابیتم فانا معشر انف۔ لا نطعم الخسف ان السم مشروب

علی تخوف۔ تخوف کے معنے عربی زبان میں گھٹنے کے ہیں۔ یعنی ہم نہیں ایسے گرفتار کریں کہ تم گھٹتے جاؤ۔

مورخہ ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل رکوع ۱۳)

قال اللہ۔ اور فرمایا ہے اللہ نے۔

الٰھین اثنین۔ دو معبود بھی نہ بناؤ۔ چہ جائیکہ دو سے زیادہ۔

فایای فارھبون۔ اس کے ترجمہ کی اُردو زبان متحمل نہیں ہو سکتی۔ ت۔ ایای۔ ت تین چیزیں میں یہی لفظ کا ترجمہ یوں ہو سکتا ہے کہ تو مجھ سے ڈرتے ہو تو مجھ ہی سے ڈرو۔

الدین۔ دین کے معنے۔ مذہب وملت۔ فرمانبرداری۔ جزاء وسزا۔

واصبا۔ دائما۔ ہمیشہ۔ ایک شعر یاد آگیا۔ بڑے آدمی کا جو زبان عربی کے اماموں میں سے ہے۔

لا ابتغی الحمد القلیل بقاءہ۔ یوما۔ بذم الدھر اجمع واصبا۔

میں ایسی مدح کسی کی نہیں چاہتا۔ جس کا بقا تھوڑی مدت ہو اور جو لعنت۔ برائی ہو وہ ہمیشہ تک چل جاوے۔

تجئرون۔ فریاد کرتے ہو۔ آوازیں اٹھاتے ہو۔ گڑگڑاتے ہو۔ زاری کا لفظ ہمارے ملک میں اس کے لئے رائج ہے۔

لیکفروا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ کفر نعمت کریں۔

مورخہ ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل۔ رکوع ۱۴)

لو یؤاخذ اللہ الناس بظلمھم۔ کس قدر بدکاریاں دنیا میں۔ کس قدر بدمعاشیاں ہوتی ہیں۔ کس قدر شرک ہوتا ہے۔ اگر ان سب کی سزا میں اللہ پکڑے۔ تو سب ہی ہلاک ہو جاویں۔ جب آدمی ہلاک ہوگئے۔ تو حیوان وغیرہ خود بخود ہی ہلاک ہو گئے۔ کیونکہ یہ تو انسان کی خاطر سے ہیں۔

لا یستاخرون ساعۃ۔ آئے ہوئے وقت کو پیچھے نہیں کر سکتے۔

ایک بزرگ کی بات سناتا ہوں۔ ان سے کسی نے کہا۔ میں نے دودھ میں پانی ملا کر بیچا ہے۔ مجھے تو بڑا ہی نفع ہوا ہے۔ کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس بزرگ نے کہا کہ جتنا پانی تم اب تک ملا چکے ہو۔ اتنا ایک گڑھا کھود کر اس میں پانی ڈالو پھر تیرو۔ اس نے ایسا کیا۔ تو اس کے گلے تک آیا۔ بزرگ نے فرمایا۔ دیکھو ابھی تمہارے ڈوبنے کا وقت نہیں آیا۔ غرض بدکار کی بدکاری کی سزا کے لئے ایک وقت ہے

ولا یستقدمون۔ اور نہ پہلے کر سکتے ہیں۔

لا جرم۔ لابد۔ ضرور۔ جرم کے معنے کسب کے بھی ہیں۔ پس لا حرف تاکید ہوگا۔

مفرطون۔ ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ افراط سے ہے۔ عربی زبان میں فرط اُسے کہتے ہیں۔ جو بھی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انا فرطکم علی الحوض۔ آگے جانے والے اس سے معنے دعا والی ہے۔ اللھم اجعلہ لنا فرطا۔

ایک فارط ہوتا ہے" جو آپ جاتا ہے۔ اور جو آگے بھیجا ہوتا ہے۔ اسے فرط کہتے ہیں

فارط اور فراط کے لئے ایک شعر یاد آگیا۔ واستعجلونا وکانوا من صحابتنا کما تعجل

مفرطون کے معنے ہوئے (آگے بھیجے گئے)

اللہ نے انسان میں دونوں قسم کی طاقتیں دی ہوئی ہیں۔ اگر غضب ہے۔ تو ساتھ رحم بھی ہے اگر عفت ہے تو شہوت بھی۔ انسان کو اللہ نے حکومت بخشی ہے۔ کہ وہ غضب و رحم میں۔ عفت وشہوت۔ حرص وقناعت میں عدل قائم رکھ سکے۔ ہر ایک کو اپنی حد سے نہ بڑھنے دے۔ لیکن کسی کی تحریک سے متاثر ہو کر وہ غلطی کر بیٹھتا ہے۔ جب ایسی باتیں کثرت سے بڑھ جاتی ہیں۔ تو ان سے روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے کسی شخص کو خلعت نبوت سے سرفراز فرماتا ہے۔ پھر اس کے بعد خلفاء ہوتے ہیں۔ ان کے ذاب ہوتے ہیں۔

فھو ولیھم۔ ایمانداروں کا تو اللہ والی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور۔ مگر وہ جو کفر کرتے ہیں ان کا ولی شیطان ہوتا ہے

انزل من السماء ماءً۔ زمین میں بہت سے بیج ہوتے ہیں۔ جن میں تفریق نہیں ہو سکتی۔ مگر بارش جب برستی ہے۔ تو ہر بیج پھوٹ کر نکل آتا ہے۔ پھر ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ گلاب ہے۔ اور یہ سیتا ناسی۔ اسی طرح وحی الٰہی آکر حق و باطل سے ممتاز کر دیتی ہے۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ چودہواں

سورۃ النحل

مورخہ ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(رکوع نمبر ۱۵)

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ نبی کیوں آتے ہیں۔ کتابیں کیوں آتے ہیں۔ وہ راستباز زبان جو یہ پیش کرتے ہیں۔ قوموں میں پہلے ہی سے کچھ نہ کچھ موجود ہوتی ہیں۔ پھر یہ کیوں آتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو ہر قوم میں کچھ نہ کچھ خدا کی عبادت کا ذکر بھی ہے۔ جھوٹ۔ بدمعاملگی۔ چوری۔ زنا۔ منع ہے۔ بمقابلہ اس کے راستبازی خوش معاملگی امانت عفت عمدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں نبوت کی وجہ بتائی ہے۔ چنانچہ پہلے تو فرمایا کہ کتاب رفع اختلاف کے لئے نازل ہوئی۔ پھر یہ ظاہر کیا کہ حق کو باطل سے امتیاز دینے کے لئے۔ جیسے بارش کے بعد بیج زمین سے پھوٹ نکلتے ہیں اور پھر وہ اپنا اپنا اثر ظاہر کرتے ہیں۔

لعبرۃ۔ جسمانیات سے روحانیات کی طرف عبور کرو اور دیکھو کہ گوبر و لہو میں ہی دودھ ہے۔ مگر وہ خدا کی بنائی ہوئی کل کے سوا نکالنا دشوار ہے اسی طرح راستبازی دنیا میں موجود ہے۔ مگر باطل سے الگ کر کے دکھانا خدا کا کام ہے۔

لقوم یعقلون۔ جس طرح عقل سے انسان اپنے تئیں بعض نامناسب باتوں سے روک لیتا ہے۔ اسی طرح وحی ربانی سے ہر قسم کی بدیوں اور نامناسب امور سے اپنے تئیں روکنے والا روک سکتا ہے۔

واوحی ربک۔ پانچ قسم کی وحی ہے۔ زمین کو بھی وحی ہوتی ہے۔ بان ربک اوحی لہا۔ اس کے مقابل واوحی فی کل سماء امرھا۔ پھر مکھی کو بھی وحی ہوتی ہے۔ عورتوں کو بھی وحی ہوتی ہے۔ اوحینا الی ام موسیٰ۔ پھر عام سعادتمندوں کو بھی ہوتی ہے۔ اذ اوحیت الی الحواریین یہ پانچ… ومیان ادنےٰ درجے کی ہیں۔ جو غیر نبی کو بھی ہوتی ہیں۔

شہد کی مکھی کے متعلق عجیب عجیب معلومات ہیں۔ جو آج تک دریافت ہوئی ہیں۔ جب ادنےٰ درجہ کی وحی کے متعلق ایسے ایسے عجیب عجیب کام ہیں۔ تو پھر انبیاء وحی کے ماتحت کیا کیا کام ہو سکتے ہیں۔ وہ ان کے کارناموں سے ظاہر ہیں

مختلف الوانہ۔ ورین نے چار سو قسم شہد کی معلوم کی ہے۔ کیونکہ اس کے لئے زبان عربی میں مختلف نام ہیں۔

مورخہ ۲۹ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل۔ رکوع نمبر ۱۶)

اس رکوع میں دو عجیب باتیں ہیں۔

(۱) ہمیں کیسا ہونا چاہیئے۔ اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ دوسری بات یہ بتائی۔ کہ یہ مشرک ادنےٰ عقل سے بھی کام نہیں لیتے۔

فما الذین فضلوا۔ انہیں سمجھایا کہ جیسے تم اپنے غلاموں کو تمام رزق نہیں بخش دیتے۔ اسی طرح گو خدا کے حضور انبیاء بھی ہیں ملائک بھی ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ اپنی خدائی کسی کے سپرد نہیں کرتا۔

ضرب اللہ مثلاً۔ ان مثالوں میں مشرکین عرب کو سمجھایا ہے۔ کہ تم بھی ہو۔ اور ایک طرف حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی جماعت ہے۔ ان میں خدا تعالیٰ کی تعظیم کا کام کون کر رہا ہے۔ اور مخلوق کی بہتری کی فکر کس کو ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ جناب رسالتمآب نے خدا نے زبان اور استطاعت دونوں ذیل کر دی۔ مگر ایک گروہ ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہے اور وہ سر سے پر مال و جان نثار کر رہا ہے۔ خدا کے حضور وہی عزت پائے گا۔ جو کام کرنے والا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اس میں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتخاب کی وجہ بیان فرمائی ہے۔ کہ وہ اپنے مولےٰ کا کارکن۔ جان نثار۔ آمر بالعدل صالح العمل بندہ ہے۔

مورخہ ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل رکوع ۱۷)

وللہ غیب السموات والارض۔ اللہ تعالیٰ سمجھاتا ہے۔ کہ مکّہ میں تم سب لوگ اکٹھے ہی رہتے تھے۔ ان میں سے ایک کو خاتم الانبیاء۔ سید الاوّلین والآخرین بنا دیا۔ یہ کس کو معلوم تھا۔

کلمح البصر۔ بڑے بڑے بدکار ایک دم میں نیکوکار ہو جاتے ہیں اور نیک بد۔ امیر۔ فقیر۔ اور غریب امیر۔

لا تعلمون شیئا۔ کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ یہ بھی خبر نہ تھی کہ گونگا ہے یا بولنے والا۔ چہ جائیکہ۔ اے۔ بی۔ سی۔ آ۔ با۔ تا پڑھتے ہوئے عالم فاضل ہو جاؤ گے

وجعل لکم السمع۔ معلوم ہوا کہ سب سے پہلے کان ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ مولود کے کان میں اذان دینا۔ سنت نبوی ہے۔ چاہیئے کہ سب سے پہلے یہی کام کیا جاوے

الم یروا الی الطیر۔ یہ کئی آیات ہیں۔ ان میں ایک پیشگوئی ہے۔ کہ

غفور رحیم یہ پرندے ان مشرکین۔ مکذبین کا گوشت نوچ نوچ کر کھائینگے اللہ تعالیٰ ان کو روک رہے ہوئے ہے۔

سورۃ الملک میں بھی اسی کا اشارہ فرمایا ہے۔ بلکہ کھول کر سنایا ہے۔ اولم یروا الی الطیر فوقھم صٰفّٰت و یقبضن۔

واللہ جعل لکم۔ مکہ میں مسلمانوں کو آرام نہیں تھا۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ ہم نے تمہارے لئے آرام کے گھر تجویز کر دئے ہیں۔

اوبارھا۔ اونٹ کے بالوں کو وبر کہتے ہیں۔ بھیڑوں کے بالوں کو صوف کہتے ہیں۔

نعمت اللہ۔ آپ کی سچائی۔ ہمت۔ استقلال اور رعب پہچان گئے ہیں کہ یہ نبیؐ ہمارے لئے اللہ کی نعمت ہے۔ مگر اس کا کفر کرتے ہیں۔

مورخہ ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل رکوع نمبر ۱۸)

امتحان کا دن ہر ایک شخص کو ہوشیار کرتا ہے۔ امتحان کا دن نزدیک آتا ہے۔ تو امتحان والے چست ہو جاتے ہیں۔ بڑی فکر ہوتی ہے۔ دعائیں کی جاتی ہیں جو دعاؤں کے منکر ہیں وہ کوششیں کرتے ہیں۔

فرمایا تمہارا ایک امتحان ہوگا اس امتحان میں سب اکٹھے ہوں گے۔

یستعتبون۔ عتاب۔ عتبہ سے نکلا ہے۔ عتبہ دروازہ کی چوکھٹ کو کہتے ہیں۔ جس پر عتاب ہو۔ وہ عتبہ کے پاس نہیں آسکتا۔ اس واسطے فرمایا ان کو کہ ہم اپنے حضور نہ پھٹکنے دیں گے۔

عذابا فوق العذاب۔ ایک اپنی بدی کا۔ ایک دوسرے کو بدی سکھانے کا۔

تبیانا لکل شیئ۔ جو انسان کو اللہ سے ملنے۔ اس کی رضامندی و تقرب کی راہوں۔ اخلاق فاضلہ۔ معاشرت کی خوبیوں کے بیان میں کافی و مدلل بیان ہے۔

مورخہ یکم فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل۔ رکوع ۱۹)

اس رکوع میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو تین طرح پر ثابت کیا گیا ہے یہ سورہ تمام ہی ثبوت نبوت میں ہے۔ مگر اس رکوع میں خصوصیت سے یہ ثبوت دیا ہے۔ پہلا ثبوت تو وہ ہے۔ جہاں گذشتہ سے پیوستہ رکوع میں آقا کے دو غلاموں کی مثال دی ہے۔ ایک وہ غلام جو آقا کے حضور دوجھ ہے۔ کوئی کام نہیں کرتا۔ جہاں بھیجے وہاں سے کوئی بھلی بات لیکے واپس نہیں آتا دوسرا غلام علے صراط مستقیم ہے۔ جو خود عمل صالح کرنے والا ہے۔ پھر دوسرے کے لئے آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر بھی ہے۔ کیا یہ دونوں مساوی ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح مکہ میں دو فریق تھے ایک فریق کی کارگذاری اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خدمت اسلام کے رنگ میں تاب تک ظاہر ہے۔ دوسرے فریق نے خدا کی کوئی بھی خدمت نہ کی بلکہ راستبازیکے مقابلہ میں نفرت بتی۔

ان اللہ یامر بالعدل۔ اس آیت پر لوگوں نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں ہمارے امام نے بھی لمبا مضمون لکھا ہے۔

العدل۔ صحابہ کے نزدیک عدل کے معنے انصاف ہیں اول ہم انصاف کر کے دیکھیں کہ بتوں نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا اور خدا نے کیا کیا۔ خدا کے احسانوں کا کچھ ذکر ..... ان فی خلق السموات کے رکوع میں پڑھو۔ کس کس احسان کا ذکر کیا جاوے۔ ارضی کارخانہ نہ ہوتا۔ تو ہم اور تم ہی کہاں ہوتے۔ پھر ہم کو زندگی دی۔ مسلمان بنایا۔ آنکھیں دیں اور کان دئے۔ قرآن مجید کا وعظ نصیب کیا۔ اب اس کے مقابل ہم دیکھیں۔ کہ جو ہمارے مولیٰ نے احسان کئے کسی اور نے بھی کئے ہرگز نہیں۔

اس وقت بے اختیار مونہہ سے نکلتا ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین .... ہم نے عدل کے معنے کئے ہیں کہ انسان کا ظاہر و باطن ایک ہو جائے۔ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت بھی ہو۔ میں نے تو پہرہ داروں کے ذریعے بارہا تہجد کی توفیق پائی ہے۔ وہ بارش اور سردی کے موسم میں چار یا پانچ روپے کی خاطر خبردار۔ ہوشیار۔ جاگتے رہو۔ کہتے پھرتے ہیں۔ اس وقت مجھے اللہ کے احسان یاد آتے ہیں کہ وہ کس قدر۔ لا تعد و لاتحصٰی ہیں کیا ہم اس کے لئے اس کے حضور کربستہ نہ ہوں۔

الاحسان۔ یہ مرتبہ عدل سے آگے کا ہے کسی نے السلام علیکم کہا۔ ہم نے بھی کہہ دیا۔ تو کونسی بڑی بات ہوگئی۔ احسان یہ ہے۔ کہ ہم نیکی کریں اور بڑھ چڑھ کر سلوک کریں۔

وایتای ذی القربی۔ کے عام معنے یہ کئے گئے ہیں۔ کہ رشتہ داروں کو کچھ دو۔ صوفیا نے اس کے یہ معنے کئے ہیں۔ کہ غیروں کے ساتھ ایسا سلوک کر جیسے ذوی القربی کے ساتھ طبعاً کرتا ہے۔

عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ انسان کے ایک ذاتی معاملات ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے۔ ایک جن کا اثر سلطنت پر پڑتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ نہ ایسا کام کر جن کا بد اثر تجھ پر پڑے۔ نہ ایسا جس کا اثر دوسرے پر پڑے۔ اور نہ ایسا جس کا اثر حکومت پر پڑے۔

یعظکم۔ فرماتا ہے کہ ایسی اعلے تعلیم کوئی تم میں سے اور بھی دیتا ہے۔ ہرگز نہیں پس یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں۔

ولا تنقضوا الایمان۔ یہ ایک پیشگوئی فرماتا ہے کہ ایک وقت مشرکین عہد توڑینگے یہ بھی ثبوت نبوت ہے۔ کیونکہ آخر حدیبیہ کی صلح کو کفار نے توڑا۔

دخلا۔ اس کے معنے ہیں "دھوکہ"

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک وقت مکہ میں تشریف لے گئے۔ اپنی رویاء لتدخلن المسجد کے مطابق جب آپ حدیبیہ میں پہونچے۔ تو ان لوگوں نے مزاحمت کی۔ آخر صلح ہوئی اور کچھ معاہدے ہوئے۔ جن میں سے عرب کے تمام قبیلوں کی فہرستیں بنیں اور جو مسلمانوں کے طرفدار تھے وہ بھی اور جو مشرکین کے جانب دار تھے وہ بھی لکھے گئے۔ آپنے

حج وعمرہ کی اجازت چاہی۔ تو انہون نے کہا اس سال نہین پھر آنا۔ اور ہتھیار بند رہنا ہوگا۔ آپ نے یہ بھی تسلیم کر لیا۔ ایک خزاعہ قوم تھی جنھون نے اپنا نام نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانبدارون مین لکھا دیا اور وائل نے مشرکین کے طرفدارون مین۔ آخر ایک وقت وائل نے خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ خزاعی قوم نے فوراً ایک آدمی بھیجدیا اور خود بطور پناہ لینے کے مکہ مین آگئے۔ اس امید پر کہ ہماری مدد ہوگی۔ مگر اونہون نے مدد نہ کی بلکہ وائل کی جنبہداری کی۔ پھر اونہون نے اپنا ایک آدمی اور بھیجا جو چند شعر بنا کر بھی لے گیا۔ جس نے جا کر اپنا تمام حال کہا۔ آپ صلعم نے اس بدعہدی پر مکہ والون پر چڑھائی کی۔ اللہ تعالی اس قصہ کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ دیکھو اونہون نے خدا کو ضامن بنایا۔ مگر معاہدات کی کچھ پروا نہ کی۔ اور سب ساختہ پرداختہ توڑ ڈالا۔

ولو شاء اللہ۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اگر جبر مقصود ہوتا تو سب ہی مسلمان ہو جاتے۔ مگر خدا نے جبر نہین کیا۔ جو ضلالت کی راہون پر چلتا ہے اُسے گمراہ ٹھہراتا ہے اور جو ہدایت کی راہون پر چلتا ہے اسے مہدی بناتا ہے۔

فتزل قدم ؕ۔ یہ ایک محاورہ ہے۔

ولکم عذاب عظیم۔

سبیل اللہ کے روکنے والون کو جتا دیا۔ کہ ایک وقت آتا ہے کہ تمہارے بُت توڑے جاوین گے۔ اور مکہ فتح ہو جاوے گا۔

بہ مشرکون۔ یہ مشرکون کی ضمیر پر بڑی بڑی بحثین ہوئی ہین میرے نزدیک یہ اللہ کی طرف راجع ہے۔

مورخہ ۲۔ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورہ النحل رکوع ۲۰)

واذا بدلنا آیۃ۔ جب بدلا دیتے ہین ہم کسی نشان کو بدلے کسی نشان کے۔

انما انت مفتر۔ لوگ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہین۔ آپ تو مفتری ہین۔ بعض لوگ ان آیات سے بعض آیات کے نسخ کو ثابت کرتے ہین ان کے لئے دو مشکلین ہین ایک آیت سے مراد آیۃ قرآنیہ لیتے ہین پھر ہم اس مبدل و منسوخ آیت کو موجود فی القرآن ہونے کا ثبوت ان کو دینا پڑتا ہے۔

انما یعلمہ بشر۔ ایک کتاب مین نے عیسائیون کی پڑھی ہوئی ہے۔ اور ہماری پرانی روایتون مین۔ بلعام۔ یاسر۔ یسار۔ جبیر ایسے ایسے نام لئے گئے ہین۔ کہ ان کے اقوال سے گویا قرآن کریم کا استنباط کیا ہے۔

ایسی باتون کا جواب ایک تو یہ ہے کہ وہ تو غلام تھے اور تم آقا ہو۔ تم ہی قرآن مجید کی کسی خوبی کا معارضہ کر سکتے ہو۔ اور ان غلامون سے کیا سیکھنا تھا۔ جبکہ معترضین کے مذاہب کے اصل الاصول کفارہ و تثلیث کی تردید کی ہے۔ ایک کے بارے مین فرمایا۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثہ۔ اور دوسرے کی نسبت ارشاد کیا۔ لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ پس قرآن شریف اگر کسی یہودی یا عیسائی کا سکھایا ہوا ہے۔ تو وہ خاص اپنے مذہب کی اس قدر سخت تردید کیون کر گوارا کرتا۔ پھر اب تو اس زمانے سے بڑھ کر سامان موجود ہین اب ہی قرآن شریف کا مقابلہ کر دکھاؤ۔ بہت سا قصص بیان جو قرآن مجید مین ہے وہ تورات و انجیل مین مطلق نہین۔ پس اس کا استنباط کیسے ہو سکتا ہے۔

یلحدون۔ عربی مین یعدلون اللہ۔ یعترضون اللہ کے معنون مین آتا ہے۔

لسان۔ یہ زبان جو گوشت کی ہے اس کو بھی لسان کہتے ہین۔ لیکن جو بات اس کے ذریعے کی جاوے اُسے بھی لسان ہی کہتے ہین۔

لسان السوء تهدی بها الینا
وجئت وما حسبتك تهتدی بها

لسان السوء۔

اس قصیدے کو کہا ہے جو شاعر کے خلاف کہا گیا۔ لسان کا لفظ مذکر بھی ہے اور مونث بھی ہے۔

لا یهدیهم اللہ۔ ساتوین پارے کے ختم پر فرمایا۔ واقسموا باللہ جهد ایمانهم لئن جاءتهم آیۃ آہ۔

ضدی انسان جب کسی راستباز کی تکذیب کر بیٹھتا ہے تو پھر اُسے ہٹ ہو جاتی ہے اور وہ باوجود روشن نشانون کے مانتا نہین۔ اس پر لا یهدیهم اللہ کا فتوے لگ جاتا ہے۔

فعلیهم غضب من اللہ۔ یہ ان کے لئے ہے جو بعد الایمان کفر کرین اور کفر کے لئے اپنا سینہ کھول دین۔

ان ربك من بعدها لغفور رحیم۔ جو الا من اکرہ مین داخل ہوا اس لئے فرمایا۔ کہ اگر وہ ہجرت کرے اور جہاد اور پھر نیکی پر جما رہے۔ تو خدا اس غلطی کو معاف فرما دے گا۔

مورخہ ۳۔ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(رکوع ۱)

یوم تاتی کل نفس۔ یہ دن دنیا مین بھی آتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی آیا ہے۔ خود ہم پر بھی۔ (بطور نمونہ قیامت)

کوئی کسی کے ساتھ محبت کرے یا بغض وہ بمنزلہ بیج کے ہے۔ جو اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔ صاحب زراعت جس قسم کے بیج بوئے۔ ضرور اُس کے مطابق کاٹتا ہے اس مین مکہ والون کو سمجھایا کہ تم کب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ کے اتباع کو دکھ دوگے۔ ایک وقت اس کا خمیازہ اُٹھانا پڑے گا۔ نبیون کی ذات بڑی رحیم ہوتی ہے۔ مگر نعوذ باللہ من غضب الحلیم۔ نبی پر ایک وقت آتا ہے۔ کہ وہ بول اُٹھتا ہے۔ لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ اور پکارتا ہے۔ واشدد علی قلوبهم

فلا یؤمنوا حتیٰ یروا العذاب الالیم ۔ کہ مت ان کا ایمان بھی اب نہیں دیکھنا چاہتا ۔

وضرب اللہ مثلاً قریۃ ۔ خود مکہ ہی سمجھ لو ۔ جس میں ہر طرح امن و اطمینان تھا ۔ چنانچہ عورت جب اپنے خاوند سے سکھ پاتی ۔ تو کہتی ۔ زوجی کلیل تہامۃ ۔ لا مخافۃ ولا سآمۃ لا حر ولا قر ۔

من کل مکان ۔ ادہر شام ۔ ادہر افریقہ تک سے تجارت کرتے ۔ پھر پجاری لوگ آتے وہ روپیہ لاتے ۔ حکومت کا معاوضہ الگ ملتا ۔

فکفرت ۔ ایک جگہ فرمایا ہے ۔ بدلوا نعمۃ اللہ کفراً واحلوا قومھم دار البوار ۔ یہ آیت اس کی تفصیل فرماتی ہے ۔

لباس الجوع والخوف ۔ مشرکین نے صحابہ کو یہی دو دکھ دیئے تھے ایک تو ان کو بھوکا رکھا ۔ چنانچہ وہ غلہ خرید لیتے ۔ قبل اس کے کہ شعب بنی ہاشم تک پہونچے ۔ اس کی سزا میں ایسا شدید قحط پڑا کہ ہڈیاں اور چمڑے تک کھانے پڑے ۔ خوف مشرکین کی طرف سے یہاں تک پہنچایا گیا ۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہ شہر چھوڑنا پڑا ۔ جس کی عقوبت میں ان پر جنگ کی سزا وارد ہوئی ۔

ولقد جاءھم رسول منھم ۔ کیسا صاف نقشہ کھینچا ہے کہ خود مکہ والوں ہی کو سمجھایا ہے مگر وہ نادان کہاں سمجھ رہے ہیں ۔

فکلوا مما رزقکم اللہ ۔ (۱) سب حرام خوریاں جن کی تفصیل آگے ہوتی ہے ۔ چھوڑ دو اور حلال کھاؤ ۔ غنیمت سے بڑھ کر حلال طیب کیا ہوتا ہے ۔

وما ظلمنٰھم ۔ یہودیوں پر جو چربی اونٹ وغیرہ حرام تھا ۔ قرآن کے ہی بد عملوں کی وجہ سے اور ارض مقدسہ سے جو چہل سال محروم رکھے گئے تو یہ بھی عدول حکمی سزا تھی ۔

مورخہ ۵ ۔ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(رکوع نمبر ۲)

انسان کی فطرت میں یہ خواہش ہے کہ وہ معزز ہو اس کی اولاد اچھی ہو ۔ اس کا ذکر خیر دنیا میں چلے ۔ خدا کا اس سے بہت تعلق ہو ۔ وہ مر کر بھی عزت پائے ۔ ابراہیم علیہ السلام ان تمام انعامات سے متمتع ہوئے ۔

اُمّۃ ۔ ایک معنے امام کے ہیں ۔ دوسرے معنے گروہ ہے ۔ لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس لحاظ سے ایک قوم تھے اب بتاتا ہے کہ اس کی اولاد میں سلطنت ہے نبوت ہے ۔ تمام جہان کے لوگ اس پر سلام بھیجتے ہیں ۔ تورات میں ہے جو تجھ پر اے ابراہیم برکت بھیجے ۔ میں اس کا گھر برکت سے بھر دونگا ۔ ابراہیم میں کیا خوبی تھی ۔ ان آیات میں کہہ دیا ہے ۔

حنیفاً ۔ کے معنے ہیں مستقیم راہ پر چلنے والا ۔ عربی میں جس کے پاؤں ٹیڑھے ہوں اسے بطور دعا احنف کہتے ہیں ۔

شاکراً لانعمہ ۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو ایک دفعہ فرمایا ۔ تم بہت عورتیں دوزخ میں جاؤگی ۔ ایک عورت نے پوچھا کیوں ؟ تو آپنے فرمایا ۔ کہ تم اللہ کی نعمتوں کا کفر کرنے والی ہو ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عورت معمولی بات پر ناراض ہو ۔ تو باوجود بہت سی آسائشوں کے کہہ اٹھتی ہے ۔ میں نے اس گھر میں ایک لحظہ آرام نہیں پایا ۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔ لئن شکرتم لازیدنکم اللہ شکر سے مال کو بڑھا دیتا ہے مگر بہت ہیں جو اس سہل علاج کو چھوڑ کر کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ۔ ایک شاعر نے کہا ۔

سرنوشت ما بدست خود نوشت ۔ خوش نویست بخواہد بد نوشت ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے شکر کا اجر کیا کچھ دیا ۔ حضرت یعقوب کے بارہ لڑکے ۔ حضرت اسماعیل کے بارہ لڑکے ۔ پھر انہی کی اولاد میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نبی ۔

جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ ۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا ۔ غلطی سے یہودی نے ہفتہ ۔ نصاریٰ نے اتوار سمجھ لیا ۔

المرآ ۔ سے عملی طور پر کفار کو ڈرایا تھا ۔ سورہ نحل میں عملی رنگ میں کفار کی شرارتوں کا ذکر کیا ۔ اب آپ کی ہجرت کا واقعہ آتا ہے ۔ اگلی سورت میں تمام ترقیات اسلام کا ذکر فرمائے گا ۔

وما صبرک الا باللہ ۔ صبر کبھی کمزوری سے ہوتا ہے ۔ مگر فرماتا ہے ۔ تمہارا صبر اللہ کے لئے ہو ۔

یہاں پارے چودہویں ۱۴ کے نوٹ ختم ہوئے ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ پندرھواں

سورۂ بنی اسرائیل

(مورخہ ۶۔ فروری سنہ ۱۹۱۰ء رکوع اول)

قرآن مجید جو کچھ ہم کو سناتا ہے کئی حصون پر منقسم ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ۔ نکاح طلاق وراثت وغیرہ کے متعلق جو آیات ہین وہ ڈیرھ سو کے قریب ہین اور قریباً ڈیڑھ سو احادیث ہین۔ بس یہ چوبیس آیات باقی ہین۔ یہ کس لئے ہین عزیزان (بحذف مکررات) انسان کو بہت ضرور ہین ہین۔ ایک خداشناسی ایک خدا کو راضی کرنا۔ ایک مخلوق پر شفقت۔ غرض اس قسم کی کئی باتین ہین جن سے باقی قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ڈیڑھ سو آیات کے متعلق ہی کل بحثین رہین اور پھر اس پر بھی اکثر مسلمانون کا عمل نہین جیسا کہ عام طور پر مسلمان سب بے نماز ہین۔ کسی کا مال کہانے مین بعض کو کچھ تامل نہین ہوتا۔ وراثت کے متعلق تو لڑکیون کے بارے مین عمل ہی اُٹھا دیا ہے۔ حلال کمائی کے لئے کچھ تڑپ نہین رکھتے۔ چہ جائیکہ خدا کا عرفان اس کی رضامندی اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی تڑپ ہو۔

یہ سورۃ یہ بتانے کے لئے ہے کہ متقی کو کیا انعامات ملتے ہین اور فاسق شریر عہد شکن کو کیا سزا ملتی ہے۔ مدینہ مین یہودی تھے اس لئے ان کو بیدار کیا۔

سبحٰن۔ اللہ تعالیٰ سمجھاتا ہے کہ یہود کو جو بابلیون اور رومیون نے تباہ کر دیا اس مین اللہ ظالم نہین۔ بلکہ اس نے جو کچھ کیا اس سے اس کی تنزیہ ثابت ہوتی ہے۔ گندون سے اس کو پیار نہین۔

اسریٰ بعبدہ۔ یہان لوگون نے معراج کا ذکر کیا ہے یہ بہت مناسب ہے کیونکہ معراج ان واقعات صحیحہ کا بیان ہے۔ جو آپ کے بعد ہی آپ کے جانشینون کو پیش آنے والے تھے۔ میرا ایمان ہے کہ معراج یقظہ مین ہوا ایسے یقظہ مین جس کے سامنے ہماری بیداری بمنزلہ خواب کے ہے۔ ایک شخص نے میرے بدن پر ہاتھ لگا کر پوچھا کہ اس جسم کے ساتھ معراج ہوا۔ مین نے کہا یہ تو نورالدین کا جسم ہے۔ پھر اپنی طرف اشارہ کرکے کہا۔ مین نے کہا کہ یہ آپ کا جسم ہے۔ مبہوت رہ گیا۔

ہمارے قاضی صاحب اس کے معنے کیا کرتے ہین کہ یہ ہجرت کا بیان ہے۔ المسجد الاقصیٰ۔ سے خواہ وہ مدینہ کی مسجد مراد لین مگر ہم یہ کہتے ہین کہ اُس طرف لے گیا۔

قضینا۔ اعلنا و اخبرنا۔

فجاسوا۔ جوس اور جوسان کے معنے ہین کسی ملک مین چلنا پھرنا۔ مسلمانون پر بھی یہ بات آئی۔ اللہ نے مسلمانون کو ویسی سلطنت عطا کی تھی اور ان کو وہ ملک عطا کیا گیا۔ جو سلیمان کو دیا گیا جو داؤد کو دیا گیا۔ جس پر سابق کو فخر تہا۔ پھر جب ان کے تقوے مین فرق آیا۔ تو بالکل کمی ہو گئی۔ سورۂ جمعہ مین آیا ہے۔ مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار۔ بنی امیہ کے آخری بادشاہ کا نام مروان الحمار تھا۔ گویا خدا نے سمجھا دیا کہ اب تم مین بھی یہود کی طرح حمار پیدا ہونے لگے اب ضرور ہے کہ یہود سا سلوک تم سے بھی ہو۔ چنانچہ ان سے سلطنت چھین گئی۔ پھر خدا نے فضل کیا اور عبدالرحمٰن کی معرفت سلطنت کا حصہ ملا۔

لیسوء وجوھکم۔ تمہارے بڑے بڑے آدمیون کو ذلیل کر دیا۔ مسلمانون پر بھی یہ زمانہ آیا۔ جب چنگیز خان کے حملے ہوئے۔ خوارزم کا ایک بادشاہ تہا اس کو چنگیز خان نے لکھا۔ اترکوا الترک ما ترکوکم ہم مغلون سے آپ نہ لڑین یہ آپ کے ہادی کا فرمان ہے (آپ کے رسول نے فرمایا ہے) پھر اس نے لکھا قاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ۔ لڑائی سے باز رہو۔ پھر ایک جگہ لکھتا ہے کہ کفار سامن نے کیا کیا۔ تمہارے نبی نے حقوق رکھے ہین۔ مگر تمہارے ملک مین ہمارے تاجر لوٹے گئے۔ افسوس کہ خوارزم کے بادشاہ نے یہ نصیحت کی باتین نہ سنین۔ آخر ہلاکو۔ ہلاکت کی تلوار بن کر آیا۔ اور چنگیز خانیون نے ۱۸ لاکھ آدمی قتل کر دئے اور سب کتب خانے غرق کر دئے۔ ہزار آدمی کو جو مدعیان سلطنت خیال کئے جا سکتے تھے زندہ دیوار مین چنوا دیا۔ اور ہزارون عورتون کو زنا کا حمل کروایا ایسی تباہی کروائی جس کی کوئی حد نہین۔ سعدیؒ نے اس تباہی کا کچھ کچھ نقشہ پیش کیا ہے۔ پھر بھی اللہ نے رحم کیا۔ ہلاکو کا پوتا مسلمان ہو گیا اور مسلمان کچھ بچ گئے۔ اور ان کا نام رہ گیا تم خدا سے ڈرو اور شرارتین مت کرو۔ دس سلطنتین میرے سامنے ہلاک ہوئی ہین۔ دہلی کی سلطنت۔ لکھنؤ کی سلطنت۔ کاشغر۔ سمرقند۔ بخارا کی سلطنت۔ زنجبار۔ مسقط۔ مراکش۔ الجزائر۔ مصر۔ یہ سب میری آنکھ کے سامنے برباد ہوئین۔ یہ سب بدعملیون کی سزا ہے۔

بالاخرۃ۔ وہ باتین جو اخیر مین ظاہر ہونے والی ہین۔

مورخہ ۷۔ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲)

ویدع الانسان بالشر۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود جہان تک مین سمجھ سکا ہون سارے جہان کے لئے رحمت تہا۔ اس سورۂ کریم مین اللہ نے یہود کو سمجھایا ہے کہ دو وقت تم پر خطرناک آچکے ہین ایک جب داؤد کی لعنت تم پر پڑی۔ اور بابلیون کے قبضے مین تم گرفتار ہوئے۔ پھر حضرت عیسیٰ کی لعنت تم پر پڑی۔ ان کو

بڑے عظیم الشان مقابلہ کا بد انجام طیطس کے زمانے میں ایسا خطرناک ہوا۔ کہ تمہاری عظمتیں خاک میں ملادی گئیں۔ میں نے تمہیں بتلایا ہے کہ لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب ما کان حدیثا یفتری۔

ایک مسلمان کی چپہ بھر زمین جائے تو اس کے لئے کیسا مضطرب ہوتا ہے۔ پھر تم یاد کرو۔ کہ مسلمانوں کا کتنا ملک تھا مگر بد عملیوں کی وجہ سے دوبار ان پر بھی ایسا ہی وقت آیا۔ فرماتا ہے کہ انسان بدی کو بھی پکارتا ہے۔ یعنی اپنی بدعملی کی وجہ سے گویا اپنے لئے دکھ مانگتا ہے۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ اپنے یا اپنے اقرباء کے حق میں بددعا کرلیتا ہے۔ جیسے ہمارے ملک میں ...... مائیں اپنی اولاد کو گالیاں بددعا کے رنگ میں دیتی رہتی ہیں۔

وجعلنا اللیل والنھار۔ عرب غموں اور دکھوں کو رات سے تعبیر کرتے سمجھا کہ وہ دکھ درد کی رات دور بھی کردیتا ہے۔ جلدبازی سے گھبرا کر بددعائیں نہیں مانگ لینی چاہئیں۔

طٰئرہ فی عنقہ۔ جیسے جیسے اعمال کرتا ہے ان کے اثر اور نتائج اسی عمل کرنے والے کے گلے میں بندھے ہیں۔ انما اعمالکم احصی علیکم۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ مسند احمد حنبل میں کچھ ایسی حدیثیں ہیں۔ جن سے عوام ناواقف ہیں۔ فرمایا جو لوگ بہرے ہیں یا جنہوں نے انبیاء و رسل کا زمانہ نہیں پایا یا وہ بچے تھے یا بہت بوڑھے تھے۔ یہ جناب الٰہی میں اپنے اپنے عذر پیش کریں گے کہ ہمیں کچھ خبر نہ تھی۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ رسول بھیجے گا۔ بغیر رسول کے عذاب نہیں دیا جاتا۔ ابن جریر میں بھی ایسی حدیثیں ہیں۔

ففسقوا فیھا۔ وہ جن کو حکم دیا جاتا ہے۔ ہمارے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ فحق علیھا القول۔ بیان کرتے کرتے وہ حالت پہونچ جاتی ہے۔ پھر وہ مجرم لگتا۔ وکفیٰ بربک۔ نحو کا نکتہ آپ کو سنائے دیتا ہوں۔ کفیٰ بربک کے معنے کہتے ہیں کفی ربک ہیں۔ پس کفی بربک کیوں ہوا۔ یہ ب کیوں بڑھی۔ نحویوں نے لکھا ہے۔ کہ جب مدح یا ذم کا کوئی مقام ہوتا ہے تو پھر ایک جملہ کے دو جملے بنا لیتے ہیں۔ اکتفِ بربک۔ تو کفایت کر اپنے رب سے۔ کفیٰ ربک۔ قائم بالخیل مدح کے مقام میں بولیں گے۔

محظوراً۔ ممنوع۔ روکی گئی۔

لا تجعل۔ آخرت کے درجات اور فضیلتیں موقوف ہیں اس پر کہ تو خدا کے ساتھ شریک نہ ملائے۔

مورخہ ۸۔ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳)

وقضی ربک۔ اس کے معنے ہیں کہ حکم شرعی کیا ہے تیرے رب نے۔

الا تعبدوا الا اللہ۔ یہی ایک مسئلہ ہے جس کے لئے انبیاء دنیا میں آئے۔

میں جب اذان سنتا ہوں تو مجھے یقین پڑتا ہے کہ اسلام کی یہی جامع تعلیم ہے۔ مگر افسوس کہ جس چیز کا رواج پڑ جاتا ہے اس کی قدر بہت کم رہ جاتی ہے۔ اسی طرح لا الٰہ الا اللہ اور کلمہ شہادت۔ ان کے معانی پر غور و تدبر کرنا ضروری ہے مگر مسلمان بہت کم توجہ رکھتے ہیں۔ صوفیاء کرام نے اس کلمہ پر بہت زور دیا ہے اور اس کی تعلیم تفہیم میں بہت کوشش کی ہے۔ اس پر کتابیں بھی لکھی ہیں۔

وبالوالدین احساناً۔ ماں باپ ایک تربیت کے متعلق ہی جس قدر تکلیف اٹھاتے ہیں اگر اس پر غور کی جائے تو بچے ان کے پیر دھو دھو کر پئیں۔

میں نے چودہ بچوں کا بلاواسطہ باپ بن کر دیکھا ہے کہ بچوں کی ذرا سی تکلیف سے والدین کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ان کے احسانات کے شکریے میں ان کے حق میں دعا کرو۔ میں اپنے والدین کے لئے دعا کرنے سے کبھی نہیں تھکا۔ کوئی ایسا جنازہ نہیں پڑھا ہوگا۔ جس میں ان کے لئے دعا نہ کی ہو۔ جس قدر بچہ نیک بنے۔ ماں باپ کو راحت پہونچتی ہے۔ اور وہ اسی دنیا میں بہشتی زندگی بسر کرتے ہیں۔

فلا تقل لھما اف۔ اس قدر ان کی مدارات رکھو۔ کہ اف کا لفظ بھی منہ سے نکلنے پر چہ جائیکہ ان کو جھڑکو۔

ربکم اعلم بما فی نفوسکم۔ بعض والدین باوجود خدمت کے پھر بھی اولاد کی شکایت کرتے ہیں یا ان کو بے وجہ تنگ کرتے رہتے ہیں فرمایا خدا تمہاری نیتوں سے خوب واقف ہے دوسرے موقعہ پر فرمادیا۔ وان جاھداک علی ان تشرک بہ شیئا ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما گویا اطاعت والدین کی حد بتادی ہے۔

وآت ذاالقربیٰ حقہ۔ اپنے اقرباء سے شکایتیں بوجہ زیادہ معاملہ پڑنے کے پیدا ہوجاتی ہیں۔ ان کو خلوص سے دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کی تاکید فرمائی۔

ان المبذرین۔ انسان خیال کرے کہ ایک کھانا جو وہ کھاتا ہے اس کے اجزاء کہاں کہاں سے آئے اور کس شکل اور کن مختلف تبدیلیوں کے بعد ان کا ایک لقمہ اس کے منہ تک پہونچا۔ یہ سب سامان وآتاکم من کل ما سألتموہ۔ کی ماتحت حضرت حق سبحانہ نے پہلے سے عطا فرمائے۔ مگر لوگوں نے اس میں تبذیر کی۔ تو اس کا نتیجہ بھگتنا پڑیگا اللہ تعالیٰ نے دینے میں کسی سے بخل نہیں کیا۔ بلکہ اس کے غلط استعمال نے تنگی پیدا کردی۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم سے مراد یہی ہے۔

فقل لھم قولا میسوراً۔ اگر پاس کچھ نہیں تو سائل کو کوئی عمدہ بات ہی کہہ دے۔ ہمارے ایک شیخ تھے وہ سائل کے چہرے کو دیکھ دیکھ کر اس کے مناسب حال خدا کے عربی نام کا ورد بتا دیتے تھے۔ ...... حسین ... [illegible]

مورخہ ۹۔ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(رکوع نمبر ۴)

ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق۔ انسان میں ایک غضب کی طاقت ہے۔ وہ جب حد سے بڑھتی ہے۔ تو کئی کئی رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ غضب والا انسان گالی دیتا ہے اپنی اولاد کو قتل کر دیتا ہے اس قتل کے بڑے اسباب میں سے مردوں کی بدچلنی بھی ہے پھر مفلسی کا ڈر۔ جیسا کہ آجکل بعض لوگ کہتے ہیں کہ بہت اولاد نہیں چاہیئے یہ موجب ہے ملک کے افلاس کا۔

ولا تقربوا الزنیٰ۔ دوسری طاقت شہوت کی ہے۔ جو اولاً بعض اوقات کانوں کے

ذریعہ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر آنکھ کے ذریعہ۔ اسی واسطے اسلام میں غض بصر کا حکم ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ آنکھیں جب تک دیکھنے سے انسان آنکھیں نیچی کرلے تو اس کے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے۔

ولا تقربوا مال الیتیم۔

تیسری طاقت۔ حرص مال کی ہے اس سے منع فرمایا۔ قوی بدنی کا قیام زیادہ تر فضل الٰہی سے ہے۔ دیکھو میں دودھ کبھی نہیں پیتا۔ پھر بھی اس بڑھاپے میں ساری سو صفحہ کی کتاب ایک دن میں پڑھ سکتا ہوں۔ زیادہ حرص نہ کرو۔ نہ اپنے مال پر نہ کسی کے مال پر۔ خصوصاً یتیم کے مال سے بچو۔

واوفوا الکیل۔ مال کے حصول کے مختلف برے طریقوں سے منع فرماتا ہے۔

ولا تقف مالیس لک بہٖ علم۔ لاتقف کے معنے ہیں لاتقل۔ جو صحابہ و تابعین سے ثابت ہیں۔ جس چیز کا علم نہ ہو وہ موہنہ سے نہ نکالو۔ آج کل ایسی بے باکی بڑھ رہی ہے۔ کہ پالیٹکس و اکانومی کے معنے تک نہیں جانتے اور اپنے اخبار اس کے لئے وقف کرنے پر بیٹھے ہیں۔

ولا تمش فی الارض مرحاً۔ ایک اور بڑی بلا ہے۔ تکبر اس سے منع فرماتا ہے۔

ولا تجعل۔ پھر وہی پہلی بات جو کل نبیوں کی اصل الاصول ہے یاد دلاتا ہے۔

مورخہ ۱۰ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵)

لیذکروا۔ اللہ نے اس کتاب میں قرب الٰہی سیکھنے والوں دنیا داروں۔ امراء غرباء۔ بچے بوڑھے غرض ہر طبقے ہر مذاق کے لوگوں کے لئے بھلائی کی باتیں اور نصیحتیں لکھی ہیں۔

ایک سوال ہوا کہ خدا نے مسیح و مہدی کا ذکر قرآن میں کیوں نہیں کیا۔ فرمایا ذکر تو کیا ہے۔ چنانچہ وعداللّٰہ الذین آمنوا منکم میں اس کا ذکر مذکور ہے۔ نام بنام فہرست کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ اس طرح تو ضروری تھا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا نام بھی ہوتا۔ اور پھر خلفاء کا نام لکھ دیتا تو سب لوگ اپنی اولاد کا وہی نام رکھتے اور معاملہ مشتبہ ہوجاتا۔ اس لئے یہ نشان ان کی صداقت کا فرمایا۔ کہ ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا اور فرمایا کفی باللّٰہ شھیداً۔

اذاً لابتغوا۔ یعنی اے مشرکین اگر تم خدا کے برنار پھر بت تمہارے شفیع ہیں ذی العرش کے سامنے اس صورت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقابلہ میں تم جیت سکتے ہو۔ مگر ہرگز ایسا نہ ہوگا۔

حجاباً مستوراً۔ جو شخص نفس کی راہ اختیار کرتا ہے اولاً اس کے قلب پر نفس آتا ہے پھر رین پھر ضد آتی ہے۔ پھر طبع پھر ختم ہوتی ہے پھر قفل۔

ولّوا علٰی ادبارھم نفوراً۔ اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا بیان کریں۔ اور حاضرین کے مذاق کے مطابق ان کے سلسلے کے پیر کا ذکر نہ کریں تو لوگ کہہ اٹھتے ہیں کہ مزا نہیں آیا۔ چشتیوں کی مجلس میں چشتیوں کے پیر طریقت کا ذکر کریں۔ نقشبندیوں قادریوں کی مجلس میں ان کے پیروں کا۔ سہروردیوں میں ان کے پیروں کا۔ تو دونا مزا ہو جاوے میں دوسروں کا کیا ذکر کروں۔ ایک شہر میں میں نے خدا تعالیٰ کی صفات کا ذکر شروع کیا اور دیدہ و دانستہ حضرت صاحب کا ذکر نہ کیا۔ تو بعض شخصوں میں اس کے متعلق بحث چھڑ گئی۔ حق فرمایا ہے خدا نے۔ واذا ذکر اللّٰہ وحدہ اشمأزت قلوب الخ۔

رجلاً مسحوراً۔ مسحور کے تین معنے کئے ہیں۔ اسم مفعول کا۔ ۱۔ جس پر سحر کیا گیا (۲) عربی زبان کا قاعدہ ہے کوئی چیز جب اپنے کمال کو پہونچ جاوے تو مبالغہ کے لئے اس کے اسم فاعل کو اسم مفعول بنا دیتے یا برعکس نام لیتے ہیں۔ مثلاً بہت سیاہ حبشی کو کافور نام رکھدیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی ایسا کر لیتے ہیں۔ جیسے چلتی کا نام گاڑی۔ پس جو بڑا ساحر ہو اسے مسحور کہدیتے ہیں۔ (۳) مسحور ...... سحری کہانے کو کہتے ہیں۔ پس مسحور کے معنے ہوئے کھانے والا۔ عربی کا شعر سناتا ہوں۔

فان تسئلنا فیما نحن فانما
عصافیر من ھذا الانام المسحر

اس شعر میں مسحر کے معنے کہانے والے کے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بطور طعن کہتے۔ یاکل مما تاکلون ویشرب مما تشربون۔ گویا ان کے نزدیک نبی کہانے والا نہیں چاہیئے۔

فسینغضون۔ بعض کہتے ہیں سر کو اونچا کرکے نیچا یا نیچا کرکے اونچا کرنا۔ بے ایمان لوگوں کی عادت ہے۔ کہ حقارت کا اظہار اس طریق پر کرتے ہیں۔

مورخہ ۱۲ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۶)

ھی احسن۔ اس پر مجھے ایک حکایت یاد آگئی۔ ایک مولوی ایک مس کو پڑھایا کرتے۔ مس نے ان پر ایسا اعتبار جمایا کہ اپنی جنبان تک ان کے سپرد کر رکھی تھیں۔ میں نے انہیں کہا۔ ہوشیار رہنا ایک دن بہاگے میرے پاس انہوں نے وجہ دریافت کی تو بتایا کہ مس نے مجھ پر اعتراض کیا ہے۔ کہ ھی مؤنث کی ضمیر ہے اور یہ احسن کے لئے ہے جو مذکر ہے۔ یہ کیوں کر درست ہوا۔ میں نے کہا یہ تو معمولی بات ہے۔ کہ یہ اسم تفضیل جس پر الف لام نہ ہو۔ مذکر و مؤنث کے لئے یکساں آ سکتا ہے۔ جب جا کر ان کو ہوش آیا۔

اس موقعہ پر میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اول بات کو تولو پھر منہ سے بولو انسان ایسا لفظ کیوں منہ سے نکالے۔ جس کا نتیجہ آخر میں برا بھگتنا پڑے ینزغ بینھم۔ ینزغ بینھم۔ سورہ یوسف (پ ۱۳) یہ لفظ آیا ہے۔ من بعد ان نزغ الشیطٰن بینی وبین اخوتی۔

بعض۔ سب لوگوں کو۔

وآتینا داؤد زبوراً۔ اس کے پہلے لقد فضلنا بعض النبیین علی بعض فرمایا۔ ان کا تعلق آپس میں کیا ہوا۔ سنو۔ قرآن مجید میں ہے کہ لعن الذین کفروا علی لسان داؤد۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتا ہے کہ آپ محتاط رہیں اللہ تعالیٰ نے بہت بزرگی دی۔ ایسی بات آپ کی شان سے بعید ہے اسی واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعّان نہیں تھے۔ حدیث میں جہاں ذکر آیا ہے وہاں ساتھ ہی لعنت کا بیان بھی ہے۔

وما منعنا ان نرسل بالآیات۔ یہ ایک آیت ہے جس پر لوگوں کو شبہ ہوا ہے سرسید احمد خان صاحب نے بھی ٹھوکر کھائی ہے اور معجزوں سے انکار کیا ہے حالانکہ اس کے صحیح معنے یہ ہیں۔ کسی چیز نے ہمیں آیات کے بھیجنے سے نہیں روکا۔ اور کیا پہلوں کی تکذیب ہمیں روکتی ہے ہرگز نہیں۔ چنانچہ دیکھو ثمود کے لیے اونٹنی بطور نشان بنائی۔ جب انہوں نے اس پر ظلم کیا۔ تو خمیازہ اُٹھایا۔ اسی رکوع کے اخیر پر۔۔۔۔ وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدیٰ۔ کس چیز نے روکا ہے لوگوں کو ایمان سے۔ مگر اس نے کہ بشر رسول ہے۔ یہ تو ایسی چیز نہیں۔ پھر یہ معنے ہیں کہ

بالآیات۔ میں ال کیسا ہے۔ استغراق کا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ کل آیات کے بھیجنے سے تو تکذیب روکتی ہے۔ مگر بعض سے تو نہیں روکتی۔ اگر بعض آیات مراد ہیں تو باقی بعض کے بھیجنے سے تکذیب الناس نہیں روکیگی۔

واذ قلنا لک۔ اب ایک نشان کا ذکر فرماتا ہے۔

الرؤیا۔ بعض نے کہا ہے یہ رؤیا معراج مراد ہے۔ بہت لوگ سمجھتے تھے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے رویا میں اپنی بڑی بڑی کامیابیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ کب نصیب ہو سکتی ہیں۔ لیکن آخر ہم چودھویں صدی میں دیکھ رہے ہیں کہ معراج کے واقعات حرف بحرف صادق آ رہے ہیں۔

الشجرۃ۔ ایک اور موقعہ پر فرمایا ہے۔ انھا شجرۃ تخرج فی اصل الجحیم اس پر مشرکین نے ہنسی کی اور شجرۂ زقوم کے معنی کھجور بنا کر لوگوں کی دعوت کی اور کہا یہ ہے جس سے محمدؐ ڈراتا ہے۔

مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۱۰ء

(سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۷)

اسجدوا۔ فرمانبرداری کرو۔

لاحتنکن۔ اس کے تین معنے ہیں (۱) بعض نے معنے کئے ہیں۔ احتوین حاوی ہو جاؤں گا (۲) لاستولین۔ مسلط ہو جاؤں گا۔ شاہ عبد القادر نے لطیف ترجمہ کیا ہے۔ ان کی ڈاڑھی بند ہو نگا۔ ڈاڑھی کو پنجابی میں کھیتی کہتے ہیں

قال کے متعلق یاد رکھنے کی بات ہے۔ کہ ضرب۔ نعل۔ قال۔ نمونہ قریب المعنی ہیں۔ منہ سے کہے ہاتھ پاؤں ناک آنکھوں سے کسی فعل کو کرے یا کسی واسطے (عملاً یہ سے منسوب) سے کرے۔ سب پر قال بولا جاتا ہے اسی واسطے صوفیوں نے بالعموم انہی افعال کو رکھا ہے۔ کلم کا لفظ بھی وسیع ہے۔ ان کلم تکلیما جب آئے۔ تو پھر لفظوں سے بات کرنے کے معنے میں آتا ہے۔ کلّم الجد ار للوتد تکلیما کبھی نہیں بولتے

جزآءً موفوراً۔ عربی زبان میں جب اسم فاعل کمال کو پہنچے۔ تو صیغہ مبالغہ بڑھ کر اسے مفعول کے رنگ میں ادا کرتے ہیں۔ وفور کے معنے بڑی وافر۔

واستفزز۔ استفزاز۔ کسی ہلکا اوچھا بنا لینا ایسا کہ اپنے پر بھی قابو نہ رہے۔

بصوتک۔ صوت کو لفظ چار معنوں میں آیا ہے (۱) کھیل کود لعب (۲) لہو۔ اللہ سے غافل کرنے کو سامان (۳) غنا۔ گانا بجانا (۴) ہر چیز جو معصیۃ اللہ کی طرف بلائے۔ (کل داع الی معصیۃ اللہ) مومن کو ایسی باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

بخیلک ورجلک۔ دنیا میں کوئی سوار ہے کوئی پیادہ۔ فرماتا ہے۔ اے شیطان تیرے سوار و پیادے ہیں۔ یعنی تیرے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

وشارکھم فی الاموال۔ مال میں شرکت شیطان یہ ہے۔ کہ مال حرام راہ سے کماوے (۲) اللہ کے حکم کے خلاف اس مال کو خرچ کرے۔

والاولاد۔ اولاد میں شرکت شیطان یہ ہے (۱) زنا سے اولاد حاصل کرنا (۲) اولاد کو کفر میں انگیخت کرنا۔ (۳) ایسے نام رکھنے۔ جن میں غیر اللہ کے فضل وغیرہ کا ذکر ہو۔ مثلاً فضل میران۔ پیر اندتا۔

وما یعدھم الشیطٰن۔ شیطان کے وعدے کیا ہیں۔ ان کے لیے میں نے بہت تحقیقات کی ہے۔ تین باتیں تو بہت قوی ہیں اور دو اسی قبیل سے۔ ادنے شعبہ تو یہ ہے کہ کوئی آدمی بُرے کام سے روکا جاوے۔ تو وہ جواب میں کہے کہ فلاں جو کرتا ہے۔ ایسا کہنے والا گویا تمام بدیوں کو جائز ٹھہراتا ہے (۲) یہ کہنا کہ یہ کام ہم نے آگے بھی کیا ہے۔ ہمارا کسی نے کیا بگاڑ لیا۔

(۱) عقائد کے اندر شبہات یا عقائد باطلہ (۲) عمل باطل (۳) جزا و سزا کا انکار تمام شیطانی باتوں کی اصل الاصول یہی تینوں چیزیں ہیں۔

یزجی۔ چلاتا ہے۔

ان یخسف بکم۔ تمہیں ذلیل کر دے گا۔

قاصفاً۔ قصف کوٹنا۔ باریک کرنا۔ دبوچ لینا۔

تبیعاً۔ بدلہ لینے والا۔ نصرت کرنے والا۔

مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۱۰ء (رکوع ۸)

امام۔ اس کو کہتے ہیں جس کا اتباع کیا جاوے۔ بدکار بدکاروں کی اقتدا کرتے ہیں اس لیے ان کا نام امام ہے۔ نیک نیکوں کی اقتدا کرتے ہیں اس لیے ان کا نام امام نیک ہے۔ دانشمند انسان غور کرے کہ وہ جہان اولین و آخرین جمع ہونگے کس جماعت میں پیش ہونا چاہتا ہے۔ دنیا میں بھی کوئی بدمعاشوں شہدوں کے ساتھ ہو کر بادشاہ کے حضور پیش ہونا پسند نہیں کرتا تو احکم الحاکمین کے حضور اولین آخرین کے سامنے کب گوارا کر سکتا ہے کہ بُری جماعتیں ہو کر پیش ہو۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

پارہ پندرھواں

سورۂ بنی اسرائیل

(بقیہ ۱۴ فروری سنہ ۱۹۱۰ء رکوع ۸)

لقد کدت ترکن الیھم - جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان کی صحبتوں میں بیٹھنے سے ممکن ہے کہ تم کسی فتنے میں پڑ جاؤ۔ تو جو دوسرے مومن ساتھی ہیں۔ بہت بچنا چاہیئے۔ صحبت کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے پس تم کسی کے پاس بیٹھنے سے پہلے غور کر دو کیسا ہے۔

ضعف الحیاۃ۔ اس دنیا کی زندگی میں دکھ و عذاب۔ یہ معنے بخاری نے کئے ہیں۔ یہی مجھے پسند ہیں۔

مورخہ ۱۶ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۹)

جبلت القلوب علی حب من احسن الیہ (حدیث) سلیم الفطرت لوگ ہوتے ہیں ان کے دلوں میں کپٹ نہیں رہتی۔ ایسے لوگوں کی عادت ہے کہ جو ان کے ساتھ نیکی کرے وہ اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کس قدر احسان ہیں - ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ کہ گنے بھی نہیں جا سکتے۔ پس اس سے بڑھ کر کون محسن ہو سکتا ہے۔ اور اس سے زیادہ کون سزاوار محبت و اطاعت ہو سکتا ہے۔

ایک معمولی بال سفید ہو جاوے تو انسان کے دل پر کیا گزرتی ہے۔ ذرا سی ناک کٹ جائے یا آنکھ کی پتلی خراب ہو۔ یا کان میں ضرر پہونچ جاوے۔ تو کیا انجام ہوتا ہے یہ خدا کے فضل سے سلامت رہتے ہیں۔ غرض ایسے محسن کی محبت و اطاعت کے اظہار کے لئے نماز ہے۔ جس کا حکم اس رکوع میں دیتا ہے اور ان کے ادا کرنے کے اوقات بتلائے ہیں جو پے در پے آنے والے ہیں تاکہ ایک نماز کے پڑھنے سے روحانیت کا اثر ابھی باقی ہو کہ دوسرا آ جائے۔ اہل اللہ تو آٹھ بار نماز پڑھتے ہیں۔ نماز صبح کے بعد اشراق پھر ضحی۔ پھر ظہر کی نماز۔ پھر عصر پھر مغرب پھر عشا پھر تہجد۔

فتھجد بہ۔ ہجود کے معنے سونے کے ہیں (الا طرقتنا والرفاق ہجود میرے پیاری کیوں نہیں آتی ساتھی تو سب سو گئے ہیں) تہجد کے معنے ہیں۔ نیند کو ہٹا کر کھڑا ہونا۔

صدق۔ عربی بولی میں ہر عمدہ چیز کو صدق کہتے ہیں حتے کہ عمدہ تلوار کو بھی اخ صدق

بولتے ہیں۔

وقل جاء الحق۔ یعنی عبادت اور ان دعاؤں کے بعد نصرت الٰہی آئے گی اور بطلان دور ہو جاوے گا اور تو کہے گا۔ جاء الحق وزھق الباطل۔

ما ھو شفاء۔ میرا اعتقاد ہے کہ روحانی بیماریوں کے علاوہ ظاہری بیماریوں کی بھی شفا کرتا ہے۔

قل کل یعمل علی شاکلتہ۔ یہ آیت بہت مشکل ہے۔ میں نے اس کے سمجھنے میں بڑی محنت کی ہے۔ شاکلہ کے معنے ہیں اپنے طریقے پر۔ ہر شخص اپنے نزدیک کوئی بات سوچ لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے ایک نیک کام کیا یا نیک کام کا ارادہ کیا۔ اب اس نے جو اپنے طریق یا خیال یا ارادہ پر کام کیا ہے تم اسے اپنے رب کے سامنے پیش کرو۔ یعنے خدا کے کلام کے آگے جو صداقت دکھلانے کے لئے پیش کرو۔ کیونکہ وہ اعلم اور راہ ہی بتلاتا ہے اور پھر اس پر رائے زنی کرو کہ نیک ہے یا بد۔

مورخہ ۱۷ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰)

یسئلونک عن الروح۔ یہ سوال یہود نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت کیا جب آپ ان کے بیت المدراس کے پاس سے گزرے مگر یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اعتراض کیا جاتا ہے کہ مدینہ کے یہود کے سوال کا جواب کیوں کر دیا۔ یہ اعتراض قوی ہے۔ مگر کیا ممکن نہیں کہ یہود نے مکہ جانیوالے لوگوں کی معرفت یہ سوال پوچھا ہو یہ جواب بر تقدیر تسلیم ہے کہ یہود نے سوال کیا ورنہ یسئلونک عام ہے۔ سوال کرنے والوں نے سوال کیا۔ یسئلون سے ہی ان کے فاعل کا پتہ لگ سکتا ہے جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقوی میں ھو۔ یہ امر نحو کے قاعدے کے مطابق ہے کہ فعل کے مشتق سے اس کا فاعل نکال لیتے ہیں۔ پس یسئلون کے سائل عام ہیں پوچھتے ہیں روح سے۔ روح کیا چیز ہے اس کا جواب خود قرآن کریم کی ہی دوسری آیات سے کھلے گا۔ اس زمانے میں روح کا لفظ مشتبہ سا ہو گیا۔ بعض نے روح سے مراد نفس سمجھا جس سے آدمی کی زندگی وابستہ ہے۔ مگر اگر یہ مراد ہوتی تو ایسا کہ در جواب خالق الارواح کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جیسا اسلام کے ادنے خادموں میں سے ابن قیم اور امام غزالی نے بھی حقیقت روح انسانی پر مبسوط مضمون لکھا ہے۔ پس دراصل روح کلام الٰہی کو کہتے ہیں۔ پھر کلام الٰہی کے پہنچانے والے نبی کو۔ اور کلام الٰہی کے لانے والے ملک کو بھی کہتے ہیں۔ دیکھو سورہ نحل پارہ ۱۴۔ ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ان انذروا انہ لا الہ الا انا فاتقون۔ اس کے صاف معنے ہیں کہ

...سے جود و سخا کرو۔

یا ہو۔ اللہ کے حکم سے جس پر چاہتے ہیں کلام الٰہی نازل کرتے ہیں۔

(۲) سورہ مومن پارہ ۲۴۔ رفیع الدرجت ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق۔ یہاں بھی روح سے مراد کلام الٰہی ہے

(۳) پھر سورۂ شوریٰ پارہ ۲۵ میں وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا۔

یہاں بھی روح سے مراد کلام الٰہی ہے۔

حضرت مسیح کے حق میں ایدناہ بروح القدس جو آیا ہے اس سے مراد بھی صریحاً کلام الٰہی ہی ہے ایک اور دلیل اس بات کی کہ یہاں روح سے مراد کلام الٰہی ہے یہ ہے کہ اس سے پہلے تین آیت قرآن ہی کا ذکر ہے کہ وننزل من القرآن ما ہو شفاء فرمایا اور پھر اس کے بعد بھی قل لئن اجتمعت الانس والجن میں قرآن مجید ہی کا ذکر ہے۔ جس سے صاف کھل گیا یہاں روح سے مراد کلام الٰہی ہی ہے پھر دیکھو اوحینا ایک بھی ساتھ ہی فرمایا۔

اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ تنبیہاً فرمایا کہ تم بڑے ہی بیوقوف ہو کہ کلام الٰہی قرآن اور دوسرے کلاموں میں جنہیں احادیث رسول بھی شامل ہیں۔ بین فرق نہیں پاتے۔ یہ بہت ہی بے ادبی کا کلمہ ہے کہ صحابہ کو بے علم کہا جاوے کہ تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے۔ ہمارے تفاسیر میں یہ بات نہیں۔
تو کہنے والا ظالم کہا جاوے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن۔ اس بات پر بہت بحث ہوا ہے مثل کی بات میں ہو سکے خیال میں شک ہے کوئی قید نہیں ہے بات میں چاہیں مقابلہ کر لیں یہ بات صحیح ہے کہ ملتی ہوئی آیات جو پیش کی ہیں اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیگا۔ اگر ...

حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا۔ ۹ چیزیں انہوں نے مانگی ہیں بدقسمتی سے انکو نہ سمجھا کہ یہ باتیں پوری نہیں ہوئیں۔ اس لئے طرح طرح کی بدگمانیاں کی ہیں ذرا بھی تدبر کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ تمام سوال صحیح پیش ہوئیں۔ پارۂ اول میں ہے۔ ان لہم جنٰت یعنی مومن کے لئے جنات ہونگے جیسے کھجور انگور سب آ گئے۔ اسی میں آیا ہے تجری من تحتہا الانہار۔ پھر خدا نے ہی فرمایا ہل ینظرون ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام والملئکۃ

پھر ایک جگہ فرمایا ہے۔ متکئین علی فرش بطائنہا من استبرق وجنا الجنتین دان پھر فرمایا ہے۔ فیہن قٰصرٰت الطرف لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان۔ اور فرمایا فیہن خیرٰت حسان پھر سورہ واقعہ میں ارشاد کیا یطوف علیہم ولدان مخلدون۔ غرض جب ان میں ایسے تمام وعدے تھے۔ تو پھر اگر انہوں نے ایسا مطالبہ کیا تو ایسے جاکیا جواب دیکھو کیا سچ ہے۔ کہ نبی کہدے میرا رب پاک ہے اس نے جھوٹے وعدے نہیں کئے ضرور ایسا ہوگا مگر میں بشر رسول ہوں۔ چنانچہ جب صحابہ سے عراق عجم شام مدن فتح کیا تو صحابہ کے قبضہ میں بادشاہوں کے گھر آئے انکی بیٹیاں بھی نکاح میں آگئیں۔ گھر بھی سونے چاندی کے تھے باغات بھی تھے بلکہ مدینہ میں بھی نہریں آئیں خدا کا ان پر عذاب بھی آیا۔ ملائکہ بھی نصرت کو آئے آپکو معراج بھی ہوا۔ قرآن ایسی کتاب بھی ملی۔ غرض سب کچھ ہوا۔ مگر یہ سب کچھ پورا ہوا۔ اسی طرح جس طرح بشر رسولوں کی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔

(مورخہ ۱۹ فروری سنہ ۱۹۱۰ء رکوع ۱۱)

لو کان فی الارض ملٰئکۃ۔ اس سے ظاہر ہے کہ واعظ بھی اگر ہو تو اس قوم کے رسم ورواج جنکے عادات حالات زبان سے خوب واقف ہو۔ مطمئنین میں ایک نکتہ ہے کہ کسی قوم میں خود تفرقہ فساد پڑ جاوے تو پھر ان کو کوئی کیا سمجھائیگا اللہ وہی سمجھیں گے چنانچہ مکہ کی نسبت خود فرمایا۔ قریۃ آمنۃ مطمئنۃ۔ عرب کی اصلاح کے لئے اس وقت رسول مبعوث فرمایا جب وہ اطمینان کی زندگی بسر کرتے تھے اسی اصول پر رسول اللہ صلعم علیہ السلام چنانچہ جب کسی کو دیکھا کہ وہ اطمینان میں خلل انداز ہے تو اس کو جلا وطن کر دیا میرے نزدیک۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ خدا شر برانگیزد۔ خدا تعالیٰ کوئی شر نہیں اٹھاتا۔ آدمی خود ایسا کرتے ہیں۔ سوال۔ ہاروت ماروت بنی اسرائیل کی طرف آئے اس وقت وہ بنی اسرائیل غیر مطمئن تھے۔ جواب میں فرمایا دیکھو انگریز بڑے تجربہ کار ہیں بیس برس کسی کو دائم الحبس رکھ کر اس سے مطمئن ہو جاتے ہیں پس بنی اسرائیل جب بابل میں قید ہو کر گئے تھے تو اس کے ستر برس بعد ہاروت ماروت کا نزول ہوا اتنی مدت میں وہ بیہود جو اصل مجرم تھے وہ بہت سیدھے ہو چکے تھے اور انہیں کسی قسم کا جوش خروش باقی نہ رہا تھا بلکہ ایک نئی نسل تھی۔ دوسرا سوال کہ ہاروت ماروت ملک آدمیوں میں آئے۔ جواب میں فرمایا یہ غلط ہے۔ غور کرو۔ جمادات میں بھی ایک نہ ایک ایسا ہوتا ہے جو قریب بہ نباتات ہوتا ہے جیسے مونگا (مرجان) جو جمادات میں سے ہے اسے بعض فلاسفر نباتات میں کہتے ہیں بعض کہتے ہیں ہے تو جمادات میں سے مگر قریب بہ نباتات ہے اسی طرح حیوانات میں مراتب ہیں مثلاً بندر انسان کے درمیان کا مرتبہ کہ وہ نہ حیوان ہے نہ انسان چنانچہ ذلیل بندر کو کالانعام بل ہم اضل فرمایا اسی طرح آخری درجہ جو انسان کا ہے وہ ملائک سے بہت ہی قریبی تعلقات رکھتا ہے انبیاء جو ہوتے ہیں وہ کبھی ملکیت کے رنگ میں آ جاتے ہیں اور کبھی انسانیت کا رنگ میں مگر یہاں تو کل قوم کا ذکر ہے کہ تمام قوم ملائکہ ہو پھر کیسے رسول آویگا چونکہ ایک خاص شخص نبی ہی ملائکہ سے بہت قریب ہوتا ہے اس لئے اسی پر ملک کا نزول ہوتا ہے اسی لئے یعلمون الناس فرمایا تثنیہ کا صیغہ نہیں فرمایا۔ کفٰی باللہ شہیدا۔ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت میری صداقت کا فیصلہ کر دیگا آخر آپ کو انت منصور و منصور۔ ... ثابت ہوا کہ آپ ہی حق پر تھے۔

ومن یہد اللہ فہو المہتد۔ فرمایا ہے کہ بیشک میری قوم میں کچھ لوگ تصنیف کرتے ہیں اور اپنی طرف سے ادبی بنتے ہیں۔ مگر ہدایت اصلی وہی ہے جو خدا کی طرف سے ہو۔ اسی واسطے میں ہر موسم میں بہت خطرے میں رہتا ہوں کیونکہ وہ تمام انبیاء کو مفتری اور دروغ مصلحت آمیز کا پیرو سمجھتے ہیں اور ہدایت کی کتابیں خود وضع کرنے میں جو منبہ اور بابرکت نہیں ہو سکتیں۔ بہت کو ... ہیں ... میں رہا نہیں کرتے میں ... میں ہر وقت ... رہتے ہیں ... رات بھی مرتب ہوتے ہیں مگر کبھی اور ہاں ... وثمر برکات اس روح پر خدا نے جیسے عمیا وبکما وصما اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف میں (۱) فلما رای المجرمون النار (۲) دعوا ہنالک ثبورا (۳) اور وسمعوا لہا تغیظا بھی آیا ہے جس سے دوزخیوں کا دیکھنا بولنا سننا ثابت ہے حضرت ابن عباس نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ (۱) لا یسمعون ما یسرہم (۲) لا ینطقون بحجتہم (۳) لا یرون ما یسرہم یعنی ایسی چیز نہ سنیں گے یا نہ دیکھیں گے جو ان کو خوش کرے اور نہ کوئی اپنی دلیل دے سکیں گے۔

(مورخہ ۲۰ فروری سنہ ۱۹۱۰ء (بقیۃ رکوع ۱۱ و رکوع ۱۲)

تسع آیت۔ ان نو نشانوں کے بیان میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں نو احکام تھے بعض کہتے ہیں کہ نو نشان تھے۔ وہ نو قسم کے نشان بیان کرتا ہوں (۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) طوفان (۴) ٹڈی دل (۵) جوئیں (۶) مینڈکیاں (۷) خون کا مرض (۸) قحط پڑا (۹) پلوٹھے مر گئے۔ احکام یہ ہیں۔ (۱) شرک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) بیوجہ قتل نہ کرو (۵) کسی نیک عورت کو تہمت مت دو (۶) جنگ میں مت بھاگو (۹) مثبورا۔ (۱) محبوس (۲) ملعون چونکہ حضرت موسیٰ کو نرمی سے کلام کرنے کا ارشاد تھا اس لئے بھی شاید فرعون سے محبوس کہا۔ لفیفا۔ سب کو ایک جگہ اکٹھا کرینگے۔

وما ارسلنٰک الا مبشرا ونذیرا یعنی جس طرح فرعون اور موسیٰ کا معاملہ تھا اسی طرح اے نبی آپکا اور آپکے دشمنوں کا ہوگا۔ یخرون للاذقان۔ مراد ہے منہ کے بل گر جانا یہ عربی کا طرز ہے جزو کو بول کر کل مراد لینا۔ یزیدہم خشوعا۔ وتری الارض خاشعۃ یعنی زمین میں لہلہانا سبزی کا نہ ...

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ پندرھواں

(رکوع نمبر ۱۳)

(آغاز سورۂ کہف رکوع اول)

مورخہ ۲۱ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

تمہید۔ سورۂ بنی اسرائیل میں زیادہ تر یہود سے خطاب ہے اور ان کی وہ شدید تباہیوں کا ذکر کرکے مسلمانوں کو بھی متنبہ کیا ہے اب اس سورۂ شریف میں زیادہ بحث پہلے عیسائیوں سے کی ہے۔ پھر مجوس سے۔ اور درمیان میں کچھ یہود کو بھی خطاب کیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ فتنۂ دجال سے بچنے کے واسطے ہر جمعہ کو سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں اور پچھلی دس آیتیں پڑھو۔ ان آیات کے مطالعہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ دجال کون ہے۔ اور اس کے کیا صفات ہیں اور اس سے بچنے کی کیا راہ ہے۔

آیت ۱۔ الکتٰب۔ کامل جامع کتاب۔ لکھی ہوئی۔ ایک لشکر جو شبہات کو دور کرے اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں بصورت کتاب موجود تھا۔

عوجاً۔ دو معنے ہیں (۱) ٹیڑھا پن۔ اس کتاب میں کوئی غلط تعلیم نہیں (۲) جو ٹیڑھا ہے وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

آیت ۲۔ قیّماً۔ (۱) مستقیماً۔ بالکل سیدھے راہ پر اور سیدھی راہ بتلانے والی (۲) مصدّق۔ اور صداقتوں کی اور اپنی صداقتوں کی (۳) حافظ اس پر عمل کرنے والوں کے لئے۔ شدید کا لفظ ظاہر کرتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ ایسے لوگوں کے ساتھ سخت مخالفت کے واسطے طیار ہے۔

انّ لھم۔ عمل صالح کا نتیجہ ہے۔ اجر حسن

آیت ۳۔ ابداً۔ بہت لمبا زمانہ۔

آیت ۴۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ قوم دجال کون ہے۔

آیت ۵۔ من علم۔ یہ قوم بڑی سائنس دان بن گئی ہر بات پر دلیل پیش کرتی ہے مگر اپنے مذہب کے متعلق صاف اقرار کرتے ہیں کہ مسیح کے ابن خدا ہونے اور تثلیث۔ کفارہ وغیرہ کے واسطے دلیل کوئی نہیں۔ قرآن شریف نے پہلے سے پیشگوئی کی ہے۔ کہ یہ ایسا کہیں گے۔

اٰبائھم۔ ان کے باپ دادوں کو بھی علم نہ تھا۔ یورپ ایک بُت پرست قوم تھی جاہل لوگ تھے۔ پرانے بتوں کے عوض رفتہ رفتہ سلطنتوں کے اور حکام کے رعب میں آ کر مسیح کا بت پوجنے لگ گئے۔ وہ تو خود جاہل تھے ہی۔ اور اب ان کی اولاد نگہ پڑا ڈھول بجا رہی ہے۔

کلمۃً۔ تمیز واقع ہوئی ہے اس واسطے منصوب ہے۔

افواھھم۔ مونہہ سے نکلتی ہے دل سے نہیں نکلتی۔ دل جانتے ہیں کہ یہ بے دلیل بات ہے صحیح نہیں۔

آیت ۶۔ اٰثارھم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کشف میں اس قوم کا جاہ و حشم دکھایا گیا۔ جس سے آپکو غم ہوا۔ کہ اتنی بڑی بظاہر معزز قوم اسلام کی نعمت سے بے نصیب رہیگی۔ قرآن کی وجاہت کتنوں کو اسلام سے مرتد کر دیگی۔ اسپر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ سب اثیار عارضی اور زمینی ہیں۔

آیت ۷۔ احسن عملا۔ دنیوی زیب و زینت کے معاملہ میں کون بڑا کاریگر ہے۔ یہ بات ظاہر کر دی جائے گی۔

آیت ۸۔ جرزاً۔ لیس فیھا۔ شئے۔ خالی میدان۔

آیت ۹۔ عجب۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ بہت عجیب بات ہے۔ ایسے ایسے لاکھوں نشانات خدا تعالیٰ کے ہیں۔

دقیم۔ رقم کرنا۔ لکھنا۔ کھودنا یہ ان کی نشانی ہے۔ تحریر کا کام بہت ہوگا۔ ہر امر ان کے ہاں لکھا جائیگا۔

کہف۔ وہی ہے جس کو انگریزی میں کیپ cape کہتے ہیں اب تک وہ جگہ اسی نام سے مشہور ہے

آیت ۱۰۔ الفتیۃ۔ نوجوان۔ حضرت مسیح کو صلیبی موت سے بچانے کے معاملہ میں جو سوسائٹی تھی۔ اس پر بڑا ابتلاء آیا۔ حاکم پلاطس اور اس کی بیوی بھی اس مقدمہ میں قید ہوئے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو وہاں سے بھاگ نکلے کچھ مغرب کو گئے کچھ مشرق کو۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے بلاد غربی میں جا کر کہف میں جا پناہ لی۔ جو کہ انگلستان کے جنوب مغربی گوشہ میں واقع ہے۔ انہیں جوانوں میں یوسف اور یتا بھی تھا۔ جس نے حضرت مسیح کے بچانے میں بڑا حصہ لیا تھا۔

آیت ۱۱۔ فضربنا علیٰ اٰذانھم۔ کچھ مدت تک باہر کی کوئی خبر اس گروہ کو نہ پہونچی۔

آیت ۱۲۔ بعثنٰھم۔ آخری ترقی دنیوی کی طرف اشارہ ہے۔

مورخہ ۲۴ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ رکوع نمبر ۱۴)

۲۲ و ۲۳ فروری دو دن بسبب علالت طبع حضرت خلیفۃ المسیح درس نہ ہو سکا۔ آج فرمایا کہ میری طبیعت تو ضعیف ہے۔ مگر دل میں خیال آیا کہ زندگی کا بھروسہ نہیں۔ معلوم نہیں۔ کہ کس وقت موت آجاوے۔ کچھ قرآن سُنا دیا جاوے۔ تو اچھا۔ فرمایا۔ آج مجھے بہت جوش تھا

کہ درس قرآن سننے والوں کے واسطے خصوصیت سے دُعا کروں۔ پس جو اس وقت حاضر ہیں ان کے واسطے میں نے بہت بہت دُعائیں درس شروع کرنے سے پہلے کی ہیں۔

رکوع دوم

آیت ۱۔ نقص۔ اصل قصہ کا بیان اب شروع ہوتا ہے۔

نبأ۔ عظیم الشان بات۔

آیت ۲۔ شططا۔ پراگندہ بات۔

آیت ۳۔ من دونہٖ۔ رومی قوم کی طرف اشارہ ہے جو بُت پرست تھی اور یہودی بھی غیر ممالک میں جا کر ان قوموں کی صحبت کے اثر سے کچھ غلطیوں میں مُبتلا ہو چکے تھے یا رکھو شرک کبھی نے الٰہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ مجوس نے خالق الظلمت و خالق النور دو بنا لئے ہیں۔ اور جیسے آریہ لوگ پانچ چیزوں کو خدا کے ساتھ غیر مخلوق مانتے ہیں اور جیسے عیسائی تین خدا قرار دیتے ہیں یا صفات میں ہوتا ہے جیسا کہ بعض مسلمانوں میں اس کے آثار پائے جاتے ہیں یہ سب افترا ہے۔

آیت ۴۔ اعتزلتموھم۔ جب تم نے ان غیر معبودوں کی پرستش کرنے والوں کو چھوڑ دیا تو اب کہف کو چلے جاؤ۔

آیت ۵۔ تزاور۔ تمیل۔ جھک جاتا ہے۔

چونکہ وہ مقام خط سرطان سے اُوپر ہے اور سورج خط سرطان سے اُوپر نہیں جاتا ہے بلکہ نیچے رہتا ہے اس واسطے طلوع آفتاب کے وقت مشرق کی طرف وہاں سے دیکھا جاوے۔ تو سورج دائیں ہاتھ نظر آئے گا اور وقت غروب کی طرف دیکھا جاوے تو بائیں ہاتھ نظر آئیگا۔ سورج کبھی ان کے سر پر نہیں آتا۔

فجوۃ۔ وسعت کی جگہ۔ فراخی کی جگہ میں ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مقام کہف کے تین پتے ہیں (۱) شام و روما سے بہت دُور ہے (۲) خط سرطان سے شمال کی طرف ہے (۳) وہ امن کی جگہ ہے۔ جہاں دُشمن کا قابو نہ تھا۔

من آیات اللّٰہ۔ سورج کا سرطان تک پہونچنا اور آگے نہ جانا۔ پھر جدی تک جانا اور آگے نہ پہونچنا یہ سب اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

ومن یضلل۔ اور جس کو اس کی بدی کے سبب گمراہ کرتا ہے۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ وما یضل بہٖ الا الفاسقین۔ فاسقوں کے سوائے وہ دوسرے کو گمراہ نہیں کرتا۔

مورخہ ۲۶ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ پندرہ رکوع ۱۵)

(سورہ الکہف رکوع نمبر ۳)

۲۵ فروری سنہ ۱۹۱۰ء کو جمعہ کے سبب درس نہیں ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اصحاب کہف کا حال منکشف ہوا اور آپ نے نہیں دیکھے۔

آیت ۱۔ رقود۔ رقد۔ سونیوالے۔ سخت ہی ٹھہرے ہوئے۔ دراصل وہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ سوئے ہوئے تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں وہ قوم سست پڑی تھی۔ مگر آپ نے ان کی حالت آئندہ کی دیکھی۔

نقلبھم۔ عنقریب تجارت کے واسطے سب طرف نکلیں گے۔ دائیں بائیں جاویں گے۔ گویا مشرق اور مغرب میں پھیلیں گے۔

کلبھم۔ یہ ان کی شناخت بتلائی گئی۔ گو ان کے دروازے پر کتا ضرور ہوگا۔ ممکن ہے کہ ابتدائی اصحاب کہف کے ساتھ بھی کوئی کتا ہو۔

آجکل کُتے کی تعریف وفاداری میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ حالانکہ اس جانور کے اخلاق نہایت قبیح اور مذموم ہیں۔ شہوت۔ حرص۔ طمع میں بہت رذیل جانور ہے اور ان امور میں گرا ہوا ہے۔

ولبت۔ یہ بھی ایک شناخت ہے۔ ان کی کوٹھیاں وسیع اور رعب دار ہونگے۔

ایت ۲۔ لبثتم۔ اس ملک میں حالت سستی میں کتنی مدت تم رہے۔

یوما او بعض یوم۔ ہزار نوسو سال۔ اوسط ساڑھے نوسو سال۔ اتنے ہی عرصہ کے بعد یہ قوم باہر نکلی اور انہوں نے کمپنیاں بنائیں اور تجارتیں شروع کیں اور غیر ملکوں کی طرف گئے قرآن کریم میں یوم ہزار سال کا نام بھی آیا ہے اور تاریخ شہادت دیتی ہے۔

فابعثوا۔ ایک جمع بناؤ۔ کمپنی قائم کرو۔ روپیہ روانہ کرو۔ اور ایک کو افسر بناؤ۔

طعاما۔ ہمارے ملک میں غذا کی کمی ہے یہاں سے روپے لے جاؤ اور وہاں سے غلہ لاؤ۔

ولیتلطف۔ نرمی سے کام کرو۔

لا یشعرن۔ اپنا بھید کسی کو نہ دو۔ اور دوسرے کا بھید لو۔ مدارات سے کام کرو۔ اور دوسروں کے حالات سے مفصل اطلاع حاصل کرتے رہو۔

آیت ۴۔ اعثرنا علیہم۔ دوسرے لوگوں کو ان کے حالات سے آگاہ کیا اور غیر قومیں ان کے بھی جانتے لگیں۔ ابتدائی اصحاب سے بھی ارد گرد کے لوگ آگاہ ہوئے اور ان کو مطیع ہوئے

یتنازعون۔ ابتدائی لوگوں نے ان کے متعلق جھگڑا کیا اور آخر ان کی یادگار بنائی

آیت ۶۔ سیقولون۔ اختلاف مورخین کا ہے کہ کتنے تھے کتنے نہ تھے۔

سبعۃ۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ کہ سات والی بات صحیح ہے۔ کیونکہ پہلے اعداد کے ساتھ خدا تعالیٰ نے رجما بالغیب فرمایا۔ اس کے ساتھ نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ امر کہ عیسائیوں کے ان سات بڑے کلیسا مشہور ہیں۔ اس سے صاف صاف پتہ لگتا ہے کہ سات ہی تھے

مورخہ ۲۷ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ پندرھواں رکوع ۱۶)

سورہ الکہف رکوع چہارم

آیت ۱۔ ولا تقولن۔ کبھی بھی نہ کہو۔

ان شاء اللّٰہ۔ جہاں کہیں خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت کا خیال نہ ہو۔ نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ سب سے بہتر مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی ہے۔ جنھوں نے انا لہ لحافظون انا لہ لناصحون۔ انا لہ لحافظون وغیرہ الفاظ کے ساتھ دعوے کیا۔ مگر کہیں وفا نہ ہوا۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ پندرھواں

(رکوع نمبر ۱۶)

سورۃ الکھف بقیہ رکوع ۴

مورخہ ۲۷ فروری سنہ ۱۹۱۱ء

اس سے بڑھ کر دکھ کی کہانی ایک ہے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کے نام سے عام مسلمان واقف ہیں مگر سلیمان علیہ السلام کے بیٹے کے نام کی وہ شہرت نہیں جو باپ دادا کی ہے اور پوتے کا نام تو قریباً معدوم سے ہے حدیث میں اس راز کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دفعہ کہا تھا کہ میری بیویاں بہت ہیں ان سے بڑی اولاد اور عظیم الشان بچے پیدا ہوں گے اس دعوے کے ساتھ انشاء اللہ نہ کہا۔ نتیجہ خراب ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی ہجرت کے ارادے کو ظاہر کرنا چاہا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کہو۔

آیت ۲ - اقرب۔ آیندہ حالت موجودہ سے پُر امن ہوگی

آیت ۳ - بشھا - یہ رکن کا قول ہے۔ سیقولون پر عطف ہے۔ مثال کے واسطے سورہ لقمان کا دوسرا رکوع دیکھو واذ قال لقمان لابنہ۔ لا تشرک باللّٰہ سے وعظ شروع ہوا۔ درمیان میں ووصینا الانسان اور دیگر ذکر آگیا پھر یابنی انھا ان تک سے وہی وعظ شروع ہوا۔

اللّٰہ اعلم۔ تین سو یا نو سو والی باتیں صحیح نہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

آیت ۵ - لا تبدیل۔ یہ پیشگوئیاں ضرور پوری ہونگی۔ اس آیت پر عیسائی لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی اور قرآن شریف خود اس امر کو تسلیم کرتا ہے۔ تو پھر انجیل اور توریت بھی محرف مبدل نہیں ہوئیں یہ ایک دھوکہ ہے جو عیسائیوں کو لگتا ہے یا وہ دوسروں کو دیتے ہیں۔ اس آیت کے معنے تو صرف یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو پیشگوئی کی ہے وہ ضرور پوری ہوگی اس کے ٹلنے والا کوئی اس کے سوا نہیں اور خدا تعالیٰ نے جو سنت قائم کردی ہے اس کے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مثلاً یہ قانون الٰہی ہے کہ صادق کامیاب اور بامراد ہوتا ہے پس اس میں تبدیلی نہیں اور ایسا کبھی نہ ہوگا کہ کاذب کے مقابلہ میں صادق نامراد اور ناکام رہے باقی رہا حروف میں تغیر و تبدل۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قاری کو بھی سہو ہو جاتا ہے۔ کاتب بھی غلطیاں کرتا ہے بعض بائبلوں اور قرآن شریفوں میں لفظی غلطیاں چھاپنے کی نکالنے والوں کو انعام دیا جاتا ہے فی زمانہ خود عیسائیوں کے درمیان رومن کیتھلک فرقہ کی بائبل میں اور پروٹسٹنٹ فرقہ کی بائبل میں بہت جگہ اختلاف لفظی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک غلط ہے پس اس آیت سے عیسائیوں کا استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ اس اعتراض کی سزا ہے کہ اصل کلام ہی دنیا سے مفقود ہوگیا۔

آیت ۶ - واصبر۔ یہاں سے ہجرت کے متعلق احکام ہیں کہ اس وقت آپکو کیا کرنا چاہیئے۔ اس آیت شریفہ سے صدیق اکبر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت نے انکو اپنے ساتھ رکھا معلوم ہوا کہ وہ غافل قلب والے نہ تھے ورنہ انکو ساتھ نہ رکھتے۔

آیت ۸ - یحلون۔ زیور دئے جائیں گے یہ ضروری نہیں کہ خود پہننے کیواسطے۔ دنیوی رنگ میں بھی یہ پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے مدینہ میں آئے جن میں اس قسم کے کپڑے اور زیور بھی تھے جو ان آیات میں مذکور ہوئے ہیں۔ عیسائی لوگ بہشت کے متعلق اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ بائبل میں خود بہشت کا ذکر ہے اور حضرت مسیح نے باغ کی تمثیل دی ہے جس کو مفصلہ ذیل مقامات میں دیکھنا چاہیئے۔ متی باب ۲۱ آیت ۳۳ مرقس باب ۱۲ آیت ۱۔ لوقا باب ۲۰ آیت ۹۔

مورخہ یکم مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

(سورہ کہف رکوع ۵ - پارہ ۱۵ رکوع ۱۷)

تمھید فرمایا اس رکوع میں جو تمثیل ہے وہ میں بشرح صدر اور یقین کامل کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ حضرت ابراہیم کی اولاد کی دو قوموں کے متعلق ہے یعنی بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل اول الذکر کو خدا تعالیٰ نے ملک کنعان کا باغ عطا کیا ان میں انبیاء بھیجے انہیں بادشاہ بنایا اور بڑے بڑے انعام ان پر کئے بجائے اس کے کہ وہ خدا کا شکر کرتے انہوں نے اپنے بھائی بنی اسمٰعیل اہل عرب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ اپنے خزانوں اور مال و دولت کے گھمنڈ میں آگئے۔ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اور زر کو معبود بنایا۔ انبیاء کے قتل کے درپے ہو گئے۔ انجیل میں بھی اس تمثیل کو لکھا ہے۔ چنانچہ متی باب ۲۱ آیت ۳۳ میں ہے۔ ایک اور تمثیل سنو ایک گھر کا مالک تھا جس نے انگورستان لگایا۔ اور اس کو چاروں طرف روندا اور اس کے بیچ کھود کے کولھو گاڑا اور برج بنایا اور باغبانوں کو سونپ کے آپ پردیس گیا اور جب میوے کا موسم قریب آیا اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس بھیجا کہ اس کا پھل لادیں۔ پران باغبانوں (بنی اسرائیل) نے اس کے نوکروں (انبیاء) کو پکڑ کے ایک کو پیٹا اور ایک کو مار ڈالا اور ایک کو پتھراؤ کیا پر اس نے اور نوکروں کو جو پہلوں سے بڑھ کر تھے بھیجا۔ انھوں نے ان کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا آخر اس نے اپنے بیٹے (حضرت مسیح) کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وے میرے بیٹے سے دبینگے۔ لیکن جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا آپس میں کہنے لگے (بنی اسرائیل کی نبوت کا آخری) وارث یہی ہے آؤ اسے مار ڈالیں کہ میراث ہماری ہو جاوے اور اسے پکڑ کر انگورستان کے باہر لے جاکر (اپنی طرف سے تو) قتل ہی کیا جب انگورستان کا مالک آویگا ان باغبانوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ وے اس سے بولے ہر ان بدوں کو بُری طرح مار ڈالیگا اور انگورستان کو اور باغبانوں کو سونپیگا جو اُسے موسم پر میوہ پہنچاویں۔ یسوع نے انھیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راجگیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا (عرب کیطرف اشارہ ہے) یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ

خدا کی بادشاہت (نبوت و نصرت آلہی) تم (بنی اسرائیل) سے لے لی جائیگی اور ایک قوم (بنی اسمٰعیل اہل عرب) کو جو اُس کے لئے میوے موسم پر (اب بھی ایام حج کو موسم کہتے ہیں) ادا کریگی دیجاوگی جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا پر جس پر وہ گرے اُسے پیس ڈالیگا؟

مذکورہ بالا عبارت انجیل میں خطوط وحدانی کے اندر جو الفاظ ہیں وہ تشریحاً و تفسیراً ہم نے لکھے ہیں۔ اناجیل کے مفسرین نے بھی اقرار کیا ہے کہ ان آیات میں بیٹے سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام اور پہلے باغبانوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ دیکھو تفسیر عمادالدین اور تفسیر پادری ہو صاحب وغیرہ۔

آیت ۱۔ رجلین۔ مراد بنی اسرائیل و بنی اسمٰعیل۔

لاحدھما۔ حضرت اسحٰق کی اولاد کی طرف اشارہ ہے۔

آیت ۴۔ ظالم۔ اپنے آپ مصیبت ڈال رہا تھا۔

ایک سبق اس رکوع شریف سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو نہیں چاہیئے۔ کہ کسی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔

مورخہ ۲ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۂ کہف رکوع ۶۔ پارہ ۱۵ رکوع ۱۸)

تمہید اس رکوع میں مخاطب یہود نہیں ہیں کیونکہ نہ تو وہ کوئی اتنے بڑے دولتمند ہیں اور نہ ملکوں کے مالک ہیں۔

اللہ تعالیٰ یہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اور آپ کی اُمت کو مخاطب کرتا ہے بلکہ خصوصیت سے مسلمان مثلاً بنو اُمیہ و بنو عباس مخاطب ہیں کہ اب تم اس باغ (ملک کنعان) کے مالک بننے والے ہو۔ دیکھو کوئی ایسا کام نہ کرنا۔ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی باعث ہو جائے۔

آیت ۱۔ ھشیماً۔ چُورا چورا۔ دنیا داروں کے پاس جب دنیا بہت جمع ہو جاتی ہے۔ تو وہ غالباً متکبر اور آخرکار غافل ہو جاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل اور آخر مفلس کر دیتا ہے۔ امراء کا یہ حال ہے کہ جس کے پاس کچھ روپیہ جمع ہو جائے وہ مسجد میں جانا ہتک عزت سمجھتا ہے۔ اور علماء اس کے نزدیک اذل ترین مخلوق ہوتے ہیں اس میں گو ان علماء دنیا طلب کا بھی قصور ہے۔ مگر امراء چاہیں تو علماء کے گروہ میں بہت اصلاح ہو سکتی ہے

آیت ۲۔ الباقیات الصالحات۔ اعمال صالحہ۔ نمازیں۔ سبحان اللہ۔ لا الہ الا اللہ۔ اللہ اکبر اور کل اعمال جو رضائے آلہی کے موجب ہیں۔

آیت ۳۔ جبال سے مراد بادشاہ اور بڑے بڑے سردار ہیں جو عذاب آلہی کے باعث ان کا نام و نشان مٹے۔ اور ظاہری پہاڑ بھی ہوں۔ تو کیا عجب ہے۔ آخر تمام مخلوق میں تغیر آ رہا ہے

آیت ۵۔ الکتاب۔ اعمالنامہ۔

المجرمین۔ جناب آلہی سے قطع تعلق کرنے والے لوگ۔

مشفقین۔ ڈرنے والے اس ملک میں چونکہ عربی زبان کا مذاق نہیں رہا اس واسطے عموماً غلطی میں شفیق کی بجائے مشفق کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

صغیرۃً و لا کبیرۃً۔ ہر ایک گناہ کا ایک ابتداء ہوتا ہے پھر اس کے مراتب تدریجی ترقی کے ہوتے ہیں۔ وہ صغیرہ ہیں اور ایک بدی کا انتہا ہے وہ کبیرہ ہے۔ مثلاً نظر بد صغیرہ ہے اور اس کا آخر نتیجہ زنا کبیرہ ہے۔

صوفیائے کرام نے مشاہدہ سے لکھا ہے کہ ارتکاب بدکاری کے بعد دل کے اُوپر ایک سیاہ دائرہ نظر آتا ہے جس سے ملائکہ نفرت کرتے ہیں اور شیطان محبت۔ پھر ایسے شخص کا تعلق آہستہ آہستہ شیاطین کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے اور وہ فاسق و فاجر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نیکی کے بعد ایک نورانی دائرہ دل کے گرد پیدا ہو جاتا ہے اور اسکو دیکھ کر ملائکہ اس دل والے سے محبت کرتے ہیں۔

مورخہ ۳ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۂ کہف رکوع ۷۔ پارہ پندرہ رکوع نمبر ۱۹)

تمہید اس سے پہلے رکوعوں میں دنیا کی زیب و زینت۔ صنعت اور ترقی کا ذکر ہے کہ لوگ اس میں پھنس کر دین سے اکثر غافل ہو جاتے ہیں اگر دنیا کو بالکل ترک کیا جائے تو بھی دین میں حرج ہوتا ہے اور ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ کے خلاف ہے۔ اس واسطے میانہ راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ ایک روایت میں ابلیس کے متعلق آیا ہے۔ کہ کان من خزّان الجنۃ۔ اس ملک میں بڑے خزانوں والا تھا۔ اسی کبریائی نے اسے ہلاک کر دیا ان آیات میں جو ذکر ہے اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

آیت ۱۔ اسجدوا۔ فرمانبرداری کرو۔ بہت سے فرشتوں کو یہ حکم ہوا تھا۔ ابلیس کو الگ حکم ہوا۔

آیت ۴۔ فظنوا۔ پس انہوں نے یقین کر لیا۔

مورخہ ۵ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

(سورۂ کہف رکوع ۸۔ پارہ ۱۵ رکوع نمبر ۲۰)

تمہید۔ عام رواج دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ پڑھے لکھے ہیں اور اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ جب وعظ میں ان کو کوئی نظیر دو۔ تو اس نظیر کو اپنے پر صادق نہیں آنے دیتے۔ مثلاً اگر کہا جاوے۔ فلانے نے بدی کی اور سزا پائی۔ تو کہتے ہیں کیا ہم وہ ہیں اگر نبی۔ ولی صحابی کا حوالہ دیں کہ انہوں نے ایسا کیا تم بھی ایسا کرو۔ تو کہتے ہیں ہم نبی ہیں یا ولی یا صحابی۔ پھر یا تو واعظ کو نادان قرار دیتے ہیں یا اپنی تحقیق پر خوش و خورم۔ مگر انبیاء سے بڑھ کر کون قول موجہ کے ساتھ سمجھانے والا ہے۔ آخر وہ بھی ارشاد فرماتے جاتے ہیں کوئی مانے یا نہ مانے۔

آیت ۱۔ صرفنا۔ ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں۔

من کل مثل۔ ہر ایک عمدہ بات۔

جدلاً۔ جھگڑنے میں۔ ایسے ہی لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کے کلمات بولے ہیں کہ ان ھذا الا بشر مثلکم۔ یہ تو ہمارے ہی جیسا ایک انسان ہے اور بس۔ یرید ان یتفضل علیکم۔ چاہتا ہے کہ تم پر بڑا آدمی بن جائے شاعر ہے۔ ساحر ہے۔ کاھن ہے۔ مجنون وغیرہ

بعض لوگ ہدایت سے ایسے بےنصیب ہوتے ہیں کہ جب انہیں کوئی نیکی کی راہ بتلائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم نبی ہیں یا ولی کہ ایسے کام کریں اور اگر بدی سے روکا جاوے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم فرعون ہیں۔ جو ہم کو ایسی نصیحت کی جاتی ہے اور بہرحال اپنی ہی رائے کو بڑا سمجھتے ہیں۔

آیت ۲۔ قبلاً۔ اس کے تین معنے ہیں (۱) فجارۃً اچانک (۲) قیاناً۔ ظاہر (۳) سامنے

مامنع الناس۔ کس چیز نے روکا۔ کیا مطلب۔ کسی چیز نے نہیں روکا اگر روکا ہے۔ تو ان کے شامت اعمال نے ہی روکا ہے عذاب جو اُنپر آنا تھا تو اب استغفار کیسے کریں۔

آیت ۳۔ مبشرین و منذرین۔ فرمانبرداروں کو بشارت دیتے ہیں اور نافرمانوں کو عذاب سے ڈراتے ہیں۔

لیدحضوا۔ گرادے۔ باطل کردے۔

آیت ۴۔ ذکرہ۔ یاد دلائی جاتی ہیں۔

اکنۃ۔ روک

ماقدمت یداہ۔ ہر شخص اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اور انصاف سے سوچے تو وہ اپنی قیمت آپ لگا سکتا ہے۔

آیت ۵۔ موعدٌ۔ وعدہ کا موقعہ ہے۔

موئلاً۔ جہاں آ کر جانا ہے۔

مورخہ ۶ ۔ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۵ رکوع نمبر ۲۱۔ سورہ کہف رکوع ۹)

تمہید کسی کتاب الٰہی کلام یا عظیم الشان شخص کی کسی بات کے معنے کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ جس موقعہ کی کلام ہو وہاں کی آب و ہوا اور اس قوم کے عادات اور حالات اور وہاں کے جغرافئے سے مفسر کو صحیح علم ہو ورنہ آیندہ آنے والی نسلوں کے واسطے ایک ابتلا انگیز غلطی کا اندیشہ اس مفسر کے بیان سے لگ جانے کا احتمال ہے۔ مثلاً ایک کتاب حدائق العشاق میں لکھا ہے کہ ایک شخص جہاز پر سوار تھا۔ کار قضاء جہاز ڈوب گیا وہ شخص ایک تختہ پر چپٹ رہا اور تختہ رفتہ رفتہ کشمیر میں جا لگا۔ آج جغرافیہ دان اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ سمندر میں جہاز کہاں اور کشمیر کہاں۔ ایسا ہی اس رکوع میں مجمع البحرین کے متعلق بھی بعض نے لکھا ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں روم اور فارس کے دریا ملتے ہیں۔ حالانکہ ایسی کوئی جگہ ان ممالک میں نہیں۔ جہاں تک میں نے اس معاملہ میں غور کیا ہے۔ مجمع البحرین یا تو وہ مقام ہے۔ جہاں نیل ارزق اور نیل ابیض باہم ملتے ہیں۔ مصر میں ایک شہر خرطوم نام مشہور ہے اس کے قریب ایک جگہ سنار نام ہے۔ یہاں دریائے نیل کی دو شاخیں ملتی ہیں اسی مقام کا نام مجمع البحرین ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا قیام فرعون کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے مصر میں ہی تھا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا تھا۔ کہ ھل اعلم منک۔ کیا تجھسے بڑا بھی کوئی آدمی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک ہے۔ اس پر حضرت موسےٰ نے عرض کی

کہ کیف لی السبیل الیٰ لقیہ۔ اس سے ملاقات کی کیا راہ ہے۔ حکم ہوا کہ ایک مچھلی لے لو۔ اپنے جوان مخلص یوشع کو ساتھ لیا اور حکم تھا جہاں مچھلی گم ہو گی وہاں وہ ملے گا۔ یہ ایک نشانی تھی۔

آیت ۱۔ لا ابرح۔ نہیں ٹلوں گا نہ رکوں گا۔

حقباً۔ اس لفظ حقب کے تین معنے آتے ہیں۔ ایک برس۔ ستر برس۔ اسّی برس مُدّت دراز پر بھی بولتے ہیں۔

صوفیاء نے اس سے ایک نکتہ نکالا ہے کہ ایک ہی مدرسہ میں پڑھنے سے انسان کے خیالات میں وسعت نہیں ہوتی۔ میں بھی پسند کرتا ہوں کہ آدمی چل پھر کر دیکھے۔ کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ علم حدیث کے پڑھنے سے بھی بہت سے دینی معلومات بڑھتے ہیں اور مختلف مشائخ کی صحبت سے اس کے فہم میں مدد ملتی ہے۔

آیت ۲۔ نسیا حوتہما۔ دونوں سے نسبت کی ہے۔ حالانکہ مچھلی صرف یوشع کے پاس تھی۔ عربی میں ایسا آجاتا ہے۔ جیساکہ صفت فلو بکمالہ قلبا کما تبین فرمایا۔

سرباً۔ چلا جانا۔

آیت ۳۔ نصباً۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ ما وجد النصباً الا اذا جاوزا تکان اس وقت معلوم ہوا۔ جب کہ اصل مقصد کی جگہ سے آگے چل پڑے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کے نور فراست پر دلیل ہے۔

آیت ۴۔ ارأیت۔ آپکو خبر بھی ہے۔

عجباً۔ عجیب بات ہے (جُدا کلمہ ہے) یا یہ کہ مچھلی کا گم ہو جانا ایک عجیب بات ہے۔

انسانیہُ۔ صرفی نکتہ ہے۔ کہ ضمیر غائب کے ماقبل زیر یا ی ہو تو ہ پر زیر ہوتی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو پیش۔

اس جگہ اعتراض کیا گیا ہے۔ جس کا جواب یہ ہے کہ جہاں توجہ دلانی مقصود ہو یا کسی کی تقبیح وہاں غیر فصیح الفاظ لاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں شیطان کی تقبیح مطلوب ہے۔

فائدہ۔ آجکل لوگ نسیان کی بہت شکایت کرتے ہیں۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں ؎

شکوتُ الی وکیع سوء حفظی
فاوصانی الی ترک المعاصی
فان الحفظ فضل من الٰہ
وفضل اللہ لا یُعطیٰ لعاصی

ترجمہ۔ میں نے وکیع کے آگے حافظہ کی خرابی کی شکائت کی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ گناہوں کو ترک کرو۔ کیونکہ حافظہ خداتعالیٰ کا فضل ہے اور فضل گناہگار کو نہیں ملتا۔

آیت ۶۔ من لدنا علماً۔ وہی علم جو خدا کی طرف سے اس کے خاص بندوں کو

ہے۔ جیساکہ اس گاؤں میں رہنے والے ایک شخص کو بغیر اس کے کہ اُس نے سفر کیا ہو یا کسی اُستاد کی شاگردی کی ہو یا کسی پیر کی مُریدی کی ہو اللہ تعالیٰ نے خود ہی وُہ معانی علوم پڑھا دئے۔

آیت ۷۔ هَلْ اَتَّبِعُكَ ۔ یہ حصول علم کے واسطے طریق ادب کے ساتھ سوال کیا گیا۔

آیت ۸۔ لن تستطیع ۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ آپ نے بادشاہ کے گھر میں پرورش پائی ہے اور مزاج شاہانہ ہے صبر کے رنگ میں میرے ساتھ رہنا مشکل ہوگا۔

آیت ۱۱۔ لا تسئلنی ۔ اس میں ایک ادب سکھایا ہے۔

میں نے اس ایک فقرے سے بہت بڑا فیض پایا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے سامنے کبھی سوال کرنے میں میں تقدیم نہ کرتا تھا۔

مورخہ ۷ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ پندرہ رکوع آخر سورہ کہف رکوع ۱۰)

آیت ۱۔ خرقها ۔ اُسے توڑ دیا۔

امراً ۔ بہت بڑی بات ۔ خطرناک۔

آیت ۳۔ بما نسیت ۔ اس لئے کہ میں بھول گیا۔

آیت ۴۔ غلماً ۔ جوان ۔ طرّ شارب ۔ جس کی مونچھیں بڑی بڑی ہوا سے ہلتی ہوں۔

زکیۃ ۔ بے قصور۔

فقتلہ ۔ مار ڈالا اُس کو۔

یہاں پارہ پندرہویں (۱۵) کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد للہ رب العالمین

حضرۃ خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ سولھواں

رکوع نمبر ۱

سورۂ کہف رکوع نمبر ۱۰

آیت ۴ - تاویل - حقیقت

آیت ۶ - یرھقھما - ان دونوں کے نسے مڑھ دوے۔

اس بیان میں تین باتوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا ہے کشتی کے توڑنے پر۔ لڑکے کے قتل پر۔ بے مزدوری لینے کے دیوار بنانے پر۔ حالانکہ یہ تینوں واقعات خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر میں ہو چکے ہیں۔ لتغرق - کا اگر کوئی خوف تھا۔ تو کیا موسیٰ کی ماں نے خود موسیٰ کو دریا میں نہیں بہا دیا تھا۔ کیا دریا میں بہا دینے سے حضرت موسیٰ غرق ہو گئے تھے۔ اس کے بعد فرعون کے وقت خود حضرت موسیٰ نے ساری قوم کو دریا میں ڈال دیا تھا۔ جہاں بظاہر غرق آب ہو جانے کا خوف تھا۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ نے مدین میں کنوئیں پر عورتوں کو پانی پلایا اور بغیر کسی مزدوری لینے کے خود ہی ان کا کام کر دیا۔ پھر قبطی کے قتل کے وقت اور بعد ازاں قاسطین کے قتل کے وقت ایک جان کو بلا وجہ مار دیا تھا۔

دراصل یہ بیان گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معراج کا ہے۔ اس معراج میں وہ عبد بطور ایک فرشتے کے ساتھ تھے اور راہ کے خضر تھے اور یہ سب باتیں آئندہ واقعات کا بیان کرتی ہیں۔ ان میں سمجھایا گیا۔ کہ تمہیں ایک ظالم بادشاہ کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے گا اور اس سے اور اس کے لشکر سے بچنے کے واسطے تمہیں دریا عبور کرنا پڑے گا اور پھر جنگ کرنی پڑے گی جس میں بہتوں کو قتل کرنا ہوگا۔

دیوار کا معاملہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ البرکات والسلام ایک صالح نبی تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک نبی اسحٰق۔ ایک نبی اسمٰعیل۔ حضرت ابراہیم کے دین کو لوگوں نے جب خراب کر دیا۔ تو وہ دیوار ان کی گرنے کو تھی۔ اس کی حفاظت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے دو نبی بھیج دئیے۔ حضرت موسیٰ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اس دیوار کو اٹھانے والے تھے اور اس طرح وہ پاک تعلیمات کا خزانہ محفوظ رہا۔

اس واقعہ کے معراج ہونے کی اس بات سے بھی تائید ہوتی ہے۔ کہ یہودیوں میں اب تک ایک پرانی کتاب چلی آتی ہے۔ جس کا نام ہے۔ معراج موسیٰ۔ اس میں جس فرشتے کو حضرت موسیٰ کا راہبر بنایا جاتا ہے۔ اس کا نام خضر لکھا ہے (دیکھو انسائیکلوپیڈیا ببلیکا۔ حروف موسیٰ۔ دا کے پیس)

فائدہ - حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی معراج میں آئندہ کے واقعات بتلائے گئے تھے۔ مگر حضرت موسےٰ تو درمیان میں بول پڑے اس واسطے سلسلہ لمبا نہ چلا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر سے کام لیا۔ اس واسطے بہت سے نظارے قدرت دیکھے۔

نکتۂ معرفت - ان آیات میں جہاں کسی عیب کا ذکر ہے وہاں صیغہ واحد متکلم کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً اردت۔ میں نے ارادہ کیا اور جہاں عیب و صواب ملا ہے۔ وہاں فرمایا۔ اردنا۔ اور جہاں بالکل خوبی ہی خوبی ہے۔ وہاں کہا ہے۔ اراد ربک۔ تیرے رب نے ایسا ارادہ کیا ہے۔ اس میں ایک طریق ادب سکھایا ہے۔ حضرت ابراہیم کا بھی یہی طریق عمل ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ واذا مرضتُ فھو یشفین۔ جب میں بیمار ہوتا ہوں۔ تو وہ اللہ تعالےٰ مجھے شفا دیتا ہے۔ مرض کو اپنی طرف نسبت کیا اور شفا کو اللہ تعالیٰ کی طرف۔ یہ طریق ادب طریق انبیاء ہے۔

۱۰ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۶ - رکوع ۲

(سورۂ کہف رکوع ۱۱)

تمہید جیسا میں نے کامل یقین سے بلا کسی تردد کے اصحاب کہف کا ذکر کیا تھا کہ وہ کون ہیں اس سے بھی بڑھ چڑھ کر یقین کے ساتھ میں تمہیں ذوالقرنین کا حال سناتا ہوں۔ ان آیات میں یہود اور مجوسی دونوں کو ملزم ٹھہرایا گیا ہے۔ حضرت نبی کریم کی نبوت کی مفصل پیشگوئی بائیبل۔ دانیال نبی کی کتاب میں ہے۔ اس کے باب ۸ آیت ۴ کو ملاحظہ کرو۔ اس میں دو سینگ والے ایک مینڈھے کا ذکر ہے۔ جو پورب پچھم میں اپنا سر مارتا تھا: - پھر ایک سینگ والا بکرا آیا ہے۔ جس نے دو سینگ والے کو ٹکر مار کر پاش پاش کر دیا۔ اس کے بعد گیارہ سینگ والے کا ذکر ہے۔ جس میں نبی کریم کی آمد آمد ہے۔ یہ سب حضرت دانیال کا کشف تھا۔ یہود نے اس کے متعلق سوال کیا تھا کہ وہ سینگ والے بکرے کا جو ذکر توریت میں ہے اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔

آیت ۴ - مکنّا لہ - طاقت دی تھی۔ قرن کے معنے طاقت کے ہیں۔ سورج کے متعلق حدیث میں آیا ہے۔ فانہ یطلع بین قرنی الشیطان۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ سورج کی طلوع کے وقت عبادت اس واسطے منع ہے۔ کہ اس وقت سورج کی پرستش کی شیطنت کا زور آتا ہے۔

میدو فارس کی طاقتوں کے مجموعہ کا نام قرنین ہے۔

مجھے بہت افسوس ہے۔ کہ بہت سے لوگوں نے سینگوں کے متعلق بے ہودہ بحث کی ہے کہ وہ سونے کے تھے یا چاندی کے۔ بعض نے ذوالقرنین سکندر رومی کو قرار دیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ اس کے ہاتھ سے میدو فارس کی سلطنتیں تباہ ہوئیں۔ اسے ایک سینگ کا مینڈھا کہا گیا

آیت ۴۔ من کل شیءٍ سبباً۔ ہر ایک علم جو اس وقت اس کی سلطنت کے مناسب حال تھا۔

آیت ۵۔ فاتبع سبباً۔ منازل الارض پڑاؤ۔ میلوں کے نشان کے مطابق چلا۔

آیت ۶۔ فی عینٍ حمئۃٍ۔ بحیرۂ کیسپین جس میں شہور والدلدل ہیں۔

مغرب الشمس۔ اس ملک کے لحاظ سے سورج کے ڈوبنے کی وہ جگہ تھی۔ جیسے لکھنؤ وغیرہ کے علاقہ کو ممالک مغربی و شمالی اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ جب یہ نام رکھا گیا اس وقت یہ صوبہ علاقۂ انگریزی کے مغرب و شمال میں تھا۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ سارے جہان کا مغرب و شمال وہی تھے۔

وجدھا۔ اس نے ایسا پایا۔ بشری آنکھ سے اسے ایسا نظر آیا۔ نہ کہ فی الحقیقت ایسا تھا۔

ذی القرنین۔ وہی جو میدو فارس کی سلطنتوں کا مورث اعلیٰ تھا۔ اسکا نام خالباً یسر۔

آیت ۷۔ یسراً۔ خوش اسلوبی سے۔

آیت ۸۔ مطلع الشمس۔ مشرقی حدود۔ سلطنت بلوچستان۔

من دونہا ستراً۔ مکان نہیں بناتے تھے۔ کہ دھوپ سے بچ سکیں۔ یکھی وا‌س لوگ تھے۔

کیقباد ایک شخص گزرا ہے۔ اس کی سرحد میں بلوچستان بھی تھا۔ یہاں اس نے غالباً عمارتوں کا خیال کیا ہے۔ ایک مورخ نے لکھا ہے۔ کہ سائیرس مکران تک پہونچ گیا تھا۔ جہاں لوگ غاروں میں رہتے تھے۔

آیت ۱۰۔ بین السدین۔ پہلے لوگ اپنے شہروں کی حفاظت میں دیواروں سے کام لیتے تھے جس کو فصیل شہر کہتے ہیں۔ لاہور میں بھی فصیل تھی۔ امرتسر کے گرد بھی فصیل و خندق تھی۔ غرض یہ عام دستور تھا۔ اس کے وسیلے سے دشمن سے بچے رہتے۔ کیونکہ آجکل کے یہ خوفناک ہتھیار ان دنوں میں نہ تھے۔

لا یکادون یفقہون قولاً۔ ان کی بولی میدو فارس کے لوگ اچھی طرح نہ سمجھ سکتے تھے۔

آیت ۱۱۔ سداً۔ پہلی یہ فصیل آرمینیا اور آذربائیجان کے درمیان بنائی گئی۔ ۳۰ میل کے قریب جگہ ہے۔ جس سے ملک کو بہت امن ہو گیا۔ پھر وہاں کی چوٹیوں پر ایسی دیوار کھینچی گئی۔ پھر سمرقند کے قریب بھی ایسی دیوار ہے۔ پھر چین کے لوگوں نے وہ بڑی دیوار بنائی جو مشہور ہے۔ سب یاجوج ماجوج کے حملے سے بچنے کے لئے بنائی گئی تھیں۔

یاجوج ماجوج۔ خدا نے انشراح صدر سے مجھے یقین دلایا ہے کہ یہ وہ قوم ہے۔ جو بحر اسود کے شمال تک رہتی تھی۔ گاتھ۔ نارمن۔ وزی گاتھ۔ سیکسن۔ یہ لوگ جرمن فرانس۔ انگلینڈ وغیرہ ممالک میں جا کر آباد ہوئے۔

ترکوں کی نسبت لکھا ہے۔ اترکوا الترک۔ ان کو ترک اس لئے کہتے ہیں۔ کہ

ترکوا من یاجوج ماجوج۔ انہوں نے شاہان فارس سے معاہدہ کر لیا تھا کہ تمہارے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کریں گے۔ ہمیں یہیں رہنے دو۔ بائیبل کی کتاب حزقیل باب ۳۸ میں یاجوج ماجوج کا ذکر ہے۔ ماجوج جزائر میں رہنے والے لوگ ہیں۔ ماجوج۔ ماسکو اور ٹوبالسک کا سردار ہے۔

ایک دفعہ میرا ایک دوست لنڈن گیا۔ میں نے فرمائش کی کہ وہاں کی سب سے پرانی یادگار کا پتہ لگاوے۔ چنانچہ اس نے تحقیقات کی۔ تو اسے دو بُت دکھلائے گئے۔ جو یاجوج ماجوج کے تھے۔ اور اسے بتلایا گیا۔ کہ اس ملک کی سب سے پرانی یادگار تاریخی یہی ہے۔

حضرت حزقیل کی کتاب میں تصریح سے لکھا ہے کہ جزائر میں ... ... رہنے والے ماجوج ہیں۔ اس لئے بھی ان کو یہ نام دیا گیا۔ کہ وہ آگ کی پرستش کرتے یا آگ سے بہت کام لیتے۔

آرمینیا اور آذربائیجان کی دیوار کا ذکر تفسیر بیضاوی میں بھی ہے۔ یورال کی دیوار کا ذکر ابن خلدون میں لکھا ہے۔ چین کی دیوار کا ذکر مفسرین نے کیا ہے۔

آیت ۱۲۔ ردماً۔ بڑی روک کی تجویز کرتے ہوئے کیقباد نے جو دیوار بنائی۔ اس گاؤں کا نام ہواس تھا۔ بقے بنائے تھے۔

آیت ۱۳۔ زبر الحدید۔ یہ لوہے دروازوں کے لئے تھا۔ اور تانبا اس لئے لگایا کہ مٹی نہ کھائے۔

آیت ۱۶۔ دکاءً۔ ریزہ ریزہ۔ چنانچہ اس زمانہ میں وہ دیواریں کسی کام کی نہ رہیں۔ جنگی حالات اور ان سے حفاظت کا طرز و طریق ہی بدل گیا ہے۔

آیت ۱۷۔ نفخ فی الصور۔ ایک بگل بجایا جائے گا۔ اور قومیں آپس میں لڑیں گی۔

جمعنٰہم۔ ہم ان کے درمیان ایک بڑی لڑائی کرا دیں گے۔

آیت ۱۸۔ عرضنا جہنم۔ دوزخ سامنے ہوگی۔ یہ پیشگوئی ہے کہ اس وقت جنگ اسلحہ آتشبازی سے ہوگی۔

آیت ۱۹۔ فی غطاءٍ عن ذکری۔ دانیال کتاب میں پیشگوئی صاف ہے۔ مگر ان کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔

۱۴ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۶ رکوع ۳

(سورۂ کہف رکوع ۱۲)

تمہید۔ جس طرح حدیثوں میں ثابت ہے کہ سورہ کہف کی ابتدائی آیتوں کا پڑھنا فتن دجال سے نجات کا موجب ہے۔ اسی طرح آخری آیات کا پڑھنا بھی فتن دجال سے نجات کا موجب ہے۔ اس لئے پھر غور کرو۔ کہ جن کا سورہ کے ابتدا میں ذکر ہے۔ انہی کا انتہا میں ہے یا نہیں۔ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دجال کون ہے اور اس کے صفات کیا ہیں۔

آیت ۱۔ من دونی۔ مجھے چھوڑ کر۔

اولیاء۔ والی۔ چنانچہ بعض لوگوں نے مسیح کو والی قرار دیا۔

آیت ۳۔ ضلّ۔ مستہلک ہو گئیں۔ دیکھو کس قدر ایجادیں ہو رہی ہیں۔ مگر وہ تمام جسمانی راحتوں کے متعلق ہیں۔ روحانیات سے بہرہ نہیں۔ ان کی ساری کوششیں اس دنیا کی زندگی میں خرچ ہو گئی ہیں۔ میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم روپیہ جمع کرنے کا خیال چھوڑ دو۔ کہ اس کا انجام سوائے دکھ و مشکلات کے نہیں۔

یحسنون صنعاً۔ اس قوم نے کاریگری کو رونق دیا ہے۔ کہ یاد رہے شاید یہ ہماری پیشہ کیسا ذلیل تھا۔ مگر دانے پیسنے کی کلوں نے اسے کیسا معزز بنا دیا۔ کہ آج ملّر لوگ بڑے معزز امرا اور راجے مہاراجے کہلاتے ہیں۔ لوہار بھی کمین ہی سمجھے جاتے تھے۔ مگر اب تو

جواعر۔ از واکرام آمین ورکس وائے رکھتے ہیں وہ ظاہر ہے۔

جناحی۔ جامون کے سپرد تہی۔ مگر اب تو سرحن کہلاتے ہیں۔ جولاہے بھی ذلیل تھے مگر اب تو یہ پیشہ ایسا معزز ہوا۔ کہ ملکون کو خرید سکتے ہیں (لاہور میں رائے میلا رام صاحب اگر ہندی لفظ کا استعمال ان کے واسطے جائز ہو۔ تو جولاہے ہی ہیں۔ ایڈیٹر)

یہ سب آیات اشارہ کرتی ہیں کہ دجال ایک کاریگرون کی قوم کا نام ہے۔

آیت ۴۔ وزنا۔ ان کے اعمال کو ترازو میں تولنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ سب کچھ اس دنیا میں لے چکے۔ انہون نے ابتدا کے واسطے کوئی میزان بقایا نہیں چھوڑا۔ کریڈیٹ بیلنس credits Balance ان کے نام کوئی نہیں۔ سب لے چکے۔ باقی کیا ہے۔ جس کیواسطے حساب دیکھا جاوے۔ یا بیلانس Balance کی پڑتال کی جاوے۔ اڈیٹر)

یہان سورۂ کہف کے نوٹ ختم ہوئے

۱۵ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۶۔ رکوع نمبر ۴

آغاز سورۂ مریم رکوع اول

آیت ۱۔ کھیعص۔ اسمائے الہی۔ کریم۔ ہادی۔ یجیر و لا یجار علیہ۔ (عالم۔ عزیز۔ عادل) کی طرف ان حروف میں اشارہ ہے۔ [illegible] الوعد ہے۔ نیز ان آیت میں انبیا کہو ذکر ہے ذکریا۔ ہود۔ ادریس۔ اسماعیل اور ان سے مراد صداقت انبیا ہے۔

عراق عجم۔ عراق عرب۔ عرب اور شام کے انبیاء کا تذکرہ ہے۔

آیت ۲۔ رحمت ربک۔ کتنے لوگ ہیں جن کے ان اولاد ہے۔ گمان کا خیال اس طرف نہیں جاتا۔ کہ یہ ان کے رب کی رحمت ہے۔

آیت ۳۔ خفیا۔ چلاکر۔ دعا کرتے چلا اٹھا۔

آیت ۴۔ قال رب۔ دعا کا طریق بتلایا ہے۔ وھن العظم۔ کہا ہے کہ ستر سے کچھ زیادہ عمر ہوگئی تہی۔ بس میری عمر کے برابر ہان ہے۔ وہن کے معنے ضعیف ہوگئیں پتلیاں ہو گئیں۔

شقیا۔ ناکام۔

آیت ۵۔ خفت الموالی۔ قوم میں کوئی نیک نظر نہین آتا۔

آیت ۶۔ یرثنی۔ وہ علم وہ نبوت جو تونے مجھے اور ہمارے آباواجداد کو بخشی ہے۔ ان کا وارث بنے

آیت ۷۔ بغلام۔ لڑکا جو تیرے سامنے ہی جوان بھی ہوگا۔

یحیی۔ اس میں اشارہ ہے۔ کہ احیاہ اللہ۔ بالایمان۔ ایمان کے ساتھ لمبی زندگی پائے

آیت ۸۔ انی یکون لی غلام۔ یہ کلمہ یاس نہین کہ خدا تعالیٰ فرما چکا ہے۔ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون۔ بلکہ یہ دعا کو عاجزانہ بنانے کا رنگ ہے۔

وقد بلغت من الکبر۔ یعنے نکاح ثانی بھی اب نہین ہو سکتا۔

عتیا۔ اس حد سے آگے جو صحبت کے لائق ہو۔

آیت ۱۰۔ لا تکلم الناس۔ باتین چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر و تسبیح سے خاص قسم کی قوت بڑھ جاتی ہے۔

آیت ۱۱۔ محراب۔ لڑائی کا ہتھیار۔ عبادت گاہ۔

اوحی۔ جلدی جلدی یہ بات کہی۔

آیت ۱۲۔ یٰیحییٰ۔ درمیانی بات چھوڑ کر کہ قرآن مجید قصے نہین کہتا۔

حکم۔ حکمت کی بات۔

صبیا۔ چھوٹا ہی تہا کہ دانائی کی باتین کرتا۔

آیت ۱۴۔ جبارا۔ بگاڑ کرنے والا۔

آیت ۱۵۔ ویوم یموت۔ دیکھئے یہ مقام مضارع ہے اور قابل یادداشت یحییٰ اموات میں داخل ہے اور اسے یموت فرمایا۔

۱۶۔ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۶ رکوع نمبر ۵)

سورہ مریم رکوع ۲

تمہید ناامیدون کو امیدین دلانے والا ہے۔ حضرت زکریا کی طرح مریم کا حال تہا۔ اسی طرح مکہ میں مدت سے بت پرستی کا ندر رہا۔ کہاں امید ہوسکتی تہی۔ کہ وہان ایک نبی پیدا ہوگا یسعیاہ نبی کی کتاب میں فرمایا ہے کہ بس [illegible] روز گار [illegible] ہوا اسی طرح کہ کا حال ہے۔ مگر میں خاوند والی سے زیادہ بہاگ لگاؤنگا۔ اپنے درجے شہر عروس البلاد کہلاتے ہیں۔ اسی طرح یسعیاہ کی ۴۲ - ۴ ۵ کی ۷ بابون میں فرمایا ہے اور ایک نبی کے ذریعہ سے عرب کی روحانی ترقی کی پیشگوئی کی ہے۔

آیت ۱۔ انتبذت۔ الگ ہوئین تنہا ہوئین۔ نکلین۔ جن میں تہین ان سے الگ ہوئین شرقیا۔ شرقی کے معنے واسعا۔ فصیحا۔ بہت لفظون میں پائے جاتے ہیں کیونکہ تنگ مکانون میں دہوپ کہل کر نہین پڑتی۔ پس شرقی وہ مکان ہے۔ جس پر سورج اشراق کرتا ہو۔

آیت ۲۔ من دونہم حجابا۔ ان لوگون سے کوئی تعلق نہ رکہا یعنے یہ الگ ہو گئین روحنا۔ ہمارا کلام۔ چنانچہ بہت فرشتون کے ذریعے یہ کلام پہونچا اس لئے آ فرمایا۔ واذ قالت الملائکۃ ان اللہ یبشرک۔

فتمثل۔ جبرئیل کا تمثل نبی کریم کے سامنے ہی آیا۔

آیت ۶۔ کذلک۔ یہ بات بھی سچ ہے اور خدا کا کلام بھی سچ۔

مقضیا۔ حکم جاری ہوا ہے۔

مکانا قصیا۔ تفسیرون میں لکہا ہے کہ وہ مصر تہا۔ ابن جریر میں بھی اس کا ذکر ہے۔

نسیا منسیا۔ میں ترک کردی جاتی۔ حالت اضطرار میں کلمہ موہنہ سے نکلا۔

آیت ۹۔ سریا۔ چشمہ۔ چھوٹی نہر۔ سری سردار کو بھی کہتے ہیں۔

آیت ۱۲۔ فانت بہ۔ مصر میں بہت مدت رہے پھر وہاں سے کنعان میں آئے۔

نخلہ۔ اہالیاں جس اونٹ پر تھیں۔ پیچھے بہ تھیں اور آگے وہ۔ جیسا کہ پارہ ۱۰ رکوع ۱۲ میں ہے۔ اذا ما اتوک لتحملہم قلت لا اجد ما احملکم علیہ۔ اس وقت حضرت عیسےٰ کو نبوت مل چکی تھی۔

فریًا۔ یہ فقرہ ذم کا بھی ہے اور مدح کا بھی۔ تو گویا لوگوں نے کہا کہ بہت عجیب لڑکا لائی ہو۔ کیوں نہ ہو باپ ماں جو نیک تھے۔

آیت ۱۲۔ ھٰرون۔ قوم کے بزرگ کے نام پر لوگوں کے نام ہوتے ہیں۔ جیسے گیلانی سید خواہ وہ پشتوں سے پنجابی ہوں۔

آیت ۱۴۔ کان فی المھد۔ یہود علماء بڑے بڑے آدمی تھے۔ حقارت سے کہا یہ کل کا لونڈا ہے اس سے کیا باتیں کریں۔

آیت ۱۵۔ اٰتانی الکتب۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ (عیسیٰ) کو نبوت مل چکی تھی۔ کتاب سے مراد توریت ہے۔ توریت کا علم عطا ہوا۔

آیت ۱۶۔ اینما کنت۔ یہ اشارہ ہے اس طرف کہ آپ کو بہت سے ملکوں میں سیر کرنا تھا۔ مصر۔ کنعان۔ کشمیر وغیرہ۔

قصہ لکھا ہے کہ یحییٰ کو آپ نے فرمایا کہ میرے لئے دعا کرو۔ آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے اچھے ہو۔ مسیح نے کہا کہ میں نے سلامتی کا دعوےٰ تو آپ کیا ہے والسلام علیّ۔ مگر تیرے لئے خدا نے سلامٌ علیہ فرمایا۔ اس لئے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ یہ صوفیاء کا ذوقی لطیفہ ہے۔

آیت ۲۰۔ سبحٰنہ۔ یہ ایک دلیل ہے کہ بے جرم کو پکڑنا اور مجرم کو چھوڑنا سبحانیت کے خلاف ہے۔ اس میں عیسائی کفارہ ہے۔

آیت ۲۵۔ نرث الارض۔ تمام سلطنتوں اور جلد طلوع کی ملک پر غور کرنے والے اس آیت پر غور کریں۔

۱۷۔ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۶ رکوع ۶

سورہ مریم رکوع ۳

تمہید حضرت ابراہیم کی زندگی مومنوں کے لئے نہایت عمدہ اسوہ حسنہ ہے۔ یعنی ماکولات پوشاک۔ قطع وضع۔ خصائل فطری۔ عزت۔ مقبولیت عامہ۔ ذکر خیر۔ انہی تعداد آپ ہی تھے۔ اس تمام کامیابی کا گر بتایا ہے کہ ابراہیم صدیق نبیا تھے کہ اور نہ امتحان تا مانے گئے ہیں۔ ہر مضبوط کام جس کا نتیجہ عمدہ ہو اسے عرب صدق کہتے ہیں۔

آیت ۱۔ واذکر۔ اس کتاب میں حضرت ابراہیم کا ذکر کر دو۔ حضرت ابراہیم کو سچ بہت تھے۔

آیت ۲۔ اب۔ چچا۔

آیت ۳۔ لم تعبد۔ شمس کی۔ چندرما کی۔ مرکزی کی پرستش کی جاتی ہے۔ پھر ان سے اتر کر ان ہیکلوں میں۔

مالا یسمع ولا یبصر۔ مسلمانوں میں بھی لوگ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للّٰہ پڑھتے ہیں یہ باتیں کچھ نفع نہیں ہو سکتیں۔

آیت ۴۔ سویًا۔ ہر ایک طرح کی افراط و تفریط سے بچی ہوئی راہ۔

آیت ۶۔ الشیطٰن ولیًا۔ پہلے آدمی خود بدی کرتا ہے۔ تب خبیث روحیں (شیطان) اس کے یار و آشنا بن جاتے ہیں۔

آیت ۷۔ لارجمنّک۔ سنگسار کرنا ترجمہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ میں تجھے گالی دونگا۔ یہاں جو ترجمہ لکھا ہے۔ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ یہ معنے صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین نے نہیں کئے۔

ملیًا۔ (۱) سو تا سلیمًا۔

آیت ۸۔ قال سلٰمٌ علیک۔ دیکھو کیسی شستہ زبانی اور خوش بیانی ہے۔ باوجود مباحثہ کے ایک دوسرے کا ادب ملحوظ رہا ہے۔

آیت ۹۔ فلما اعتزلہم۔ ملک شام میں چلے گئے ان سے الگ ہو گئے۔

۲۰۔ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

پارہ سولھواں رکوع نمبر ۷

سورۂ مریم رکوع نمبر ۴

تمہید حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اولاد ابراہیم میں حضرت موسیٰ سے خصوصیت کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے ان کا ذکر خاص غور کے قابل ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس مشابہت کا ذکر فرمایا۔ مثلاً رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ (۲) فاٰمن علی مثلہ واستکبرتم (۳) ان یؤتیٰ احدٌ مثل ما اوتیتم۔ اس مشابہت کا ذکر اس لئے فرمایا۔ تا عیسائی و یہودی اپنے مانے ہوئے رسول حضرت موسےٰ کے معیار صداقت پر اس نبی کو پرکھ لیں۔

آیت ۱۔ واذکر۔ اس کتاب (قرآن شریف) میں حضرت موسےٰ کا ذکر لوگوں کو سناؤ۔

کان مخلصًا۔ حضرت نبی کریم کے اخلاص کا ذکر بھی ایک جگہ فرمایا ہے۔ دنیٰ۔ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔

عرب میں ایک رسم ہے۔ جو دو دوست بننا چاہتے ہیں۔ تو عمائد کو جمع کر کے اپنی اپنی کمانیں ملاتے اور اس میں ایک تیر رکھتے۔ یہ اسبات کی طرف اشارہ تھا۔ جو تمہارا دوست ہمارا دوست۔ جو تمہارا دشمن وہ ہمارا دشمن۔

جناب الٰہی سے بھی تعلقات اخلاص ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے مخلصین کے لئے خدا تعالےٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے۔ کہ اے ابن آدم اگر تو میری طرف چل کر آئے۔ تو میں دوڑ کر آؤں۔ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی مخلص دنیا میں بھی ایسی مشکلات میں پڑا ہو۔ جن کا انجام اس کے حق میں برا ہو۔

آیت ۲۔ الایمن۔ بائیں۔ برکت والی۔

نجیًا۔ بلند مقام پر پہنچنے والا۔ بہت پیار کی مخفی باتیں کیں۔

(اس قرآن مترجم پر ایک حاشیہ ہے اس کو میں نے کاٹ دیا۔ کیونکہ اس مترجم کو یہ وہم ہوا ہے کہ کلام بغیر وساطت فرشتہ ہوئی۔ حالانکہ سب الہامی وحی وہی ہے جو فرشتوں کے ساتھ ہی آتا۔ کلام حجاب ہوتا ہے۔ کو فرشتے بھی ہوں۔

آیت ۳۔ اخاہ ھٰرون نبیًا۔ اخوت باعث برکات کا موجب ہے۔ جن کے بھائی نہیں ہوتے خواب میں ان کے بازو کٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے بعض فیضان جماعت و اخوۃ

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس القرآن شریف سے نوٹ

پارہ سولھواں
رکوع ۷
سورۂ مریم رکوع ۴
(گزشتہ سے پیوستہ)

کے ساتھ خاص ہیں کہ بغیر اس اذن کے وہ نازل ہی نہیں ہو سکتے۔

ہمارے حضرت صاحب بھی کئی مضامین کو بغیر حکم کے لکھتے تھے۔

آیت ۴۔ صادق الوعد۔ یہاں ایک روایت لکھی ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں آتا ہوں آپ یہاں ٹھہرو۔ آپ نے کہا اچھا۔ ایک سال تک کھڑے رہے۔ یہ جھوٹی روایت ہے کیا وہ نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

آیت ۵۔ کان یامر اھلہ۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ واصطبر علیہا مطلب یہ ہے کہ قسم قسم پیرایوں میں کہتا ہی چلا جاوے۔

آیت ۷۔ ادریس۔ آپ کا دوسرا نام اخنوک ہے۔ حضرت نوح سے پہلے ہوئے تھے۔ پیدائش کے پہلے خط کے ۴ باب میں ان کا ذکر ہے۔

رفعنٰہ مکانا علیا۔ ہم نے عظیم الشان رفعت (مرتبہ) دی تھی۔

آیت ۸۔ سجدا۔ فرمانبرداری کے لئے گرپڑتے۔

ایک عجیب کہانی حضرت ادریسؑ کے متعلق لکھی ہے کہ ملک الموت سے کہا کہ جان نکال کو دکھا۔ چنانچہ اس نے ایسا کیا۔ خود آپ بہشت میں گئے۔ پھر واپس سے انکار کر دیا۔ ایسی بہانیاں یہودیوں کی قرأت سے غالباً اسلامی تفاسیر میں داخل ہوئی ہیں۔

آیت ۹۔ خلف۔ ل کے سکون کے ساتھ گندے پیچھے آنیوالے۔ خلف۔ ل کی فتح کے ساتھ۔ نیک لوگ پیچھے آنے والے۔

غی۔ جہنم کا نام ہے۔

آیت ۱۱۔ ماتیا۔ آنے والا۔

آیت ۱۳۔ جنۃ۔ اس میں ایک پیشگوئی ہے۔ کہ ارض مقدس کے مالک مسلمان ہوں گے

آیت ۱۴۔ نتنزل۔ اس کا فاعل ۱۔ مومن ہیں بہشت میں داخل ہونے کے وقت یا جبرائیل یا مراد مسلمانوں کا نزول ہے اس ملک میں۔

آیت ۱۵۔ اصطبر۔ عبادت پر استقلال کرو۔

سمیا۔ ہمنام۔ ولد۔

۲۱۔ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

پارہ سولھواں رکوع نمبر ۸
(سورہ مریم رکوع ۵)

آیت ۱۔ الانسان۔ وہ انسان جو قیامت کا منکر ہے جیسا کہ اب بعض انسان اپنے اعمال سے ظاہر کرتے ہیں کہ مرکر بھی اٹھنے کا خیال ان میں بہت کم ہے۔

آیت ۲۔ اولا یذکر۔ نسوف اخرج کو جواب دیا ہے۔ کہ پہلے بھی تم لم یک شیئا مذکورا ہی تھے۔

آیت ۳۔ فو ربک۔ وہ رب جس نے تم کو عدم سے وجود دیا پھر تربیت کرکے وجود میں لا سکتا ہے ربوبیت الٰہی کا تقاضا ہے کہ جو ناقص گیا ہے وہ کامل ہو اور جو کامل ہو گیا وہ ترقی کرے۔

حول جہنم۔ اس سے یہ ثابت ہو کہ الانسان سے مراد وہی انسان ہیں جو منکران قیامت وغیرہ ہیں دنیا میں ہی کوئی بدکار سُکھی نہیں دیکھا گیا۔ گویا یہاں بھی یہ گروہ حول جہنم ہی ہے۔

آیت ۴۔ عتیا۔ متمرد۔ سرکش۔ احکام نہ ماننے والے۔

آیت ۵۔ وان منکم الا واردھا۔ منکم کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں۔ اذا مامت الخ یہ غلط ہے کہ متقی بھی دوزخ میں جائیں گے بلکہ صرف کفار جائیں گے جیسا کہ اور جگہ فرمایا ہے۔ یوم نحشر المتقین الی الرحمان وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا۔ یہاں تمیز کر دی۔ پھر فرمایا۔ ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولٰئک عنہا مبعدون لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشتھت انفسھم خالدون۔ الخ یعنی متقی تو دوزخ کی بھنبھناہٹ تک نہ سنیں گے۔ ان منکم سے یہ مراد ہے کہ اے منکران قیامت تم سب دوزخ میں جاؤ گے ثم ننجی سے یہ مطلب ہے کہ پھر ہم تمہیں ایک اور بات بتائیں وہ یہ کہ متقی نجات پائیں گے۔

آیت ۶۔ حتما مقضیا۔ لازمی اور واجب۔ امہت۔

آیت ۹۔ اثاثا۔ گھر کا اسباب۔

آیت ۱۴۔ منتظر۔ ہم منتظر ہیں گے۔

۲۲۔ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء
(پارہ ۱۶ رکوع نمبر ۹)

سورہ مریم رکوع ۶

تمہید کچھ علم انسان آنکھ کے ذریعے حاصل کرتا ہے کچھ کان کے ذریعے۔ کچھ ناک کے ذریعے۔ کچھ لمس کے ذریعے۔

لیکن ایک علم ان حواس خمسہ کے علاوہ کسی ذریعے سے حاصل ہوتا ہے جو بہت ضروری ہے اور جس کی تڑپ انسان کی فطرت میں ہے۔ مگر حواس ظاہری اس کے حصول کی راہ میں رہ جاتے ہیں انبیاء نے ایسے حواس پائے ہیں جو دوسری دنیا کے حالات سے ہمیں آگاہ کریں۔ شیاطین ان باتوں کو نہیں مانتے۔ اور دوسروں کو بھی اس پاک گروہ کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔

آیت ۱۔ الم تر۔ کیا تم یہ بھی جانتے ہو۔

تؤزهم ۔ اُکساتے ۔ اُبھارتے ۔ اغوا ...

علی الکافرین ۔ پہلے انسان اپنے اندر کفر کی حالت پیدا کرتا ہے ۔ پھر شیطان اس پر آتا ہے ۔

آیت ۸۶ ۔ وفدًا ۔ جیسا کہ بادشاہ کے پاس ایلچی آتے ہیں ۔

آیت ۸۸ ۔ من اتخذ عند الرحمٰن عهدًا ۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے ۔ کہ ۲۵ پارہ سورہ زخرف اخیر رکوع میں ولا یملك الذین یدعون من دونه الشفاعة الا من شهد بالحق وهم یعلمون ۔ یعنے وہ شفیع ہوگا ۔ جو آجکل حق کی گواہی دے رہا ہے اور اسے سب جانتے ہیں یعنے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

آیت ۹۰ ۔ إدًّا ۔ پنجابی لفظ ایڈا غالباً اسی سے نکلا ہے ۔

آیت ۹۱ ۔ تکاد السموات ۔ یہ پیشگوئی ہے ۔ اور ایسے زلازل اس زمانہ میں مسیح پرستوں کے جزائر پر بالخصوص آئے ۔

هدًّا ۔ آسمان سے وہ عذاب جو نازل ہو ۔

آیت ۹۳ ۔ ما ینبغی ۔ یہ بات حضرت رحمیت کے مخالف ہے ۔ کہ اس کا کوئی ولد ہو ۔

آیت ۹۷ ۔ ودًّا ۔ ہم نے دیکھا ہے ۔ کہ خدا کے لئے جب ہم کسی کو چھوڑتے ہیں ۔ تو اللہ بہتر سے بہتر دوست دیتا ہے ۔

آیت ۹۹ ۔ رکزًا ۔ پاؤں کی آواز ۔ صوت الرجل ۔

یہاں سورۂ مریم کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۂ طٰہٰ رکوع اول

پارہ سولھواں رکوع نمبر ۱۰

۲۳ ۔ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

تمہید ۔ مومن کے لئے تسلی کی بڑی ضرورت ہے اور تسلی میں نمونہ سے بڑھکر کوئی چیز نہیں ۔ صحابہ کرام اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے ۔ اس حالت میں ان کو حضرت موسیٰ کا بیان سنایا جاتا ہے ۔ کہ کیونکر وہ دشمنوں سے محفوظ رہے ۔ اور آخر کار مظفر و منصور ہوئے ۔ اس رکوع میں واقعات کے سہارے کا ذکر ہے

آیت ۱ ۔ طٰہٰ ۔ جن کو کسی کام کی بہت لگی ہوئی کہ ضرور ہو جائے اور جس میں وہ کامیاب ہو ۔ ناکامیاب ہو ۔ تو طٰہٰ کہتے ہیں ۔

آیت ۲ ۔ لتشقٰی ۔ تو اور تیرے ساتھی ناکام رہیں ایسا نہ ہوگا ۔

آیت ۳ ۔ تذکرة ۔ یاد دلانے والا نصیحت ۔ جو کچھ فطرت میں ہے ۔ اسے یاد دلا ۔

آیت ۵ ۔ علی العرش استوٰی ۔ وہ اپنے تخت سلطنت پر سب پر غالب ہو کر بیٹھے ۔

آیت ۷ ۔ سِرّ وہ ہے جو اس وقت ہمارے اندر ہے اور اخفٰی وہ ہے جو آئندہ حالت میں انسان کے ارادے ہوسکتے ہیں اور جو خود اس شخص کو بھی معلوم نہیں ۔

آیت ۹ ۔ حدیث ۔ شریعت ۔

آیت ۱۰ ۔ او اجد علی النار هدًی ۔ اس آگ پر جو لوگ ہیں ۔ شاید وہ میری راہنمائی کریں ۔

جب ہم پرانی تاریخ دیکھتے ہیں ۔ تو معلوم ہوتا ہے ۔ کہ جب کبھی کسی کو مقابلہ کرنا منظور ہوتا ۔ تو وہ مہمانی کرتا ہے اور اپنے دوستوں کو مدعو کرکے اپنے خطرے سے آگاہ کرتا ہے ۔ دوسرا طریق یہ ہے ۔ کہ پہاڑیوں پر بہت سی آگ جلا دیتے ۔ ع

میان دوکس جنگ چون آتش است ۔

پھر بات بڑی تو بارود وغیرہ میں بھی آگ ہی ہے ۔ پھر رسولوں کے اعدا کے لئے جہنم آگ ہی ہے ۔ حضرت موسےٰ کو ایک تجلی ہوئی ۔ جس کا یہ معنے تھا ۔ کہ تم کو اور تمہاری قوم کو کچھ لڑائیاں پیش آئیں گی ۔ اور یہ قصہ نبی کریم کو سنایا کہ آپ کو بھی آگ (جنگ) سے واسطہ پڑے گا ۔

آیت ۱۲ ۔ اخلع نعلیك ۔ بعض لوگوں نے یہ مراد لی ہے کہ فرمایا کہ جوتی اتار دو ۔ اگر جوتی پاک ہی ہوتی ہے ۔ اس کا جواب دیا ہے کہ گدھے کے چمڑے کی تھی ۔ یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی ۔

معبّرین نے لکھا ہے کہ یہ حالت کشفی تھی ۔ نعلین سے بیوی اور بچے مراد ہیں ۔ کہ اس وقت ہم سے ہمکلامی ہوتی ہے ۔ گویا فرمایا بیوی بچے کا خیال چھوڑ کر بالکل ہماری طرف آجاؤ ۔ چنانچہ اسی محاورے کے مطابق روحانی نفسانی تعلقات کے بارے میں ایک کتاب خلع النعلین لکھی گئی ہے ۔

آیت ۱۵ ۔ اکاد اخفیها ۔ ایک پادری نے اخفی کے معنے چھپانے کے سمجھ کر ایک مولوی پر اعتراض کیا ہوا تھا ۔ میں بھی وہاں پہونچا ۔ میں نے یہ ترجمہ کیا ۔ قریب وہ زمانہ ہے ۔ کہ اس کے خفا کو ہم دور کردیں ۔ خفی کے معنے چھپنے کے ہیں ۔ اخفی کے معنے خفا دور کرنے کے ہیں (باب افعال سے جو بمعنے سلب آتا)

آیت ۱۷ ۔ جیسا کہ فی الباب لمعا ۔ حضرت موسےٰ کو جب علم حاصل ہوا کہ لڑائی ہوگی ۔ تو اس کی فکر پڑی ۔ خدا تعالیٰ اس میں کامیابی کی راہ بتاتا ہے ۔

آیت ۱۸ ۔ قال هی عصای ۔ محبوب سے بات کرنے میں لذت حاصل ہوتی ہے اس لئے تطویل کی ۔

آیت ۱۹ ۔ القها یا موسٰی ۔ یہ سب کشفی واقعہ ہے ۔ گویا یہ دکھایا کہ خدا تعالیٰ تمہیں ایک جماعت دے گا ۔ جو تیری دشمن کی ہلاکت کا موجب ہوگی ۔ وہ ایسی مطیع ہوگی ۔ جیسے تیری لاٹھی اور وہ ایسی خونخوار ہوگی جیسے یہ سانپ ۔

اسلام کو بھی سانپ سے تشبیہ دی اور آپ کے قریہ کو تاکل القریٰ فرمایا ۔

آیت ۲۲ ۔ واضمم یدك ۔ حضرت موسیٰ کو فرمایا اور نبی کریم کو سمجھایا ہے ۔ کہ تیری بغل میں بھی ایک کتاب ہوگی ۔ جو بالکل بے عیب اور نور مبین ہوگی ۔

آیت ۲۴ ۔ طغٰی ۔ حد سے بڑھ گیا ۔

۲۴ ۔ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

پارہ سولھواں رکوع نمبر ۱۱

سورہ طٰہٰ رکوع ۲

رب اشرح لی صدری ۔ شرح صدر یہ ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کے لئے مشتعل طیار ہو جاوے جسکو انشراح صدر ہوتا ہے ۔ اسے (۲) اللہ پر ایمان ہوتا ہے

(۲) فکرِ الٰہی کرتا ہے۔ (۳) بہادر ہوتا ہے (۴) آنکھ۔ زبان۔ اعضاء کسی امر لغو کا مرتکب نہیں ہوتا۔ (۵) اللہ کی طرف جھکا رہتا ہے (۶) مخلوق سے احسان کرتا ہے۔ (۷) دانا ہوتا ہے (۸) عجز اور کسل کا اس میں نام نہیں ہوتا۔ (۹) متوکل علی اللہ ہوتا ہے (۱۰) سعی والا ہوتا ہے

مومن کو چاہیئے۔ کہ (ا) ہدایت کا علم سیکھے اور سکھلائے (ب) شبہات کو دلائل و دعا اور تدبیر سے دور کرے۔ (ج) خواہشوں اور شہوتوں میں شیطان کا مقابلہ کرے۔ (د) زبان۔ جان۔ مال سے اللہ کے دشمنوں کا مقابلہ کرے۔

واحلل عقدۃً من لسانی۔ عقدۃ اللسان کلام میں روانگی نہ ہونے کا نام ہے۔

وفتنّٰک فتونا۔ تجھے ہمیشہ مصائب آتے رہیں۔

فأتیٰہ۔ کیونکہ اس کو بادشاہ ہی میں سے ہی بنایا ہے۔ پس اس کے شاہی مزاج اور درباری قوانین کا لحاظ رکھو۔

بآیۃ۔ اس آیت کا ذکر ساتھ ہی کر دیا ہے کہ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ سلامتی کا نزول اسی پر ہے۔ جو ہدایت کی تابع ہوا۔ اور عذاب اس پر جس نے حق کو جھٹلایا اور نہ پھرا آخر فرعون عذاب میں گرفتار ہو کر غرق ہوا۔ اور حضرت موسیٰ سلامت رہے۔ جس سے دنیا پر ثابت ہو گیا۔ کہ ہدایت پر کون ہے۔

۲۸ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۶ رکوع نمبر ۱۲

(سورہ طٰہٰ رکوع ۳)

منہا خلقنٰکم۔ اس میں حشرِ اجساد کا اشارہ فرمایا۔ کیونکہ اس سے پہلے منہا خلقنٰکم ہی فرمایا ایک اور جگہ فرمایا۔ ولکم فی الارض مستقر۔

یہ ایک بحث ہے۔ کہ انسان جب مر جاتا ہے۔ تو وہ چیز جو اس کے اندر رہتی ہے وہ کہاں جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال کے مطابق جسم و مکان ہو گا۔ بعض کی نسبت عرش کی قندیلوں میں ہونا لکھا ہے۔

قبر اس مکان کا نام ہے۔ جہاں یہ نفس بعد الممات اپنے اعمال کے مطابق رہتا ہے۔

ثم اماتہ فاقبرہ۔ آیت سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کونسی قبر ہے۔ جس میں میت کو حسب اعمال آرام یا دکھ پہنچتا ہے۔

پس اس قسم کے اعتراض کہ ہمیں قبر میں بچھو سانپ کاٹنے والے اور آگ نظر نہیں آتی وغیرہ حل ہو جاتے ہیں۔

فکذب۔ تکذیبِ رُسل بڑا بھاری جرم ہے۔ فرماتا ہے۔ من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بالحق لما جاءہ۔

وابیٰ۔ انکار بہت سے خطرناک جرموں کی اصل ہے۔ ابلیس کی نسبت فرمایا۔ استکبر وابیٰ۔ انسان جب تکذیب کے بعد بدظنی میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو انکار پر کمر باندھتا ہے۔

لتخرجنا من ارضنا۔ یہ فرعون کی چالاکی تھی۔ الزام بغاوت لگا کر اپنی تمام قوم کو حضرت موسیٰ کے خلاف بھڑکا دیا۔

مکاناً سُوًی۔ وہ مکان میرے اور آپ کے لئے مساوات کا رنگ رکھتا ہو۔ یعنی میری وجاہت اور آپ کی غربت کا فرق نہ رہے۔ یہ بات فرعون کی فراخ حوصلگی پر دال ہے ایک طرف اپنی قوم کو بھڑکاتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ منصفانہ بات۔ مسلمانوں کو مباحثات میں ایسی باتوں کا خیال چاہیئے۔ مگر افسوس کہ وہ بہت تنگدل ہیں۔ حالانکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچ ان کے عیسائیوں کو بھی مسجد میں گرجا کر لینے کی اجازت دی تھی۔

وان یحشر الناس ضحیٰ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مکہ کو ماہ رمضان میں عید کے قریب ضحیٰ کے وقت فتح کیا اور مکہ کی نسبت سواءً للعاکفین۔ آچکا ہے یہ قصہ گویا پیشگوئی کے رنگ میں ہے۔

کیدہ۔ قسم کی تدابیر جو وہ اپنی عقلمندی سے کر سکتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غزوہ میں پوچھا ہے کہ ما کیدون تو اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم خندق کھودیں گے۔

ویذہبا۔ یعنے ملک کے علاوہ تمہارے مذہب کو بھی برباد کرنے پر تلا ہے۔

اما ان تلقی۔ صوفیا نے لکھا ہے۔ یہ ادب ان کے کام آیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔

انہا تسعیٰ۔ حبال وعصی کے رنگ میں جو کچھ تدابیر جمع کر رکھی تھیں۔ وہ لوگوں کو ایسا خیال پڑتی ہیں کہ وہ مظفر و منصور ہونے میں سعی کر رہی ہیں۔

فاوجس فی نفسہ خیفۃ۔ یہ ڈر نہیں تھا کہ ہم پر غالب ہو جائیں گے یا خدا کا دین باطل ہو جائے گا۔ بلکہ انبیاء کو اس بات کا دُکھ ہوتا ہے کہ لوگ کم فہمی سے ابتلاء میں پڑ کر دینِ حق سے محروم رہ جاویں گے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی وتخشی الناس واللہ احق ان تخشیٰہ آیا ہے۔ وہاں بھی یہی معنے ہیں۔ کیونکہ آگے الذین یبلغون رسالات ربہ ولا یخشون احداً الا اللہ۔ فرمایا۔ قرآن کریم میں ایسی کئی نظیریں ہیں۔ ووجدک ضالا بھی فرمایا اور ما ضل صاحبکم بھی آیا ہے اور انک لا تہدی۔ بھی فرمایا اور انک لتہدی بھی۔

فی یمینک۔ یعنے ہم نے تجھ کو جو کچھ راستبازی کی قوت کے انعام دیا ہے اس سے کام لے کر ان تمام حیلے والوں کو باطل کر دو۔

انہ لکبیرکم۔ یہ چالاک لوگوں کا شیوہ ہے کہ وہ ناکام رہ کر وقت پر ندامت مٹانے کے لئے جھٹ کوئی بات گھڑ لیتے ہیں۔

مباحثات میں بھی اب ایسے لوگوں سے واسطہ دیکھے جاتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی احتمال نکال کر دلیل کو باطل قرار دے دیتے ہیں۔ میرے نزدیک تو اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے یہ معنے ہیں۔ کہ جو شخص بات بات میں احتمال نکالنے کا عادی ہے۔ اس کے لئے کوئی دلیل مفید نہیں ہو سکتی۔

فاقض ما انت قاض۔ مومن اور کافر کا فرق اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ وہ حالت کفر میں تو کہتے ہیں ائن لنا لاجراً ان کنا نحن الغالبین۔ گویا وہ اپنی تمام کرشمہ نمائی و سحر سازی کا مول چند پیسے سمجھتے ہیں اور فرعون کے تقرب کو بڑا اعلےٰ درجہ کا انعام سمجھتے ہیں۔ یا اب حالت ایمان میں یہ حال ہے کہ کس جرأت سے کہتے ہیں۔ فاقض ما انت قاض انما تقضی ہذہ الحیوۃ الدنیا۔

مجرماً۔ قطع تعلق کرنے والے۔

مورخہ ٢٩ مارچ سنہ ١٩١٠ء

(سورۂ طٰہٰ رکوع ٤ سیپارہ ١٦ رکوع نمبر ١٤)

اس رکوع میں قصہ تو موسیٰ کا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور آپ کے پیچھے آنے والوں کا نقشہ کھینچا ہے

اس لئے فرمایا۔ لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب۔

ان اسر بعبادی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ حکم ہونا تھا۔ چنانچہ گویا یہیں اشارہ فرمادیا۔ اور یہ سورۃ مکی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکر جیسے پاک بندے کے ساتھ راتوں رات گئے۔

فی البحر۔ بحر عربی زبان میں کھلے میدان کو بھی کہتے ہیں۔ کلمۃ بحا دعما ا۔ فلاں آدمی سے میں نے بات کھل کے کی۔ سمندر کو بحر بھی اس لئے کہتے ہیں۔ وہ محاورے مدینہ میں کے اسوقت یاد آگئے ہیں۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے جب رسول کریم کی کچھ مخالفت کی۔ تو ایک صحابی نے عرض کیا۔ کہ اس بحر کے لوگ اتفاق کر چکے تھے۔ کہ اس کو بادشاہ بنا دیں۔ آپکے تشریف لانے سے یہ منصوبہ پورا نہیں ہوا اس لئے یہ حسد کرتا ہے۔

کہ وہ مدینہ میں جو وسیع میدان تہا۔ اس کو بحر کہتے تھے۔

یبسا۔ موسیٰ جس رستے سے گئے تھے۔ وہ خشک تہا۔ چنانچہ فرمایا کہ تم اس رستے جاؤ جو سمندر میں خشک پڑا ہے۔

فاتبعہم فرعون بجنودہ۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بھی لوگ نکلے تھے۔ مکہ سے وہ بھی اور پکڑ کر لانے والے کے لئے ٢٠٠ اونٹ انعام مقرر کئے۔

ما غشیہم۔ جیسے فرعونیوں پر بلا آئی ویسے ہی مشرکان مکہ پر بھی آئی۔

اضل فرعون۔ وہاں فرعون تہا اور یہاں ابوجہل۔

المنّ۔ بے محنت رزق۔

السلویٰ۔ تسلی کی چیزیں۔ شہد۔ بعض بٹیر کو کہتے ہیں۔

وما اعجلک۔ اس جگہ تو ذکر ہے۔ جب موسیٰ طور پہ گئے تھے۔ ہمارے نبی کریم بھی دنیا سے جلدی چلے گئے۔ ہم بھی ان کے پیچھے آخر میں حاضر ہونے والے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمان بھی فتنہ میں پڑے۔

افلا یرون الا یرجع۔ یہ اس کے معبود ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ کہ اللہ تو وہ ہے جس کے آگے تم تضرع کرو۔ تو وہ جواب دے۔

٣٠ مارچ سنہ ١٩١٠ء

پارہ سولھواں رکوع ١٤

سورۂ طٰہٰ رکوع ٤

فتنتم بہٖ۔ بچھڑے بھلکی پرستش کرنے کے لئے ایک ابتلا آیا ہے۔

حتی یرجع الینا موسیٰ۔ ہارون بھی رسول نبی تھے اور حضرت موسیٰ بھی۔ مگر ہارون کے سامنے انہوں نے بت پرستی کی۔ مذہب ایک الٰہی فضل ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ کا غرض تو ظاہر ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے آنے تک ہم اسی بات پر جمے رہیں گے۔ مگر ہارون کو تو اس فعل میں شریک گردانتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہارون نے نرمی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ حضرت ہارون کی بریت ظاہر فرماتا ہے۔

حضرت علی کی نسبت بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ چنانچہ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ جیسے ہارون کے ساتھ بچھڑے کا معاملہ تہا۔ ایسا ہی حضرت عثمان کے قتل میں حضرت علی کو شریک گردانا گیا۔ مگر آپکا دامن بالکل پاک تہا۔

ان آیات سے مجھے حضرت علی کی بریت اور حضرت عثمان کے قتل سے بالکل الگ ہونے کا یقین ہے۔

ان تقول فرقت۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت علی پر تفرقہ کا الزام غلط ہے۔ اور آپنے تحکیم جو تسلیم کی تو انہی آیات کی ماتحت۔

یا ابن ام۔ جو نسبت باپ کے ماں میں زیادہ محبت و رحمت جوش مارتی ہے۔ اس لئے اس سے منسوب کیا۔ تا رحمت کی طرف جھکیں۔

السامری۔ سامرہ ایک قوم کا نام ہے۔

بصرت بما لم یبصروا۔ یعنی میں خوب سمجھتا ہوں۔

فقبضت قبضۃ ... الی سولت لی نفسی — یعنی میں نے اے رسول (موسیٰ) تیری تعلیم توحید سے کچھ لیا تہا اب میں اسے چھوڑتا ہوں۔ کیوں؟ میری مرضی

جبرائیل کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی لے کر بچھڑا بنانا ایک جھوٹی کہانی ہے۔

لا مساس۔ یہ سزا دی ہے۔ کہ جب تو رستے میں چلے۔ تو پوش پوش کہتا جائے۔

یہ جھوٹی کہانی ہے۔ کہ جو اسے چھوتا اسے معًا بخار ہو جاتا۔

کذلک نقص۔ پیشگوئی فرماتا ہے۔ کہ اسلام میں بھی ایک ہارون ہوگا۔ اس وقت قوم فتنہ میں پڑے گی۔ ایک سامری ہوگا۔

عبد اللہ بن سبا یمن کا رہنے والا یہودی۔ جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تہا۔ اس نے از راہ شرارت اظہار اسلام کیا۔ بصرہ کو فہ میں گیا اور عثمان کے مطاعن یاد کر لئے شام تک گیا۔ حضرت معاویہ نے اسے مدینہ میں قید کر دیا۔ حیلے حوالے کر کے چھوٹا۔ تو مصر میں گیا۔ وہاں قوم کو بھڑکایا اور عثمان کے عزل پر لوگوں کو بہکایا۔ مگر وہ سامری آخر میں ذلیل ہوگا۔

عشرًا۔ ہم دنیا میں دس صدیاں رہیں۔ یہ ایک خاص قوم کی نسبت پیشگوئی ہے۔

الا یومًا۔ یوم ہزار برس کا ہوتا ہے۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت خلیفۃ المہدی والمسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ سولھواں ۱۶

رکوع ۱۵

سورہ طٰہٰ رکوع ۶

۳۱۔ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

آیت ۱۔ جبال۔ بڑے آدمی۔ عرب میں ایسے نام بھی رکھے جاتے ہیں۔

واقعہ۔ ایک آدمی کا ذکر ہے جسے امر بالمعروف کا شوق تھا۔ کہ اس نے ایک امیر کے ملازم (جو اس کے منہ چڑھا تھا) کے ہاتھ میں ایک غیر مشروع چیز دیکھی۔ تو اسے پکڑ کر توڑ دیا۔ امیر نے اسی قسم کی چیز اپنے ہاتھ میں لی اور واعظ کو بلایا۔ اور پوچھا۔ کہ آپ نے ہمارے آدمی کی چیز توڑ دی ہے۔ کہا۔ ہاں۔ پوچھا کیوں؟ کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ۔ ومن لم یستطع فبلسانہ ومن لم یستطع فبقلبہ۔ وذلک اضعف الایمان۔ ترجمہ۔ جو کوئی تم میں سے کوئی غیر مشروع امر دیکھے۔ تو اپنے ہاتھ سے اسے بدلے۔ اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے سمجھائے۔ یہ بھی نہ ہو تو دل سے برا منائے اور یہ سب سے بڑھ کر ضعیف ایمان ہے۔

اس پر اس امیر نے کہا۔ میرے ہاتھ میں بھی وہی چیز ہے وہی سلوک اس سے کیوں نہیں کرتے۔ اس نے کہا آپ کو سمجھانے والے کا ذکر قرآن شریف میں لکھا ہے۔ اس نے پوچھا کہاں۔ تو اس نے یہ آیت پڑھی اور اس زور سے پڑھی۔ کہ مارے دہشت کے وہ چیز اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اور ٹوٹ گئی۔

ینسفہا۔ اکھاڑ اللہ تعالیٰ گرا دے گا۔

آیت ۳۔ خشعت۔ خوف سے جھک جائیں گی۔

ان آیات میں ان سلطنتوں کے متعلق پیشگوئی ہے۔ جو اپنی تدابیر کے گھمنڈ میں آکر کہتے ہیں کہ ہمیں توڑنے والا کون ہے۔

آیت ۴۔ رضی الخ۔ اسکی باتیں پسندیدہ ہیں۔

آیت ۶۔ عنت۔ فرمانبردار ہوں گے۔

آیت ۷۔ فلا یخٰف ظلماً۔ کوئی اس پر ظلم نہ کر سکے گا۔

آیت ۸۔ عربیاً۔ کھول کر سنانے والی۔ ایک شخص نے مجھے کہا۔ کھول کر کوئی اور زبان سنانے والی نہیں۔ میں نے کہا کہ تم اللہ کا نام کسی اور زبان میں ایسا بتا دو۔ جو خاص اللہ تعالیٰ کیواسطے ہو تو اس نے اقرار کیا کہ کوئی نام ایسا نہیں۔ جو بغیر اس ذات جامع صفات سے مختص ہو۔

یحدث لھم ذکراً۔ نئی نصیحت بھی کریں گے۔ میں جب قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ تو اسے نئی شان میں پاتا ہوں۔ قرآن کے بعد کوئی نئی کتاب آنے والی نہیں بس وہی نئی شان میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

آیت ۹۔ ولا تعجل بالقرآن۔ قرآن میں نبی کے لئے تین باتوں کا حکم آیا ہے۔ یتلوا علیہم ایاتہ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ پہلے وہ آیات پڑھیں۔ پھر تعلیم کریں پھر فکر کریں کہ کس تدبیر سے لوگ سمجھیں اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ آپ پہلے قرآن سنیں۔ ثم ان علینا بیانہ۔ پھر ہمارے ذمے اس کا سمجھانا ہے۔ پھر ایسے ملنا کر جو اس کی تعمیل کریں۔ اس آیت کے متعلق ایک یہ نکتہ بھی ہے۔ کہ واعظ کے لئے وعظ میں سب سے مقدم قرآن مجید ہے اور اس کے بعد اسکی اپنی تقریر۔ قرآن مجید کی پیشگوئیوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھنے کی جلدی نہ کر۔

وقل رب زدنی علماً۔ جب اس بادشاہ کے لئے یہ حکم ہے تو ہماری کیا بساط ہے اس لئے میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے یہ دعا بالالتزام پڑھتا ہوں اور اس کے ساتھ یہ دعائیں ملاتا ہوں۔ (۱) سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا۔ (۲) اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک۔ انک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم۔ (۳) رب اشرح لی صدری ویسر لی امری۔

فنسی۔ بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ آدم باوجود حکم تاکیدی کے کس طرح بھول گیا۔ میں انہیں پوچھتا ہوں۔ گھر سے اہتمام کے ساتھ مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے آتے ہیں مگر پھر اس میں سہو ہو جاتا ہے یہ کیوں؟

ولم نجد لہ عزماً۔ حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کا ارادہ نہ کیا تھا۔ ارادہ سے اس شجرہ کو نہیں کھایا۔

۲۔ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۶ رکوع ۱۶

(سورہ طٰہٰ رکوع ۷)

آیت ۱۔ آدم سے مراد عظیم الشان انسان ہے۔ جیسا حضرت نوح۔ حضرت ابراہیم علیہم السلام

اسجدوا۔ فرمانبرداری کرو۔

آیت ۲۔ فتشقی۔ تو تھک جائے۔ تجھ پر بڑی مصیبت پڑے۔

جنۃ۔ ملک آرمینیا۔

آیت ۳۔ لا تجوع۔ قحط کا خوف نہیں۔

لا تعری۔ ایسی عمدہ آب وہوا ہے کہ کپڑے نہیں اتارنے پڑے۔

آیت ۴ ولا تضحیٰ۔ شدید دھوپ

آیت ۵۔ شیطٰن۔ ابلیس کا مظہر ہے۔

ملک لا یبلیٰ۔ ہمیشہ کی سلطنت۔

آیت ۷۔ فبدت لھما سوآتھما۔ اُنپر اپنی کمزوریاں ظاہر ہوگئیں۔

بعض باتوں میں حتی الوسع بدی سے کام لینا ایک قسم کی جرأت ہے۔ جو ہمیں پسند نہیں [illegible] اس لئے اس کی حقیقت ہرا ریکھا ہے۔ اتنا ثابت ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو چند روزہ مہلت ہی دیتا ہے۔ خبیث روح ان کے خلاف منصوبے کرتی ہے ان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ ان کے ساتھیوں کے بعض تکدر کرتی ہے۔ گو آخر منہ کی کھاتی ہے۔ خود نبی کریم کی زندگی کے واقعات سے یہ قصہ کھل سکتا ہے۔ آپ اپنی بی بی خدیجہ کے ساتھ آرام سے بسر کر رہے تھے۔ دعوے نبوت کے بعد ان کے خلاف جوش اُٹھا جس سے اپنی کمزوریوں کا علم حاصل ہوتا ہے اور پھر اس کمزوری کے دور کرنے کی کوئی نہ کوئی بچ کی کا پتہ اپنے پر لیتے ہیں۔ پتہ جلد خشک ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ بہت اپنی طرف سے دلائل دیتے ہیں۔ جو کمزوری ہوتی ہے۔ آخر خدا سے مدد پاکر مظفر و منصور ہوتے ہیں۔

وعصیٰ آدم۔ مسلمانوں میں دو مذہب ہیں۔ ایک شیعہ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ امام جو ہوتا ہے وہ تمام قسم کے گناہوں سے صغیرہ، کبیرہ، عمد، خطا، سہو سے معصوم ہوتا ہے۔ مگر ان کے ساتھ ہی عجب اعتقاد ہے کہ تقیۃً خواہ بت کے آگے سجدہ کرے یا کلمہ کفر کرے یہ جائز ہے۔

خوارج کے نزدیک ایک بات اتفاقاً باہتمام ہے کہ عورت کی [illegible] کر دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ گناہ کفر ہے۔ مگر دوسری طرف خلفاء راشدین میں سے دو کو انہوں نے ہی ختم کیا۔ سُنّی مذہب والوں کو عجیب عجیب مشکلات پیش آئے ہیں۔ اس لئے ان میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے۔ کہ انبیاء سے ارتکاب گناہ بعد نبوت نہیں ہوتا۔ قبل از نبوت ممکن ہے۔ ان کے متکلمین نے کہا ہے۔ کہ عصیٰ خلاف ورزی کا نام ہے۔

اشرت الیہ علٰی امرولہٖ فعصانی۔ فلاں آدمی کو میں نے مشورہ دیا تھا مگر اس نے مانا نہیں۔ الفلان اشرت الیہ بشرب الدواء ولکن المریض عصانی یہ نہیں بولتے کہ فصار عاصیالی۔ اسی طرح آدم کے حق میں عصیٰ فرمایا۔ صار عاصیالی نہیں کہا۔ میرا اپنا اعتقاد یہ ہے۔ کہ مومن کی نسبت۔ اولیاء کی نسبت۔ انبیاء کی نسبت۔ محسنین۔ مقربین کی نسبت جرم کا لفظ کبھی نہیں آتا۔ اسی طرح جناح کا لفظ بھی نہیں آتا۔

یخصفان۔ سینے لگے۔

غوی۔ فسد علیہ عیشہ زندگی میں آپ کو تکلیف پہنچی۔ (دیکھو لسان العرب) بڑے بڑے مشکلات میں پھنسے۔

آیت ۹۔ معیشۃ ضنکاً۔ مخالفین رسول رفتہ رفتہ تنگ دست ہو جاتے ہیں۔

آیت ۱۱۔ فنسی۔ ترک کیا گیا۔

مورخہ ۲۔ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۶ رکوع ۱۱)

سورہ طٰہٰ رکوع ۸

آیت ۱۔ ولولا کلمۃٌ۔ عذاب کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ چنانچہ مشرکان عرب کے بارہ میں فرمایا۔ ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم۔ پھر فرمایا۔ عسیٰ ان یکون ردف لکم۔ [illegible]۔ لکم میعاد یوم۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ عذاب نبی کریم کی ہجرت کے بعد ایک سال آئے گا۔ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۲۱ میں اس کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ قیدار یوں کی سال کے بعد کر ٹوٹ جائے گی۔

اس آیت میں ان باتوں کو یاد دلایا گیا ہے۔

لزاماً۔ لازمی آنیوالا عذاب

آیت ۲۔ سبّح۔ نماز پڑھو۔

آنائ اللیل۔ مغرب۔ عشاء۔ تہجد۔

اطراف النہار۔ دن کے ڈھلنے سے جیسے اشراق و ضحیٰ اور بعد ظہر۔

اصبر۔ دشمنوں کی ہلاکت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی نسخہ نہیں ایک صبر کرنا دوم نمازیں سنوار کر پڑھنا ہم نے بہت تجربہ کیا ہے۔

لعلک ترضیٰ۔ ان نمازوں سے کچھ ایسی بات ملیگی کہ تو خوش ہو جائیگا۔

آیت ۳۔ ازواجاً منہم۔ قسما قسم کے سب یہ [illegible]

نماز کی تفصیل

[illegible]

جو ہمیں [illegible]

موجودہ لوگوں نے نہ علی کو دیکھا نہ حسین کو۔ مگر یقین سب کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صلوٰۃ کے معنے کیا بیان فرمائے۔ پس اس کا انکار کیونکر ہو سکتا ہے اور کیوں ایک شخص واحد کی جو تیرہ سو برس بعد پیدا ہوا۔ ہاں ہیں۔ کوئی ضرورت نہ تھی۔ کہ قرآن مجید میں اس کی تفصیل بیان ہوتا۔ کیونکہ ممکن تھا کہ بعض اسے منسوخ ٹھہراتے۔ مگر ہمارے لئے تعامل سے صلوٰۃ کی ہیئت مخصوصہ اذکار قرآن مجید سے بھی زیادہ تواتر کے ساتھ محکم ہو گئی اسلام کے جس قدر فرقے ہیں جنمیں بعض ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی مسجدوں تک نہیں جاتے۔ سب کے سب صلوٰۃ کے ان معنوں پر متفق ہیں۔ جو تعامل سے بقدر مشترک ثابت ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ واقعہ کربلا۔ نام علی۔ یزید۔ معاویہ کو تو مانتے ہیں اور [illegible] ایک امر لطیفہ بھی قابل یادداشت ہے کہ بادشاہوں نے یہاں تک زور پایا کہ بڑے بڑے ائمہ کو قید کر دیا یا مار دیا۔ جیسے امام ابوحنیفہ کو امام احمد حنبل کو۔ پھر بھی ان سب کی نماز بھی ہے۔ چشتیاں۔ نقشبندی۔ سہروردی ان سب کے شائخ کی نمازیں یہی ہیں۔

آیت ۴۔ وأمر۔ حکم کرتے رہو۔

اصطبر۔ استقلال سے حکم کرتے رہو۔ اور آپ نماز پر پکے رہو۔

بینۃ ما فی الصحف الاولیٰ۔ سب سے بڑا بینہ تو یہ ہے۔ کہ دنیا میں جس قدر کتابیں الٰہی کہلاتی ہیں ان سب میں جس قدر صداقتیں ہیں وہ اس قرآن مجید میں موجود ہیں حالانکہ نبی امی ہے اور عرب میں کوئی بیت العلوم کوئی کتب خانہ تک نہیں۔

آیت ۶۔ لولا ارسلت الینا رسولاً۔ اللہ تعالیٰ نے اس اتمام حجت کے لئے اب مجددین کا سلسلہ رکھا ہے ہر سو سال ہو یا ہ کے بعد مجدد آتا ہے۔ خارجیوں کے نزدیک ۵۰ سال بعد بقول بعض ۲۵ سال بعد شیعہ بھی

یہاں پارہ ۱۶ کے نوٹ ختم ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح و المہدی مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ سترہواں

سورۃ الانبیاء رکوع ۱

۱۶۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

انبیاء پر کیا اعتراض ہوتے ہیں ان کے ساتھ لوگ کیا سلوک کرتے ہیں۔ انبیاء کی موافقت و مخالفت کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ انبیاء کے آنے کی کس وقت اور کیا ضرورت ہوتی ہے ان باتوں کا ذکر اس پارہ میں ہے۔

وھم فی غفلۃ۔ پس انبیاء اس وقت آتے ہیں۔ جب لوگ ایک عام غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایک بھائی خدا کو مانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ باہم آپس میں محبت سے نہیں رہتے ہیں۔ غیرت دینی باہم نہیں رہتی۔ جیسا کہ آجکل یوروپ و امریکہ کی حالت ہے اور کچھ نہ کچھ رنگ ہمارے ملک میں پایا جاتا ہے۔

ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی توجہ بعثت کی طرف ہوتی ہے۔ ہزار برس کے بعد ایسا وقت ضرور آتا ہے۔ سو برس کے بعد بھی۔ بلکہ بعض کے نزدیک اس سے کم۔ طب کے معاملہ میں بھی اس کا نظارہ دیکھا ہے۔ تواریخ میں طاعون کا ذکر ہے۔ کہ ستر ہزار آدمی مر گئے۔ مگر اب تو ہفتہ وار اتنی تعداد کے قریب پہونچ جاتے ہیں۔

محدث۔ پیرایہ جدید ہوتا ہے۔ الّا زیادہ تر ذکر وہی ہوتا ہے۔ جو پہلے نبیوں کی زبان پر ظاہر ہو چکا۔

لاھیۃ قلوبھم۔ آجکل کے لوگ ایسے بہت ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت سے ان کے دل غافل ہیں۔

ھل ھذا الا بشر مثلکم۔ جو کچھ انبیاء کو کہتے ہیں اس کا ذکر ہے۔ کہ ایسی باتوں سے ڈراتے ہیں یہ نرم فقرہ ہے۔ اراذلنا بادی الرای کہنے والے بھی گزر چکے ہیں

افتاتون السحر۔ دلربا باتیں کرتا ہے۔

ربی یعلم القول۔ یہ اس بات کا جواب دیا ہے۔ کہ تم پر خود جرم لگ چکا سزا ملے گی۔

اضغاث احلام۔ جب انبیاء کے اخلاق کو اعلےٰ درجہ پر دیکھتے ہیں۔ تو پھر انہیں سے بعض بشر مثلکم نہیں کہتے۔ وہ کہہ دیتے ہیں۔ پریشان خوابیں آتی ہیں۔ یہ اس لئے کہ انبیاء اسی قدر بتاتے ہیں۔ جس قدر ان پر کھلے۔ اس پر پیشگوئی کی مشکلات کو نہ سمجھتے ہوئے معترض ہوتے ہیں۔

بل افترٰیہ۔ یہ کہنے والے ان پہلوں سے ایک قدم بڑھے ہوئے ہیں۔

شاعر۔ کلام مؤثر لاتا ہے شاعر ہے یہ ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔

کما ارسل الاولون۔ یعنے بالکل ہلاک ہو جاویں۔

[illegible] مسئلہ کا مفصل جواب ہے۔

اھل الذکر۔ یہ سورۃ مکی ہے یہودی وہاں تو آتے نہیں اس لئے اس سے مراد اہل کتاب نہیں

جسدا لا یاکلون الطعام۔ انبیاء کے کھانوں پر اعتراض کرنیوالے غور کریں۔

ذکرکم۔ شرف کم ہی معنے صحیح دیکھتے ہیں

افلا تعقلون۔ اپنے آپ کو بدیوں سے کیوں نہیں روکتے۔

۱۷۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۱۷۔ سورۃ الانبیاء رکوع ۲)

کانت ظالمۃ۔ یہ نقصان کی وجہ بتلائی۔

تسئلون۔ بڑے امیر ہو شاید تم سے پوچھا جاوے۔ کہ کیا گزری۔

حصیدا خامدین۔ ایرانی۔ یونانی۔ عرب۔ پٹھان۔ مغل۔ سکھ۔ یہ سب اسی ملک میں بڑے گروہ سے آئے اور پھر کچھ بھی نہ رہے۔

لعبین۔ آسمان و زمین اور ان کے اندر جس قدر چیزیں ہیں ہر ایک نتیجہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔

ولا یفترون۔ ایک فقیر سے میں نے پوچھا کبھی آپ عبادت کرتے تھکتے بھی ہیں اس نے کیا عمدہ جواب دیا کیا تم سانس لیتے آنکھیں جھپکتے تھک جاتے ہو؟

۱۸۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

(سورۃ الانبیاء بقیہ رکوع ۲ و ۳)

لا یسئل۔ انسان خدا کے مقابل پر کچھ نہیں کر سکتا۔ جو کچھ اس نے کیا ہے اُسے کون ٹال سکتا ہے

من قبلی۔ تمام انبیاء جو پہلے ہو چکے ہیں۔

اکثرھم۔ ضمائر کا مسئلہ خوب سمجھ لو۔ کہ اس سے پہلے ان کا ذکر نہیں جو ہم کا مرجع ہیں۔

عباد مکرمون۔ یہ ولد کی حقیقت سمجھائی ہے کہ اولیاء اللہ کو تقرب کے ایک مقام پر ولد کا خطاب دیا جاتا ہے۔ مگر وہ ولد حقیقی نہیں ہوتے۔

۱۹۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء رکوع ۳)

مومن وہ ہوتا ہے جو دنیا اور دین دونوں کے کام سمجھے۔ جیسے دنیا کے کارخانے ہیں ویسے ہی دین کے کارخانے بھی ہیں۔ دنیا کی بھی کھیتی ہے۔ دین کی بھی تجارت ہے

جب زمین میں بہت خشکی آتی ہے تو خدا تعالیٰ بارش بھیجتا ہے۔ اسی طرح بعض زمانہ الہامات کا نہیں ہوتا۔ پھر ایک وقت الہامات کی بارش کا ہوتا ہے۔

اولم یر الذین کفروا۔ کافر اس بات کو یقین نہیں کرتے یا یہ معنے کیا بار بار نظارہ نہیں کیا

رتقا۔ بند

ففتقنھما۔ والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع میں اسکی تشریح ہے

پانی بخار بن کر بادل بنتا اور پھر برستا ہے۔ اخرج منھا ماءھا و مرعٰھا۔

افلا یؤمنون۔ اسوقت ایک بارش ہوئی ہے۔ طبائع سب فطرت پہل لاینگی۔ و دماغ نالاریڈ

و شورہ بوم خس پوچھتا ہے۔ تم کس جماعت میں بننا چاہتے ہو کیا مومن نہیں بنیگے۔

ان تمید بھم۔ کہ وہ پہاڑ بھی ان کے ساتھ چکر کہاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضنے یہ معنے کئے ہیں۔

لعلھم یھتدون۔ جس طرح پہاڑوں میں رستے بنائے۔ اسی طرح دینی مشکلات حل کرنے کے

رستے بھی بنائے۔ .... دین کے رستے میں جو پہاڑ ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

فلا اقتحم العقبۃ وما ادراک ما العقبۃ فک رقبۃ او اطعام فی یوم

ذی مسغبۃ یتیما ذا مقربۃ او مسکینا ذا متربۃ۔

وجعلنا السماء سقفا۔ دین میں بھی چھت ہے۔ جو روحانی حیات کی حفاظت کا موجب

ہے۔ آسمان میں سورج و چاند و ستارے بنائے۔ ایسے ہی دین میں بھی۔ وبالنجم ھم

یھتدون۔ بھی فرمایا۔

فلک یسبحون۔ چکی (قطب شمالی یا جنوبی میں) یا چرخے (جیسے خدا ستر) کی طرح پھرتے

ہیں۔ بخاری میں ہے۔ حسبان کحسبان الرحی۔ فلکۃ۔ کفلکۃ المغزل

من فلکۃ الحلیۃ۔ اس مقام پر مفسرین لکھ جاتے ہیں۔ سب مر گئے۔ پھر دوسرے موقعہ

جینے کے بارے میں یہ قول بھول جاتے ہیں۔

فلیاتنا بآیۃ کما ارسل الاولون۔ سید احمد خان وغیرہ نے دہوکہ کہاکر معجزات سے

انکار کردیا۔ میں نے ایسے مقامات سے جہاں سے استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ آپنے نشان

نہیں دکہایا۔ نشان بتائے ہیں۔

۲۰۔ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷۔ سورہ الانبیاء رکوع ۴)

یکلؤکم یحفظکم۔ نگہبانی کرتا ہے

لا یستطیعون نصر انفسھم۔ دنیا میں جس قدر معبود بنائے گئے ہیں وہ خود مصیبتوں میں گرفتار ہوئے

دکھوں میں مبتلا ہوئے۔ تا یہ ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کے دکھ دور

کرنے والا نہیں۔

ولا ھم منا یصحبون۔ یہ پیشگوئی ہے کہ تمہیں بتوں کی مدد کا بھروسہ ہے وہ تمہاری مدد

کیا کرینگے ان کی تو اپنی خیر نظر نہیں آتی۔ یصحبون صاحب بنائے جائینگے۔ ینقصون

اطرافھا۔ امراء و غربا۔ شرفاء و ضعفاء۔ سب طبقے کے لوگوں سے آدمی نکل کر اس دین میں

شامل ہو رہے ہیں۔

انذرکم بالوحی۔ انبیاء قیاس سے پیشگوئیاں نہیں کرتے بلکہ وہ جو کچھ اس بارہ میں کہتے

ہیں الہام الٰہی سے کہتے ہیں

نفحۃ۔ لپٹ۔

الموازین القسط۔ انصاف کے ترازو۔ الموازین جمع اور قسط واحد۔ عربی میں قسط و

عدل کے لئے یہ جائز ہے۔ میزان ہی ہر چیز کے حسب حال ہے۔ ضرب کی میزان۔

جمع کی میزان۔ عقل کی میزان۔ بولی جاتی ہے اور سب لوگ سمجھتے ہیں۔

کفیٰ بنا حاسبین۔ یہ دو جملے ہوتے ہیں۔ کفیٰ بنا۔ الکتف بنا۔

الفرقان۔ ایک امتیاز۔ دشمن کے مقابلہ میں کامیابی۔

۲۱۔ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

(سورہ الانبیاء رکوع نمبر ۵)

رشدہ۔ رشد فہم سلیم کو کہتے ہیں۔

انبیاء ۶ جعون۔ [illegible]

بل فعلہ کبیرھم [illegible]

سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے تمہارا بڑا معبود موجود ہے اس سے پوچھ لو۔ گویا ان کی غلطی

کی طرف اس پیرائے میں توجہ دلائی۔

قالوا حرقوہ۔ حضرت ابراہیم جس شہر میں پکڑے گئے تھے اس کا نام اُور تھا۔ پشتو میں اب

تک اور آگ کو کہتے ہیں۔ اس شہر میں آتشکدہ تھا۔

نافلۃ۔ پوتا۔

۲۳۔ اپریل سنہ [illegible]

(سورہ الانبیاء رکوع نمبر ۶)

ففھمنٰھا سلیمٰن۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بڑوں کو بعض وقت بات نہیں

سمجھاتا۔ جو چھوٹوں کو سمجھا دیتا ہے۔

الجبال۔ پہاڑی قومیں۔

الطیر۔ جانور تابع کئے تھے۔

بوس لکم۔ ہمارے نبی کریم نے زرہ بنائی۔ وہ اسلام ہے اور ہمارے ہاتھ میں ہے۔ وہ

قرآن ہے۔ کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ کوئی شخص اس کتاب کے فہم والے کا مقابلہ نہیں

کرسکتا۔ مجھ سے خدا نے وعدہ کیا ہے۔ کہ میں تمہیں دشمن کے مقابل پر اس کے معنے سمجھاؤنگا

الریح۔ ہوا کے جہاز ان کے ماتحت چلتے۔

بامرہ۔ آپکے حکم سے گویا چلتے۔

بارکنا فیھا۔ خلیج فارس کے جہاز ہندوستان کی چیزیں شام تک لے جاتے۔ یورپ اور افریقہ

کے اسباب بحیرہ روم کے ذریعے پہنچتے۔ حبش شمالی السند۔ یمن اور جزائر کی چیزیں بحیرہ

قلزم کے ذریعے پہنچتی تھیں۔ غرض تین طرف سے بحری سفر ہوتا۔ خلیج فارس (۲) بحیرہ روم

(۳) بحیرہ قلزم۔

من یغوصون لہ۔ سلیمان کے قبضے میں خلیج فارس تھی تم نے سنا ہوگا۔ کہ وہاں موتی

نکلتے ہیں۔

الشیطن۔ شلطن البر۔ یہ کنواں بڑا گہرا ہے۔ گہرے کنوئیں کو شطن کہتے ہیں۔ شاید تم نے نظارے نہیں دیکھے۔ جو غوطے لگاتے ہیں۔ سیپیان لاتے ہیں۔ وہ بہتے ہوتے ہیں دیر تک اس کے نیچے رہتے ہیں۔ صبح سے لے کر نصف النہار تک غوطہ لگا سکتے ہیں۔ انہی کو شیاطین کہا گیا۔

مغاضباً۔ جو کسی غضب میں آکر چلدئیے۔

لن نقدر علیہ۔ ہم اس پر کسی قسم کی تنگی نہیں کرینگے۔ یہ معنے نہیں کہ قادر نہیں۔

من دونہا۔ اپنا پاک کلام

لاکفران۔ ناقدری نہ ہوگی۔

مورخہ ۲۴۔ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

(سورہ الانبیار رکوع ۷)

یہ رکوع بڑا مشکل ہے۔ میرے لئے نہیں۔ کیونکہ مجھ پر اللہ نے اس کے معنے کھولدئے ہیں۔ زیادہ تر لوگوں نے خود ہی اسے مغلق کر دیا۔

حرام۔ (۱) ضروری۔ (۲) عزم پکی بات)

انہم لایرجعون۔ وہ اپنی شرارتوں سے کبھی رکنے والے نہ تھے۔ ان کی نسل بھی پیدا نہ ہوں گے۔ مگر اس زمانہ میں کہ یاجوج ماجوج فتح ہوں گے۔

من کل حدب ینسلون۔ یہ لوگ کسی بڑی سے بڑی سلطنت کو زیر نظر رکھ لیتے ہیں۔ جب اس کو فتح کر لیا تو اس سے کم درجے کی ریاستیں خود ہی قابو میں آجاتی ہیں۔ نہروں میں بھی یہی طریق ہے۔ کہ حدب (کبر) کی تلاش رکھتے ہیں۔ پھر اس پر قبضہ کر کے اور اسے سیدھا کر کے سیدھی نہر لے جاتے ہیں۔

یاجوج وماجوج۔ یہ ان قوموں کے مورث اعلےٰ کا نام ہے۔ میرے ایک دوست نے مجھے بتا دیا تھا۔ کہ سب سے پرانا بت لنڈن میں یاجوج ماجوج کا ہے۔

تورات میں جوج۔ مسک وتابالسک کے سردار کو کہا۔ اور جزائر کے رہنے والے کو (حزقیل باب ۲۷)

کسی زمانے میں وسط ایشیار میں ان کا زور تھا۔ مید وفارس کو بہت دکھ دیتے تھے۔ اُن کے روکنے کے لئے ذوالقرنین نے دیوار بنائی۔ پھر آہستہ آہستہ تمام ممالک میں پھیل گئے چونکہ ان ناموں کا مادہ اج (آگ سے) ہے۔ یہ قومیں بلحاظ اپنے رنگ اور اپنے کاموں کے آگ سے کام لینے والے ہیں۔ غرض تمام قسم کی بدکاریوں آزادیوں۔ خدا کے انکار۔ انبیار کی ہتک کے ظہور کا زمانہ۔ ان کے پھیل جانے کا وقت بتاتا ہے۔

کنا ظلمین۔ ہم بڑے مشرک تھے۔

کطی السجل للکتب۔ جس طرح مضمون کے اندر اس کی تحریر مضمون محفوظ رہتا ہے۔

فی الزبور۔ زبور کے معنے۔ انبیار کی کتب۔

بعد الذکر۔ ذکر سے مراد ام الکتب۔ لوح محفوظ۔ بعضوں نے کہا ذکر سے مراد قرآن یا تورات ہے۔

الارض۔ بہشت کی سرزمین۔ اسی دنیا سے ملنی شروع ہوتی ہے اور پھر آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اور اس کے وارث صالح بندے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جہنم کی زندگی بھی بد لوگوں کے لئے یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

یہاں سورہ الانبیار کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۃ الحج

(پارہ ۱۷۔ رکوع ۸۔ سورۃ الحج رکوع ۱)

مورخہ ۲۵ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

انسان کو جب راحت۔ آرام۔ کامیابی ہو۔ تو خوش ہوتا ہے۔ اگر اس خوشی میں اس کی تدبیر دخیل ہو۔ تو بہت ہی فخر ہوتا ہے اور دوسرے ... [illegible] ناکامی ہو جائے۔ نامرادی پہ دیکھے۔ تو اس وقت خدا یاد آتا ہے (اگر خدا کا قائل ہو) ورنہ کلمات کفر زبان سے نکلتا ہے۔ کامیابی میں تکبر۔ ناکامی میں تنزل۔ انسانی فطرۃ کا خاصہ ہے۔ مثنوی میں ایک حکایت ہے کہ ایک متکبر امیر کے کانٹا چبھ گیا۔ اس کو نکالنے کے لئے سر نیچا کر کے بیٹھا۔ تو اسے کہا گیا یہ ہے تکبر کی حقیقت۔ کہ ایک کانٹے نے سر جھکا دیا

اتقوا۔ کامیابی میں بھی متقی ہو۔ ناکامی میں بھی خوشی میں بھی تقوی کی حد بندی کو نگاہ رکھو

ان زلزلۃ الساعۃ۔ ایک نہ ایک وقت مصیبت کا آتا ہے اس وقت ماں بچے کو بھول جاتی ہے۔

سکریٰ۔ عشق اور سکر کا لفظ اچھے معنوں میں ہمارے ہاں نہیں آیا۔ نہ قرآن میں عشق کا لفظ ہے۔ صحیح حدیث میں متوالا اس کے معنے ہیں۔

بغیر علم۔ افسوس کہ آجکل سب کا یہ شغل اور نئے تعلیم یافتہ مولوی اللہ کی ذات صفات احکام۔ افعال تعلیمات میں بحث کرنے کو تو ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ مگر مطلقاً علم قرآن وحدیث سے بے خبر ہوتے ہیں۔

من تولاہ۔ اس گروہ سے جو خدا تعالیٰ سے دور ہے اس سے جو دوستی رکھے۔

نطفۃ۔ تھوڑی سی چیز۔ منی کے جس حصے سے انسان بنتا ہے۔ وہ بدوں خوردبین نظر ہی نہیں آتا۔

لنبین لکم۔ تا بیان کریں ہم کہ تم اپنے محافظ خود نہیں۔ بعض بغیر کامل ہوئے گر بھی جاتے ہیں۔ بعض صورت پذیر ہوتے ہیں۔

طفلاً۔ اس حالت میں انسان طفیلی ہی ہوتا ہے۔ نہ خود کھا سکتا ہے نہ پہن سکتا ہے بلکہ کھڑا تک نہیں ہو سکتا۔

یہ تغیرات قیامت کے تمام اور ایک خاص وقت پر نبوت کے ظہور پر دال ہیں۔

یبعث من فی القبور۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے۔ کہ جو کافر ہیں ان میں سے کئی مومن ہو جاویں گے۔

لا ھدی۔ اکثر لوگ جو علم پڑھتے ہیں۔ ان میں ... خشیۃ اللہ ہرگز نہیں ہوتا۔

ولا کتب منیر۔ واعظ بجائے اس کے کہ قرآن وحدیث کا وعظ کریں۔ مضحکات ومبکیات کو وعظ کی روح و رواں سمجھتے۔ اور اس قسم کی حکائتیں یاد کئے ہوتے ہیں۔

ثانی عطفہ۔ اس کے معنے ہیں تکبرا۔ متکبر شخص ہمچگروں کو مروڑ کر بات کرتا ہے ولّٰی مستکبرا کان لم یسمع۔ اس کی تفسیر میں ہے۔

۲۶- اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷ رکوع ۹ سورۃ الحج رکوع ۲)

مکہ میں صریح دشمن موجود تھا۔ اور مدینہ طیبہ میں بھی کئی قسم کے دشمن موجود تھے۔ تین یہودیوں کے۔ دو مشرکوں کے ایک عیسائیوں کا۔ ساتواں گروہ منافقوں کا۔

یہ سورۃ میرے نزدیک مدنی ہے اور اس میں مخاطب مکہ والے بھی ہیں۔ اسمیں فتح مکہ کا اشارہ ہے اور مذاہب سب مخالفین کو۔ پہلے رکوع میں صریح دشمن مخاطب تھے دوسرے رکوع میں منافقوں سے خطاب ہے۔

علی حرف۔ مومن وہ ہے جو خوشحالی و تنگ حالی میں خدا کی قضاء پر راضی رہے۔

فان اصابہ آہ۔ یہ طریق منافقوں کا ہے۔

خیر - آرام۔ بھلائی

دلمن ضرہ اقرب۔ رامپور کی حکایت سنائی کہ ایک شخص اپنے آقا کی خدمت کرتا اور کہتا خدا اور نمازیں بھی دیکھ لیں جو کچھ ہے یہی ہے۔ ایک ماہ خدمت کر چکا۔ ابھی تنخواہ نہ پائی تھی کہ وہ یکدم قتل کیا گیا۔ اسوقت اسے معلوم ہوا کہ یدعون من دون اللہ کا کیا حشر ہے

لن ینصرہ۔ ہ کا مرجع نبی کریم ہے۔ .... ضمائر کا مسئلہ قابل غور ہے۔ نبی کریم کا ذکر نہیں ہو چکا اور ضمیر آگئی۔ فرماتا ہے۔ جو یہ باور کر رہا ہے کہ دنیا میں اس نبی کو مدد نہیں ملے گی۔

فلیمدد بسبب الی السماء۔ اس آیت کے دو معنے کئے گئے ہیں (۱) وہ کوئی ترکیب بنا کر آسمان میں جائے اور محمد رسول اللہ کو جہاں سے نصرت آتی ہے۔ وہاں سے کاٹ دے (بغیر اس کے کوئی طریق نہ ہو سکیگا۔) گویا اس نادان کو سمجھایا ہے۔ کہ آسمانی نصرۃ کو کون روک سکتا ہے۔

(۲) سماء کے معنے چھت کے ہیں۔ جو شخص کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصرت نہیں ہوگی۔ اُسے چاہئیے۔ کہ چھت میں رستے لٹکا کر پھانسی لے لے (اور خودکشی کر لے) یہ نصرت تو ضرور آتی ہے۔

والصابئین۔ صابیوں کو صبہ کہتے ہیں۔ ثابت بن قرہ۔ ایک مشہور طبیب ہے انہی میں سے ہے۔ صابیوں کے تین مذہب ہیں۔ تینوں کا اثر مسلمانوں میں دیکھتا ہوں ایک تو تعویذ گنڈے۔ ٹونکے اور ستاروں کے سعد نحس کا خیال یا بدوح کا لفظ انہی سے لیا گیا ہے

(۲) صوفیانہ طبیعت رکھتے ہیں۔ معتزلہ ریا چوہ میں ان کے دلائل پائے جاتے ہیں۔

(۳) ایک انہیں سے اپنے طور پر نماز پڑھتے وضو کرتے ہیں۔ رو بقبلہ بھی ہوتے ہیں لہذا وہ یہی ہیں۔ مسلمان نہیں۔

ان اللہ یحبُّ۔ بعض کہتے ہیں کہ سجدہ فرض ہے۔ میرے نزدیک بھی ایسا ہی ہے۔

کیونکہ پیشگوئی کو بڑے زور سے بیان کیا اور وہ پوری ہوئی۔ آخر طوعاً و کرھاً خدا کے حکم کو ماننا پڑا۔

خصمن۔ کافر۔ مومن آگے ان دونوں کا انجام بیان ہوتا ہے۔

ثیاب من نار۔ دنیا میں یہ نار جنگ کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔

عذاب الحریق۔ ظاہری رنگ میں ان کے باغات جلائے گئے۔

حضرت علی، حضرت حمزہ، حضرت معاویہ یہ تین تھے۔ جن کے مقابلہ میں عتبہ، شیبہ، ولید کھڑے تھے ان کا بیان ہے۔

۲۷- اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷ سورہ الحج رکوع ۳)

یہ سورۃ فتوحات کے لئے بیان فرمائی۔ اس میں فتح مکہ۔ مدینہ۔ فتح عراق کی طرف اشارہ ہے عرب ایک خشن پوش قوم تھی۔ اونٹوں۔ بکریوں۔ گوسپندوں کے بالوں کے کپڑے پہنتے۔ نہ ریشم نہ پشمینہ۔

جنّٰتٍ تجری من تحتھا الانھار۔ اللہ تعالیٰ رسول کے ذریعہ بشارت دیتا ہے۔ کہ تم عراق عرب ایسے ممالک کے فاتح ہوگے۔ اور بجائے خشن پوشی کے ریشم دیا جاویگا۔

یحلّون۔ زیور دئے جائیں گے۔ جنگ میں عورتیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ یہ سب چیزیں جن کے پہننے کی تھیں۔ انہی کو پہنائی جاتیں۔ گر انعام میں اکثر یہ چیزیں اب بھی مردوں کی ملتی ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ مرد پہن لیں۔

سراقہ مالک بن جعشم ایک شخص تھا اس کو رسول اکرم نے فرمایا۔ کہ تجھے کسریٰ کے کڑے دئے جاویں گے۔ اس نے ہاتھ ننگا کر کے کہا کہ ان ہاتھوں میں کڑے ہیں؟ فرمایا میں تو دیکھ رہا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر کے زمانے میں اُسے پہنائے گئے۔

الی الطیب من القول۔ زبان کی شائستگی عرب کو بالخصوص بخشی گئی تھی۔

عرب اپنے مرکز کے لحاظ کبھی مفتوح نہیں ہوئے۔ یونانی بادشاہ گو پنجاب تک پہونچا مگر عرب پر وہ بھی تسلط نہ کر سکا۔ روما کی سلطنت بھی عظیم تھی اور فراعنہ مصر کی بھی۔ لیکن عرب کی دستبرد سے محفوظ رہے اور خود ہی فاتح ہوئے۔

طھّر۔ پاک رکھو کسی قسم کی بت پرستی نہ ہونے پائے۔

حضرت ابراہیم نے سات دعائیں کی ہیں (۱) جب عمارت بنائی۔ اپ بیٹا کو دعا کرتے تھے۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک (الٰہی ہمیں اپنا فرمانبردار بنالے) ومن ذریتنا اُمّۃ مسلمۃ لک۔ وارنا مناسکنا وتب علینا۔ پھر دعا کی۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم - یتلوا علیھم اٰیاتہ - ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم۔ کل بنا کعبہ میں سات دعائیں کی ہیں۔ اسواسطے مومن سات دفعہ وہاں طواف کرتا ہے اور یہ دعائیں کرتا ہے۔ اس مقام کو ڈھونڈتا ہے جہاں یہ دعائیں قبول ہوئیں

منافع لھم۔ حج کے منافع عجیب در عجیب ہیں۔ انسان جب اپنے وطن میں رہتا ہے تو بوجہ محبت وطن چھوڑ نہیں سکتا۔ مگر جو قومیں گھروں کے چھوڑنے کی عادی ہیں وہ بہت ہی نفع میں رہیں۔ ہمارے امرا بہت سست ہیں۔

حضرت خلیفۃ المہدی والمسیح مولانا حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ سترہوان

بقیہ رکوع ۱۱

سورۃ الحج رکوع نمبر ۲

مورخہ ۲۷ اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

(۲) وضعداری ہمارے ملک میں بہت ہی رائج ہے اس کے توڑنے کے لئے حج ہے جہیں ایسی وضعداریاں خاک میں مل جاتی ہیں۔

۲۸ - اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

بقیہ رکوع نمبر ۱۱

پھر بڑا نفع تو یہ ہے۔ کہ لاکھوں آدمی جب مل کر دعا کرتے ہیں۔ تو ضرور مقبول ہوتی ہے اور اس وقت خصوصیت سے ایک جوش اٹھتا ہے۔ (۲) کوئی مدبر کوئی حکیم کوئی فلسفی کوئی موجد کوئی عالم دنیا کے کسی حصے میں پیدا ہو۔ وہاں ضرور خبر ہو جاتی ہے کیونکہ تمام ممالک کی مخلوق کا کوئی نہ کوئی نمونہ وہاں موجود ہوتا ہے۔

میں نے مکہ میں ایک بزرگ دیکھے کہ وہ جلد جلد عربی میں بات کرتے تھے گویا کوئی کتاب علم حدیث سے باہر کی نہ ہوتی۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مطلب نہیں کہ حج میں منافع ہی منافع ہیں۔ نقصان بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر زیادہ منافع ہیں۔

ومن یعظم حرمات اللہ۔ جس کو خدا نے بڑا بنایا ہے اسکی تعظیم کرو اس سے یہ مسئلہ بھی نکل آتا ہے کہ حاکم وقت کی اطاعت چاہیئے۔

شعائر اللہ۔ جس سے اللہ کا شعور پیدا ہو قرآن کریم کی بہت تعظیم ہے کہ شعائر اللہ میں سے اعظم ہے۔

مورخہ ۳۰ - اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷ رکوع ۱۲ - سورہ الحج رکوع ۴)

قربانی ایک اصل الاصول ہے تمام ترقیات کا۔ کوئی مذہب۔ کوئی سلطنت۔ کوئی تمدن قربانیوں سے خالی نہیں۔

گند میں جو اجرام پیدا ہو جاتے ہیں وہ شیر چیتے بھیڑیئے سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ ان کے زہر کے تریاقوں میں سے دھوپ - روشنی - ہوا ہے۔ بڑے اہتمام سے پاخانوں اور ایسے گندے مقامات کی صفائی کروائی جاتی ہے۔ مگر یہی گند کھاد بن کر ایسی خوشنما عمدہ نباتات پیدا کرتا ہے۔ کہ جس کے اکثر حصہ پر انسان کی حیات کا دارومدار ہے۔

گویا یہ اجرام قربان کئے جاتے ہیں انسان کے لئے۔ پھر دیکھا جاوے تو انسان کی زندگی کے لئے کس قدر نباتات قربان کئے جاتے ہیں۔ ویل مچھلی کے لئے کس قدر مچھلیاں قربان کی جاتی ہیں۔ ادنےٰ آدمی بڑے آدمیوں کے لئے اپنا آرام اپنی صحت اپنا وقت اور اپنا جسم خرچ کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر فوجوں کا نظارہ ہے۔ کہ سپاہی سے لیکر افسر۔ کمانڈر انچیف تک وہ بادشاہ کے لئے جان تک قربان کرتے ہیں۔

غرض یہ سلسلہ بڑا لمبا ہے اور ہر قوم میں قربانی موجود ہے اسی لئے فرمایا۔ ولکل امۃ جعلنا منسکا مسلمانوں کے لئے مابہ الامتیاز فرمایا۔ کہ وہ قربانی کے موقعہ اللہ کو یاد کر لیا کریں اور اس بات پر غور کریں کہ ادنےٰ اعلےٰ کے لئے کس طرح پر قربان کیا جاتا ہے۔ اور کیوں کر ایک جانور اپنا آپ اپنے سے اعلےٰ انسان کے آگے چپ چاپ رکھ دیتا ہے۔ بس اسی طرح ہم کو اپنی جانیں آستانہ الوہیت پر قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

والمقیمی الصلوٰۃ۔ نماز سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں۔ تسبیح۔ تکبیر۔ تہلیل تمام ارکان کے لئے دعا اور تبتل الی اللہ۔ اللہ کی جناب سے پناہ۔ وہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔ بلکہ اس کی ہیئت بھی جامع ہے۔ تمام تعظیمات کی اور ذکر جامع ہے۔ تمام اذکار کا۔ اور اس میں تعظیم لامر اللہ ہے ومما رزقنٰھم ینفقون۔ یہ اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ شفقت علیٰ خلق اللہ۔ پس جو اللہ نے تمہیں دیا۔ اسمیں سے کچھ دو مال۔ طاقت۔ علم۔ ہنر۔ رزقنٰھم میں شامل ہے۔

لکن ینالہ التقوی منکم۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جیسے وہ (جانور) تمہارا فرمانبردار ہے۔ ایسے ہی تم میرے مطیع ہو جاؤ۔ راضی بقضاء۔

ان اللہ یدافع عن الذین اٰمنوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی حد بندی مقرر کر دی ہے جب اس حد سے کوئی چیز بڑھنے لگتی ہے۔ تو اس کو دفع کرنے والی چیز پیدا کر دیتا ہے۔ کفر بڑھ گیا ہے اس لئے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت کو پیدا کر دیا کیونکہ وہ کفر کیشوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ خیال کہ کوئی مہدی ایسا آئے گا جو تمام جہان کو مسلمان بنالیگا۔ ایک لغو خیال ہے۔ کیا وہ حضرت محمد رسول اللہ سے بڑھ کر قوت قدسیہ رکھنے والا ہوگا کیا وہ قرآن شریف سے بڑھ کر کتاب لائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ایک حد کے اندر رکھنا چاہتا ہے۔

یکم مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷ رکوع ۱۲ سورہ الحج رکوع ۵)

جو دنیا میں نیکی ہے اس کے ساتھ کچھ مشکلات بھی ہیں اور سکھ کے ساتھ دکھ اور دکھ کے ساتھ سکھ ہے۔ آخر الذکر کی مثال درد زہ اور پھر فرزند نرینہ کی پیدائش ہے۔

صحابہ کرام کہ مکہ معظمہ میں سخت تکالیف میں مبتلا تھے۔ (۱) بعض آدمیوں کے ایک پاؤں کو ایک اونٹ سے اور دوسرا پاؤں دوسرے اونٹ سے باندھ کر مخالف سمتوں میں چلا کر چیرا جاتا۔ (۲) بعض عورتوں کی شرمگاہوں میں برچھی ماری ہے اور گلے سے نکالی ہے۔ (۳) تین برس بنو ہاشم کو کھانا پہنچانے میں روکیں ڈال دی گئیں۔

دہم بعض صحابہ کو شدت سے گرم کئے ہوئے پتھروں پر لٹایا جاتا تھا۔ مگر وہ لوگ بڑے صبر استقلال اور ہمت سے ان تمام تکلیف کو برداشت کرتے۔

محرم میں جناب امام حسین کی تکالیف کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر صحابہ نے جو جو تکالیف اُٹھائی ہیں وہ ان سے بعض اوقات بڑھ کر ہیں۔ سو اس صبر کے عوض جہاد کی اجازت دیگئی۔ یہ غلط ہے۔ آپ کو جیتنے کا انتظار تھا۔ لا تکلف الا نفسک کا حکم اور غزوہ حنین میں سب کے بھاگنے پر کھڑا رہنا اس کا شاہد ہے۔ پس یہ جھوٹ ہے۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔

بغیر حق۔ سوا کسی وجہ وجیہ کے۔ اگر خدا ہر چیز کی حد بندی نہ کرتا۔

صوامع۔ عرابی قوم کے گرجے۔

بیع۔ یہودیوں کے گرجے۔

صلوات۔ عیسائیوں کے گرجے یا ہندوؤں کے ٹھاکر دوارے۔

اهلکنها۔ اس کے بہت بہت نظارے اس وقت بھی موجود ہیں۔

قصر مشید۔ شید۔ شید کے بنے اونچے کے ہیں۔

شادہ مرمرا و جللہ کلسا۔ فللطیر فی ذراہ وکور

سنگ مرمر اور چونہ لگا کر ہمارے ممدوح نے محل کو ہو بچا کیا۔ جس کا کنگرہ جانوروں کا آشیانہ ہے۔ امرا القیس کہتا ہے۔

وتیماء لم یترک بہا جذع نخلۃ۔ ولا اتما الا مشیدا بجندل۔

اور تیما جگہ میں نہ چھوڑا اس نے کسی درخت کے تنے کو اور نہ کسی برج یا قلعہ کو۔ مگر وہ جو کہ مضبوط بنایا ساتھ پٹانوں کے۔ گویا دوسرے مصنے چونہ گچ کرنا ہے۔

کالف سنۃ۔ سنۃ القرآن سنۃ وسنۃ الرسال سنۃ۔ وصال کا ایک برس اونکے برابر ہوتا ہے۔ مگر جدائی کی گھڑی سال کے برابر۔ سنگرون کو کہا تم پر ایک دن آتا ہے۔ جو تمہارے لئے بوجہ مصائب ہزار برس کا ہو جاوے گا۔

مورخہ ٢ مئی سنہ ١٩١٠ء

(پارہ ١٧ رکوع ١٤ سورہ الحج ٦)

مکہ والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عمرے سے روکا تھا۔ اور کہا کہ اگر ہم اس سال اجازت دیں۔ تو ہماری عزت میں فرق آتا ہے۔ اگلے سال آنا اور یہ شرائط مقرر کیں (١) جس قدر آپکے ساتھ لوگ ہوں ان کی تلواریں نیام میں ہوں۔ تیر۔ ترکش میں ہوں۔ ہمارے حجروں میں (٢) تین دن سے زیادہ نہ رہیں۔ کوئی مسلمان کہ میں ہو تو آپکے ساتھ جا سکیگا۔ اور اگر کوئی آپکے آنا چاہے تو اُسے روکو گے نہیں۔ پھر میں نے یہ کہا تھا کہ اس سورۃ میں اللہ ان کیلئے سب قوموں کو۔ جو عرب۔ مصر۔ عراق۔ شام میں تھیں۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جو عزت وجاہت لئے پھرتے ہو۔ یہ سب خاک ہو جاویگی۔

فالذین آمنوا وعملوا الصالحات۔ جو میرا ساتھ دینگے وہ معزز ہونگے اور جو میرے برخلاف کوششیں کرتے ہیں وہ شکست یاب ہونگے۔ رسول اللہ تو ایمان عمل صالح۔ اطاعت رسول اور امر بالمعروف چاہتے ہیں اور کفار نبی کا انکار۔ بدیوں میں

انہماک فسق وفجور۔ کفر وشرک چاہتے ہیں اور ہمارے آیات کو عاجز کرنا پس یہ سب مخالف جہنم کے کندے بنیں گے۔

وما ارسلنا من قبلک۔ مخالفان اسلام اس آیت کے غلط معنے کر کے طرح طرح کے اعتراضات پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ قصور خود ان کے فہم کا ہے۔ اس سورۃ کے گذشتہ رکوع پر نظر ثانی کرو۔ ان میں کیا مضمون ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کس زور سے اللہ تعالیٰ اپنی توحید وعظمت کو قائم کرتا ہے اور تحدی سے پیشگوئی کرتا ہے۔ کہ دشمن اس کے تباہ ہوں گے کیا ان چھ رکوعوں کے مضامین کے سامنے اس بے ہودہ روایت کی کچھ ہستی ہے۔ کہ نبی کریم کی زبان پر اثناء وعظ میں یہ کلمہ بھی جاری ہوا۔

تلک الغرانیق العلی۔ وان شفاعتہن لترتجی۔

جھوٹ بکتے ہیں جو ایسا کہتے ہیں۔ اس طرح تو نبی کریمؐ کے کلام سے امان اُٹھ جاوے گا۔ الا اذا تمنی القی الشیطن فی امنیتہ۔ نبی کی خواہش یہی ہے۔ کہ توحید پھیلے اور کلمۃ اللہ علیا ہو۔ کوئی شریر اُٹھتا ہے تو اس کی خواہشوں میں روک ڈالنا اور چاہتا ہے۔ کہ یہ نبی کامیاب نہ ہو۔

فینسخ اللہ مایلقی الشیطن۔ اللہ تعالیٰ اس شریر کی تمام شرارتوں کو مٹاتا ہے۔ یہ عام قاعدہ ہے۔ کہ جب کوئی نیک اپنی نیکی پھیلانا چاہتا ہے۔ تو کوئی نہ کوئی شریر اس کی مخالفت کرتا۔ اور آخر شکست کھاتا ہے۔ اسی گاؤں میں ایک راستباز آیا۔ اس نے حق پھیلانا چاہا۔ مخالفوں نے روک ڈالی۔ مگر وہ سب روکیں اُٹھ گئیں۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں تم تین سو سے زیادہ آدمی بیٹھے ہو۔

لیجعل مایلقی الشیطن۔ شیطان کی شرارتیں فتنہ ہوتی ہیں۔ مگر انہی کے لئے جن کے دلوں میں مرض ہے۔ گویا اس ذریعہ سے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

سورۃ جن میں فرمایا۔ فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا

جب خدا اپنے غیب خاص کو رسولوں پر نازل فرماتا ہے۔ تو اس رسول کے آگے پیچھے چوکی پہرہ جاری ہوتا ہے۔ جب تک وہ ساری بات اللہ کی مخلوق میں پہنچا لے۔ پس یہ ممکن نہیں۔ کہ کوئی شیطان ایسے موقعہ پر دراندازی کر سکے۔

عذاب یوم عقیم۔ مجاہد کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ وہ بدر کا دن تھا۔ جس میں تمام عائد مکہ ہلاک یا گرفتار ہو گئے۔

الملک۔ اس دن ثابت ہو جاوے گا کہ یہ ملک صرف اللہ کے دین کے لئے ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مورخہ ٢ مئی سنہ ١٩١٠ء

پارہ ١٧ رکوع ١٥

(سورۃ الحج رکوع نمبر ٧)

سورۃ حج کا اشارہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے

جانشین خلفاء کے مقابلہ پر کھڑے ہوئے۔ ان کا انجام کیا ہوگا۔ یہ نوانذ ہُتا۔ (ب) اس کے بالمقابل تبشیر ہے۔ کہ مومنین مہاجرین و انصار ان کے مالک کر فاتح ہوں گے۔

ھاجروا فی سبیل اللہ۔ ملک کو چھوڑ گئے۔ غرض و اقارب کو چھوڑ کر ملک کے رسم و عقائد کو اور اپنے محبوب امور کو چھوڑنے والے بلّٰہ نہ کہ کسی غرض نفسانی کے لئے۔

المهاجر من هاجر ما نهی اللہ

مانہی اللہ بہت سی چیزیں ہیں۔ از آنجملہ یہ کہ جس مقام یا جس صحبت سے غفلت پیدا ہو۔ اس کو فوراً چھوڑ دینا چاہیئے۔

لیدخلنہم۔ جب مردوں کو یہ آسائش و آرام کے اسباب و مقامات دیگا۔ تو زندوں کو تو ضرور ہی دے گا۔ خدا کی راہ میں مال و جان کو قربان کرنا کوئی اتنا مشکل نہیں۔ اکثر لوگ دیکھے جاتے ہیں۔ کہ معمولی سی بات پر خودکشی کر لیتے ہیں۔ رسم و رسوم کی پابندی میں مال کا بہت سا حصہ ضائع کر دیتے ہیں۔ کئی گیارھویں دینے والے بڑے استقلال سے قرض لے کر بھی ناغہ نہیں کرتے۔ مگر زکوٰۃ کہو تو کہتے ہیں کہ غریب آدمی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت واقع میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اور یہی حقیقت ہے پُل صراط کی۔

ومن عاقب۔ ہر شخص خود بدلہ لینے کا مجاز نہیں۔ یہ حکام کے سپرد ہے ثم بغی علیہ اس کو ظاہر کرتا ہے۔

فتصبح الارض مخضرۃ۔ جس طرح ظاہری بارش بے فائدہ نہیں جاتی۔ اسی طرح وحی اپنا پھل لا دے گی۔

مورخہ ۴۔ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷ رکوع نمبر ۱۶)

سورۃ الحج رکوع نمبر ۸

سخّر لکم ما فی الارض۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ زمین کی تمام چیزیں تمہارے مسخر کر دیں۔ بلکہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ کہ آسمان کی چیزیں اور شمس و قمر بھی تمہارے مسخر کر دیا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے بہت کم ان آیات سے نفع اُٹھایا ہے۔ اور عملیات کے ذریعے تسخیر کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جو بالکل لغو اور بے ہودہ بات ہے۔ افسوس کہ جن کی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ "کل کی فکر آج نہ کرو"

دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ وہ تو سارے جہان کی دولت سمیٹ رہے ہیں اور جن کے لئے سب کچھ مسخر کر دیا گیا ہے۔ وہ بھوکوں مرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا اور سست و کاہل الوجود ہو گئے۔ انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ

منسکاً۔ منسک عربی بولی میں جگہ کو کہتے ہیں۔ کسی جگہ جہاں جانے کی انسان کو عادت و اُلفت ہو۔ اس واسطے مسجد و ہر دکان کو جو بازار میں ہو وہ کنجوں حرفہ پیشہ کی دکانوں بلکہ کنجروں کے بازار کو بھی منسک کہتے ہیں۔

جناب الٰہی فرماتے ہیں۔ مسلمانوں کی عبادت گاہیں ہیں۔ اسی طرح کے مقامات ہر قوم نے اللہ کے نام کے لئے بنائے ہوئے ہیں۔

(۱) گنگا جی کے کنارے پر ایک مقام ہے۔ ہردوارہ یعنی ہری کا گھر۔ اللہ کا گھر۔ (۲) بیتیل (بیت اللہ) یروشلم میں ہے۔ (۳) بیت میں لاسہ۔ جو الہ ستا کے معنوں میں ہے۔ پس ہمارے مکہ کے بیت اللہ پر اعتراض کرنا غلطی ہے۔ انہیں چاہیئے۔ کہ جھگڑا نہ کریں

فلا ینازعنك فی الامر۔

فی کتاب۔ اللہ کی حفاظت میں۔

و یعبدون من دون اللہ

جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ ضرور دکھا رہے ہیں۔ تا ثابت ہو کہ وہ اپنے آرام کے مالک بھی نہ تھے۔ امام حسین۔ مسیح۔ رامچندر جی سب کے واقعات زندگی دیکھو۔

یسطون۔ یبطشون۔

مورخہ ۵ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷ رکوع ۱۷)

(سورہ الحج رکوع نمبر ۹)

یاایها الناس۔ یہاں عام لوگوں کو مخاطب کیا ہے۔ اور آگے چل کر خصوصیت سے مومنوں کو۔

ذباباً۔ لطیفہ یہ ہے۔ کہ مکھی بنانا تو درکنار۔ یہ جو معبود بنائے گئے ہیں۔ وہ تو اس کی آنکھوں کی صحیح تعداد بھی نہیں جانتے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کوئی چڑیا وغیرہ بھی نہیں بناتے۔

و ان یسلبهم الذباب شیئاً

بُت ہی مراد نہیں بلکہ انسان بھی خصوصیت سے شامل ہیں۔ اب خواہ کتنا ہی بڑا بادشاہ ہو اور قوت والا۔ مکھی اپنا حصہ لے ہی جاتی ہے۔ اس سے چھڑانا محال۔

ارکعوا۔ خدا کی جناب میں جھکے رہو اور اپنے تئیں متکبر و لاپرواہ نہ بناؤ۔

الخیر۔ ہر قسم کی نیکیاں و بھلائیاں جمع کرو۔

لعلکم تفلحون۔ کامیابی کی راہ بتادی۔

وجاھدوا۔ کوشش کرو اللہ کی راہ میں۔ جس قدر حق کوشش کا ہو۔

من حرج۔ حرج کے معنے تنگی کے ہیں۔ شریعت کے جس قدر کام ہیں سب مطابقہ کئے ہیں۔ سب وسیع ہیں۔ مثلاً نماز۔ وقت وسیع ہے کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے۔ تو بیٹھ کر یا لیٹ کر ادا۔ پھر کچھ بھی مشکل نہیں۔ غرض شریعت کے ہر حکم کی تعمیل اپنے اندر ایک سکھ رکھتی ہے پھر یہ بھی مطلب ہے کہ ہر غلطی کا ازالہ موجود ہے۔ گناہ کیا توبہ کرلو وغیر ذلک۔

ابراھیم۔ اچھوں کا باپ۔ اسی واسطے ابیکم فرمایا۔ کیونکہ وہ تمام اچھوں کا روحانی باپ ہے۔

سمٰکم المسلمین۔ اس کے متعلق یہ نکتہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔ کہ کسی مذہب کا نام اس کی الہامی کتاب نے نہیں رکھا سوائے اسلام کے۔

ھُوَ۔ اس ضمیر میں جھگڑا ہے۔ بعض خدا کی طرف کہتے ہیں۔ بعض ابراہیم کی جانب بدلیل امۃ مسلمۃ لک۔

اعتصموا باللہ۔ اللہ کی فرمانبرداری کے ذریعے اپنے تئیں ہر دکھ سے بچاؤ۔

ونعم النصیر۔ اگلی سورۃ میں نصرت ہی کا ذکر آوے گا۔

سورۃ الحج کے نوٹ ختم ہوئے

یہاں پارہ سترھواں ختم ہوا

الحمد للہ رب العالمین ؏

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ اٹھارہواں

سورۃ المومنون رکوع ۱
مورخہ ۷ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

سورۃ حج میں میں نے یہ سنایا تھا۔ کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں اور موذیوں کو اطلاع دیگئی تھی۔ کہ تم پر وہ مصیبت کی گھڑی آنیوالی ہے۔ جس سے حاملہ حمل گرادے۔ دودھ پلانے والی اپنے بچے کو بھول جائے۔

اسی سورۃ کے اخیر میں فرمایا ہے۔ کہ نبی و مہاجرین کو مشکلات پیش آنے ہیں۔ مگر وہ آخر میں فتحمند ہوئے ہیں اور فتحمندی کا طریق تبلایا۔ کہ نمازیں قائم کرو زکوٰۃ دو۔ کتاب اللہ پر عمل کرو۔

اب اس منذر سورۃ کے بعد مومنوں کو نصرت کی بشارت دیتے ہوئے فتحمندی کی کچھ شرائط مقرر کئے۔ اور کچھ طریقے بتلائے ہیں۔

ہر چیز اپنے کمال کو چھ مرتبے طے کر پہونچتی ہے۔ یہاں مومن کے روحانی کمالات کا ذکر فرمایا ہے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین حصہ پنجم میں ان آیات کی خوب تفسیر فرمائی ہے)

خاشعون۔ ایک مقام پر فرمایا ہے۔ تری الارض خاشعۃ۔ خاشع کے معنے ہیں اپنے آپ کو کمال محتاج یقین کرنا اور یہ باور کرنا کہ میرے اپنے پاس کچھ بھی نہیں اسی لئے صوفیاء نے فرمایا۔ ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو۔ نماز میں پورا تذلل اختیار کرو اور اس کے ظاہری نشان یہ ہیں۔ کہ ادھر ادھر نہ دیکھے۔ لغو حرکات نہ کرے۔

اللغو۔ کل باطل۔ کل معاصی۔ لغو میں داخل ہیں۔ تاش۔ گنجفہ۔ چوسر سب ممنوع ہیں۔ گپیں ہانکنا۔ نکتہ چینیاں۔ وغیرہ۔

للزکوٰۃ فاعلون۔ زکوٰۃ کا لفظ بہت وسیع ہے۔ ایک نصاب پر۔ دوم جو کچھ خدا نے دیا اس سے خرچ کرے۔ کسی دکھیارے کی تکلیف اٹھا لینا۔ خوش پیشانی سے ملاقات کرنا۔ حتی کہ لا الہ الا اللہ پر ایمان بھی زکوٰۃ ہے۔ کہ یہ بھی موجب تزکیہ ہے۔

یحافظون۔ نمازوں کی محافظت۔ وقت کے لحاظ سے۔ ارکان بتعدیل ادا کرنے کے لحاظ سے۔ خشوع وخضوع وپابندی سے۔

سلالۃ۔ خلاصہ در خلاصہ۔ نباتات۔ حیوانات۔ خون پھر نطفہ پھر جاکر انسان بنتا ہے۔

فتبارک اللہ۔ بہت ہی بابرکت (بندریج ترقی دینے والا) ہے۔

خلقنا۔ خلق کے معنے اندازہ۔ ہے

ولانت تفری ماخلقت وبعض القوم۔ یخلق ثم لا یفری۔

تو جو اندازہ کرتا ہے اس کے مطابق عملدرآمد کرتا ہے۔ بعض لوگ اندازہ کرتے ہیں۔ مگر پھر اس کے مطابق کم ہی کام کرتے ہیں۔

تبعثون۔ بعض سے یہ وہم ہوتا ہے۔ کہ یہاں خاتمہ ہوگیا۔ آگے نہ فرمایا۔ قیامت کے پانچ معنے آئے ہیں۔ (۱) قرن (صدی) کا گذر جانا۔ چنانچہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اُمت کیا پانچسو برس بھی نہ رہے گی۔ اس میں پیشگوئی ہے۔

(۲) من مات فقد قامت قیامتہ۔ شیخ ابن عربی فتوحات میں لکھتے ہیں۔ قیامت قیام سے نکلی ہے گویا انسان جب دنیا سے اٹھ کھڑا ہوا تو قیامت ہوگی۔

یہ سات مختلف ترقی کی چھ باتیں بیں فرمائی (۱) خشوع فی الصلوٰۃ (۲) اعراض عن اللغو (۳) فعل للزکوٰۃ (۴) حفاظت فروج (۵) رعایت عہد وامانت (۶) حفاظت صلوٰۃ۔ ویسے ہی انسان کی ظاہری جسم کی بناوٹ ہے۔ اس کے بعد بتایا۔ نطفہ۔ علقہ۔ مضغہ۔ ہڈی ہڈیوں پر گوشت چڑھنا۔ روح کا نفخ۔

آسمان میں بھی سات درجے ہیں۔ ایک امر کی عرش سے تحریک ہوتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ سماء دنیا کے ذریعے اس کا اثر عناصر پر پڑتا ہے۔

وانا علیٰ ذھاب بہ لقادرون۔ یہ عام نظارہ قدرت ہے۔ کہ بادل برستے ہیں۔ پانی بہتا ہے۔ وہی پانی پھر آسمان پر چڑھ جاتا ہے اسی طرح وحی وعلوم کا حال ہے ایک وقت دنیا پر رائج ہوتے ہیں۔ دوسرے وقت اٹھائے جاتے ہیں۔

سینا۔ دونوں قرائتیں ہیں۔ سیناء بھی اور سینین بھی۔

نسقیکم مما فی بطونہا۔ اسی طرح روحانی تعلیم دنیا کے مختلف مذاہب میں ہے۔ مگر قرآن کی وحی کے ذریعے وہ دودھ کی مانند الگ نکل آئی۔ اور یہ کام دنیا کی کوئی طاقت نہیں کرسکتی۔

مورخہ ۸ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

۱۸۔ پارہ۔ سورۃ المومنون رکوع ۲

اس سورۃ میں فتح کا بیان ہے۔ جب تک انسان کے مساعی میں اللہ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ فتح کا حاصل ہونا ممکن نہیں۔

ماھذا الا بشر مثلکم۔ کسی سے فیض حاصل کرنے میں پہلی یہی بات سد راہ ہو جاتی ہے۔ ان ھو الا رجل بہ جنۃ۔ آجکل کے فیلسوف بھی راستبازوں کو یہی کہتے ہیں۔

التنور۔ (۱) وہ مکان جس میں روٹیاں پکاتے ہیں (۲) زمین کے اوپر کا حصہ (۳) اونچی جگہ (۴) جہاں سے چشمہ نکلے۔ (۵) پچھلی رات کے بعد صبح صادق کے وقت کو بھی کہتے ہیں۔

وقل رب انزلنی۔ تعلیم سکھائی۔ دکھ سے نجات پاکر بھی انسان دعا سے غافل نہ ہو۔ آجکل۔ کل قوموں نے دعا کو چھوڑ دیا ہے۔

افلا تتقون۔ تم کیون بدیون سے نہین بچتے۔

مورخہ ۹ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(۱۸ پارہ۔ سورۃ المومنون رکوع ۲)

اس سورۃ کے شروع مین خداتعالیٰ نے مومنون کے اوصاف بیان فرمائے اب حضرت نوحؑ کا ذکر کرتا ہے۔ جو لوگ مفلح ہوتے ہین۔ انہین ایک نوحؑ تھا۔

الملاء۔ جن کی بات کی طرف لوگ جھکتے ہین۔ درباری۔ اشراف۔ حاکم۔ بڑے دنیادار۔

ماھذا الا بشر مثلکم۔ انھون نے مساوات کے لئے کھانے پینے کی حالتون پر غور کیا۔ کہ ہماری مانند ہے اس قسم کے خیالات انسان کو اتباع حق سے محروم رکھتے ہیں۔

رب انصرنی۔ انبیاء کے ہاتھ مین بھی ایک ہتھیار ہوتا ہے۔ جسے دعا کہتے ہین۔

فاخذتھم الصیحۃ۔ اس موقعہ مین حاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ یہ قصہ ثمود کا معلوم ہوتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ صیحہ سے دھوکا لگا ہے۔ درحقیقت یہ قصہ ثمود کا نہین۔ حضرت نوح کا ہے۔ صیحہ کے معنے عذاب کے ہین۔ اور مطلق آواز کے بھی ہین۔

وامہ آیہ۔ آیت کے معنے نیک نمونہ

مورخہ ۱۰ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(۱۸ پارہ۔ سورۃ المومنون رکوع ۴)

کلوا من طیبات۔ یہ عمل صالح کے نصیب ہونے کی تاکید بتاتی ہے۔ کہ طیب کھایا کرو۔ کیونکہ بغیر رزق طیب عمل صالحہ کی توفیق حاصل نہین ہوتی۔

انی بما تعملون علیم۔ اللہ تعالےٰ کی نگرانی کا تصور جس کو ہے وہ ضرور عمل صالح کرتا ہے۔

زبرا۔ لغت مین "ٹکڑے ٹکڑے" اس کے معنے کہین نہین دیکھے۔ ایک معنے تو ہین۔ کہ ہر گروہ یہی سمجھ بیٹھا۔ کہ بس یہی کتاب الٰہی ہے۔ جو ہمارے پاس ہے۔ (۲) یا یہ معنے کہ اور اور نئی نئی کتابین تصنیف کر دین۔ جو اصل الاصول کتاب کے خلاف تھین۔

وجلۃ۔ "ڈر رہے ہین" اپنے خیال کہ ہمارے اعمال قابل قبول ہوئے ہین یا نہین۔ عائشہ صدیقہ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اگر آدمی زنا کرے۔ چوری کرے۔ پھر بھی خوف کرے۔ تو نجات پائے گا۔ فرمایا نہین اے ابنۃ الصدیق۔ بلکہ وہ نیک کام کرے۔ اور ساتھ ہی ڈرے۔ کہ قبول بھی ہوا ہے یا نہین۔

من دون ذالک۔ اس حق کے خلاف۔

یجئرون۔ بیل کے اڑانے کو جوار کہتے ہین۔

(نصیحت) جو دنیا مین کسی کو تحقیر کے رنگ مین برا کہتے ہین۔ وہ مرتے نہین۔ جب تک کہ ایسی خود مبتلا نہ ہولین۔ (۲) ہر سچی ہوئی بات کو قبول نہ کرے۔

مورخہ ۱۱ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۸۔ سورۃ المومنون رکوع ۵

بہت دفعہ مین نے سنایا ہے۔ کہ محبت احسان سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب مین بہت سے احسانون کا ذکر فرماتا ہے۔ اس ذات بابرکات کے احسانات کی کوئی حد نہین۔ آدمی کو چاہیئے۔ کہ قدر کرے اور کسی تکلیف سے گھبرا کر ناشکری کے کلمات نہ نکالے۔

انشاء لکم السمع۔ کان کیا مفید چیز ہے۔ کہ اس سے ہم نیکون کی آوازین سنتے ہین۔ پھر اور قسم قسم کی آوازین سن کر فائدہ اٹھاتے ہین۔ بلکہ اس کے ذریعے کئی ہزار میل کی خبرین تار برقی مین سنتے ہین۔

والابصار۔ آنکھ کیا ہے ایک چھوٹا سا نقطہ ہے۔ جس کے ذریعے حسن و جمال کی دلربا تصویرین دیکھتے ہین۔

والافئدۃ۔ کان بھی ہون۔ آنکھین بھی ہون۔ مگر دل نہ ہو۔ تو یہ سب بیکار۔ پاگل خانہ مین جا کر دل کی صحت کا تماشا دیکھو۔

ولہ اختلاف اللیل والنہار۔ لیل و نہار کا یہ اختلاف بھی ہے۔ کہ ایک ملک مین رات ہے تو دوسرے مین دن۔

افلا تعقلون۔ عقل ایک صفت ہے اس صفت سے انسان اپنے آپ کو بدیون سے روک سکتا ہے۔ [illegible]

اساطیر الاولین۔ اساطیر۔ سطرون مین لکھا ہوا یا جمع اسطورہ۔ اسٹوری

وماکان معہ من الٰہ۔ ذاتی کمال کسی مین نہین۔ کوئی بھی کامل تر زمانہ مین نہین کیونکہ آئندہ زمانہ مین اس کو ترقی حاصل ہو سکتی ہے۔ پس آئندہ ترقی کے مقابلہ مین موجودہ حالت ضرور ناقص ہے۔

الٰہ۔ وہ ہے جو ہر قسم کا ذاتی کمال رکھتا ہے اور اس کے لئے کوئی حالت منتظرہ باقی نہین۔

مورخہ ۱۲ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ سورہ المومنون رکوع ۶)

رب اما ترینی ما یوعدون۔ انبیاء علیہم السلام کس طرح نعمند ہوتے ہین۔ ان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ دعا کرتے ہین۔

رب فلا تجعلنی فی القوم الظٰلمین - اس دعا پر خوب غور کرو۔ کہ کس قدر خوف کا مقام ہے - نبیؐ کہتا ہے - کہ ان پر جو عذاب آئے مین بھی ان ہی مین شامل نہ ہو جاؤن -

اللہ تعالیٰ بے باکی سے ناراض ہو جاتا ہے بعض لوگ بڑے بڑے دعوے کر بیٹھتے ہین - اور آخر خطا کہاتے ہین - اس مین یہ پیشگوئی بھی ہے - کہ اہل مکہ پر عذاب کے وقت نبی کریم ان مین موجود نہ ہون گے -

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ - اگر کوئی بدی ہو - تو اس کے لئے عمدہ تدبیر سوچتے رہو - کہ یہ بدی کس طرح دور ہو - بدیون کے دور کرنے کے لئے باریک در باریک تدابیر ہین - منجملہ ان کے ایک دعا ہے - پھر قول موجہ - سمجھانا - علانیہ نصیحت کرنا بھی -

رب ان یحضرون - کوئی بدکار میرے پاس بھی نہ آنے پائے -

رب ارجعون - چاہیئے ارجع اور یہان جمع آیا - یہ دراصل ارجع ارجع ارجع تین مرتبہ کہنے کی جگہ ہے -

انہا کلمۃ - عیسائی مسیح کو کلمہ کہنے سے درجہ الوہیت دیتے ہین - دیکھو یہ بھی ایک "کلمہ" ہے -

کالحون - یعنی سکڑ جانے والے - چمڑے کو جب آگ کے سامنے رکھین اور وہ جلے - تو سکڑ جاتا ہے -

یقولون ربنا آمنا - دنیا مین فائز المرام بننے کے واسطے یہ دعا ہے - وہ فریق خلفاء راشدین ہو گیا -

حتیٰ انسوکم ذکری - جو شخص کسی ایک بندے کی ہنسی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیتا ہے - کہ وہ خدا کی یاد کو بھول جاتا ہے - انسار کی نسبت ان لوگون کی طرف سبب کی وجہ سے ہے -

انہ لا یفلح الکافرون - ابتدا [illegible] مین قد افلح المومنون فرمایا تھا - اب اس کے مقابل مین کفار کا انجام بتایا -

وقل رب اغفر - کفر اور اس کے بد نتائج سے بچنے کی دعا -

یہان سورۃ المومنون ختم ہوئی

(ابتدا سورہ النور رکوع ۷)

پارہ ۱۸

مورخہ ۱۴ - مئی سنہ ۱۹۱۰ء

سورہ نور مین تمیز کا بیان ہے - اور یہ کہ مطاعن سے بچنا چاہیئے - اور ان کے اسباب سے بھی - اور رسول کے ساتھیون کا مقابلہ نہین کرنا چاہیئے - خلافت پر بڑا زور دیا گیا ہے - کوئی سورۃ ایسی نہین - جس کے پہلے یہ لکھا ہو - کہ ہم نے تم پر یہ حکم واجب یا فرض کیا ہے - یہ تاکید اس سورۃ کے ساتھ مخصوص ہے - خوب غور سے سنو - اور عمل کرو -

میرے ایک پیر شاہ عبد الغنی صاحب مہاجر فرماتے تھے - کہ سورۃ نور قرآن شریف مین ہے - مگر ہندوستان کے لوگ اس پر عمل نہین کرتے - اور اس کے ایک ٹکڑے کیطرف بھی متوجہ نہین - مومنون کے اخیر مین یہ اشارہ فرمادیا ہے - کہ اس آنیوالی سورۃ کے احکام پر جو عمل نہین کرین گے - ان کو ہم مظفر و منصور کبھی نہ کرین گے - چنانچہ دیکھ لو ہندوستان کے مسلمانون کا کیا حال ہے -

الزانی لا ینکح - زانی نکاح نہین کرتا - مگر کسی زانیہ سے -

حرم ذلک علی المومنین - ذلک کے مرجع پر علماء مین بحث ہے - بعض کہتے ہین کہ زانیہ سے نکاح کرنا حرام ہے اور بعض یہ کہ زنا حرام ہے - پھر علماء مین اختلاف ہے - کہ تہمت زنا لگانیوالے کی گواہی جائز ہے یا نہین -

مورخہ ۱۵ - مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸ - سورہ النور - رکوع ۸)

تولی کبرہ - جس نے اس بات مین بڑا حصہ لیا اس کے لئے عذاب عظیم ہے -

لولا اذ سمعتموہ - حضرت عائشہ صدیقہ پر اتہام باندھا گیا تھا - اس پر یہ آیات نازل ہوئین -

ان نتکلم بھٰذا - خوب یاد رکھو کہ اس قسم کی باتون کا ذکر بھی جائز نہین -

لمثلہ - بہتان ہو یا ایسی کوئی بات -

تشیع الفاحشۃ - شیعہ مین یہ بڑا بھاری عیب ہے - کہ وہ پاکون پر الزام لگانے مین دلیر ہین -

مورخہ ۱۶ - مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸ سورہ النور - رکوع ۹)

لا تتبعوا خطوات الشیطٰن - ایمان والو - اللہ سے دور خبیث روح - یعنی شیطان کی راہ اختیار نہ کرو -

ومن یتبع خطوات الشیطٰن - اور اب [illegible] شیعہ مین فسق و فجور بڑھنے کا باعث بزرگون کو تبرا کرنا ہے -

ولولا فضل اللہ - حضرت عائشہ کی عمر ۹ سال کی تھی - جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح ہوا - اور ۹ برس کی عمر تھی - جب نبی کریم اپنے گھر مین لے آئے تھے - حضرت عائشہ فرماتی ہین - کہ ہم بہت سی معمولی غذا تنگی سے کہاتے تھے - بھلا ۹ برس کی لڑکی کہان موٹی تازہ ہو گی - حضرت عائشہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ مین گئی تھین - اونٹون کے چلانے والے لوگ بڑے کج خلق اور تند خو ہوتے ہین حضرت عائشہ ایک مقام پر ذرا قافلہ سے باہر پاخانہ کی حاجت رفع کرنے کے لئے گئین وہان

گلے کا ہار ٹوٹ گیا۔ اس کے دانے چننے گئیں۔ ذرا دیر ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی گھنٹہ جرس نہ ہوتا۔ اونٹ والوں نے اونٹ کس لئے۔ اور قافلہ روانہ ہو گیا حضرت عائشہ واپس آئیں۔ تو دیکھا کہ لوگ چلے گئے تھے۔ آپ نے سوچا جس وقت نبی کریم مقام پر پہونچیں گے اور مجھ کو نہ پائیں گے۔ تو کسی کو لینے بھیجیں گے۔

قافلوں میں ایک شخص قافلہ سے پیچھے رہتا ہے۔ وہ آیا۔ تو آپ اس کے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں۔ اور بعض منافقین نے بے ہودہ گوئی شروع کی۔ اللہ تعالیٰ بریت کر کے ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اگر فضل الٰہی سے معافی نہ ہوتی۔ تو حضرت عائشہ پر اتہام ان سب کو تباہ کر دیتا۔

اولوا الفضل۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ

مورخہ ۱۷ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ سورہ النور۔ رکوع ۱۰)

فارجعوا۔ لوٹ جاؤ۔ مگر آج کل کے مسلمان تو ناراض ہوتے ہیں اور طرح طرح کے شبہے کرتے ہیں۔ ایسی تعلیم بہت ہی نفع کی ہے۔ جب تم کسی گھر میں بغیر اجازت جانہ سکو گے۔ تو کسی کے عیب پر اطلاع بھی نہ پاؤ گے اور اس طرح مطاعن۔ عیب چینی سے بچو گے۔

یغضوا من ابصارہم۔ پولیس بھی شرارتوں کے روکنے کے لئے کسی حد تک مفید ہے اور ضرور چاہئے لیکن بعض ایسے گناہ ہیں۔ کہ پولیس اس میں کچھ نہیں کر سکتی وہاں شریعت کام دیتی ہے۔ ہم نے بہت سے ایسے انسان دیکھے ہیں۔ کہ ایک ہی نگاہ میں ہلاک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مومنوں سے کہہ دو نگاہیں نیچی رکھیں میں تو اسی لئے برقع کا دشمن ہوں کیونکہ برقع والی آنکھ نیچی نہیں ہوتی۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر کسی حسین پر پہلی نظر پڑ جائے۔ تو تم دوبارہ اس پر ہرگز نظر نہ ڈالو۔ اس سے تمہارے قلب میں ایک نور پیدا ہو گا۔

لا یبدین زینتھن۔ عرب میں ناک کے لئے کوئی زیور نہیں ہوتا۔ اسواسطے ہماری شریعت میں ناک کے زیور کا ذکر نہیں۔

ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن۔ اوڑھنیوں کے گریبان پر ڈالنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ سر پر سے منہ کے سامنے گھونگٹ لٹکا کر گردن تک اس گھونگٹ کو لٹکا لو پھر نظر بھی ضرور نیچے رہے گی۔

او نسائھن۔ اس جگہ سے ظاہر ہے۔ کہ ہر مذہب کی عام عورتوں کو اجازت اندر آنے کی نہیں۔ میں نے اس کے بڑے بڑے فساد دیکھے ہیں۔

لا تکرھوا۔ رنڈیاں نہ بناؤ۔ رسم متعہ کا استیصال کیا۔

مورخہ ۱۸ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ سورہ النور۔ رکوع ۱۱)

ابتدا سورہ میں فرمایا کہ ہم نے بڑے ضروری احکام اس سورۃ میں دئے۔ پھر فرمایا کہ (ا) زنا بری چیز ہے (ب) کسی گھر میں بلا اجازت جانا منع ہے (ج) کسی پر عیب لگانا بہت برا ہے۔ لیکن ساتھ بدی کو دور کر دینے کا حکم ہے۔ نور سے تمیز پیدا ہوتی ہے۔ اور تمام علوم خدا ہی کی طرف سے آتے ہیں۔

ظلمت میں جو چیز پڑی ہوتی ہے۔ اس کی خوبی یا نقص کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اندھیرے میں کیسے ہی گل و گلزار ہوں۔ کیسے ہی لطیف ریشم کے کپڑے ہوں۔ مگر جب تک روشنی نہ آوے۔ کچھ تمیز نہیں ہو سکتی۔

اللہ نور السموات والارض۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ جہان میں جو کچھ عجائبات دیکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کا نور ہے۔ یعنے حضرت حق سبحانہ کے نور کا ظہور ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نور جن پر پڑتا ہے۔ انہیں بعض کو آفتاب بعض کو چاند بنا دیا۔

مثل نورہ۔ اللہ تعالیٰ کے انوار میں سے ایک نور کی مثال یہ ہے۔

کمشکوۃ۔ ایک طاق ہو اس میں چراغ رکھ دیں۔

المصباح فی زجاجۃ۔ اس کے اوپر ایک چمنی رکھ دیں۔ چمنی کے رکھنے سے کاربن جلنے کے سبب دھواں جاتا رہتا ہے۔

الزجاجۃ کانھا کوکب دری۔ پھر اس چمنی کے اوپر ایک اور گلوب (جیساکہ ہے) رکھ دیا۔ اس گلوب کے رکھنے سے اس کے خراب اجزاء جلکر بھڑک اٹھتے ہیں۔ پھر وہ چراغ ستارے کیطرح ہو جاتا ہے۔ وہی جو ظلمت کو دور کرے۔ دھواں نہ دے

یوقد من شجرۃ مبارکۃ۔ اس چراغ میں کوئی تیل ہو۔ پر وہ تیل برکت والا ہو جو نہ شرقی میں سے نہ غربی میں۔ (دنیا کا نہ ہو) یعنے فضل الٰہی کا تیل اس میں ڈالیں۔

ولو لم تمسسہ نار۔ پھر اس تیل کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ تو الٰہی فضل ہے۔ وہ کوکب دری بننے کا اہل فضل سے ہے۔

نور علی نور۔ نور تو وہ پہلے ہی ہے۔ پھر طاق۔ چمنی۔ گلوب سے نور علی نور ہو گیا۔

یھدی اللہ لنورہ من یشاء۔ اس نور میں تو اہیں کیا نظر آتی ہیں۔ ہدایت کی نظر آئے گی۔

فی بیوت۔ یہ نور چند گھروں میں ہو گا۔ اب اعلان کرتا ہے۔ کہ وہ گھر چھوٹے نظر آتے ہیں۔ مگر وہ دن آتا ہے۔ کہ بڑے ہو جائیں گے۔

یذکر فیھا اسمہ۔ ان گھروں میں اللہ کا بہت ذکر رہتا ہے۔ یعنے خدا کی باتیں ہی صبح شام کرتے رہتے ہیں۔

لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا۔ پہلے لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع سے بتایا۔ کہ وہ آجکل تجارت کرتے ہیں۔ عنقریب خلفاء راشدین میں سے ہوں گے۔

مورخہ ۱۹ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ رکوع ۱۲۔ سورہ نور۔ رکوع ۶)

یسبح لہ۔ اس کی فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں۔

والطیر صفت۔ اس میں پیشگوئی ہے۔ کہ دنیا دیکھ لیگی۔ پرندان کفار کی لاشیں نوچ

نوچ کر کھائیں گے۔

والی اللہ المصیر۔ خدا کی طرف انسان نے پہنچنا ہے۔

یزجی سحابا۔ دریا۔ سمندر۔ آدمی کے اندر ہے سب جگہ سے پانی بھاپ بن کر اُوپر کو جا رہے ہیں اور مختلف جگہوں کے قطرے ایک دوسرے کے ساتھ مل رہے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کی افواج میں دور دراز سے لوگ شامل ہوں گے۔

ودق۔ نالیاں۔

من السماء۔ بادلوں سے۔

یصیب۔ بعض اشیاء کو نقصان پہونچتا ہے۔

یقلب۔ رات کیوقت دن ہو جانا۔ تھوڑا عرصہ گذرا۔ اسوقت ۶ بجے رات ہو جاتی تھی۔ آجکل روز روشن ہے۔

ماء۔ نطفہ کا پانی۔

لقد انزلنا۔ اس سورۃ میں پیشگوئیاں صاف صاف کر دی ہیں۔

واللہ یھدی۔ ان باتوں سے جو چاہے سیدھی راہ نکال سکتا ہے۔

یقولون۔ مونہہ سے کہتے ہیں۔ عمل نہیں۔ اسمیں اشارہ ہے۔ کہ تقیہ کرنے والے مخالفین خلفاء مومن کہلائیں گے۔

دعوا۔ ان کے مطلب کے برخلاف اللہ رسول کا حکم ہو۔ تو اعراض کرتے ہیں۔

یکن لھم۔ ان کے مطلب کے مطابق (حق) شریعت کا مسئلہ ہو تو ماننے کو طیار ہو جاتے ہیں۔

مورخہ ۲۱ - مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ سورہ النور۔ رکوع ۱۳)

یتقہ۔ اصل میں یتقیہ تھا۔ ن کی وجہ سے ی اڑی۔ تو ہ ساکن کی لگائی گئی۔ ق مکسور ما قبل مفتوح۔ لہذا ق ساکن ہوا۔

ان رکوعوں میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ایک نور معرفت کا ہوتا ہے۔ جس سے بھلے بُرے کی تمیز ہوتی ہے۔ وہ نور ان گھروں میں ہوتا ہے۔ جن گھروں میں صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں جو لوگ رہتے ہیں۔ وہ تاجر ہیں ان کے گھر چھوٹے ہیں۔ پر کسی دن اللہ ان گھروں کو بڑا بنا دیگا۔ چنانچہ اس قرآن شریف کا جمع کرنے والا حضرت ابو بکر صدیق ہے۔ پھر حضرت عمرؓ۔ پھر حضرت عثمانؓ اس کے شائع کرنے والے۔ پھر حضرت علیؓ جن سے ہیچے روحانی علوم دنیا میں پہونچے۔ میں نے بھی خود بلا واسطہ حضرت علی سے قرآن کے بعض معارف سیکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان رکوعوں میں یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ انصار میں خلافت نہ ہوگی۔ بلکہ مہاجرین میں۔ پھر یہ بتایا۔ کہ ان کا مقابلہ مسلمان بھی کریں گے۔ اور کفار بھی۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کی مخالفت اسی طرح ہوئی۔ بعض لوگ خلافت کے قائل نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی مثال دی۔ کہ ایک وہ جو کفر کے بخارات کو پانی سمجھے دوسرے وہ جو شریعت کے سمندر میں بھی ہو کر مقابلہ کریں گے۔

انجام یہ کہ چرند پرندان کا گوشت کھائیں گے۔ خلفاء راشدین میں سے حضرت ابو بکرؓ کے لئے بہت مشکلات تھے۔ لشکر حضرت اسامہؓ کے ساتھ روانہ کر دیا گیا تھا۔

ادھر عرب میں جا بجا بغاوت پھیل گئی۔ مکہ میں لوگ آمادہ بغاوت تھے کہ وہاں ایک عقلمند انسان پہونچ گیا۔ کہ تم ایمان لانے میں سب سے پیچھے تھے۔ اب مرتد ہونے میں سب سے پہلے ہو۔ تو اس پر وہ باز آگئے۔

اذا فریق منھم معرضون۔ یں جس گروہ کا ذکر ہے۔ وہ نہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں نہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں نہ حضرت عثمان و علیؓ کے زمانے میں غرض کبھی مظفر و منصور نہیں ہوا۔ مگر دوسرا فریق سمعنا واطعنا کہنے والا۔ مظفر و منصور رہا۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرما دیا۔ واولئک ھم المفلحون۔

لیستخلفنھم۔ خلیفہ کا بنانا خدا کے اختیار میں ہے۔ اور میں اس امر میں خود گواہ ہوں کہ خلافت خدا کے فضل سے ملتی ہے۔

ولیمکنن لھم۔ یہ ہے خلیفہ کی صداقت کے نشان بتائیے۔ کہ انہیں تمکین دے گا اُنپر خوف بھی آئے گا۔ مگر وہ خوف امن سے بدلا جاویگا۔ برخلاف اس کے جو ان کے منکر ہوئے۔ وہ فاسق ہونگے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ کنجروں سے رنڈیوں سے پوچھو تو اپنے تئیں اسی گروہ کی خادم بتاتی ہیں۔ جو کافر ابو بکرؓ و عمرؓ ہے۔

لعلکم ترحمون۔ جاذب رحم کیا ہے۔ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ اطاعت رسول۔ حضرت ابو بکر کے وقت زکوٰۃ کے لئے جنگ بھی ہوئی۔

مورخہ ۲۲ - مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ سورہ نور۔ رکوع ۱۴)

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ۔ اندھوں سے لوگ قسم قسم کی پرہیزیں کرتے ہیں بعض احمق آدمی نابینا کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ جو بے بنیاد بات ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں حضرت ابن ام مکتوم کو اپنا جانشین بنایا جسمیں نماز پڑھانا شامل ہے۔

من بیوتکم او بیوت خٰلٰتکم۔ ہندوستان میں لوگ اکثر اپنے گھر میں خصوصاً ساس بہو کی لڑائی کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید پر عمل کریں تو ایسا نہ ہو۔ دیکھو اس میں ارشاد ہے۔ کہ گھر الگ الگ ہوں۔ ماں کا گھر الگ۔ اولاد شادی شدہ کا گھر الگ۔

فاذا دخلتم بیوتاً۔ جب اپنے گھروں میں جاؤ۔ تو سلام علیک کہو۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ اگر گھر میں کوئی نہ ہو۔ تو السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ کہہ لیا کرو۔ اکثر گھروں میں اس کا عملدرآمد نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان گھروں میں سلامتی بھی کامل نہیں۔ سفر السعادۃ میں مضمون تو لکھی ہے۔ وہ ہندوستان میں آئے آٹھویں صدی کو آئے بڑی خوبی کے آدمی تھے اونہوں نے لکھا ہے۔ کہ ہندوستان میں بادشاہوں کو سلام علیک کہنے کا رواج نہیں۔ اس کا یہ نتیجہ دیکھ لیں گے۔ چنانچہ سلطنت ہی نہ رہی۔

مورخہ ۲۳ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ سورہ النور۔ رکوع ۱۵)

لاتجعلوا دعاء الرسول۔ اس بات کا خیال رکھو۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پکار ایسی نہ ہو۔ جیسی اوروں کی پکار ہوتی ہے۔ مومن کو نہ چاہیئے۔ کہ نبی کریمؐ کے بلانے کو بھی ایسا ہی سمجھے۔ جیسا اوروں کے بلانے کو۔

یہاں سورہ نور کے نوٹ ختم ہوئے

ابتدا سورہ فرقان

(پارہ ۱۸۔ رکوع ۱۶)

مورخہ ۲۴ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

یہ سورۃ صحابہ کی تاریخ ہے ان کے سچے حالات اس میں درج ہیں۔ سورہ مومنون میں عام مومنوں کو بشارت دی ہے۔ النور میں خلفاء کی خصوصیت بیان فرمائی ہے۔ اس میں صحابہ کی تاریخ اور حالات درج ہیں۔

نزل الفرقان۔ الفرقان (یوم البدر) جو دشمنوں کی کمر کو توڑنے والا ہو۔ وہ آدمی مکہ میں بڑے شریر تھے۔ وہ تو بری طرح ہلاک ہوئے۔

للعالمین نذیراً۔ کفار بدر کی ہلاکت تمام جہان کے لیے نشان ہوگی۔

لم یتخذ ولداً۔ جب ولد نہیں تو کسی کا کیا لمی فا جب قوم بگڑی نذیر آگیا اس میں پیشگوئی ہے۔ کہ ابن اللہ کہنے والے بھی مغلوب ہونگے۔ اور مشرک بھی۔

انزلہ الذی یعلم السر۔ وقالوا اساطیر الاولین۔ کا جواب ہے۔ کہ یہ کہانیاں نہیں ہیں۔ پیشگوئیاں ہیں۔

مال ھذا الرسول۔ یہ تو انسان ہے حالانکہ لکھا تھا۔ خدا فاران کے پہاڑ سے آیا

یلقی الیہ۔ یہ مطالبہ بعض پیشگوئیوں کی بنا پر تھا۔ کہ اس کے ہاتھ تو قیصر و کسریٰ کے خزائن اور جنت شام آنے چاہیئیں۔ یہ سب کچھ ہوا۔ مگر وہ جلد باز تھے۔ وہ کچھ فائدہ نہ اوٹھا سکے۔

مسحوراً۔ جو روٹی کھائے پانی پیئے (۲) بڑا ساحر۔ (۳) جس پر کسی کا جادو چل جاوے۔

مورخہ ۲۵ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ سورہ الفرقان رکوع ۱۷)

تحتہا الانہار۔ دنیا میں بھی یہ باتیں پیشگوئی کے رنگ میں پوری ہوئیں مسلمان ایسے باغات کے وارث ہوئے جن کے نیچے جیحون۔ سیحون۔ گنگا جمنا بہتے ہیں اور ایسے ملکوں کے وارث ہوئے۔ جنہیں قیصر و کسریٰ نے محل بنائے۔

مقرنین۔ عمائد مکہ کی مشکیں اس دنیا میں بھی کسی گئیں۔

ثبوراً۔ (۱) حسرت (نجات) (۲) ہلاکت

نسوا الذکر۔ اللہ کی یاد چھوڑ دیتے ہیں۔

فتنۃ۔ ایک تندرست ہوتے ہیں۔ ایک مریض۔ ایک بادشاہ۔ ایک اولوالعزم رسول۔ ایک غنی۔ ایک فقیر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہم ہوتے ہیں

اسجگہ پارہ اٹھارہواں کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد للہ رب العالمین

(سورہ نور و فرقان)

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا — پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے — جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ — وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰؑ کا عصا ہے فرقاں — پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور — ایسا چمکا ہے کہ صد نیّر بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں

جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ انیسواں

سورۂ الفرقان رکوع ۱

(مورخہ ۲۶ مئی سنہ ۱۹۱۰ء)

لا یرجون ۔ ڈرتے نہیں۔

لولا انزل علینا الملائکۃ ۔ ہمیں کیوں رؤیا نہیں ہوتے۔ ہمیں کیوں الہام نہیں ہوتا۔

وہ زمیندار احمق ہو جو کہے بادشاہ خود آکر میرے گھر میں معاملہ کیوں نہیں لیتا۔ کیونکہ اس کی تو اتنی ہی قدر ہے کہ ایک نمبردار جو ہے اور کہ اس سے معاملہ وصول کرے۔

دیقولون۔ فرشتے کہیں گے۔

حجرا محجورا ۔ حرام محرم ہے۔

ھباءً منثورا ۔ کوٹھڑی میں جو دھوپ پڑتی ہے اس میں جو ذرے سے نظر آتے ہیں ان کو ہبا کہتے ہیں۔ (۲) غبار (۳) ہوا میں جو دھول اڑتی ہے (۴) پانی جو بہ کے چلا جاتا ہے۔

ویوم تشقق السماء بالغمام ۔ دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ ھل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ ۔ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ جنگ میں بادل بھی برسا۔ فرشتے بھی اترے اور مسلمان مظفر و منصور ہوئے اور کفار شکست یاب۔

لم اتخذ فلاناً ۔ کئی دوست بری ترغیبیں دے کر جہنم کی راہ دکھاتے ہیں ان سے بچو۔

وقال الرسول ۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے تنزل کی یہی وجہ خدا کے حضور بیان فرماویں گے۔ کہ اسلامیوں نے عملی طور پر قرآن شریف کو چھوڑ دیا۔ مثلاً قرآن نے ایک قاعدہ بتایا ہے ۔ ولئن شکرتم لازیدنکم ۔ بہت لوگ ہیں ۔ جو اس کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ مجھ کو ایک دفعہ ایک عورت نے ایک دھیلا دیا۔ میں نے شکر کیا کہ یہی پیسہ خدا کے نام دے دوں ۔ تو خدا تعالیٰ ایک دانہ کی کئی بالیاں اور سات سات سو دانے بنانے والا ہے۔ اور اگر اپنے علم کے مطابق دوائی بنالوں۔ تو دس ہزار غریب کے کام آئے۔ اور اس شکر سے بہت نفع اٹھایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شکر کی روح تھی ۔ جو کپڑا مل گیا۔ پہن لیا۔ مگر بعض لوگ ہیں کہ وہ خدا کی نعمت پر شکر نہیں کرتے۔ اور پھر ساری عمر دکھ میں رہتے ہیں۔ ایک شخص کو میں نے تین ہزار روپیہ دیا۔ اوس نے کہا کہ اس سے میرا کیا بنتا ہے۔ جتنے

کہا کہ یہ کفر نعمت ہے واقع میں کچھ نہ بنے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ سب روپیہ برباد ہو گیا۔

مورخہ ۲۸ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورہ الفرقان رکوع ۲)

وذیراً ۔ بوجھ بٹانے والا۔

اصحٰب الرّس ۔ میں نے اس کے متعلق بہت تحقیقات کی ہے۔ کوئی کتاب ان کے حالات کی نہیں ملی۔ ان قرآن مجید میں تدبر کرنے سے یہ معلوم ہوا۔ کہ اس سے مراد۔ یوسف کو کنوئیں میں ڈالنے والے ہیں۔

ان یتخذونک الا ھزواً ۔ بڑا حقیر قرار دیتے ہیں۔

مورخہ ۲۹ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورہ الفرقان رکوع ۳)

الم تر الی ربک کیف مد الظل ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا اپنے رب کا ایک عجیب نظارہ اس نے وہ سایہ بنایا ہے۔ جو صبح صادق سے لے کر غروب تک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اختیار تھا کہ وہ سایہ اپنے رنگ ہی میں ٹھہر جاتا سورج کو دلیل بنایا کہ وہ سایہ سورج کے سامنے آگے آگے ہی ہٹتا چلا جاتا ہے۔

فی ستۃ ایام ۔ چھ وقتوں ۔ چھ مختلف مراتب طے کرا کے۔

وما الرحمٰن ۔ ان کا مطلب یہ تھا۔ کہ ایسے خاص موقعہ پر رحمٰن نہیں بولا کرتے۔ (آریہ عیسائی یہ تمام زمین صفت رحمانیت کی منکر ہیں۔ اسی واسطے کفارہ اور تناسخ کے قائل ہوئے)

مورخہ ۳۰ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورہ الفرقان رکوع ۴)

بروجاً ۔ روشن ستارے۔

سراجاً ۔ سورج ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراج منیر فرمایا ہے۔

خلفۃ ۔ ایک وقت میں ایک چیز رہ جاوے دوسرے وقت میں پوری کرے۔ ہمیں سمجھایا ہے۔ کہ تم زمین کے روشن ستارے ہو۔ اگر کوئی وقت غفلت کا گزرا ہے تو اب اسکی تلافی کرلو۔

ھوناً ۔ بڑی سکینت و آرام کے ساتھ ۔ وقار سے زندگی بسر کرو۔ عباد الرحمٰن متکبر ۔ متجبر ۔ فساد میں کوشش کرنیوالے ۔ عصیان میں منہمک نہیں ہوتے۔

قالوا سلاماً ۔ جب جاہل خطاب کریں۔ تو سلامتی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

یبیتون لربھم سجداً وقیاماً ۔ مومن رات عبادت کے کام کرتا ہے۔ انگریزی پڑھنے والوں کی عادت چھڑا دو۔ کہ دس بجے سوئے۔ اور ۸ بجے اٹھے۔

غراماً۔ سخت لازم۔

ان عذابہا کان غراماً۔

کی کو اگر سزا دیتا ہے۔ تو عذاب لازم سخت ہوتا ہے۔ تو ہم عشق محبت کو بھی کہتے ہیں۔ جو چیز مضبوطی سے کسی کے پیچھے پڑ جاوے وہ غرام ہے۔

لم یسرفوا۔ خطا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

قواماً۔ معتدل۔

لا یزنون۔ زنا۔ اپنی شہوت کو ناجائز طور پر خرچ کرنا۔

اثاماً۔ دوزخ کا ایک مرتبہ۔ بدیان۔

یضٰعف۔ بڑھ چڑھ کر۔ یخلد فیہ۔ مہانا رہیگا

لا یشہدون الزور۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کبھی موجود نہیں ہوتے۔ وہ جھوٹ کی بات میں نہ غور کرتے ہیں۔

یہاں سورۃ الفرقان کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورۃ الشعراء رکوع ۵

پارہ ۱۹

۳۱ مئی سنہ ۱۹۱۰ء

المبین۔ مکمل کے سنانے والی۔

الا یکونوا مومنین۔ کیا تو ہلکان کر دیگا۔ اپنی جان کہ یہ لوگ شریر ایمان نہیں لاتے

محدث۔ نئی پیرایہ والا۔ بات تو وہی ہوتی ہے۔

یستہزءون۔ بے عنیف گردانتے تھے۔

یکم جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورۃ الشعراء رکوع ۲)

نادیٰ۔ آواز دی۔

القوم الظٰلمین۔ قوم فرعون اس کا بیان کیا ہے۔

رب انی اخاف۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کو خود اپنے طور پر کوئی خواہش نہ تھی۔ کہ میں نبی بنوں۔ بےقدر لوگ خواہشوں کے گرویدہ ہیں۔ وہ اکثر ناکام رہتے ہیں۔ فضل انہی پر ہوتا ہے۔ جو خود خواہش نہیں کرتے۔ خدا کے فضل پر بھروسہ کرتے ہیں یا یک اور نکتہ قابل یاد داشت ہے۔ کہ تم عاقرات ہیں! تو رب سے شروع ہوئی ہے یا اللّٰھم ہے

ولہم علی ذنب۔ یعنے اے مولا تیرا تو مجرم نہیں۔ گمان کے زعم میں ان کا ایک گناہ میرے ذمے ہے۔

فاذہبا۔ ان کے معنے میں جاؤ جاؤ۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے صرف موسیٰ ہی نے جا کر کلام کیا۔

التی فعلت۔ ایک شاہی خاندان کے آدمی کی موت کی طرف اشارہ ہے۔

وانا من الضالین۔ فرمایا بے شک میں نے ایسا کیا اور میں محبت کرنیوالا ہوں یعنے جیسے تم کو حب قومی ہے۔ مجھ بھی ہے۔ مجھ بھی اپنی قوم کو تکلیف میں دیکھا نہیں جاتا۔

وتلک نعمۃ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شرم دلاتے ہیں کہ واقعی بڑا تم نے احسان کیا ہے کہ ساری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ اور ایک آدمی کو پرورش کیا تو بادشاہ ہو کر اس کا احسان جتلاتے ہو۔ یہ معنے مجھے پسند نہیں کہ حضرت موسیٰ نے اس احسان کا اقرار کر لیا۔ فرعون اس کا جواب نہیں دے سکا۔ اس لئے اور بات شروع کر دی۔ اور پھر کبھی یہ احسان نہیں جتایا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ نے شرم دلائی۔

قال لمن حولہ۔ ایک گروہ ہے۔ جو خدا کو صرف علت العلل سمجھتا ہے اور اسے موثر بالارادہ قرار نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ فرعون حضرت موسیٰ کے رب السموات والارض پر ہنسی اڑاتا ہے۔ مگر حضرت موسیٰ اپنی بات پر قائم رہتے ہیں۔ اور ربکم ورب آبائکم پھر رب المشرق والمغرب فرما کر اس کے افعال قدرت کا ذکر کیا۔

الٰہا غیری۔ مشرک قومیں بادشاہ کو بھی معبود قرار دیتی ہیں۔

مورخہ ۳۔ جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورۃ الشعراء رکوع ۲)

فالقٰی عصاہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ خدا نے میرے عصا میں طاقت رکھی ہے۔ کہ وہ میرے ہاتھ میں سانپ ہو جاوے گی۔

بیضاء للنظرین۔ اور میرے ہاتھ میں ایسی روشن تعلیم ہے کہ وہ ظلمات کو دور کر دیگی

لسحر علیم۔ باریک در باریک علوم کا ماہر۔ چالاک شخص۔

فماذا تامرون۔ اپنے ہاتھوں سے اس طرز کا کلام شرافت ہے۔

لمن المقربین۔ یعنی اپنا مصاحب بناؤنگا۔

من خلاف۔ خلاف ورزی کے سبب۔

لاصلبنکم۔ صلیب پر چڑھا دونگا تاکہ عام طور پر تشہیر ہو جاوے

قالوا لا ضیر۔ دیکھو ایمانی قوت یا تو وہی ساحر ائن لنا لاجراً اور بعزۃ فرعون کہہ رہے تھے یا اب فرعون کی دھمکی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

مورخہ ۴ جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورۃ الشعراء رکوع ۸)

انبیاء کا بھروسہ اپنے جتھے پر نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اس بات کا شاہد ہے کہ آپ فرعون ایسے عظیم الشان بادشاہ کے مقابلہ میں اکیلے کھڑے ہوتے۔

انکم متبعون۔ یہ نبی کریم کو سنایا ہے کہ آپ بھی اور آپکے ساتھ والے کہ سے چل دو۔ تمہارا بھی پیچھا کیا جاوے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دشمنوں نے پیچھا کیا۔ مگر ان کا حشر فرعون کی مانند ہوا۔ راستبازوں کی عداوت کبھی نیک نتیجہ نہیں لاتی۔ یہاں تک کہ ان کی اولاد میں بھی نیک نتیجہ نہیں نکلتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا یخاف عقبٰہا۔

شرذمہ۔ جماعت۔

قلیلون۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ خرجوا من دیارھم وھم الوف کئی ہزار تھے

حٰذرون۔ جو کہ باساز و سامان

واورثنٰھا بنی اسرائیل۔ دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ ؑ نے اپنی جماعت کو جب ایک علاقہ میں فتح کے لئے جانے کو کہا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ اذھب انت وربک فقاتلا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت رنج ہوا تو دعا کی۔ فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین۔ جس کی وجہ سے چالیس سال جنگل میں سرگردان رہے۔ جغرافیہ و تاریخ شہادت نہیں دیتی۔ کہ بنی اسرائیل مصر کے مالک ہوئے۔ پس مراد یہ ہے۔ کہ ایک مصر کی مثل دیئے گئے۔ گویا ضمیر مثل کی طرف پھیری گئی۔ جیسے اخذت درھمًا و نصفہ۔ میں نے ڈیڑھ درہم لیا۔ حالانکہ وہ نصف اسی درہم کا نہیں۔ بلکہ دوسرے درہم کا نصف ہے۔ جو اس پہلے کی مثل ہے

ترآء الجمعٰن۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ رویت اور چیز ہے اور ادراک اور (انا لمدرکون)

سیھدین۔ میرا رب مجھے کوئی راہ خلاصی کی بتا دے گا۔ یہاں ایک معرفیانہ نکتہ ہے کہ ابوبکر ؓ صدیق نے بھی جب غار میں انا لمدرکون کہا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ان معنا۔ اور حضرت موسیٰ ان معی کہتے ہیں۔

اضرب بعصاک البحر۔ ایک مقام پر اضرب بعصاک الحجر کی وحی ہوئی۔ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں اپنے عصا کو بحر یا حجر پر مارو۔ اور ایک ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ اپنی جماعت کو سمندر میں سے لے چل۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا فاضرب لھم طریقًا فی البحر یبسًا۔ ان کے لئے ایک خشک راستہ پڑا ہے۔ وہاں سے نکال لے جاؤ۔

فانفلق۔ یعنی وہاں دریا پھٹا پڑا ہے۔ خشک ہو چکا تھا۔

۵۔ جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورۃ الشعراء رکوع ۵)

ابراہیم علیہم السلام کی اولاد دو بیبیوں سے تھی۔ ایک بیوی مع اولاد عرب میں مقیم ہوئی۔ چونکہ وہ مورث اعلیٰ تھے اس لئے ان کا واقعہ اہل عرب کو خصوصیت سے سنایا جاتا ہے۔

لابیہ۔ اپنے ایک بزرگ کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ والد اور چچا جیسی آپ کے ساتھ آذر آیا ہے۔ مومن بڑھاپے میں والد کے لئے دعا کی اور آپ کے لئے دعا سے منع کئے گئے۔ چنانچہ توریت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا نام تارا تھا۔

وجدنا آباءنا۔ تعجب ہے کہ لوگ دنیا کے معاملات میں تو جدت پسند ہیں۔ مگر دین کے بارے میں وجدنا آباءنا کہہ بیٹھتے ہیں۔ کیا لوگ ریلوں اور سٹیمروں پر سوار نہیں ہوتے۔ حالانکہ ان کے باپ دادا نہیں ہوئے۔ یہ محض حیلہ سازیاں ہیں۔ جو مشرکین اللہ کی عبادت نہ کرنے کے لئے کرتے تھے۔

فانھم عدولی۔ حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اعلان کر دیا۔ کہ یہ بت میرے دشمن ہیں۔ اگر ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ تو سب سے پہلے پہنچائیں گے۔ مگر ایسا ہرگز نہ ہوگا

فھو یھدین۔ جب ہم ایک انسان کی رضامندی کی راہ دریافت نہیں کر سکتے تو وراء الوراء ذات کی رضامندی کی راہ سوا کسی کے بتلانے کے کس طرح معلوم کر سکتے ہیں۔

واذا مرضت۔ ایک عجیب نکتہ ہے۔ کہ مرض کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ مرضنی نہیں فرمایا۔ کیونکہ خدا کی طرف سے کبھی نہیں آتا۔ جب تک انسان کوئی کمزوری نہ کرے

حکمًا۔ وہ مضبوط راہ جس کی خلاف ورزی پھر نہ ہو سکے۔

بے ہوا از مرد انے لے رہے لئے ایک بات اختیار کرتے ہیں۔ تجربہ سے مفید ثابت نہیں ہوتی۔ تو وہ چھوڑ دیتے ہیں۔ خدا کی باتیں ایسی نہیں ہوتیں۔

لسان صدق۔ بڑے بڑے علوم پھیلیں گے۔ ترقیاں ہوں گی۔ الٰہی میری بات ایسی پختہ ہو۔ کہ اس کے خلاف کبھی کچھ ثابت نہ ہو۔

الجحیم۔ خدا سے قطع تعلق کرنے والے۔

مورخہ ۶ جون سنہ ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۹۔ سورۃ الشعراء۔ رکوع ۱۰-۱۱-۱۲

حضرت نوح علیہ السلام کا ملک دجلہ فرات میں تھا۔ وہاں کے رہنے والے بڑے عیش میں تھے۔ جیسے کہ آجکل یوروپ و امریکہ کا حال ہے ان کی دولتمندی کا یہ حال ہے کہ سنکھ در سنکھ تک کوئی حد نہیں اور عرب میں تو بس ۱۔۱۰۔۱۰۰۔ ۱۰۰۰ تک ہے۔ حضرت مسیح ؑ نے کہا کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزرنا آسان ہے۔ پر دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اسی واسطے انبیاء کے متبعین غریب لوگ ہوتے ہیں۔ اور نادان اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نوح ؑ کو بھی کہا۔ واتبعک الارذلون۔

بما کانوا یعملون۔ حضرت نوح سمجھاتے ہیں۔ کہ ان غریبوں نے کوئی ایسا عمل کیا جس سے ان کو نبی کی متابعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور تم نے کوئی ایسا عمل کیا۔ جس کی وجہ سے خدا نے تمہیں یہ توفیق نہ بخشی۔ اور تم منکر ان رسالت ہوئے۔

انسان کا سلسلہ اعمال چلتا ہے۔ اور اس سلسلہ کے مطابق اعمال کا پھل انسان کو ملتا ہے۔ خشت اول چون نہد معمار کج ٭ تا ثریا می رود دیوار کج اسی واسطے یہ دعا ہر خطبہ جمعہ میں پڑھی جاتی ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ کہ ہمیں اعمال کے بد نتائج سے محفوظ رکھ۔

ربّ إنّ قومي۔ یہ لنکونن من المرجومین کے مقابلہ میں انبیاء کا مقابلہ ہے۔

واطیعون۔ جولوگ نبیون کی اطاعت کے منکر ہیں وہ غور کرین۔ یہان نو رسُول بمعنے کتاب اللہ نہیں ہوسکتا۔

اتبنون۔ وہ قوم اسٹیچو اور عالیشان مکان بناتی تھی۔

ریع۔ شرف (اونچی جگہ) طریق (رستے) منظر۔ (عمدہ نظارے کی جگہ)

مصانع۔ جمع مصنع جس کے معنے کلین اعلٰے کوٹھیان۔

خلق الاوّلین۔ اولڈ فیشن باتین ہیں۔

تنحتون من الجبال بیوتا۔ پہاڑون پر کوٹھیان بناتے ہو۔

انت من المسحرین۔ یعنی تو بھی کھانے پینے کا محتاج ہے۔ (۲) تم پر کوئی جادو کر گیا (۳) تو جادو دیا گیا ہے۔ تقریر لطیف کرتا ہے۔

مورخہ ۷ جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورہ الشعراء۔ رکوع ۱۲-۱۴)

چار چیزون میں نقصان وہ ہیں (۱) غضب جس سے بستے وقت ہوش حواس باطل ہوجاتے ہیں اس کے پانچ علاج ہیں (۱) چلتا ہوا ٹھہر جائے۔ ٹھہرا ہوا بیٹھ جائے (۳) بیٹھا ہوا لیٹ جاوے (۴) لاحول پڑھے (۵) بائین طرف تھوک دیوے۔ ٹھنڈا پانی پی لے۔

(۲) شہوت۔ النساء حبائل الشیطان۔ شہوت نے بہت سی مخلوق کو ہلاکت میں ڈالا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ

وہ چیز جو دو جبڑون کے درمیان ہے۔ اور وہ جو رانون کے درمیان ہے اگر تم ان پر قابو پالو۔ تو مین تمہارے جنت کا ذمہ دار ہوتا ہون۔

جو لوگ شہوت کا خیال رکھتے ہین وہ جریان مین مبتلا ہو جاتے ہین۔ نظر، حافظہ دل کا حوصلہ۔ تمام طاقتین کمزور ہو جاتی ہین۔ یہ شہوانی نظر کا نقصان ہے۔ جو اس سے آگے بڑھے۔ وہ سوزاک۔ آتشک مین گرفتار ہوتے ہین۔

۳۔ حرص وطمع دنیوی۔ اس مین نہ حلال کو دیکھنے نہ حرام کو نہ دیانت نہ امانت اپنے لئے سب کچھ حلال دوسرے کو اس کا حق دینا بھی بار خاطر۔

۴۔ کسل وکاہلی۔ مسلمانون مین یہ مرض آج کل بہت ہی بڑھ گیا ہے۔ نماز مین ابن حزم کا مذہب یہ ہے۔ کہ دُعا اللّٰھُمّ انی اعوذبک من العجز والکسل کو فرض سمجھتے ہین۔

عجز کے معنے مین اسباب کا جمع نہ ہونا۔ کسل اسباب مہیا شدہ سے کام نہ لینا

۵۔ فرحوا بما عندہم من العلم۔ دوسرے کی تحقیر اور اپنے تئین بہت کچھ سمجھنا۔ اور اپنے علم پر نازان ہونا۔

ان رکوعون مین انہی باتون کا ذکر ہے۔

لتکونن من المخرجین۔ جب امام نے بے جا شہوت سے روکا۔ تو غضب مین آئے یہ دوسرا جرم ہے۔

اصحب الایکۃ۔ ایک ندی کو کہتے ہین۔ جو بہتی ہو۔ بن بھی ترجمہ کیا ہے۔

اوفوا الکیل۔ یہ حرص وطمع دنیوی کے چھوڑنے کا وعظ ہے۔

مورخہ ۸ جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورہ الشعراء، رکوع ۱۵)

عربی مبین۔ کھول کھول کر سنانے والی۔

لفی زبر الاولین۔ دیکھو یسعیاہ کے باب ۴۰ و ۵۰ کو۔

عن السمع لمعزولون۔ قرآن ایسی کتاب ہو کہ شریر اس کے سننے کی بھی برداشت نہین کرسکتا۔ چہ جائے کہ دوسرون کو اس کی تعلیم دے۔

وانذر عشیرتک الاقربین۔ مومن پر لازم ہے۔ کہ پہلے اپنی اصلاح کرے پھر اقربا کو سمجھائے۔ اور ان کو سمجھانا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اقربا کو خوب سمجھایا۔ پہلے دعوت کی۔ موقعہ نہ ملا۔ تو پھر دعوت کی۔ اور انہین وعظ کیا۔ پھر جو کسر رہی۔ تو پہاڑ پر چڑھ کر سب کو نام بنام پکارا۔ یہان تک کہ صبح سے لیکر عصر کی نماز کا وقت آگیا۔ عصر کے بعد کہا۔ کہ اگر ہم کہدین کہ کل پر دشمن کا لشکر چڑھائی کرنے والا ہے۔

تو تم میری بات کا یقین کرو۔ یا نہین اونھون نے کہا۔ کیون نہین کہ آپ صادق ہین اس پر آپ نے کہا انا النذیر العریان۔ مین ڈرانیوالا ہون۔ دیکھو۔ تم پر عذاب الٰہی آنے والا ہے۔ اپنی عاقبت کی فکر کرو۔ اور اپنے تئین شیطانی اعمال سے بچالو۔

مین بھی عصر کے بعد تمہین نصیحت کرتا ہون۔ کہ اپنے تئین بے جا غضب شہوت۔ کسل وکاہلی۔ حرص وطمع سے بچالو۔ اسوقت صحابہؓ کی طرح تمہین موت کا سامنا نہین۔ بلکہ دین کی خدمت آسان ہے۔ تم قلم چلاؤ۔ تقریر کرو۔ مگر خدا کی رضامندی کے لئے۔

والشعراء۔ وہ تک بند جو بہادری۔ مروت۔ تواضع رحم کی تعریفین کرتے ہین۔ مگر خود اپنے اندر وہ باتین پیدا نہین کرتے۔ اور جس کی مذمت کرتے ہین۔ اس سے خود نہیں بچتے۔

ما ظلموا۔ اسوقت ہم پر یہ ظلم ہو رہا ہے کہ اللہ پر اس کے رسول پاک پر اس کی مطہر بیبیون پر خطرناک حملے ہوتے ہین۔ اوّل عیسائیون کیطرف سے پھر برہموؤن کی طرف سے۔ پھر آریون کیطرف سے ان کی تردید کیجائے

یہان سورہ الشعراء کے نوٹ ختم ہوئے

حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب کے دئے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

پارہ انیسواں ۱۹

سورۃ النمل رکوع ۱۶

(مورخہ ۹ جون سنہ ۱۹۱۰ء)

[illegible]

ابن جریر نے اسی سورۃ نمل میں بیان کیا ہے۔

مبین ۔ کھول کر سنانے والی۔

زینّا لهم اعمالهم ۔ ترجمہ جو عام طور پر کیا جاتا ہے۔ وہ غلط ہے صحیح معنے یہ ہیں ۔ جو کام بندوں کو کرنا چاہئیں ۔ ہم نے ان کو نہایت خوبصورت کر کے پیش کیا ہے مگر جیسا کہ اندھا کسی خوبصورتی کو دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح یہ بھی نیک اعمال کے جمال کو دیکھ نہیں سکتے۔ اسواسطے بداعمالی میں پڑے ہیں۔

الا قال موسیٰ ۔ یہ بیان یہ بات سمجھانے کے لئے ہے۔ کہ اے نبی نہیں یہ قرآن ۔ نہ ہی کسی قسم کی خواہش سے ملا ہے۔ جیسا کہ موسےٰ کو پیغمبری دی۔

لاهله ۔ اپنے ساتھ والے کو اس بات میں بحث ہے کہ بیوی ساتھ تھی یا نہیں

انی انست ۔ معلوم ہوتا ہے کسی اور نے اسے نہیں دیکھا۔

ان بورك من فی النار ۔ برکت دیا گیا ہے۔ وہ شخص جو آگ کی طلب و جستجو میں ہے یہی معنے صحیح ہیں۔

الق عصاك ۔ اپنا عصا رکھ دو۔

جآنّ ۔ سانپ

[illegible] آگ سے نکلا۔ [illegible] گویا بتایا گیا کہ بڑی تبدیلیاں [illegible] گا۔ قرآن کریم نے [illegible] [illegible] اور سانپ کے [illegible] تو ایسا نہیں [illegible] سانپ کی طرح ان دشمنوں کو [illegible]

[illegible] بڑی [illegible] میں ۔ بعض کو یہ [illegible] کہ الّا منقطع نہیں ہوتا ۔ یہ الّا بمعنے واؤ کے ہے۔

ادخل یدك ۔ یہ تیسرا نظارہ ہے ۔ اسمیں سمجھایا گیا ۔ کہ ہم تجھے روشن تعلیم کی کتاب دینگے جسمیں کوئی بدی نہ ہوگی۔

[illegible]

مارے گئے ۔ خمس اموال ۔ طوفان ۔

مورخہ ۱۱ ۔ جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹ ۔ النمل رکوع ۱۷)

اتینا داؤد و سلیمٰن علماً ۔ علم ۔ حصل خرچ ۔ صحت ۔ دماغ ۔ فتادہ ۔ فرصت [illegible] جس کی جاذب بہائیں ہیں ۔ آتینا اسواسطے فرمایا۔

[illegible]

ورث سلیمٰن ۔ یوں حضرت داؤد کے انیس لڑکے تھے ۔ مگر علمی وارث [illegible]

منطق الطیر ۔ ایک منطق الطیر ۔ اس علم کا نام ہے ۔ جو انبیاء کو عطا ہوتا ہے دوسرا وہ جو حکماء کو ۔ تیسرا تجربہ کاروں کو ۔ سلیمان علیہ السلام کو تینوں علم بخشے گئے

واد النمل ۔ طائف کے پاس سونے کے ذرات نکلنے کا ایک نالہ ہے ۔ ان کو چننے والوں کا نام نملہ ہے ۔ ہمارے ملک میں بھی ایسے لوگوں کو کیرے کہتے ہیں ۔ اور اس قسم کی کئی قومیں ہیں ۔ مثل مورکشانے ۔ چوہے ۔ ایک کتاب میں لکھا ہے ہارون رشید کے آگے ایک عورت نے تھیلی پیش کی اور کہا ۔ ہمارے ملک میں ایک دفعہ سلیمان بھی آئے تھے۔

قاموس میں برک کے آگے لکھا ہے ۔ کہ البرکۃ من میاہ نملۃ ۔

وهم لا یشعرون ۔ یہاں ایک لطیف نکتہ ہے ۔ کہ پہلے لا یحطمنکم فرما کر صریحاً ایک الزام لگایا ۔ مگر ساتھ ہی لا یشعرون سے ازالہ کر دیا ۔ شیعہ پر افسوس کہ تنا بھی حسن ظن بھی صحابہ نبی پر نہیں رکھتے۔

مالی لا اری الهدهد ۔ برآید در جہان کارے ز کارے ۔

طیرۃ جانور لیتے ہیں اتباع الٰہی ۔ اور یہاں شخص کی نسبت سوال کیا۔

انه من سلیمان ۔ یہ قرآن شریف میں خطوط کا نمونہ ہے ۔ بڑے بڑے القاب و آداب لکھنے والے عبرت پکڑیں۔

۱۲ ۔ جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹ ۔ سورہ النمل رکوع ۱۸)

حضرت سلیمان کی نسبت یہ غلط طعنہ ہے ۔ کہ آپ (نعوذ باللہ) ایک عورت

کے عشق میں مبتلا ہو کر بت پرست بھی ہو گئے

قرآن کریم ایسے تمام مطاعن کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ ایسے بے ہودہ و مفترقصص سے تمام راستبازون کی ذات ستودہ صفات پر حملہ ہوتا ہے۔ اس رکوع مین بتایا گیا ہے۔ کہ وہ عورت خود بھی مشرک نہ تھی۔ چہ جائیکہ حضرت سلیمان ایسے ہوتے۔

افتونی فی امری۔ یہ ہر ایک سعادتمند دانشور انسان کا قاعدہ ہے۔ کہ اہم امور مین مشورہ کر لیتا ہے۔

فلما جاء۔ ہدیۃ سے ہدیہ لیجانے والے کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جاء کا فاعل وہی ہے۔

قال یا ایھا الملأ۔ ان دنون مین حضرت سلیمان طائف مین تھے۔ درمیانی بیان سے کہ صلح ہوئی۔ اور یہ کہ وہ حضرت سلیمانؑ کے محل مین آوے۔

یاتینی بعرشھا۔ یہ اس لئے کہ جب اس ملکہ نے آنا تھا۔ تو اس کے لئے تخت بھی چاہئے۔ تاکہ وہ اپنے تخت جیسا تخت نہ پاکر کچھ دل مین محسوس نہ کرے۔

انا آتیک۔ مین بنا لاتا ہون۔

لقوی امین۔ اس کے جواہرات کے متعلق امانت کا یقین دلایا۔

قبل ان یرتد الیک طرفک۔ سرکاری معاملہ۔ جو ہر سہ ماہی یا ششماہی کے بعد آئے۔ اسے طرف کہتے ہین (۲) بادشاہون کو کسی بات کا خیال لگا ہو۔ اس خیال کے متعلق جواب آوے۔ تو اسے طرف کہتے ہین۔ (۳) عربی زبان مین یمن سے جو قاصد آوے اسے طرف کہتے ہین۔ کیونکہ وہ عرب کے ایک طرف پڑتے۔ پس منشا یہ کہ قبل اس کے کہ یمن کے لوگ آئین۔ یا آپ کو جن کے آنے کا خیال ہے۔ وہ آئین یا قبل اس کے کہ آپ کا مالیہ وصول ہو۔

نکروا لھا عرشھا۔ اس تخت کو ایسا بناؤ۔ کہ اسے اپنا تخت ناپسند ہو جاوے۔

کانہ ھو۔ یہ اس کی دانشمندی کی دلیل ہے۔ کہ وہ یہ کہ نہین ہوا۔ کہہ دیا گویا کہ ایسا ہی ہے۔ حالانکہ اونہون نے نکّروا لھا تک نوبت پہنچادی تھی۔

ادخلی الصرح۔ محل دیا۔ اور ساتھ ہی اس طرح ایک وعظ کیا۔

کشفت عن ساقیھا۔ اس کے معنے ہین "گھبرا گئی" خوب یاد رکھو۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ سورج کو تیری قوم پرستش کرتی ہے۔ وہ ایسی ہی غلطی مین گرفتار ہے جس طرح یہ شیشہ ہے۔ اور اس کے نیچے پانی ہے۔ ایسا ہی سورج کو روشنی دینے والا ایک اور نور ہے۔ اصل وہی ذات ہے۔

۱۳ر جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورہ النمل۔ رکوع ۱۹)

اعبدوا اللہ۔ کامل محبت۔ کامل فرمانبرداری۔ کامل تضرع ایک ہی ذات پاک کے لئے ہو۔ جس کا نام اللہ ہے۔

فریقان۔ ایک ماننے والے ایک منکر۔

اطیرنا بک۔ برا براحصہ اوٹھایا ہے۔ ہم نے تجھ سے اور تیرے ساتھ والون سے۔

فی المدینۃ تسعۃ رھط۔ یہ مکہ والون کو سنایا جاتا ہے۔ کہ مکہ مین بھی نو ہی تھے۔ ان کے نام۔ ابوجہل۔ ولید۔ نوفل۔ عتبہ۔ شیبہ۔ منبہ۔ ابی۔ عقبہ۔ حرث بن عامر

مکروا مکرا۔ بڑی باریک تدبیرین کین۔ وہ خیر الماکرین ہے اس کی تدبیرین خیر و برکت کی ہوتی ہین۔

ان فی ذلک لآیۃ۔ مکے والون کو سمجھایا۔ کہ تم بھی ایسی ہی تدبیرون کے درپے ہو۔ مگر وہی انجام ہوگا۔ جو صالح کے مخالفون کا ہوا۔ سب تباہ ہوئے۔

یتطھرون۔ جو شہوت رجال سے بچے۔ اُسے عربی زبان مین متطہر کہتے ہین۔

اس جگہ انیسوین پارہ کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد للہ رب العالمین

حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ بیسواں ۲۰

(رکوع اوّل)

سورہ النمل رکوع ۲۰

مورخہ ۱۴ جون ۱۹۱۰ء

ہر انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ اپنے سے بڑے اور زبردست کی بات کا پاس کرتا ہے

اللہ اس رکوع میں اپنے علم اپنی قدرت و طاقت کا ذکر کرتا ہے۔

جعل الارض قرارا۔ زمین گردش کھاتی ہے۔ مگر ہم آرام سے بیٹھے ہیں۔ اسی ذات پاک نے زمین کو قرار بنایا۔

امن یجیب المضطر۔ یہاں علماء زمانی فہم کو سمجھاتا ہے

ثم یعیدہ۔ اسکی شل بار بار بناتا ہے۔

بل ادرک۔ ختم ہو چکا ہے ان کا علم دربارۂ آخرۃ

۱۶ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۲)

بڑی غفلت کا موجب ہے۔ جزا و سزا کا انکار یہی تمام غفلتوں کی جڑ ہے۔ بعض لوگوں نے یہاں تک کہنے کی جرأت کی ہے۔ گو یہ معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

قل سیروا فی الارض۔ یہ ان ہذا الا اساطیر الاولین کا جواب ہے۔ کہ تم جا بجا دیکھو۔ کہ دنیا میں منکران قیامت کا کیا انجام ہوا جس سے آخرۃ کا حال ظاہر ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے کشتوں پر فرمایا۔ ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا۔ فقد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا۔

یقولون متی ھذا الوعد۔ دوسرے مقام پر ہذا الفتح ہے۔

ردف لکم۔ یعنی میرے نکلنے کے پیچھے ہی تم پر عذاب ہو گا۔ چنانچہ دوسرے مقام پر لکم میعاد یوم۔ اور ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ فرمایا۔ یوم سے مراد ایک سال ہے۔ یسعیاہ نبی نے باب میں فرمایا ہے۔ عرب کی بابت الہامی کلام۔ وہاں لکھا ہے کہ ایک سال میں قیدار کے بہادر گھٹ جاویں گے۔

الا فی کتب مبین۔ خدا کی حفاظت میں ہے۔

ھم فیہ یختلفون۔ سب سے بھاری اختلاف مسیح کی آمد کے متعلق تھا۔ اس زمانہ میں بھی یہی اختلاف ہے۔ قرآن شریف نے اسے صاف کر دیا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ تھا۔ کہ نبوت والہام بنی اسرائیل میں محدود ہے۔ اس زمانہ میں بھی کہتے ہیں کہ سوائے بنی فاطمہ کے کسی میں مہدی نہیں آ سکتا۔ لیکن جیسے بنی اسحق کی بجائے بنی اسمٰعیل میں نبی آیا۔ ایسے ہی اس زمانہ میں بھی امام آیا۔

انک لا تسمع الموتی۔ یہاں سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ مردے نہیں سنتے یہ صحیح نہیں۔

وقع القول علیھم۔ صحابہ نے اس کے متعلق بیان کیا اذا ترک الامر بالمعروف واذا لم یعرفوا معروفا ولم ینکروا منکرا۔ جب خود نیکی نہ کریں اور نہ دوسرے کو نیکی کی ترغیب دیں اور جب ایسا وقت آ جاوے کہ نہ خود بدی چھوڑیں نہ دوسرے کو روکیں تو اسوقت عذاب آتا ہے۔

دابۃ من الارض۔ پس ایسی قوم کے لئے زمین سے کیڑا پیدا کرتے ہیں (یہ کیڑا میرے یقین میں طاعون کا ہے) اسکی نسبت لکھا ہے وہ میں سے چوبہ لگاتا ہے۔ وہ عورت کی شکل ہے۔ وہ ہاتھی شیر کی طرز کا ہے۔ اس پر لوگ ہنسی اڑاتے ہیں۔ حالانکہ یہ سیدھی بات ہے۔ آفات کا نظارہ جب قبل از وقت لوگوں کو دکھاتا ہے۔ تو بعضوں کو وہ نظارہ ہاتھی کی شکل میں بعض کو بدشکل عورت کی شکل میں دکھاتا ہے۔ پس یہ تمام اس بلا کے روحانی نظارے ہیں۔ میں نے خود خواب میں طاعون کو ایک وقت میں ہاتھی اور آدمی کی شکل میں دیکھا۔

تکلمھم۔ زخمی کرتا ہے انکو۔

مورخہ ۱۸ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۳)

ویوم نحشر۔ خود جرم کا احساس ایک سزا ہے۔ پھر حاکم کو پتہ لگ جانا اس سے بڑھ کر پھر مجرموں کا ڈل میں بٹھایا جانا اس سے بڑھ کر سزا ہے۔

فھم یوزعون۔ بند کئے گئے سارے کے سارے اول سے آخر تک یہی معنے ہیں

ولم تحیطوا بھا علما۔ اکثر صداقت کا انکار اسی وجہ سے ہوتا ہے۔ الانسان عدو لما جھل۔

وقع القول علیھم۔ انپر فرد جرم لگ جائیگا۔

بما ظلموا۔ شرک کیا (۲) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا اور معروف و منکر کو نہ سمجھا۔

لا ینطقون۔ دوسرے مقام پر یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ مجرم کچھ عذر کریں گے۔ چونکہ حالات مختلف ہیں۔ اس لئے مختلف حالتوں کا ذکر کیا۔ بعض مجرم سزا دیکھ کر بولنے کی طاقت نہیں پاتے۔

والنھار مبصرا۔ جس طرح ایک وقت رات ہوتی ہے اور دوسرے وقت دن۔ اسی طرح ایک وقت قوموں پر آتا ہے۔ کہ سب چپ چاپ ہوتے ہیں۔ مگر دوسرے وقت ہی

پہر چہار شروع ہوجاتی ہے۔ اور آفتاب صداقت (نبی) کے طلوع سے نیک و بد نشیب و فراز کی تمیز ہو جاتی ہے۔

وتری الجبال۔ اس میں پیشگوئی ہے۔ کہ یہ قیصر و کسرے کی سلطنتیں ایسی اڑینگی جیسے بادل کو ہوا اڑا دیتی ہے۔

بالحسنة۔ نبی کریم نے فرمایا ہے۔ افضلها لا اله الا الله (کلمۂ توحید) و ادنها اماطة الاذی عن الطریق۔

بالسیئة۔ بدی میں کفر و شرک سب سے بڑھ کر ہیں اور نیکیوں میں روک اونے درجے۔

وان اتلوا القرآن۔ اب مسلمانوں نے قرآن شریف پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیا ہے یہی تنزل کی جڑ ہے۔ کئی مدرسے قرآن کے دیکھتے دیکھتے بند ہو گئے۔

یہاں سورۂ النمل کے نوٹ ختم ہوئے

ابتدا سورۂ القصص رکوع اول

(پارہ ۲۰ رکوع ۴)

۱۹۔ جون سنہ ۱۹۱۰ء

آیت ۱۔ طسم۔ لطیف۔ سمیع۔ مجید۔ خدا۔

آیت ۲۔ مبین۔ یہ وہ کتاب ہے۔ جو حق کو باطل سے جدا کرتی ہے۔ حلال کو حرام سے الگ کر دکہاتی ہے۔ پہلی کتب کی سچائی کو اس میں شامل شدہ باطل اور تحریف سے الگ کر دیتی ہے۔

آیت ۳۔ نتلوا علیك۔ بات کہنے کو توموسیٰ و فرعون کی کہی ہے مگر دراصل (لقوم یؤمنون) مومنوں کو سمجہایا ہے۔ کہ تم باہمی جنگ و جدل نہ کرنا۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ہی امن دوست تہے اس لئے فرمایا۔ لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم اعناق بعض۔ اور فرمایا القاتل والمقتول کلاهما فی النار۔ مگر افسوس ہے کہ بعض مسلمانوں میں پہر بہی باہم جنگ ہوئے۔

ونرید ان نمن۔ اسمیں سمجہایا گیا ہے۔ کہ جو لوگ اپنے تئیں ضعیف بنالیں۔ غضب کا م نہ لیں۔ ہم خود ان کے ناصر و معاون بن جاتے ہیں۔

ونجعلهم ائمة قرآن مجید میں دوسرے مقام پر فرمایا کہ امام انسان اسوقت بنتا ہے۔ جبکہ لوگوں کو ہدایت دے اور صبر سے کام لے اور ہماری آیات پر یقین پیدا کرے۔ فرمایا۔ وجعلنا منهم ائمة یهدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایاتنا یوقنون

ونجعلهم الوارثین۔ وہ شام وغیرہ کے وارث ہوئے۔

فالقیه فی الیم۔ الہامی عبارت کو سمجہنے کے لئے ایک فہم سلیم دیا جاتا ہے اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ جہٹ پہینک دے۔ چنانچہ اسیوا سطے ام موسیٰ نے صندوق بنایا سوراخیں بند کیں۔ ساتہ ہی اس کی بہن کو روانہ کیا۔ گویا ظاہری اسباب کی پوری رعایت رکہی اور الہام وحی آلہی کی تعمیل بہی کی۔

آیت ۸۔ آل فرعون۔ فرعون کی لڑکی نے لیا۔

لیکون لهم عدوا۔ اس نے کس غرض کے لئے لیا یہ تو اسے معلوم ہوگا۔ خدا کا منشاء اس آیت سے ظاہر ہو گیا۔ ل نتیجہ کا ہے۔

آیت ۱۰۔ واصبح فواد ام موسیٰ فرغا۔ لا تخافی ولا تحزنی کی وحی ہو۔ اور پہر ایک لمحہ گہبراہٹ کا اظہار کرے یہ بالکل غلط بات ہے۔ اس کے صحیح معنے یہ ہیں کہ موسیٰ کی طرف سے فارغ ہوگئی۔ یعنی مطمئن کیونکہ خدا نے اس کا ذمہ لیا تہا۔

لتبدی به۔ اس خوشی کا اظہار کردے کہ خدا اس کا متکفل ہو گیا۔

مورخہ ۲۰ جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۵۔ سورۂ قصص رکوع ۲)

حضرت موسیٰ کی پرورش فرعون کے گہر میں کرادی اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ان کو حکومت دینا چاہتا تہا۔ اس لئے بادشاہی گہر میں تربیت کا موقعہ دیا۔

حکما۔ پکی باتیں۔

وکذلك نجزی المحسنین۔ اس میں سمجہایا کہ یہ حکم و علم کا دینا حضرت موسیٰ ہی سے خاص نہیں بلکہ جو محسن ہو خدا سے اس انعام سے بہرہ ور کرے گا۔ چنانچہ حضرت یوسف کے بیان میں بہی فرمایا۔ کذلك نجزی المحسنین۔

من عدوه۔ قبطی تہا۔

هذا من عمل الشیطان۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ یہ مجہے شیطانی عمل کی سزا دی گئی ہے۔

ظلمت نفسی۔ اپنی جان کو مشکلات میں ڈال لیا۔

فاغفرلی۔ ستاری فرما یہ قتل فی الحال واضح نہ ہو۔

فغفرله۔ چنانچہ خدا نے ستاری کرلی۔ اور انہیں نکل جانے کا موقعہ مل گیا۔

بما انعمت علی۔ حضرت موسیٰ کہتے ہیں۔ یہ تیرا فضل ہے۔ پس میں ہمیشہ ظالم کا مقابلہ کروں گا۔ اور میں مجرمین کا مددگار نہ ہوں گا کیونکہ اسوقت مجرم کو سزا اور مظلوم کی ہمدردی کرنے سے یہ نتیجہ۔

یترقب۔ یہ آپکے چوکس ہونے کی دلیل ہے۔

انك لغوی مبین۔ جسے کل مدد بہی اسے کہا کہ تو بہی روز ہر ایک سے لڑتا رہتا ہے

قال یموسی۔ اس مظلوم نے کہا۔

فاخرج۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہی نکلنا پڑا۔ حضرت داؤد اور ابراہیم سے بہی یہی معاملہ ہوا۔

مورخہ ۲۱ جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۶ سورہ قصص رکوع ۳)

عسی۔ نزدیک ہے۔

من خیر۔ اس دعا میں اس خیر کی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح

کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا جب کسی گاؤں میں داخل ہوا ہو۔ تو یہ دعا پڑھو۔

اللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا وَارْزُقْنَا۔ اَللّٰھُمَّ ... اِلَیْنَا۔

اس دعا کو میں نے خوب آزمایا ہے۔ میں جہاں جاتا ہوں اس کے ذریعہ لوگوں کی نظروں میں محبوب بنا ہوں اور خود شریر النفسوں کے شر سے محفوظ رہا۔

القوی۔ باوجود اجنبی ہونے کے ان چرواہوں کی پرواہ نہ کر کے پانی پلادیا۔

الامین۔ ہم جوان لڑکیاں تھیں۔ مگر بہت ہی پاک رہا۔ اور پھر کوئی طمع نہیں کیا۔

ان تاجرنی ثمنی حجج۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مدینہ سے آٹھ برس بعد وطن میں آئے۔ اور دو برس بعد یعنی دس برس پر فتح کیا۔

ذلک بینی وبینک۔ ہندو تو جہاں لڑکی دیں۔ وہاں سے پانی بھی حرام سمجھتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی بعض مسلمان بھی ایسا ہی کہتے ہیں میرے نزدیک داماد سے کچھ لینا جائز ہے۔ صوفیوں نے لکھا ہے نبوت کی تیاری کے لئے آپ اتنے برس رکھے گئے۔

مؤرخہ ۲۲ جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۷۔ سورہ قصص رکوع ۴)

جو لوگ منصوبے باندھنے کے عادی ہیں۔ کہ یوں کریں گے اور پھر یوں کریں گے پھر یوں ہو جائے گا۔ یہ سب نامراد رہتے ہیں۔ شیخ چلی کی کہانی۔ ہمارے ملک میں کسی پاک نے بنائی ہے۔ یہ ایسے لوگوں کے لئے عبرت دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ایسے لوگوں کے شامل حال رہتا ہے۔ جو حضرت موسیٰ سی طبیعت رکھتے ہیں آپ کے اندر کوئی خواہش نہ تھی۔ کہ میں نبی بن جاؤں اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی۔

لاھلہ۔ اپنے ساتھ والوں کو کہا۔ یوں ترجمہ میں نے اسلئے کیا کہ توریت کے بیان میں جو الجھن ہے وہ دور ہو جائے۔

لعلی آتیکم منھا۔ ان امراء کے لئے یہ نمونہ شرم دلانے والا ہے دیکھو امیر قافلہ خود کام فرماتا ہے اور اپنے کسی خدمتگار کو نہیں کہتا۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے۔ ایک دفعہ صحابہ کرام کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے۔ سب نے اپنے اپنے ذمے ایک ایک کام لیا آپ نے فرمایا۔ میں تم سب کے لئے لکڑیاں لے آتا ہوں۔ چنانچہ آپ لائے۔ یہ سنت ہے نبیوں کی۔ اب تو ذرا کسی کی تنخواہ بڑھ جائے۔ تو وہ معمولی کام کرنا اپنی ہتک سمجھتا ہے۔

من الشجرۃ۔ درخت کی طرف سے نہ یہ کہ نعوذ باللہ درخت بولتا تھا۔

وان الق عصاک۔ یہ کشف کا وقت ہے۔ اللہ نے نظارہ دکھایا کہ میں تیرے ساتھ ایک جماعت کروں گا جو تیرے دشمنوں کو سانپ کی طرح کھا جائے گی۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا کہ مجھے ایک بستی دکھائی گئی ہے۔ جو دوسری بستیوں کو کھا جائے گی یعنی مدینہ

فی جیبک۔ اسے جیب قمیصک تخرج بیضاء۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ اللہ تمہیں ایک کتاب دے گا جو بے عیب ہوگی اور روشن۔ اللہ نے فرمایا۔ انزلنا الیکم نورا مبینا۔ قرآن مجید بھی ایک ید بیضاء ہے۔

ھو افصح منی۔ انبیاء میں ہرگز عجب نہیں ہوتا کہ اپنے برابر یا اپنے سے بڑھ کر کسی کو نہ گردانیں۔

سنشد عضدک۔ یہ عربی کا محاورہ ہے مطلب یہ ہے۔ کہ ہم تیری مدد کریں گے

انہ لا یفلح الظالمون۔ پیشگوئی فرمائی کہ دیکھو ظالم مظفر و منصور نہیں ہونگے۔ گویا خدا فیصلہ کرے گا۔ کہ من جاء بالھدی کون ہے؟

ما علمت لکم من الہ۔ ہند میں مشرک بہت ہیں۔ میں نے تحقیقات سے معلوم کیا ہے۔ کہ یہ مشرکین بادشاہ کو سب سے بڑا دیوتا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ بادشاہ سولہ کلاں سپورن ہوتا ہے۔ اسی بنا پر وہ فرعون کو الہ سمجھتے ہیں۔

یھامٰن۔ وہاں کوئی بڑا افسر ہے۔ انجینئر۔

فاجعل لی صرحا۔ یہ شرارت سے تمسخر کرتا ہے رب السمٰوات والارض پر۔ ہامان کو کہتا ہے کوئی رصدگاہ بناؤ کہ دیکھیں موسیٰ کا اس الہ سے کیا تعلق ہے

مورخہ ۲۳ جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۸۔ قصص رکوع ۵)

ولکن رحمۃ من ربک۔ یہ رحمت ہے تیرے رب کی کہ تجھ کو غار حرا میں ندا دی تاکہ تو اپنی قوم کو ڈرائے آنے والے عذاب سے۔

لولا اوتی مثل ما اوتی موسیٰ۔ یعنی موسیٰ والے اعجاز کیوں نہیں دکھاتا اکثر لوگوں نے اسطرح ٹھوکر کھائی ہے۔

مسیح موعود کو کہتے ہیں کہ مسیح ہے تو مسیح والے معجزے کیوں نہیں دکھاتا۔ اس کا جواب فرماتا ہے کیا موسیٰؑ کے وہ نشانات دیکھ کر انکار کرنے والوں نے انکار نہیں کیا؟ پس منکروں کے لئے تو پھر بھی جائے انکار ہے۔

اتبع ھواہ۔ ہوا کے تابع ہونے سے اختلاف اٹھتے ہیں ورنہ اگر صدق۔ نیازمندی۔ پاک صحبت اور اللہ کی رضامندی ہو تو پھر اختلاف کیوں ہو اور کیوں اللہ کے مرسلوں کا انکار کیا جاوے۔

مورخہ ۲۵ جون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ بیسواں رکوع ۹۔ قصص رکوع نمبر ۶)

وصلنا لھم القول۔ اپنی سچائی اور سچائی کی باتوں کو لگاتار ہم نے پہنچایا

لعلّھم یتذکّرون۔ تاکہ رُشد کی۔ عادت کی۔ جہالت کی محبت کی صحبت کی۔ ایک شخص نے حضرت صاحب سے عرض کیا۔ کہ مین تہجد تک پڑہتا اصغہ اادر سُبل کے لئے فیر تمند تہا۔ اب ایم۔ اسے پڑہتا ہون۔ خدا کی ہستی مین شبہ پڑگئے آپنے فرمایا بس بیٹ پرتم بیٹھتے ہو اس کے ساتہ ضرور کوئی دہریہ ہوگا جبکی صحبت کی ظلمت نے یہ حالت کردی وہ قائل ہوگیا کہ بالکل صحیح ہے کچہ مدت ہوئی جینے اسے خط لکھا وہ لکھتا ہے اس مین سب ظلمت جاتی رہی۔ کبریائی کی ظلمتین دور ہوجاتی ہین۔

صبروا۔ صبر کے معنے بدی سے رکنا۔ امیری۔ غریبی۔ دونون حالتون مین مشکلات پیش آتے ہین ایسے موقعہ مین افراط وتفریط سے بچکر حق پر ثابت قدم رہنا۔

ممّا رزقنٰھم ینفقون۔ مؤمن ضرور دوسرے کو اپنے وقت علم پیسہ۔ روٹی۔ غرض ہر ایک خدا کی دی ہوئی چیز سے خرچ کرتا ہے۔

انّک لا تھدی من احببت۔ انبیاء خصوصیت سے ایک شخص کو مخاطب کرکے وعظ کرنے کی بجائے عام طور پر نصیحت دیتے ہین۔

یہ کلمات خدا کی جناب مین ناپسند ہین کہ فلان اگر مسلمان ہوجاوے تو یون ہوجائیگا یون سب روکین ہٹ جائین گی۔

مورخہ ۲۶ رجون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۱۰۔ سورہ قصص رکوع ۷)

افمن وعدنٰہ۔ انسان کی فطرت مین وعدہ پر بہروسہ کرنا اور پہر اس سے خاص خوشی حاصل کرتا ہے۔ دنیا کے تمام کام اسی وعدہ پر چلتے ہین۔ پس جو وعدہ اس ذات پاک سے ہو جو پورے طور پر قادر ہو اور صادق القول ہو وہ کیسی مسرت کا موجب ہوسکتا ہے۔

حق علیھم القول۔ جن پر فرد جرم لگ گئے ہین۔

یخلق مایشاء ویختار۔ قائین تناسخ کہتے ہین۔ کہ یہ بہتری گذشتہ عملون کا نتیجہ ہے اس کا رد ہے خود انسان کے وجود مین ایک عضو آنکھ ہے ایک ایڑی ہے اور دونو برابر نہین اگر ایسا ہوتا تو بہت نقصان تہا۔

عمّا یشرکون۔ بعض صفات مین شریک گردانتے ہین بعض تصرف مین بعض غیر اللہ کو سجدہ کرلیتے ہین۔ یہ سب شرک ہے۔

ولعلکم تشکرون۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نیند سے اُٹھتے تو دعا مانگتے۔ الحمدُ للّٰہ الذی احیانی بعد اماتنی۔ بلکہ کروٹ بدلنے مین بھی شکریہ ادا کرتے۔ اور لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ پڑھتے۔

مورخہ ۲۷ رجون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۱۱۔ سورہ قصص رکوع ۸)

دولت مندی پر ناز وتکبر کرنے والے خدا کے راستبازون کا ساتہ نہین دیتے اس رکوع مین ایک ایسے دولتمند کا ذکر ہے۔

مفاتحہ۔ جمع مفتح۔ یعنے اس کے خزانے اور اسباب۔

لا تفرح۔ اکڑباز نہ ہوجا۔

لا یحب الفرحین۔ بعض آدمی ذرا تدبیر مین کامیاب ہوجاوین یا ایک دو خواب سچے آجاوین۔ تو وہ راستبازون کے مقابلہ پر اُٹھ کھڑے ہوتے ہین۔ مگر آخر ناکام مرتے ہین۔ کیونکہ اللہ اترانے کو ناپسند کرتا ہے۔

ولا تنس نصیبک من الدنیا۔ یعنے دار آخرت کے حصول کے حکم کے یہ معنے نہین کہ دنیا بالکل چھوڑدو۔ بلکہ اسلام دین مین دنیا مین ایک حدبندی چاہتا ہے چنانچہ بعض اوقات نماز پڑہنا بھی منع ہے۔ اسیواسطے صوم متواتر اور ساری رات جاگنے کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔ ات کل ذی حق حقہ

کما احسن اللّٰہ الیک۔ کیونکہ اللہ نے تم پر احسان کیا۔

ولا تبغ الفساد۔ سب سے بڑا فساد تو حضرت موسیٰ کا انکار تہا۔ کیونکہ اس سے وحدت مین فرق آتا ہے۔ جو تمام ترقیون وکامیابیون کی جڑ ہے۔

فخرج علے قومہ۔ آخر حضرت موسےٰ نے کہا آؤ خدا کے حضور نذر گذرانین اور دُعا کرین کہ جو شریر ہے وہ ہلاک ہوجائے۔ حضرت موسیٰ نے حکم دیا کہ سب لوگ قارون سے اپنے خیمے الگ کرین۔ اڑہائی سو آدمی نے کہا۔ ہم تو قارون کے ساتہ رہین گے۔

فخسفنا۔ ایک زلزلہ آیا۔ زمین پھٹی اور قارون ہلاک ہُوا۔

مورخہ ۲۹ رجون سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۱۲ (رکوع ۹ سورۃ قصص)

قرآن مجید کے عجائبات مین سے ایک بات یہ ہے۔ کہ ابتداء خلق کا کوئی وقت نہین بتایا۔ کیونکہ خالق کون ومکان کی ذات کی ابدیت وازلیت کے سامنے سنکھ ورسنکھ کو آپنین ضرب دیتے چلے جائین۔ تو بھی کچھ حقیقت نہین رکھتی۔ پہر جب سے تاریخ قومون کا ذکر کرتی ہے۔ یہ بات کہین سے نہ ملیگی۔ کہ راستبازون کی جماعت ہلاک ہوئی۔ بلکہ یہی دیکھتے ہین۔ کہ ان کے مخالف تباہ وبرباد ہوتے رہے۔ آج نمرود۔ فرعون وغیرہ کی اولاد کا پتہ لگانا مشکل ہے۔ مگر حضرت ابراہیم کی اولاد دنیا کے تمام حصون مین پائی جاتی ہے اور حکمران ہے۔ امام حسین کے دشمن یزید کی اولاد کا پتہ اسلامی ممالک مین نہین ملتا۔ مگر امام حسین سے تعلق رکھنے والے ان کی تعظیم کرنے والے موجود ہین

تلک الدار الاٰخرۃ

یہ پچھلا گھر۔ ہزار ا برس کے بعد۔ یا مرکر۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ العزیز)

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ بیسواں

بقیہ رکوع نمبر ۱۲

(سورہ قصص رکوع ۹)

۲۹ جون سنہ ۱۹۱۰ء

لا یریدون علوا فی الارض۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئے تو کسی نے حضرت ابوبکرؓ کے والد کو خبر پہونچائی۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوگئے۔ اس نے کہا کہ اسلام کی کیا حالت ہے۔ اس نے بتایا۔ ایک شخص اسکی جگہ مقام ہوا۔ کہا کہ مقام محمدؐ پر بیٹھنے والا کون شخص ہوسکتا ہے۔ اوس نے کہا کہ ابوبکر۔ پوچھا کون ابوبکر۔ کہا ابن ابی قحافہ۔ کہا کون۔ ابی قحافہ۔ اوس نے کہا تم بڑے تعجب سے پوچھا کہ بنو ہاشم کہاں گئے۔ اس نے کہا سب نے اس کی بیعت کر لی۔ پوچھا بنو امیہ۔ کہا وہ بھی تابع ہوگئے۔ تب ابو قحافہ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا کہ اسلام حق ہے اور یہ سب اسی اللہ کے سامان ہیں۔

حضرت عمرؓ حج سے آتے ہوئے ایک درخت کے پاس کھڑے ہوگئے۔ حذیفہ جو بے تکلف تھا اوس نے جرأت کی اور وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک وقت تھا کہ جب میں اپنے ایک اونٹ کو چراتا تھا۔ اور اس درخت کے نیچے میرے والد نے مجھے بہت زجر و توبیخ کی تھی۔ اور اب یہ وقت ہے کہ اونٹ تو کیا کئی آدمی میرے آنکھ کے اشارے پر جان دینے کو تیار ہیں۔ یہ اسی لئے کہ ہم نے خدا کے رسول کو مان لیا۔

عبداللہ بن عمر گھر کی لپائی کر رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے۔ پوچھا یہ کیا کرتے ہو۔ عرض کیا۔ اکن من المطر۔ حضور! بارش سے محفوظ رہنے کیواسطے فرمایا۔ بات قریب ہے۔ ملّاں تو اس کے یہ معنے کرتا ہے۔ قیامت نزدیک ہے۔ مگر میں تو اس کے یہی معنے کروں گا۔ کہ وہ وقت نزدیک ہے۔ جب تم بادشاہ ہوجاؤ گے۔ اور خود لپائی کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ چنانچہ آپ عراق بھیجے گئے۔ پھر قیصر و کسریٰ کی حویلیوں کے مالک ہوئے۔

ایک اور صحابی کا ذکر ہے کہ چھپر بنا رہے تھے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی فرمایا۔ کہ بات قریب ہے۔ یعنے عنقریب تم حکمران ہونے والے ہو۔ اور ان چھپروں کی بجائے محلوں میں رہو گے۔ قادیان میں کیا ہے۔ لباس زبان منظر وغیرہ کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں۔ مگر خدا کا نام لینے والا ایک شخص پیدا ہوا۔ تو اس کے نفوس قدسیہ کے فیض سے تم زمین سونے سے بیٹھے ہو

بوعلی سینا کے ایک شاگرد نے کہا۔ استاد آپ نبوت کا دعوے کرو۔ اس وقت تو خاموش رہے۔ بعد ازاں ایک موقعہ پر جب کہ ہوا تیز و سرد تھی اور پانی یخ بستہ۔ اوس نے شاگرد کو حکم دیا کہ کپڑے اوتار کر اس میں کود پڑو۔ اس نے استعجاب کی نظر سے دیکھا۔ بوعلی سینا نے پوچھا۔ کیوں۔ کہا۔ آپ کو جنون تو نہیں ہوگیا۔ اس پر حکیم بولا۔ ناداں تیرے جیسے فرمانبرداروں کی امید پر نبوت کروں۔ دیکھ ایک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو تھے۔ کہ خون بہانے۔ اور گھمسان کی جنگوں میں جہاں موت سامنے دکھائی دیتی۔ سر کٹانے کا حکم دیا۔ اور انہوں نے چوں تک نہ کی۔ اور ایک تو ہے۔ کہ جانتا ہے۔ کہ میں طبیب ہوں پھر سردی سے ڈرتا ہے۔ صحابہ کی مرہم پٹی کا بھی تسلی بخش انتظام نہ تھا۔ بوعلی سینا دلیل نبوت دی کہ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ایک فرمانبردار جماعت کو دیتا ہے۔

رآدک الی معاد۔ قرآن جب کوئی بڑا دعوے کرتا ہے۔ تو ساتھ ہی اس کے دلیل دیتا ہے جو بہت قوی ہوتی ہے۔ پہلے فرمایا۔ کہ میرے اتباع بادشاہ ہوجاویں گے۔ اسکی دلیل میں فرمایا۔ کہ یہ قرآن جس میں لکھا ہے۔ کہ تیرے ساتھی حکمران بن جائیں گے۔ اسی میں یہ پیشگوئی کی جاتی ہے کہ وہ مکہ جہاں سے تمہیں نکالا گیا۔ جہاں کے لوگوں کے سامنے کوئی تدبیر نہ چل سکی۔ ایک وقت آتا ہے۔ کہ اسی مکہ میں تم فاتحہ بن کر داخل ہوگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

الّا رحمۃ من ربک۔ ہمارے سرکار۔ نہ کسی یونیورسٹی میں پڑھے نہ تعلیم یافتوں میں رہے۔ پھر ایسا قرآن شریف بخشا۔ جس کو ساری دنیا کا فلسفہ باطل نہیں کر سکتا۔ پس وہی خدا اپنی رحمت سے تمہیں دشمنوں پر مظفر و منصور کریگا۔ اگرچہ دشمنوں کو غلبہ اور تمام عرب کا مسلمان ہونا محال نظر آتا ہے۔ تو ایسی کتاب کی تجھ ایسے اُمّی سے کب اُمید کی جاسکتی تھی۔ جس خدا نے اپنی رحمت سے یہ کام کیا وہ یہی کرے گا۔

یہاں سورہ القصص کے نوٹ ختم ہوئے

ابتدار سورۂ عنکبوت

پارہ ۲۰ رکوع ۱۳ عنکبوت رکوع اول

مورخہ ۳۰ جون سنہ ۱۹۱۰ء

اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ کہ جو انسان کہدے کہ میں مومن ہوں تو یہ تو مختلف وجوہات سے مثلاً کسی شرم و لحاظ سے کہہ سکتا ہے۔ کہ میں مومن ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کے

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید کے نوٹ

پارہ اکیسواں ۲۱

(رکوع اول)

سورۃ العنکبوت رکوع نمبر ۵

مورخہ ۵ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

اُتْلُ۔ پڑھ کر۔

واقم الصلوٰۃ۔ سمجھاتا ہے کہ صرف پڑھنا ہی نہیں بلکہ عمل رنگ بھی ہو۔

ولذکر اللہ اکبر۔ میرے ذوق میں اس کے یہ معنے ہیں کہ اس نماز کے اجر میں اللہ جو تمہیں یاد کرے گا وہ اس (صلوٰۃ) سے بہت بڑا ہے۔

احسن۔ پسندیدہ طور پر۔

وقولوا۔ لوگوں پر اپنے افعال سے بھی یہ ظاہر کردو۔

آتینٰھم الکتاب۔ بائبل و دیگر کتب الٰہیہ مختلف مذاہب کو پڑھ کر قرآن مجید پر ایمان لانے کی تحریک ہوتی ہے اور وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

انما انا نذیر مبین۔ نشان مانگتے ہیں۔ پہلا نشان تو یہی ہے کہ میں نذیر ہوں میرے مخالفوں پر عذاب آنیوالا ہے۔

اولم یکفھم۔ یہ رحمت کا نشان فرمایا۔

۶ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ رکوع ۲۔ سورہ عنکبوت رکوع ۶)

الباطل۔ جس کی کچھ حقیقت نہ ہو۔

اجل مسمّیٰ۔ کتب سابقہ۔

(یسعیاہ نبی باب ۲۰) میں یہ بات مقرر ہوتی کہ عذاب اسوقت آئے گا جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے چلے جائیں گے۔

من فوقھم۔ باہر سے لوگ آئیں گے یا آسمان سے مراد ہے۔

من تحت ارجلھم۔ (۱) نوکروں چاکروں کے ذریعے (۲) زلزلہ وغیرہ

ارضی واسعۃ۔ مومن اگر ایمان بچانے کے لئے کسی زمین کو چھوڑے تو خدا اس کو بہتر سے بہتر بدلہ دے گا۔ صحابہ کرام کی مثال موجود ہے۔

غرفا۔ اونچے مقام

صبروا۔ غضب۔ شہوت۔ طمع۔ سستی۔ کاہلی کمزوری سے رکے رہیں اور نیکیوں پر قائم۔

کاین من دآبۃ۔ ہجرت کرتے ہوئے یہ فکر کہ خرچ کا کیا حال ہوگا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے۔ مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہو دیکھو وہی جانور جو گھونسلے میں کچھ نہیں رکھتے۔ وہ بھی آخر سفر کی مشقت اُٹھاتے ہیں۔ تلاش کرتے ہیں محنت سے۔ ابتغاء فضل کرتے ہیں۔

فانّٰی یؤفکون۔ یہ مان کر کہ سب کچھ اللہ نے پیدا کیا۔ محبت۔ عبادت۔ تذلل غیر کے لئے کرتے ہیں۔

من السماء۔ بادلوں سے۔

۷ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱۔ رکوع ۳۔ سورہ عنکبوت رکوع ۷)

الحیٰوۃ الدنیا۔ یہ ورلی زندگی

لھو۔ جس چیز میں شغل رکھنے سے انسان اللہ سے۔ باشبازوں سے غافل ہو جاوے۔

لعب۔ بے حقیقت بات۔ جسکی تہ میں کوئی سچائی اور پاک نتیجہ۔ نفع رسان بات نہ ہو۔ صوفیا نے لکھا ہے۔ آدمی چاہئے کہ ہر شام کو سونے کے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ کہ میں نے جو کام کئے وہ لہو ولعب تو نہ تھے۔

الحیوان۔ حقیقی زندگی۔ حیوٰۃ طیبہ۔

دعوا اللّٰہ۔ جب انسان اپنے منصوبوں سے عاجز آجاتا ہے۔ تو پھر ہار کر اللہ سے دُعا مانگتا ہے۔

عرب میں جل دیوتا کوئی نہیں۔ البتہ ہندوستان میں کچھ کچھ اوتار ہیں۔ ... عرب کشتیوں پر سوار ہو کر صرف اللہ ہی کو یاد کرتے۔ مسلمان بھی ان ہندوؤں کے اثر سے متاثر ہو گئے۔ یہ ملاح جب کشتی چلاتے ہیں تو خضرؑ کا نام لیتے ہیں

والذین جاھدوا فینا۔ سچا اضطراب۔ سچی خواہش۔ سچی کوشش۔ دُعا حق سمجھنے کے لئے پاک راہ ہے۔

میں جب پہلے یہاں آیا ہی تھا کہ حضرت صاحب سے سُنا کہ دعا جہت کام نہیں آتی بلکہ ہم میں ہو کر جہاد کریں۔ اور اس کوشش کے مطابق اپنا عملدرآمد بھی رکھیں۔

یہاں سورہ العنکبوت کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورہ الروم

(پارہ ۲۱ رکوع ۴ - سورۃ الروم رکوع ۱)

مورخہ ۹ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

فی بضع سنین - بضع ۹ سال تک بولا جاتا ہے۔

فی ادنی الارض - ملک شام

یفرح المؤمنون - یعنے اوس دن مومنوں کو بھی کفار کے مقابلہ میں فتح ہوگی۔ وہ فتح بدر میں ہوئی۔

لا یخلف اللہ وعدہ - یعنی اس وعدہ کا خلاف نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض مواعید کسی اور رنگ میں پورے ہوتے ہیں۔

واثاروا الارض - ان لوگوں نے بڑے بڑے کام کئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر عالی شان مکان بنائے - اور پھر وہاں کنوئیں لگوائے۔

محی الدین ابن عربی - فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں - کہ ایک عمارت کے کتبہ سے معلوم ہوا کہ تیس لاکھ سال سے بنائی گئی ہے۔

مورخہ ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ رکوع ۵ و ۶ - سورہ الروم رکوع ۲)

یبدء الخلق - نابود کو بود کرتا ہے - لم یک شیئا سے ثابت ہوتا ہے کہ مادہ بھی خدا نے پیدا کیا۔

ولہ الحمد - جیسے سبحان اللہ سے سبحانک اللھم وبحمدک پڑھنے کا ارشاد معلوم ہوتا ہے۔ ایسا ہی نماز میں الحمد پڑھنے کا حکم ہے۔

یخرج الحی من المیت - اچھوں سے برے اور بروں سے اچھے پیدا ہوتے ہیں۔

من تراب - مٹی میں بیج بوتے ہیں - کھیتیاں پکتی ہیں - وہ کھاتے ہیں - خون پیدا ہوتا ہے - پھر نطفہ - پھر انسان۔

من انفسکم - تمہاری جنس میں سے۔

لتسکنوا الیھا - یاد رکھو - بیبیاں اس لئے ہیں کہ ان سے آرام پاؤ - جب بدبخت ہیں - وہ جو بی بی کو دکھ سمجھیں۔

مودۃ - ان کے ذریعے دو مختلف خاندانوں میں باہمی محبت بڑھتی ہے۔

رحمۃ - بی بی پر رحم کرو - وہ تمہارے مقابل میں بہت کمزور ہے - لطیف پیرائے میں ادب سکھاؤ۔

والوانکم - کسی نے ایک بزرگ سے کہا کہ شطرنج بھی عجیب کھیل ہے کہ ہر آدمی نئی کھیل کھیلتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے بڑھ کر عجیب انسان کا چہرہ ہے اتنی سی جگہ ہے اور آدم سے لے کر ایندم تک مختلف۔

وطمعا - ہزاروں قسم کے موذی جرم اس بجلی کی چمک سے مرتے ہیں - اور کئی قسم کے فاسد مواد تباہ ہوتے ہیں۔

مورخہ ۱۱ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ رکوع ۶ و ۷ - سورہ الروم ۳ و ۴)

اھون علیہ - جب کچھ نہ تھے - تو بنایا - تو اب جب کچھ ہو چکے ہو - پھر بنانا تو اس ذات پر آسان ہے - جس نے "جب کچھ نہ تھے" تو تمہیں بنالیا۔

ھل لکم - تم اپنے غلاموں کو اپنے ساتھ برابر کا شریک نہیں قرار دیتے - اور نہ تم ان سے ایسا ڈرتے ہو جیسے اپنے عزیزوں سے تو اللہ کے کاموں میں مخلوق برابر کیونکر ہو سکتی ہے۔

لقوم یعقلون - اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کئی طرح پر توحید سکھاتا ہے - بعض وقت اسکی تدابیر کو مفید و بابرکت نہیں ہونے دیتا اور جس راستہ سے اس کو رزق ملتا ہے اسے بند کر دیتا ہے تا وہ سمجھے کہ یہ تمام آمد خدا کے فضل سے ہے کسی کی لیاقت قابلیت یا کسی کی امداد کا نتیجہ نہیں - یہ نکتہ حضرت صاحب نے مجھے بتایا تھا - مومن کو چاہئے کہ ایسے موقعوں میں اللہ کی حکمتوں پر ایمان لائے اور گھبرائے نہیں۔

دکانوا شیعا - خوب یاد رکھو کہ اسلام ایک ہی راہ ہے - وہ ہرگز نہیں - یہ راہ - حق کی تڑپ - دلی دعاؤں - صدقہ و خیرات - تقویٰ سے ملتی ہے۔

سیئۃ - دکھ - مصیبت۔

ظھر - غالب ہو گیا ہے۔

فی البر والبحر - پہاڑوں ملکوں - پانی کے کناروں اور جزیروں میں لوگوں کی بدعملیاں بڑھ گئی ہیں۔

مورخہ ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

(از مولوی محمد سرور شاہ صاحب)

(پارہ ۲۱ رکوع ۸ - سورہ الروم رکوع ۵)

قرآن مجید عالم جسمانی سے عالم روحانی کی طرف توجہ دلاتا ہے

ایدی الناس - یہ ایک محاورہ عرب ہے - اس لئے یہ دھوکہ نہ ہو کہ بعض بد زبان عقائد دل سے تعلق رکھتی ہیں - ہاتھ کا خصوصیت سے کیوں ذکر ہے۔

ید طاقت کو کہتے ہیں - ہاتھ کو بھی ید اس لئے کہتے ہیں کہ اکثر طاقتوں کا اظہار اسی سے ہوتا ہے - پس بما کسبت ایدی الناس کے معنے ہوئے - لوگوں نے اپنی قوتوں کو برا استعمال کیا۔

لیذیقھم - یہ ظہور فساد کا نتیجہ بتایا ہے - فساد کے معنے بگاڑ خواہ صرف اپنے لئے ہو - یا اس کا اثر دوسرے پر بھی پڑے

لعلھم یرجعون - یعنی یہ بھی بتایا ہے کہ دار الجزاء تو دوسرے اور یہاں اعمال کا کچھ کچھ پھل دکھایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ بدیوں سے باز آئیں۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ العزیز)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید نوٹ

پارہ اکیسواں ۲۱

(مورخہ ۱۲۔ جولائی ۱۹۱۰ء)

(بقیہ رکوع ۸۔ سورۃ الروم رکوع ۵)

(از مولوی محمد سرور شاہ صاحب)

قل سیروا فی الارض۔ یہ سمجھایا کہ اپنے نفسوں پر غور نہیں کرتے تو دوسروں کے حالات سے ہی عبرت پکڑو اور سوچو۔ کہ بعض اگلی قومیں کیوں تنزل میں آگئیں۔ ہمارے لئے عبرت پکڑنے کے واسطے بہت صاف راہ ہے۔ کیونکہ تمام ہلاکت و تباہی کی راہوں کے نمونے موجود ہیں اسی واسطے اس امت کا نام امت مرحومہ رکھا گیا۔

کان اکثرھم مشرکین۔ یہاں تباہ شدہ قوموں کے مختلف اسباب میں سے ایک بہت جامع بتائی ہے۔ اور شرک ہے۔

دنیا میں جس قدر بدیاں ہیں ان سب کی جڑ شرک ہے۔ مثال کے طور پر سنو ایک شخص چوری کرتا ہے۔ اب اگر یہ شخص خدا کو صفت رزاقیت میں واحد باور کرتا تو کبھی چوری نہ کرتا پھر یہی شخص مشرک فی الحکم بھی بنا کیونکہ اس نے اس ذریعے سے رزق تلاش نہیں کیا۔ جو خدا نے مقرر کیا تھا بلکہ وہ افرءیت من اتخذ الٰھہ ھواہ۔ کا مصداق بنا اور اپنی ناجائز تدبیر پر بھروسہ کیا۔

اس آیت میں یہ نکتہ بھی قابل یادداشت ہے کہ نہ تو تمام قوم نیک ہو جاتی ہے نہ تمام ہی بری۔ بلکہ اکثر پر حکم ہوتا ہے۔ ایک خاص شخص کے معاملہ میں بھی یہی بات ہے کہ جب بدیاں نیکیوں سے بڑھ جائیں۔ تو عذاب نازل ہوتا ہے۔

فاقم وجھک۔ قرآن شریف میں جب واحد مخاطب ہو تو مفسر عام طور پر اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ بلکہ تمام لوگ فرداً فرداً تاکید کے لئے مخاطب ہیں۔ اس کے معنے ہوئے اپنی توجہ کو ٹھیک ٹھیک قائم کرے۔

یوم۔ یوم مطلق وقت کے معنے میں بھی آتا ہے

یصدعون۔ ملاپ والی چیز جب پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ تو اسے صدع کہتے ہیں اس کے معنے ہیں جدا جدا ہو جائیں گے۔ یعنی دودھ کا دودھ پانی کا پانی۔ پاک الگ۔ بد الگ۔ فرمایا کہ [illegible] اس کامل امتیاز کا دن آنے تو [illegible] کر لو۔

کفرہ۔ کفر حقیقۃ انکار الحق پرستی کو کہتے ہیں ایسا ہی ناشکری کو۔ یہ بھی تمام بدیوں کا جامع لفظ ہے۔

یمہدون۔ تمہید کرتے ہیں یعنی اپنی عاقبت سنوارتے ہیں۔

من فضلہ۔ اس سے ظاہر ہے کہ ابدی نجات۔ فضل سے ہے اور فضل کو کھینچنے والے ہیں۔ ایمان و عمل صالح۔ عمل تو محدود ہے اور نجات غیر محدود۔ اسی وجہ سے نجات ابدی کا مدار فضل پر ہے۔

ومن ایاتہٖ۔ خدا تعالےٰ انسان کے دنیوی فوائد بتاتا ہے تو ساتھ ہی روحانیات کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ ان ہواؤں سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ روحانی عالم میں بھی مبشرات ہوتے ہیں۔ اور پھر خدا کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ جب کسی نبی یا مجدد نے آنا ہوتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ ایک ہوا چلاتا ہے اور بہت سے قلوب اس تعلیم کے ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض لوگ کسی نبی کی تعلیم سن کر بول اٹھتے ہیں۔ یہ تو ہم پہلے ہی سے مانتے تھے۔ یا ہمارا بھی یہی خیال تھا۔

الذین اجرموا۔ وہ لوگ جو یقطعون ما امر اللہ بہٖ ان یوصل کے مصداق ہوں

فی السمآء۔ بلندی میں۔ سماء کے اصل معنے یہی ہیں۔ مگر جب عام طور پر یہ لفظ آسمان پر بولا جانے لگا۔ تو اس کے حقیقی معنے یہی سمجھے گئے۔ حالانکہ یہ تساہل ہے۔ سماء البیت کہتے ہیں چھت کو اور سماء النعل جوتے کے پنجہ کو

الودق۔ بوندوں کو۔

لمبلسین۔ یہ سمجھاتا ہے کہ نبی کے آنے سے پہلے بعض لوگ مایوسی کی حد تک پہنچ جاتے اور وہ یقین کرتے ہیں کہ اب یہ روحانی مردے زندہ نہ ہو سکیں گے اور اب اس بنجر میں کوئی پودہ سرسبز نہ ہوگا۔ مگر خدا تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش سے اس زمین کو زندہ کرتا ہے۔

کل شیٔ۔ ہر چاہی ہوئی بات پر۔ خدا تعالیٰ نے جہاں اپنی قدرت کی وسعت کا ذکر کیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی اس کو ارادہ و مشیت سے مقید کیا ہے۔ فعال لما یرید۔ یفعل ما یشاء۔

مورخہ ۱۳۔ جولائی ۱۹۱۰ء

(از مولوی محمد سرور شاہ صاحب)

(پارہ ۲۱۔ رکوع ۹۔ سورۃ الروم رکوع ۶)

اس سے پہلے رکوع میں روحانی مردوں کے زندہ کرنے کا ذکر تھا۔ اب حشر اجساد کے متعلق مشرکوں کو دنیوی زندگی کے مختلف مراتب یاد کرا کے ثبوت دیتا ہے دلائل دو قسم کی۔ ایک [illegible] سے یہ ثابت ہو کہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ دوسری [illegible] سے کہ [illegible] بالضرور ہونا ثابت ہو۔ زمین مردہ کے زندہ ہونے و [illegible] قیامت کی امکانی دلیل ہے اب اور دلیل دیتا ہے۔ کہ تم پہلے کیسے ضعیف و ناتوان ہوتے ہو۔ پھر کیسے طاقتور پھر ضعیف و اضعف۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ یخلق ما یشاء وھو العلیم القدیر یعنی خدا ہر چیز کے بنانے اور بگاڑنے کا علم اور اس پر قدرت رکھتا ہے۔ پس وہ مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے کا پورا علم رکھتا ہے اور اس پر قادر ہے یہ بھی کہا!

کہ توت کے بہ ضعف کم علمی یا عدم قدرت کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ حکمت سے ایسا کام کرتا ہے۔
مالبثوا غیر ساعۃ۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ عذاب و ثواب کے تین مراتب ہیں۔ ایک مرتبہ قبر۔ عالم برزخ و دوم جنت و دوزخ میں پہونچنا۔ سوم تمام انعامات وعذاب الٰہی کا کامل ظہور۔

چونکہ دوسرا مرتبہ پہلے سے اعلےٰ ہے اس لئے مشرک بوجہ جہالت پہلی حالت میں رہائش کو دوسری کے مقابل میں گھڑی کے برابر سمجھیں گے۔ یعنی جب آخری حالت میں تکلیف زیادہ ہوگی۔ تو وہ پہلی اس کے مقابل میں ہیچ سمجھیں گے۔ مگر مومن کا یہ حال نہیں۔

غرض مشرک تو کہیں گے کہ بس یہ دن تھے اس سے پہلے کا زمانہ تو قلیل ہی تھا۔ مگر مومن کہیں گے یہ یوم البعث ہے جس کے تم منکر تھے اور اسی انکار کی وجہ سے تم پر سخت ہے۔ مگر کتاب اللہ میں یوم البعث تک ٹھہرنے کے معنے نہیں بنتے اس لئے مفسرین کو گھبراہٹ ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ قرآن شریف نے اس کی خود ہی تفسیر کر دی ہے۔ ایک مقام پر فرماتا ہے۔ لا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ۔ یہاں کتاب سے مراد مقرر شدہ زمانہ ہے۔

پس اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ تم ٹھہرے رہے اللہ کے مقرر کردہ زمانہ میں جس کی آخری حد یوم البعث تھی۔ یعنی وہ زمانہ جو تمہاری سزا کے لئے مقرر کیا گیا تھا اس کے گذرنے تک ٹھہرے رہے ہو۔

(۲) ساعت۔ مصیبت و تباہی کے وقت کو بھی کہتے ہیں۔ پس معنے یہ ہوئے جس میں کہ وہ تباہی کا وقت آئے گا۔ مجرم قسمیں کھائیں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ ہمیں کس قیامت کے قیام کی خبر دیتے ہو۔ مالبثوا غیر ساعۃ۔ قیامت تو ہمارے سر پر پہلے ہی آئی ہوئی ہے۔ اور اب تک ہم قیامت کے بغیر نہیں رہے اس پر مومن کہیں گے۔ کہ تم اللہ کی مقرر شدہ میعاد تک ٹھہرے رہے ہو اور یوم البعث تو اب شروع ہوتا ہے۔

لا ینفع۔ دنیا میں تو انسان بہت سے عذر حیلے تراش کر بچ بھی سکتا ہے۔ مگر خدا کے حضور اس قسم کے عذر و حیلے نفع نہ دینگے۔

یستعتبون۔ خلیفۃ المسیح اس کے معنے کیا کرتے ہیں کہ یہ عتبہ سے ہے پس معنے ہوئے کہ وہ عتبہ دروازہ پر آنے نہ دئے جاویں گے یعنی وہ چوکھٹ پر پھٹکنے نہ دئے جائیں گے یہ عمدہ معنے ہیں مگر یہ معنے بھی ہیں کہ ان پر جو عتاب کیا جاتا ہے اس کا وہ شکوہ کریں گے۔ تو وہ شکوہ رفع نہ کیا جاوے گا۔

من کل مثل۔ مثل مثال کو نہیں کہتے بلکہ اس کے دو معنے ہیں (ا) حالت جیسے فرمایا۔ مثلھم کمثل الذی استوقد نارا۔ یعنی ان کی حالت (ب) مثل کسی چیز کی ایسی حالت بیان کرنا کہ اس سے دوسری چیز کی حالت کھل جائے چنانچہ الذی استوقد نارا کی حالت بیان کر کے منافقوں کی اندرونی حالت کھولی ہے۔

یہاں سورۂ الروم کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورۂ لقمان

(پارہ ۲۱۔ رکوع ۱۰۔ سورۂ لقمان رکوع ۱)

(بدستور از خلیفۃ المسیح)

مورخہ ۱۴ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

الم۔ انا اللہ اعلم

الحکیم۔ حق و حکمت سے بھری ہوئی۔ بڑی مضبوط باتوں والی

للمحسنین۔ جن میں احسان کا مادہ ہے ان کے لئے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کے معنے کئے ہیں ان تعبد ربک کانک تراہ وان لم تراہ فانہ یراک۔ (الحدیث)

(۲) دوسرے سے سلوک و نیکی۔ ایک یہودی کسی مسلمان کے پڑوس رہتا اور کوٹھے پر جانوروں کو دانے ڈالتا۔ اس مسلمان نے کہا کہ تیرا عمل بے فائدہ ہے۔ مگر آخر اسی نے مکہ کا حج کرتے دیکھا اور یہودی نے بتایا کہ یہ اس خیرات کا اجر ہے۔

(۲) ایک صحابی نے اپنی اونٹوں کی قربانی کا ذکر کر کے حضور نبوی میں عرض کیا کہ وہ شاید قبول نہ ہوئے۔ فرمایا۔ اسلمت علی ما اسلفت۔

(۳) ایک بدکار نے کتے کو دیکھا۔ کیچڑ چاٹ رہا ہے اس نے رحم کر کے موزہ اتارا اور کنوئیں سے بھر کر اسے پانی پلایا۔ خدا نے نیکی کی راہ پر ایسا ڈالا کہ وہ جنتی ہو گیا (الحدیث)

پس احسان کرنے والوں کو قرآن مجید خوب موجب ہدایت و رحمت ہو۔

سورۂ بقرہ کے ابتداء میں بھی قریباً یہی آیات ہیں۔ میں نے دیکھا ہے (۱) جو لوگ دعاؤں کے قائل نہیں (۲) غیب الغیب رنگ میں کسی مالک خالق کے قائل نہیں۔ (۳) داد و دہش کی عادت نہیں رکھتے۔ وہ کبھی کتب الٰہیہ سے منتفع نہیں ہوتے۔ اسی واسطے فرمایا۔ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون۔

سورۂ یوسف میں ہے۔ ولما بلغ اشدہ اتینٰہ حکما وعلما وکذلک نجزی المحسنین۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ ہر محسن کو حکم و علم بخشا جاتا ہے۔

بالاخرۃ۔ جزا و سزا "غیب" میں ہے۔

علی ھدی۔ ہدایت پر سوار ہو جاتے ہیں اور منزل مقصود پر مظفر و منصور پہونچیں گے۔

لھو الحدیث۔ ایسی باتیں جن سے جناب الٰہی سے غفلت ہو جائے۔ راگ سرود بالخصوص اس کے معنے لیتے اپنے اپنے ملک کے حالات کے مطابق ہیں۔

بغیر علم۔ ناسمجھی سے۔

ھزوا۔ ہلکا۔

فبشرہ۔ کھول کر خبر دو۔

بغیر عمد ترونہا۔ کوئی شخص نہیں جو کہے۔ کہ اس کے ستون مین نے ہی دیکھے ہین۔

ان تمید بکم۔ خوراک دیتے ہین تم کو کیونکہ بڑی بڑی ندیان اور دریا پہاڑون سے نکلتے ہین (۲) جو چکر کہانے ہین تمہارے ساتھ (۳) ہان لا تمید بکم۔ تاکہ تم ہلاک نہ ہو جاؤ۔ زمین سیال تھی تو متواتر زلزلے آتے تھے اب زلزلے کم ہو گئے

مورخہ ۱۷۔ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۱۔ سورہ لقمان رکوع ۲)

الحکمۃ۔ نہایت مضبوط بات جس کا انجام بخیر ہو۔ جنون مین ایک شخص تہا۔ جس نے علمون کی تعریفین یاد کر رکھی تھین۔ اکثر اہل علم کا اس ذریعہ سے امتحان کرکے ان کو برسر محفل نادم کیا کرتا ایک دن مجھ سے بھی سوال کیا۔ کہ حکمت کی جامع مانع تعریف کیا ہے؟ مین نے سورۃ بنی اسرائیل کا رکوع ۴ کا ترجمہ سنا دیا۔ اس کے اخیر مین ہے۔ ذلك مما اوحی الیك ربك من الحکمۃ۔ سن کر دم بخود رہ گیا

ان اشکر للہ۔ شکر کرنے سے نعمت بڑھتی ہے۔ فرمایا۔ لئن شکرتم لازیدنکم تم شکر کروگے تو قسم ہے ہمین اپنی ذات کی کہ ہم ضرور بڑھ چڑھ کر دین گے۔

الشرك۔ شرک کے معنے ساجھی بنانا۔ اللہ کی ذات۔ صفات۔ افعال۔ عبادت مین کسی کو شریک ٹہرانا۔

یا بنی اقم الصلوٰۃ۔ پہلے عقائد کے بارے مین فرمایا۔ اب عملی حصہ کے متعلق وعظ سناتا ہے

(۱) جب عقائد صحیح ہو گئے (۲) اعمال صالح ہو گئے۔ پہر تم نے امر بالمعروف شروع کیا۔ تو لوگون کی مخالفت پر صبر و استقلال سے کام لو۔ اس کے بعد جب تمہین کامیابی حاصل ہو تو دیکھنا متکبر نہ ہو جانا۔ اسی لئے فرمایا۔

ولا تصعر خدك للناس۔ اپنی گالین مت پہلا۔

واقصد فی مشیك۔ اپنے تمام اقوال۔ افعال۔ خیالات مین میانہ روی اختیار کر لو۔

مورخہ ۱۸۔ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۲۔ سورہ لقمان رکوع ۳)

انسان اس شخص کی فرمان برداری کرتا ہے۔ جو محسن ہو۔ حاکم مسلط ہو۔ اللہ شانہٗ اس فطرت کے لحاظ سے انسان کو سمجہاتا ہے۔

ظاھرۃ۔ حسن و تناسب و صحت اعضاء اس مین شامل ہے۔

باطنہ۔ اسمین عقل و تمیز۔ قابلیت لیاقت۔ علم۔ ولایت نبوت شامل ہے

بغیر علم۔ وہ علم جو خدا تعالیٰ اپنی جناب سے بخشتا ہے اور نور فراست اور پاک کتاب کو نہین سمجہتے۔ مگر جھگڑنے اور ہر دین کی بات مین رائے دینے کو تیار۔

ومن یسلم وجھہ۔ اپنی ساری توجہ اللہ کی طرف سونپ دیتے ہین۔ دنیا بیشک کماؤ مگر اللہ کے لئے۔

ما نفدت کلمت اللہ۔ اللہ کی باتین ختم نہین ہوتین۔ صرف ایسی بات کو لو۔ ایک قطرہ مین کتنے کیڑے ہوتے ہین۔ اب ان کے اعضاء کی تشریح اور خداوند عالم کی قدرتون کا ذکر شروع ہو۔ تو کب ختم ہو سکتا ہے۔

مورخہ ۱۹۔ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۳۔ سورہ لقمان رکوع ۴)

اللہ تعالیٰ نے مختلف ممالک مین مختلف نعمتین دی ہین۔ مثلاً عرب مین کھجور۔ ہندوستان مین آم۔ کابل مین انگور۔

ایسا ہی کسی کو کوئی علم بخشتا ہے کسی کو کوئی ہنر۔ ان تمام ممالک مین تبادلہ انعام و خیالات کے لئے جہاز ہین۔

بنعمت اللہ۔ اللہ کے فضل سے مختلف قسم کی نعمتین لیکر۔

صبار شکور۔ دور کی نعمتین دیکھ کر انسان شکر بجا لائے اور اپنے تئین اعتقاد عصیان سے بچائے۔ یہ آیت بائیکاٹ کرنے کی تردید کرتی ہے۔ تبادلہ اشیاء غیر ممالک سے منع نہین بلکہ خدا کی دی ہوئی نعمتون کا ادائے شکر ہے۔

ختار۔ بدعہد۔

اتقوا ربکم۔ سمجہاتا ہے کہ یہ تمام نعمتین تقویٰ سے ملسکتی ہین۔

الغرور۔ ایک غرور مصدر ہے اس کے معنے ہین تکبر۔ یہ غرور ہے اس کے معنے دہوکہ دینے والا۔ یہ شیطان کا نام ہے

وینزل الغیث۔ واقعی یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ بارش اس کے لئے مفید ہوگی یا مضر اس سے جو پہل نکلیگا وہ خدا جانے اس کے نصیب ہوگا یا نہین۔

ما فی الارحام۔ شقی ہوگا یا سعید

ماذا تکسب غدا۔ سیدون والے کام کریگا یا شقیون والے۔ بعض لوگ ایسے ہین۔ کہ یمسی مومنا ویصبح کافرا۔ ہمیشہ ایمان پر ثابت رہنے کی دعا کرتے رہنا چاہیئے۔

ایک بزرگ اپنے حالات مین لکھتے ہین کہ مجھے مباحثات مین یہ زبردست دلیل سوجھی کہ محسوسات سے غیر محسوس اشیاء پر دلیل پکڑنی چاہیئے۔ اور اس طرح کئی مباحثے جیتے۔ ایک دن چھت پر لیٹے تھے۔ ستارون پر نظر جا پڑی۔ خیال مین آیا یہ ستارے جس قدر مجھے چھوٹے محسوس ہوتے ہین کیا واقعہ مین بھی اتنے ہی ہین۔ عقل نے جواب دیا! نہین۔ جب امر حسی خلاف واقعہ نکلا۔ تو بہت ہی گھبرایا۔ یہان تک کہ بارہ سال اسی مخمصے مین رہے۔ آخر اللہ کی طرف رجوع کیا تو اس نے انشراح صدر بخشا۔

مین تم سب کو نصیحت کرتا ہون کہ حق پہچاننے کا یہی ایک معیار ہے کہ خدا تعالیٰ سے تڑپ تڑپ کر دعا مانگے۔ اور متشابہات (جن کے معنے اس پر نہین کھلے) محکمات (جو اس کے لئے صاف ہین) کی تابع کرے۔ اگر پہر بھی سمجھ نہ آئے تو حوالہ بخدا کرے اور دعا کرے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب۔ اللہ تعالیٰ ضرور تسلی کی راہ نکالدیگا۔

بای ارض تموت۔ یہ کسیکو معلوم نہین کہ یہ زمین اس کے لئے روضۃ من

ریاض الجنۃ ہوگی یا حفرۃ من النار۔ یہ تو ایک بادشاہ کہہ سکتا ہے۔ میں یہیں مروں گا۔ اور بعض لوگوں نے اپنی قبریں زندگی میں کھدائیں۔ اور وہیں مرے۔

یہاں سورۂ لقمان کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورۃ السجدہ

(پارہ ۲۱۔ رکوع ۱۴۔ سورۃ السجدہ رکوع ۱)

مورخہ ۲۔ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

الٓمٓ۔ مقطعات قرآنی کے معنے اس زمانہ میں خوب کھلے ہیں انگریزی میں فوائع کل ایسے حروف بہت آتے ہیں۔ بعض لوگوں کے ساتھ تو تقریباً تمام حروف تہجی ہوتے ہیں۔

لاریب فیہ۔ ریب کے معنے ہلاکت کے بھی ہیں جیسے نتربص بہ ریب المنون میں اور شک کے بھی۔

قرآن شریف میں جو راہیں بتائی گئی ہیں۔ وہ نہ تو ہلاکت کی ہیں۔ نہ ان میں کسی قسم کا شک ہے۔ پس شک مت کرو۔

فی ستۃ ایام۔ چھ وقتوں میں ہر چیز کا کمال چھ مرتبے طے کرکے ہوتا ہے۔ ایک شخص نے مجھے کہا۔ خدا آنا فانا نہیں بنا سکتا۔ پاس ایک کی کا کمینت تھا۔ میں نے کہا ان کا ایک بیٹا لاؤ اوس نے کہا وہ تو کئی ماہ بعد ہوگا۔ تب میں نے کہا ایک بیٹے کے لئے اتنے مہینے بھی خدا ہی لگاتا ہے۔

ثمّ۔ پھر ہم تم کو اور بات سنائیں۔ ثم سے یہی مراد ہے نہ یہ کہ آسمان زمین بنا کے پھر عرش پر جا چڑھا۔ اس کی مثالیں قرآن شریف میں کئی ہیں۔ چنانچہ ع الانعام ۸۔ میں ہے۔ کہ وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔ پھر آگے چل کر فرماتا ہے۔ ثمّ اٰتینا موسی الکتب۔

قرآن شریف کے بعد موسیٰ کو کتاب دینے کا ذکر "ثمّ" سے فرمایا حالاں کہ توراۃ کا نزول قرآن شریف سے پہلے ہوا

استوٰی علی العرش۔ وہ اپنے تخت حکومت پر بے عیب ہے ٹھیک ٹھاک۔

ونفخ فیہ من روحہ۔ اپنا پاک کلام اس میں پہونچاتا ہے۔ ہزار برس کے بعد ایسا انسان ضرور ہوتا ہے۔ جسے اللہ اپنے کلام سے ممتاز فرماتا ہے۔

جعل لکم السمع۔ سمع کو اس لئے مقدم فرمایا۔ کہ خدائی معاملات میں سب سے پہلے کان ہی کام کرتے ہیں۔ کیونکہ ۱۸ برس تک تو عموماً غفلت میں گذرتے ہیں۔ پھر کانوں میں خدائی آواز پڑتی ہے۔ اور وہ متنبہ ہوتا ہے۔

یتوفکم۔ تمہاری روح کو قبض کرتا ہے۔

مورخہ ۱۲۔ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱۔ رکوع ۱۵۔ سورۃ السجدہ رکوع ۲)

ناکسوا رءوسھم۔ سر نیچے کئے ہونگے اس لئے کہ اپنی بداعمالیاں یاد آ کر شرمسار ہوں گے۔

انا نسینکم۔ ہم ترک کرتے ہیں تم کو

فاسقاً۔ نافرمان

لعلھم یرجعون۔ دنیا میں اس لئے عذاب آتے ہیں۔ تا لوگ ان بداعمالیوں سے باز آویں۔ جن میں وہ گرفتار ہیں۔ دوسرے مقام پر لعلھم یتضرعون فرمایا۔

ومن اظلم۔ انبیاء اور ان کے نشانوں کے منکر اور ان سے اعراض کرنے والے سب سے بڑے ظالم ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ایسے قطع تعلق کرنے والوں کو ضرور سزا دے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

پارہ اکیسواں ۲۱

سُورۂ السجدہ ۵ رکوع ۳

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۶)

مورخہ ۲۲ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

ولقد اٰتینا موسی الکتاب ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یقیناً موسیٰ علیہ السلام کا مثیل بنایا گیا ہے ۔ چنانچہ ان آیات سے بھی تصدیق ہوتی ہے انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔

(۲) وشھد شاھدٌ من بنی اسرائیل علےٰ مثلہ فاٰمن واستکبرتم احقاف ع ۱ شاھد ۔ انبیاء کی ذات ہوتی ہے ۔

(۳) ان الھدیٰ ھدی اللہ ان یؤتی احد مثل ما اوتیتم ۔ آل عمران ع ۸

توراۃ کے استثناء باب ۵ ۱۰ آیت اعمال کے تین باب میں اسی مثیلیت کا ذکر ہے فلا تکن فی مریۃ ۔ اس کے معنے کئے گئے ہیں ۔ کہ موسیٰ تجھے ملیں گے چنانچہ معراج میں ملاقات ہوئی ۔ مگر میرے نزدیک یہ معنی نہیں نکلتے مطلب یہی ہے ۔ کہ تم موسیٰ کے مثیل ہو ۔ تمام پیشگوئی کے واقعات اپنے اپنے وقت پر پورے ہوں گے ۔

جعلنا منھم ائمۃ ۔ امام بننے کے لئے تین شرائط فرمائی ہیں ۔

(۱) یھدون بامرنا ۔ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کریں (۲) لما صبروا ۔ اپنے آپ کو بدیوں سے بچانے کے لئے با ہمت طعن وتشنیع سننے پر دلیر اور خدا کی بتائی ہوئی بات پر مستقل رہتے ہیں ۔

وکانوا باٰیاتنا یوقنون ۔ اللہ تعالیٰ کی آیات پر کامل یقین رکھتے ہیں ۔ چوتھی بات اس سے نکلتی ہے وہ یہ کہ وہ امام بننے کی خواہش نہیں رکھتے نہ اس کے منصوبوں میں رہتے ہیں ۔

جعلنا منھم سے ظاہر ہے کہ اُمت محمدی میں ہی ایسے لوگ ہوں گے ۔ جو خدا سے الہام پاکر لوگوں کے ہادی و امام ہیں ۔

ایسے لوگوں کی شناخت کے لئے ہماری واسطے کوئی اتنی مشکل نہیں ۔ کیونکہ پہلے اولیاء وانبیاء کے نمونے موجود ہیں ۔ ان کے حالات ہم تک پہونچے ہیں اسی منہاج پر ان کو پرکھ لیا جائے ۔ کہ کس طرح غریب آدمی ان کے سلسلے میں شامل ہوتے ہیں اور آخیر وہ ائمۃ الکفر پر غالب آتے ہیں اور ان کی تعلیم اصولی طور پر تمام اولیاء سابقین سے ملتی ہے جس طریق پر ایک راستباز کو مانا ۔ اسی طریق پر دوسرے کو مان لیں ۔ آخر انسان اپنی ماں کو بھی ولادت کے معاملہ میں صرف اسی کی شہادت پر راستباز یقین کرتا ہے ۔

کم اھلکنا ۔ ہدایت کا ذریعہ ایک یہ بھی ہے ۔ کہ پچھلی قوموں کی حالت پر غور کیا جاوے ۔ راستباز اپنے مخالفوں کے مقابل میں کامیاب ہوتا ہے اور شریر مفسد تباہ وہلاک ہوتے ہیں ۔

فنخرج بہ زرعا ۔ جس طرح پانی برسنے کے بعد کوئی روئیدگی کو اُگنے سے روک نہیں سکتا ۔ اسی طرح اب جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضل الٰہی کی بارش ہوئی ہے اس کا نتیجہ ضرور نکلیگا ۔ یعنی ان کی جماعت بڑھے گی اور پھولے پھلیگی یہاں تک کہ دوسرے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے ۔

ویقولون متیٰ ھذا الفتح ۔ کفار اپنی بات خوب سمجھتے تھے ۔ وہ فنخرج بہ زرعا کی پیشگوئی کو خوب سمجھ گئے ۔ اسی لئے سوال کیا کہ یہ فتح جس کی پیشگوئی کرتے ہو ۔ کب ہوگی ۔

یہاں سُورہ السجدہ کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورۃ الاحزاب رکوع ۱

(پارہ ۲۱ رکوع ۷)

یکم اگست سنہ ۱۹۱۰ء

المنٰفقین ۔ منافق کے نشان حدیث میں آئے ہیں ۔ اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان واذا خاصم فجر ۔

کان علیما حکیما ۔ کفر ونفاق سے بچنے اور تقویٰ کے حصول کے لئے علاج بتاتا ہے ۔ کہ اللہ کو علیم یقین کرے ۔

ایک کہانی ہے کہ زلیخا نے یوسف سے ناجائز درخواست کرتے ہوئے اپنے

"بُت" پر کپڑا ڈال دیا۔ اور پوچھنے پر بتایا۔ کہ اس سے شرم آتی ہے۔

جب ایک پتھر سے شرم آنی ممکن ہے۔ تو کیا اس یقین سے کہ خدا علیم ہے۔ کسی بدی کا ارتکاب کرتے ہوئے خدا سے شرم نہ آوے گی۔

حکیم کا کام ہے۔ کہ خلاف پرہیز کام کرنے سے روکتا ہے پس جب اللہ کو حکیم مانیگا۔ تو ایسے کام نہیں کرے گا۔ جو حصول تقوی میں مانع ہوں۔

واتبع مایوحی الیک۔ لاتطع میں ترک شر کا وعظ تھا اب نیکیوں کے اختیار کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ کہ اتبع مایوحی کیونکہ انسان اپنے علم سے نہیں جانتا۔ کہ کون کون سی چیز میرے لئے بلحاظ انجام کے مضر یا مفید ہے۔

وکفی باللہ وکیلاً۔ کفی باللہ ہی کیوں کہا؟

ائمہ نے لکھا ہے۔ کہ دو جملے ہیں۔ اصل یوں ہے کفی اللہ۔ اکتف باللہ ایک جملہ کا اللہ اور دوسرے کا اکتف حذف کیا ہے۔

امھاتہم۔ ابھی فرما چکا ہے۔ کہ حقیقی ماں نہیں بنتی۔ پس یہ اعزاز واکرام کے رنگ میں ہے۔

مورخہ ۲۔ اگست ۱۰ء

(پارہ ۲۱۔ رکوع ۱۸۔ سورۃ الاحزاب رکوع ۲)

من فوقکم۔ شمالی جانب

من اسفل منکم۔ جنوب

الحناجر۔ تمہارے دل دھڑکتے تھے۔ اور اب معلوم ہوتا تھا۔ کہ گلے تک آگئے۔

فارجعوا۔ اپنے اپنے مذہبوں میں لوٹ جاؤ

الفتنۃ۔ کفر۔ شرک۔ خانہ جنگی۔ مسلمانوں کا قتل۔

مورخہ ۳۔ اگست ۱۰ء

(پارہ ۲۱۔ رکوع ۱۹۔ سورۃ الاحزاب رکوع ۳)

لکم فی رسول اللہ۔ کئی لوگوں کو دیکھا گیا ہے۔ کہ جب انہیں بتایا جائے

یہ کام یوں کرنا چاہیئے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کیا ہم بھی کوئی نبی ہیں یہ بالکل غلط راہ ہے۔ نبی کا نمونہ نہ اختیار کیا تو کسی فرعون یا ہامان کی پیروی کرنی چاہیئے۔

ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ۔ یہ وعدہ پ ۲۳ سورۃ ص رکوع ۱ میں ہے۔ جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب۔ بطور پیشگوئی مکہ میں فرمایا گیا۔ کہ مدینہ میں فوجیں چڑھ کر آئینگی۔ اور شکست کھائینگی۔

المنٰفقین۔ عہد کی خلاف ورزی کرنے والے۔ عہد توڑنے کا نتیجہ نفاق ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ فاعقبھم نفاقاً فی قلوبھم

وردّ اللہ الذین کفروا۔ ہوا تیز چلی۔ کفار کے رئیس کے خیمے کی آگ بجھ گئی۔ جسے اس نے منحوس قرار دیا۔ وہ ایسا گھبرایا۔ کہ اونٹ پر چڑھ کر دوڑا۔ دہشت کا یہ عالم تھا۔ کہ اونٹ کا گھٹنا کھولنا یاد نہ رہا۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر کافر بھاگتے گئے۔ یہ خدا کی طرف سے نصرت تھی۔

من اھل الکتاب۔ اصل بانی فساد قریظہ۔ انہوں نے نبی کریم کو حکم بنانا منظور نہ کیا۔ بلکہ ایک اور شخص کو منصف ٹھہرایا۔ اس نے حکم دیا۔ کہ جو لڑائی کے قابل ہیں۔ وہ سب قتل کر دئے جاویں۔ ان مقتولوں کی تعداد اڑھائی سو سے نو سو تک بیان کی جاتی ہے۔

وارضاً لم تطؤھا۔ اور ملکوں کا بھی وارث کریگا۔ جن پر ابھی تمہارے قدم نہیں پہونچے۔

تمہید

پچھلے رکوع میں خدا نے ذکر فرمایا ہے کہ بنو قریظہ نے قریش کو و دیگر فرقوں کو اکسایا اور نبی کریم پر چڑھ لائے۔ یہ بنو نضیر کی تحریک تھی۔ جو جلاوطن کئے گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے مالوں اور گھروں کے وارث نبی کریم اور صحابہ کرام قرار پائے اور اس قسم کی کئی اور فتوحات ہوئیں۔

ان تمام اموال کے قبضے میں آنے کا نتیجہ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ازواج النبی کے دل میں خیال آجاوے۔ کہ اب ہماری حیثیت شاہی بیبیوں سی ہونی چاہیئے۔ اور اتنی مدت ہم نے فقر و فاقہ سے گذاری اب تو فراخی ہونی ضروری ہے۔ اس لئے ان کو اس رکوع میں سمجھایا گیا ہے۔ کہ اسی طرح فقر و فاقہ میں گذارہ کرنا ہوگا۔

یہاں اکیسویں پارے کے نوٹ ختم ہوئے

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

پارہ بائیسواں

(رکوع ۱)

(سورۃ الاحزاب رکوع ۴)

مورخہ ۵۔ اگست سنہ ۱۹۱۰ء

واعتدنا لھا رزقا کریما۔ اس میں معرفت کا نکتہ ہے۔ کہ جو بی بی فرمانبردار ہوگی اسے رزق کریم دیا جائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کو اس رزق سے بہرہ وافی ملا جس سے ثابت ہوا۔ کہ وہ بہت فرمانبردار تھیں۔

فلا تخضعن بالقول۔ حضرت عائشہ کھل کر بات کہہ لیتی تھیں یہ اس ارشاد کی تعمیل ہے۔

ولا تبرجن۔ حضرت عائشہ کو ایک جنگ بھی پیش آ گیا مگر اس میں جاہلیۃ الاولیٰ کی صورت نہیں۔

لیذھب عنکم الرجس۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی بی ماریہ پہلے عیسائی تھی۔ اور صفیہ یہودی۔ اس قسم کے تمام عقیدوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں پاک ہوئیں۔

مورخہ ۶۔ اگست سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۲۔ سورۃ الاحزاب رکوع ۵)

المسلمین۔ فرماں بردار

القنتین۔ قرآن پڑھنے والے۔

انعم اللہ علیہ۔ "زید" یہ شخص ایک لڑائی میں قید ہو کر خدیجہ کی بہن کے حصہ میں آیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا اور اپنے پاس رکھا۔ آپ نے اس کی شادی پھوپھی زاد بہن سے کر دی چوں کہ وہ تیز تھی۔ اس لئے وہ ان (زید) کو حقارت سے دیکھتی جس کا انجام یہ ہوا کہ زید نے طلاق دے دیا۔

تخفی فی نفسک۔ دلداری کا ایک پہلو یہ سوجھا کہ میں نکاح کر لوں۔

تخشی الناس۔ نبی پر بے جا اعتراض کر کے قابل عذاب نہ ہوں یہ ڈر تھا۔ حضرت موسیٰ کی نسبت بھی ارشاد ہوا۔ کہ لا تخف انک انت الاعلیٰ۔ یہ شکست کا ڈر نہ تھا۔ بلکہ اس کا کہ لوگ مرتد ہو کر ہلاک نہ ہو جاویں۔

زوجنٰکھا۔ یہ مراد نہیں۔ کہ اللہ ہی نے نکاح پڑھا دیا۔ ظاہر میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ بایں وجوہات کہ اس سے حسب محاورہ قرآنی وسائط کا پتہ ملتا ہے۔ (ب) آپ نے ولیمہ کیا (ج) جب یہ ایک رسم کے مٹانے کے لئے تزویج ہوئی۔ تو پھر نکاح ظاہر میں علی رؤس الاشہاد کیوں نہ ہوتا۔

ولا یخشون احدا الا اللہ۔ وتخشی الناس کے معنے اس آیۃ سے حل ہوتے ہیں اور جو معنے مخالف کرتے ہیں وہ غلط ثابت ہوئے۔

وخاتم النبیین۔ نبیوں کی مہر۔ آپ کی مہر بغیر اب کوئی حکم شرعی نافذ نہیں سمجھنا چاہیئے۔

مورخہ ۸۔ اگست سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ رکوع ۳۔ سورۃ الاحزاب رکوع ۶)

اذکروا اللہ۔ کھڑے بیٹھے۔ لیٹے۔ بر و بحر میں لیل و نہار۔ ظاہر و باطن۔ دکھ سکھ۔ لڑائی۔ سفر۔ حضر۔ صحت و سقم میں اللہ ہی یاد ہو ان سب مقامات و حالات و اوقات کا ذکر قرآن مجید کی آیات میں ہے۔

وملٰئکتہ۔ اللہ کے ذکر سے ملائکہ کے تعلقات بڑھتے ہیں۔

شاھدا۔ گواہی دینے والا کہ یہ احکام اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

نذیرا۔ نافرمانوں کے لئے۔

سراجا منیرا۔ روشنی دینے والا سورج

لکیلا یکون علیک حرج۔ جیسے بیبیوں کو پیچھے اجازت دی ہے کہ چاہو الگ ہو جاؤ چاہو بیبیاں بنی رہو۔ ایسے ہی نبی کو بھی اجازت دی کہ جسے چاہو رکھو۔

ترجی من تشاء منھن۔ یہ اسوقت کا ذکر ہے کہ جب طرفین کو علیحدگی کا اختیار ہو تو اب رضامندی سے جو چاہے رہے اور جسے چاہو رکھو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تقر اعینھن۔ کیونکہ وہ اپنی مرضی سے دین کے لئے رہیں۔

مورخہ ۹۔ اگست سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۴۔ سورہ احزاب رکوع ۷)

غیر نظرین انٰہ۔ ایسے وقت میں جانا کہ کھانا ابھی پک رہا ہو۔ منع ہے اس میں کئی خرابیاں ہیں۔ (۱) شدت حرص (۲) میزبان کھانا پکوائے یا تمہاری خاطرداری میں مشغول ہو۔

یؤذی النبی۔ جب نبی ایسے وسیع دل باحوصلہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ تو دوسرے کا کیا ٹھکانا۔ امیر خسرو نے اپنے مرشد کے ارشاد پر بہت خوب شعر پڑھا تھا۔ ؎

من کہ خود ی خانہ برو ؂ نہ کہ کردم بدست تو خانہ گرو

ایک اور بزرگ نے مکان کا قبالہ پیش کر دیا تھا۔ کہ یہ تم لے لو۔ ہم کوئی اور مکان

ڈھونڈ لینگے یہ سب قرآن مجید کی اطاعت تہی۔ کہ یہ بزرگ لطیف طرز مین سمجہاتے جس سے بُرا بھی نہ لگے۔

یصلون علی النبی۔ صلوۃ کے معنے حمد و ثنا (۲) دُعا (۳)۔ علی مرتبہ کی وہ دُعا مانگنا جس سے گناہ کا تصرف انسان پر باقی نہ رہے (۴) رحمت خاصہ

مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۵ احزاب رکوع ۸)

یدنین علیھن من جلابیبھن۔ لٹکادین اپنے اوپر اپنی چادرون کو یعنے گھونگٹ کو چہرہ پر نیچا کر رکھین۔

ثم لا یجاورونک فیھا۔ قریب تیرے نہ پھٹکنے پائین گے۔

یہ آیۃ کریمہ شیعوں کے لئے قوی حربہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ مدینہ سے نہین نکالے گئے۔ بلکہ بعد الموت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمسایہ میں دفن کئے گئے۔ گویا حیات و ممات مین آپ کی معیت کا شرف حاصل رہا۔

عن الساعۃ۔ وہ گھڑی جسمین منافق نکال دئے جائین گے۔

لعل الساعۃ تکون قریبا۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے اس وقت وحی ہوئی اور آپنے نام بنام منافقین کو نکالدیا۔

مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۶۔ سورہ احزاب رکوع ۹)

آذوا موسیٰ۔ فرعون نے دُکھ دیا۔ وہ ہلاک ہُوا۔ قارون نے دکھ دیا وہ ہلاک ہُوا۔ تورات مین لکھا ہے۔ کہ آپ کو عورتون کے متعلق تہمت دی گئی۔ حقیقی بہن بھی اس الزام دینے مین شامل تھی اس کو جذام ہوگیا۔

الامانۃ۔ احکام

فابین ان یحملنھا۔ انکار کیا اس سے کہ خیانت کرین۔

حمل الامانۃ عربی زبان مین خیانۃ کو کہتے مین۔

حملھا۔ انسان نے ان مین بہت خیانت کی۔ کیونکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنیوالا اور بہت جاہل۔

یہان سورہ احزاب کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورۃ السباء

(پارہ ۲۲ رکوع ۷۔ سورہ السبا رکوع ۱)

سورہ احزاب مین جس حالت کا ذکر ہُوا۔ وہ مسلمانون کی مشکلات کے متعلق ہے (۱) تظنون باللہ ظنونا۔ (۲) بلغت القلوب الحناجر (۳) ھنالک ابتلی المؤمنون۔ مگر ساتھ ہی پیشگوئی ہے۔ کہ احزاب شکست یاب ہون گے غزوہ احزاب کے بعد مسلمانون پر فتح مندی کا زمانہ آتا ہے۔ لیکن چونکہ راحت و آسائش مین خدا بھول جاتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگون کے واقعات مسلمانون کی عبرت کے واسطے بیان کئے۔ جن کو ہرطرح آسائش دی گئی اور وہ خدا کی عبادت سے غافل ہوگئے تو سزایاب ہوئے۔

ما یلج فی الارض۔ یہ آیات سمجہاتی مین کہ جیسے کروگے ویسا پاؤگے۔ جو جیسے گے وہی نتیجہ نیک اعمال کا نتیجہ نیک اور بد کا بد انجام۔

ما ینزل من السماء۔ اس مین احکام بھی شامل مین

ما یعرج فیھا۔ نیک اعمال خدا کے حضور چڑھتے مین۔

الا فی کتاب۔ کتاب کے معنے حفاظت۔

الی صراط العزیز الحمید۔ یس وہ راستہ موجب ذلت و مذمت ہین کیونکہ وہ عزیز و حمید کا رستہ ہے۔

ان نشاء نخسف بھم الارض۔ اگر ہم چاہین تو انکو زمین مین ذلیل کردین گے۔

کسفا من السماء۔ ایک وقت آسمان کے بادلون کے ذریعہ [illegible] ہوگا۔ چنانچہ ایک جنگ بدر مینہ کے ذریعہ مومنون کے قدم [illegible] ہوئے اور کفار بھاگے۔

مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ رکوع ۸ سورہ السبا رکوع ۲)

اس رکوع مین دو گروہون کا ذکر ہے۔ آل داؤد۔ آل سبا۔ داؤد و سلیمان کو سب مسلمان جانتے ہین۔ مگر سلیمان کے بیٹے کا نام کوئی نہین جانتا۔

یٰجبال۔ اے پہاڑی لوگو۔ اور پہاڑو

والطیر۔ اور پرندے۔

قدر فی السرد۔ زرہ جو بناؤ ایک اندازہ رکھو۔ جیسے چھوٹے چھوٹے حلقے (۱) ہنجین اندازہ کی ہون (۲) دنیا کے کامون کو ایک اندازہ سے کرو یعنی ایک وقت مقرر کرو۔ پھر دین کے لئے بھی کچھ کرو۔

السابغ۔ طاقت۔ نفاذ امر۔ حکومت۔

غدوھا۔ مشرق مغرب کی حدود مین آپ کی سلطنت کی مسافت ایک مہینہ کی راہ تہی۔

دوم یہ کہ آپکے جہاز چلتے۔ جو ایک مہینہ کی مسافت صبح سے دوپہر تک طے کر لیتے۔

دابۃ الارض۔ یہ کہ جب استدراس کے معنے عمل ہوتے ہین۔ یعنی سلیمان کے تخت پر جو بیٹھا وہ جیسے جسد تہا۔ روحانیت سے بے بہرہ تہا پس سلیمان کی موت پر آپکے بیٹے نے ضلالت کی۔ نالائق ہُوا۔ سب برکات (حکومۃ نبوت) جاتی رہین۔

الجنّ۔ اس ملک کے شریر لوگ

کان لسبأ۔ سبا ایک شخص کا نام تھا اس کے دس بیٹے تھے۔ اسی کے نام پر ایک شہر تھا۔ یمن مین۔

سیل العرم۔ طغیانی جو بڑی تیز ہو۔

اثل۔ پنجابی (پھروان) عرب مین ایک مثل ہے۔ تفرقت ایادی سبا یعنی فسلان ایسا تباہ ہوا۔ جیسے سبا۔

الا الکفور۔ کافر سے مراد کافر باللہ نہین بلکہ کافر نعمت۔

قریً ظاھرۃ۔ ایک گاؤن سے دوسرا گاؤن نظر آتا اور دوسرے سے تیسرے

بٰعِدْ بین اسفادنا۔ اپنے اعمال اور زبان حال سے یہ آرزو کی۔

صبّار۔ جو اپنے آپ کو بدیون سے روکتے ہین

شکور۔ اور پھر خدا کی نعمتون کی قدر کرتے اور اس کی دی ہوئی طاقتون کو [illegible] کے مطابق خرچ کرتے ہین۔

مورخہ ۱۶۔ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ رکوع ۵۔ سورہ السبا رکوع ۲)

قل ادعوا۔ یہ مشرکان مکہ کو خطاب ہے۔ کہ بُت تمہارے کام نہین آئین گے اور نہ ان کی سفارش مفید ہوگی۔

یجمع بیننا۔ ایک مٹھ بھیڑ کرے گا (بدر کی پیشگوئی)

ثُمَّ یفتح۔ وہ مٹھ بھیڑ کھلا کھلا فیصلہ کرنے والی ہوگی۔

متی ھذا الوعد۔ اس سے ثابت ہوا کہ مکہ والے یجمع بیننا کی پیشگوئی کو سمجھ گئے جبھی پوچھا کہ ایسا کب ہوگا۔

ایک اور مقام پر بھی اس کا ذکر ہے۔ ویقولون متی ھذا الوعد کے جواب مین فرمایا۔ قل عسیٰ ان یکون ردف لکم۔ یعنی مین جب یہان سے چلا جاؤن گا تو وہ واقعہ میرا ردیف ہوگا۔ یعنی میرے بعد آئے گا۔ ویقولون متی ھذا الفتح ان کنتم صادقین۔ یہان وعدے کی بجائے فتح کا لفظ صریح ہے۔ اس کے جواب مین فرمایا۔ قل یوم الفتح لا ینفع الذین کفروا ایمانھم۔

میعاد یوم۔ میرے بعد ہوگا اور ایک سال بعد۔ یوم سے مراد الہامی زبان مین سال بھی ہوتا ہے۔

مورخہ ۱۸۔ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۱۰۔ سورہ السبا رکوع ۴)

لن نؤمن۔ کافر شوخی کی راہ سے یہ کہتے ہین۔ بر ہموا نہی مین سے ہین۔ کیونکہ تمام کتب الٰہیہ کا اجماعی مسئلہ یہ ہے کہ خدا کی طرف سے وحی ہوتی ہے مگر یہ لوگ کہتے ہین۔ کہ دروغ مصلحت آمیز ہے۔ یہ مذہب نیا نہین تفسیر کبیر مین ہے۔ کہ براہمہ منکر للنبوت ہین۔

الظالمون۔ سب سے بڑھ کر ظالم وہ شخص ہین۔ ایک مفتری علی اللہ۔ دوم جو نبیون کا انکار کرے۔ فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذ جاءہ الیس فی جھنم مثوی للکفرین۔

مکر الیل والنھار۔ جو تدبیرین تم نے دن رات ہمارے لئے کین اور اپنی باتون سے ہمین راہ حق سے روکا۔

یبسط الرزق۔ یہ پیشگوئی فرمائی ہے کہ عنقریب اس کھلے رزق کے وارث مسلمان ہون گے۔

مورخہ ۲۔ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۱۱ و ۱۲ سورہ السبا رکوع ۵ و ۶)

ہر چیز کے قرب کا کچھ نہ کچھ سامان ہوتا ہے۔ مثلاً ریل کے جس درجے مین بیٹھنا ہو اسی درجہ کا ٹکٹ خریدنا پڑے گا۔ اسی طرح خدا کے تقرب کے جو سامان ہین وہ یہان بیان فرمائے ہے۔

من اٰمن وعمل صالحاً۔ سچے علوم پر کامل یقین (۲) پھر ان کے مطابق عمل ہو۔ پس یہ تقرب الی اللہ کے سامان ہین۔

لھم جزاء الضعف۔ جزاء بڑھ بڑھ کر ہیگی۔

فھو یخلفہ۔ دیکھو۔ حضرت ابو بکر و عمر نے اگر ایک مکان اللہ کے لئے چھوڑا تو اس کے عوض مین ان کو کتنے وسیع علاقہ کی سلطنت ملی۔

ابوجہل کا بیٹا مسلمان ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اُسے ایک سپاہ کا جرنیل بنا کر بھیجدیا۔ اور فرمایا فلان قوم پر تا صدور حکم حملہ نہ کرنا اس نے مخفی اسباب سے حملہ کر دیا اور شکست کھائی۔ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے فضل سے ہوتا ہے۔

للملئکۃ۔ ملائکہ سے یہان مقدس لوگ مراد ہین۔ ان ھذا الا ملک کریم سے ثابت ہے کہ پاک لوگون کو بھی عربی زبان مین ملائکہ کہہ لیتے ہین۔

یعبدون الجنّ۔ یہان جن کو جن فرمایا ان کو اس سے پہلے رکوع مین الذین استکبروا فرمایا۔ اس سے پہلے اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا۔ فرمایا۔

سحر مبین۔ دلربا باتین کرتا ہے۔ جو ہمین اپنی قوم سے کٹوانے والی ہین۔

یقذف بالحق۔ حق کے ذریعے اس باطل کا سر توڑ دیگا۔ یہ پیشگوئی ہے اسی لئے علام الغیوب صفت کا ذکر ساتھ ہی کر دیا۔

مورخہ ۲۱۔ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ رکوع ۱۲۔ سورۃ السبا رکوع ۶)

مذہبون مین اختلاف ہے۔ مگر حق کا پانا کوئی ایسا مشکل امر نہین۔ مثلاً بُت پرست ہین۔ صرف اتنا غور کافی ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر جس کی پرستش کرتے ہین وہ خود اپنے

ہاتھ سے گھڑتے ہیں۔

پھر نبیوں کے منکر ہیں۔ وہ دیکھیں۔ کہ نبی پہلے اکیلا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ بھی غریب لوگ شامل ہوتے ہیں۔ مگر ہر نبی ضرور اپنے بڑے بڑے مخالفوں کے مقابل میں کامیاب ہوتا ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ راستبازوں کی جماعت حق پر ہے۔

نبی پر جنون کا شبہ بہت ہی کمزور بات ہے۔ کیا مجنون ایسی اعلیٰ تعلیم لاسکتا ہے اور ایسے قوانین وضع کر سکتا ہے اور اپنے کاموں کے نتیجے اپنی آنکھوں کے سامنے بار آور دیکھ سکتا ہے۔

بین یدی عذاب شدید۔ یہودی مسیح کے وقت اتنا زور رکھتے تھے کہ پلاطوس کو ان کی ماتحت کام کرنا پڑتا۔ مگر ایک وقت آیا۔ کہ یہودی انہی عیسائیوں کے ہاتھ سے مذموم و مدحور ہوگئے۔

وما یعید۔ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ کہ مکہ میں پھر کبھی ایسی بت پرستی نہ ہوگی۔

واخذوا من مکان قریب۔ پکڑے جاؤ گے۔ ایک مکان میں جو قریب ہے۔ چنانچہ بدر میں ایسا ہوا۔ پھر کہ میں۔ چنانچہ وہاں انہی منکروں سے نے آمنا کہا۔

ویقذفون بالغیب۔ یہ کواس کرتے ہیں کہ یہ نبی کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ اس کی امداد کوئی نہیں۔ تم غیب کی باتوں سے بہت دور کے مکان میں ہو۔

مریب۔ ہلاک کرنے والا۔

یہاں سورۃ السبا کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورہ فاطر رکوع نمبر ۱

پارہ ۲۲ رکوع ۱۳

مورخہ ۲۲۔ اگست سنہ ۱۹۱۰ء

اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے۔ وہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات۔ صفات۔ اسماء کی نسبت ہمیں اتنا علم ہو سکتا ہے۔ جتنا وہ خود اپنے انبیاء۔ اولیاء کی معرفت بتلائے۔ پس اللہ کی ذات و صفات۔ ملائکہ۔ قبر۔ حشر۔ دوزخ۔ جنت۔ پلصراط کے متعلق ہمارا علم وہی صحیح ہو سکتا ہے۔ جو خود اس نے فرما دیا۔ اور اسی حد تک ہمیں ان میں گفتگو کرنے کی اجازت ہے۔

اولی اجنحۃ۔ یہ اللہ نے فرمایا کہ فرشتوں کے پر ہیں ان سے کیا مراد ہے۔ یہ اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ پھر وہ جنہوں نے فرشتوں کو بچشم خود دیکھا جس نے کچھ نہیں دیکھا۔ اس کا اعتراض بے وقوفی ہے۔

لا الہ الا ھو۔ وہی کامل قدرتوں والا غیر محتاج ہے۔ جو کچھ کسی کو دیا ہے وہ اس کی عطا ہے اور پھر مجدد و آیندہ کے لئے۔ پھر محتاج کا محتاج۔

مورخہ ۲۴۔ اگست سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۱۴۔ سورہ فاطر رکوع نمبر ۲)

زین لہ سوء عملہ۔ جنکو برے اعمال خوبصورت نظر آتے ہیں۔

فراٰہ حسناً۔ پھر اس بدعملی کو اچھا جانتا ہے۔

فان اللہ یضل من یشاء۔ خدا کیطرف سے گمراہی کا فرد جرم انہی پر لگتا ہے۔ جو ضلالت کی راہ عمداً اختیار کرے۔

والعمل الصالح یرفعہ۔ سمجھایا کہ نیک باتوں کے ساتھ نیک اعمال بھی ضروری ہیں۔

من عمرہ۔ اس ہ کا مرجع کیا ہے اس سے ایک مسئلہ* حل ہوتا ہے۔ یہ ضمیر اس معمر کے مثل کی طرف جاتی ہے۔ (* مسیح سے مراد مثیل مسیح)

ومن کل تاکلون۔ یعنی جس طرح تلخ اجاج سے بھی فوائد حاصل ہوتے ہیں اسی طرح انہی گندے لوگوں سے نیک بن کر اسلام میں آجائیں گے۔

مورخہ ۳۔ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۱۵۔ سورہ فاطر رکوع ۳)

الفقراء۔ امیر سے امیر انسان اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ ایک دم کا ایسا احتیاج ہے۔ کہ یہ زندگی و موت کا سوال ہے اور پھر احتیاج بھی عجیب طور پر ہے۔ کہ ایک طرف سے ہوا کے داخل ہونے کا احتیاج ہے۔ تو دوسری طرف ہوا کے خارج ہونے کا۔ ایک طرف پانی پینے کا احتیاج ہے۔ تو دوسری طرف اس کے اخراج کی حاجت ہے۔

انسان حق کا بھی محتاج ہے۔ اور حق کے علم پر عمل کرنے کے لئے توفیق کے حصول کا بھی ایسا ہی محتاج ہے۔ اگر خدا کا فضل نہ ہو تو بڑے بڑے عالم فسق و فجور میں مبتلا ہو جاویں۔

مورخہ ۴ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۱۶۔ سورہ فاطر رکوع ۴)

باپ کے تقریباً ایک برس کے خیالات کا اثر نطفہ میں پڑتا ہے۔ پھر وہ ماں کے پیٹ میں جاتا ہے۔ تو ماں کے اور اس کے گھر میں آنے جانے والوں کا اثر پڑتا ہے۔ پھر ہم صحبتوں۔ ہم نشینوں۔ دعائیں کرنے والوں وغیرہم کا اثر ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ ۱۸۔ برس تک۔

انزل من السماء ماءً۔ یہی حال وحی الٰہی کا ہے۔

ثمرات۔ کھجور۔ انگور۔ ۱۲۰ قسم کے ہوتے ہیں۔ جس طرح پانی ایک ہی ہے، مگر جون اور زمینوں کے لحاظ سے مختلف ثمرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح خدا کی پاک وحی (قرآن) کا اثر بھی مختلف طبائع پر مختلف ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس القرآن شریف کے نوٹ

پارہ بائیسواں

رکوع نمبر ۱۶

سورۃ الفاطر رکوع ۴

مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۱۰ء

(گذشتہ سے پیوستہ)

ومن الجبال ۔ پہاڑ میں مختلف قسم کی پیداوار ہے ۔ کہیں ہرا کہیں کچھ ایسی طرح قرآن سننے والوں کے کئی رنگ ہیں۔

ومن الناس ۔ اب کھول کر بیان فرمایا ہے کہ آدمیوں میں ہی مجدد ۔ آدمیوں ہی ولی ۔ آدمیوں ہی سے نبی ۔ پھر آدمیوں ہی سے فاسق فاجر تک ہوتے ہیں۔

العلمٰؤا ۔ ان لوگوں میں سے عالموں کا نشان بتاتا ہے کہ انکی گفتار کردار میں خشیۃ اللہ پائی جاتی ہے۔

کوئی جیالوجی جاننے والا ہو یا اسٹرانمر ہو یا منطقی ہو یا نجومی یا طبیب خدا کے نزدیک عالم وہ ہے ۔ جو خشیۃ اللہ رکھتے۔

یرجون تجارۃ لن تبور ۔ مؤمن وہی ہے جو ایسی تجارت کرے جس میں ٹوٹا نہیں ۔ عارضی و نمائشی چیزوں پر اپنا روپیہ نہیں صرف کرتا ۔ ایک بزرگ ایک دعوت میں گئے ۔ معمولی کپڑے تھے ۔ کسی نے نہ پوچھا ۔ پھر آپ خوب لباس پہن کر گئے ۔ تو سب نے تعظیم دی ۔ آپ بھی شوربہ وغیرہ کی رکابی اپنے چغے پر الٹنے لگے ۔ حاضرین نے تعجب کیا ۔ تو جواب دیا ۔ مجھے تو کسی نے پوچھا نہیں ۔ یہ دعوت تو میرے کپڑوں کی ہے انہی کو کھلاتا ہوں۔

فمنھم ظالم لنفسہ ۔ برگزیدوں کی تین حالتیں بتاتا ہے ۔ بعض اوقات نفس پر جبر کرکے بدی یا ممنوع شے سے رکنا پڑتا ہے ۔ بلکہ نیکی کرنے کے لئے بھی نفس پر بہت کچھ ظلم کرنا پڑتا ہے مثلاً تہجد پڑھنے کے لئے اُٹھنے کے واسطے بہت کچھ نفس پر دباؤ ڈالنے کی ضرورت ہے ۔ پھر اس حالت سے نکلکر میانہ رو ہو جاتا ہے پھر نیکیوں کو لپک لپک کر لیتا ہے۔

مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ رکوع ۱۶)

سورۃ الفاطر رکوع ۴

[illegible]

کچھ بھی ہو ۔ انسان کو چاہیئے ۔ کہ خدا کی دی ہوئی قوتوں کو برمحل خرچ کرے ۔ اگر ایسا کریگا ۔ تو بہشتی زندگی کا نمونہ اسی دنیا میں دیکھیگا۔

یحلون فیھا ۔ دنیا میں بھی اس جنت کا نمونہ صحابہؓ نے دیکھا ۔ ان کو قیصر و کسریٰ کے کنگن کے زیور دئے گئے۔

وھم یصطرخون ۔ بدیوں کا ارتکاب کرکے جب اس کا خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے ۔ تو بدکار چیختا ہے کہ مثلاً اس سوزاک و آتشک سے رہائی ہو۔

مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ ۔ رکوع ۱۷)

سورۃ فاطر رکوع ۵

غیب السمٰوات والارض ۔ غیب ۔ رضاء الٰہی کی راہیں

(۲) جو موجود ہوکر معدوم ہوگئی ہیں یا ہنوز عدم میں ہیں اور وجود میں نہیں آئیں۔

فعلیہ کفرہٗ ۔ انکار کا بُرا نتیجہ پاتا ہے۔

مقتاً ۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضی۔

ارأیتم ۔ بتاؤ تو سہی

ان تزولا ۔ بعض دمدار ستارے ایسے ہیں کہ ان کی دُم کی ٹکر سے زمین ٹکڑے ہو جاوے۔

المکر السئ ۔ مکر کے ساتھ سئ لگانا اس بات کا ثبوت ہے کہ مکر کے معنے بُرے نہیں ۔ جبھی تو اس کے ساتھ سئ لگایا۔

سنۃ اللہ ۔ سنت اللہ اور سنت للہ میں فرق ہے ۔ غلام زید ۔ زید کا خاص غلام ۔ غلام لزید ۔ خاص غلام نہیں کوئی ایک۔

یہاں سورۃ فاطر کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورہ یٰس رکوع ۱

پارہ ۲۲ رکوع ۱۸

مورخہ ۹- اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

اس سورہ مین حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت ـ قیامت کا ثبوت احبار کی کامیابی ـ اعدار کی ناکامی کا بیان ہے۔

یٰسٓ ـ اے انسان کامل ـ اے سردار ـ کامل انسان جو بات کہتا ہے وہ سچی سچی سب ـ بڑے بڑے سردار بھی جھوٹ نہین بولتے۔

والقرآن الحکیم ـ انسان کامل ہونا اور پھر حق وحکمت سے بھری ہوئی کتاب تیرے مرسل ہونے کا ثبوت ہے ـ پھر لمن المرسلین خود اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کوئی صداقت وحکمت کی بات نہین ـ جو تو نہین لایا ـ اور تو اگلے نبیون کے طرز پر ہے۔

علیٰ صراط مستقیم ـ وہ راہ جس پر چلنے سے انسان خدا کے حضور پہنچ جاتا ـ اور ادھر ادھر ہونے سے مشکلات مین پڑتا ہے ـ تو اس پر ہے یہ بھی صداقت کا ثبوت ہے۔

تنزیل العزیز الحکیم ـ یہ اور ثبوت ہے ـ قرآن اور اس کے لانے والی کی صداقت کا ـ کیونکہ مؤمنون کے شامل حال رحمت باری تعالےٰ ہوگی اور کفار پر عذاب آئے گا۔

ما انذر آباؤھم ـ قریب زمانہ یعنی ان کے باپ دادا مین ہی نہین آیا چونکہ یہ لوگ غافل ہوگئے اور خدا تعالےٰ کو بھول کر بُت پرستی مین محو ہوگئے ـ اس لئے ضروری تھا ـ کہ ان مین کوئی نبی آوے۔

اس زمانہ مین بھی اُمرار ـ علمار ـ فقرار تینون مسلمان قوم کی حالت ایسی تھی تو خدا کا فرستادہ آیا۔

فی اعناقھم اغللاً ـ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قید مین جب کفار آئے تو یہی حالت تھی ـ اور اس طرح ظاہری طور پر بھی یہ بات پوری ہوئی۔

بین ایدیھم سدًا ـ آگے بڑھ نہین سکتے کہ اسلام لائین پیچھے ہٹ نہین سکتے ـ کہ عذاب سے بچ جاوین ـ اور یہ اس لئے کہ ان کے نزدیک ڈرانا نہ ڈرانا برابر یکسان ہے ـ اور وہ ایمان نہین لاتے۔

مورخہ ۱۰- اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

پارہ ۲۲ رکوع ۱۹

(سورہ یٰس رکوع نمبر ۲)

ہزارہا لوگون نے جاپان ـ انگلستان کو نہین دیکھا ـ مگر وہ ان کی ہستی پر محض شنید سے یقین رکھتے ہین بلکہ ان کے وجود پر قسم کھا سکتے ہین ـ پھر بعض واقعات کو صرف ایک گواہی پر تسلیم کیا جاتا ہے ـ مثلاً کسی کا اپنے باپ کا بیٹا ہونا جس کے لئے صرف اس کی ان کی گواہی ہے ـ پھر فلاسفرون کے اقوال مین اتنا اختلاف ہے کہ کسی صورت مین نہین ملتا ـ مگر انبیار کی جماعت ایسی جماعت ہے کہ باوجودیکہ وہ آپس مین نہین ملے اور مختلف زمانون مین ہوئے ہین پھر بھی وہ اللہ ایک ہے پر اجماع رکھتے ہین۔

اس شہادت کو نہ ماننا کیسی بے ایمانی ہے ـ ایک عورت کی گواہی ان لینے والے اتنی بڑی راستباز جماعت کی مجموعی گواہی کو نہ مانین تو بہت بے انصافی ہے ـ پھر وہ لوگ بھی موجود ہین ـ جنھون نے خدا سے خود باتین کی ہین ـ ان کی باتین نہ مانین مگر فلاسفرون کی باتین باوجود اس قدر اختلاف کے مان لین ـ تعجب ہے۔

مثلاً ـ عجیب بات۔

اصحٰب القریۃ ـ مصر جہین حضرت موسیٰ وہارون گئے۔

بثالث ـ تیسرا عظیم الشان رُسول بھیجا۔

ما انزل الرحمٰن من شیئ ـ برہمنون کا بھی یہی عقیدہ ہے یہ لوگ تمام راستبازون کو جھوٹا سمجھتے ہین ـ ان کی گندہ تعلیم سب سے زیادہ خطرناک ہے ـ جن لوگون نے سچائیون کے بچانے کے لئے اپنے آرام اپنی اولاد اپنا جاہ وجلال اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور اپنی جانین قربان کردین ان کو جھوٹ اور دروغ مصلحت آمیز سمجھنا حد درجے کی بے باکی ہے۔

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ـ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت مین چند گھنٹے ٹھہرنے والے کی نسبت بھی یہ ثابت نہین ہوسکا کہ اس نے روایت مین جھوٹ بولا اور نہ دنیا کی مجموعی طاقت ایسے اتہام کو ثابت کرسکتی ہے پس جس نبی مین یہ قوت ودرایت ہو کہ اس کی صحبت آدمی کو اعلےٰ درجہ کا راستباز بنادے کیا وہ جھوٹا ہوسکتا ہے ـ یا جھوٹ بولتا ہے ـ اور جھوٹ بھی خدا پر ـ خدا نے کچھ وحی نہین کی ـ اور وہ کہے مجھ پر وحی ہوئی ہے۔

البلٰغ المبین ـ کھول کر بات پہونچا دینا

تطیرنا ـ بڑے بڑے دُکھ دیکھے ہین تمہارے سبب سے ـ واقعی جب نبی آتا ہے طاعون قحط ـ ہیضہ اور ہر قسم کی بلائین آتی ہین ـ اسمین ایک منشار ایزدی ہوتا ہے ـ وہ یہ کہ لعلھم یتضرعون ـ یعنے شوخی بے باکی سے باز آکر خدا کے حضور گریہ زاری کرین۔

اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء لعلھم یتضرعون ـ اس سے طائر کا مسئلہ بھی حل ہوتا ہے ـ جہان انسان جاوے اس کے ساتھ چیل کوے جلتے نظر آوین تو یہ فتحمندی کا نشان ہے ـ (۲) اسی طرح ہوا کا رُخ اُدھر ہو جدھر سے یہ جاوے ـ تو یہ بھی کامیابی کا تفاول ہے (۳) جانور بیٹھ جاوے جس پر سوار ہون (جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی مدینہ مین بیٹھ گئی) ـ تو یہ بھی اچھا نشان ہے۔

مسرفون ـ خطاکار۔

یہان بائیسوین پارے کے نوٹ ختم ہوئے

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ تئیسواں ۲۳ رکوع اول

سورۃ یٰسٓ رکوع ۲

(مورخہ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

قیل ادخل الجنۃ۔ حضرت حق سبحانہ نے بذریعہ الہام جنت کی بشارت دی لوگ کہتے ہیں اسے قتل کر دیا قرآن مجید سے تو یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔

یستھزءون۔ تحقیر کرتے ہیں۔ یہی معنے ٹھیک ہیں۔

مورخہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۳ رکوع نمبر ۲)

(سورہ یٰس رکوع ۳)

بندوں کو اللہ تعالے سمجھانے کے لئے بہت سی مثالیں بیان فرماتا ہے۔ تمثیلوں سے بات خوب واضح ہو جاتی ہے

دنیا کی تمام مہذب قوموں کے لٹریچر میں یہ طرز پایا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں مثنوی مولانا روم اس کی بہترین مثال ہے۔

الارض المیتۃ۔ یہ سمجھایا ہے۔ کہ اس ملک میں اخلاقی حالت۔ یکجہتی۔ امن عامہ سب کچھ مر چکا تھا۔

امن عامہ کا یہ حال تھا کہ ایک کتی کے بچے کے مرنے پر ہزاروں ہی کٹ کے مر گئے۔ بت پرستی۔ جس کا لازمہ جھوٹے قصے ہیں۔ کیونکہ پجاری اپنے اپنے بتوں کی فوقیت ثابت کرنے کے لئے عجیب عجیب فسانے تراش لیتے ہیں۔ جن ملکوں میں شرک ہوتا ہے۔ وہاں آلہیات کا علم بالکل نہیں ہوتا۔ پہاڑوں پر ایسی حالت بہت پائی جاتی ہے۔ یورپ میں تو فقط بت پرستی ہی رہ گئی ہے۔

حضرت صاحب نے ایک موقعہ پر نہایت عمدہ نکتہ لکھا ہے۔ کہ ان لوگوں نے نئی نئی ایجادیں کی ہیں۔ یہاں تک کہ خدا بھی نیا ہی گھڑ لیا ہے۔

لوتھر نے لکھا ہے کہ بدکاری کر اور پیٹ بھر کر کر۔ کیا مسیح تیرے لئے کفارہ نہیں ہوا۔ ایک پڑھے لکھے شخص سے میں نے پوچھا۔ ایک شخص ننگے سر و لکڑیاں ہاتھ میں لے بھاگتا ہوا تمہاری کرسی کی طرف آئے اور کہے۔ آئی ایم گاڈ۔ آئی ایم گاڈ تو تم اسے کیا کہو گے۔ اس نے کہا کہ آپ گستاخی کرتے ہیں۔ ایسا تو پاگل ہی

کہتے ہیں۔

غرض خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب زمین مردہ ہوتی ہے۔ تو آسمان سے جو پانی برستا ہے۔ اس سے وہ بقاعدہ والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع زندہ ہو ہی جاتی ہے۔ اور جو بیج بڑھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ اس سے اُگ پڑتے ہیں۔ اسی طرح آسمانی وحی کا پانی مردہ دلوں پر پڑ کر جن میں استعداد ہے ان کو زندہ کرتا ہے۔

خلق الازواج۔ روئیدگی کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ کہ اس کو کیا کرنا ہے۔ اس نے اس تمثیل میں سمجھا دیا ہے۔ جیسے بارش ہو۔ تو کوئی روئیدگی کو روک نہیں سکتا۔ اسی طرح یہ الہامی بارش جو ہوئی۔ تو اب اس کے نتیجہ سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے۔ تم اسے روک نہیں سکتے۔

دور کیوں جاؤ۔ اس گاؤں میں بھی ایک شخص پر خدا کے فضل کی بارش ہوئی۔ اور پھر باوجود سخت مخالفت کے ایک قوم خدا کے دین پر چلنے والی پیدا ہو گئی۔ اور تم جو یہاں دو تین سو بیٹھے ہو۔ یہ اسی کا ثبوت ہے۔

لمستقر لھا۔ گردش کی مقرر کردہ جگہ ایک طرف خط جدی۔ ایک طرف خط سرطان۔

وان نشاء نغرقھم۔ پیشگوئی فرماتا ہے۔ کہ تم بھی اسی زمین پر بصورت گستاخی و مقابلہ نبی غرق کر دئے جاؤ گے۔ اور تمہارا کوئی فریادرس نہ ہوگا۔

مابین ایدیکم۔ جو عذاب تمہارے سامنے ہے۔

وما خلفکم۔ جو عذاب پیچھے آنے والا ہے۔

فلا یستطیعون توصیۃ۔ نہ تو وصیت کر سکو گے۔ نہ کسی کو کہہ سکو گے کہ ہمارا یہ یوں انتظام کرنا۔

مورخہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۳۔ رکوع نمبر ۳)

(سورۃ یٰس۔ رکوع ۴)

نفخ فی الصور۔ جب ہمارا بگل بجیگا۔

من مرقدنا۔ ہماری آرام کی جگہ۔ اعتراض کیا جاتا ہے کیا کفار کے لئے قبر آرام گاہ ہے اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ نسبتی امر ہے۔ آنے والے عذاب کے مقابل میں یہ عذاب قبر موجب آرام ہی تھا۔

ہر کسے گیرد تا بمرض راضی شود سے بھی یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

المجرمون۔ قطع تعلق کرنے والے۔

الشیطان۔ خدا سے دور۔ ہلاک شدہ ردیں۔

اضل۔ ہلاک کر دیا۔

نکسنا اید یھم۔ طب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض بیماریاں صرف نبض دیکھنے سے معلوم ہو جاتی ہیں۔ بعض بیماریاں پیچھے مڑ کر چلانے سے پتہ لگ سکتا ہے۔ یہ تو دنیا کا حال ہے۔ آخرت میں تو سب کچھ ظاہر ہو جائیگا۔

مورخہ ۱۵۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۳۔ رکوع نمبر ۴)

(سورہ یٰس۔ رکوع ۵)

من نعمرہ۔ خواہ بحیثیت قومی یا بحیثیت سلطنت یا بحیثیت عظمت۔

ننکسہ فی الخلق۔ یہ قانون تمام اشیاء عالم میں ہے۔

یحق القول۔ فرد جرم لگے۔

لا یستطیعون نصرھم۔ وہ بت مشرکان مکہ کو کچھ مدد نہ دے سکے۔

اِس جگہ سُورۂ یٰس کے نوٹ ختم ہوئے

سُورۂ الصّٰفّٰت رکوع اوّل

(پارہ ۲۳۔ رکوع ۵)

مورخہ ۱۶۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

والصّٰفّٰت صفًّا۔ اگر بڑے لوگوں کی صفیں عمدہ صف باندھ کر کسی عظیم الشان مذہب کی تحقیق میں بیٹھیں۔

فالزّٰجرٰت زجرًا۔ وہ مجلس اتنی بڑی ہو۔ کہ پولیس کا انتظام کرنا پڑے۔

فالتّٰلیٰت ذکرًا۔ پھر اس میں بڑے بڑے لیکچرار اپنے اپنے مضمون پڑھیں

ان الٰھکم لواحد۔ تو خلاصہ یہی نکلے گا۔ کہ اللہ ایک ہے۔ واقعہ میں مخلوق پرست کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

ایک بت پرست رئیس سے میری گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا۔ قدیم مذہب اچھا ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔ فرمائیے۔ رام چندر کس کی پرستش کرتے تھے۔ آخر چلتے چلتے وہ اس بات پر پہونچ گیا کہ "ایک خدا کی"۔

عیسائیوں سے بھی یہی سوال کیا ہے۔ کہ کنواری کا بیٹا جب دنیا میں نہیں آیا تھا تو کس کی پرستش لوگ کرتے تھے۔ تو ان کو ماننا پڑا ہے اس واحد معبود حقیقی کی

رب المشارق۔ شروق نور کے حصول کا نام ہے۔ تمام نوروں کا سرچشمہ وہی رب ہے۔

شیطٰن مارد۔ ایک مخلوق ہے۔ جو نیک اور مخلوق سے دُور رہتی ہے۔ عرب اُسے کاہن کہتے ہیں۔ نجومی بھی انہی میں داخل ہیں۔ وہ انبیاء کی اتباع نہیں کرتے اور غیب کی باتوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔

لا یسّمّعون الی الملاء الاعلیٰ۔ جبرئیل اور اس کے قرب والے ملائکہ تک ان کی رسائی نہیں۔ مگر وہ زمین کے ملائکہ یا اِدھر اُدھر سے کچھ اُڑا لیتے ہیں۔ کچھ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

شہاب ثاقب۔ چمکتا ہوا شعلہ پڑتا ہے اور وہ جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔

مورخہ ۱۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۳ رکوع ۶)

(سورہ والصّٰفّٰت رکوع ۲)

وصدّق المرسلین۔ قرآن شریف نے تمام رسولوں کی تصدیق کی۔ جو صداقتیں انھوں نے مختلف زمانوں میں پیش کیں۔ وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں۔

رءوس الشیٰطین۔ سانپوں کا سر۔

مورخہ ۱۸۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ تیئیسواں رکوع نمبر ۷)

(سورۂ والصّٰفّٰت رکوع نمبر ۳)

انبیاء پہلے تمام اسباب کو اپنی طاقت و وسعت کے مطابق جمع کرتے ہیں۔ پھر خدا کو پکارتے ہیں۔ کیونکہ اسباب کا جمع کرنا بھی خدا ہی کے قانون کی فرمانبرداری ہے۔ تدبیر کے معنے ہیں۔ آخر کو دیکھنا۔

توکل کے معنے ہیں۔ جو چیز ہم نہیں پہونچ سکی۔ اس کے لئے جناب الٰہی میں التجا، اور اس کی ذات پر بھروسہ۔

من شیعتہ۔ نوح کے اتباع میں سے۔

بقلب سلیم۔ دل ہو جو طمع۔ حسد۔ شہوت کے خیال اور اس کے لوازمات۔ جہالت۔ سستی۔ فضول۔ غضب۔ اس قسم کی بدیوں سے پاک اور اپنے مولیٰ کا فرمانبردار ہو۔

فما ظنکم۔ چور چوری جیسی کرتا ہے۔ کہ اس کو خدا کی صفت اور رازقیت پر ایمان نہیں ہوتا۔ زانی نہیں سمجھتا۔ کہ اللہ پاک بیبیاں دے سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ ذٰلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردٰکم۔

فنظر نظرۃ فی النجوم۔ انھوں نے وقت کی طرف توجہ فرمائی۔ اب بھی مہذب ملک میں دستور ہے۔ کہ کسی کو رخصت کرنا ہو یا خود جانا ہو۔ تو اپنی گھڑی دیکھ لیتے ہیں۔

انی سقیم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کان صدیقًا نبیًا۔ وہ بڑا راستباز تھا۔ اودھر حضرت ابراہیم فرماتے ہیں۔ میں بیمار ہوں۔ میری طبیعت ناساز ہے۔ پس وہ اپنے قول میں سچے تھے۔ اپنی کمزوری اور کسی اندرونی سقم کو انسان خود ہی سمجھتا ہے

اللہ کے بندے باوجود ناسازی طبع بھی تبلیغ کے جوش میں نکل آتے ہیں۔

فاراد وا بہ۔ صرف ارادہ کیا ہے۔ (یہ بات یاد رکھو) مگر خدا نے یہ ارادہ چلنے نہ دیا۔

اری فی المنام۔ کوئی شخص دیکھے۔ کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہوں۔ تو اس کے معنے یہی ہوتے ہیں۔ کہ وہ نفس ذبح کردے۔ عالم رؤیا میں بیٹا نفس ہوتا ہے۔ اور نفس بیٹا۔

صدقت الرءیا۔ سیریا۔ (شام۔ جانب شمالی عرب جس میں بیت المقدس فلسطین ہے) کے ملک میں انسانی قربانی کا رواج تھا۔ چنانچہ مسیحی تعلیم کی جڑ بھی یہی ہے اسی بنا پر وہ خدا کے اکلوتے بیٹے کی قربانی پر ایمان لاتے ہیں۔ ہند میں بلیدان کا رواج تھا۔ بے پور میں اب بھی اس جگہ روز بکرا ذبح ہوتا ہے۔

حضرت حق سبحانہ نے حضرت ابراہیم کو ایک رؤیا دکھلائی۔ کہ وہ اپنا بیٹا ذبح کرتے ہیں۔ اس کا اعلان کیا۔ اس پر تیار ہو گئے۔ پھر بیٹے کی جگہ حسب تفہیم الٰہی بکرا ذبح کیا۔ اور یہ سمجھایا۔ کہ اس کی اصل یہ ہے۔ کہ خدا کا مکالمہ پہلے ایسے رنگ میں ہوا۔ کہ لوگ سمجھ نہیں سکے۔ کہ بیٹے کی قربانی سے کیا مراد ہے۔ اور اس طرح پر اس بد رسم کا ایک راستباز کے عمل سے قلع قمع ہوا۔

وبشرناہ باسحٰق۔ یہ غلام حلیم کے علاوہ دوسرے بیٹے کی بشارت ہے۔

برکنا علیہ۔ اس اولاد ابراہیم پر جس کا نام اسماعیل تھا۔

مورخہ ۱۹۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ تیئسواں رکوع نمبر ۸)

(سورۂ والصّٰفّٰت۔ رکوع ۴)

کسی نبی کا بیان دوبارہ ہوتا ہے تو دراصل اس میں پیشگوئی ہوتی ہے۔ احکام فقہیہ کے متعلق تو قریباً ڈیڑھ سو آیات ہیں۔ ان کے علاوہ جو آیات ہیں۔ ان سے مقصود ہے۔ کہ انسان باخدا انسان بن جاوے۔ اور وہ اخلاق فاضلہ سیکھے۔ اللہ سے پاک تعلق پیدا کرے۔

سلٰم علیٰ موسیٰ وھارون۔ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین التحیات میں ہے۔

بعلاً۔ سورج کو بھی ایک دیوتا مانا گیا ہے۔ سورج کی ہیکل کو بعل کہتے ہیں۔ چاند کو وہ لوگ مؤنث سمجھتے تھے۔ اور سورج کو مذکر۔ بعل مرد کو کہتے ہیں۔

احسن الخالقین۔ تمام اندازہ کرنے والوں سے خوبیوں میں بڑھ کر

مورخہ ۲۲۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ تیئسواں رکوع نمبر ۹)

(سورہ والصّٰفّٰت رکوع ۵)

صوفیوں نے لکھا ہے کہ یہ یونس کا معراج ہے۔ نینوا ایک شہر تھا۔ ایک لاکھ بیس ہزار اس کی آبادی تھی۔ وہ دار السلطنت تھا۔ حضرت یونس وہاں بھیجے گئے آپ نے وعظ کیا۔ لوگوں نے مخالفت کی۔ تو حضرت یونس نے کہا۔ کہ تم پر عذاب آوے گا۔ جب وہ دن آئے۔ تو ایسی کچھ بات نکلی۔ کہ ان کے دل میں خدا کی صفت رحمانیت کا جوش آ گیا۔ تو وہ سمجھے ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ عذاب ٹال دے۔ اس لئے وہ علیحدہ ہو گئے۔ ادھر لوگوں نے عذاب کے نشان دیکھتے ہی تضرع و زاری شروع کر دی اور وہ عذاب ٹال دیا گیا۔

جب حضرت یونس نے سنا کہ عذاب نہیں آیا۔ تو وہ لوگوں سے بھاگے کہ خواہ مخواہ خدائے کریم کی مصالح و غریب نوازیوں سے ناواقف لوگ اعتراض کرینگے۔

ابق۔ جو غلام بغیر رضامندی اپنے آقا کے نکل جاوے اُسے آبق کہتے ہیں۔

فساھم۔ قرعہ کس طرح ڈالا۔ یہ میں نے قرآن و حدیث میں نہیں پڑھا۔

فالتقمہ الحوت۔ حدیثوں سے تو نہیں۔ مگر تفاسیر سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کی ایڑی کو مونھ میں لیا۔

من المسبحین۔ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین۔ کہنے والے۔ تیرنے والوں سے بھی معنے کئے گئے ہیں۔ مگر میں ان معنوں کی جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ دوسرے موقعہ پر اس کی تصریح میں فرما دیا۔ کہ لا الٰہ الا انت سبحانک پڑھتے تھے۔

یقطین۔ ایسے درخت کو کہتے ہیں۔ جسکا پھل بڑا ہو۔ اور بیل ہو۔ پیٹھا۔ کدو۔ تربوز۔ سب کو یقطین کہتے ہیں۔ دریا کے کناروں پر ایسی بیلیں لوگ لگاتے ہیں۔

او یزیدون۔ بلکہ زیادہ۔ بہرحال لاکھ سے کم نہ تھے۔

وھم شاھدون۔ بہت سے کم عقل لوگ ابتداء خلق پر اٹکل بازی سے بحث کرتے رہتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ اس قسم کے مباحث ٹھیک نہیں۔

مالکم۔ اس پر وقف ہے۔ کہ آدمی خوب تأمل کرے۔

اِس جگہ سورۂ والصّٰفّٰت کے نوٹ ختم ہوئے۔

آغاز سورۂ صٓ رکوع اول

(پارہ تیئسواں رکوع ۱۰)

صٓ۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

ذی الذکر۔ یہ فطرت ہے۔ کہ انسان بلند پروازی چاہتا ہے۔ شرافت والے تاریخی آدمی تم بنجاؤ گے۔

شقاق۔ رسول سے ہٹ جانے کی راہ۔

فنادوا۔ پس چلا اُٹھے۔

انطلق۔ بول اُٹھے۔

شیٔ یراد۔ کچھ اعتراض ہیں۔

ذکر۔ یہ قابل ذکر ہو جاوے گا۔

فلیرتقوا۔ کوئی سے بنا کر آسمان پر چڑھیں اور نصرت کو روکیں۔ یا آپ کو پھانسی دیدیں

ھنالک۔ مدینہ منورہ کی طرف اشارہ ہے۔

جند۔ جھنڈ۔ دشمن ایک بڑا گروہ ہوں گے۔ یہ ایک پیشگوئی ہے۔

مورخہ ۲۴۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ تیئیسواں رکوع ۱۱)

سورۂ ص رکوع ۲

ما ینظر۔ میں نے لوگوں کو بہت سمجھایا ہے۔ کہ جب قوم محدود دائرہ میں ہوتی ہے اور اس کے سامان محدود ہوتے ہیں۔ تو اون کی زبان بھی محدود ہوتی ہے۔ جب اون کے تعلقات بڑھ جاتے ہیں اور دوسری قوموں سے تعلقات بڑھتے ہیں۔ تو وہ لفظ بھی وسیع ہو جاتے ہیں

فواق۔ ایک اونٹنی کو دوھ کر جب دوسری کو دوہتے ہیں۔ اور تیسری کو۔ اور پھر اسی طرح کئی کو دوھ کر جب پھر پہلی کو دوہنے لگے۔ تو اس فاصلہ کو فواق کہتے ہیں۔ اسی طرح جب لڑائی میں ایک شخص مہلت مانگتا ہے۔ تو اوس کو فواق کہتے ہیں۔ یہاں بھی عذاب کی مہلت کا ذکر ہے۔

اصبر علی ما یقولون۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن کبھی تنگ [illegible] مال واسباب پر کبھی دین پر حملہ کرتے ہیں۔ اور ان حملات کے لئے بعض اوقات مامور گڑھتے ہیں۔ کہ یہ کیوں ایسی شرارتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالٰے نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسکین فرماتا ہے۔ کہ تیرے پاس کچھ نہیں اور داؤد کے پاس تھیں۔ تیرے پاس فوج نہیں اور داؤد کے پاس تھی۔ داؤد کی قوم اس سے [illegible] تیری قوم تیرے ساتھ نہیں داؤد کے پاس مال واسباب اور بادشاہت تھی اور تیرے پاس نہیں۔ شریر لوگ جبکہ داؤد کا مقابلہ کر لیتے تھے۔ تو تیرے جیسے انسان پر اگر حملہ کر لیں۔ تو کیا بات ہے۔ جس طرح داؤد عفو سے کام لیتے تھے۔ اسی طرح تم بھی عفو سے کام لو۔ داؤد کے زمانہ میں جسقدر ہولی لینڈ اور شام کے پہاڑ تھے۔ سب اون کے ماتحت تھے۔ یہاں تک کہ جو لوگ متنفر تھے۔ وہ بھی ان کے حضور میں حاضر تھے۔

طیور۔ متنفر لوگ۔

فصل الخطاب۔ فیصلہ کر دینے والی بات۔

وھل اتاک۔ اون کے دشمن کی خبر بھی ہے کہ دشمن اس قلعہ اور فصیل پر کود پڑے تمہارے پاس تو کوئی قلعہ اور فصیل بھی نہیں ہے۔

اذ دخلوا۔ ایک دفعہ دشمن حضرت داؤد پر اچانک کود پڑے یہ بھی مستعد بیٹھے تھے جب اُن دشمنوں نے دیکھا کہ یہ مستعد بیٹھے ہیں تو کہنے لگے۔ کہ حضور ہم ایک مقدمہ فیصل کرانے آئے ہیں۔ گھبرا کے کہتے ہیں۔ کہ آج ہی فیصل کر دیجئے۔ تاریخ کو بڑھاتے نہیں جھگڑا

یہ ہے۔ کہ اسکی سو دنبیاں ہیں۔ دیکھو کیسا جھوٹا مقدمہ بنا لیا۔ لیکن انبیاء کیسے رحیم کریم ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس نے ظلم کیا ہے۔ کہ تمہاری ایک دنبی کو مانگتا ہے۔ باوجودیکہ اس کے پاس ہیں۔

اب حضرت داؤد کو فکر ہوا۔ کہ ہمارے ملک میں بڑا فتنہ ہے یہاں تک کہ لوگ ہم پر بھی حملہ آور ہونے لگے۔ تب انہوں نے جناب الٰہی میں دعا کی۔ ہم نے حکم دیا کہ داؤد تو کوئی اپنی کوششوں سے خلیفہ ہوا۔ ہم نے تجھ کو خلیفہ بنایا۔ اس سے بڑی نصیحت یہ نکلتی ہے۔ کہ حوصلہ کرو اور بدشمن کو حوالہ خدا کرو۔ دعائیں مانگو۔

مورخہ ۲۵۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ تیئیسواں رکوع ۱۲۔ سورۂ ص رکوع نمبر ۳)

کل ہم نے حضرت داؤد کے متعلق یہ بات سنائی تھی کہ حضرت داؤد کے دشمن ان کے قلعہ پر کود پڑے تھے۔ اور ان کے سامنے جھوٹا مقدمہ کر دیا تاکہ ہمارا مقدمہ فیصل کر دیجئے۔ اس موقعہ پر لوگوں نے بڑی دور از کار باتیں بیان کی ہیں۔ حضرت داؤد کی زبانی خدا تعالٰی نے فرمایا۔ کہ کسی کی دنبی ناجائز طور پر لینا جائز نہیں۔ پھر بھلا وہ قصے جو انکی نسبت مشہور ہیں۔ تو حضرت داؤد نبی کہاں ہو سکتے تھے۔ حضرت سلیمان کے بعد ان کے جانشین کے پاس امراء آئے۔ بعضوں نے کہا کہ ہم نے آپکے باپ اور دادا کے زمانہ میں خدمات کی ہیں۔ آپ ہماری رعایات رکھیں۔ اس جانشین کے مصاحب بڑے کمینے تھے۔ اونہوں نے کہا۔ کہ اتفاق سے یہ اس وقت جمع ہو گئے ہیں۔ ان سب کو ہمیں ختم کر دو۔ اس جانشین کا نام یربعام تھا۔ اوس نے کہا کہ نہیں۔ اونھوں ہمیوں نے ملکر یعنی بنی اسرائیل قوموں نے ملکر اوسی وقت بغاوت کی۔ [illegible] پاک دوست سچی دعاؤں سے میسر آتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ پاک دوست بھی دعاؤں سے میسر آتا تھا۔ یہ خیال کہ بہت سی چیزیں بے کار ہیں یہ کافروں کا گمان ہے نہ مومن کا۔ [illegible] کر سکتے۔ حضرت داؤد بُرے نہ تھے۔ اگر بُرے ہوتے۔ تو ان کو سلیمان جیسا بیٹا عطا نہ ہوتا۔

جب اون کے سامنے پچھلے پہر گھوڑے پیش کئے گئے تو انہوں نے وعظ فرمایا۔ کہ مجھے کو گھوڑوں کی محبت خدا کے لئے ہے یہانتک کہ سواروں کو جو پھیر رہے تھے وہ اپنی دوڑ میں گئے۔ کہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ آپنے حکم دیا۔ کہ لوٹا دو۔ اُن گھوڑوں کو تھپکی دیتے تھے۔ فصفق مسحا کے یہ معنے ہیں۔

ان کی کرسی پر وہ شخص قائم ہوا۔ جس میں دینداری کی روح نہ تھی۔

(باقی آئندہ۔ انشاء اللہ تعالٰے)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید کے نوٹ

پارہ تیئیسواں ۲۳

رکوع نمبر ۱۳

(سورۃ صٓ - رکوع نمبر ۴)

مورخہ ۲۷ - اکتوبر ۱۹۱۰ء

تین علم عبرت کے لئے لوگوں نے تصنیف کئے ہیں اون میں سے ایک علم تاریخ ہے اس عظیم تاریخ کے لکھنے میں بھی مسلمانوں نے سب سے زیادہ کوشش کی ہے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کی علم تاریخ میں فرق ہے۔ کہ عیسائی کسی واقعہ کو دیکھ کر اس کا سبب بھی خود تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ ضرور نہیں کہ وہ اصل سبب اس واقعہ کا ہو۔ دوسرا نقص یہ ہے کہ وہ اپنے ملک پر سب کا قیاس کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ہر ملک میں کچھ نہ کچھ مبالغہ ہوتا ہے ہمارے ملک میں یہ زیادہ ہے۔ اب وہاں بھی یہ نقص عام پیدا ہوا ہے۔ کہ ناول کو بھی اصل واقعہ سمجھتے ہیں۔ ہمارے مؤرخین زیادہ تر شیعہ ہیں۔ شیعوں میں تقیہ جائز ہے۔ پھر اس تقیہ کی ان کو خوب مشق ہے۔ اور تبرے کے یہ اب تک شروع سے عادی ہیں۔ تبرے بازی کی اگر سیکھنی ہو تو ان سے سیکھے۔ وقائع نعمت خان کو دیکھو۔ جس کا نمک کھایا ہے اسی کے حق میں کیسی گالیاں ہیں۔

خافی خان تو ہنستا بھی جاتا ہے اور تبرا بھی۔ مؤرخ جب شیعہ ہوتا ہے۔ تو وہ سنیوں کی خوب خبر لیتا ہے۔ تاریخوں میں بڑے عبرت کے مقام ہوتے ہیں۔ سینکڑوں جلدیں مطالعہ کر جاؤ۔ بعض اوقات سمجھنے میں بڑی مشکل ہوتی ہے۔ دوسرا حصہ جو بہت نیک حصہ تھا۔ میں نے علم حدیث میں حدثنا مالک حدثنا فلان وغیرہ پڑھا۔ ہمارے یہاں بہت سے شخصوں نے اس کو چھوڑ کر عن رسول اللہ پڑھانا شروع کر دیا۔ اس سے مدعا یہ تھا۔ کہ ان راویوں کی پرہیزگاری اور تقوے اور پاک نمونوں کی اتباع ہو طلب سلسلہ اسناد میں بیان کئے جائیں۔ لیکن ہمارے ملک میں اس قدر نہ استادوں کو فرصت ہے اور نہ شاگردوں کو۔ میں نے بعض اوقات بڑے بڑے استادوں سے دریافت کیا ہے کہ اسناد کے سلسلہ کی کتابوں میں سے پانچ مستند کتابوں کا صرف نام تو لے دو۔ تو نہ لے سکے۔

تیسری بات قرآن کریم۔ قرآن کریم میں بہت سے انبیاء کا ذکر موجود ہے۔ لوگ جھگڑے کرتے ہیں۔ کہ خضر۔ آدم۔ لقمان نبی تھے یا نہ تھے۔ حالانکہ اس بحث کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس شخص کی باتیں جو قرآن کریم نے خوبی کے طور پر بیان کی ہیں۔ ہم کو چاہیے کہ ان باتوں پر عمل کریں۔

ایک شخص نے سورۃ یوسف میں بیان کیا ہے۔ کہ عشق و حسن تو خدا تعالیٰ کو بھی پسند ہے۔ احسن القصص میں قصص۔ قاف کی زبر سے قصہ کی جمع نہیں ہے۔ جمع دراصل ق کی زیر سے ہے۔ سورۃ یوسف میں دراصل بیان ہے۔ کہ ایک نوجوان آدمی گھر کی سردار عورت سے کس طرح برتاؤ کرے۔ کس طرح صبر کرے۔ کس طرح سلوک کرے۔ قرآن کریم ہر موقعہ پر اس قسم کی نصائح بیان فرماتا ہے۔ مسلمانوں نے قرآن کریم کو بیانات کی تاریخ نہیں رکھی۔

حضرت داؤد کے قصہ میں خداوند تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خطرناک سفر سے اطلاع دی ہے۔

واذکر عبدنا ایوب۔ یاد کرو ہمارے ایک بندے کو جس کا نام ایوب تھا۔

ضغث۔ دو چار دس پانچ پتلی پتلی قمچیاں۔ جنمیں پتے بھی آخر پر ہوں۔ اونکو ایک جگہ کرنا۔ مثلاً جھاڑو۔

والابصار۔ بڑی بصیرت والے۔ فلاسفر اور نبی میں یہ فرق ہوتا ہے۔ کہ فلاسفر تو اپنی تحقیقات میں غلطیاں [illegible] دوسرے لوگوں کو منع کرتا ہے۔ کہ تم اس غلطی میں نہ پڑنا۔ یا ہلاک ہو جاتا ہے۔ تو دوسرے لوگ اس سے بچتے ہیں۔ لیکن ایک نبی کو کبھی ایسا کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

جنت عدن۔ کے متعلق توریت میں لکھا ہے۔ جہاں سیحون جیحون۔ دجلہ۔ فرات بہتے ہیں۔

قصرت الطرف۔ کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ کسی صحابی کی عورت بدکار بنی ہو کسی لڑائی میں کسی دشمن کے قبضہ میں گئی ہو۔

غساق۔ بہت سرد پانی۔

مورخہ ۲۹ - اکتوبر ۱۹۱۰ء

(پارہ تیئیسواں - رکوع نمبر ۱۴)

(سورہ صٓ : رکوع نمبر ۵)

ماکان لی من علم۔ انبیاء کے دل میں ذرا بھر بھی خواہش نہیں ہوتی کہ ہم نبی [illegible]

طین۔ کیچڑ۔ پانی اور مٹی ملی ہوتی ہے۔ طین میں یہ خاصیت ہوتی ہے۔ کہ اس کو جس سانچہ میں ڈھالنا چاہیں۔ ڈھل جاتی ہے اور ہر شکل کو قبول کر لیتی ہے۔ جو آدم کا بچہ ہے وہ تو طین سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔ من تراب۔ یعنی مٹی سے بنایا۔ اور ایک جگہ فرمایا ہے۔ من ماء۔ تم کو پانی سے بنایا۔ اس لئے مٹی اور پانی ملکر کیچڑ ہی ہوئے۔ حضرت مسیح بھی فرماتے ہیں کہ میں طین سے تجویز کرتا ہوں

اگر تم مین کوئی طائر کی صفت ہو۔

فاذا سویتہ۔ جب اپنے کمال کو پہونچ جاؤ۔ جس قدر پاک رُوحین ہوتی ہین۔ سب فرمان بردار ہوتی ہین۔ جسطرح وہ طین سے بنا۔ اسی طرح شیطان آگ سے بنا۔ سانپ اور طاعون کے کیڑے کو شیطان اور جن اسیوجہ سے کہا گیا۔

ایک وقت آتا ہے کہ انسان نیکی کرتا کرتا ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ خدا تعالےٰ خود اس کا کفیل ہوجاتا ہے۔ پھر انسان بدی کرتے کرتے ایسے مقام تک پہونچ جاتا ہے۔ کہ خدا اس کی ہدایت سے ہاتھ کھینچتا ہے۔

(یہان سورۂ صٓ کے نوٹ ختم ہوئے)

(آغاز سورۂ الزمر رکوع اوّل)

(پارہ تیئیسوان۔ رکوع نمبر ۱۵)

مورخہ ۳۰۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

لوگ معززون اور حکیمون کی بڑی قدر کرتے ہین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ عزیز و حکیم کی کتاب ہے۔ عبادت۔ اعلیٰ سے اعلیٰ محبت معبود کی۔ جس سے پرے کوئی درجہ نہ ہو۔ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی عظمت معبود کی۔ جس سے پرے کوئی درجہ نہ ہو۔ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تذلل معبود کی خدمت مین۔ جس سے پرے کوئی درجہ نہ ہو۔

ایک برہمو نے مجھ سے کہا کہ آپ کا تمُعظمہ کی پرستش کرتے ہین۔ مینے کہا کہ پرستش کے کیا معنے ہین بتاؤ۔ اس نے کہا پوجا۔ مین نے کہا پوجا کس کو کہتے ہین۔ تب اس نے پرستش کے معنے بتائے۔ کہ اس کو کہتے ہین۔ جسمین دھیان ہو۔ عظمت ہو۔

مین نے ایک شخص سے کہا کہ ذرا نماز پڑھ کر دکھاؤ۔ اس نے نماز پڑھی۔ مین نے اس برہمو سے دریافت کیا کہ بتاؤ اس مین مکہ معظمہ کا کوئی دھیان یا عظمت ہے یا دُعا ہے۔ اختلافات کے دُور کرنے کے لئے سب سے بڑی چیز دُعا ہے یہ دُعا کا ہتھیار تمہارے ہاتھ مین ہے۔ اعلیٰ درجہ کے ہتھیار کے لئے زبردست ہاتھ کی بھی ضرورت ہے۔ ورنہ جھوٹے آدمی کی دُعا قبول نہین ہوتی۔ ناشکر کی بھی دُعا قبول نہین ہوتی۔ تم مین سے ہر ایک کو بڑی نعمتون کے ملتے ہین۔ شکر گزار بنو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہین ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹے کے یہ معنے ہین کہ وہ کسی کو معزز بنائے۔

کفر۔ کے معنے ناشکری کے ہین۔

مورخہ ۳۱۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۳۔ رکوع ۱۶۔ سورۃ الزمر رکوع ۲)

خداوند تعالیٰ کے اوامر کا پابند بنا اور نواہی سے اپنے آپ کو بچانا یہ تقویٰ کے ایک معنے ہین یہ نہایت لغو خیال ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نیک بندون کو دنیا مین ذلیل ہی رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ۔ سُکھ دنیا مین سات قسم کے ہوتے ہین۔ ایک سکھ انسان کی ذات کے ساتھ وابستہ ہے۔ مثلاً اگر انسان مین مرض نہ ہو۔ تو یہ ایک سکھ ہے۔ ایسے ہی اگر غضب کا مادہ ہم مین نہ ہو تو سکھ ہے۔ اسی طرح شہوت نہ ہو۔ تو بدنظری اور خیالات سے آزاد۔ مین نے جوان کے مریضون مین فیصدی ۹۵ ایسے دیکھے جو بدنظری اور خیالی جماعون کے باعث مبتلا ہوئے۔ جھوٹ نہ بولے تو بے اعتباری کا داغ اس سے اُٹھ جاتا ہے۔ کاہلی اور سستی کو چھوڑے دوسرا سکھ یہ ہے کہ بیوی نیک ہو غمگسار ہو تیسرا سکھ ماں باپ بہن بھائی وغیرہ رشتہ دارون کی طرف سے۔ چوتھا سکھ۔ برادری کے ساتھ تعلقات اچھے ہون۔ پانچوان سکھ غیر قوم اور اپنی قوم سے۔ چھٹا۔ بادشاہ سے تعلق اچھا ہو یعنے گورنمنٹ کی اعلیٰ خدمات انجام دین۔ ساتوان مرتبہ سکھ کا یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ سے تعلقات اچھے ہون۔ جہان انسان کا دین مذہب اور خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلقات بگڑتے ہون۔ تو انسان کو چاہیئے کہ اس مکان کو یا اس شہر یا اس ملک کو چھوڑ دے۔

پس اگر تم اپنی ذات اپنی بیوی ماں باپ اپنی قوم اپنے خدا کے نزدیک بڑا بننا چاہتے ہو تو اپنے تعلقات کو سُدھارو۔

مورخہ یکم نومبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ تیئیسوان رکوع ۱۷۔ سورہ الزمر رکوع ۳)

تمہید۔ دل تین طرح کے ہوتے ہین (۱) سچی بات معاً قبول کرنے والے (۲) مفید و بابرکت بات کا فوراً انکار کرنے والے (۳) اندر سے منکر بظاہر موافقت دکھا کر غیبت مین ہنسی اُڑانیوالے۔

اس رکوع شریف مین اوّل قسم کا ذکر ہے جن کو انشراح صدر حاصل ہوا۔

نور من ربہٖ۔ تین قسم ہے (۱) کتاب الٰہیہ جس مین معروف و منکر کا ذکر ہوتا ہے۔ (۲) ارشادات نبوی۔ جس سے راہ نمائی حاصل ہوتی ہے (۳) نور ایمان۔ جس سے قوت ممیزہ حاصل ہوتی ہے۔

متشابہا۔ ایک جیسی آیت ایک دوسرے کی مصدق ہین۔ مخالف نہین۔

مثانی۔ ایک ہی امر کو بار بار مختلف رنگون مین بیان کرنے والی۔

للنّاس۔ لوگون کی بھلائی کے واسطے۔

یتّقون۔ دکھون سے بچین۔

مسلمًا۔ جو صرف اللہ کو اپنا معبود بناتا ہے وہی سُکھی رہتا ہے۔

انک میت۔ موت تو بے شک تجھ پر آنے والی ہے۔ لکن انا لہ لحافظون خدا تعالیٰ اس کتاب اور دین اسلام کا محافظ ہوگا۔

یہان تیئیسوین پارے کے نوٹ ختم ہوئے ؎

جھنم۔ دوزخ ایک مقام ہے۔ اس کی صورت ایسی ہو۔ جیسے بعض بیماروں کو حمام میں علاج کے واسطے بھیجا جاتا ہے۔ سرسام کا علاج سانپ کے ڈسوانے سے کیا جاتا ہے۔ ویسے ہی وہاں بھی روحانی بیماریوں کے معالجہ کے واسطے ایسی زہریلی مخلوق ہے۔

الذین اتقوا۔ جن کے عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ ہیں۔ رنج و راحت عسر و یسر میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہتے ہیں۔

حول العرش۔ اللہ کی تجلی گاہ ہیں۔

اس جگہ سورۃ الزمر کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۃ المومن رکوع ۱

(پارہ ۲۴ رکوع ۶)

مورخہ ۸۔ نومبر سنہ ۱۹۱۰ء

حٰمٓ۔ حمید مجید بادشاہ۔ حق کی طرف سے یہ کتاب آئی ہے۔

غافر الذنب۔ غلطیوں کو معاف کرتا ہے۔ اگر تم باز آؤ۔

قابل التوب۔ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اگر تم توبہ کرو۔

لا الٰہ الا ھو۔ کوئی شخص اپنا ذاتی کمال نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں غنی ہو اور اس کا کوئی مثل نہیں۔

الیہ المصیر۔ پھر اس کی طرف لوٹنا ہے۔

لیاخذوہ۔ تاکہ پکڑیں اور انبیاء کے مقابلہ میں نامراد ہونا ثابت کریں۔

عقاب۔ اللہ تعالیٰ انسان کو جو دکھ دیتا ہے۔ یونہی نہیں دیتا۔ بلکہ نافرمانی کے بعد بطور اس کے نتیجے کے اس پر سزا مرتب ہوتی ہے۔ اسی واسطے اس کا نام عقاب فرمایا

الفوز العظیم۔ نوزنبعنے پاس ہونا۔

مورخہ ۹۔ نومبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ چوبیسواں ۲۴ رکوع ۷، سورۃ المومن رکوع ۲)

اگر کوئی شخص اپنی چھوٹی سی غرض کے لئے کسی اپنے بڑے محسن و مربی کو ناراض کرتا ہے تو وہ فطرت کے تقاضا کے خلاف کرتا ہے۔

بس اللہ سے بڑھ کر کون محسن و مربی ہے۔ کیونکہ دنیا کے عارضی محسنوں کو پیدا کرنے والا بھی وہی ہے۔ ایسے علیم حکیم کی بات کو اگر نہ مانا جاوے۔ تو دنیا و آخرۃ میں دکھ کا موجب ہے۔

لعنت اللہ۔ اللہ کی ناراضی یا اللہ کی لعنت۔

اثنتین۔ ایک ہم کچھ نہ تھے۔ خدا نے بنایا۔ پھر موت کی تیاری ہے

دعی اللہ وحدہ۔ جن لوگوں میں کچھ نہ کچھ شرک ہے۔ جب محض اللہ تعالیٰ کی جبروت عظمت کا ذکر کیا جاوے۔ تو انہیں برا معلوم ہوتا ہے۔

مخلصین لہ الدین۔ تمہارا دین خدا کے لئے ہو جاوے۔

الکافرون۔ غیر اللہ کے پرستار۔

یلقی الروح۔ روح سے مراد کلام الٰہی ہے۔

جان۔ سول کو عربی بولی میں نفس کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں روح کے معنے کلام ہی کے ہیں۔

مورخہ ۱۰۔ نومبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۴۔ رکوع ۸۔ سورہ المومن رکوع ۳)

دنیا میں بڑی بڑی سلطنتیں ہو گزری ہیں۔ مگر اب ان کے نام و نشان بھی باقی نہیں ہے۔

ان یبدل دینکم۔ قوم کے دینداروں کو اس طرح سے اکسایا ہے۔

یظھر فی الارض الفساد۔ یہ قوم کے امیروں کو برانگیختہ کیا ہے۔ کہ دیکھو تمہاری امارت چھن جائے گی۔

انی عذت بربی۔ بڑے سے بڑے زبردست دشمن کے مقابلہ میں خدا کی پناہ میں آجانا بڑی بات ہے۔ ہر مشکل کے وقت دعا سے کام لو۔ دعا کے یہ معنے نہیں کہ اسباب مہیا نہ کریں۔ بلکہ جس قدر اسباب اپنی طاقت سے مہیا کر سکتے ہیں۔ وہ تو کریں۔ مگر چونکہ کئی باریک در باریک امور ہوتے ہیں۔ اور کئی عجیب موانع جو کامیابی میں سد راہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے دعا کی جاتی ہے۔ نیز تہیہ اسباب مرادمندی کا علم بھی خدا کے فضل ہی پر موقوف ہے۔ میں نے بڑے بڑے گھمسان کے مباحثوں میں جہاں میں تن تنہا تھا۔ اور ہزاروں مخالف ہی مخالف۔ اس عذت بربی کے جلوے دیکھے ہیں۔

مورخہ ۱۲۔ نومبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۴۔ رکوع ۹۔ سورہ المومن رکوع ۴)

یکتم ایمانہ۔ اس وقت تک (تقریر) اس نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا تھا

ان یقول ربی۔ کیا عمدہ پیرایہ نصیحت کا۔ کیسے لاجواب طریقے سے شرم دلائی ہے۔

ظاھرین فی الارض۔ طاقت و غلبہ والے ہو رہے ہیں۔

یوم التناد۔ ایک دوسرے کو پکارنے کا دن۔ جیسا کہ مصیبت کے وقت کرتے ہیں

یضل اللہ۔ اللہ۔ تباہ۔ ہلاک کر دیتا ہے۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ العزیز)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ چوبیسواں ۲۴

(بقیہ رکوع ۹ و رکوع ۱۰ سورہ المؤمن بقیہ رکوع ۴ و رکوع ۵)

مورخہ ۱۳۔ نومبر ۱۹۱۰ء

ابلغ الاسباب۔ تاکہ آسمانی اسباب پر پہونچ جاؤں۔ یہ اس نے بطور تمسخر کہا ہے۔ کیونکہ حضرت موسےٰ اسے کہتے تھے۔ کہ اس کی فوق الفوق حکومت ہے۔ فرعون نے شرارت سے ان تصرفات کو جسمانی بنا لیا۔ اور کہا کہ ایک محل بناؤ۔ تا موسےٰ کا خدا اُوپر پہونچ کر دیکھیں۔

ایک دہریہ نے مجھ سے کہا۔ کہ اگر زمین و آسمان کے درمیان پتھر چھوڑے جاویں۔ تو تمہارا خدا کچلا جائے۔ میں نے کہا احمق۔ کہ اُنپر زمانہ گذرتا ہے یا نہیں۔ کہا۔ ہاں۔ میں نے کہا۔ زمانہ تو مخلوق ہے۔ جب وہ نہیں کچلا جاتا۔ تو زمانہ سی لطیف چیز پیدا کرنے والا تو بہت ہی لطیف ہے۔

الّا فی تباب۔ فرعون کی تدبیروں سے موسےٰ ہلاک نہیں ہوئے۔ بلکہ خود فرعون ہی ہلاک ہوا۔

خوب یاد رکھو۔ کبھی کسی راستباز کے مقابلہ میں نہ آؤ۔

اھدکم سبیل الرشاد۔ فرعون نے وما اھدیکم الا سبیل الرشاد کہا تھا۔ اس کی تردید میں فرماتا ہے۔

الی النجوۃ۔ اُونچے پر آجاؤ۔ جہاں ہر قسم کے عذابوں سے محفوظ رہو۔

مورخہ ۱۴۔ نومبر ۱۹۱۰ء

(رکوع ۱۱۔ سورۃ المؤمن رکوع ۶)

ساری خلقت جو میری نگاہ سے بذریعہ علم۔ کتاب۔ سماع۔ مشاہدہ گذری ہے۔ وہ یہی چاہتی ہے۔ کہ میں جیت جاؤں اور مجھے نصرت ملے۔ لوگ اپنے ننگ و ناموس کے قیام کے لئے جانوں تک بے دریغ نثار کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس فطرت کے تقاضا پر فرماتا ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا۔ اسی ورلی زندگی میں رسولوں اور مومنوں کی نصرت کریں گے۔ تاریخ اس وعدہ کے ایفا اور اس نشان کے صداقت کی شہادت دیتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ہی معاملہ دیکھو۔ کہ آخر کار آپ ہی سلامت و مامون رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں مجوس تھے۔ مگر اس سب سے بڑے مخالف نمرود کا کچھ نشان نہیں۔ مؤرخین اس کے بارے میں بحث کرتے ہیں کہ آیا وہ تھا بھی یا نہیں۔ تھا تو کون؟

اسی طرح حضرت موسےٰ حضرت مسیح کے دشمنوں کا حال ہوا۔ پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام رہ گیا۔ اور کس عزت سے لیا جاتا ہے۔

حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد تو جگہ پائی جاتی ہے۔ مگر یزید کی نسل میں سے ہونا تو درکنار۔ اس کا ہمنام بھی کوئی کہلانا نہیں چاہتا۔

بالعشی۔ پچھلے پہر۔

سُلطٰن۔ دلیل۔

ما ھم ببالغیہ۔ متکبر اپنی کبریائی کی حد کو کبھی نہیں پہونچتا۔ اور کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

میں نے ایسے نظارے خود دیکھے ہیں۔ جو متکبر میں نے مسلم کہا جنہیں ذلیل سمجھا۔ آخر انہی کے ہاتھوں بلکہ میخ والے جوتوں سے پٹوایا گیا۔

ولکن اکثر الناس لا یعلمون

خوب یاد رکھو۔ بیماری مذہب میں نہیں چلتی۔

مورخہ ۱۵؍ نومبر ۱۹۱۰ء

(رکوع نمبر ۱۲)

(سورۃ المؤمن رکوع نمبر ۷)

لکم۔ تمہاری ہی بھلائی کے لئے۔

لتسکنوا فیہ۔ تاکہ تم اس میں آرام کرو۔

آرام بڑی دولت ہے۔ آرام سے صحت اچھی رہتی ہے۔ فہم بڑھتا ہے۔ دنیا کی تمام چیزوں کے لئے قدرتی طور پر ایک وقفہ مقرر ہے۔ انسان کے لئے بھی ضروری ہے کہ آرام کرے۔ مگر آرام خدا ہی کے فضل پر موقوف ہے۔ ہم نے بیس روپے سے لیکر کروڑ روپیہ آمدنی کے لوگوں سے پوچھا ہے۔ تو انھوں نے اپنے تئیں دکھی بتایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ سکھ کی زندگی دولت پر موقوف نہیں۔ بلکہ تمام جسم کے سکھ اللہ کی فرمانبرداری میں ہیں۔

قرارًا۔ آرام گاہ۔

فاحسن صورکم۔ یہ انسان کے تصویر کے عجائبات ہیں۔ کہ ہاتھی۔ چیتے۔ شیر اس کے اشارہ پر چلتے ہیں۔ پھر پہاڑ۔ بجلی۔ ہوا پر قابو ہے۔

من تراب - یہی مٹی سے - جو اگر کپڑے کو لگے - تو کپڑا میلا ہو جائے - اور اسی مٹی سے انسان پیدا ہوتا ہے -
نعقلون - بدیون سے روکو -

مؤرخہ ۱۶ - نومبر سنہ ۱۹۱۰ء

(رکوع ۱۳ - سورہ المؤمن رکوع نمبر ۸)

کسی کی عظمت - خوبی - جلال - طاقت - علم - احسان دیکھنے کے لئے اس کے افعال ہی گواہ ہوتے ہیں - پچھلے رکوع میں اسی بات کا ذکر تھا - اب اللہ تعالیٰ کے حکام کی نافرمانی کرنے والون کا ذکر سنو!

انی یصرفون - بت پرستون کا معاملہ خصوصیت سے موجب تعجب ہے - خود ہی اپنے ہاتھ سے تراشتے ہیں - پھر خود ہی اسے معبود قرار دیتے ہیں - اور اس کے آگے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں -

فاما نرینک - اگر ہم تجھے کوئی پیشگوئی کے پورا ہونے کی صورت کا علم نہ بھی کروے او راسی کے قبضۂ قدرت میں سے کس رنگ میں چاہے پوری کردے -

مؤرخہ ۱۷ - نومبر سنہ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۴ - رکوع ۱۴ - سورۂ المؤمن رکوع نمبر ۹)

اللہ کو رب - اللہ کی عظمت سمجھانے - قرب کی راہین بتانے اور اس ذات سے محبت کامل پیدا کرانے کے لئے نازل ہوئی ہے - اور یہ باتین اس کے عجیب در عجیب احسانون کے مطالعہ کرنے سے پیدا ہوتی ہیں - جبلت القلوب علےحب من احسن الیہ - کامل علم والے - کامل قدرت والے - کامل احسانون والے کی محبت خود بخود آجاتی ہے - اور پھر اس محبت کرنے والے میں فرمانبرداری پیدا ہوتی ہے - جو تمام سکھون کی موجب ہے - پہلے اپنے احسان بیان فرماتا ہے

وعلی الفلک تحملون - پہلے بری سفر کا ذکر کیا - اب بحری سفر کے ذرائع بتائے -

ویریکم آیاتہ - ایک مقناطیسی سوئی کی طفیل اندھیری راتون میں بڑے بڑے سمندرون میں سفر ہوتا ہے -

افلم یسیروا فی الارض - کتابون کے ذریعے بھی سیر فی الارض ہو سکتا ہے -

فما اغنیٰ عنھم - تاتاریون - پٹھانون نے کتنے ممالک فتح کئے - پھر ایرانیون نے اپنی ملک داری کو کہان تک سکہ بٹھایا - کہ اب تک اس کے آثار باقی ہیں - فارسی زبان اب بھی کانون میں پڑتی جاتی ہے - مگر آخر تنزل آیا - اب وہ طمطراق وہ شوکت وہ شان کہان گئی - عذاب سامنے پر آیا - تو وہ ساز و سامان کچھ بھی کام نہ آیا -

اس جگہ سورۂ المؤمن کے نوٹ ختم ہوئے

الحمدللہ رب العالمین کو

حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے درس قرآن شریف کے نوٹ

فی الحال حضرت امیرالمومنین کے حکم سے مولوی محمد سرور شاہ صاحب نے درس شروع کیا ہے
اُس کے نوٹ لکھے جاتے ہیں۔ اگر حضرت صاحب نے خود پھر یہیں سے درس شروع کیا تو وہ
نوٹ بھی اس ضمیمہ کے ساتھ دے دئے جائینگے۔ (ایڈیٹر)

پارہ چوبیسواں رکوع ۱۵

پ ۲۴

سورة حٰم السجدة رکوع ۱

مورخہ ۱۸ فروری سنہ ۱۹۱۱ء

حٰم ۔ حفیظ۔ قرآن مجید کا اللہ تعالیٰ حافظ اور وہی اس کا اُتارنے والا ہے۔
الرحمن الرحیم ۔ اللہ تعالیٰ بلا مبادلہ رحم کرنے والا ہے۔ اور نیک اعمال پر نیک ثمرات مرتب
کرنے والا ہے۔ جس نے جسمانی دُنیا کے لئے اتنے سامان دئے کیا وہ روحانی دنیا کے لئے
ترقیات اور اپنے حضور پہنچانے کا سامان نہ دیگا؟ اور جو دُنیا میں اعمال پر نتائج مرتب کرتا ہے
کیا وہ آخرت کے متعلق ویسے نتائج نہیں دیگا؟ ضرور دیگا۔
پس نبی کریم صلعم اور ان کی جماعت جو خدا کی سچی فرمانبرداری کرتی ہے ان دو صفات الٰہی سے
ان پر جو احسانات ہیں دوسروں سے ممتاز رہینگے۔ قرآن کریم کے نزول کی وجہ بتلائی
ہے اور یہ سمجھایا ہے کہ اس وحی کے نزول کے لئے نبی کریم صلعم کی ذات کو کیوں مخصوص فرمایا
فصلت بعض مفسرین اس کے یہ معنے کرتے ہیں کہ ایسی کتاب ہے جس میں توقف
دئے گئے ہیں یہ غلط ہے۔ بلکہ معنے یہ ہیں کہ جن جن غلط ملطوں سے پہلی کتابیں تباہ
ہوئی ہیں اُن سے یہ پاک اور محفوظ ہے ۔ اس کتاب میں ہر زمانہ۔ ہر قوم ہر جگہ کے مناسب
حال تفصیل ہے پس اس کو بدلنے کی ضرورت نہیں۔
مثال کے طور پر توریت کا حکم ہو کہ بدلہ کا بدلہ لیا جاوے۔ قرآن شریف میں ہے جزاء
سیئة سیئة مثلها فمن عفی واصلح فاجره علی الله یہ حکم ایسا جامع ہے
کہ اس کے ہوتے اب کسی تیسرے حکم کا انتظار یا ضرورت نہیں ۔ دوم نبی کریمؐ نے
اپنی خصوصیات میں فرمایا ہے اوتیت جوامع الکلم ۔ مجھے ایسے کلمات دئے
گئے ہیں جو جامع ہیں، یعنی لفظ مختصر اور معنی بہت اور ہر ایک معنی اپنے اندر بہت سے
فوائد رکھتا ہو۔ عربی زبان بڑی فصیح ہے چنانچہ :-
عین کے لفظ کے ساٹھ معنے ہیں ایک معنی کے تعین کے لئے قرینہ ہوتا ہے اور اگر
قرینہ نہ ہو تو سب معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ قرآنی آیات میں یہ اعجاز ہے کہ ہر زمانہ میں حالات
کے مناسب معنی دیگا وہ سب صحیح ہونگے ۔ مثلاً دابة الارض اس کے
معنے صحابہؓ نے بھی کئے ہیں ۔ بعض نے علماء مراد لئے ہیں اُسوقت کے مناسب
حال یہی معنی تھے ۔ لیکن اب اس کے معنی کھلے کہ اس سے مراد طاعون ہے ۔
طاعون کا کیڑا ابھی دریافت ہوا اس لئے اس آیت کی جامعیت اور مفصل ہونے نے
یہ فائدہ دیا کہ عظیم الشان پیشگوئی پوری ہو کر حجة اللہ علی الارض بنی حدیث میں بھی آیا ہے

کہ ہر آیت کے لئے ظہر و بطن ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ سات سات بطن ہیں۔ جس سے
ان معنوں کی تائید ہوتی ہے۔
قرآنا ۔ قرآن کے لفظ کے معنی ہیں چیزوں کو جمع کرنا اور ملانا آپس میں۔ اور مناسبت
مدنظر رکھ کر قرینہ سے رکھنا۔ وزن فعلان مبالغہ کے معنی دیتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے۔
(۲) پڑھنے کے قابل۔ پہلے معنی مجھے پسند ہیں یعنی آیات میں ایک اتصال اور مناسبت ہے
صحیح معنی معلوم کرنے کے لئے ایک معیار یہ ہے کہ ترتیب و ربط کو دیکھا جاوے۔ چنانچہ کئی
مسائل صرف آیات پر نظر کرنے سے حل ہوتے ہیں۔ معمولی انسان کے کلام کی ترتیب
کا بھی خیال نہ رکھا جاوے تو اصل مطلب خبط ہو جاتا ہے۔ پس کلام اللہ کے سمجھنے کے
لئے ربط کے صحیح علم کی کسقدر ضرورت ہے ۔ اس زمانہ میں کئی آدمی صرف ترتیب آیات
کے نہ سمجھنے کی وجہ سے دہریہ ہو گئے ہیں (اللہ محفوظ رکھے) قرآن مجید کو تدبر سے پڑھو اور اس
بات کا خوب خیال رکھو
سورة بنی اسرائیل ۔ کہف ۔ مریم کے ربط کا لحاظ رکھو تو معلوم ہو کہ ابتداء اسلام سے اخیر
تک جو کچھ گذرنے والا تھا سب مفصل بتا دیا ہے۔
عربیا ۔ جو لوگ بہت سی زبانوں کے عالم ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ عربی ام الالسنہ ہے اور اس لفظ
کی تہ میں اس چیز کے متعلق جس کے لئے یہ لفظ وضع ہوا ہے خاص باتوں کی طرف اشارہ ہوگا۔
یہی وجہ ہے کہ قرآن عربی میں نازل ہوا۔ یہ ایک کامل اور جامع زبان ہے ۔ خود عربی کے معنی ہیں
پورے طور پر مطالب کو واضح کرنے والا۔
بشیراً و نذیراً ۔ الٰہی کتاب ہونے کی عظیم الشان دلیل ہے ۔
جیسا حکم صاحب عزت و ثروت و قدرت و علم ہو ویسا ہی اس کا کلام ہوگا۔ پس خدا کے
کلام کا ایک یہ نشان بھی ہے کہ اس میں بشارتیں بھی ہوں اور ڈراوے بھی تا ظاہر ہو۔ کہ وہ
سب قسم کے خزانوں کا مالک اور غیبوں کا واقف ہے اور مخلوق پر ہر طرح قدرت رکھتا ہے
فهم لا یسمعون ۔ یہ فاعرض (منہ پھیرنے) کی وجہ فرمائی ہے
اکنة ۔ یہ جو باہر چھپر گھاس پھوس کے بناتے ہیں ان کو اکنہ کہتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال و
اقوال سے یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ہمارے دلوں پر یہ حجاب چڑھے ہوئے ہیں۔ حق کا اثر قبول نہیں
کرتے۔ کیونکہ وہ بے توجہی و غفلت سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے موقعہ پر فرمایا کہ وہ باہر
نکل کر کہتے ہیں ماذا قال آنفاً
فاستقیموا الیه ۔ استقامت کے دو معنی ہیں۔ ایک اپنی جگہ پر ٹھہرا رہنا۔ مرکز سے نہ
ہٹنا۔ دوم ٹیڑھے رستہ پر نہ چلنا۔ بلکہ سیدھی سڑک پر چلنا۔ یہاں یہی معنی ہیں استقامت
کے ساتھ جب الیٰ صلہ ہو تو یہی معنی لیتے ہیں۔
واستغفروه ۔ اس استقامت کے حصول کے لئے طریق بتایا۔ یعنی طلب مغفرت
کرو۔ استغفار کے معنے حضرت مسیح موعود نے بارہا بتائے ہیں کہ جو غلطیاں ہو چکی ہیں ان کے
بدنتائج سے محفوظ رکھ اور آئندہ کے لئے گناہوں سے بچنے کی توفیق حاصل ہو۔
انما انا بشر مثلکم ۔ باوجود ان تعلقات کے جو جناب باری سے آپ کو حاصل ہیں اپنی
حیثیت بتائی ہے کہ میں بشر ہوں۔ اور توحید کی تعلیم دیتا ہوں۔
ویل للمشرکین ۔ چونکہ پہلے خدا سے اپنا تعلق بتایا ہے کہ یوحی الیّ ۔ اس لئے اب اس

تعلق کے اظہار اور ثبوت دینے کے لئے پیشگوئی فرمائی ہے۔

لا یؤتون الزکوٰۃ۔ احکام تو بہت سے ہیں مگر یہاں زکوٰۃ کا ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض چیزوں سے امتیاز نہیں ہو سکتا۔ اور بعض سے امتیاز ہو جاتا ہے۔ نماز منافق بھی پڑھ لیا کرتے۔ مگر گرہ سے کچھ دینا یہ ایسی بات ہے کہ صاف پتہ لگ جاتا ہے۔ یہ کس جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ یاد رہے کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ جو زکوٰۃ دے پس وہ مشرک نہیں

یہ بطور مثال بیان فرمایا۔

و بالاٰخرۃ ھم کٰفرون۔ یہ لوگ آخرت کا انکار اس لئے کرتے کہ اس میں ادنیٰ ان بھی ان کے ساتھ شامل ہو سکتے تھے کیونکہ عجیب بات ہے

غیر ممنون جو قطع نہیں ہوتا۔

مورخہ ۱۹ فروری سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۴ - رکوع ۱۶)

سورہ حٰم السجدہ رکوع ۲

لتکفرون۔ کافر اس لحاظ سے کہا کہ شرک کرنے والا اس حال سے خالی نہیں وہ خدا کو اس اعلیٰ مرتبے سے جو اس کی شان کے شایاں ہے نیچے مانتا ہے اور ادنیٰ مخلوق سے برابر کرتا ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں نبی کریم صلعم کو ارشاد ہوتا ہے وما قدروا اللّٰہ حق قدرہٖ اس واسطے مشرک بھی کافر ہیں۔

انداداً۔ انداد ند کی جمع ہے اس میں دو باتیں قابل لحاظ ہیں۔ مثل اور مقابل

خلق الارض فی یومین۔ شرک کے ابطال کے لئے اپنی خاص صفت و قدرت کا اظہار کیا ہے۔ کیا کوئی اور بھی اس کام میں شریک ہے۔ یوم کے معنی وقت مطلق تعداد کیونکہ موجودہ عرفی یوم کے متعلق تو اس وقت سامان نہ تھا۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ زمانہ نام ہے تجدد الٰہیہ کا۔ اب سوال یہ ہے کہ یومین کی تخصیص کیوں ہے؟ اس کا جواب ذٰلک تقدیر العزیز العلیم۔

جعل فیہا رواسی۔ آجکل طبقات الارض کے ماہر بھی مان چکے ہیں کہ زمین کے استقرار اور بہت سی چیزوں کے مواد جمع رکھنے کے واسطے پہاڑ ہیں

اقواتہا۔ اقوات جمع قوت بمعنی خوراک

فی اربعۃ ایام۔ زمین و آسمان کو چھ دن میں بنانے کا ذکر قرآن میں آ چکا ہے۔ دو دن کا پہلے ذکر ہوا۔ چار دن میں تقدیر اقوات۔ پس اعتراض پڑتا ہے کہ آسمان کب بنا۔ جس کے لئے فقضٰھن سبع سمٰوٰت فی یومین آتا ہے۔ مفسرین نے جواب دیا ہے کہ پہلے دو دن ملا کر چار کہا۔ یہ چار ان دو کے علاوہ نہیں۔ اور یہ جواب بھی دیا ہے کہ چونکہ تقدیر اقوات میں آسمان کا دخل بھی ہے۔ اس لئے اس کی پیدائش کا ذکر بھی ان ہی چار ایام میں داخل ہے۔

سوآءً للسائلین۔ جو جو ہر چیز کی فطرت تقاضا کرتی ہے اس کے لئے مہیا کر دیا ہے رب العالمین ہونے کی حیثیت سے سب کے لئے مساوی دیا ہے۔

استوٰی۔ قصد کیا۔

السمآء۔ سماء کا لفظ عام بلندی کے معنوں میں آتا ہے۔ یہانتک کہ جوتی کے اوپر کے حصے کو سماء النعل کہتے ہیں۔ صرف آسمان کی تخصیص غلط ہے۔ بعض لوگ غلطی سے بارش کا آسمان سے ٹپکنا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں فتری الودق یخرج من خلٰلہ آ گیا ہے۔

دخان۔ دھواں۔ اسے کو نہیں کہتے جو لکڑیوں کے جلانے سے نکلتا ہے۔ بلکہ ہوا کی طرح لطیف چیز پر بولا جاتا ہے۔ بخار تو اسے کہتے ہیں جس میں اجزائے مائیہ و ارضیہ دخانیہ موجود ہوں اور جس میں مائیہ اجزاء نہوں وہ دخان ہے۔

ائتیا

پیدائش کی دو صورتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ پیدا کر کے آزاد چھوڑ دے۔ دوسرا یہ کہ اپنی حکومت و تصرف کے نیچے رکھے۔ اس آیت میں یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ سب چیزیں ہمارے قبضہ و اقتدار کے نیچے ہیں۔

سبع سمٰوٰت السماء کوئی ٹھوس چیز نہیں۔ اور خلاء محض بھی نہیں یہ خوب یاد رکھو جتنے اعتراض اس عقیدے پر ہوئے ہیں وہ محض بچپن کی سنی ہوئی باتوں پر مبنی ہے کلام الٰہی میں کوئی ایسی بات نہیں جس پر اعتراض کیا جاوے۔ میرے نزدیک سات کے معنی اپنے صحیح نہیں۔ صرف اتنا ایمان ہے کہ اس میں کچھ ایسی قابل امتیاز بات ہے جس سے سات حصے ہو سکتے ہیں۔

ایک یہ بحث بھی ہے کہ زمین پہلے یا آسمان۔ صحابہ میں بھی اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی ہے (۱) ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوٰی الی السماء۔ اس ثم سے استدلال کرتے ہیں کہ آسمان زمین کے بعد بنا۔ (۲) والسماء بنٰھا ـــــ والارض بعد ذٰلک دحٰھا۔ اس بعد سے دلیل لاتے ہیں کہ زمین آسمان کے بعد بنی

ابن عباس نے تو یہ جواب دیا کہ ایک ہے خلق السمٰوٰت۔ اور خلق الارض۔ پس خلق ارض پہلے ہوئی۔ دوم ہے دحو ارض یہ بعد میں ہوئی۔ یہاں خلق الارض فی یومین فرمایا اس کے بعد ثم استوٰی الی السماء آیا ہے۔

امرھا۔ امر سے مراد حکم بھی ہوتا ہے۔ اور وہ امور بھی جو اس کے مناسب حال ہوں۔ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ خدا نے جو جو تاثیریں اور خواص رکھے ہیں ان کے متعلق ایک قانون بنایا اور اس کا سمٰوٰت کو تابع کیا۔

السمآء الدنیا۔ دنیا کا آسمان (ترجمہ لفظی نہیں کیونکہ یہ مضاف مضاف الیہ نہیں بلکہ صفت موصوف ہے۔ وہ آسمان جو نزدیک ہے

وحفظاً ایک کام تو ستاروں کا زینت ہے۔ دوسرا حفاظت یعنی مخلوقات جو زمین میں ہیں اپنی تاثیر سے اس کے زہریلے موادوں کو دور کرتے ہیں۔

صٰعقۃ۔ یہ جو بجلی گرا کرتی ہے اور گر کر تباہی ڈالتی ہے اس گرنے والی کا نام صٰعقہ ہے۔ اور اس عذاب کو کہتے ہیں جو ناگہانی ہو اور جس کی ہلاکت عام ہو۔

من بین ایدیھم ومن خلفھم

مفسرین نے یہ معنے کئے ہیں کہ جو رسول آیا اس نے ہر ذریعہ سے ان کو سمجھایا اس عموم تبلیغ کو بین ایدیھم ومن خلفھم سے تعبیر کیا۔

(۲) کچھ رسول سامنے آئے اور کچھ وہ جو ان سے پہلے ہو چکے۔ ان کے حالات ان کو سنائے گئے

لانزل ملٰٓئکۃ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رسول خدا کی طرف سے آئے تو فرشتے آئے تاکہ ہر طرح سے ممتاز رہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ رسول جو آتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ نہ مانوگے تو اجر ملیگا نہ مانوگے تو عذاب ہوگا۔ جو فرشتے لاتے ہیں۔ پس وہ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ ہم تمہارا رسالت کے منکر ہیں ضرور تھا کہ عذاب کے فرشتے ہم پر نازل ہو جاتے

فانا - یعنی کیونکہ ہم

یجحدون - جحود کہتے ہیں باوجود حق کی تبلیغ کامل اور لاجواب ہوجانے کے پھر بھی انکار پر تلے رہنا۔

صرصراً - قلم چلانے سے جو آواز نکلتی ہے اسے صریر کہتے ہیں۔ ہوا بہت تیز چلے تو بھی ایک آواز نکلتی ہے۔ اس لئے اسے صرصر کہتے ہیں۔

نحسات - منحوس - عذاب تو اور قوموں پر بھی آئے مگر دنوں کے لئے منحوس ہونے کا ذکر صرف عاد کے لئے ہے۔ میرے ایک اُستاد نے مجھے بتایا تھا کہ ہر چیز کی تردید ضرورت کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ ایام اس قوم کے نزدیک اپنے ٹھاکروں کی عبادت کے واسطے بہت بابرکت سمجھے جاتے تھے۔ چونکہ انہی دنوں میں ان پر عذاب آیا اس لیے ان کی غلطی سمجھانے کے لئے نحسات فرمایا۔

عذاب الخزی - ایسا عذاب جس کا نتیجہ خزی ہو۔

الحیٰوۃ الدنیا - وہ زندگی جو قریب ہے نہ دُنیا کی زندگی۔

مورخہ ۲۰ فروری سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۴ - رکوع ۱۷)

(سورہ حٰم السجدہ رکوع ۳)

یوزعون - (۱) وزع کے معنے تقسیم کے ہوتے ہیں۔ (۲) توفیق وطاقت دینے کے (۳) ایک چیز جو بڑی جماعت ہے اس کے اگلے حصے کو روک دیا جائے تا پچھلے بھی شامل ہو جائیں۔ یہی تیسرے معنی مفسرین نے بھی پسند کئے ہیں۔

شہد علیھم - عام طور پر مسلمانوں میں یہ مشہور ہے کہ ہاتھ پاؤں گواہی دینگے گواہی کی کیفیت میں بحث ہے۔ یہاں پر اس گواہی کا ذکر نہیں جو بدیوں کے ثبوت کے لئے ہے بلکہ ظہور ندامت کے لئے ہے۔ فونوگراف و گریموفون سے یہ مسئلہ حل ہوگیا ہے۔ جیسے ہوا اور روشنی کی لہریں محفوظ کرلی جاتی ہیں اسی طرح انسان کے اعضاء پر اعمال کا اثر مرتب ہوتا رہتا ہے۔ ہم دُنیا میں بھی اس کا نظارہ دیکھتے ہیں۔

لِمَ شہدتم علینا - کیوں ہمارے خلاف گواہی دی۔ گواہی دینے والی تین چیزوں کا ذکر تھا۔ سمع۔ بصر۔ جلد۔ اب صرف لجلودھم فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کان۔ آنکھ سے بدیاں بالعموم کی نہیں جاتیں۔ بلکہ ان کی گواہی تو صرف یہ ہے کہ ماموران الٰہی کے مواعظ اس نے سنے اور آیات بینات دیکھے۔ پھر انسان جب بدی کرتا ہے تو اس میں تمام وجود شریک ہوتا ہے۔ اس لئے چمڑے کا ذکر فرمایا۔

انطق کل شیٔ - جس نے گویا کیا ہر شے کو۔ اس سے بھی اس گواہی کی کیفیت کا مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ نباتات جمادات اور کئی پرند۔ چرند انسان کی طرح بولتے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز دنیا کی اللہ تعالیٰ کی ہستی کی گواہی دی رہی تھی تم نے انکار کیا۔ تو اب ہم بھی تمہارے خلاف گواہی دینے پر مجبور ہیں۔

ھو خلقکم - اسی نے تم کو پیدا کیا۔ والیہ ترجعون اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ھو و الیہ کی تقدیم پر غور کرو۔ اس میں قیامت کے قیام اور ہر چیز کے نطق کا ثبوت دیا ہے۔ رجوع کے دو معنی عربی میں ہوتے ہیں۔ ایک جگہ سے جہاں پہلے ہو جا کر وہاں آجاوے۔ (۲) انسان کے جسقدر معاملات ہیں کسی دوسرے کے قبضے میں ہو جائیں۔ یہی دوسرے معنی یہاں مقصود ہیں۔ ایک عالم ابتلاء ہے یعنی یہ دُنیا جس میں تمام پوشیدہ کمالات جو انسان کے اندر ہیں آزادی سے ظاہر ہوسکتے ہیں۔ لیکن ایک اور عالم ہے جب لمن الملک الیوم کا رنگ ہوگا۔ جب کہ کلی انسان دوسرے کے ارادہ کے ماتحت ہوجائیگا۔

وماکنتم - اور تم نہیں چھپاتے تھے اس خوف سے کہ گواہی دینگے تم پر الخ دُنیا میں اکثر بدکار اکثر بدی چھپا کر کرتے ہیں۔ مگر سمع وبصر وجلد سے چھپانے کے لئے نہیں۔ اگر انسان کو یقین ہو کہ یہ سمع وبصر وجلد گواہی دینگے تو ان سے بھی چھپا کر کرتا جو ناممکن ہے پس وہ بدی ہی نہ کرتا۔ لیکن تم کو یہ گمان تھا کہ خدا کو علم نہیں کہ تم کیا کرتوتیں کرتے ہو۔ نبی کریم صلعم کے پاس دو صحابی یہ بحث کرتے ہوئے آئے تھے کہ خدا تعالیٰ آہستہ آواز بھی سُنتا ہے یا نہیں جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس زمانہ میں ایسے لوگ تھے جو اس قسم کے خیالات کے تھے کہ خدا کو ہمارے اکثر کاموں کا علم نہیں۔ اب بھی فلسفی اسبات کے قائل ہیں کہ خدا کو جزئیات کا علم نہیں۔ پھر اس پہلو سے بھی دیکھو کہ یوں تو بدی ایک بچے کے سامنے کرنے سے بھی جھجک ہوتی ہے۔ مگر وہ خدا تعالیٰ جو حاضر و ناظر ہے اس سے خوف نہیں کھایا جاتا۔

اردٰکم - ردی کہتے ہیں موت کو۔ اردٰکم - ہلککم

فالنار مثوی لھم - الصبر مفتاح الفرج مشہور ہے۔ مگر یہ لوگ صبر بھی کرینگے تو آگ ہی ٹھکانا۔

ان یستعتبوا - عتبہ۔ چاہنا۔ یعنی اپنی تکلیف کا رفع کرنا۔ دوسرے مانگنا معنی ہوے اگر وہ تکلیف کا رفع چاہکر خوشی پر آنا چاہینگے تو ایسا نہ ہوگا۔ خلیفۃ المسیح نے یہ معنی بھی کئے کہ اگر وہ چوکھٹ پر آنا چاہینگے تو انھیں نہ آنے دیا جائیگا۔

قیضنا لھم تعینات کر دئے۔

قرناءَ - ساتھی۔

مابین ایدیھم وما خلفھم - بدی کی تحریک کچھ تو اس قوم کی بدصحبت سے ہوتی ہے جس میں وہ رہتا ہے۔ اور کچھ اپنے باپ دادا سے ورثہ میں پاتا ہے۔ وہ کام جو سامنے ہوتے تھے اور وہ کام جو ان کے پیچھے ہوتے رہے۔ یعنی باپ دادا کرتے رہے۔

حق علیھم القول - ثابت ہوگئی ان پر بات یعنی فرد جرم لگ گیا۔

مورخہ ۲۱ فروری سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۴ - رکوع ۱۸)

(سورہ حٰم السجدہ رکوع ۴)

قرآن مجید میں اکثر جگہ فعل ماضی ہوتا ہے۔ مگر اس سے مراد آئندہ زمانہ ہوتا ہے۔ ماضی اس لئے تا۔ اس کے وقوع کے پختگی پر دلالت کرے۔

قال الذین کفروا - کافر کہہ رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی کہینگے۔ ایک زمانہ میں کفار کہتے تھے کہ کوئی قرآن سننے نہ جائے۔ لیکن جب لوگ نہ رکے اور روحانیت نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا تو پھر یہ تجویز کی کہ ان کے ساتھ مقابلہ کیا جاوے۔ لیکن اس سے بھی عاجز آگئے۔ ان آیات میں ابتدائی زمانہ کا ذکر ہے۔ حضرت ابوبکرؓ قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ جب ان کا اثر پڑھنے لگا تو ان کو مجبور کیا کہ وہ مکہ سے نکل جائیں۔ چنانچہ آپ چلے گئے۔ لیکن راہ میں ایک رئیس جس پر آپ کا احسان تھا انھیں اپنے ساتھ لے آیا۔ پہلی شرط انھوں نے یہ پیش کی کہ قرآن نہ پڑھیں۔ لیکن حضرت ابوبکر نے نہ مانا۔ آخر بہت جھگڑے کے بعد صلح ہوئی۔ آپ نے

مسجد کوکان ۔ پری ۔ وہاں کچھ بزازی بھی فروخت کرتے ۔ اور قرآن بھی سنا دیتے ۔ آخر کفار مشرکین نے تنگ آکر یہ تجویز کی کہ جاکر کچھ شور ڈالدیا جائے تا مطلب فوت ہو جائے ۔

اَسْوَاَ ۔ بدترین ۔ بہت بُری ۔ یعنی ان کے کاموں میں سے جو بدترین کام ہیں ان کی ہم سزا دینگے ۔

یہ یاد رہے کہ قرآن مجید میں جہاں الذین کفروا آتا ہے وہاں عام کفار مراد نہیں ہوتے بلکہ وہ کافر جو ضدی کافر ہوئے اور حق کو سمجھ کر پھر نہیں مانتے ۔ یہ بات طرز قرآنی سے ثابت ہوتی ہے ۔ ہر کتاب میں اصطلاحی امور بھی ہوتے ہیں ۔ چنانچہ صلوٰۃ ایک خاص ہیئت و کیفیت سے عبادت الٰہی کا نام ہے ۔ ایسے ہی زکوٰۃ خاص شرائط کے ساتھ صدقہ کا نام ہے ۔ دوم یہ بھی مخفی نہ رہے کہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ جو مسائل سلسلہ احمدیہ سے خاص ہیں ان کے متعلق قرآن سے ۔ دلائل ڈھونڈنے کا خیال رکھا کرو ۔

مثلاً یہ مسئلہ ہم کو حضرت مسیح موعودؑ نے بتلایا ہے کہ جہنم ابد الآباد کے لئے نہیں ۔ وہ بطور علاج و اصلاح ہے ۔ نہ محض دکھ و عذاب دینے کے لئے ۔ یعنی جہنم ۔ شفاخانہ ہے نہ سزا خانہ ۔ اور جیسے شفاخانہ میں بعد از شفا کوئی نہیں رہتا ایسا ہی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اس میں کوئی نہ رہیگا ۔

ایسا ہی جنت و دوزخ کے انعامات و عذابات کے متعلق آپ نے فرمایا کہ یہ سب ہمارے اعمال کے اظلال و آثار ہونگے ۔

چنانچہ ان آیات میں لنجزینّھم آیا ہے جس سے یہ دوسرا مسئلہ خوب سمجھ میں آجاتا ہے

دَارُالْخُلْدِ ۔ رہنے کا گھر ۔ خلد سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ کفار ہمیشہ دوزخ میں رہینگے کیونکہ خلد کے معنی ابد الآباد کے نہیں ۔ بلکہ مدت دراز کے ہیں ۔

بما کانوا بآیٰتنا یجحدون ۔ یہ اسوا الذی کانوا یعملون کو کھول دیا ہے ۔

وقال الذین کفروا ۔ اور کہینگے وہ لوگ جو کافر بنے ہیں ۔

الذین ۔ یہ دو کون ؟ من الجن والانس

مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ ۔ ذلیلوں میں سے ۔

دنیا میں لوگ اس واسطے شرک کرتے ہیں کہ یہ معبود ہماری سفارش کرینگے ۔ ہماری عزت کا موجب بنینگے ۔ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمادیا کہ خود مشرک اقرار کرینگے ہم ذلیل ہوئے اس لئے وہ چاہینگے کہ داعیان شرک بھی ذلیل ہوں ۔

اب دوسرے گروہ کا ذکر فرماتا ہے ۔ جو محض اللہ کی تعظیم کرتے ہیں ۔ کہ ملائکہ تک جو اعلیٰ مخلوق ہیں ایسے موحدین کے خدام و معاونین بن جاتے ہیں ۔

استقاموا ۔ سیدھی راہ پر اللہ کی صفات کے ماتحت چلتے ہیں ۔

یعنی جب اللہ کو رب مان لیا ۔ تو پھر کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو اس عقیدے کے خلاف ہو ۔ استقامت بڑی مشکل ہے ۔ نبی کریم صلعم فرمایا کرتے تھے ۔ مجھے سورہ ہود نے بڈھا کر دیا ۔ ایک بزرگ نے خواب میں آنحضرت صلعم سے پوچھا ۔ کس آیت کے مضمون سے ؟ تو آپ نے فرمایا حکم استقامت جس سے ظاہر ہوا ۔ یہ استقامت بڑی بات ہے ۔

لا تحزنوا ۔ مت کُڑھو ۔ خوف و حزن میں فرق ہے اور قرآن مجید میں یہ لفظ اکٹھے آئے ہیں ۔ مفسرین لکھتے ہیں خوف آئندہ خطرے کے متعلق ۔ اور حزن جو گذر چکا ہو اس کے متعلق ۔ مگر یہ ٹھیک نہیں ۔ چنانچہ سورہ یوسف میں حضرت یعقوب نے آئندہ کے واقعہ کے متعلق حزن لکھتے ہیں ۔ انی لیحزننی ان تذھبوا بہ

میری سمجھ میں یہ فرق ہے ۔ خوف خطرہ پیش آمدہ کے متعلق ڈر کا نام ہے ۔ اور حزن بے چینی و اضطراب کو کہتے ہیں ۔

نحن اولیٰؤکم ۔ ابشروا بالجنۃ سے بعض نے یہ خیال کیا ہے کہ آخرت کے متعلق بشارت دیتے ہیں ۔ یہ صحیح نہیں ۔ جنت دو ہیں ۔ ایک دنیا میں ۔ ایک آخرت میں ۔ چنانچہ فرمایا ۔ ولمن خاف مقام ربہ جنّتٰن ۔ پس مومن پر دنیا میں مصیبتیں پڑتی ہیں ۔ مگر وہی مصیبتیں آخر کار اس کے لئے انعام الٰہی بن جاتی ہیں ۔ اور ساتھ ساتھ اس کو بشارتیں ملتی رہتی ہیں ۔ چنانچہ فرشتے کہتے ہیں : ہم تمہارے دوست و مددگار ہیں ۔ اس زندگی میں جو قریب ہے ۔ اور اس میں جو پیچھے آنے والی ہے ۔ الآخرۃ صفت ہے اور یہ قیامت کا نام نہیں ۔

نُزُلًا من غفور رحیم ۔ یہ مَا تَشْتَهِیْ اَنْفُسُکُمْ کی وجہ بتائی کہ تم پھر خدا کے مہمان بن جاؤ گے ۔ وہ خود تمہاری ضرورتوں کا کفیل ہو جائیگا ۔

نُزُل اس چیز کو کہتے ہیں جو مہمان کو سب سے پہلے پیش کی جائے ۔ اعزازی طور پر

۲۲ ۔ فروری سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۴ ۔ رکوع ۱۹)

(سورہ حٰم السجدہ رکوع ۵)

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا ۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں پر جبری حکومت نہیں پسند فرمائی اس لئے اعتراض پر صرف ڈانٹ ہی نہیں بتاتا جیسا کہ حکام کے شایان شان ہے ۔ بلکہ وہ اس اعتراض کو دلائل سے رد فرماتا ہے ۔

قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ یعنی اپنی تمام زندگی سے خواہ بذریعہ اقوال خواہ بذریعہ افعال اپنے تئیں فرمانبرداروں سے ظاہر کرتا ہے ۔

وَلَا تَسْتَوِی ۔ اس سوال کا جواب کہ ہمیں یہ کیونکر معلوم ہو کہ یہ نیک ہے یہ بد ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیکی اور بدی کی حقیقت پر غور کرنے سے خود بخود یہ بات معلوم ہو جاتی ہے ۔ بلحاظ اثرات و نتائج بھی یہ دونوں چیزیں الگ ہیں ۔ نبی کریم صلعم نے بھی ایک اصول بتایا ہے دع ما یریبک الی ما لا یریبک ۔ جو چیز تجھے دل میں کھٹکتی ہے اسے چھوڑ دے اور اختیار کر اسے جو نہ کھٹکے ۔

ادفع بالتی ھی احسن ۔ بعض اوقات فوری جوش میں امتیاز نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے ایک عمدہ طریق بتایا ہے کہ صبر سے کام لیا جائے ۔ جوش کے رفع ہونے پر اصل کیفیت کھل جاتی ہے ۔

یُلَقّٰھَا ۔ تلقی بالقبول کے معنے ہیں ۔ خوشی سے کسی بات کو مان لینا ۔

صبر کہتے ہیں اس مصیبت کو برداشت کرنے کو جو کسی فعل یا ترک فعل سے حکم الٰہی کے ماتحت پیش آوے ۔

ذو حظٍّ عظیم ۔ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو متاع قلیل فرماتا ہے ۔ پس اندازہ کرو کہ عظیم کتنا بڑا ہوگا ۔

فاستعذ باللہ ۔ یہ غیظ و غضب کے روکنے کا طریق سکھایا ۔ کہ دعا کرو اور خدا سے دو پناہ مانگو ۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ ۔ اصل بات اس سورۃ میں یہ تھی کہ اس میں کتاب کے آنے اور کتاب کی مخالفت کا ذکر ہے ۔ پہلے شرک کو رد فرمایا اور ھٰؤلاءِ شفعاؤنا کی غلطی ظاہر کی کہ وہ معبودان باطل ان کی ذرا بھی امداد نہ کر سکینگے ۔ پس موحد بن جاؤ ۔ تو اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق تمہاری معاون ہوگی

(باقی آئندہ)

حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے درس قرآن شریف کے نوٹ

پارہ چوبیسواں ۲۴

بقیہ رکوع نمبر ۱۹

بقیہ ۲۲۔ فروری سنہ ۱۹۱۱ء سورہ حٰم السجدہ رکوع ۵

گذشتہ سے پیوستہ

اب اسی بات کو دوسرے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ کفار مشرکین کہتے تھے کہ یہ معبود ہمارے خدا کی صفات کے مظاہر ہیں۔ چنانچہ سورج و چاند کو نور خدا کا مظہر جانتے ہیں۔ اہل پارس کے نزدیک ان کی ایسی عظمت تھی کہ وہ دنیا کے تمام پیش آمدہ واقعات کو انہی چیزوں کی طرف منسوب کرتے۔ اور یہ غلطی ان کے لٹریچر میں ایسی داخل ہوئی کہ بڑے بڑے موحد مسلمانوں کو یہ لفظ صرف زبان کے لحاظ سے استعمال کرنے پڑے۔ فلک بامن چہ کردی۔

خدا نے فرمایا کہ یہ تو صرف نشان ہیں یعنی ان سے خداوند زمین و آسمان کی قدرتوں کا علم ہوتا ہے پس عبادت اسی کی چاہیئے۔

استکبروا۔ تکبر کے معنے۔ بطر الحق وغمط الناس۔ حق کو پھینک دینا اور لوگوں کو حقیر جاننا

یسبحون۔ تسبیح۔ خدا کے تمام صفات کو نقصوں سے پاک بیان کرنا اور تقدیس خدا کے تمام افعال کو نقصوں سے پاک جاننا۔

خاشعۃ۔ دبی پڑی۔ خشک۔

علی کل شیٔ قدیر۔ ہر ایک چاہی ہوئی بات پر قادر ہے۔ شاء۔ یشاء۔ شیئاً۔ مصدر ہے یہی معنے صحیح ہیں۔

قرآن مجید میں دو قسم کے دلائل قیامت کے متعلق بیان کئے گئے ہیں ایک امکانی یعنی یہ امر ہو سکتا ہے۔ دوم فعلی یعنی یہ ثابت کرنا کہ یقیناً ہوگی یہ ان لوگوں کا جواب ہے۔ کہ جو امکان قیامت تو مانتے ہیں۔ مگر اس کا وقوع ضروری نہیں سمجھتے۔ یہ دلیل جو اس آیت میں بیان کی ہے۔ امکانی ہے۔

یلحدون۔ الحاد۔ ایک چیز کو اپنے اصل رستے سے پھیر کر ادھر اُدھر لے جانے کو کہتے ہیں

اٰمناً۔ امن والا (نہ امن دینے والا)

بالذکر۔ ہر چیز کے نام مختلف وجوہات سے رکھے جاتے ہیں۔ قرآن کا نام ذکر ہے مفسرین نے اس کی دو وجہیں لکھی ہیں ایک تو اس لئے کہ ایک مسئلہ کو بار بار یاد دلاتا ہے۔ دوم یہ کہ فطرت انسانی میں جو باتیں رکھی گئی ہیں ان کو یاد دلاتا ہے ایسا ہی جو تعلیم پہلی الہامی کتابوں میں نازل ہو کر بھول چکی ہے اس کو یاد دلاتا ہے۔

لا یاتیہ الباطل۔ باطل اور حق کا مقابلہ تھا اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً۔ پس اس آیت میں فرمایا کہ نہ باطل پہلے غالب ہو سکا نہ اب ہوگا نہ آیندہ کسی زمانہ میں ہوگا۔ علوم کس قدر ترقی کریں۔ قرآن کی تعلیم پر کوئی اعتراض نہیں پڑیگا۔

لذو مغفرۃ۔ یہ معنے نہیں کہ کفار کو یونہی بخشدیگا بلکہ یعفوا عن کثیر اس کی شان ہے چنانچہ اسی لئے آگے ذو عقاب فرمایا۔

لولا فصلت آیتہ۔ کتاب فصلت آیاتہ اور کتاباً مفصلاً کے معنے اسی سے حل ہو گئے کہ عربی زبان میں ہونے کا نام مفصل ہے کیونکہ عرب دوسری قوموں کو عجمی سمجھتے۔

ینادون من مکان بعید۔ ایک معنے یہ کہ قیامت کے دن دور سے پکارے جائینگے یعنی خدا کے نزدیک نہ آنے پائیں گے۔ دوم یہ کہ اس وقت ان کی یہ حالت ہے کہ جیسے دور سے کوئی آواز آئے۔ تو کچھ ٹھیک سمجھ نہیں پڑتی اسی طرح قرآن کو نہیں سمجھتے۔

۲۳۔ فروری سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۴۔ ۲۵۔ رکوع نمبر ۱)

(سورہ حٰم السجدہ رکوع نمبر ۶)

نبی وحدت قائم کرنے کے لئے آتا ہے مگر بدقسمتی سے ایک گروہ اس کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوتا ہے فاختلف فیہ۔ اس اختلاف و خلاف ورزی کا انجام ظاہر ہے کہ وہ ناکام غرق ہوئے۔

اس میں سمجھایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایک کتاب نازل ہوئی ہے اب اس میں اختلاف کرنے کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

ولولا کلمۃ سبقت من ربک۔ یہ عذاب فوری طور پر نہ آنے کی وجہ بتائی کفار کہتے کہ پھر قرآن مجید کی خلاف ورزی کی وجہ سے ہم پر ابھی سے عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ ایک کلام پہلے وارد ہو چکی ہے۔ ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔

(۲) ماکان اللہ لیعذبھم وھم یستغفرون۔ ہمارے مفسرین مسئلہ استغفار میں بہت حیران ہوئے ہیں کہ یہ مشرک کافر کی شان ہی نہیں کہ استغفار کرے اور اس کی استغفار مقبول نہیں اس بات میں وہ معذور ہیں۔ کیونکہ اونہوں نے کسی مامور کا زمانہ نہیں دیکھا۔ عذاب کے نشان ظاہر ہونے یا قریب آ لگنے پر بڑے بڑے کفار شوخی و شرارت چھوڑ کر خدا کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ ہم نے کئی منکران مہدویت کو دیکھا ہے کہ وہ تہجد کی نمازوں میں عذاب سے بچنے کی دعائیں کرتے۔

تیسری وجہ عذاب کے رُکنے کی اور بھی بتائی ہے وہ یہ کہ انہی لوگوں میں کئی اسلام کو قبول کرنے والے ہیں یہ علم اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے یہ بڑے بڑے شدید کافر تھوڑے سے حالات بدلنے پر مومن ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے۔ تو اسی مکہ کے رہنے والوں میں سے سینکڑوں مسلمان ہو گئے کئی ایسے مسلمان تھے۔ جو ہجرت کرنے

پر قادر نہ تھے اس واسطے بھی عذاب رُکا رہا۔ آخر جب یہ سب مرحلے طے ہو چکے تو پھر عذاب بھی آیا اور عذاب آنے سے پہلے بہت سا حصہ ان کفار کا مسلمان ہو گیا ہاں حضرت موسیٰ کی قوم میں سے ایسے لوگ نہ تھے اس لئے اُنپر ایسا عذاب آیا کہ وہ ہلاک ہو گئے۔

منہ۔ اس شرؔ و پیشگوئی سے۔

مریب۔ ریب کہتے ہیں اضطراب اور ہلاکت کو وہ شک میں ہیں ایسے شک میں ہیں جو اضطراب میں رکھنے والا ہے یا جو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔

فلنفسہ۔ اس کا فائدہ اس کی جان کے لئے ہے۔

فعلیہا۔ اس کا نقصان اس کی جان پر ہے۔

چوں کہ اس جگہ اعتراض کا موقعہ تھا۔ کہ دنیا میں بڑے بڑے لوگ ہوتے ہیں اور وہ عذاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں پھر یہ کہ ہمارے باپ دادا پر بھی ایسی ایسی مُصیبتیں نازل ہوتی رہی ہیں اس کے جواب میں فرمایا کہ تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہر ایک اپنی بدعملی کا نتیجہ بھگتتا ہے۔ ہمارے مُفسرین ما ربک بظلام للعبید میں بہت حیران ہوئے ہیں کہ ظلام نہیں تو کیا ظالم ہے؟ بندگان خدا نے یہ خیال نہیں کیا کہ دوسرے مقام پر صراحتاً ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اللہ ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔ ولا یظلمون فتیلاً۔ نص صریح کو اشارہ النص پر بہر حال ترجیح ہے اور یہاں تو ان کے قول کو رد کیا گیا ہے کہ تم اس اعتراض سے گویا خدا کو ظلام بناتے ہو حالاں کہ وہ ظلام کیا بلکہ ظالم بھی نہیں

یہاں چوبیسویں پارہ کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز پارہ پچیسواں

اب ایک اور سوال اُٹھا کہ اچھا عذاب آئیگا تو کب آئے گا۔ فرماتا ہے۔

الیہ یرد علم الساعۃ۔ الساعت کے معنے مُفسرین بالاتفاق قیامت لیتے ہیں لیکن قرآن مجید کے ماقبل مابعد سیاق سباق دیکھنے سے واضح ہے کہ الساعت سے مراد وہ گھڑی ہے جس میں کسی قوم پر عام تباہی و ہمہ گیر آفت آوے۔

اکمامہا۔ کم عربی زبان میں آستین کو کہتے ہیں کیوں کہ یہ کلائی کو چھپانے والی ہے اس لئے میوؤں اور خوشوں کے غلاف کا نام اکمام ہے۔

من ثمرات۔ من تعمیم کے لئے ہے اس کے معنے "سے" غلط ہیں بلکہ معنے ہیں۔ نہیں نکلتا کوئی بھی پھل۔

تجربہ کر کے دیکھ لو انسان پر خواہ کس قدر مصیبت آوے وہ بظاہر یہی کہتا ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ بالفاظ دیگر گویا خدا پر بھی معترض ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں سمجھایا کہ پھلوں کا معاملہ دیکھو۔ پکنے سے پہلے کئی پھل ضائع ہوتے ہیں اور بعض میں پک کر کیڑا لگ جاتا ہے پس جو گرتا ہے یا ضائع ہوتا ہے ضرور اس کے اندر کوئی نقص ہوتا ہے ایسا ہی انسان بھی تباہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر کوئی نقص ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کی ابتدا منی کے کیڑوں سے ہے۔ اب خدا ہی جانتا ہے کہ وہ آخر میں کس طرز و پایہ کا انسان ہوگا اور وہی اس کی استعداد و حالت کے مطابق پرورش کرتا ہے اب اگر اس میں کوئی نقص ہو تو ضائع ہوتا ہے۔

ماما من شہید۔ اس دُنیا میں بھی یہ نظارہ دیکھ لو جب عذاب آجائے۔ وہی شریر جو دوسروں کو اُکساتے رہتے ہیں اس وقت الگ ہو جاتے ہیں

ضل۔ کھو جائیگا۔ گم ہو جائیگا۔

ظنوا۔ ظن کے معنے مُفسرین یقین کے لیتے ہیں۔ دراصل اس موقعہ و محل کے مناسب ظن یقین کا فائدہ دیتا ہے۔

محیص۔ مصدر ہے بمعنے خلاصی

لایسئم۔ نہیں تھکتا۔

فیؤس۔ عام طور پر انسان سختی اور مُصیبت کے وقت ناامید ہو جاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ مومن کبھی ناامید نہ ہو۔ ایمان بین الخوف والرجاء۔ ہوتا ہے۔

ھذالی۔ یعنے یہ مجھ پر فضل نہیں ہوا بلکہ میرا حق ہے اور میں اس کا مستحق تھا۔ ایک ملازم تنخواہ لینے کے وقت سوداگر نفع لیتے ہوئے یہی سمجھتا ہے یہ میری محنت کا نتیجہ ہے مگر یہ نہیں سوچتا کہ سب اسباب اور کام کرنے والے اعضا سب اسی سچے مولیٰ کے دئے ہوئے ہیں

للحسنیٰ۔ حالۃ حسنیٰ۔ اچھی حالت ہے۔ جیسے عام طور پر بعض لوگ کہتے ہیں شکر خورے کو شکر مل ہی جاتی ہے۔

ناٰ بجانبہ۔ ناٰ کے معنے دور ہونے کے ہیں۔ دُور ہو جاتا ہے اپنے پہلو کے ساتھ۔ جب انسان کسی کو ملتا ہے تو پہلو ملا دیتا ہے اور جب ہٹتا ہے تو پہلو ہٹا لیتا ہے۔ (۲) ب برائے تعدیہ دُور کر دیتا ہے اپنے پہلو کو دونو معنے صحیح ہیں۔

فذو دعاء عریض۔ سعید انسان وہ ہے۔ جو مس شر سے پہلے دُعا کرے۔ دنیا میں بھی یہ نمونہ دیکھ لو۔ اگر مصیبت میں گرفتار ہو کر اور حاجت مند بن کر کوئی کسی کے پاس جائے اور اس کی تعریف و تعظیم کرے تو چنداں اثر نہیں ہوتا لیکن اگر غرض سے پہلے کوئی کسی کی تعظیم و تعریف کرے تو ضرور اس کا خیال ہو جاتا ہے

ارایتم۔ کیا تم نے دیکھا ہے۔ بامحاورہ اس کے معنے ہیں بتاؤ تو سہی (اخبرونی)

ان کان۔ جس بات کو شروع کیا اسی پر آگیا کہ اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہو (جس کو تم سننے نہیں دیتے اور مقابلہ کر رہے ہو)

ثم۔ جیسے دیر کے اظہار کے لئے آتا ہے ایسا ہی مرتبہ میں فرق کے اظہار کے واسطے بھی آتا ہے ثم لا کر جتایا کہ یہ بہت ہی مستبعد بات ہے کہ خدا کی طرف سے کتاب آوے اور پھر اس کا انکار کیا جاوے۔

من اضل منکم کی بجائے ممن ھو فی شقاق بعید وجہ ضلالت بیان کرنے کے واسطے فرمایا۔ کہ اضل اس لئے کہ وہ خدا کی مخالفت کرتا ہے

فی انفسہم۔ یہ اس لئے کہ انسان عالم صغیر ہے۔ پس اس کے نشان جیسے آفاق میں ہیں خود انسان کے اندر بھی ظاہر ہوں گے۔

اولم یکف۔ مخالف باوجود تبین حق کے کہہ سکتا ہے کہ حق ظاہر نہیں ہوا۔ اس لئے فرمایا کہ ان کو بکنے دو۔ خدا ان کو سزا دیگا وہ خوب جانتا ہے کہ انپر اب حق کا انکشاف ہو چکا ہے۔

فی مریۃ۔ تمام برائیوں اور شرارتوں کی جڑ یہی ہے کہ خدا کے حضور حاضر ہونے سے شک میں ہے۔

محیط۔ یہ مطلب نہین کہ چادر کی طرح لپیٹتا ہے بلکہ یہ کہ ہر چیز اس کے قابو مین ہے۔

مورخہ ۲۵ فروری سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵۔ رکوع ۲)

(سورۃ الشوریٰ رکوع ۱)

اس سورۃ کا نام شوریٰ ہے۔ حالاں کہ اس میں مشورہ کا حکم کھلا کھلا نہین۔ جیسے وشاورھم فی الامر وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورۃ ایک شوریٰ کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔ مکہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت شروع کی۔ تو کفار نے مقابلہ رسالتمآب کے واسطے دار الندوہ مین مشورے شروع کئے۔ جو اہم امور میں شوریٰ کرنے کے لئے مقرر تھا۔ چوں کہ خدا نے اس خفیہ مشورہ کی خبر دی اور پھر اس مشورے کی مقابل پیشگوئی کامیابی کی فرمائی اس لئے اس کا نام سورۃ شوریٰ رکھا۔

حٰمٓ۔ مقطعات کے متعلق صحابہ سے مختلف روایات ہیں مگر ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ کے اسماء وصفات کی ان سے تعبیر کی گئی ہے۔

ح۔ حافظ الکتاب م۔ منزل الکتاب

چنانچہ اس سورۃ میں کتاب اللہ کی حمایت وحفاظت ونزول کا ذکر ہے۔

عسق۔ عین سے تمام اسماء الٰہی مراد ہیں۔ جن کے پہلے ع آتا ہے۔ جیسے علی علیم علیم اور عزیز۔ چنانچہ یہ سب نام اس سورۃ میں آئین گے اور ایسا مضمون آئیگا کہ اس سے خدا کا ان صفات سے متصف ہونا ثابت ہوگا۔

س۔ سے سمیع

ق۔ سے قادر۔ قدیر۔ قہار۔

اللہ۔ اس اسم ذات کے لانے سے یہ مقصود ہے کہ یہ کام جمیع صفات سلبی وثبوتی کا مظہر ہے۔

العزیز۔ غالب ہے جو اس کا منشا ہو پورا ہوکر رہتا ہے۔

الحکیم۔ اپنے منشا کو حکمت بالغہ سے پورا کرتا ہے۔

لہ ما فی السموات۔ اس مین سمجھایا کہ انسان جو کسی چیز کو روک یا پھیلا سکتا ہے تو اسباب ہی سے کام لیتا ہے۔ پروردگار فرماتا ہے کہ جب سب کچھ خدا کا ہے تو پھر اسی کے مقابل اسی کی چیزوں سے کیا مدد لے سکتے ہیں پس جب سب کچھ اسی کا ہے تو وہ ضرور اس اپنے مذہب کو تمام موانعات دور کر کے پھیلائے گا۔

یتفطرن۔ پھٹ پڑے۔ یہ مطلب نہین کہ آسمان ٹھوس چیز ہے اور وہ پھٹیگا۔ بلکہ دو دجہ سے خدا نے یہ لفظ فرمایا۔ (۱) یہ پیشگوئی ہو چکی تھی کہ جب بادل پھٹے گا تو عابد کہ ہلاک ہوں گے

ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملئکۃ۔ جنگ بدر میں تین ظاہری اسباب فتح کے تھے۔

(۱) خدا نے زور کی بارش برسائی۔ صحابہ کرام نے ایک گڑھا سا بنا کر پانی جمع کر لیا اور اس سے سب ضرورتین رفع کیں یہ ریتلی طرف تھی دوسری طرف کیچڑ ہو گیا۔ دوم لڑائی صبح کے وقت ہوئی۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرق کی طرف تھے۔ کفار مغرب کی طرف۔ سامنے آنکھوں پر سورج کی شعاعین پڑتین۔ سوم۔ ہوا تیز شروع ہوگئی۔ جو مشرق سے مغرب کو چلتی اور ریت اڑ اڑ کر کفار کی آنکھون مین پڑتی۔ اس کو قرآن شریف مین ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ سے بیان فرمایا گیا

پس اس امر کی طرف تکاد السموات یتفطرن۔ سے اشارہ فرمایا اور بادلوں پر سماء کا اطلاق قرآن مجید میں اکثر جگہ ہوا ہے۔ ونزلنا من السماء ماءً۔

یسبحون بحمد ربھم۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ باوجود ان کی ایسی کرتوتوں کے کہ قریب ہے آسمان پھٹ پڑے دیر کیون ہو رہی ہے۔ فرمایا اس لئے کہ فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں اپنے رب کی حمد کہتے ہوئے اور زمین والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں اس تاخیر عذاب کی اور وجوہات پہلے میں بیان کر چکا ہوں۔

دو آیتوں کے ملانے سے خوب معنے کھلتے ہیں۔ ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم

(۲) ۱۳ پارہ سورہ رعد رکوع ۲/۸ لہ معقبت من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔

معقبات سے بعض مفسرین نے اعمال انسانی اور محققین نے فرشتے مراد لئے ہیں اس آیۃ سے ظاہر ہے کہ گناہ لازم کر دیتے ہیں عذاب کو مگر فرشتوں کے استغفار کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی ہے۔

ھو الغفور الرحیم۔ مغفرت دو طرح پر ہے ایک تو کہ ایک حد تک سزا سے مہلت دینا دوم۔ بد نتائج سے محفوظ رکھنا اس مین توحید شرط ہے۔ خدا تعالیٰ کی ایک رحمت جو ربوبیت کے ساتھ ہے وہ کفار تک وسیع ہے۔

اللہ حفیظ علیھم۔ لہم نہیں فرمایا بلکہ علیہم اس کے یہ معنے ہیں کہ ان عملوں کو جو ان کی ہلاکت وضرر کا موجب ہیں اللہ محفوظ رکھتا ہے۔ ل۔ فائدہ کے لئے اور علیٰ ضرر کے لئے۔

کذلک۔ جیسا کہ ہم نے ان کی سزا اپنے ذمہ رکھی ہے (کیونکہ انسان کے گناہوں کا علم خدا ہی کو ہو سکتا ہے اور وہی پورے طور پر بیخ کنی کر سکتا ہے) اور یہ تم پر خدا کا فضل ہے اسی طرح تم پر یہ فضل بھی ہوا ہے کہ قرآن کو نازل کیا۔ وہ بھی ام الالسنہ میں نہ صرف ام القریٰ کے انذار کے واسطے بلکہ تمام جہان کے لئے یہ بستی بطور مرکز کے ہے۔

یوم الجمع۔ قیامت سے ڈرائے اور جنگ احزاب سے۔ چنانچہ اسے جمع سے اور مقام میں تعبیر کیا ہے (۱) سیھزم الجمع ویولون الدبر (۲) جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب۔

لجعلھم امۃ واحدۃ۔ وہ لوگ کہتے کہ تم نے آکر تفرقہ ڈالدیا۔ فرمایا یہ غلط ہے بلکہ ہم سب کو ایک مذہب پر جمع کر دیں گے (چنانچہ سارا جزیرہ عرب مسلمان ہو گیا) لیکن فی الحال اس میں تاخیر فرما دی۔ کیون کہ رحمت مین داخل کرنے کے ارادے کو جذب کرنے کے کچھ اسباب بھی ہوتے ہین۔ جب وہ اسباب پیدا ہو جائیں گے تو ایسا ہو جائے گا۔ چنانچہ آخر ہوا۔

مالھم من ولی ولا نصیر۔ بعض اوقات رحمت میں خدا تعالیٰ دوسرے کی طفیل کر لیتا ہے۔ جیسے کہ ابوھما صالحا۔ خضر وموسیٰ کے قصے مین آیا ہے لیکن یہ ایسے ظالم ہین کہ ان کا کوئی ناصر نہین ہو سکتا۔

یدخل من یشاء فی رحمتہ۔ کے دو معنے ہیں اللہ داخل کرتا ہے اپنی رحمت میں اس شخص کو جو خدا کی رحمت چاہے اور اپنے مین رحمت کے جذب کرنے کے سامان پیدا کرے

اور دوسرے معنے یہ کہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔

وھو یحیی الموتی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ دینی کافروں کو مسلمان کردیگا کیوں کہ وہ ہر چاہی ہوئی بات پر قادر ہے۔

مورخہ ۲۶ر فروری سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵ - رکوع ۳)

(سُورۃ الشّوریٰ رکوع ۲)

دو باتوں کا ذکر ہے۔ ایک تو اس شوریٰ کے متعلق جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خلاف کفّار نے کیا تھا۔ فرماتا ہے۔ کہ یہ جو تم نے اختلاف کیا اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ وہی اپنے فعل سے بتادیگا کہ حق کس طرف ہے۔ دوم۔ قرآن مجید کا یہ طرز ہے کہ جب کسی لفظ کے کئی ایک معنے ہوں تو دوسرے معنوں کا بھی اگرچہ مذہب سے تعلق ہے تو اس کا ذکر بھی آئے گا اور ان معنوں کے رُو سے بھی بحث ہوگی۔

اس اختلاف کا ذکر ہے۔ جو انبیاء کی تسلیم و نبوت کے متعلق بعض میں پیدا ہو جاتا ہے اس اختلاف کے مٹانے کا ایک ہی طریق ہے کہ مامور من اللہ حکم ہو کر آئے اور اس کی بیعت کر لی جاوے۔ ورنہ آپس کی بحثوں سے یہ مسائل حل نہیں ہوتے اسی لئے حکم الی اللہ فرمایا۔ گویا دونوں اختلافوں کا ذکر ہے۔ مشرکین مکّہ و اہل کتاب۔

فاطر السّموات والارض۔ اس اسلام کی کامیابی کے لئے کی برکت دونوں باتوں کے لئے زمینی و آسمانی اسباب ہی کام دیں گے اس لئے فرمایا۔ کہ یہ سب چیزیں ہمارے ہی ہاتھ میں ہیں اپنے منشاء کے مطابق ان سے کام لیں گے۔ کوئی ہمارے خلاف کوئی تدبیر کر کے کامیاب نہیں ہو سکتا۔

من انفسکم ازواجا۔ اسمیں بتایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ اور جوڑے بنانے پر قادر ہے ایسا ہی وہ اس نبی کے ساتھ اس کی جان نثار قوم بھی پیدا کردیگا۔

یذرؤکم۔ پھیلائے گا تم کو۔

فیہ۔ ہ کے مرجع میں اختلاف ہے۔ زمین ہو تو پھر ہا چاہیئے تھا۔ پس مفسّرین کے نزدیک یہ معنے ہیں کہ اسی کارخانہ زوجیت میں یعنے اسی زوج ہونے کے طریق سے پھیلائیگا۔

لیس کمثلہ شئی۔ جب خدا نے ہر چیز کا زوج بنایا ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا کے لئے بھی زوج ہے۔ فرمایا اس کی مثل کوئی چیز نہیں پس اس کا زوج کیسا۔

وھو السّمیع البصیر۔ لیس کمثلہ سے یہ وہم ہوتا ہے۔ تو پھر کیا ہم سنتے ہیں خدا سنتا نہیں ہم دیکھتے ہیں وہ دیکھتا نہیں۔ فرمایا۔ ایسا نہیں بلکہ سب صفات کاملہ اس میں ہیں مگر دوسروں کی مشابہت سے بالاتر۔

رایت ربّی فی صورۃ امرد شاب لہ وفرۃ (۲) خلق اللہ آدم علی صورتہٖ ایسی حدیثوں کے معانی سمجھنے میں فرقہ مجسّمہ نے بہت غلطیاں کھائی ہیں

لہ مقالید۔ جب یہ ذکر ہوا کہ آسمان و زمین ہم نے پیدا کیا۔ تمہیں بڑھائیں گے پھیلائیں گے۔ تو سوال پیدا ہوا۔ جو عرب والوں کے دلوں میں اُٹھنا ممکن ہے کہ جب ہمارے اور بھائی بھی آگئے تو کھائیں گے کہاں سے۔ کیوں کہ وہ ریگستان ملک تھا۔ فرمایا کہ تمہارا رزق بڑھائے گا اور دشمنوں کی جماعت گھٹائیگا۔ تو ان کا رزق بھی گھٹائیگا۔

شرع لکم۔ مقرر کیا ہے تمہارے لئے۔

وما وصینا بہٖ۔ آدم کی نسل میں سے جو عظیم الشان نبی آیا ہے وہ حضرت نوح ہیں ان کے بعد پھر حضرت ابراہیم۔ ان کے بعد موسےٰ۔ پھر ان کے بعد حضرت عیسیٰ۔ ان بڑوں بڑوں کا ذکر کر دیا کہ اس وقت کے مذاہب کے امام یہی تھے۔

نکتہ حضرت نوح و موسےٰ و ابراہیم علیہ السلام کے لئے وصّی آیا ہے اور نبی کریم کے لئے اوحینا۔ اس میں نکتہ یہ ہے۔ کہ جب امر دو باتوں تاکید (جس میں خلاف ورزی کا شبہ ہو) اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہو تو اسی وصّی کہتے ہیں

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جلالت شان بتائی کہ تمہیں وہ دین دیا گیا جن پر بڑے بڑے اولوالعزم صاحب کتاب رُسل کو کاربند رہنے کا حکم تھا۔ چہ جائیکہ ان کی اُمّت کو۔ گویا ایک طرف مُرسلان یزدانی کا ذکر ہے۔ دوسری طرف نبی کریم کی اُمّت کا۔ چنانچہ رسُولوں سے عہد بھی لیا گیا

لتومنن بہٖ ولتنصرنہٗ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خود فرمایا کہ اگر موسےٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو میرے تبع کے سوا چارہ نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت تمام قوموں تمام مکانوں اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا۔ کہ وحی کا حقیقی منصب اگر کسی کو دیا گیا تو خاتم النبیین کو۔ چنانچہ دوسرے رسُولوں کے متعلق اس تقابل میں وصّی فرمایا۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ بالذات خیر۔ بالذات رسُول نبی کریم ہیں۔

من ینیب۔ یہ من یشاء کو کھول دیا ہے کہ کس کا اجتبا چاہتا ہے۔ فرمایا جو اس کی طرف جھکے۔ یجتبی الیہ۔ میں بنی اسرائیل کے اس سوال کا جواب بھی دے دیا۔ جو نبوّت و وحی کا مستحق صرف اپنی ہی قوم کو سمجھتے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ جسے چاہے مصطفےٰ بنادے۔

الی اجل مسمّی۔ چنانچہ جب وہ وقت مقرر آیا۔ تو کچھ جلاوطن کئے گئے اور کچھ ہلاک ہوئے اور جو مسلمان ہونے تھے۔ وہ ہوگئے۔

من کتب۔ یعنی کتاب برحق کے معنے میں۔

لنا اعمالنا۔ ان اعمال کے نتایج سے پتہ لگ جاویگا کہ حق کس طرف ہو۔

یجمع۔ جمع کردیگا۔ چنانچہ ایک وقت آیا۔ جب تمام عرب مسلمان ہوگیا۔ دوم۔ قیامت کے دن ایسا ہوگا۔

یحاجون فی اللہ۔ خدا کے صفات مختصہ کا انکار۔ اس کے رسُولوں پر جو کلام نازل ہو۔ اس کے متعلق جھگڑا۔

بالحق۔ اس گڑی ہوئی چیز جس کے ساتھ کوئی تکڑی لگائے تو خود ہی تب وہ موحق کترین

المیزان۔ پہلی تعلیموں میں یہ نقص تھا کہ وہ تمام جہان یا تمام زمانوں کے مناسب حال نہ تھیں۔ فرمایا یہ کتاب ایسی ہے کہ ہر قوم ہر زمانہ کے مناسب حال ہے۔

وما یدریک۔ تم کیا جانتے ہو۔ الساعۃ۔ قوم کی تباہی کا وقت۔

مشفقون۔ اشفاق کے معنے ڈرنے کے ہیں۔ یمارون۔ قرآن مجید کا یہ لفظ کئی طریق پر ہے ایک مقام میں ہے۔ فلا تکونن من الممترین۔ فلا تمار فیھم الامراءً ظاھراً۔ مراء مصدر ہے یہاں جھگڑے کے معنے ہیں بس یہی معنے لئے جاوین گے۔

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے درس قرآن شریف سے نوٹ

پارہ پچیسواں ۲۵

رکوع نمبر ۴

مورخہ ۲۷۔ فروری سنہ ۱۹۱۱ء سورۃ الشوریٰ

رکوع نمبر ۳

الاٰخرۃ۔ آنے والی زندگی۔

منھا ۔ اس میں سے کچھ۔ من بعضیت کے لئے۔

پیچھے ذکر آیا تھا۔ یرزق من یشاء۔ اس من یشاء کی تخصیص سے ظاہر ہے کہ یہاں وہ رزق مراد نہیں جو سب کو بحیثیت رب العالمین ہونے کے دیا جاتا ہے۔

انسان کے اعمال کے تین رنگ ہیں (۱) محض دنیا کے لئے (۲) محض آخرۃ کے لئے (۳) کچھ دنیا کے لئے کچھ آخرت کے لئے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ جو آخرت کو چاہے۔ خواہ محض آخرت خواہ کسی قدر دنیا کو بھی۔ اس کی کھیتی میں بڑھا دیتے ہیں بہشت کے متعلق آیا ہے۔ مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔ پس جس قدر آرام ذہن میں آسکتا ہے یا کوئی اپنے نیک اعمال کی جزا سمجھتا ہے یا خواہش کرتا ہے یا دنیا میں پاتا ہے اس سے بھی بہت زیادہ دیا جائے گا۔

مالہ فی الاٰخرۃ من نصیب۔ یہ یرید حرث الدنیا کی سزا ہے۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ۔ مومنوں کو بھی دعا سکھائی گئی ہے۔ پس من کان یرید حرث الدنیا میں ایسی دنیا کی خواہش ہے۔ جس میں آخرت کے لئے کچھ بھی نیت نہیں لیکن اگر کوئی شخص دنیا کا کام اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے تو دنیا کا فائدہ بھی ہو گا اور آخرۃ میں بھی وہی امر مفید ہو گا۔

ولولا کلمۃ الفصل۔ امت دو قسم ہے۔ امۃ دعوت۔ یعنی جن کو حق کی طرف بلایا خواہ مانیں یا نہ مانیں۔ دوم۔ جو مان لیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت دعوت کی نسبت مقدر تھا کہ دوسری قوموں کی طرح ہلاک نہ ہو گی۔ جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں موجود ہیں استغفار کرتے ہیں اون میں سے سعید مسلمان نہ ہو جاویں۔

انّ الظالمین۔ ظلم کے معنے ہیں کسی کے حق یا منصب میں خلل اندازی۔ انّ الشرک لظلم عظیم۔ پس عام طور پر ظالمین سے مراد مشرک ہیں۔

وھو واقع بھم۔ مومن بھی ڈرتا ہے۔ مگر وہ اس خوف کی وجہ سے بچ جاتا ہے کیوں کہ وہ بوجہ خوف اس برائی کو چھوڑ دیتا ہے اور خدا کے حکم کے مطابق چلتا ہے۔ مگر مشرک محض ڈرتا ہے۔ لیکن نہ گندے عقیدے کو چھوڑتا ہے نہ خدا کو وہ منصب دیتا ہے جو اس کی شان کے شایان ہے۔

الا المودۃ فی القربیٰ۔ یہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے جن پر شیعہ قوم کو بڑا ناز ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیبیوں کی نسبت آیت تھی کہ میں ان کی تطہیر کروں گا چوں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بیٹی اور داماد سے بہت محبت تھی۔ وہ اہل بیت نہیں بن سکتے تھے اس لئے ان کی نسبت دعا فرمائی کہ الٰہی ان کو بھی اہل بیت میں داخل کر لے اسی واسطے ایک بی بی کو فرمایا۔ انت علی مکانک۔ یعنے تم تو پہلے ہی آیت تطہیر کی مصداق ہو اس بات کو نہ سمجھنے سے یہ معنے کئے جاتے ہیں (جس میں ہمارے مفسرین بھی شامل ہیں) کہ میں کچھ اور اجر نہیں مانگتا۔ صرف میرے رشتہ داران پنج تن پاک سے محبت کرو۔ نفس محبت سے تو ہمیں بھی انکار نہیں مگر یہ تخصیص ٹھیک نہیں۔

اس کے صحیح معنے یہ ہیں جو مجھے زمانہ طالب علمی میں بغیر مدد کسی استاد کے سمجھ میں آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں یہ تو تم جانتے ہو میں تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ پس جوش تبلیغ جو بھرا ہوا ہے وہ اس رشتہ قرابت کی وجہ سے ہے جو تمہارے ساتھ مجھے حاصل ہے یعنی بنی نوع انسان کی ہمدردی مجھے مجبور کر رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر فرماتے اور ایک دفعہ قسمیہ فرمایا کہ میرے اندر تبلیغ اسلام کا ایسا جوش ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور میں اس پر کوئی بھی اجر نہیں چاہتا۔ جب غلام احمد میں یہ بات تھی تو اس کے آقا میں تو ضرور اس سے بڑھ کر ہو گی۔

شکور۔ شکر کہتے ہیں کسی چیز کو قبول کرنا۔ خدا کا شکر ہے کہ خدا انسان کے ٹوٹے پھوٹے عمل قبول کر لیتا ہے۔

۲۸۔ فروری سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۵ بقیہ رکوع ۴

(سورۃ الشوریٰ بقیہ رکوع ۳)

ام۔ اس کے دو معنے ہیں ایک کیا (متصلہ) ایک بلکہ (منقطعہ) چوں کہ خداوند زمین و آسمان عالم الغیب ہے اس لئے حقیقی استفہام اس کی شان سے بعید ہے پس محققین کے نزدیک ام کے معنے "بلکہ" کئے جاویں گے۔

فان یشاء اللہ۔ مفسرین نے یختم علیٰ قلبک کے یہ معنے کئے ہیں کہ جو افترا کرے اس کے دل و دماغ پر ایسی آفت ڈالی جاتی ہے جس سے وہ اعلیٰ مدہ کی باتیں بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن غور کرنے کی بات ہے کہ یہاں صیغہ ماضی نہیں بلکہ ان آیندہ کے زمانہ کے واسطے ہوتا ہے۔ پھر یشاء۔ یختم مضارع ہے جو استقبال کے لئے ہے۔ پھر افترا کے

ختم علی قلب۔ کو لازمی کر دینا تھا۔ نہ کہ ان تشاء سے مشروط۔
پس صحیح معنے یہ ہیں کہ اگر خدا ان کو (اس پاداش میں کہ تجھے مفتری کہتے ہیں) سزا دینا چاہتا تو تیرے پر ختم کر دیتا اور تو رحم سے کام نہ لیتا اور ان کے لئے بددعا کر دیتا۔
اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ حضرت نوحؑ نے دعا کی۔ لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً۔ حضرت موسیٰؑ نے دعا کی۔ واشدد علیٰ قلوبہم فلا یومنوا حتیٰ یروا العذاب الالیم۔
نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب انبیاء سے زیادہ ستایا گیا ہوں۔ پس آپ بھی حق بجانب تھے اگر ایسی دعا کرتے لیکن بوجہ رحمۃ للعالمین ہونے کے آپؐ نے بددعا نہیں کی۔ اگر کی۔ تو آپ نے دعا فرمائی۔ جو قبول ہو گئی کہ ان کے لئے بہتری کا موجب ہو جائے۔
ویمح اللہ الباطل۔ یعنے خدا کو ان کی ذات سے کاوش نہیں بلکہ باطل کو مٹائیگا بکلمٰتہ۔ اپنی پیشگوئیوں کے ساتھ حق کو ثابت کرتا جاتا ہے۔
یقبل التوبہ۔ توبہ کہتے ہیں ایک طرف سے دوسری طرف رُخ کر لینے کو خدا کی معصیت جب کوئی بندہ کرتا ہے تو اس معصیت سے انسان کا رُخ شیطان کی طرف ہو جاتا ہے انسان کی توبہ کے یہ معنے ہوئے کہ شیطان سے منہ پھیر کر خدا کی طرف متوجہ ہوا۔ اور بہیمیت سے ملکیت کی طرف۔
یقبل التوبہ۔ یعفوا عن السیّاٰت۔ تاخیر عذاب کی وجوہ میں سے ہے۔
یعلم ما تفعلون۔ یعنی تمہاری کرتوں کو خوب جانتا ہے۔ مگر اپنی صفت غفاری وستاری کی وجہ سے درگذر فرما دیتا ہے۔
لہم عذاب شدید۔ مومنوں کی ترقی میں بھی کافروں کو ایک عذاب شدید ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مومنوں کو یکدم خدا ترقی دیدے اور ہر طرح کی کشائشیں بخش دے۔ فرمایا۔ لو بسط اللہ الرزق الایۃ
ینزل الغیث۔ قرآن مجید میں جہاں بارش کا ذکر آئے وہاں ایک تو وحی کے نزول کو ثابت کرتا ہے۔ (چنانچہ پارہ اوّل میں اوکصیب من السماء جیسے بارش میں ظلمات گرج۔ بجلی ہے۔ اسی طرح کلام الٰہی بعض کے لئے موجب ضلالت ہو جاتا ہے۔ اس میں وعید ہیں اور روشن دلائل بھی ہیں) یعنی جو خدا جسمانی تربیت کے لئے بارش ہر موسم میں اُتارتا رہتا ہے۔ وہ روحانی تربیت کے لئے بھی اپنا کلام نازل فرماتا ہے۔
دوم۔ قیامت کے ثبوت کے لئے بھی بارش کی مثال فرماتا ہے کہ جیسے بارش کے ذریعے سے کس قدر نباتات نکل آتی ہے اور ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح انسان پھر پیدا ہو سکتے ہیں۔
چونکہ ابتدا سورہ میں تنزل کتاب کا ذکر ہے اس لئے اس کے ثبوت میں فرمایا کہ ہمارا عام طریق ہے ایسے حالات میں ایک نبی کی بعثت کر دیتے ہیں اس میں یہ بھی سمجھایا کہ بارش بھی ضرورت کے وقت ہوتی ہے اسی طرح مومنوں کو بسط رزق کریگا۔ مگر یکدم نہیں بلکہ ایسی حالت پیدا کر کے جو ما قنطوا کی مصداق ہو چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے حتیٰ یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متیٰ نصر اللہ۔ پھر اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جب جسمانی بارش میں قومی تخصیص کوئی نہیں۔ تو روحانی بارش (نبوت) میں صرف

بنی اسرائیل ہی کی خصوصیت کیوں ہو۔
ومن اٰیٰتہ۔ ایک اور دلیل اس رحمت عامہ کے متعلق بیان فرماتا ہے (کہ وحی بنی اسرائیل سے خاص نہیں) وہ یہ کہ آسمان و زمین اس نے پیدا کئے ان تمام اشیاء میں سے ایک بھی ایسی نہیں۔ جو بنی اسرائیل سے خاص ہو پس وحی کیوں انہی سے خاص ہو۔
من دابۃ۔ چارپایوں سے اگر بنی اسرائیل فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو دوسری قومیں بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ یہی حال کلام الٰہی کا ہے۔
وھو علیٰ جمعہم۔ یہ اسی قرآنی طرز کے مطابق فرمایا۔ جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ ایک لفظ کے اگر کئی معنے ہوں تو دوسرے معنوں کو بھی اگر مذہب سے کچھ تعلق ہو۔ تو اس کے مطابق بھی کچھ فرما دیتا ہے۔ چنانچہ بارش کے ذکر سے قیامت کی دلیل بھی لائی جاتی ہے اس لئے اخیر پر اس کا بیان بھی فرما دیا

مورخہ یکم مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ پچیسواں ۲۵۔ رکوع ۵۔ سورۃ الشوریٰ رکوع ۴)

یعفوا عن کثیرا۔ اس میں سمجھایا کہ تمہیں جو تکلیفیں پہنچتی رہتی ہیں یہ نہ سمجھو کہ یہ سب گناہوں کا بدلہ ہو گیا۔ بلکہ خدا بہت سا حصہ معاف فرما دیتا ہے۔
بمعجزین۔ اللہ سے بھاگ نہیں سکتے۔
من ولی ولا نصیر۔ کفار کو اپنے جتھے پر بڑا گھمنڈ تھا اور یہ بھی کہ دوسری سلطنتیں ہمارے ممد معاون ہیں۔ فرمایا کہ یہ کچھ کام نہ دیں گے۔
ومن اٰیٰتہ۔ ما انتم بمعجزین کے ثبوت میں ایک ایسے موقعہ کا ذکر کرتا ہے جس میں سوائے خدا اور کوئی ان کا ناصر و ولی نہیں ہوتا۔
الجوار۔ جمع ہے جاریۃ۔ (چلنے والی) کی۔ صفت جب کسی شے کی زیادہ بولی جاوے تو وہی موصوف کی جگہ بولی جاتی ہے۔ پس جاریۃ سے مراد کشتی ہے۔
کالاعلام۔ علم کے دو معنے (۱) نشان (۲) پہاڑ۔ مفسرین نے دوسرے معنے لئے ہیں۔ مگر دُور سے جہازوں کے مستول علم ہی کی طرح نظر آتے ہیں۔
یسکن الریح۔ پہلے زمانہ میں کشتیاں ہوا کے زور سے چلتی تھیں۔ اب بھی جو جہاز چلتے ہیں۔ سٹیم ہی کے ذریعہ سے چلتے ہیں۔ جو ایک قسم کی ہوا ہے۔
علیٰ ظہرہ۔ پانی کی سطح پر۔
محیص۔ خلاصی۔ خلاصی کی جگہ اور وقت بھی معنی لے سکتے ہیں۔
بتایا کہ اس وقت صرف خدا کو اس لئے پکارتے ہیں کہ اور کوئی خلاصی کی صورت نظر نہیں آتی۔ آدمی کو چاہیئے کہ پھر اسی خدا پر بھروسہ کرے اور پھر اسی کی عبادت و اطاعت کرے جو ایسے مشکل وقت پر کام آتا ہے۔
الذین اٰمنوا۔ پیچھے مصائب کا ذکر تھا اب آسائش دنیوی کا ذکر فرمایا اور سمجھایا۔ کہ کافروں کے لئے تو چند روزہ آسائش ہے۔ مگر مومنوں کو جو دیا جاتا ہے۔ وہ بہتر اور دیرپا ہے۔
الفواحش۔ جو چیز اپنی قباحت میں بڑھ جاوے۔ اور اس کی برائی کھلی ہے وہ فاحشہ ہے

زنا اور بخل پر خصوصیت سے اس کا اطلاق ہے۔

اذا ما غضبوا۔ کبائر الاثم اور فواحش میں سب بدیاں آگئیں۔ مگر جس چیز کی زیادہ تاکید مقصود ہو اس کا علیحدہ بھی ذکر کر دیتے ہیں چنانچہ یہاں غضب کا بالخصوص ذکر فرمایا۔

بدی کی محرک دو ہی چیزیں ہیں (۱) قوت بہیمہ (۲) قوت سبعیہ۔ تو گویا غضب نصف بدیوں کے برابر ٹھیرا۔ چونکہ جنگ ہونے والے تھے اس لئے حلم قائم رکھنے کے لئے نصیحت کی فرمایا کہ دیکھو غصہ سے بڑے ہوئے غضب سے کام نہ لینا۔ یہ پختہ دلیل ہے اس بات کی کہ لا اکراہ فی الدین صحیح چنانچہ حضرت علی رضہ ایک کافر کو دبائے بیٹھے تھے اس نے تھوک دیا۔ آپنے چھوڑ دیا۔ پوچھا تو فرمایا۔ آگے محض للہ لڑ رہے تھے اب نفس کی بات شامل ہوگئی۔

استجابوا لربھم۔ ایک طرف دوست کچھ کہتے ہیں۔ زمانہ کی روش کچھ۔ اپنے قومی رسوم کچھ۔ اپنا نفس کچھ۔ دوسری طرف خدا کی پکار ہو۔ تو مؤمن کا یہ کام ہے کہ سب کو چھوڑ کر خدا کا ہو جاوے۔

اقاموا الصلوٰۃ۔ صلوا نہیں کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔ قرآن مجید میں آیا۔ گویا نماز بے حیائیوں اور برے کاموں کے لئے بمنزلہ پہرے کے ہے۔ اور پہرا اکثر اکر ناہی بولتے ہیں۔ پھر پہرے کے لئے جسم و روح کی درستی کی ضرورت ہے۔ نماز کے افعال بمنزلہ جسم کے ہیں اور خشوع و خضوع بمنزلہ روح کے۔ پس دونوں کی درستی پر حقیقی نماز کا دارومدار ہے۔ چنانچہ صوفیائے کرام نے بیان کیا ہے کہ وضو ٹھیک ہو۔ تعدیل ارکان۔ اول وقت پڑھی جاوے۔ پھر خشوع خضوع حضور قلب توجہ الی اللہ ہو۔

امرھم شوریٰ۔ منافق۔ بدکار۔ خفیہ خفیہ برے کام کرتے ہیں مومن پہلے سوچتا ہے۔ پھر مشورہ کرتا ہے۔ پھر استخارہ۔ پھر جا کر وہ کام کرتا ہے۔

رزقنھم۔ رزق حصہ میں آجانے کو کہتے ہیں۔ صرف کھانے کی چیز مراد نہیں۔

سیئۃ سیئۃ۔ عرب کام کا جو نام ہو جو اس پر اثر مرتب ہوتا ہے اس کا بھی وہی نام رکھ دیتے ہیں۔ صرف جزا کے لئے خاص نہیں جیسا کہ مفسرین نے سمجھا ہے یہ بات نہ سمجھنے سے لوگوں کو قرآن مجید کی بعض آیات کے سمجھنے میں دھوکہ ہوا ہے

واصلح۔ اس معافی میں اصلاح مدنظر ہو۔

وما علیھم من سبیل۔ ان پر ملامت و سزا کوئی نہیں۔

من عزم الامور۔ من الامور المعظمۃ۔

مورخہ ۲۔ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ پچیسواں رکوع ۶)

(سورہ الشوریٰ رکوع نمبر ۵)

یضلل اللہ۔ اللہ گمراہی کا فتوے لگا دے۔ ہر لفظ کے معنے اس کے موقعہ محل۔ متکلم۔ مخاطب کے لحاظ سے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یضل بہ کثیرا کے آگے ما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عھد اللہ۔ کے ساتھ سمجھا دیا ہے۔ کہ اضلال کن لوگوں کا ہوتا ہے اور حق یہ ہے کہ جو شخص فسق۔ نقض عہد۔ قطع۔ فساد فی الارض کا مرتکب ہوتا ہے اس کے لئے اور کونسی بدی باقی ہے اور کیا ذریعہ اصلاح ہے۔ جب ملائکہ کا تعلق ہی بوجہ نقض عہد نہ رہا۔ پاک لوگوں کی صحبت سے محروم ہو چکا۔ مخلوق خدا کو تنگ کر کے ان کی بددعائیں لے چکا تو پھر ایسے کے اضلال کے فتوے کا حق اللہ ہی کو ہے۔ کیونکہ وہی قلبی و اندرونی حالات کو جانتا ہے ایک انسان کو تو کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔

عذاب مقیم۔ عذاب قائم رہنے والا یا کھڑا کرنے والا۔ انسان بے چینی و اضطراب میں بار بار کھڑا ہوتا ہے۔

ما لکم من ملجا۔ مالھم نہیں فرمایا اس میں یہ نکتہ ہے کہ انسان کسی مصیبت کے وقت کام آنے والے دوست پہلے ہی پیدا کر لیتا ہے اور ایسے لوگوں کے لئے قیامت کے دن مدد کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ ان جو نبیوں کے متبع ہیں وہ ضرور شفاعت سے بہرہ یاب ہونگے اس لئے کہ انہوں نے خدا کے برگزیدہ لوگوں سے قبل از مصیبت تعلق پیدا کیا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضہ کو کہا۔ المرء مع من یحب۔ انسان کو اپنی نجات کے لئے جو کچھ کرنا ہو۔ یہیں دنیا میں کر لے۔ اللہ تعالیٰ نکتہ نواز ہے ایک بزرگ نے امام غزالی کو بعد از وفات کشف میں دیکھا۔ نجات کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ ایک روز قلم کے سر پر مکھی بیٹھی تھی۔ میں اس کی سیرابی کے خیال سے اس وقت تک لکھنے سے باز رہا۔ جب تک کہ وہ از خود نہ اڑ گئی۔ یہ عمل میرا مقبول ہوا۔

من نکیر۔ انکار کی گنجائش۔

حفیظاً۔ جس کی نگرانی میں کام ہو۔ اسی سے باز پرس ہوتی ہے۔ فرمایا تمہاری یہ حیثیت نہیں کہ ان کی شرارتوں کے بارے میں تم سے پوچھے جاؤ۔

ان علیک الا البلاغ۔ ان جس کے بعد الا ہو معنی نہیں ہوتا ہے۔

الانسان کفور۔ ایسا انسان دو طرفہ غلط راہ پر چلتا ہے۔ سکھ ہو تو سمجھتا ہے۔ اب دکھ کبھی نہیں آئیگا۔ دکھ ہو تو یہ یقین کر لیتا ہے کہ اب کبھی سکھ نہیں آئیگا۔

للہ ملک السمٰوٰت والارض۔ بتایا کہ نہ انعام پا کر بازی کرے نہ مصائب پر مایوس ہو کیونکہ سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

یجعل من یشاء عقیما۔ اس ساری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی کے وقت روحانیت کا زور ہوتا ہے۔ اور جہاں سعید فطرتوں کو سچے الہام ہوتے ہیں وہاں کچھ پلید فطرتوں کو شیطانی الہام ہونے لگتے ہیں۔

جیسے کسی کو لڑکے۔ کسی کو لڑکیاں۔ کسی کو بانجھ بنا دیتا ہے اسی طرح الہام کا معاملہ ہے بعض لوگ اس قابل ہی نہیں ہوتے کہ ان پر الہام کا نزول ہو چنانچہ اس وقت بنی اسرائیل اس فیض سے عقیم ہو گئے۔

روحا۔ وحی۔ قرآن کریم کو روح کہہ کر یہ سمجھایا کہ انسان دو قسم کے ہیں ایک جن پر روحانیت غالب ہو۔ دوم جن پر جسمانیت روح کا نزول اول الذکر پر ہوتا ہے

من امرنا۔ اگر قرآن مجید کو عالم امر سے مان لیا جاتا تو یہ بحثیں نہ ہوتیں۔ کہ قرآن مخلوق ہے یا نہیں۔

انک لتھدی۔ تو راہ بتاتا ہے صراط مستقیم کی طرف۔ اور قرآن مجید کو نور فرمایا

نبی کی زندگی اور اس کے پاک حالات بتانے ہین کہ یہ کتاب خدا کی طرف سے ہے ۔ پھر خدا کی کتاب اس راہ پر چلاتی ہے ۔جس پر چل کر انسان خدا کی طرف پہونچ جاوے ۔

یہان سُورہ الشوریٰ کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سُورۂ الزخرف

(رکوع ۱)

(پارہ ۲۵ - رکوع ۷)

مورخہ ۱۹ - مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

حٰمٓ ۔ حمید وحفیظ ۔ منزل کتاب

وَ ۔ قسمیہ

المبین ۔ ابانت کے معنے ظاہر کردینے اور جُدا کر دینے کے بھی ہوتے ہین ۔ قسم ہے اس کتاب کی جس کے دو اثر ہین ایک یہ کہ ہر ایک امر جو خدا تک پہونچانے کے لئے مفید ہو یا اس راہ مین حائل ۔ اس کو کھول کر بتا دیتی ہے ۔ دوم ۔ یہ کہ یہ کتاب اس قدر اپنے اتباع پر اثر کرتی ہے کہ وہ خدا کے لئے اپنے متعلقین ۔ اقربار ۔ دنیاوی تعلقات ۔ دلی خواہشات سے جُدا ہو سکتے ہین ۔

قسم ۔ دلیل کے لئے ہے پس آگے جو دعوے آتا ہے یہ اس کی دلیل ہوگی

لعلکم ۔ تاکہ تم

قرانًا ۔ جو کثرت سے پڑھا جاوے ۔ وہ دوسری قومون کو جمع کرنے والا ۔

عربیًا ۔ جو اس کتاب کے متبع ہون ان مین حمیت اور اپنی قومی پاسداری اور وحدت شدت سے پائی جائے گی ۔ صلح حدیبیہ کے وقت قریش عرب کی طرف سے آیا اس نے بھی تسلیم کرلیا کہ یہ بات ... خصوصیت سے پائی جاتی ہے ۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ باوجود مختلف الخیال و مختلف الملک و مختلف المذاق لوگ بھائی بھائی بنے بیٹھے ہین ۔ نبی کریم کا تھوک تک نیچے نہیں گرنے دیتے اور بیٹھتے یُون ہین کہ گویا اون کے سرون پر پرند ہین ۔

فی اُمِّ الکتٰب ۔ جس طرح حکام کے دفتر ہوتے ہین اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علم کو دو دفترون سے تعبیر کیا ہے (کما یلیق بشانہ) ایک ام الکتاب و امام دوم کتاب المحو والاثبات ۔ پہلی مین تقادیر مبرمہ دوسری مین تقادیر معلقہ کا اندراج ہے ۔

لعلیٌ حکیم ۔ لَ ۔ قسم پر دلالت کرتا ہے ۔ وہ القدر بلند اور باحکمت و مضبوط ہے پس لوگ اس کو نہ ذلیل کر سکتے ہین نہ مٹا سکتے ہین نہ بدلا سکتے ہین ۔ پس اس کے متبعین تو بلند مرتبہ و حکیم ہون گے ۔ جو مخالف اس کے خلاف ۔

افنضرب ۔ اَوَ یا اَفَ کے درمیان ایک جملہ محذوف ہوتا ہے ۔ کیون کہ آ برائے استفہام ۔ اور وَ یا فَ برائے علت ۔ اس کے معنے ہین کیا تم کو چھوڑ دین ۔ پھر پھیر دین تم سے ہم ذکر کو ۔ یعنی تمہارا ذکر ہم بالکل چھوڑ دین ۔ کیا ہم تمہین مہلت نہ دین ۔ اور درگذر کی وجہ سے تمہارا ذکر تک بھی نہ کرین اور اس کی وجہ یہ ہو کہ تم مسرف ہو ۔ حالانکہ اسراف موجب عذاب ہے) (ایسا نہین ہو سکتا) اسراف حد سے تجاوز کرنا ۔ اب اس عذاب کی مثال دیتا ہے ۔

اشد منہم ۔ یہ اس اعتراض کا جواب ہے کہ ہم بڑے جتھے والے اور طاقتور ہین وہ تو کمزور تھے اس لئے ہلاک ہوئے ۔ فرمایا وہ تم سے بھی بڑھ کر تھے ۔

بطشًا ۔ پکڑ ۔ قوت ۔

مثل الاولین ۔ بتایا کہ ان کے حالات گمنامی مین نہین بلکہ ان کے قصے ضرب المثل ہین یہ ملک مین جاری ساری ہین ان کی مثالین اور حالات ' اور اہل عرب ان کے حالات خوب جانتے تھے ۔ اور ہلاک شدہ قومین ان کے رستے مین پڑتی تھین ۔ مگر یہ لوگ نبوت کی باتون سے ناواقف ہو چلے تھے بلکہ منکر بن گئے تھے ۔ (اس وقت کو مسلمان بھی منہاج نبوت سے بالکل کورے ہین ۔ جبھی تو مسیح موعود کا انکار کیا) خداوند کریم ان کو آسان طریقے سے مسئلہ نبوۃ سمجھاتا ہے ۔

جعل لکم الارض ۔ جس نے جسمانی زندگی کے لئے تمام سامان مہیا کئے کیا وہ روحانی زندگی کے واسطے کوئی رہبر نہ دیتا ۔

مھدًا ۔ چھوٹے بچے کے لئے جو بستر ہوا سے مہد کہتے ہین بتایا کہ جب بچے کے لئے مہد کی ضرورت ہے ۔ تو کیا انسان مین جو روحانیت ہے اس کی پرورش کے لئے کوئی انتظام نہ کیا جاوے ۔

سبلًا ۔ جب زمین مین باوجود آنکھون کی موجودگی کے رستون کی اور پھر رستہ بتانے والے کی ضرورت ہے تو اس دنیا کے لئے جو دار الوبار ہے کوئی رستہ کوئی رہبر نہ ہو ایسا ہرگز نہین ہو سکتا ۔

لعلکم تھتدون ۔ جبھی تو عارفین کی زبان سے کہلوایا ۔ کہ ربنا ما خلقت ھذا باطلًا خدا نے اتنا بڑا کارخانہ صرف جسمانی فوائد کے لئے نہین بنایا ۔ جو یہین فنا ہو جاویگا ۔ پس یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اس فعلی کتاب کو پڑھ کر تم اللہ کی ذات و صفات کا علم حاصل کرو ۔

بقدر ۔ ایک انداز کے ساتھ ۔ بہ ضرورت ۔

فانشرنا بہ ۔ کھیتی کا پانی سے اُگنا قیامت کے قیام کی امکانی دلیل ہے ۔ اور فعلی دلیل بھی ہے ۔ کیون کہ نباتات کے لئے بھی ترقی کی راہ کھلی ہے ۔ دانہ کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ فنا ہو گیا مگر وہ اپنے نوع کے رنگ مین پھر نظرون کے سامنے آتا ہے بلکہ اس سے اعلیٰ رنگ مین بھی ظاہر ہوتا ہے یعنے انسان کی غذا بن کر اس کے وجود کا حصہ ہو جاتا ہے ۔ اس سے تناسخ ثابت نہیں ہو سکتا ۔ کیون کہ گیہون کے دانے مین انسان کی رُوح نہین آتی بلکہ رفتہ رفتہ ترقی کی ہے ۔ ڈارون کی تھیوری بھی ثابت نہین ہوئی ۔ کیوں کہ دانہ پہلے بندر نہین بنا ۔ بلکہ وہ تو انسانی صورت مین آیا ۔

کذالک تخرجون ۔ قرآن مجید مین دوسرے مقام پر آیا ہے ۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس ۔ اسی طور پر یہان یہ فرمایا گیا ہے ۔ کہ جیسے دانہ آخر انسان بنتا ہے ۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ)

سحر کا لفظ ہے اس کے صحیح معنے ہیں ۔ مادقّ ولطف ماخذہ ۔ کام کے نفس وقوع میں تو کوئی شک نہیں ۔ مگر اس کا سبب ہم سے مخفی ہو ۔ جب اس کی تعیین منتر جنتر وغیرہ سے کی گئی ۔ تو پھر فساد پڑ گیا اور قرآن مجید پر بھی اعتراض ہونے لگے ۔

کفار جب دیکھتے ہیں کہ انبیاء باوجود غربت و جتھا کی کمزوری اور مخالفت شدیدہ کے مظفر و منصور ہوتے ہیں تو وہ اس کا سبب نہ جاننے کی وجہ سے اس کا نام "سحر" رکھتے ہیں ۔

علیٰ رجل من القریتین عظیم ۔ یہ اسی منعت ہوا رکی تفصیل ہے کہ آسائش سے کس قدر خیال بگڑتے ہیں کہ اب نبوت بھی ایسے ہی لوگوں کا حق سمجھتے ہیں ۔

عظیم ۔ رجل کی صفت ہے ۔ یہ خیال ان کا اس وجہ سے ہے ۔ کہ اگر کسی عظیم الشان پر نزول وحی ہوتا تو اس کی وجاہت کی وجہ سے بہت سے لوگ مان لیتے ۔ دوم ۔ ضروریات سلسلہ کا خود ہی کفیل ہوتا ۔ اس کا جواب سناتا ہے ۔

سخریا ۔ کبرا لحکوم ۔ تمسخر کے معنے نہیں ۔ سمجھایا ۔ کہ پہلا سوال تو یہ ہے کہ جن کو وجاہت و دولت دی گئی ۔ ان میں کیا خصوصیت تھی ۔ جب یہ محض فضل خدا ہے تو نبوت بھی محض ہی سمجھو ۔ جیسا کہ دولت کا ۔ دنیا تمہارے کسی اصول کے ماتحت نہیں ہو سکتا ۔

یہ رفع درجات دنیا کے تمدن کے قیام کے لئے ضروری ہے ۔ کہ کوئی حاکم ہو کوئی محکوم اور ایک دوسرے کے کام آ سکے ۔ پھر ہر ایک کی ضرورت اشد ہے ۔ ایک بھنگی بھی اپنی ذمیت کے لحاظ سے سوسائٹی کے لئے ایسا ہی ضروری ہے ۔ جیسا کہ ایک دولتمند امیر ۔ یہ معنے نہیں کہ بڑے چھوٹوں سے کام لیں بلکہ یہ بھی کہ چھوٹے بڑوں سے کام نکالیں ۔ مخدوم بھی ایک حیثیت سے خادم ہے ۔ اور خادم مخدوم ۔

ولولا ان یکون ۔ اس بات کا بیان فرماتا ہے ۔ کہ نبوت و وحی کے مقابلہ میں اس دنیا کی دولت و ساز و سامان کی کچھ بھی حقیقت نہیں ۔ حدیث میں آیا ہے ۔ کہ اگر دنیا کی اللہ کے نزدیک مچھر کے برابر قدر ہوتی تو وہ کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا ۔ وہ دنیا مراد ہے ۔ جو اللہ سے غافل کرنے والی ہے ۔ اگر دنیا کو انسان وصول الی اللہ کی سواری بنا لے تو پھر انعام الٰہی ہے ۔

ومعارج ۔ چھن کو عطف ہے ۔ اس لئے من رفضتہ کی قید ۔ معارج ۔ ابواب سرر کے ساتھ بھی ہے ۔

زخرفاً ۔ زخرف کے معنے سونے کے بھی ہیں اور زینت کے اسباب کے بھی ہیں یہاں دوسرے معنے صحیح ہیں ۔

۸ ۔ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵ رکوع ۱۰ ۔ سورہ زخرف رکوع ۴)

ذکر الرحمٰن ۔ ذکر دو قسم کا ہے اور قرآن مجید میں دونوں معنے مراد لئے ہیں ۔ لا الٰہ الا اللہ ۔ تسبیح ۔ ذکر اللہ ہی ہے ۔ پھر وہ دعائیں ۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اٹھتے بیٹھتے جاگتے ۔ کھانا کھاتے ۔ پاخانے جانے کے لئے مروی ہیں ۔ مگر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اپنی ہر حرکت و سکون ۔ ہر قول و فعل کو خدا تعالیٰ کے حکم کی ماتحت رکھنا اور تمام مناسب اوقات میں اللہ کو یاد رکھنا

شیطاناً ۔ جو لوگ فرشتوں کے قائل ہیں ۔ وہ شیطانوں کو بھی مانتے ہیں ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حقیقت قریب قریب ہے ۔

ہر ایک چیز از قسم جمادات ہو یا نباتات یا حیوانات باعتبار اپنی حقیقت و ماہیت کے خدا سے ایک تعلق رکھتی ہے اور اس کے حکم کی ماتحت کام کرتی ہے ۔ جس طرح فرشتوں کا نیک اجسام سے تعلق ہے ۔ اسی طرح جنوں کا تعلق بعض اجسام سے ہے اور یہ بمنزلہ ان کی روح کے ہیں ۔ چنانچہ حکم ہے ۔ کہ ہڈی سے استنجا نہ کرو کیونکہ یہ جنوں کی غذا ہے ۔ اب بظاہر تو ہڈی کو کتے وغیرہ ہی کھاتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ ان بڑے جانوروں اور کیڑوں سے ان جنوں کو ایک تعلق ہے ۔ اسی واسطے دعا سکھائی ۔ اللّٰھمّ انی اعوذبک من الخبث والخبائث ۔

فلما جنّ علیہ اللیل ۔ سے جنّ کے لفظ کے معنے کھلے ہیں ۔ پوشیدہ اجرام کا نام ہے اور طاعون و ہیضے کے کیڑے بھی گندگی ہی میں پیدا ہوتے ہیں ۔ فرشتوں میں نورانیت و اطاعت ہے اور جنوں و شیطانوں میں ظلمانیت اور تمرّد ہے ۔

جنّ ۔ شیطان واقع میں ہیں اور پھر ان کے مظاہر بھی ضرور ہیں ۔ جن کے ذریعہ ان کی کارروائیوں کا ظہور ہوتا ہے ۔ جب انسان ذکر الرحمٰن سے جی چراتا ہے ۔ تو پھر بروں سے اس کا تعلق بڑھتا ہے ۔ کیونکہ بدی کو خود ہی اس نے پسند کیا ۔

ولن ینفعکم ۔ مفسرین نے اس کے یہ معنے کئے ہیں کہ نفع نہ دیگا تمہیں یہ جان لینا اس وقت کہ یہ بئس القرین ہے ۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ نفع نہ دے گا تمہیں ۔ دونوں کا عذاب میں شریک ہونا ۔ نفع تو یہ ہے ۔ کہ تم بچ جاتے اور وہ متبوع شیاطین عذاب میں گرفتار ہوتے ۔ مگر یہاں تو کل ضعف کا فتویٰ ہے ۔

فامّا نذھبن بک ۔ مفسرین نے یہ معنے کئے ہیں یا ہم تم کو وفات دیدینگے ۔ مگر میرے نزدیک یہ معنے پسند ہیں ۔ کہ ہم تجھے لے جائیں گے مکہ سے ۔ چنانچہ پہلے یہ فرما چکا ہے کہ ان مشرکین عرب پر عذاب اس وقت آئے گا کہ آپ (اے نبیؐ) انہیں نہ ہوں گے ۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے ۔ کہ یہ سورۃ مکی ہے ۔

لذکر لک ۔ یہ ذکر ہے تیرے لئے ۔ یعنی جس طرح کتاب الٰہی کی وجہ سے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم معزز و مکرم ہوئے ۔ اسی طرح آپ اور آپ کی قوم اگرچہ اس وقت معمولی ہیں مگر ایک وقت آتا ہے کہ یہ قوم تاریخی قوم بن جاوے گی اور تمہارا نام چار سوئے عالم میں پھیل جائیگا ۔

وسوف تسئلون ۔ آیندہ ایک زمانہ آتا ہے کہ لوگ تمہارے حالات پوچھیں گے ۔ اور بڑے بڑے مسائل تمہارے چال چلن ۔ طرز عمل ۔ اقوال ۔ افعال سے حل کئے جاویں گے ۔

وسئل من ارسلنا ۔ یعنے جس طرح اگلے رسولوں کے حالات سے اہم مسائل حل ہوئے ایسے ہی تمہارے حالات سے ہوں گے ۔

۱۴ ۔ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵ ۔ رکوع ۱۱)
(سورۂ زخرف رکوع ۵)

پیچھے شرک کا ذکر تھا ۔ اب ایک بیان سناتا ہے ۔ جس سے ظاہر ہے ۔ کہ خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی

راہ پر نہ چلنے والے ہمیشہ تباہ ہی ہوتے ہیں۔

ھی اکبر من اختھا۔ بڑھ چڑھ کر نشانات دکہائے۔ دوسرے مقام پر نشانوں کا ذکر ہے

ینکثون۔ وعدہ انالممتدون کا توڑتے ہیں۔ بنی اسرائیل کو حضرت موسے علیہ السلام کے ساتھ بھیجدینے کا۔

ایہ الساحر۔ باوجود اس کے کہ وہ لوگ اس وقت دعا کی درخواست کرتے ہیں ایسے شریر تھے۔ کہ ساحر کہنے سے باز نہ آتے تھے۔ حضرت موسے اپنے شریفانہ برتاؤ سے پھر بھی درگذر فرماتے اور دعا کر دیتے۔

الیس لی ملک مصر۔ مفسرین یہاں بہت گھبرائے ہیں کہ دعوے تو خدائی کا اور دلیل یہ دی۔ کہ الیس لی ملک مصر۔ یہ کیا بات ہے۔ پھر اس کی توجیہ کی ہے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان کا خدا سمجھنا ایک بیہودہ سی بات ہے۔ مگر بعض اصول ایسے کمزور اور گندے ہیں کہ ان کی بنا پر ماننا پڑتا ہے۔ مثلاً اوتار کے متعلق یہ سمجھنا کہ خدا کسی انسان کے اندر حلول کر جاتا ہے اور اسے سلطنت بھی دیجاتی ہے۔ چوں کہ مصر والے بھی اسی قسم کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے لئے یہ سلطنت بمنزلہ دلیل الوہیت ہے۔ میرے نزدیک فرعون کو اپنی الوہیت کا دعوے ثابت کرنا مقصود نہیں۔ کیوں کہ الم نربك فینا ولیدا سے ظاہر ہے۔ کہ رب کا لفظ وہ پرورش کرنے والے پر بولتے تھے اور اسی بنا پر وہ انا ربکم الاعلیٰ کہتا تھا۔

یہاں جو الیس لی ملک مصر کہا تو اس لئے کہ موسے سے اپنے تئیں بڑا آدمی ثابت کرے چنانچہ آگے کہتا ہے۔ ام انا خیر

اسورۃ من ذھب۔ سونے کے کڑے امارت و ریاست کی نشانی سمجھی جاتی ہے اب بھی بعض ریاستوں میں اس کا نشان پایا جاتا ہے۔

وجاء معه الملئكة۔ بعض بحثیں لفظی ہوتی ہیں یا تعیین حقیقت میں فرق ہوتا ہے نفس ملائکہ سے کوئی منکر نہیں۔ دیکھو مسلمان اگر ملائکہ مانتے ہیں۔ تو ہندو دیوتے دیوان

فاستخف۔ بے وقوفی کی طرف لے جانا چاہا۔ ذلیل کیا۔

فاسقین۔ خدا کے حکم سے نکلنے والے۔ حکم عدولی سے نیکی کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔

فلما اسفونا انتقمنا منھم۔ لغت والے چوں کہ انسانی حالات کے اعتبار سے معنے کرتے ہیں اس لئے جب خدا کے لئے یہ الفاظ بولے جاتے ہیں تو دھوکہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب انہوں نے ایسی حالت بنائی۔ جو موجب اسف ہو۔ تو جو نتیجہ غضب تھا۔ وہ ان پر وارد ہو گیا۔

مثلاً۔ مثل (۱) حالت (۲) ایسی حالت جو دوسرے امر کو واضح کر دے یعنی ایسا بنا دیا کہ ان کے حالات سے یہ بات کھل سکے۔ کہ خدا کا مقابلہ کرنے والے کامیاب نہیں ہوتے۔

۱۵۔ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵۔ رکوع ۱۲)

(سورۂ الزخرف رکوع ۶)

ضرب ابن مریم مثلاً۔ جب بیان کی گئی۔ ابن مریم کی تمثیل۔

ما ضربوہ۔ نہیں بیان کیا اس مثال کو۔

مفسرین تو اس کی یہ وجہ لکھتے ہیں کہ جب قرآن مجید میں ذکر آیا۔ انکم وما تعبدون حصب جھنم۔ تو اس کے مشرکین نے یہ معنے کئے۔ کہ جس قدر معبود غیر اللہ ہیں۔ وہ جہنم میں ڈالے جاویں گے۔ اس طرح پر وہ گویا مسیح کو بھی ساتھ ملاتے تھے۔ جو عیسائیوں کا معبود ہے۔ اس بنا پر یہ جواب دیا گیا۔ کہ ان ھو الا عبد انعمنا علیه۔

حالاں کہ اس طرح پر ان کا سوال حل نہیں ہوتا۔ اوّل تو ما تعبدون کا ذکر بھی اس سورۃ میں نہیں۔ ماقبل و مابعد کی مناسبت سے میرے نزدیک یہ بات ہے۔ کہ یہاں مسیح کے دوبارہ آنے کا ذکر ہے۔ اور دوبارہ آنے سے یہ مراد ہے کہ مثیل مسیح آوے۔ یعنی اس کی خو بو پر۔ پہلے خدا کے حلول کا ذکر تھا۔ اس پر مشرکین نے کہا کہ تم خود حلول کے قائل ہو۔ جیسا کہ کہتے ہو۔ کہ مسیح پھر کسی میں حلول کر کے آئے گا۔ پس ہمارے معبود اچھے ہوئے۔ کہ ان میں خدا کا حلول ہے اور تمہارے ماننے میں ایک انسان کا۔ پروردگار ان کی غلطی جتاتا ہے۔ کہ بروز کے یہ معنے نہیں کہ پہلے کی روح دوسرے میں حلول کرے بلکہ ان ھو عبد۔ وہ ایک بندہ ہوگا۔ جس پر ویسے ہی انعام ہوں گے جیسے پہلے ایک پر ہو چکے۔

انسان کے مثیل کیا۔ فرشتوں کے مثیل بھی بنانے پر قادر ہیں۔ یعنے ہم میں ایسے لوگ پیدا ہوں۔ جو فرشتوں کے صفات پر متصف ہو۔ صحیح معنے۔ جب بیان کیا گیا ابن مریم تمثیل کے طور پر۔ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم۔ اس پر تیری قوم تالیاں بجاتی ہے۔ کہ حلول کا مسئلہ جس پر مسلمان ہنستے تھے۔ اس کے قائل ہوگئے۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے معبود اچھے ہوئے۔ کیوں کہ وہ خدا کے اوتار ہیں اور تمہارے نبی کسی انسان کے فرمایا۔ نہیں وہ مگر ایک بندہ کہ انعام کیا اس پر۔ اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ایک نمونہ بنایا۔ مثیل مسیح کے وجود سے یہ امر واضح ہوگا۔ کہ نہ تو مسیح ناصری ملعون ہوا۔ اور نہ وہ خدا یا خدا کا بیٹا تھا۔ بلکہ ایسا ہی تھا جیسا یہ۔

انه لعلم للساعة۔ اس کے یہ معنے بھی اگر کئے جاویں کہ وہ مسیح علامت ہے قیامت کے لئے تو بھی نزول کہاں سے ثابت ہوگا۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مسیح کی بے باپ ولادت دلیل قیامت ہے۔ ہزار ہا سال بعد ہونے والی بات دلیل کس طرح بن سکتی ہے۔ اور ہمارے نزدیک تو اس کے معنے آسان ہیں۔ کہ وہ مثیل مسیح ساعت کا علم ہے۔

۱۹۔ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵ بقیہ رکوع ۱۲)

(سورۂ الزخرف بقیہ رکوع ۶)

ولما جاء عیسیٰ۔ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک نبی کے بھیجنے میں دو غرضیں مد نظر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو نئی باتیں دین میں پیدا ہو گئی ہوں ان کو مٹا دے اور ان کی بجائے محکم باتیں (حکمت) قائم کرے۔

دوم۔ جو اختلاف پڑا ہوا ہو۔ اس میں فیصلہ کر کے حق بتا دے۔ چنانچہ یہی دو غرضیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے۔

واطیعون۔ دوسرے مقام پر الا لیطاع باذن اللہ فرمایا۔ یہ رسولوں کے بھیجنے کا

فلسفہ ہے۔ یعنی رسُول یہ سمجھانے کے لئے آتے ہیں کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جاوے اور جس کی اطاعت ہو صرف اسی لئے ہو۔ کہ خدا کا حکم ہے۔

فاعبدوہ۔ عبادت کا جہاں حکم ہے وہاں خدا تعالیٰ اپنی صفت ربوبیت کا ذکر کرتا ہے کیوں کہ یہی موجب فرضیت عبادت ہے۔ دیکھو جس کی اطاعت کرتے ہیں اس میں کچھ نہ کچھ شان الوہیت کا جلوہ ہوتا ہے۔ مثلاً۔ والد۔ اُستاد۔ بادشاہ۔

صراط مستقیم۔ بتادیا کہ صراط مستقیم یہی ہے۔ اللہ کا تقوے اور عبادت اور رسُول کی اطاعت۔

فاختلف الاحزاب۔ اختلاف کبھی مذہبوں سے یا انجمنوں کے قائم کرنے سے نہیں مٹتا بلکہ اس کا ایک ہی طریق ہے۔ کہ ایک امام کے جھنڈے تلے ہوں اور اس مومن اللہ کی اطاعت کریں۔ جو خدا کیطرف سے آیا۔

لوگ ہمیں کہتے ہیں احمدیوں نے تفرقہ ڈالا۔ حالاں کہ انہوں نے وحدت قائم کی۔ کیوں کہ ان کی جماعت میں مقلد۔ غیر مقلد۔ نیچری سب جمع ہیں مگر یہ لوگ کوئی اتحاد نہیں رکھتے۔ کیوں کہ ایک ایک مسجد کے مُلّاں کا الگ الگ مذہب ہے۔ تحسبہم جمیعاً وقلوبہم شتی۔

الاخلاء۔ خلیل کی جمع ہے۔

۲۰۔ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵ رکوع ۱۳)

(سُورۂ الزخرف۔ رکوع ۷)

یٰعباد۔ یاعبادی

لاخوف علیکم۔ دنیا میں بھی اولیاء اللہ۔ حزب اللہ۔ مفلحون کا یہی نشان فرمایا کہ وہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون۔ ہوتے ہیں۔ آخرت کے لئے بھی یہی فرمایا۔

الذین امنوا۔ اس قیامت کی گھڑی میں جن کو خدا یٰعباد کے معزز خطاب سے مخاطب فرمائیگا ان کے اوصاف یہ ہیں۔

بایٰتنا۔ وہ نشان جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر کلام اللہ کی صداقت کے واسطے ظاہر ہوں۔ دوم۔ کلام الٰہی کے ٹکڑوں کو بھی کہتے ہیں یہاں دونو معنے ہیں۔

وکانوا مسلمین۔ فرمان بردار۔ لفظ مومن ومسلم میں بہت بحث ہے۔ ایمان میں اعتقادی اُمور کا زیادہ تعلق ہے۔ اور اسلام میں۔ ان معتقدات کے مطابق عملدرآمد۔ مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں اس کی تشریح ہے جس سے ثابت ہے کہ ایمان واسلام ایک چیز نہیں۔

ازواجکم۔ تمہارے جوڑے۔ خاص بی بی ہی مراد نہیں۔

اکواب۔ کوب کی جمع۔ گلاس (۲) اس لوٹے کو بھی کہتے ہیں جس کا ہینڈل نہ ہو۔

خالدون۔ خوشی کے مقام پر اس حالت سے نکلنے کا دغدغہ بھی روح فرسا ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا وہاں یہ بات نہ ہوگی۔

اورثتموھا۔ ورثہ کا لفظ صرف ترکہ میت کے لینے پر ہی نہیں بولا جاتا۔ بلکہ کوئی چیز جو کسی اور کے لئے ہو اس سے لیکر پہلے کو دیدے کا نام بھی ہے۔ گویا جسے جنّت ملیگا اسے دکھایا جائیگا۔ اگر یہ اعمال نہ کرتے۔ فضل الٰہی نہ ہوتا۔ تو پھر اس کی بجائے یہ جگہ تھی۔

بما کنتم تعملون۔ اس سے یہ مقصود نہیں کہ اعمال کا نتیجہ لازمی جنّت ہے۔ بلکہ وہ اعمال جاذب فضل الٰہی ہیں اور نجات فضل سے ہے۔ چوں کہ خدا کے حکم سے اپنی خواہشوں کو چھوڑا۔ اور تکلیف اٹھائی۔ اس لئے ان پر خدا تعالیٰ راضی ہوا۔ اور انعام میں جنّت ملا۔

فاکھۃ۔ مزہ بدلانے کے لئے مزیدار چیز ہے۔

یٰملٰک۔ عام طور پر مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ کہ مالک افسر جہنم فرشتے کا نام ہے۔

مبرمون۔ ابرام کہتے ہیں رسہ بٹنے کو۔ یعنی پختہ فیصلہ کر لینے والے۔ اَمْ۔ منقطعہ ہے یعنے کیا بلکہ۔ انہوں نے مقابلہ کی ٹھانی ہے۔ تو ہماری طرف سے بھی ان کی ہلاکت و تباہی آئی ہے۔

ام یحسبون انا لا نسمع۔ یہ ضروری نہیں کہ [illegible] اس بات پر گواہ ہے۔

فانا اول العٰبدین۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہ تعلیق بالمحال ہے یعنی اگر کوئی بیٹا ہوتا۔ تو میں اس کی عبادت سب سے پہلے کرنے والا ہوتا۔ عیسائیوں کو سمجھایا۔ اوّل نمبر کا عابد میں ہوں پس اگر کوئی بیٹا ہوتا۔ تو میں بھی اس کی عبادت کرتا۔

الٰہ۔ (۱) معبود (۲) متصرف۔ اس جگہ دوسرے معنے مراد ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹا ہونے کی تردید فرمائی۔ کیونکہ بیٹے سے جو اغراض مطلوب ہیں وہ تو خدا کو پہلے ہی سے حاصل ہیں۔

وعندہ علم الساعۃ۔ خود مسیح کا انجیل میں اقرار ہے کہ مجھے اس گھڑی کا علم نہیں بخشا گیا۔ گویا یہ بھی اس کی الوہیت کا رد ہے۔

لطیفہ۔ مسیح کو علم الساعۃ فرمایا۔ یہاں عندہ کہا جس سے ظاہر ہے کہ وہ مرچکے جیسے شہداء خدا کے پاس ہیں۔

لطیفہ ثانی۔ الیہ ترجعون۔ یہ اُمید نہ لگاؤ کہ وہ (مسیح) تمہارے پاس آئیگا بلکہ تم بھی اسی کے حضور لوٹائے جاؤ گے جس کے پاس وہ ہے۔

الا من شھد بالحق۔ شفاعت کا مالک وہ ہے جو حق کی شہادت دے رہا ہے۔

وھم یعلمون۔ یعنے یہ لوگ بھی جانتے ہیں۔ کہ وہ جناب رسالتمآب علیہ السلام ہیں۔

وقیلہ۔ مفسرین واؤ قسم کی بتاتے ہیں۔ اور معنے یہ کرتے ہیں کہ قسم ہے رسُول کے اس قول کی کہ یارب

لیکن میرے نزدیک یہ بات نہیں کیونکہ حرف قسم کے بعد وہ جملہ نہیں جس پر قسم کھائی جاوے۔

اس سورۃ میں ان لوگوں کے ہلاکت کے اسباب بتائے ہیں پس خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ اسباب موجب ہلاکت بجائے خود ہیں۔ علاوہ بریں یہ وجہ بھی ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم دُعا کرتے ہیں۔ اور تمہاری شوخیوں اور گستاخیوں کی فریاد میرے حضور کر رہے ہیں۔

یہاں سُورۂ الزّخرف کے نوٹ ختم ہوئے۔

حضرت استاذ مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے درس قرآن شریف کے نوٹ

پارہ پچیسواں ۲۵

رکوع نمبر ۱۴

آغاز سورۃ الدخان

رکوع نمبر ۱

۲۱ - مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

(۳۵۷)

حٰمٓ - اپنی کتاب کا حافظ - اپنے رسول کا حافظ و حامی - منزل الکتاب -

فی لیلۃ مبارکۃ - لیلۃ القدر جس کے معنے حضرت اقدس ؑ نے یہ کئے ہیں - کہ جو زمانہ کسی مامور کے بھیجنے کے لئے مقرر ہوتا ہے اور جس میں جہالت کی ظلمت اور کسی نور کے پھیلانے والے کی ضرورت ہوتی ہے وہ لیلۃ القدر ہے اور یہ لیلۃ قرآن ہے - مگر ساتھ ہی حضور مغفور نے فرما دیا کہ جو علماء ایک خاص رات کا نام رکھتے ہیں حقیقی معنے دیں ہیں -

کہتے ہیں قرآن لوح محفوظ سے سماء دنیا پر یکدم نازل ہوا - پھر وہاں سے جبرئیل تھوڑا تھوڑا لایا - بعض کا قول ہے کہ اجمالی رنگ میں قلب نبوی ؐ پر اترا - پھر وقتاً فوقتاً تفصیل طور پر نازل ہوتا رہا - تیسرا قول یہ ہے (جو مجھے پسند ہے) سورتوں کو بھی کتاب کہا گیا ہے پس وحی جس رات میں شروع ہوئی وہ لیلہ مبارکہ ہے - اور لیلۃ القدر - بعض محققین کے نزدیک رمضان سے مختص نہیں بلکہ سال میں کوئی ایک رات ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس رات ذکر کیا کہ میں نے کیچڑ میں سجدہ کیا وہ اس سال کی بات ہے ہمیشہ کے لئے مقرر نہیں یہ شکل بھی مفسرین کی تقلید سے ہے ورنہ وہی رات مبارک ہے جس میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا -

فیہا یفرق - جیسی نیکیوں کی تحریک فرشتوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے ایسے ہی خدا کے فیضان کی محرک ایک جماعت ہے - اس کا نام ملاء اعلیٰ ہے اور ان کا جس رات میں مشورہ ہوا اور یہ فیصلہ قرار پایا کہ خاتم الرسل کی بعثت اور خاتم الکتاب کا نزول چاہیئے وہ لیلۃ مبارکہ ہے -

امراً من عندنا - اس میں سمجھا دیا کہ ملاء اعلیٰ محرک ہیں - اصل حکم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے -

ھو السمیع العلیم - ان دعاؤں کو سننے والا ہے جو حق پرستوں کے دل سے بڑی تڑپ کے ساتھ زمانہ کی حالت دیکھ کر نکلتی ہیں - اور پھر ان مفاسد دنیا کا علم رکھنے والا ہے جو رسول کی بعثت کے متقاضی ہیں -

رب السمٰوات والارض - جب جسمانی تربیت کا اس قدر اہتمام ہے تو روحانی تربیت بھی ضروری ہے -

یحیي ومیمت - زمین مُردہ ہوتی ہے - بارش سے زندہ ہوتی ہے اور ایک ہی بارش کافی نہیں اسی طرح ہمیشہ مختلف زمانوں میں وحی کا نزول ہوتا رہتا ہے -

رب اٰبائکم - یعنے جس طرح اس نے تمہارے باپ دادا کی جسمانی تربیت کے ساتھ روحانی تربیت بھی کی اور ان میں رسول بھیجے اسی طرح اب بھی شان ربوبیت کا تقاضا ہے کہ رسول مبعوث کرے -

بدخان مبین - اس دخان سے بموجب قول محدثین وہ قحط شدید مراد ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پڑا - یہ بھی لکھا ہے کہ قیامت کے قریب ایک دھواں اُٹھیگا -

معلمٌ مجنون - چونکہ نبی کو جس امر کے لئے مبعوث ہو اسکی ایک دُھن لگی رہتی ہے اس لئے یہ سطحی خیالات کے لوگ اپنی فرسودہ عقلوں سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مجنون ہے اور اس کی کوششوں پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوگا -

امین - یعنے بنی اسرائیل کو ساتھ لے جا کر کوئی تمہیں دھوکہ دینا مقصود نہیں اللہ نے یہ پیغام اپنی طرف سے بنا لیا -

بسلطٰن مبین - کھلی کھلی حجت -

واترک البحر رھوًا - بحر کے خشک ہونے کی نسبت لوگوں کو بہت تعجب آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل حقیقت کے خلاف وہ ایک نقشہ ذہن میں جماتے ہیں -

اصل بات یہ ہے کہ جب وہ پانی کے کنارے پر پہونچے - تو حکم الٰہی سے آندھی شروع ہو گئی اور سمندر کا پانی ایک طرف چڑھ گیا اور اُوپر کی طرف سے پانی گھٹ گیا - حضرت موسیٰ گذر گئے - فرعون آیا تو آندھی بند تھی - پانی پھر پیچھے ہٹ رہا تھا اس لئے وہ غرق ہو گئے خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی قسم کے ہوا کے چلنے سے مظفر و منصور ہوئے - چونکہ آپ مثیل موسیٰ تھے اس لئے آپ کا واقعہ حضرت موسےٰ کے واقعہ پر روشنی ڈالتا ہے -

قوماً اٰخرین - اس سے مُراد بنی اسرائیل نہیں ہیں کیونکہ وہ تو فرعون کی ہلاکت کے بعد پھر مصر میں نہیں آئے -

فما بکت علیہم - آسمان و زمین نہیں روئے یعنے ان کی تباہی کے بعد پھر کبھی ایسے اسباب (جو زمین و آسمان سے ہی پیدا ہوتے ہیں) نہیں پیدا ہوئے کہ وہ قومیں پھر عروج حاصل کرتیں -

۲۲ - مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۵ - رکوع نمبر ۱۵

(سورۃ الدخان رکوع ۲)

من العذاب المہین۔ یہ عذاب جو فرعون یعنے بادشاہ وقت کی طرف سے تھا وہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل کی قوم کو کمزور بنانے کے لئے ان کے لڑکے مار دئے گئے اور ان سے بیگار کے کام لیتے۔

مِنَ المُسْرِفِینَ۔ جو خدا نے حدود مقرر کئے ہیں ان سے بڑھ جانے کا نام اسراف ہے، اپنی حیثیت کے مطابق کسی قیمتی حلال چیز کا استعمال کرنا اسراف نہیں ہے ایک صحابی سے حضور علیہ السلام نے اس کا حال پوچھا۔ جب اس نے مال و دولت کا حال بیان کیا۔ تو فرمایا فلیرای علیك اثرہ۔ یعنے جب خدا نے آسائش دی ہے تو پھر اس کے مطابق خوراک و پوشاک ہونی چاہیئے۔

بلؤا۔ انعام۔ مصیبت۔ بلاء کے اصل معنے جو لغت سے معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔ کسی کو ایسی چیز دینی یا ایسا حکم کرنا جس کے لینے یا کرنے کی وجہ سے اس شخص کی پوشیدہ حالت دنیا پر ظاہر ہو جاوے۔

سب سے بڑی نعمت تو نبوت ہے۔ مسلمانوں میں جب نبی آیا تو ان کے اولیاء و فضلاء کے علم و تقوےٰ و طہارت کے حالات کھل گئے۔

ان ھی الا موتتنا الاولیٰ۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے اکڑ باز ہوتے اور باوجود نشانوں کے دیکھنے کے انکار کرنے کی وجہ بتاتا ہے۔ کہ یہ یوم آخرت سے منکر ہیں۔

قوم تبّع۔ یمن کے بادشاہوں کا خطاب۔ وہ تو دور کی بات ہے، قریب کا قصہ بتا کر سمجھایا۔ کہ خدا کی باتوں کے مقابلہ کرنے والوں کو اسی جہان میں جب سزا ملتی ہے۔ تو یوم الجزاء کا انکار کیوں کر جائز ہو سکتا ہے بلکہ یہاں کی سزا۔ یوم آخرۃ میں جزا و سزا کی دلیل ہے لعبین۔ سمجھایا کہ اتنا بڑا انتظام اگر صرف جسمانی تربیت کے لئے ہے۔ تو پھر یہ ایک کھیل ہی ہو مگر ایسا ہرگز نہیں بلکہ روح کے لئے بھی انتظام ہے اس واسطے اولی الالباب کہتے ہیں۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلاً۔ زمین و آسمان انسان کی روحانی تربیت کے لئے ایک فعلی کتاب ہے اور قرآن مجید قولی کتاب۔

ان آیات میں بھی قیامت کا ثبوت ملتا ہے کہ ہر چیز کی ایک خاصیت اور اثر کا ترتب ثابت کرتا ہے۔ کہ سب کچھ بے نتیجہ نہیں۔

العزیز الرحیم۔ رحیم۔ یعنے نیک اعمال پر نیک ثمرات مرتب کرنیوالا۔ اور اگر کچھ کمی ہے تو وہ غالب ہے۔

۲۳۔ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۵۔ رکوع ۱۶

(سورۃ الدّخان رکوع نمبر ۳)

شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ۔ سزا دینا اس لئے ہے تاکہ وہ شخص خوف سے آئندہ رکے یا دیکھنے والے آئندہ کے لئے عبرت سے محتاط ہیں۔ مگر دوزخ کی سزا تو ان مطالب کے لئے مفید نہیں پس دوزخ سزا خانہ نہیں بلکہ شفا خانہ ہے اور یہ چیزیں بطور علاج ہیں۔

زقوم یعنے تھوہر۔ بہر حال وہ ایسا شجر ہے۔ جو گندوں کے نکالنے کے لئے ہے۔ وہاں کی چیزیں اعمال ہی کے اظلال و آثار ہیں۔ (ذق انك انت العزیز الکریم کا خلاصہ زقوم۔)

تمترون۔ تم بحثیں کرتے تھے۔ جھگڑتے تھے۔

مقام امین۔ امن والی جگہ۔

سندس۔ باریک ریشم کا کپڑا۔

استبرق۔ موٹے ریشم کا کپڑا۔

کذلك۔ (ا) اسی کی مانند اور اور نعمتیں ہوں گی (ب) یہ بات یونہی ہے۔ واقع میں ایسا ہی ہو گا۔

بحور عین۔ گوری۔ موٹی آنکھ والیاں جن کی سفیدی سیاہی خوب اپنے اپنے مقام پر ہو۔

الا الموتۃ الاولیٰ۔ کفار نے بھی کہا۔ ان ھی الا موتتنا الاولیٰ۔ جب اہل اسلام کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ تو پھر کفار کی چوٹ کس عقیدہ پر ہوئی۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ ایک چیز پر بعض اوقات ایک لفظ بول دیتے ہیں۔ مگر جب اس کی تشریح کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے اس کا اطلاق اس پر نہیں چاہیئے تھا۔ مثلاً کسی کو آگ میں ڈال کر مارنے کا مفہوم یہیں تک ہے کہ اسے آگ میں ڈالدیا جاوے اور پھانسی سے مارنے کا یہ کہ پھانسی پر چڑھا دیا جاوے۔ کفار انبیاء کے متعلق ایسی کارروائیاں کرتے رہے۔ گو ناکام رہے اسی لئے یقتلون النّبیین بغیر حق فرمایا۔ گویا سب انبیاء کو قتل کرتے رہے اسی طرح کفار کے متعلق مختلف عذابوں کا ذکر ہے۔ قبر میں۔ دوزخ میں۔ جن کا نتیجہ بظاہر موت ہو سکتا ہے۔ اور وہ دنیاوی تجربہ کے رو سے یہی سمجھتے اس لئے وہ کفار تردیدی طور پر کہتے۔ ان ھی الا موتتنا الاولیٰ خدا نے واقعہ کے لحاظ سے فرمایا بے شک موت ایک ہی ہے۔ مگر دوزخیوں کے لئے عذاب میں ایک موت نہیں کئی موتیں ہیں۔

یسرناہ۔ شروع سورۃ میں کتاب کا ذکر ہے اور انزال کی وجہ فرمائی۔ مومنوں کے لئے مبارک ہے اور کافروں کے واسطے انا کنا منذرین کی شان ظاہر کرے گی اس کے متعلق فرماتا ہے۔ کہ بہت آسان ہے اور انذار کو یہ خوب سمجھتے ہیں۔ نہ مانیں تو عذاب کا انتظار کرو۔

یہاں سورۃ الدّخان کے نوٹ ختم ہوئے

—(۰۰۰)—

آغاز سورۃ الجاثیۃ

(رکوع پہلا)

(پارہ پچیسواں رکوع ۱۷)

۲۵۔ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

فی السّمٰوٰت والارض۔ بعض مقامات پر فی خلق السّمٰوٰت والارض فرمایا۔ وہاں

بنادث کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ یہان علاوہ اس کے ما فیہا کی طرف۔ آگے اگی تشریح بھی فرما دی اور یہ سب ثبوت ہے۔ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم کا جو مختصر یہ ہے۔ کہ جیسے جسمانی سلسلہ کے لئے یہ انتظام ہے ایسے ہی روحانی سلسلہ کے لئے ضرور ہونا چاہیئے۔

نکتہ۔ یہ قرآن مجید مین خاص طور سے بات ہے۔ کہ پارہ کے آخری ربع مین اسی بات کا ذکر آئیگا۔ جس سے آنے والا پارہ شروع ہونا ہوتا ہے۔ اسی طرح جس بات پر سورۃ کا خاتمہ ہوتا ہے اسی کے بیان مین دوسری سورۃ شروع ہوتی ہے۔

(۱) زمین مین ایک مادہ انفعالی ہے۔ وہ آسمان سے متاثر ہوتی ہے۔ پھر اس سے بہت کچھ نکلتا ہے۔ اسی طور پر انسان کے اندر قوے ہین۔ مگر ان قوے کا ظہور آسمانی بارش یعنے وحی الٰہی پر موقوف ہے۔

(۲) جانورون کا پھیلاؤ جوڑے سے ہے۔ اسی طرح جب تک نبوت کے ذریعے انسان اور خدا کے تعلقات باہم پیوستہ نہ ہون گے۔ کام نہین چلے گا۔

(۳) جیسے رات کے بعد دن ضروری ہے۔ اسی طرح جب طرح طرح کے فسق و فجور کفر کی ظلمت چھا جاتی ہے تو آفتاب نبوت کا طلوع ہونا ضروری ہے۔

دو وجہ سے مامور بھیجے جاتے ہین ایک تو شریعت کی تبدیلی کے لئے اور اس تبدیلی کے وجوہات اگلی شریعت کا مختص الوقت و مختص القوم ہونا یا لوگون کا اسے محرف مبدل کر دینا۔ ہماری شریعت ان دونون سے مستغنی ہے۔ کیون کہ قرآن مجید تمام جہان کے لوگون کے لئے ہے اور بالکل اسی طرح محفوظ۔

دوم۔ انسان اس تسلیم آلٰہی پر چلنے کے لئے ایک نمونہ اور مزکی وجود کا محتاج ہے جو اپنی قوت قدسیہ سے عملی قوت پیدا کرے۔ اور اصل مقاصد کی طرف توجہ دلاتا ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی قوت قدسیہ بہت بڑی ہوئی تہی اس لئے اس کے تین زمانے رکھے۔ مگر اس کے بعد ایک صدی جب تک اس مامور کو اپنی آنکھ سے دیکھنے والے بالعموم رہ سکتے ہین۔

(۴) جس طرح مُردہ زمین بارش سے زندہ ہوتی ہے اسی طرح مُردہ دل وحی الٰہی سے۔

(۵) ہواؤن کا یہ کام ہوتا ہے کہ نردن کے ذرات لے جاکر مادون کے ساتھ ملاتی ہین گندے مادون سے زمین کو پاک کرتی ہین۔ اسی طرح نبوت کی ہوا کے ذریعے عقائد فاسدہ و اعمال خبیثہ کا قلع قمع ہوتا ہے۔ اور نیک لوگون کے تعلقات ایک دوسرے سے بڑھ کر نیک ثمرات پیدا ہوتے ہین۔

ویل۔ منکران نبوت کو فرماتا ہے کہ ان کا انجام بد ہوگا۔ ویل بمعنے ہلاکت اور مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔

فبشرہ۔ اس کے معنے خوش خبری کرکے مفسرین مشکلات مین پڑے ہین۔ اور عذاب کے لئے اس لفظ کے نطابق مین بہت کوشش کی ہے۔ دراصل بشرہ منہ کے چمڑے کو کہتے ہین۔ بشارت اس خبر کو کہتے ہین۔ جس کے سننے سے منہ پر کچھ تغیر آجاوے خواہ وہ تغیر خوشی کا ہو یا رنج کا۔ پس ان معنون سے بات صاف ہے۔

ھزوا۔ وہ چیز جس کے ساتھ تمسخر کیا جاوے۔

من ورائہم۔ اس دنیوی عذاب کے بعد۔

لا یغنی۔ غنا کے معنے فائدہ دینے کے۔

۲۶۔ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ پچیسوان رکوع ۱۸)

(سورہ الجاثیۃ۔ رکوع ۲)

سخر لکم۔ غور کرنا چاہیئے کہ اتنا جو کچھ بنایا ہے۔ تو کیا اسی لئے۔ کہ ہم پیٹ بھر لین اور عیش اڑا لین۔ بلکہ ہم بھی کسی مقصد کے لئے بنائے گئے ہین اور جیسے راستون کے طے کرنے کے لئے اور منزل مقصود تک پہونچنے کے واسطے یہ طریق خدا داد ہین تو پھر روحانی منزل تک پہونچنے کے لئے بھی ضرور کوئی طریق ہوگا وہی دین ہے اس مین یہ بھی سمجھایا۔ کہ جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہین۔ وہ سوچین۔ جب یہ سب زمین و آسمان کی چیزین انہی کی خادم ہین تو انھین معبود بنانا کیون کر سزاوار ہے۔ جو چیزین ان کے لئے مسخر ہین خود ان کا مسخر بننا ایسی عقل پر سو پھٹکار۔

سخر کے معنے کام مین لگائے صحیح ہین۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ لیتخذ بعضکم بعضا سخریا کہنا کہ تمہارے قابو مین ہین غلط ہے۔

یغفروا۔ انسان اپنے عقائد خلاف کسی کو کچھ کرتا یا اپنے معتقدات کی تحقیر دیکھے تو اُسے فطرتاً غصہ آتا ہے۔ پھر صحابہ تو سب سے بڑھ کر غیر تمند تھے۔ اس لئے ہدایت فرمائی کہ درگذر اپنا شیوہ بنائین اور نرمی سے سمجھادین۔ ایسا نہ ہو کہ جوش مین آکر درد دل سے مجبور ہو کر بد دعا کی طرف توجہ کرین یا تلوار اٹھالین۔

لا یرجون ایام اللہ۔ جن دنون مین کسی قوم کی تباہی ہوتی ہے اور دوسری قوم کی ترقی۔ اون کو ایام اللہ کہتے ہین۔

علیہا۔ لَ نفع کے لئے۔ علےٰ ضرر کے لئے آتا ہے۔ سوائے چند ایک مقامات کے جیسے اللّٰھُمَّ صلِّ علےٰ محمّدٍ

ولقد اٰتینا۔ مومنون کو مخاطب کرکے سمجھاتا ہے کہ دیکھو ایک قوم پر ہم بہانتا فضل کر چکے ہین۔ لیکن اونہون نے باوجود علم سرکشی کی اس لئے اس کی سزا پائی۔ تم عبرت پکڑو۔

والنبوۃ۔ امت محمدیہ پر تو یہان تک فضل ہے کہ اس کے علماء کو بمنزلہ انبیاء فرمایا۔ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

من الطیّبٰت۔ ستھری اور دل پسند۔

فضلنٰہم علی العالمین۔ فضیلت دی ہم نے ان کو اسی طرز اسی جنس اسی ملک کے لوگون پر اور وہ بھی قوم کو بہ ہیئت مجموعی۔ چنانچہ ایک ہی خاندان مین نبوت بھی ہو حکم بھی ہو۔ اور رزق طیب۔ یہ انعام صرف بنی اسرائیل سے خاص ہے۔ جو اس زمانہ مین دوسری قومون کے مقابلہ مین ہوا۔

یقضی بینہم۔ دنیا مین فیصلہ ضرور ہوتا ہے۔ مگر قیامت کے روز ایسا بین فیصلہ ہوگا کہ سوائے تسلیم چارہ نہین

علیٰ شریعۃ من الامر۔ دین کے معاملہ مین ایک راستہ پر۔

ولا تتبع۔ خطاب جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ہے [illegible]

مشرکین کفار نے جب سمجھا کہ مخالفت میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تو مداہنت کا رنگ اختیار کیا جس سے دوسرے کی طبیعت خواہ نخواہ نرم پڑ جاوے۔ مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم امام القوم تھے۔ صحابہ کی شان میں اشداء علی الکفار آیا ہے۔ وہ کبھی بھی ایسی چاپلوسیوں سے نرم پڑ جانے والے نہ تھے۔ کہ اظہار حق میں مداہنت کریں۔

اس وقت ہم احمدی بھی ان کے جانشین ہیں۔ ہمیں بھی یہی طریق اختیار رکھنا چاہئیے۔ عیسائیوں میں بعض حواری ان خیالات کے تھے کہ دوسری قوموں میں مل جانا چاہیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یونانی خیالات کے زیر اثر آ گئے اور بعض [illegible] تین خدا ماننے لگے یاد رکھو کہ جیسے چھوٹا نالہ بڑے نالہ میں مل جائے تو اسی میں جذب ہو جاویگا۔ اسی طرح اگر کوئی چھوٹی قوم بڑی قوم میں ملے گی۔ تو فنا ہو جاوے گی۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنا امتیاز قائم رکھو۔

لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔ اگر کوئی چھوٹا فرقہ بڑے فرقہ کی عظمت وجلال کے رعب میں آکر اس سے ملیگا۔ تو یقین رکھے کہ وہ اس کے کچھ کام بھی نہیں آئیگا۔

بصائر۔ بینائی پیدا کرنے کا ذریعہ۔

ساء مایحکمون۔ جن لوگوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے بہت بُرا ہے۔

یکم اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۵ رکوع نمبر ۱۹

(سورۃ الجاثیۃ۔ رکوع نمبر ۳)

ولتجزیٰ۔ و۔ عطف کے لئے ہے۔ جس پر یہ عطف ہے وہ بات پچھلی آیت سے ظاہر ہے یعنے آسمان وزمین کو پیدا کیا تاکہ علاوہ جسمانی فوائد کے معرفت الٰہی حاصل ہو۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے۔ کہ ان چیزوں کے ذریعے یا نیکی کریں گے یا بدی پس ان کی جزا سزا ملیگی۔

افرءیت۔ ارئیت کے معنے اخبرنی (بتاؤ تو سہی) کیا تم ایسا خیال کرتے ہو پس بتاؤ تو سہی۔

من اتخذ الٰهه هوٰه۔ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے بنا لیا اپنا معبود ہوا کو۔ تو پھر یوں چاہیئے تھا۔ من اتخذ هواه الٰهًا

اصل بات یہ ہے کہ کوئی فرقہ اللہ سے منکر نہیں۔ کیونکہ سب سے بدترین منکرین سوفسطائی بھی الخیال خلاق کہتے ہیں۔ صرف تعیین میں فرق ہے۔ پس یہ ترکیب و ترتیب بالکل صحیح ہے۔ معنے یوں ہوئے جس نے اِلٰہ کی تعیین کی اور مصداق بیان کیا تو کس سے اپنی ہوا سے۔

یوں تو کوئی فرقہ ایسا نہیں جو ہوا کو معبود کہتا ہو مگر ان کے معاملات سے ایسا ثابت ہوتا ہو

اضله الله۔ گمراہ قرار دے دیا اللہ نے اس کو۔

خدا جب کسی پر گمراہی کا فتوے لگاتا ہے تو اس شخص کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ پھر وہ توبہ بھی نہیں کرتا۔

الا اللّٰه هو۔ دھریہ سے اللہ مصداق قرار دینے میں جھگڑا ہے۔ پھر اس کے صفات کے بارے میں بحث ہے ورنہ زندہ کرنے اور مارنے والی طاقت ہے ان کو انکار نہیں۔

یظنون۔ ظنیات کی بنا پر ایسا کرتے ہیں۔ دراصل دلیل کوئی نہیں رکھتے۔

[illegible] بآبائنا۔ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر دو۔ تب ہم [illegible]۔

ان بے خبروں کو معلوم نہیں کہ وہ زندگی اور قسم کی ہے اور اس کے ظہور کے لئے اور مقام موزوں ہے۔

ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ۔ یہاں جمع کا لفظ ذکر کیا یا کہ زندہ تو تم کو کر چکا ہے پھر موت ہے اس کے بعد اور مراحل ہیں۔ قبر۔ حشر۔ نشر اس کے بعد خدا کے دربار میں پیش ہونگے گویا مر کر فنا نہیں ہوتے بلکہ جیسے دنیا میں ایک رفتار ہے ایسا ہی اس کے بعد ایک رفتار ہے۔ یہاں تک کہ اس خاص حالت تک انسان پہونچ جائیگا۔

۳۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵ رکوع ۲۰)

(سورہ الجاثیۃ رکوع ۴)

جاثیۃ۔ جثو سے مراد جس کے معنے ہیں گھٹنوں کے بل بیٹھنا۔ مقصود اظہار مصیبت کبریٰ

[illegible]۔ اپنے [illegible]۔

وعملوا الصّٰلحٰت۔ ایمان کامل کا نتیجہ اعمال صالحہ ہیں۔

هو الفوز المبين هو ضمیر فصل کا ہے۔ حصر ہے کہ پاس ہونا اگر ہے تو یہی کہ آخرت کے روز انسان سرخرو ہو۔

الذین کفروا۔ الذین کفروا جہاں کہیں بھی قرآن شریف میں آئے اس سے وہ کفر مراد ہیں۔ جو حق جان کر پھر حق کے معاندین کر انکار کرتے ہیں پس اس کے معنے صحیح ہوئے جو لوگ کافر ہیں۔

افلم تکن۔ ا۔ ف کے درمیان جملہ مقدر ہے۔ جو یہ کہ "کیا تم عذاب میں پڑے ہو؟"

فاستکبرتم۔ استکبر کے یہ معنے ہیں کہ واقع میں بڑا نہ ہو۔ مگر بڑا بننا چاہتا ہے

ننسٰکم۔ ہم چھوڑتے ہیں۔ نسیان شان خداوندی سے بعید ہے۔ چونکہ نتیجہ نسیان ترک ہے۔ اس لئے یہی اس کے معنے ہوئے۔

ولا هم يستعتبون۔ نہ وہ شکایت رفع کئے جاویں گے (۲) جو کمٹ تک بھی نہ پہنچنے دئے جائیں گے۔

فللّٰه الحمد

اس خاص گھڑی میں ہر ایک سمجھ جاوے گا: کہ وہی ذات پاک سزاوار حمد وثنا ہے

یہاں پارہ چوبیسویں و پچیسویں کے نوٹ ختم ہوئے

حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن مجید سے نوٹ

پارہ چھبیسواں ۲۶ رکوع ۱

آغاز سورۃ الاحقاف رکوع ۱

۴ - اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

واجلٍ مسمّی۔ جو دنیا میں ایسے منہمک ہوگئے۔ کہ الٰہی احکام کی بھی پرواہ نہ کی نہیں سمجھا کہ دنیا و مافیہا کی سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔

اثارۃ من علم۔ نقل۔ علم وہی ہے جو یقینی ہو۔ یہ خوب یاد رکھو۔ کہ عقائد میں بجز وحی الٰہی کے کوئی کلام بنیادی اصل نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی واسطے ایتونی بکتاب من قبل ھذا۔ کا مطلب ہے۔

عن دعائهم غٰفلون۔ خدا تعالےٰ بھی بعض اوقات دعائیں قبول نہیں کرتا۔ مگر جن معبودان باطلہ کو یہ پکارتے ہیں وہ تو ان کی پکار سے بھی غافل ہوتے ہیں۔ پھر علاوہ ازیں خیر خواہ نہیں دشمن ہو جاویں گے۔ وحی کے بعد ذریعہ یقین دعا ہے۔ جس سے خدائے تعالیٰ کی ہستی۔ اس کے متصرف بالارادہ متکلم ہونے اور اوس کے نبیوں کو برحق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

بعبادتهم کٰفرین۔ معبود انکار کریں گے یا ان کی عبادت کرنے والے۔

سحرٌ مبین۔ چونکہ نبیوں کے بعض کمالات کا وہ انکار نہ کر سکتے اس لئے ان کو منسوب بہ سحر کر لیتے۔ فریب لوگوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی بات کا جواب نہیں رکھتے تو اسے پوشیدہ سبب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ جو اس قوم کے اوہام باطلہ سے پیدا شدہ و شائع ہوتا ہے۔

ام یقولون۔ بلکہ وہ کہتے ہیں۔

فلا تملکون لی من اللہ شیئًا۔ دوسرے مقام پر فرما چکا ہے۔ کہ جو خدا تعالیٰ پر افترا کرے وہ اظلم ہے۔ ظالم کو بغیر سزا کے نہیں چھوڑتا۔ تو اظلم کو کیسے چھوڑ یگا۔ پس فرمایا کہ ذیق ظالم تباہ ہوگا

شهیدًا۔ ہر چیز کی گواہی اس کے مناسب حال ہوتی ہے اللہ کی گواہی اس کی تائید و نصرت ہے۔ اس کے فرستادہ کا مظفر و منصور اور مخالفین کا تباہ و مقہور ہونا۔

بدعًا من الرسل۔ بدعًا اس چیز کی شکل ہے جو بالکل نئی ہو۔ رسول تو پہلے بھی آئے پس معیار صداقت واضح ہے۔ اس سے کام لو۔

ما ادری۔ جب آپ نے اس سنۃ اللہ کا ذکر فرمایا جو رسُل اور اس کے مخالفین سے مخصوص ہے تو سوال کرتے تھے کہ عذاب کب آئے گا۔ فرمایا میں تو نذیر ہوں۔

۶ - اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ رکوع ۲

(سورۃ الاحقاف رکوع ۲)

ماسبقونا الیہ۔ جب اور معاملات دنیا میں یہ ہمیں پیشوا سمجھتے ہیں تو اس پر قیاس کرکے سمجھ لیں کہ اگر (اسلام) کوئی اچھی بات ہوتی۔ تو ہم ان سے پہلے اسے اختیار کرتے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ موجودہ حالات قوم انگریزی دیکھو۔ تو کیا دنیوی ترقی دیکھ کر دین میں بھی انہیں کی اقتدا کی جاوے؟ کلّا

فسیقولون۔ س تاکید کے لئے بھی آجاتا ہے۔

پس اس کے معنے ہیں۔ یقینًا یہ لوگ کہتے ہیں۔

عربیًا۔ کھول کر بیان کرنے والی۔

الذین ظلموا۔ مشرک۔

للمحسنین۔ کسی دوسرے سے بغیر امید بدلہ بھلائی کرنے والے۔ اخلاص والے

مصدّق۔ تصدیق کرنے والی یعنے جو ان کتابوں میں سچ ہے ان کو سچا اور جو جھوٹ مل گیا ہے اس کو جھوٹا بتانے والے۔ چنانچہ قرآن مجید سے یہ امر واضح ہے کہ یہودیوں۔ عیسائیوں کے کئی مسلّمہ اصولی مسائل کی تردید فرمائی اور بعض مسائل کی تصدیق۔

سرکار سے بھی جو افسر تصدیق کے لئے مقرر ہوتا ہے وہ بھی یہی کرتا ہے کہ صحیح پر صاد ڈالتا ہے اور غلط کو غلط کہتا ہے۔

فلا خوف۔ قرآن مجید کی بعض آیات و الفاظ کی تفسیر دوسرے مقام پر ہوتی ہے مثلًا ربّ الفلق فرمایا۔ تو اس کی تفسیر فالق الاصباح خالق الحب والنوی سے دوسرے مقام پر کر دی۔ اسی طرح خوف کے متعلق فرمایا۔ تتنزل علیهم الملائکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ یعنے مصیبتیں تو ان پر بھی آتی ہیں۔ مگر بذریعہ خواب و الہام ان کو تسلی دیجاتی ہے جس سے انہیں اطمینان رہتا ہے۔ بلکہ اس خبر کے مطابق جو پہلے ان پر ظاہر کی گئی۔ کوئی ان کا مربھی جائے تو بھی پیش گوئی پورا ہونے کی ایسی خوشی ہوتی ہے کہ غم ذرا بھی نہیں ہوتا۔

(اس موقعہ پر حضرت مولانا سیدنا المسیح الموعود کے بعض واقعات سنائے کہ سخت سے سخت کرب کی گھڑیوں میں وہ کس طرح خوش و مطمئن رہتے تھے)

ووصّینا۔ تاکید کی ہے۔ جب تاکید و نصیحت کی بات کو ملایا جاوے تو اسے وصیّت بولتے ہیں۔ ان آیات میں یہ سمجھایا کہ جب معمولی احسان اور ذریعہ خلق ہونے کی وجہ سے والدین کی فرمانبرداری لازم ہے۔ تو کیا اس حقیقی محسن خالق کون و مکان کی فرمانبرداری واجب نہیں۔

۸ - اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ - رکوع ۳

سُورۃ الاحقاف رکوع نمبر ۳

الاحقاف - جمع حقف - ریت کے وہ ٹیلے جو ایک طرف جھکے ہوئے یعنے گرنے کو مائل ہون - ب بمعنے ساتھ اور بمعنے بیچ - اس وقت ڈرایا جب وہ احقاف مین رہتے تھے یا ریت کے ٹیلون کے ساتھ ڈرایا کہ یہ موجب عذاب بن جائین گے -

من بین یدیہ ومن خلفہ - غلط ہی سے ان کے معنے کھل گئے کہ آگے پیچھے بلحاظ زمانہ مراد نہین بلکہ بمعنے قرب وجوار -

تجہلون - جہالت کے ایک معنے نہ جاننا - دوم یہ کہ اپنی بات پر ہٹ کرنا -

عارضًا - عروض کسی چیز کا سامنے آنا (ب) وہ بادل جو سفید رنگ کا ہو اور برسنے والا ہو

ان مکّنّٰکم - نہین قدرت دی تمہین ان نافیہ

۹ - اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ - رکوع ۴

سورہ الاحقاف رکوع نمبر ۴

صرّفنا الآیات - چون کہ مختلف طبائع مختلف مذاق کے لوگ ہین اس لئے مختلف رنگون مین ماموران الٰہی کے لئے نشان دکھائے جاتے ہین تاکہ کسی طرح رجوع الی الحق کرین -

قربانًا - مقرب کرنے والے - دوسرے مقام پر لیقربونا الی اللہ زلفی فرمایا

فلولا نصرھم - واقعات کے لحاظ سے اس وقت صادق آیا جب کہ ایک طرف مشرکان عرب اپنے بتون کے بھروسہ پر اور ایک طرف جناب رسالتمآب اپنے واحد خدا کے توکل پر آپس مین مقابلہ کرتے تھے - چنانچہ فتح مکہ آپ کے ہاتھ پر ہوئی - تو اس بات کا فیصلہ ہو گیا یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد فوج در فوج لوگ دین اللہ مین شامل ہوئے چنانچہ اس سال کا نام عام الوفود ہے -

اذ - اس سے پہلے یا بعد فعل ہوتا ہے - جو مفسرین نے اذکر لکھا ہے -

نفرًا من الجنّ - ہم لوگ جنون کے منکر نہین - اسی طرح ان کے قائل ہین جیسے فرشتون کے جن بمعنے پوشیدہ مخلوق - اس لفظ کا اطلاق پہاڑی مخلوق پر بھی ہے -

داعی اللہ - اللہ کی طرف بلانے والا یا اللہ کا منادی کرنے والا -

بمعجز - بھاگ سکنے والا -

اولم یروا - کیا "یہ لوگ یہ خیال کرتے ہین" اور انہون نے نہین دیکھا - بات تو یہ بیان ہو رہی تھی کہ جو داعی اللہ کو نہین مانتے وہ عذاب الٰہی سے ہلاک ہون گے چون کہ خدا تعالیٰ کی ایک عظیم الشان طاقت کا ذکر ہوا تو ساتھ ہی مُردون کے زندہ کرنے کا ذکر فرما دیا کہ انہ علٰی کل شیٔ قدیر - جس کے معنے ہین - ہر چاہی ہوئی بات پر قادر ہے - فعال لما یرید اور یفعل ما یشاء سے بھی اسی معنون کی تائید ہوتی ہے -

لم یلبثوا الا ساعۃ - عذاب کا زمانہ اتنا لمبا اور ممتد ہو گا - کہ دنیا کی زندگی کا زمانہ ہیچ نظر آئیگا - تکلیف کے مقابلہ مین آرام کا زمانہ بہت ہی چھوٹا نظر آتا ہے -

سُورۃ الاحقاف کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سُورۃ محمدؐ

رکوع نمبر ۱

پارہ ۲۶ رکوع ۵

۱۰ - اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

اضلّ اعمالھم - وہ کام تو کر رہے ہین مگر جو نتائج انہون نے سوچے ہوئے ہین وہ ان پر مرتب نہ ہون گے بلکہ ان کے خلاف -

والذین اٰمنوا - ایمان مین یقین و تسلیم شرط ہے - بطور تخم اور اعمال بمنزلہ پھل مومن وہی جس کی قوت نظریہ و عملیہ دونون اعلےٰ درجہ پر ہون - اور پھر بما نزل علٰی محمدؐ پر بھی ایمان ہو یہ کیون کہ وہ "حق" ہے پس جو آخری مامور کا انکار کرے گا اسے کافر کہا جائیگا اور مستوجب عذاب ٹھہریگا -

کفّر عنھم سیّاٰتھم - ایمان لانے سے بدیون کی جڑ کٹ جاتی ہے -

اثخنتموھم - اثخان (۱) بوجھ ڈال دینا (۲) خون بہا دینا (۳) کسی ملک مین اپنا داؤ بیٹھا دینا - آخری معنے مراد ہین اپنا سکہ بٹھاؤ -

منًّا - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر اسی پر عمل کیا کہ احسان سے چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کثرت سے پھیلا -

سیھدیھم - مقتول ہونے کے بعد ہدایت کے کیا معنے اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت کے تین معنے ہین - رستہ دکھانا - رستہ پر چلانا - منزل مقصود پر پہنچانا - یہان آخری معنے مراد ہین یعنی ثمرہ ایمان و اعمال صالحہ دیگا -

عرّفھا لھم - بتا دیا ہے وہ جنت یا اس جنت کی تعریف بیان کر دی ہے ان کے لئے ایک مفسر نے یہ معنے کئے ہین جو مجھے پسند ہین - عرف کہتے ہین - خوشبو کی مہک کو جنت کی خوشبو پھیلا دی ہے - اسی لئے حدیث مین آیا ہے کہ شہیدون کے خون کی بو کستوری کی مانند ہو گی -

فتعسًا لھم - پھٹکار - ہلاکت -

للکٰفرین امثالھا - نبی کریم کی نبوت کا دامن قیامت تک وسیع ہے اور امت محمدیہ مین ہر صدی کے سر پر مامور ہوتا ہے پس عذاب بھی قسم قسم کے آئین گے -

مولیٰ - آقا - ناصر - مہربان -

۱۱ - اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ رکوع ۶

(سُورۃ محمدؐ رکوع نمبر ۲)

جنّٰتٍ۔ وہ زمین جہین باغ کے درخت لگائے گئے ہون۔ من تحتہا کے ترجمہ مین مفسّرین کو دقت پیش آئی ہے چنانچہ وہ اشجار یا قصور کو مقدر بتاتے ہین۔ اسے من تحت اشجارہا اَوْ قصورہا۔ چنانچہ ایک نے لکھا ہے کہ جنت وہی ہے جس کے باغ مین مکان بھی ہون نیچے تشکات سے یہ اعتبار عرف نکل سکتے ہین۔ جو زمینین دریا یا انہار کے کنارے پر ہون وہ بہت سر سبز ہوتی ہین۔ وہان کا نظارہ بہت خوبصورت ہوتا ہے پس یہی مطلب ہے یہان کہ وہ باغ برلب انہار ہون گے (اور ہم بولتے ہین راوی لاہور کے نیچے بہتی ہے)

یتمتّعون۔ کفار بھی نفع اُٹھاتے ہین مگر کہان دنیا دی فانی مزا اور کہان آخرت کا ابدی آرام۔

دیأکلون۔ مؤمن وکافر مین یہ فرق ہے کہ مؤمن چلتا ہے بیٹھتا ہے کھاتا ہے۔ پیتا ہے تو بہ نیّت اطاعت اللہ و رسُول اور بہ ارادۂ احتساب۔ اور کافر چارپایون کی طرح اپنی نفسانی خواہش کے لئے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اُمّت محمّدیہ کی مثال ان مزدورون سے دی جو عصر سے شام تک کام کرکے دوسرون سے زیادہ مزدوری پائین۔

بیّنۃ۔ بہت بیان کرنے والی چیز۔ شہادت۔ دلیل۔ قرینہ کو بیّنہ کہتے ہین کیون ان سے امر متعلقہ خوب واضح ہوجاتا ہے۔

مثل الجنۃ۔ جو لوگ نعماء جنّت کا دنیا پر قیاس کرکے اعتراض کرتے ہین ان کا جواب اس آیۃ مین ہے۔

فرماتا ہے۔ اس جنت کی توضیح ان نعماء کے بیان سے ہوگی۔

ماذا قال آنفاً۔ کلام ذو وجہین ہے اپنے دوستون پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم وہان جاکر بھی کچھ نہین سنتے۔ دوم۔ بطور اظہار حقارت اور اِدھر اُدھر مسلمانون کو دھوکہ دینا۔ کہ کس قدر قدر کرتے ہین کہ پھر پوچھتے پھرتے ہین۔

زادھم ھدیً۔ نیکیون پر چلنے سے خداوند تعالیٰ نیکیون کی توفیق دیتا ہے اور انسان بدیان کرے تو اور بدیون کی تحریک ہوتی ہے۔

اشراطھا۔ سب سے بڑا نشان تو نبی کریم کی بعثت ہے۔

۱۲۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ رکوع ۷
سُورۂ محمّد رکوع ۳

فاولٰی لھم طاعۃٌ۔ فرمان برداری ان کے لئے بہتر تھی۔ جو پسندیدہ بات ہے۔

فلو صدقوا اللہ۔ مؤمن کے لئے عبرت کا مقام ہے پہلے پہلے بڑے دعوے کرنے اور پھر وقت پر عمل نہ کرنا بہت بُرا ہے۔ دوم کسی کی ظاہری صورت پر ہی اعتماد نہ کرلیا جاوے۔

تولّیتم۔ والی بن جاؤ یا لوٹ جاؤ۔

خدا نے مومنون کو والی بنانا چاہا تو سمجھایا کہ فساد فی الارض وقطع رحم نہ کرنا۔ جب جنگ کی ضرورت نہ تھی اس وقت جنگ کی خواہش۔ اور جب ضرورت تھی اس وقت جنگ سے منہ پھیرنا۔ ثابت کرتا ہے کہ ایسے لوگ والی بن کر فساد وقطع رحم ہی کرین گے۔

لعنھم اللہ۔ ان صفات والے لوگون کا جو بد انجام ہُوا ہے وہ بتاکر عبرت دلائی

ام۔ منقطعہ بمعنے بلکہ خدا کے کلام مین ام متصلہ نہین ہوتا۔ جو دو مین سے ایک کی تعیین کے لئے آتا ہے۔

اقفالھا۔ وہ قفل جو دلون کے لئے ہُوا کرتا ہے۔ ھا اسی بات کو ظاہر کرتا ہے مطلب کہ وہ حق قبول نہین کرتے۔ ایمان کے دو جزو مین یقین وتسلیم۔

عنادی کفّار حق باتون کو سمجھ تو لیتے ہین جحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا۔ مگر مانتے نہیں۔

پس قفل سے یہ مراد ہے کہ جون کہ کافر عناد پر ایسا تلا ہوتا ہے۔ کہ یقین کی راہ اس کے لئے نہین کھلتی۔ اگر کھلے تو وہ تسلیم نہین کرتا۔ یہ نہین کہ سرے سے سمجھ ہی ماری جاتی ہے۔

سنطیعکم۔ ضعیف الایمان۔ ائمۃ الکفر اور ان لوگون سے جنھون نے ما نزل اللہ کو پسند نہین کیا ان سے ملکر کام کرنا پسند کرتے ہین اور ان کی بعض باتون مین جو کہ بظاہر خوشنما معلوم ہوتی ہین پیروی کرنا چاہتے ہین اس کا نتیجہ ارتداد ہوتا ہے اسی واسطے کفّار کی موالات سے منع کیا گیا ہے۔

فاحبط اعمالھم۔ یہ انہی لوگون کی نسبت ہے جن کی نسبت الّذین اٰمنوا ابتداء رکوع مین فرمایا۔

۱۳۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶۔ رکوع ۸
(سورہ محمّدؐ رکوع ۴)

ولنبلونّکم۔ بصیغہ متکلم الغیر۔ اس مین فرشتہ وغیرہم شامل ہین آزمانا معنے ہون تو بھی اعتراض نہین کیون کہ اللہ جانتا ہے۔ مگر فرشتے۔ انبیاء مومنین نہین جانتے مگر لیعلم اللہ من یخافہ بالغیب۔ بھی آیا ہے۔ بعض نبلونکم کے معنے بلا مین ڈالنے کے ہوتے ہین میرے نزدیک خدا کا علم دو قسم ہے (۱) ذاتی۔ جب کوئی چیز موجود نہ تھی اس وقت بھی تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ جانتا تھا اور اس علم سے اللہ کی ذات کسی وقت خالی نہین ہوئی۔

(۲) فعلی۔ جس وقت وہ چیز واقع ہوجاتی ہے اس وقت بھی ایک علم ہوتا ہے۔ بلاتشبیہ برائے مثال یہ بات ہے کہ پہلے مکان کا نقشہ ذہن مین ہوتا ہے۔ پھر مکان کے بننے کے بعد اسے دیکھتا ہے۔ تو وہ بھی علم ہے۔ مگر پہلا علم اس شے کی ذات کی نسبت سے تھا۔ دوسرا اس چیز کی نسبت یہ علم کہ واقع ہوگئی۔ جہان لیعلم آتا ہے۔ وہان دوسرے علم کے متعلق مراد ہوتی ہے۔

لنبلونکم۔ کے معنے یہ ہین کہ ہم تمہین ایسے کام دین گے جس سے تمہاری اندرونی حالت کھل جائے۔

حتّٰی نعلم۔ اللہ تعالےٰ کو پہلے علم تھا کہ ایسا ہوویگا۔ پھر یہ علم ہُوا کہ ایسا ہوگیا۔

فلا تھنوا۔ پچھلی آیات مین جب یہ ذکر آیا کہ ان کی کوششین اکارت جائین گی۔ تو ساتھ ہی مومنون کو سمجھایا۔ کہ دیکھو تم یہ خیال کرکے کہ اب وہ ناکام تو رہین گے ہمنز

کیا کام کرنا ہے۔ تبلیغ نہ چھوڑ دو۔

وتدعوا الی السلم۔ سُستی کی وجہ سے صُلح کی طرف نہ بلاؤ۔ بعض ضعیف الایمان جب مخالفین کی مخالفت کو برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتے۔ تو گھبرا کر صلح کی طرف دوڑتے ہیں۔ جس کو دوسرے الفاظ میں مداہنت کہ سکتے ہیں۔

انما الحیٰوۃ الدُّنیا۔ جو اپنے مخالفین سے ملنا چاہتے ہیں انکی غرض اکثر دنیاوی جاہ وجلال اور شہرت ہی ہوتی ہے۔ فرماتا ہے یہ تو کچھ بھی نہیں

یبخل عن نفسہٖ۔ اپنے نفس سے بخل یہ ہوا۔ کہ اگر نہیں دیتا تو آپ ہی نقصان اُٹھائے گا اور فوائد سے محروم رہے گا۔

جب بیج ڈالنے کا وقت ہوتا ہے اس وقت اگر کاشتکار بیج نہ ڈالے تو یہ بخل اس کی جان پر نقصان پہنچانے والا ہوگا۔

سُورہ محمدؐ کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سُورہ الفتح

رکوع پہلا

(پارہ چھبیسواں رکوع ۹)

۱۶۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

انّا فتحنا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خواب کی بنا پر مدینہ سے کوچ فرمایا اور حدیبیہ میں ڈیرا لگایا۔ جہاں آپ کی اُونٹنی آکر خودبخود بیٹھ گئی۔ وہاں صلح کی تحریک ہوئی اور ایک ایسا موقعہ بھی بن گیا کہ آپ نے صحابہ سے بیعت بھی لی۔ صلح کے شرائط کا خلاصہ یہ ہے۔ (۱) اس سال ہم حج نہ کریں گے (۲) آیندہ سال آئیں گے مگر تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں گے۔ (۳) کوئی کافروں میں سے مسلمان ہوکر گیا تو واپس دیدیں گے۔ لیکن مسلمانوں سے نکل آیا تو واپس نہ دیا جائیگا ان حالات میں جبکہ بعض اکابر لم نوت الدنیۃ فی دیننا۔ کہہ رہے تھے یہ آیت نازل ہوئی جو کہ ایک اعجاز ہے۔ کیونکہ یہ پیشگوئی فتح مکہ پر بڑی صفائی سے پوری ہوئی اور یہی صلح کے معاہدے جنہیں انہوں نے اپنے مفید مطلب باتیں رکھی تھیں ان کی تباہی کا موجب ہوگئیں۔

لیغفرلک۔ فتح کے نتائج بیان فرماتا ہے۔ (۱) غفر ذنب (۲) اتمام نعمت (۳) ہدایت صراط مستقیم (۴) نصر عزیز۔

سیاق وسباق سے واضح ہوتا ہے۔ کہ فتح دے دینے سے گناہوں کی بخشش کا کوئی تعلق نہیں ہوسکتا اور نہ فتح نصرت کا سبب ہے۔ بلکہ نصرت فتح کا موجب بن سکتی ہے پس صحیح معنے یہ ہیں۔ کہ فتح دینے سے مفصلہ ذیل مقاصد مطلوب ہیں۔ جو جو قصور تیرے ذمے (اے نبی) لگاتے ہیں وہ سب کے سب دُور ہوجاویں اور ثابت ہوجاوے۔ کہ تو مذنور گناہوں سے محفوظ ومعصوم ہے۔ اس سوال کا جواب کہ یہ کیوں نہیں صاف کہا گیا کہ گناہ کیا ہی کوئی نہیں یہ ہے کہ بعض باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کیں۔ جو اُن کے خیال میں گناہ تھیں۔ مگر اللہ کے نزدیک یہ گناہ نہ تھا۔ مثلاً ابوجہل نے آپ کو قطع رحم فساد فی الارض کا الزام لگایا۔ یہ تو صحیح ہے کہ آپ کی بعثت سے بیٹا باپ سے اور بھائی بہن سے جُدا ہُوا۔ جنگ بھی ہوئے مگر یہ سب باتیں خیر وبرکت کا موجب تھیں اس لئے گناہ نہیں عرب کے دلوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ جو کامیاب ہوگا وہ ہی حق پر ہے۔ اب یہی دلیل آپ کی صداقت کی ہے۔ اور ان تمام اعتراضوں والزاموں کا جواب ہے۔ جو آپ کی ذات ستودہ صفات پر لگائے گئے اور لگائے جائیں گے۔ کیونکہ اس خارق عادت واتمام نعمت وکامیابی کی نظیر اور کسی نبی میں اس اعلےٰ درجہ کے ساتھ نہیں پائی جاتی اس سے ثابت ہوگیا۔ کہ آپ کی زندگی بالکل پاک اور خدائے تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت ہے اسی فتح سے کھل گیا کہ آپ اس صراط مستقیم پر ہیں جس پر چل کر انسان آسانی کے ساتھ کامیابی کی منزل پر پہنچ سکتا ہے۔

اصول اربعہ متنابہ سے ثابت ہوگیا کہ جیسے دنیا میں آپکے رفقاء مظفر ومنصور اور وارثان جنّات ہوئے ایسے ہی آخرت میں ہوں گے۔ اسی طرح آپکے اعداء جیسے دنیا میں ناکام ہلاک ہوئے ایسے ہی آخرت کو ہلاکت کے گڑھے میں پڑیں گے۔

جب دنیا کے متعلق جو پیشگوئیاں تھیں وہ پوری ہوگئیں تو آخرت کے متعلق بھی ضرور ہوں گی اور لیدخل المؤمنین آہ کی آیت پوری ہوگئی۔

ایمان مع ایمانھم۔ ایمان کے چار مراتب ہیں پہلا درجہ سکینہ ہے۔ جس میں مومن کو اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ خدا تعالےٰ سے خارق عادت نصرت شروع ہوجاتی ہے (ب) اعمال کے ساتھ ایک نور ہوتا ہے۔ کثرت اعمال صالحہ کے سبب وہی نور اس انسان کو گھیرے رہتا ہے۔

خدا کے وعدوں پر ایمان تو پہلے ہی سے تھا۔ جب پورے ہوئے تو یہ ایک اور ایمان ہوگیا۔

للہ جنود السمٰوات والارض۔ بادل۔ ہوا۔ حالات جو جو نصرت اسلامی لشکر کے لئے کی۔ یہ سب اللہ کے حکم سے تھے۔

۱۷۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

(بقیہ رکوع ۹۔ پارہ ۲۶)

شاھداً۔ یہ فتح اس لئے دی کہ ثابت ہو تو خدا کی ذات وصفات کا ایک گواہ ہے رسول کی رسالت کی گواہی کے لئے اللہ کافی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وکفیٰ باللّٰہ شھیداً اور اللہ کی ہستی کا ثبوت ہے۔ رسُول کی رسالت ھو الّذی ارسل رسولہٗ۔

جو ذات بےمثل ہے اس کے صفات بھی بےمثل ہونگے اور جس کے صفات بےمثل ہیں اس کے افعال بھی بےمثل ہوں گے۔ نبی آتا ہے وہ اپنی ذات وصفات وافعال میں مثل رکھنے والا وجود ہے مگر بعض باتیں وہ ایسی بتاتا ہے کہ انکی مثل لانے سے مخلوق عاجز ہوتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا ہے اور یہ خدا کا کلام ہے۔ کیونکہ بےمثل کا ظہور انسان سے ناممکن ہے اور جس شخص کے ذریعہ یہ قبل از وقت خبر دی گئی۔ وہ نبی ہے ورنہ کیوں اسی کے ہاتھ پر یہ بےمثل فعل الٰہی ظاہر ہُوا۔ لامحالہ ظاہر ہُوا کہ اس انسان

حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

۲۶
پارہ چھبیسواں

(بقیہ رکوع نمبر ۹)

سورۃ الفتح رکوع ۱

گذشتہ سے پیوستہ

کا خاص تعلق اللہ تعالےٰ کی بے مثل ذات سے ہے۔

مبشراً و نذیراً ۔ یہ گواہی کی دو نشانیں ہین۔ فتح سے ثابت ہوجاویگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے متبعین کے لئے مبشر اور اپنے مخالفین کے منذر ہین

لتؤمنوا ۔ جب ایمان (یقین و تسلیم) کا مجموعہ نصیب ہو۔ تو حقیقی عزت اور نصرت کا جوش پیدا ہوگا۔

تسبحوہ ۔ رسول کریم کی پاکیزگی کا ذکر کرو۔

انما یبایعون اللہ ۔ یہ اس لئے کہ رسول کا اپنا ارادہ کوئی ہے ہی نہین۔ بلکہ اس کے اقوال۔ افعال۔ سب اللہ کے حکم کی ماتحت ہین۔

۲۰۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۶ رکوع ۱۰)

(سورہ الفتح رکوع ۲)

الاعراب ۔ گنوار

بوراً ۔ ہلاک ہونے والے۔

سعیراً ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی باتون کو نہین مانتے ان کے لئے مؤمنین کی کامیابی (جو انجام کار) ضروری ہے۔ دوزخ بن جاتی ہے۔

للہ ملک السمٰوات والارض ۔ فرمایا۔ ضرور ہے۔ کہ مؤمن غالب ہون اور کیون غالب نہ ہون جب کہ غلبہ کے اسباب خواہ وہ زمینی ہون یا آسمانی۔ اللہ کے قبضۂ قدرت مین ہین۔

یغفر لمن یشاء ۔ سمجھایا کہ مؤمن سے بھی بعض اوقات قصور ہوجاتا ہے مگر اللہ تعالےٰ بخش دیتا ہے۔ اور پکڑتا اسے ہے۔ جو شوخی و شرارت سے کام لے

کان اللہ غفوراً رحیماً ۔ یہ اس اعتراض کا جواب ہے۔ کہ پھر ہر کافر کو کیون جلد نہین پکڑ لیتا۔ حدیث قدسی مین ہے۔ سبقت رحمتی علےٰ غضبی۔ یعنے جب ایسا موقع آتا ہے تو میری رحمت غالب آجاتی ہے۔ گو وہ لوگ درحقیقت مستحق عذاب ہوچکے ہون۔

ان یبدلوا کلم اللہ ۔ چون کہ پہلے ان کی نسبت ارشاد ہوچکا تھا۔ کہ اب کبھی جنگ مین نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ شریک ہو سکین گے۔ اور اب وہ چاہتے ہین۔ تو گویا کلام آلہی بدلنا چاہتے ہین اس موقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ کہ اگر حکم آلہی کی پرواہ نہ کی جاوے۔ تو بعد اس کے ایسی حالت ہوتی ہے کہ وہ انسان خود چاہتا ہے لیکن اجازت نہین ملتی۔

بل تحسدوننا ۔ یہ ان کا دوسرا قصور ہے کہ اب بدظنی سے کام لے کر سمجھتے ہین کہ ہمارا حسد کرتے ہیں۔ حالان کہ یہ ممانعت ان کی نافرمانی کی پاداش مین ہے

ستدعون ۔ یہ ایک پیشگوئی جو بڑی صفائی کے ساتھ پوری ہوئی۔

۲۲۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ رکوع ۱۱

(سورہ الفتح رکوع ۳)

لقد رضی اللہ ۔ خدا کی رضا کے حصول کے لئے اپنا مال۔ اپنی آبرو۔ اور سب متعلقین اللہ کے واسطے چھوڑنے پر تیار ہوتا ہے اور اس بات کا امتحان ایک ہی موقعہ کے وقت خوب ہوسکتا ہے۔

الشجرۃ ۔ حدیبیہ مین وہ درخت جس کے سایہ مین بیعت رضوان لی گئی تھی۔

السکینۃ ۔ ایک ایمان ذہنی ہے یعنے جس کی بنا پر دنیا مین امتیاز ہوتا ہے اس کی نسبت فرمایا۔ من صلی صلوتنا و استقبل قبلتنا ۔ الخ ۔ الحدیث۔

دوسرا وہ جس کی وجہ سے آخرت مین کافر سے امتیاز ہوتا ہے یعنے وہ عذاب نہین ہوتا۔ جو کافر کو آخرت مین ہوگا۔

تیسرا ایمان وہ ہے جسکی وجہ سے فاسق سے امتیاز ہوگا اس مین اعمال حسنہ۔ ملکات حسنہ اخلاق فاضلہ شامل ہین۔ چوتھا ایمان وہ ہے۔ جسمین سکینت کا نزول ہو (اس کی تفصیل گزر چکی)

فعجل لکم ۔ اس مین اشارہ ہے کہ اسی پر بس نہ سمجھو ابھی دنیا مین اور انعامات کے علاوہ آخرت مین بھی بہت کچھ ملیگا۔

آیۃ ۔ مؤمن لوگ سمجھ لیوین کہ جب دنیا مین خدا نے وعدہ پورا کردیا ہے۔ تو آخرۃ کے وعدے بھی ضرور پورے کریگا۔ (۲) دوسرے لوگ یہ سمجھ لین کہ مؤمن ہی حق پر ہین اور مؤمن ہی دنیا و آخرۃ مین مظفر و منصور ہون گے۔

ویھدیکم ۔ فتح اس لئے دی تاکہ تمہارا صراط مستقیم پر ہونا ثابت کرے۔

ولیا ۔ دوست ۔ آقا ۔ رشتہ دار ۔ عرب لوگ رشتون سے مدد لیا کرتے ۔ اور دوستون کو ورثہ تک مین حصہ دار بنا لیتے۔ اور جن کی پناہ مین ہوتے وہ انکی حمایت کرتا فرمایا۔ تینون ذریعون مین ناکام رہوگے۔

سنّة الله۔ اس سنت سے مراد خاص وہ سنت اللہ ہے۔ جو انبیاء کے اتباع اور انبیاء کے مخالفون کی نسبت ہے۔ کہ متبعین کامیاب اور مخالفین ناکام رہتے ہین۔

ببطن مكة۔ مکّہ کی وادی مین۔

خداوند تعالےٰ نے اپنے مقام کی عزّت عجیب طریق سے قائم رکھی۔

الهدى۔ وہ قربانی جو حاجی مکہ مین ذبح کرنے کے لئے لاتے ہین۔

ولولا۔ پہلے فرمایا۔ کہ ان کے اعمال قابل سزا تھے۔ مگر حرمت مکہ کی وجہ سے اور پھر مؤمنین مؤمنات کے ایذا پہونچنے کے سبب عذاب قتل روکے رکھا تزيلوا۔ مؤمن علیحدہ ہو جاتے۔

مؤرخہ ۲۴ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۶۔ رکوع ۱۲)

سورۃ الفتح رکوع ۴

الرّءيا بالحقّ

انبیاء اپنی پیشگوئیون کے معنے سمجھنے مین جو اجتہادی غلطی کرتے ہین اس کے متعلق یہ واقعہ بہت کچھ روشنی ڈالتا ہے۔ کہ آپ اس خواب کی بناء پر کئی صحابیون کو ساتھ لے کر آئے۔ مگر صلح حدیبیہ کے مطابق لوٹنا پڑا آخر پھر دوسری بار آئے۔ اور یہ خواب پورا ہوا۔

فعلم ما لم تعلموا

لوگون نے اپنی طرف سے اسی سال کی خصوصیت سمجھ لی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہر پیشگوئی کے متعلق ایک پہلو خفا کا ہوتا ہے۔ جس کا علم اوّلاً اللہ ہی کو ہوتا ہے۔ تاکہ ایمان بالغیب کا ثواب قائم رہے۔ اور لفظون مین بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ یہ لتدخلن المسجد الحرام۔ فتح کے بعد ہوگا۔

فجعل من دون ذٰلك

اجتہادی غلطی نقصان رسان نہیں ہوتی۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ کہ وہی صلح اس فتح مبین کو جلد لانے کا موجب بن گئی۔

انبیاء کی اجتہادی غلطی پر نادانون کے اس اعتراض کا دفعیہ کرتا ہے۔ کہ پھر امر دین مین بھی غلطی کھا سکتے ہین۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

بالهدىٰ و دين الحقّ

یعنے اس مین کسی قسم کا شک یا کمزوری نہین بلکہ وہ ایسا دین لاتے ہین۔ جو شکون سے نکالنے والا اور ایسی مضبوط چٹان ہوتا ہے۔ کہ جو اس سے ٹکر لگا دے۔ وہ خود ہی اپنا نقصان کرے۔

ليظهره

تاکہ اس کو غالب کر دے۔

كفىٰ بالله شهيداً

ہر چیز کی گواہی اس کے حسب حال ہوتی ہے۔ خدا کی گواہی اسکی خارق عادت تائید و نصرت ہے۔ جو نبی کے ساتھ شامل ہوتی ہے جس سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ یہ بے شک کام جو نبی کے ہاتھون سے ظاہر ہوا۔ ضرور اس کا اس لیس کشادہ ہستی سے خاص الخاص حق ہے۔

والّذين معه

ثبوت کو واضح کرتا ہے۔ کہ خود اس کے اور اس کی سعیت رکھنے والون کے معہ مین اشارہ ہے۔ کہ اس زمانہ مین ہونا ضروری نہین، کے علامات سے خدا کے جلال کا علم اور یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ پاک لوگون کی جماعت ہے۔ جیسے کسی ڈیرہ کے بندون کو دیکھ کر علم ہو سکتا ہے۔ کہ اس ڈیرے والا کس پایہ کا حاکم ہے۔

اشدّاء على الكفّار

کفار کے اثر کو قبول نہین کرتے اور کفار پر ایسا رعب قائم ہوتا ہے۔ کہ وہ مومنون کے مقابلہ مین کھڑے نہین رہ سکتے۔

مومنون کو غور کرنا چاہیئے کہ خدا کی ہستی کا ثبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے اور سیدنا محمدؐ کی رسالت کا ثبوت ان کی جماعت کے اخلاق سے دیا ہے پس ہمارے افعال اگر خراب ہون گے۔ تو یہ شرم کا مقام ہے۔

یہان سورہ الفتح کے نوٹ ختم ہوئے

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید کے نوٹ

پارہ چھبیسواں ۲۶

رکوع نمبر ۱۳

سُورۃ الحجرات رکوع ۱

مورخہ ۱۵ - مئی سنہ ۱۹۱۱ء

خدا تعالےٰ اس سورۃ میں رسُول سے فیض لینے کے جو آداب ہیں وہ بیان فرماتا ہے

لاتقدموا بین یدی - (ا) باتیں بڑھ بڑھ کے نہ کرو (ب) نہ اللہ و رسُول کے احکام پر اپنی دلی خواہشوں اور آرزؤں کو ترجیح دو۔

واتقوا - رسُول نہ تو عذاب دینے والا ہے نہ دل کی نیّت سے واقف پس اللہ سے ڈرو

ولا تجھروا - غصہ میں انسان کچھ کا کچھ کہہ جاتا ہے۔ اس لئے غصہ کی ابتدائی صورت سے ہی منع فرمایا۔ یہ صحابہ ہی کی قوم تھی۔ کہ کسی اختلاف کو اسی ایک امر میں محدود رکھتے تھے۔ جس کے متعلق گفتگو ہوتی اور باقی میں اس کا اثر ہرگز نہ پڑتا۔

ولو انھم صبروا - صبر کرتے تو ظاہر ہو جاتا اور عملی رنگ میں شہادت مل جاتی کہ رسُول کی عظمت ان کے دلوں میں ہے۔ اور یہ اس کے لئے اپنا وقت۔ اپنا کام چھوڑ سکتے ہیں۔

ان جاءکم - دو امر تھے۔ صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مظہر اتم ہیں اور اس مظہر بننے اور فیض رسالت جذب کرنے کے لئے آداب سکھائے۔ دوسرا اشداء علی الکفار رحماء بینھم - ان کی صفت تھی۔ اس کے متعلق اسباب بتاتا ہے۔ تاکہ باہمی تعلقات درست رہ سکیں۔ تعلقات اسی طرح بگڑتے ہیں۔ کسی نے بات سنائی انہوں نے یقین کر لیا اور باہمی کینہ بیٹھ گیا۔ ایسی غلط فہمیوں سے بچنے کے لئے بہت عمدہ راہ بتائی خبر لانے والا بعض اوقات نیک آدمی بھی ہوتا ہے۔ مگر وہ دوستوں میں بگاڑ پیدا کرنے والا فاسق ہے۔

لعنتم - البتہ تم دکھ میں پڑ جاؤ۔

وان طائفتن - پہلے وہ امُور بتائے۔ جن سے بگاڑ پیدا ہو سکتی ہے اب اگر بگاڑ پیدا ہو گئی۔ تو اس کا علاج بتاتا ہے۔ جو شخص غیظ و غضب سے بھر جاتا ہے۔ وہ اپنے نفع و نقصان کو نہیں سوچ سکتا۔ اس لئے دوسرے مؤمنوں کو فرمایا کہ وہ اصلاح کریں۔ جیسا کہ کسی معنوہ۔

یجعون - دنیا کے امور کا سرانجام معتبرین کے سپرد ہے۔

المقسطین - قسط کہتے ہیں ظلم کو۔ اقساط کے معنے قسط کا دور کرنا۔ پس معنے ہوئے ظلم کے دور کرنے والے یعنے منصف۔

مورخہ ۱۶ - مئی سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۶ رکوع ۱۴)

(سُورۃ الحجرات رکوع ۲)

بعض فروض جماعت سے مختص ہوتے ہیں۔ اور جماعت پیدا ہوتی ہے۔ اتحاد سے۔ اس اتحاد کے پیدا کرنے کے لئے چند طریقے بتاتا ہے۔

لایسخر - تمسخر کا انجام اچھا نہیں ہوتا بلکہ اکثر اوقات لڑائی ہو جاتی ہے۔

ان یکونوا - اس وقت بہتر یا آئندہ کسی وقت میں ہو جاوے۔

ایک حدیث کا یہ مضمون ہے۔ کہ جو کسی کی تحقیر کرتا ہے یا عیب لگاتا ہے۔ وہ نہیں مرتا۔ جب تک اسی عیب میں مبتلا نہ ہولے۔

ولانساء - مردوں کو عورتوں سے جُدا کر کے پھر بیان کیا۔ یہ اس لئے کہ عورتوں میں یہ بیماری کثرت سے ہے۔ ورنہ عام طرز قرآنی یہی ہے۔ کہ مرد کو خطاب ہوتا ہے۔ اور عورتیں تبعاً اس میں آجاتی ہیں۔

تلمزوا - لمز کہتے ہیں۔ چٹکی لینے کو۔ نکتہ چینی سے بھی دوسرے دل پر ایسی ہی گرفت ہوتی ہے۔ جو کسی کی نکتہ چینی کرتا ہے۔ پھر اس کی بھی نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ تو گویا اس نے اپنی نکتہ چینی کی

(ب) انفسکم سے مراد بھائی بند۔ نکتہ چینی اکثر انہی کی ہوتی ہے۔ جن کے ساتھ تعلقات ہوں۔

تنابزوا - نبز - پھینکنا۔ اصل نام کو چھوڑ کر کسی اور نام کے ساتھ یاد کریں گے۔ بئس الاسم الفسوق - تم اگر کسی کا نام بگاڑو گے۔ تو پھر تم بھی بجائے مؤمن کے فاسق گنے جاؤ گے (خدا کے دفتر میں)

ان بعض الظن اثم - بدظنی بہت بڑا باعث ہے تفرقہ کی اس لئے اس سے منع فرمایا۔ چونکہ بعض ظن اثم ہیں اور اس کا علم نہیں اس لئے ہر ظن سے بچنا چاہیئے۔

لا یغتب - کسی کی ایسی بات دوسرے کے آگے کرنی جو وہ شخص ظاہر کرنی نہیں چاہتا یا اگر اس کے سامنے کی جائے تو اسے رنج پہنچے۔ اگر جھوٹی بات کی جائے تو وہ بہتان ہے کوئی اس خوشی سے کہ میں نے سچ بات جانی ہے۔

توّاب - رجوع برحمت کرنے والا۔ التوب - الرجوع۔ شعوباً - شاخیں کنبے۔ ایک دوسرے کی تحقیر (جس کی بناء پر تمسخر ہوتا ہے) سے منع فرمایا۔ کہ ذاتوں پر تکبر ناجائز ہے

ان اللہ علیم خبیر - اور اس اتقار کا علم اللہ کو خوب ہے۔

۱۷ - مئی سنہ ۱۹۱۱ء (البقیہ رکوع)

ایمان جو اعتقادی امُور کے متعلق ہے وہ تو نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔ مگر دوسرا جو عقائد حقہ اور

اعمال صالحہ بخلاق فاضلہ۔ ملکات حسنہ کے متعلق ہے وہ بڑھتا گھٹتا ہے۔ تیسرا نور ایمان جسے سکینہ بھی کہتے ہیں وہ بھی بڑھتا گھٹتا ہے۔ لم تؤمنوا۔ میں وہ ایمان مراد ہے جس میں یقین کے ساتھ یقین بھی شامل ہے اور وہ تیسرا درجہ ہے۔ اسلمنا۔ ظاہری فرمانبرداری کرکے اپنے تئین اس سے بچ لیا کہ ان سے دشمن جیسا سلوک کیا جاوے۔ لا یلتکم۔ کم نہ کریگا۔ غفور رحیم۔ پہلے قصوروں کے بد نتائج اور آیندہ قصوروں کے صدور سے بچانیوالا اور نیک اعمال کی نیک جزا دینے والا۔ لم یرتابوا۔ کسی طرح کا قولی و فعلی اضطراب نہیں ہوتا۔ جاھدوا۔ یہ اس ایمان کے ثمرات ہیں۔ ھم الصادقون۔ دوسرے مقام پر صدیقون فرمایا۔ سمجھایا کہ اپنی اعمال کو بڑھ بڑھ کرے۔ تو صادق سے صدیق بن جائیگا۔

سورۂ الحجرات کے نوٹ ختم ہوئی

آغاز سورۂ قٓ رکوع ۱

(پارہ ۲۶ رکوع ۱۵)

(مورخہ ۱۹۔ مئی سنہ ۱۹۱۱ء)

قٓ۔ قادر و قدیر خدا کی طرف سے یہ کتاب نازل کی گئی ہے۔

والقرآن المجید۔ مجد و بزرگی والے قرآن کی قسم۔ یعنے یہ گواہ ہے کہ خدا تعالے قادر ہے۔ کیونکہ ہر شخص اسکے کلام ہی سے اس کی طاقت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

بل عجبوا۔ یہ خدا کے قادر ہونے کے قائل بھی ہیں اسی سے نبوت کو عجیب کہتے ہیں۔ پھر مشرکین بغیر ہم جیسے کو نبی کیونکر سمجھیں اور خدا کو نہ بھی مانتے ہیں۔

ما تنقص الارض۔ اس میں یہ بات سمجھائی۔ کہ جو حصہ کم ہوتا ہے (بدن) وہ ہم خوب جانتے ہیں۔ مگر باقی رہنے والی چیز تو اور ہے اس کا نام روح ہے۔ ساتھ ہی یہ سمجھایا کہ زمین جو کچھ گھٹاتی ہے اسے بھی ہم جانتے ہیں اس کے ذرات ہمارے علم میں محفوظ ہیں اور وہ ہمارے فرمان پر اکٹھے ہوں گے۔ افلم ینظروا۔ اپنی قدرت کا ثبوت پیش فرماتا ہے تا اس سے رسالت اور دوبارہ زندگی کا مسئلہ حل ہو۔ بھیج۔ پکتی ہوئی چیز۔ پر رونق۔ نظام جہان دیکھنے سے دونو مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ تبصرۃ۔ بصیرت پیدا کرنے کا ذریعہ۔ ذکریٰ۔ جس کے دیکھنے سے دوسری چیز یاد آئے۔ پس اس جہان کو محض جسمانی فائدے کے لئے نہیں بلکہ روحانی فوائد بھی ہیں۔ منیب۔ جو ایک طرف جھکنے کا وصف رکھتا ہو۔ وہی ان نتائج تک پہونچ سکتا ہے من السماء۔ بلندی سے۔ مبارکاً۔ جن چیز سے بہت حاصل ہو وہ برکت ہے۔ احیینا یہ امکانی دلیل ہے قیامت کی۔ جیسے پانی برسنے سے قسم قسم کی روئیدگی نکل آتی ہے اور مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قیامت قائم ہوگی۔ حق وعید۔ مکذبان رسل (رسول قائلین قیامت ہوتے ہیں) ہلاک ہوئے اس سے بھی ثابت ہوا کہ قیامت حق ہے۔

افعیینا۔ یہ اور دلیل دی ہے۔

۲۶ پارہ رکوع ۱۶۔ سورۂ قٓ رکوع ۲

توسوس بہ نفسہ۔ وسوسہ کسی چیز کا دل میں کھٹکنا۔ حبل الورید۔ دل کی رگ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم سے کوئی چیز غائب نہیں۔ ہم جانتے ہیں اور دل کی رگ سے بھی ہم قریب ہیں۔ اذ یتلقی المتلقین۔ کسی سے کوئی چیز لینی یا مان لینی۔ اور اصل میں یہ ملاقاۃ سے ہے۔ یعنی جب یہ بات ہے کہ جب لینے والے سکو لیتے ہیں یعنے ان کے پاس دونوں کی بدیاں اور نیکیاں لینے والے بیٹھے ہیں وہاں سے لیتے ہیں یا دونوں ملاقات کرنے والے ہیں۔ عتید۔ تیار۔ حتید۔ ادھر ادھر پھرنا۔ پہلوتہی کرنا۔ نفخ فی الصور۔ صور پھونکا جائیگا۔ ان کی صورتوں میں روح پھونکی جائیگی۔ سائق۔ جانور کو جب چلاتے ہیں جو آگے سے چلانے والا ہوتا ہے اسکو قائد کہتے ہیں اور جو پیچھے ہوتا ہے اسکو سائق۔ کفار۔ منکر۔ ناشکرا۔ اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے نعمتوں میں سے اللہ کی کتاب ہے۔ پھر اسکا رسول۔ جو ان کو نہیں مانتا وہ بڑا ناشکرا اور پکا کافر ہے۔ عنید۔ حق کا دشمن۔ بالوعید۔ لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین (۲) فمن تبعک منھم فان جھنم جزاؤکم۔ جزاءً موفوراً۔

۲۱۔ مئی سنہ ۱۹۱۱ء پارہ ۲۶ رکوع ۱۷ سورہ قٓ رکوع ۳

حفیظ۔ اپنے اعمال کو اپنے مال کو خدا کی نافرمانی کی راہ سے بچائے۔ ولدینا مزید۔ صوفیا کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار مراد ہے۔ قرن۔ زمانہ کے ایک حصہ کو کہتے ہیں زمانے کے لوگوں کو بھی قرن کہتے ہیں اور صدی کو بھی کہتے ہیں۔ نقبوا۔ نقب سوراخ کو کہتے ہیں اتنے بڑے زبردست تھے۔ کہ پہاڑوں کو کھود کھود کر گھر بناتے۔ فی ستۃ ایام۔ چھ وقتوں میں۔ رات اور دن کے مجموعہ کو بھی یوم کہتے ہیں۔ زمانہ کے ایک حصہ کو بھی یوم بولتے ہیں اور دن کے وقت پر بھی اس کا اطلاق ہے۔ سبح بحمد ربک۔ تسبیح خدا کو نقصوں سے پاک ماننا۔ حمد اللہ کو پاک صفات سے متصف جاننا۔ جو اللہ کو پاک جانتا ہے اسے بھی اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے۔ سورہ قٓ کے نوٹ ختم ہوئے۔

۲۲۔ مئی سنہ ۱۹۱۱ء پارہ ۲۶ رکوع ۱۸ سورۃ الذاریات رکوع ۱

الذاریات۔ بکھیرنے والی۔ الحملت۔ اٹھانے والی۔ الجاریات۔ چلانیوالی۔ المقسمت بانٹنے والی۔ یہ صفتیں ہواؤں کی ہیں۔ دراصل فرشتوں کی صفتیں ہیں یہ ہوائیں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے حکم کے نیچے رکھی ہیں۔ یہ قسمیں دعوے کے ثبوت میں بطور دلیل کے ہیں۔ دعویٰ یہ ہے کہ جزا و سزا کا مسئلہ برحق ہے ثبوت یہ دیا ہے کہ جیسے دنیا کے کام ظاہری ایک سلسلہ اسباب کی ماتحت ہیں اور ان پر نتائج مرتب ہوتے ہیں ایسے ہی روحانی عالم میں ان اعمال کا ایک نتیجہ ضروری ہوگا۔ اور اس میں تخلف نہیں اور قیامت کے قیام کے لئے اسباب جمع ہو رہے ہیں۔

ذات الحبک۔ (۱) جالی دار۔ حبک ریت میں جو رستے ہوتے ہیں انکو بھی کہتے ہیں (۲) ٹیلے۔ یؤفک۔ پھیرے جاتے ہیں۔ اللہ کے سوا آسمان کی باتیں اور کسی کو معلوم نہیں ہوتیں۔ علی النار یفتنون۔ جیسے سونے چاندی کو ڈلواتے ہیں اسے فتنہ کہتے ہیں۔ آگ میں اسلئے ان کو ڈالا جاویگا کہ وہ کھوٹے جاتیں۔ المحروم۔ جو لوگ باوجود احتیاج کسی سے کچھ نہیں مانگتے خواہ کتنی ہی فاقہ آجاوے۔ انہ الحق۔ یعنی انما توعدون لصادق ان الذین لواقع۔

مورخہ ۲۳۔ مئی سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ رکوع ۱۹۔ سورہ الذاریات رکوع ۲

راغ۔ چلا۔ سمین۔ موٹا تازہ۔ دوسری جگہ حنیذ آیا ہے۔ جس کے معنے ہیں بھونا ہوا۔ اوجس۔ ایجس۔ کوئی خوف دل میں آجاوے اور اسے ظاہر نہ کر سکے۔ صرۃ۔ چیخ میں۔ یہاں پارہ چھبیسواں کے نوٹ ختم ہوئے۔

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید سے نوٹ

شروع پارہ ستائیسواں

رکوع نمبر ۱

(سورۃ الذّٰریٰت رکوع نمبر ۲)

مورخہ ۲۲۔ مئی سنہ ۱۹۱۱ء

مسوّمۃ ۔ ٹھیک ٹھاک۔ نشان کردہ

مسرفین ۔ خطاکار۔ شریعت نے جو حدود قائم کی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی کام کیا جاوے تو وہ اسراف ہے۔

برکنہ ۔ رکن۔ طاقت

ملیم ۔ ملامت اٹھانے والا۔ بُری حالت میں۔

سورہ الذّٰریٰت۔ رکوع ۳ پارہ ۲۷ رکوع ۲

۲۴۔ مئی سنہ ۱۹۱۱ء

موسعون ۔ فراخ کرنے والے ہیں۔

تذکرون ۔ یاد کرو۔ تذکر یاد دہانی کو کہتے ہیں۔

ففرّوا الی اللّٰہ ۔ جس طرح ایک بچہ کو اس کی ماں مارتی ہے تو وہ اسی کی طرف دوڑتا ہے اسی طرح مومن کو چاہیئے کہ جب اسے کوئی دکھ پہنچے۔ تو خدا ہی کی طرف دوڑے

ولا تجعلوا مع اللّٰہ الٰھًا اٰخر ۔ اٰلہ معبود کو کہتے ہیں اور معبود وہ ہے جس کی کامل تعظیم سے فرمان برداری کی جاوے۔

سورہ الذّٰریٰت کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ الطُّور۔ رکوع ۱ پارہ ۲۷ رکوع ۳

۲۵۔ مئی سنہ ۱۱ء

رَقٍّ ۔ لمبی چوڑی تختی۔ انھوں نے تورات کو اس طرح بنا کر رکھا تھا کہ جس طرح چرخ ہوتا ہے۔ یعنی ایک بیلن پر چمڑا وغیرہ لپٹا ہوا۔ جوں جوں پڑھتے جاؤ کھولتے جاؤ۔

البیت المعمور ۔ حضرت موسیٰ جب سفر پر تھے۔ تو انہوں نے ایک خیمہ (عبادت کے لئے) بنایا تھا دشمن اسے گرانا چاہتا تھا۔ مگر خدا جس کا نگہبان ہو اسے کون گرا سکتا ہے معمور میں ظاہر کیا ہے کہ وہ آباد رہے گا۔ اور السقف المرفوع سے یہ کہ وہ بڑی شان والا مکان ہے۔ جب بیت اللہ کو بنایا تو حضرت موسیٰ کے خیمہ کی طرز پر بنایا۔

مسجور ۔ پُر کیا ہوا۔ بھرا ہوا۔ اور ایک معنے یہ بھی کئے ہیں۔ کہ ابھرا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان قسموں کے بعد یہ دعوے پیش کیا ہے کہ ان عذاب ربّک لواقع ۔ بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے۔

دنیا میں کوئی رسول نہیں آیا مگر لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور ان کو ہلاک کر دیا انہیں مشرکین کو بتایا گیا کہ یہ نبی (سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام) حضرت موسیٰ کی طرز پر آیا ہے۔

پہلے دنیا میں جو رسول آئے ہیں وہ خاص ایک قوم کے لئے آئے۔ مگر نبی کریم جو آئے وہ سب کے لئے نبی ہو کر آئے۔ کوئی بستی نہیں کوئی قصبہ نہیں۔ مگر اس میں ضرور کوئی نہ کوئی نذیر آیا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سب رسولوں کے مظہر ہیں۔ اور آپ جامع کمالات بھی ہیں۔ جس طرح حضرت موسےٰ کا مقابلہ فرعون کے ساتھ تھا اسی طرح آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ابوجہل سے ہوا۔ اسی نسبت کے لحاظ سے حضرت موسیٰ کا ذکر کیا ہے۔ یعنے جس طور پر خداوند تعالیٰ کی وحی حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ تو خدا کی طرف سے ان کو کتاب دی گئی اور ان کا عبادت خانہ قائم اور محفوظ رہا اور وہ سمندر سے صحیح وسالم نکل آئے۔ اور دشمن ہلاک ہوئے اسی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید دیا جاوے گا ان کے معابد معمور و مرفوع رہیں گے اور یہ کامیاب اور دشمن ہلاک ہوگا۔

مورًا ۔ جو بہت جلدی سے گذر جاوے یعنے اس دن عذاب آئے گا اسے کوئی روکنے والا نہ ہوگا۔ یہ واقع ظاہر کے طور پر قیامت کو ہوگا اور بطور بطن جنگ بدر والے دن یہ سب کچھ پورا ہوا۔ بادل آیا۔ بارش ہوئی جس سے مومنوں کے قدم جم گئے۔ اور بڑے بڑے اشرار ہلاک ہوگئے۔

خوض ۔ نکتہ چینی

دعًّا ۔ دھکیلنا۔

بقیہ رکوع ۲۵ مئی سنہ ۱۹۱۱ء

قرآن کریم میں حق کی طرف لانے کے لئے مختلف راہیں بیان کی گئیں ہیں۔ چنانچہ از آں جملہ یہ بھی ہیں جو متقین کے لئے وعدہ کی گئی ہیں یعنے رسولوں کی اتباع کرو گے۔ تو نعمتیں ملیں گی۔

بما کنتم تعملون ۔ بسبب تمہارے کام کرنے کے۔

حور ۔ گوریاں

عین ۔ فراخ چشم

امددنٰھم ۔ امداد۔ قدر ضرورت سے زیادہ دینے کو کہتے ہیں پس مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو قدر سے زیادہ دیں گے۔

السموم ۔ زہریلے ہوا کے عذاب۔

سورۃ الطور رکوع ۲ ۔ پارہ ۲۷ رکوع ۲

مورخہ ۱۷ ؍ جون ۱۹۱۱ء

فذکّر ۔ چونکہ انبیاء وہی یاد کراتے ہیں جو انسان کی فطرت میں مودع ہے ۔ اس لئے ذکر فرمایا ۔

کاھن ۔ اس ملک میں ایسے لوگوں کو غالباً اٹکل پچو کہتے ہیں ۔ جو عرب میں متفقی عبارتوں میں پیشگوئیاں کرتے ۔ گو غیب کی خبر نہ ہو تو پھر ایسے لوگ کن ہو سکتے ۔ ایسے ایسے الزام محض اس لئے کہ وہ کمال نبوی کا انکار نہ کر سکتے تھے ۔ پس ایسے کمالات کو وہ ایسی باتوں کی طرف منسوب کرتے کہ یہ کاہن ہے یا شاعر ہے ۔ حالانکہ ایسے لوگ اکثر ذلیل ہی رہتے ۔ اسی لئے بنعمت ربک میں فرمایا کہ تجھ پر بڑے بڑے انعام الٰہی ہیں ازانجملہ یہ کہ آہستہ آہستہ اسلام غالب آ رہا ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ۔ السم یروا انا نانی الارض ننقصہا ۔ من اطرافہا انہم الغالبون ۔ یعنے کفر کی زمین گھٹتے جاتے ہیں اور وہ بھی بحالت ضعف کمی زندگی میں ۔ ہمارے مسیح موعود کے بارے میں بھی یہی دلیل صداقت ہے ۔ کہ احمدی بڑھتے گئے اور غیر احمدی گھٹتے ۔

ریب المنون ۔ موت کا حادثہ ۔

ام ھم قوم طاغون ۔ بلکہ یہ لوگ سرکشی کی وجہ سے نبی کو کاہن ۔ مجنون شاعر کہہ رہے ہیں ۔

بل لا یؤمنون ۔ تقول کہنے کی جرأت بے ایمانی سے انکی وجہ آگے بتاتا ہے ۔

فلیاتوا بحدیث مثلہ ۔ ذات الٰہی بے مثل ہے ۔ تو اس کے صفات افعال کلام بھی بے مثل ہے ۔ پس اگر یہ انسانی کلام ہے ۔ تو اس کی مثل لاؤ ۔ حضرت مسیح موعود کی صداقت بھی اس آیت سے ظاہر ہے کہ انکی بعض کتابوں کی مثل باوجود تحدی کے کوئی نہ لا سکا ۔ آپ کو یہ معجزہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کی طفیل عطوہ ظل کے دیا گیا ۔ تا دنیا پر حجت قائم ہو ۔ کہ جناب خاتم الانبیاء کے غلام کا مقابلہ بھی علماء و فضلاء مخالفین سے ممکن نہیں ۔ چہ جائیکہ خود آقا اور اس کے مولا کے کلام کا واقع میں یہی نشان اس زمانہ میں ایسا نشان ہے ۔ جو قیامت تک باقی اور تمام آنے والی قوموں کے لئے حجت ہو سکتا ہے ۔

ام خلقوا من غیر شیٔ ۔ مشرکوں سے سوال ہے کہ تمہارے معبود جن ان میں مابہ الاستیاز کیا ہے ۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ۔ ام لھم ارجل یمشون بھا کیا ۔ صرف انہی کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلیں ۔ دوم یہ کہ وہ غیر معمولی مخلوق نہیں تو کیا خالق ہیں اور پھر زمین و آسمان (جن پر ہمارے بقا کا مدار ہے) کے خالق ہیں دوسرے معنوں کے لحاظ سے کفار مراد ہیں ۔ ان کو ڈانٹا ہے کہ کیا وہ غیر معمولی مخلوق ہیں یا صرف یہی مخلوقات سے رہ گئے ہیں کہ ان کے تنا سے حرج واقع ہو یا خدا کی مانند خالق اور اسی طرح طاقتور ہیں کہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہیں گے ۔

عندھم خزائن ربک ۔ خواہ معبود مراد ہوں خواہ کفار ۔ مشرکین دونوں پر حجت ملزمہ قائم ہے

ام لھم سلّم ۔ فرمایا کہ اگر یہ باتیں نہیں تو کیا یہ بات ہے کہ ان کو کوئی آسمانی اطلاع ملتی ہے ۔ اس کے مطابق سلطٰن مبین ضروری ہے ۔

ام لہ البنٰت ولکم البنون ۔ نفس ابنیت کو تو اس دلیل سے رد فرمایا کہ جو چیز بذاتِ نفس سے باقی نہیں صرف ان ہی کے لئے اولاد کی ضرورت ہے ۔ جب اللہ تعالےٰ ازلی ابدی ہے تو اس کے لئے اولاد کیسی ۔ صحیفہ فطرت بھی اس پر گواہ ہے ۔ کہ جو چیزیں تابقاے عالم رہ سکتی ہیں ان کا قائم مقام کوئی نہیں اور جو نہیں رہ سکتی ہیں ان کا قائم مقام ضرور ہوتا ہے ۔

یہاں چونکہ بیٹیوں کا ذکر ہے اس لئے اسے اس طرح رد فرمایا کہ تم اللہ کو مستجمع صفات کاملہ یا کم از کم اپنے سے بڑھ کر مانتے ہو پس جب اپنے لئے لڑکی کو ایک داغ سمجھتے ہو ۔ تو اس کے لئے کیوں کر تجویز کرتے ہو ۔

مثقلون ۔ یعنے کسی دلیل کی سبب سے انکار نہیں بلکہ کسی چٹی سے بھاگتے ہو وہ بھی نہیں ۔

فھم یکتبون ۔ کسی غیب پر اعتماد ہے کہ اگر ایمان لائیں گے تو فلاں فلاں مصائب میں پھنس جائیں گے ۔

مکیدون ۔ وہ جنگ اور تدبیریں انہی کفار پر الٹی پڑا کرتی ہیں ۔

ام لھم الٰہ غیر اللہ ۔ یعنے ان کا خدا کوئی اور ہے ۔ کہ خاتم الانبیاء کے خدا کی حکم کی پرواہ نہیں ۔ دو خدا اگر برابر ہیں تو ایک لغو ہے ۔ اگر ایک کم ہو وہ بوجہ احتیاج خدا نہیں ۔ اسی واسطے سبحٰن اللہ عما یشرکون فرمایا ۔

۱۸ ؍ جون ۱۹۱۱ء

بقیہ ۔ ۲۷ پارہ رکوع ۴ سورۃ الطور رکوع ۲

وان یروا ۔ پہلے دلائل کا ذکر ہوا ۔ اب فرماتا ہے اگر ایسے نشان بھی دکھائے جائیں جو وہ مانگتے ہیں ۔ تو بھی قسم قسم کے بہانے بنانے لگیں ۔ مثلاً یہ نشان ہے کہ آسمان کا ایک ٹکڑا گر پڑے ۔ اور وہ بھی ہم پر ۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ جب ٹکڑا گرے گا تو ہلاک ہوں گے ۔ پھر ایمان کب لا سکتے ہیں اور دیکھ کر بھی ایمان لانے کی توفیق نہیں بلکہ حجت بازی کریں گے کہ یہ تہ بتہ بادل ہے ۔

یصعقون ۔ صاعقہ گرنے والی بجلی کو کہتے ہیں (۲) وہ امر جو انسان کو بے ہوش کر دے (۳) وہ عذاب جو انسان کو پریشان کر دے ۔

فذرھم حتی یلٰقوا ۔ ہر ایک آیت کا ایک ظہر ہوتا ہے ایک بطن یہ حالات اگرچہ قیامت کو پیش آنے والے ہیں مگر اس دنیا میں بھی بطور بطن پیش آئے ۔ چنانچہ پہلے جنگ بدر کے دن کسفاً من السماء بادل آئے ۔ کفار شکست یاب ہوئے ۔ اور کوئی نصرت ان کی نہ کر سکا ۔ پھر اس کے بعد فتح مکہ کے دن مشرکین عرب اپنے ارادوں میں ناکام رہے ۔ یہودی ۔ عیسائی اور دیگر قومیں کچھ مدد نہ کر سکیں اور اسلام کا ڈنکا بج گیا ۔

عذابا دون ذٰلک ۔ جو لوگ اسلام کے خلاف کوشش کرتے رہتے ہیں ۔ ان کے بیوی ۔ بچوں ۔ بھائی بہنوں کا مسلمان ہو جانا کیا کم دکھ تھا ۔

سبح بحمد ربک ۔ اس موعود یوم کے لئے صبر فرمایا ۔ اور صبر کے لئے

تسبیح و تحمید فرمائی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو نقصوں سے پاک جاننا اور اس تقدوسیت کو عالم پر ظاہر کرنا اور صفات کاملہ سے متصف جاننا اور بیان کرنا خود یہ سبق سکھاتا ہے کہ انسان صبر سے کام لے اور کسی کی ہلاکت یا اپنی تکلیف پر بے صبری نہ کرے۔

سورۃ الطور کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷ رکوع ۵

۱۹ جون سنہ ۱۹۱۱ء

والنجم اذا ھوی۔ قسم ہے نجم کی۔ جب وہ گرتا ہے۔ مفسرین نے اس کی مختلف وجوہات لکھی ہیں جو دُور از کار ہیں۔ عمدہ ان میں سے یہ بات ہے۔ ستارے جو طلوع ہوتے ہیں۔ پھر غروب بھی ہو جاتے ہیں اور عرب میں ستاروں سے لوگ راہ پاتے تھے۔ اور ٹوٹنے والے شہب کو نجوم للشیاطین فرمایا۔ پس فرمایا کہ جب شہب شیاطین کو دُور کرتے ہیں۔ تو اس نبی کی وحی میں کوئی شائبہ ضلالت نہیں ہو سکتا۔

پہلے معنوں کے لحاظ سے اس کی تفسیر یوں ہے کہ ستاروں کے قرب و بعد کے لحاظ سے انسان راہ پاتا ہے۔ گو غروب کے وقت غلطی کا احتمال ہے۔ مگر جو ستارہ نبی کا رہنما ہے۔ وہ ایسا نہیں کہ غروب ہونے والا ہو پس اس سے غلطی نہیں ہوگی۔

علمہ شدید القوی۔ اس ستارہ کی تحدید شروع ہوتی ہے۔

ذو مرۃ۔ قوت والا۔

فاستوی۔ کسی چیز پر ٹھیک درست ہو کر بیٹھ جانا۔

بالافق الاعلی۔ منتہائے بصر جو زمین اور اس شے کے درمیان نظر آتا ہے جیسے ہم لوگ اپنی زبان میں سمار کہتے ہیں۔

مفسرین حضرت جبرئیل مراد لیتے ہیں اور اس کے ثبوت میں سورہ تکویر کی ان آیات کو پیش کرتے ہیں۔ انہ لقول رسول کریم الی ولقد راٰہ بالافق المبین۔

لیکن اس میں ایک مشکل ہے اگر جبرئیل مراد لی جاوے۔ تو پھر فاوحی الی عبدہٖ۔ کی ضمیر بھی اس کی طرف پھرے گی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل کے عبد ٹھہریں گے۔

پس علمہ شدید القوی کا فاعل تا آخر اللہ ہی ہے۔ اور کان قاب قوسین میں جس قرب کا بیان ہے۔ وہ بھی تمام صوفیاء کرام کے نزدیک اللہ تعالےٰ سے ہے۔

پھر ایک اور دلیل دیتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ جبرئیل کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ آسمان کے کناروں پہ دیکھا۔ مگر یہ دیکھنا اس بات کی کیونکر دلیل ہو سکتا ہے کہ تعلیم دینے والے اور منازل قرب پر پہنچانے والے بھی جبرئیل ہی تھا ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ خدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور اس کلام کے وحی ہونے کا ثبوت دیتا ہے کہ آپ کا معلم شدید القوی ہے۔ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم فرمائی۔ آپ کو اعلےٰ مدارج پر پہونچایا۔ مقام قرب دیا۔ پھر وحی سے ممتاز کیا یا یوں معنے کئے جائیں کہ زور آور معلم ہے مامور کی صداقت ثابت کرے گا۔ مخالفین کو ہلاک۔ اور وہی ہدایت دینے والا ستارہ ہے جو اس جہان پر حکومت کر رہا ہے (یہی فاستوی کے معنے ہیں) اور وہ خدا آسمان کے کناروں پر تھا اور یہ دیکھنا کشفی ہے۔ اور اس قسم کی رویت سے جسمیت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ انسان کے دیکھنے کے لئے ضرور ایسی صورت ہونی چاہیئے۔ جیسی اس دنیا میں دیکھی جاتی ہے پھر قریب ہُوا اور لٹکا۔ اور مراد اس سے ظہور قرب ہے۔ کامل سیر یہ ہے۔ کہ سالک سیر فی اللہ الی اللہ کرکے پھر انسان کی ہدایت کی طرف لوٹے (فتدلی) ایسا قرب ہُوا جیسے دو کمانوں کے ملنے سے درمیان میں دوری رہ جاتی ہے۔ پس اس قرب کی حالت میں وحی ہوئی پس یکتا ہو گیا۔

ماکذب الفواد۔ بعض وقت ایسی بات ہوتی ہے کہ ستارہ تو ہے۔ مگر غفلت کی وجہ سے راستہ خطا ہو جاتا ہے۔ فرماتا ہے کہ پوری توجہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائم ہے۔ پس وہ ایسی غلطی نہیں کر سکتے۔

۲۰ جون سنہ ۱۹۱۱ء

بقیہ سورہ النجم رکوع ۱۔ پارہ ۲۷ رکوع ۵

نزلۃ۔ نزول سے ہے۔ یعنے بتایا کہ انسان روحانی چیزوں کو جسمانی چیزوں کے رنگ میں دیکھتا ہے۔ اسی طرح وہ چیز دیکھنے کے لئے دُور سے قریب ہوتی ہے۔

سدرۃ المنتھیٰ۔ لفظی معنے انتہار کی بیری۔ ایک مقام کا نام ہے کیونکہ فرشتوں کا عروج اسی مقام تک ختم ہوتا ہے۔

ما یغشی۔ عجیب و غریب جن پر ڈھانک رہی تھی۔

مازاغ البصر و ماطغی۔ بغیر کسی غرض کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ ذات الٰہی کی طرف لگی رہتی۔ اور ذرا بھی ادھر ادھر طبیعت نہ لگتی۔ مشرکین بھی گواہی دیتے۔ ماجربنا علیک الکذب۔ اور نبی کریم بھی بڑے دعوے سے کہتے ہیں ولقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔

افرءیتم۔ یعنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنے رب کی آیات دیکھیں۔ تم نے کیا دیکھا۔ لات و عزیٰ۔ جن کی الوہیت کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ لوگ اعتراض کرنے میں دلیر ہوتے ہیں۔ مگر خود کسی بات کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ مثلاً یہ تو پوچھیں گے مسیح موعود کی صداقت کا کیا ثبوت ہے۔ مگر خود یہ بھی نہ بتا سکیں گے کہ نبی کریم یا دیگر انبیاء علیہ السلام کی نبوّت کا کیا ثبوت تمہارے پاس ہے۔ جبکی بنا پر تم نے مانا تاکہ انہی دلائل سے حضرت مسیح موعود کی صداقت ثابت کی جاوے۔

ضیزی۔ خسارہ والے۔

الاسماء۔ محض نام ہیں ان کے نیچے حقیقت کوئی نہیں۔ افسوس کہ مسلمانوں میں بھی پیر پرستی قبر۔ پرستی یہاں تک بڑھ گئی ہے۔ کہ علاقہ ہزارہ میں ایک کھوتے (گدھے) کی قبر کی پرستش کی جاتی ہے۔ پشاور کے اکثر گھروں میں جعلی قبریں بنی ہوئی ہیں۔

الھدیٰ۔ قرآن مجید۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ما تمنیٰ۔ مشرکین نے ایک آرزو بنا رکھی ہے۔ کہ ھؤلاء شفعاءنا عنداللہ اور یہ معبود ہمیں غالب کردیں گے۔ فرماتا ہے کیا محض خیالی پلاؤ سے کچھ بنتا ہے۔

مورخہ ۱۲ر جون ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۷ رکوع ۶۔ سورہ والنجم رکوع ۲

لاتغنی شفاعتہم شیئًا۔ معبودان باطلہ کا رد کرچکا ہے اب جن کا ادب کرو مانتے ہیں ان کے بارے میں فرماتا ہے۔ کہ انکی شفاعت کسی کام کی نہیں۔

یاذن اللہ۔ شفاعت میں دو شرطیں ہیں۔ ایک اذن۔ دوم جس کے لئے پسند فرماوے۔ دوسرے مقام پر یہ کھولا کہ شفاعت کس کے لئے ہوگی۔ من شھد بالحق۔

لا یؤمنون بالاٰخرۃ۔ کفار نہیں فرمایا تا اشارہ ہو۔ اس بات کی طرف کہ ملائکہ کو لڑکیاں قرار دینے والے ایسے ہی لوگ ہیں جو اعمال کی جزاو سزا سے نڈر اور آخرت کے منکر ہیں۔

من علم۔ یقینی بات (وحی۔ عقلی دلیل۔ نشان) اس زمانہ میں بھی یہی معیار فیصلہ کن ہے۔ اہل سنت و اہل تشیع میں تو بہت فرق ہے۔ خود اہل سنت کے فرقوں میں ایسا بُعد ہے کہ ایک فرقہ ایک چیز کو حلال کہتا ہے۔ دوسرا حرام۔ گویا شک میں ہیں۔ یقینی علم کسی کو نہیں۔ ایسے وقت میں ایک مصدق کی ضرورت ہے۔ جو سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہدے اور جس کے ذریعے یقینی علم حاصل ہو۔ کہ خداوند تعالےٰ کی رضا کس امر میں ہے۔ وہ مصدق اور حکم وہی ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ پر ایسے نشان ظاہر ہوئے جن سے ثابت ہو گیا کہ اس کا خاص تعلق ذات ربانی سے ہے۔

ان الظن لایغنی من الحق شیئًا۔ کسی مسئلہ متنازعہ فیہا کی نسبت پہلے نبی کے بعد روایات کی بنا پر فیصلہ ہونا مشکل ہے کیونکہ ہر فرقہ اپنے اپنے روایت مقبولہ پر زور دیتا ہے پس صاحب وحی مامور کی اتباع تمام قسم کے ظنوں سے رہائی دیتی ہے کیوں کہ اس کے حق پر ہونے پر حجۃ بیّنۃ قائم ہوتی ہے۔

عن ذکرنا۔ ذکر یعنی قرآن۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انالہ لحافظون۔

لیجزی۔ للّٰہ ما فی السمٰوات وما فی الارض۔ اس اگلی آیت کی وجہ نہیں بن سکتی اصل بات یہ ہے کہ آسمان و زمین کی چیزیں ہی ہیں۔ جنکو دیکھ کر یا تو انسان اللہ کا فرمان بردار بنتا ہے یا نافرمان۔ گویا یہ چیزیں ہدایت و گمراہی کا موجب ٹھہرتی ہیں اور یہی چیزیں ہیں جو انسان کے دکھ یا سکھ کا موجب بنتی ہیں۔

کبائر۔ گناہوں کے کچھ سلسلے ہوتے ہیں۔ یعنے ایک بدی کرنے سے دوسری بدی کرنی پڑتی ہے جس پر یہ سلسلہ ختم ہو وہ کبیرہ ہے۔ مثلاً غیر محرم کو دیکھنا صغیرہ ہے پھر رفتہ رفتہ بڑھتے بڑھتے ہی بدنظری زنا تک پہونچتی ہے پس یہ کبیرہ ہو گیا۔

مومن کبائر سے اجتناب کرتا ہے کیوں کہ اس تک بہت سے مرحلے طے کرکے پہنچنا ہوتا ہے ان مراحل میں عرصہ لگتا ہے اتنی مدت اگر کسی وقت بھی خشیت الٰہی غالب نہ ہو تو وہ مومن کیسا۔ مومن کی شان تو یہ ہے۔ اذا مسھم طائف من الشیطٰن تذکروا۔

الفواحش۔ کھلی کھلی بے حیائی۔ اس کے لئے کسی لمبے عرصہ کی ضرورت نہیں۔ مومن اس سے بھی بچتا ہے۔ (الحیاء شعبۃ من الایمان)

الا اللمم۔ آلودگی۔

مورخہ ۲۴ر جون ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۷۔ رکوع ۷۔ سورہ النجم رکوع ۳

افرءیت۔ جہاں کہیں آتا ہے ہر اس کے یہ معنے کئے جاتے ہیں تم بتلاؤ تو سہی۔

اکدیٰ۔ کنواں نکالتے وقت جب کوئی ایسا پتھر آجاوے کہ آگے کنواں نکل نہ سکے تو اسے اکدیٰ کہتے ہیں یعنے روک رکھا۔

ابراھیم الذی وفیٰ۔ ابراہیم کی وفاداری دو جگہ اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی ہے ایک مقام پر فرمایا۔ اذا ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمٰت فاتمھن۔ آپکو چند احکام دیے گئے جنہیں آپ نے پورا کر دیا۔

(۲) دوسرا وہ مقام ہے۔ جہاں پر آیا ہے۔ یبنیّ انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ قال ... فلما اسلما وتلہ للجبین۔ ونادینٰہ ان یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا۔ یعنے آپنے حسب ایمار الٰہی بیٹے کا گلا کاٹنے کی تیاری کرلی۔ اللہ تعالےٰ نے وحی سے روک کہا کہ تو نے پورا کر دیا۔

وازرۃ۔ یہ صیغہ صفت کا ہے اس کا موصوف نفس ہے اور اس کے معنے ہیں اٹھانیوالی جان

اُخریٰ۔ یہ بھی صیغہ صفت کا ہے موصوف اس کا مقدر ہے یعنے کوئی اٹھانیوالی جان۔ دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

اضحک وابکیٰ۔ اللہ تعالےٰ جس طرح دنیا میں ہنسنے اور رونے کا نظارہ دکھاتا ہے۔ وہی نظارہ قیامت میں بھی دکھائیگا اور جزا سزا دیگا۔

تمنیٰ۔ ٹپکانا۔ ڈالنا۔ اقنیٰ۔ ایسی چیز کسی کو دینا جو ذخیرہ ہو۔

رب الشعریٰ۔ ایک ستارہ ہے اور یہ دو ہیں۔ جو زیادہ روشن ہے۔ اسکی پوجا کرتے تھے فرمایا جسکی تم پوجا کرتے ہو۔ وہ بھی خدا نے ہی پیدا کیا ہے۔

والمؤتفکۃ۔ لوط کی بستیاں جو الٹائی گئی تھیں۔ تتمارٰی۔ مراء سے ہے جس کے معنے جھگڑا کرنے کے ہیں۔ ازفت الاٰزفۃ۔ ازف کے معنے قرب کے ہیں۔ آزفہ قریب آنے والی۔ بتایا کہ وہ گھڑی اب قریب آگئی ہے۔ کاشفۃ۔ دور کرنا یعنے جو آئیگی۔ کوئی دور نہ کریگا۔ سامدون۔ سمد کے معنے تکبر کے ہیں۔

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید کے نوٹ

پارہ ستائیسواں

آغاز سورۃ القمر رکوع ۱ پارہ ۲۷ رکوع ۸

مورخہ ۲۶ جون ۱۹۱۱ء

اقتربت الساعۃ - بعض باتیں کسی قوم میں کسی امر کا نشان ہوتی ہیں۔ اور یہ بات ان میں شائع و ذائع ہوتی ہے۔ مثلاً مہدی کے زمانہ میں کسوف خسوف گنواروں تک کو معلوم تھا۔ گو وہ کسی آیت و حدیث کا پتہ نہ دے سکیں۔

(۲) باتیں کرتے ہوئے رانوں پر ہاتھ مارنا (۳) زبان میں کسی قدر لکنت اسی طرح پہلی اُمتوں میں بعض ماموروں کی نسبت ایسی باتیں مشہور تھیں۔ گو انکا نشان کتب سابقہ میں نہ ملتا ہو۔ ہماری کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ بیت المقدس کی فتح کے لئے جب حضرت عمر گئے۔ تو مفسرین نے اپنی کتابوں سے اس کا حلیہ ملایا اور یہ بھی کہ اس کے پیرہن پر کئی پیوند ہوں گے حالانکہ تورات وغیرہ میں اس کا بیان صریح نہیں ملتا۔

عرب میں یہ بات مشہور تھی کہ ہماری قوم و مذہب میں ایک تنزل آنے والا ہے اور اس کا نشان یہ ہے۔ کہ چاند پھٹے گا۔

اس پر ایک روایت ہے کہ آپ رات کے وقت چند مشرکین عرب کو سمجھا رہے تھے انہوں نے کہا نشان بتاؤ۔ اس وقت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا یہ دیکھو چاند پھٹ گیا یہ نشان ان کے درمیان مشہور تھا۔

اب ہی اعتراضوں کی بات کہ انشقاق قمر ممکن نہیں۔ دوم اس کا ثبوت کیا دونوں غلط ہیں۔ ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ قرآن مجید میں سب یہود۔ مشرکین عیسائی کے سامنے پکار کر کہہ دیا گیا۔ کہ انشق القمر۔ پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ آگے فرمایا۔ وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر (نشان دیکھ کر منہ پھیر لیتے اور اسے سحر قرار دیتے ہیں) گویا دوسروں کو گواہ فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ انشقاق قمر سے کسی کو انکار نہ تھا۔ ہاں وجہ میں بحث تھی۔ وہ منسوب بہ سحر کرتے اور قرآن مجید اسے آیت المبنی فرماتا ہے کیوا سے حق کے کسی کو طاقت ہے۔ کہ کسی امر کی نسبت ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دے اور مخالفین کو چیلنج دے بلکہ ملامت۔

باقی رہا یہ کہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔ نیچر کے خلاف ہے چاند پھٹنا۔ تو نظام شمسی میں بڑا فرق آ کر حادثہ ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ سنت اللہ کا احاطہ

ایک محدود عقل و تجربے والا انسان نہیں کر سکتا کیوں کہ بعض واقعات ہزار سال بعض پانچ ہزار سال کے بعد پیش آتے ہیں۔

سائنس والے تو ابھی تک صرف انسان کے اندر جو کچھ ہے اس کا پورا پورا علم بھی حاصل نہیں کر سکے۔ (ب) نظام شمسی میں کیا فرق آنا تھا۔ در حقیقت روایات کے مبالغہ سے ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ دیکھئے کسوف خسوف غیر معمولی تاریخوں میں بھر ماہ رمضان میں ایک قانون کی ماتحت ہؤا۔ مگر قبل از وقوع ایک اعجوبہ تھا حضرت موسےٰ سمندر سے گزرے۔ جو آندھی کی وجہ سے ایک طرف چڑھ رہا تھا اور آپ ایسے وقت پہونچے۔ کہ پانی ہٹ گیا اور فرعون ایسے وقت کہ پانی بڑھ گیا۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جنگ میں ریت کی مٹھی پھینکی۔ اور وہ سب کفار کی آنکھوں میں پڑی۔ کیوں کہ ہوا آندھی کے طور پر دشمن کی طرف چل رہی تھی اور مٹھی پھینکنے کے ساتھ ہی ریت اُڑ اُڑ کر ان کی آنکھوں میں پڑنے لگی۔ پس معجزہ تو یہی ہے۔ کہ پہلے پیشگوئی کی گئی کہ اللہ اپنے بندے کی نصرت کرے گا۔ اور مخالفین کو ہلاک پس کیا یہ ممکن نہیں۔ کہ چاند کے آگے ایسا جرم آ جائے کہ چاند دو حصے نظر آئے۔ اور آپ نے اعلام الٰہی سے ایسے وقت میں اشارہ کیا کہ قانون قدرت کے مطابق چاند دو ٹکڑے ہو رہا تھا بعض زلزلے ایسے آئے ہیں کہ ایک دفعہ میں زمین پھٹی ہے اور عرصہ تک میں ایسی ہی رہی ہے کہ پھر پتہ نہیں لگا۔ تو کیا چاند میں ایسا ہونا محال ہے۔

کل امر مستقر۔ ہر امر کے لئے موقع و محل ہے اور ہر ایک امر ایک حد بندی کے اندر ہے پس عذاب اپنے وقت پر آ دیگا۔ جو اس قوم کو تباہ کرے گا اور اس کا نشان انشقاق قمر ظاہر ہو چکا۔

حکمۃ بالغۃ۔ پختہ بات جو حد کمال کو پہونچی ہوئی ہو۔ یعنے جن پر فرد جرم لگ چکا ہو۔ جو کفر و عناد کے اس درجہ تک پہونچ گئے ہوں وہ نشانوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے شی نکر۔ جسے آدمی جانتا نہ ہو اس کے دیکھنے سے گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے ھذا یوم عسر۔ ٹڈی دل کی طرح منتشر ہونا اور قبروں سے نکلکر بلانے والے کی طرف دوڑنا۔ یہ قیامت ہی میں ہو گا مگر دنیا میں ایسی باتوں کا نظارہ دکھایا جاتا ہے۔ پس اجداث سے مراد اس صورت میں وہ گھر ہیں۔ جو تباہی کے وقت ان کے لئے بمنزلہ قبرستان کے ہیں ان سے نکلکر وہ اپنے بلانے والے کے پاس جائیں گے اور اقرار کریں گے کہ یہ یوم عسر ہے۔

چنانچہ مثال میں بعض قوموں کا حال بیان کرتا ہے کہ یہ دن دنیا میں ان پہ کیسے آیا۔ فجرنا الارض عیونا۔ اس کے چشمے پھاڑ دئے۔

دسر - بادبان۔ اصل معنے اس کے دفع کرنے اور زور سے دھکیلنے کے ہیں چونکہ بادبان کشتی کو دھکیلتے ہیں اسلئے بادبان پر اس کا اطلاق ہؤا (۲) ان میخوں کو بھی کہتے ہیں جن سے کشتی کے اجزاء کو جوڑا جاتا ہے ان رسّوں کو بھی کہتے ہیں جن سے کشتی باندھتے ہیں۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ القمر

(گذشتہ سے پیوستہ)

رکوع اوّل

آیت ۱ - ساعۃ - نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور آپ کے دشمنوں کی ناکامی کی گھڑی - یہ آیت مکہ سے ہجرت کے قریب وقت میں نازل ہوئی تھی۔

قمر - نصف چاند کے گہن کو بھی شق کہہ سکتے ہیں اس کے متعلق بائبل میں پیش گوئی بھی ہے - جس کو صبقوق نبی نے اپنی دعا میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے بدیں الفاظ بیان فرمایا ہے " اے خداوند میں نے تیری خبر سنی اور ڈر گیا اے خداوند تو برسوں کے درمیان اپنے کام کو سرِ نو رونق بخش برسوں کے درمیان اسے شہرت دے - قہر کے درمیان رحم کو یاد کر خدا تیمان سے - اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا - سلاہ اوس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی اوس کی جھمکاہٹ نور کی مانند تھی...... "

قمر سے مراد بادشاہ قوم بھی ہوتے ہیں چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام پاک میں سراجاً و قمراً منیراً کہا گیا ہے یعنی یہ بادشاہ تو تم میں سے چل دئے اب ضرور تم پر عذاب نازل ہوگا

یہ سب معنے صحیح ہیں جن معنوں کو کوئی چاہے ترجیح دے لے۔

آیت ۲ - سحر مستمر - یہ محکم دھوکا۔

آیت ۳ - اتبعوا اھوائھم - نفسانی خواہشوں کی پیروی اور دل آرزوں کی بندگی بہت بری بلا ہے - قرآن مجید میں ایسے شخص کی بابت جو اپنی نفسانی خواہشوں کا پابند ہو - دوسری جگہ یوں آیا ہے - افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ - کیا تو نے اوس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشوں کو ہی اپنا خدا بنا رکھا ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - تین چیزیں ایسی ہیں جن سے آدمی ہمیشہ کی مصیبت سے بچتا ہے اور تین چیزیں وہ ہیں جو اوس کیلئے وبال جان ہوتی ہیں - علی ہذا القیاس تین چیزیں عزت افزائی اور درجات کو بڑہانے میں اپنا نظیر نہیں رکھتیں اور تین چیزیں گناہوں کی تلافی میں بڑا اثر رکھتی ہیں جو تین چیزیں ہمیشہ کی جکڑ بندی سے ان کو رہائی دیتی ہیں وہ یہ ہیں - چھپے کھلے خوف الٰہی - دولت مندی و مفلسی میں میانہ روی - غیظ و غضب خوشی و رضاء کی حالت میں عدل پروری - اور ہلاک کرنے والی تین اشیاء یہ ہیں - انتہا درجہ کی بخل خواہش پرستی - خود پسندی درجہ بڑہانے والی چیزیں یہ ہیں - چھوٹے بڑے ہر ایک مسلمان کو سلام کرنا خواہ اوس سے شناسائی ہو یا نہ ہو - بھوکوں کو کھانا کھلانا - رات کو ایسے وقت نماز پڑہنی - جب کہ لوگ خواب راحت میں پاؤں پھیلائے ہوئے سو رہے ہوں گناہوں کا کفارہ کرنے والی باتیں یہ ہیں - سردی کے موسم میں صبح کا وضو - جماعتوں کے واسطے مسجد تک پاپیادہ جانا - ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

آیت ۴ - مزدجر - ایسی چیز جس سے جھڑکی پاکر یہ خاموش ہو جاتے

آیت ۶ - نکر - ناپسند۔

فتول - جب کہ یہ لوگ ایسے تنگ دل ہو رہے ہیں اور اپنی ہوا پرستی میں ایسے غرق ہو رہے ہیں کہ کوئی حکمت کی بات اور نصیحت کا حکم ان پر اثر نہیں کرتا - اور کوئی انذاری خبر ان کو خشیت الٰہی کی طرف نہیں لاتی تو اب اون کی طرف توجہ کرنے سے کیا فائدہ - اب ان سے اعراض کرو - اور دیکھو کہ ان کا انجام کیسا بد ہوتا ہے۔

آیت ۷ - اجداث - جن مکانوں میں یہ رہتے ہیں کہ وہ ان کی زندگی کے گھر نہیں بلکہ قبریں ہیں اور اب جب کہ یہ لوگ جنگ کے واسطے تیرے سامنے آئیں گے - تو ان گھروں میں واپس نہ جائیں گے بلکہ ہلاک ہو جائیں گے (یوم بدر کی طرف اشارہ ہے)

آیت ۱۱ - ففتحنا ابواب السماء - ہم نے آسمان کی کھڑکیاں کھول دیں - سماء سے مراد اس جگہ بادل ہے۔

اوپر جو فرمایا تھا کہ پہلوں کی خبریں ان کو پہنچ چکی ہیں ان کی اب کسی قدر تفصیل کرتے ہوئے یہ واقعات قوم نوحؑ - ثمود وغیرہ بیان کئے گئے۔

آیت ۱۰ - دعا ربہ - انبیاء کی بد دعا سے ڈرنا چاہیئے کہ اس کا اثر نہایت سخت ہوتا ہے حضرت نوح علیہ السلام نے سالہا سال اپنی قوم کو خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلایا انہیں نیکی کی بات کہی - مگر قوم نے ایک نہ سُنی - طرح طرح کی بے رحمیاں برتیں - قسم قسم کے صدمات پہونچائے گالی گلوچ سے پیش آئے - چھیڑ چھاڑ سے نہ چوکے - مار پیٹ کر کے دل کے جلے پھپھولے پھوڑے - پھر اوکر کے اندرونی بخار نکالے آپ اس تکلیف کو سہتے سہتے اکتا گئے اور اپنی اس دیرینہ نصیحت کو کوئی فائدہ نہ دیکھا تو زچ ہو کر جناب الٰہی میں دعا کی جس کا نتیجہ جو ہوا اوس سے ساری دنیا آگاہ ہے یہی حال اس زمانہ میں لوگوں کا ایک مامور من اللہ کی مخالفت کے سبب ہو رہا ہے - کہیں طاعون ہے کہیں

بخار جس نے طاعون سے بھی بڑھ کر ہلاکت ڈال دی ہے کہیں جگہ قحط سالی ہے تو دوسری جگہ سیلاب نے طوفان نوح کو دوبارہ دنیا کو یاد دلا دیا ہے۔ کاش! کہ یہ لوگ سمجھیں اور ہدایت پائیں۔

آیت ۱۳۔ دسر۔ جب میخ لکڑیوں سے پار نکل جائے تو اسے دسر کہتے ہیں۔

آیت ۱۷۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر۔ اور قرآن شریف کو ذکر کے واسطے ہم نے آسان کر دیا۔ ذکر کے معنے ہیں نصیحت۔ یاد۔ تاریخی اور نام آور بنا دینے والا۔ ہر ایک معنے میں خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو آسان کر دیا ہے۔ یاد کے لحاظ سے قرآن شریف کا آسان ہونا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس کثرت کے ساتھ قرآن شریف دنیا میں اول سے آخر تک لفظ بلفظ یاد کیا گیا ہے اور آج تک یاد کیا جاتا ہے۔ یہ عزت آج تک دنیا میں کسی کتاب کو حاصل نہیں ہوئی۔ پھر قرآن شریف کا پڑھنا ایسا آسان ہے۔ کہ اس کی عبارت جس طرح لکھی جاتی ہے۔ بعینہ اوسی طرح پڑھی جاتی ہے انگریزی کی طرح نہیں۔ کہ لکھنے میں تھوگٹ لکھیں اور پڑھنے میں تھاٹ پڑھیں۔ فرانسیسی کی طرح نہیں۔ کہ لکھنے میں لیس لکھیں اور پڑھنے میں لا پڑھیں۔ اردو کی طرح نہیں۔ کہ کوئی زیر زبر کا پتہ ہی نہ ملے جسے قرآن شریف کے پڑھنے والے کو نہ صرف کی محتاجی ہے اور نہ نحو کی ہے صرف کا جو منشا ہے کہ مثلاً ماضی سے مضارع بنایا جاوے اوسمیں پہلے ہی بنا ہوا ہے۔ نحو کا جو منشا ہے۔ کہ آخری حروف کے اعراب معلوم ہو جائیں اس میں پہلے ہی دئے ہوئے ہیں۔ پھر قرآن شریف عربی زبان میں ہے۔ جس سے دوسری تمام زبانیں دنیا کی نکلی ہیں اور اس واسطے ہر ایک اہل لسان کو اپنی اصلی زبان کی طرف رجوع کرنا آسان ہے۔ عرب کا ملک خود مہذب دنیا کے وسط میں ہے۔ یورپ ایشیا افریقہ سب کے سرے پر واقع ہے۔ باقی رہا امریکہ سو اوس کے مہذب حصہ کی کوئی اپنی زبان نہیں بلکہ یورپ کی زبانوں پر کام چلایا جاتا ہے۔ پھر نصیحت کیواسطے قرآن شریف آسان۔ اس کی نصائح سیدھی کھلی صاف عبارت میں ہیں اور ہر طرح سے جامع مانع ہے۔ انسانی فطرت کیواسطے کوئی مفید امر نہیں جو اس میں مذکور نہ ہو۔ پھر اس کی تعلیم ایسی ہے کہ اس پر عمل کر کے انسان جلد منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کو راضی کر لیتا ہے پھر وہ اس واسطے بھی آسان ہے۔ کہ اوس کے ذریعہ سے باسانی تمام انسان کامیاب ہو جاتا ہے۔ عرب کے غیر مہذب اور جاہل اوسی کے ذریعہ سے چند سالوں میں مشرق و مغرب کے بادشاہ بن گئے تھے۔

آیت ۱۹۔ عاد۔ اس سورہ شریف میں چار پہلی عذاب دی گئی قوموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت نوح کی قوم کا ذکر اوپر گذرا۔ قوم عاد کا ذکر اس آیت سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد قوم ثمود اور پھر قوم لوط کا ذکر آئے گا۔ قوم عاد پر نہایت شدید تند عذاب نازل کیا گیا تھا۔ ہوا جب کہ حد سے زیادہ تیز چلتی ہو جاتی ہے تو درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے بڑے بڑے مکانوں کو گرا دیتی ہے۔ بڑے بڑے پتھروں کو ایک پہاڑ سے اٹھا کر دوسرے پہاڑ پر جا ڈالتی ہے۔

یوم۔ اس جگہ یوم سے مراد ایک دن ۱۲ گھنٹے کا نہیں جو سورج کے نکلنے سے سورج کے ڈوبنے تک ہوتا ہے بلکہ یوم سے مراد وقت ہے یہ ایک محاورہ ہے ایسے محاورے ہر ایک زبان میں ہوتے ہیں۔ اردو زبان میں بھی ایسا محاورہ بولا جاتا ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں۔ کہ وہی ایران جو صدیوں سے امن کا گھر تھا۔ آج کشت و خون کا گھر بنا ہوا ہے۔ مراد ان ایام سے ہے اسی عذاب کے وقت کو سورہ .. میں ایام نحسات کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور پھر اوسی کو سورہ الحاقہ میں سبع لیال و ثمنیۃ ایام کہا گیا ہے۔

آیت ۲۰۔ منقعر۔ کھوکھلے۔

رکوع دوم

آیت ۱۔ قوم ثمود کی طرف جو نبی بھیجا گیا تھا۔ اوس کا نام حضرت صالح علیہ السلام تھا۔

نُذُر۔ جمع نذیر۔ ڈرانے والے۔ ایک ہی نبی صالح کو ڈرانے والے بصیغہ جمع کہا گیا۔ کیونکہ ہر ایک نبی گذشتہ انبیاء کی تعلیم کو حسب ضرورت وقتی اپنے اندر جمع کئے ہوئے ہوتا ہے۔ ایک نبی کا انکار۔ گویا پہلوں کا بھی انکار ہوتا ہے آں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی خوبیوں کو اپنے اندر رکھتے ہیں۔

ع۔ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

اسی واسطے جن یہودیوں اور عیسائیوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا وہ اگرچہ پہلے تمام انبیاء کو مانتے رہتے۔ مگر وہ ایسا کسی کام نہ آیا ان کے سب اعمال خسران میں ہو گئے۔ اس کی مثال عالم ظاہر میں بھی موجود ہے۔ اگر ایک شخص ایک بادشاہ کا نہایت فرمانبردار اور جان نثار خادم ہو اور اس بادشاہ کے فوت ہونے کے بعد اس کے بیٹے کی بھی فرمانبرداری کرے مگر جب اوس کا پوتا تیسرا بادشاہ .. تخت نشین ہو تو اس کا انکار کرے اور اس کے ساتھ بغاوت کرے۔ تو پہلی فرمانبرداریاں کسی کام نہ آئیں گی اور ضرور ہے کہ وہ شخص قتل کیا جائے یا قید کیا جاوے کیونکہ اصل میں اس کی اطاعت یا نافرمانی شخصی نہیں سمجھی جاتی بلکہ حکومت کی سمجھی جاتی ہے جیسے کہ کوئی شخص مثلاً ایک جج کلارک نام کی گستاخی بر سر اجلاس کرے تو اس پر بے شک ہتک عزت کلارک صاحب کا جرم نہ سمجھا جائے گا بلکہ ہتک عزت عدالت کا حکم لگے گا۔ ایسا ہی جو لوگ کسی مرسل من اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں وہ سلطنت و حکومت خداوندی کے مجرم قرار پاتے ہیں۔ جو اوس رسول کی رسالت کی متقاضی ہوتی ہے اور یہی حال ان لوگوں کا ہو گا۔ جنہوں نے اس زمانہ کے نبی حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر اور مخالفت پر کمر باندھی ہے وہ سب غضب خداوندی کے نیچے ہیں اور ان کے اعمال اکارت جائیں گے

(ایڈیٹر)

آیت ۲۔ سُعُر۔ جمع سعیر کی ہے بمعنے دوزخ۔

اگر شعر مفرد سمجھا جائے۔ تو اس کے معنے جنون کے ہیں۔ مثلاً ناقۃ
مسعورۃ ای کالمجنونۃ فی سیرھا۔

ابشرا۔ کیا انسان ہمارے جیسا۔ ہمارے ہی درمیان کا ایک آدمی جو ہمارے ہاتھوں میں پیدا ہوا اور پلا۔ ہم اوس کی پیروی کریں۔ یہ ثمودیوں کا کلمہ تکبر تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند تھا۔ تکبر انسان کو بہت سی بھلائیوں سے روکتا ہے انسان متکبر خیال نہیں کرتا کہ وہ خاک و باد۔ چلد۔ دوہری۔ جام کس قدر رذیل قوموں کا محتاج ہے۔ پر اپنی ریاست کے واسطے ایک متقی صالح عالم کی اطاعت کے وقت تکبر دکہاتا ہے بعض لوگ اپنے آبا و اجداد پر فخر کرتے ہیں کہ وہ اتنے بڑے آدمی تھے۔ اور کسی دوسرے کو معزز حالت میں دیکھ کر اوس کے قوم اور خاندان وغیرہ پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ ایسا کرنے سے وہ خود اپنی ذاتی ذلت کا ثبوت دیتے ہیں۔

آیت ۳۔ ءالقی الذکر۔ نادان کہتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ خدا اس سے باتیں کرتا ہے اور ہم سے نہیں کرتا۔ حضرت موسیٰ کو بھی فرعون نے یہی کہا تھا۔ کہ یہ چاہتا ہے کہ ہمارا ملک لے لے اور خود بادشاہ بن جائے۔ بیوقوف نہیں خیال کرتے۔ کہ ملک کا مالک تو دراصل خدا ہی ہے۔ جس پر انبیاء ایمان لاتے ہیں رجب وہ اوس کے ہو رہے ہیں۔ تو سلطنت اور سلطان کی حقیقت ہی ان کے آگے کیا ہے بہت سے عالم متکبر ہوتے ہیں اور بہت سے صوفی بھی متکبر ہوتے ہیں اس واسطے ہر ایک عالم اور صوفی پر بدون شواہد اور دلائل کے حکم نہیں لگانا چاہیئے

آیت ۷۔ صاحبہم۔ ایک شریر کو اونہوں نے بلایا۔ کہتے ہیں۔ کہ اس اونٹنی کا باری سے گھاٹ پر پانی پینا شریر لوگوں کو ناگوار تھا۔ اس گاؤں میں دو بدمعاش عورتیں تھیں اون کے جدا جدا دو عاشق تھے ان عورتوں کے پاس مال مویشی بھی تھا۔ اور پانی کے سبب وہ بھی ناراض ہو رہی تھیں انہوں نے اپنے عاشقوں کو بلا کر کہا۔ کہ تم یہ کام کرو۔ پس اونہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹے نشان کے طور پر کسی جانور کو چھوڑنے کی رسم سب قوموں میں پائی جاتی ہے عراق کے ایک بادشاہ نے ایک بکرے کے گلے میں چھری باندھ کر چھوڑ دیا تھا۔ کہ کوئی ہے جو اس کو ذبح کرے۔ ہندوؤں میں بھی گھوڑا چھوڑنے کی رسم تھی اور اب تک وہ سانڈھ چھوڑا کرتے ہیں۔

آیت ۹۔ محتظر۔ صاحب حظیرہ۔ وہ ایک احاطہ ہے جو درختان شاخوں کانٹوں وغیرہ سے بکریوں کی بود و باش کے لئے بنایا جاتا ہے اور جو ایک زمانہ کے بعد پائمال خراب ہو جایا کرتا ہے۔

ھشیم۔ ہشم کے معنے ہیں توڑ ڈالنا۔

ہشم۔ توڑنے والا۔ جابر انسان۔ عظیم الشان انسان۔

ہشیم۔ باڑے کے وہ کانٹے جو خشک ہو کر اور بوسیدہ ہو کر چور ہو گئے ہوں۔

صیحہ۔ عذاب۔ مثلاً۔

ع۔ صاح الزمان بآل برمکہ صیحۃ

اس مصرعہ میں اس عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ جو ہارون رشید کے ہاتھوں برامکہ پر نازل ہوا۔ ہارون و مامون کے زمانہ سے پہلے ایک قوم آتش پرستوں کی تھی۔ وہ مسلمان ہو گئے اون میں سے ایک ہارون کی وزارت کے عہدہ تک پہنچ گیا تھا۔ جس نے ملک کے تمام زرخیز اور عمدہ قطعات اپنی قوم کے واسطے جاگیروں میں تقسیم کر دئے ہوئے تھے اور علماء اور شعرا کو بڑے بڑے انعام دے کر قابو کر رکھا تھا۔ آخر بادشاہ نے اون کی شرارتوں سے آگاہ ہو کر انہیں قتل کرا دیا تھا۔

آیت ۱۱۔ قوم لوط کی بستیوں کا نام سدوم اور گمارا تھا۔ اور اون کی جھیل کا نام ڈیڈسی (Dead Sea) بحر مردار۔ اب تک وہ ایسی منحوس ہے۔ کہ کوئی مچھلی اس کے اندر زندہ نہیں رہ سکتی۔ سدوم کی بستی جرم خلاف وضع فطری کے سبب ایسی مشہور ہو گئی ہے کہ اس بیماری کا نام ہی انگریزی میں ساڈومی ہو گیا ہے۔

آیت ۱۳۔ شکر۔ جس کام کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ہم کو کوئی نعمت دی ہے اوسی کام میں اوس کو صرف کرنا۔ یعنے خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو اوس کی رضامندی کے مقامات میں صرف کرنا۔ اسی کو شکر کہتے ہیں زبان سے بھی شکر ادا کرنا چاہئے یعنے اقرار نعمت اور اظہار۔ اور الحمد للہ کہنا بھی شکر ہے۔

آیت ۱۴۔ مروا۔ شک کرنا۔ اعتراض کرنا جھگڑا کرنا۔

آیت ۱۵۔ راودوہ۔ کسی کو پھسلا دینا۔

بدفعل قوم نے چاہا تھا کہ حضرت لوطؑ کو پھسلائیں۔ کہ وہ اس بدفعلی میں اون کے مددگار ہوں۔ مگر حضرت لوطؑ نے اون کو سمجھایا اور قوم کی عورتوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ دیکھو ان سے شرعی نکاح کرو۔ خدا تعالیٰ نے ان کو تمہارے واسطے بنایا ہے۔ برے راہ پر مت چلو۔

رکوع سوم

آیت ۱۔ نذر۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون فرعون کی طرف اللہ تعالیٰ سے رسول ہو کر آئے تھے۔ بہت سی نذیر چیزیں آئیں مگر انہوں نے سب کی تکذیب کی

آیت ۲۔ ایتنا۔ حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو بڑے بڑے نشان دکھائے۔ ٹڈیاں۔ خوفناک بارشیں۔ مرض تکسیر۔ مینڈکیں چیچڑیاں مری۔ قسما قسم کے انذار ہوئے۔

مقتدر۔ خدا قادر اور غالب ہے۔ جب ان عذابوں سے وہ لوگ نیک نہ ہوئے۔ تو آخر ایک سخت عذاب وارد ہوا۔ جس نے فرعون اور فرعونیوں کو غرق ہی کر دیا۔

آیت ۳۔ کفارکم۔ مخاطب اب مشرکین عرب ہیں۔ کہ دیکھو۔ جیسے پہلے کفار بسبب اپنی سخت سرکشی اور بغاوت کے ہلاک ہو گئے ہیں تو یہ کیوں کر بچ سکتے ہیں یہ کوئی ان سے اچھے نہیں ہیں۔ جو خواہ مخواہ بچ جاویں گے۔

(واضح ہو کہ عذاب الٰہی سے بچنے کی انتظام صرف تین ہی ہو سکتے ہیں خیال

میں آسکتی ہیں۔ جن کی نفی ان آیات میں بڑی خوش اسلوبی اور حسن ترتیب کے ساتھ کی گئی ہے۔ اور تین ہی میں منحصر ہونے کی یہ وجہ ہے۔ کہ یا تو عذاب الٰہی سے وہ شخص بچ سکتا ہے جس میں۔۔ کوئی ایسی خصوصیت اور سبب خاص ہو۔ جو اوس سے پیشتر کے لوگوں میں کہیں ڈھونڈھا نہ ملتا ہو۔ تو اس صورت میں یہ شخص سب کے علاوہ اور تمام لوگوں سے ممتاز اور بہتر خیال کیا جاویگا اور اسی خاص وسیلہ کی وجہ عام بلا سے نجات پانے کی اسے اُمید بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً دنیا کا ایک صاحب جبروت بادشاہ جب کسی ملک کے لوگوں کو غارت کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ اون لوگوں کو جن میں کچھ خیر پاتا ہے۔ یا وہ پہلے اس بادشاہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے ہیں۔ تو یہ امر عذاب الٰہی سے اونہیں بچا سکتا ہے۔ جسکی نفی کی طرف جملہ اکفارکم خیر من اولئکم اشارہ کرتا ہے اور یا وہ شخص خدا کے ہمیشہ کے عذاب سے بچ سکتا ہے جس پر وہ خود مہربان ہو اور اپنے فضل وکرم اور مہربانی کی وجہ سے عذاب سے بے خوفی کا وعدہ یوں طور فرمایا ہے۔ کہ اگرچہ تو پہلے کے لوگوں سے بھلائی میں ممتاز نہیں۔ مگر میں تجھے اپنے فضل سے عذاب سے بچاکر اور اون کو ہلاک و برباد کرونگا۔ مثلاً بادشاہ کے پاس ایک ایسا گنہگار اور مجرم لایا گیا ہے۔ جس کے ساتھ چند معصوم اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ یا اوسکی ماں بڑھاپے کی بیکس اور ضعیف زندہ تھی۔ بادشاہ نے رحم کھاکر اوسے اس کی سیاہ کاری اور بداعمالی کی سزا نہ دی اور معاف کردیا۔ جسکی نفی کی جانب جملہ ام لکم براءة فی الزبر اشارہ کررہا ہے۔ یا تیسرے آدمی کا یہ خیال ہوسکتا ہے۔ جسکی دل حمایتی اور جان نثار ہوگا۔ اس قدر ہوں کہ خدا تعالےٰ کے قہر و جبروت کو اون کی جمعیت و شرکت روک سکے مثلاً ایک شخص بادشاہ سے بغاوت کرکے ایک ایسے جرار لشکر میں جا ملے جو اپنے شوکت و زور سے بادشاہ کی سطوت کو مقابلہ کرکے توڑ سکتے ہیں اس کی نفی آیت ام یقولون نحن جمیع الخ کر رہی ہے خلاصہ یہ کہ خدا تعالیٰ اہل مکہ کو مخاطب بناکر ارشاد فرماتا ہے۔ کہ جب عذاب سے بچنے کی صرف یہی تین صورتیں ہو سکتی ہیں جو تم میں نام تک کو نہیں پائی جاتیں تو پھر کس برتے اور آسرے پر چھوٹے بیٹھے اور اسلام سے کنارہ کشی کرکے عذاب الٰہی سے بے خوف ہو رہے ہو۔
(اعظم التفاسیر)

آیت ۵۔ سیھزم الجمع۔ یہ پیشگوئی ہے اور اس وقت پوری ہوئی۔ جبکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت سے یہود و نصاریٰ وغیرہ دس ہزار کے جتھے کو چڑھا کر لائے تھے اور وہ بہت ہی نازک وقت تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمام دشمنوں کو بھگا دیا۔

آیت ۹۔ بقدر۔ اندازہ کے ساتھ۔ ہر ایک شے کا اللہ تعالےٰ نے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔ نہ وہ اوس سے زیادہ ہوسکتی ہے نہ کم۔

آیت ۱۴۔ نھر۔ وسعت اور آرام اور آسودگی

ندی کے معنے میں جو لفظ آتا ہے وہ نہر ہے۔ بسکون اسکے ہوتا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

سورۃ الرحمٰن

اس سورہ شریف کے مقام نزول کے متعلق کسی قدر اختلاف ہے۔ مگر اکثر اس طرف گئے ہیں۔ کہ یہ مدنی ہے۔ اس اختلاف کی صورت میں یہ امر مدنظر رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ بعض آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ایک بار بلکہ کئی بار نازل ہوئی ہوں۔ اور کسی نے نزول اول کے مقام اور وقت کو یاد رکھا ہو اور کسی نے نزول دوم کے مقام اور وقت کا خیال رکھا ہو۔ اس کا نظارہ ہم اس تازہ وحی میں بھی دیکھتے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوتی ہے۔ کہ ایک پیشگوئی وحی الٰہی میں ایک دفعہ نازل ہوکر مثلاً کتاب براہین احمدیہ میں چھپ چکی ہے۔ لیکن جب اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔ تو نزول اول کے بیس پچیس سال بعد پھر وہی الفاظ الہام الٰہی میں وارد ہوئے اور اخبار میں ایک تازہ تاریخ کے نیچے لکھے گئے۔

یہ بھی حکمت الٰہی ہے کہ انجیل اور توریت کی طرح قرآن شریف میں ہر آیت کے ساتھ اس کا شان نزول درج نہیں۔ ابتدا سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے درمیان کہیں شان نزول یا مقام نزول ساتھ ساتھ نہیں لکھائے۔ جیسا کہ توریت میں اور دیگر صحف انبیاء میں لکھا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ یا عیسیٰ یا کوئی اور نبی پھر اس مقام پر گیا اور اس آدمی کو ملا۔ اور اس وقت اس پر یہ وحی نازل ہوئی۔ یا خود اوس نے یہ کلام کیا۔ برخلاف اس کے قرآن شریف اوّل سے خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور ایک سمندر کی طرح اس کی روانی ہے جس میں کوئی روک ٹوک نہیں۔ بشر کے کلام کا کوئی اس میں حصہ نہیں اور چونکہ یہ کلام نہ کسی خاص مکان کے واسطے تھا۔ اور نہ کسی خاص قوم کے واسطے جیسا کہ توریت انجیل وغیرہ دیگر کتب سماوی ہیں اس واسطے اس میں شان نزول ساتھ ساتھ نہ لکھے گئے۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے یہی چاہا۔ کہ اس بات کی حفاظت بھی پورے طور سے نہ ہوئی۔ کہ یہ آیتیں کب اور کس کے حق میں اوّل نازل ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ ترتیب نزول بھی خدا تعالےٰ نے قائم نہ رہنے دی۔ قرآن شریف کی ترتیب۔ اور اس کے درمیان شان نزول اور مقام نزول کا نہ لکھا جانا خود اس بات کی ایک بڑی بھاری دلیل ہے۔ کہ یہ کتاب برخلاف دیگر کتب سماوی کے تمام زمین کے واسطے اور قیامت تک سب زمانوں کے واسطے اور سب قوموں کے واسطے خدا تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔

دسور۔ اس اونٹنی کو کہتے ہیں۔ جو بہت تیز رفتار ہو۔

صرصراً۔ صرصر کہتے ہیں چیخ کو۔ جو ہوا تیز چلتی ہے اسکی رفتار سے ایک آواز نکلتی ہے

یوم نحس۔ یہ دن قوم کے لئے میلہ وعید کے دن تھے جسے وہ مبارک سمجھتے اس لئے فرمایا کہ تم جنہیں بابرکت سمجھے وہی منحوس ثابت ہوئے۔

مستمر۔ لگاتار پے در پے چلنے والی۔

منقعر۔ کھوکھلے جڑ سے کٹے ہوئے۔

مورخہ ۲۷ جون سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۷ رکوع ۹۔ سورۃ القمر رکوع ۲

کذبت ثمود بالنذر۔ اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی نے نہ آنا ہوتا۔ تو پھر انبیاء اور ان کے مخالفین کے انجام کے ذکر کی کیا ضرورت تھی کوئی بھی سورۃ خالی جاتی ہے؟ جس میں انبیاء اور ان مخالفین کی ہلاکت کا بیان نہ ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد یہ سلسلہ جاری ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ نبی آپ کی مہر سے بعد آپؐ کے ظل کے آئیگا۔

ابشراً منا واحداً نتبعه۔ امام ایک ہی ہونا چاہیئے تاکہ وحدت قائم رہے اس زمانے میں بھی ایسے لوگ ہیں جو "ایک" کی اطاعت کو گمراہی اور معصیت کا موجب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے ایسے خیالات کے لوگوں کے لئے یہ آیت غور طلب ہے۔ خدا جسے خلیفہ مقرر کرتا ہے اسے اپنی جناب سے مؤید ومنصور کرتا ہے خدا اسے ایسی غلطی میں نہیں ڈالتا جس سے قوم تباہ ہو۔ شوریٰ اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ بالضرور اس کی اتباع کرے بلکہ وزراء کی رائیں۔ اس کی بمنزلہ آئینہ کے ہوتی ہیں کہ انہیں اپنی رائے کا حسن وقبح دیکھ لے۔

اشر۔ اکڑباز۔ متکبر۔

سیعلمون۔ ضرور جان لیں گے۔ سَ یہاں تاکید کے لئے ہے۔

غداً۔ نہ صرف بروز قیامت بلکہ اسی دنیا میں بہ امتیاز ہوگا۔ چنانچہ آگے فرماتا ہے۔

فتنۃ لهم۔ فتنہ کندن کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ (۲) مصیبت میں پڑ جانا۔ (۳) بندار یعنے ایسی چیز جس سے انسان کی مخفی حالت ظاہر ہو جائے۔ پس وہ اونٹنی ان کی مخفی حالت کو ظاہر کرنے والی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ کہتے ہیں ہم اچھے ہیں اور یہ کذاب اشر مگر اسی اونٹنی کے ذریعے کھل جائیگا کہ کذاب اشر یہ خود ہیں۔

قسمة بينهم۔ مفسرین تو کہتے ہیں کہ ایک دن اور لوگ پانی پئیں ایک دن اونٹنی مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ بینهم وبین الناقۃ۔ نہیں فرمایا۔ پس مراد یہ ہے کہ اوروں کے لئے تو باری مقرر ہے مگر اونٹنی اس قسم کی باری سے مستثنیٰ ہوگی۔ کل شرب محتضر۔ سے بھی یہی مراد ہے کہ خواہ کونسی باری ہو۔ اونٹنی مانع ہونے کی مجاز ہے۔

صاحبهم۔ کہتے ہیں اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا قیدار نامی ایک شخص تھا مگر کرے ایک اور ہلاک ہو ساری قوم۔ یہ عدل الٰہی سے بعید ہے۔ صاحبہم سے ظاہر ہے کہ وہ اوروں کے مشورے اور صلاح سے گیا۔ پھر تعاطی آیا ہے جس کے معنے ہیں دوسروں سے ہتھیار لیا اور اس نے کونچیں کاٹ دیں۔

عقر۔ مطلق زخم کو بھی کہتے ہیں اس رگ کے کاٹنے کو بھی کہتے ہیں جس کے بعد جانور چل نہ سکے۔

یاد رہے کہ معجزہ اس بات کا نام نہیں کہ وہ سائنس۔ عقل تجربہ۔ مشاہدہ کے نزدیک خلاف ہی ہو بلکہ وہ ایک امر ہے جس سے خدا تعالےٰ کی قدرت اور اس نبی کے اللہ سے خاص تعلقات اور دشمنوں کے اس کے مقابل پر عاجز رہ جانے کا ظہور ہو۔

پس وہ اونٹنی نہ تو پتھر سے نکلی اور نہ اسمیں وہ خصوصیات تھیں۔ جو خواہ مخواہ لوگوں نے بڑھا دی ہیں۔ اونٹنی ناقۃ اللہ اسی لئے کہلائی کہ وہ صالح کی صداقت کا نشان ٹھہری۔ کیونکہ آپ نے اس کے بارے میں علامت قرار دی کہ اسے دکھ پہنچاؤ گے تو ۳ دن بعد تباہ ہو جاؤ گے۔

صيحة۔ جو عذاب دفعتاً آجاوے اسکو صیحہ بولتے ہیں۔

هشيم المحتظر۔ حظیرہ۔ باڑ کو کہتے ہیں۔ محتظر وہ جس کا باڑا ہو۔ هشیم باڑ کے روندے ہوئے ٹکڑے۔

كذلك نجزي۔ اس سے ظاہر ہے کہ اب بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ شکر گذاری شرط ہے۔

فتماروا۔ جھگڑا کرنے لگے۔

۲۸ جون سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۷ رکوع ۱۰۔ سورہ القمر رکوع ۳

النذر۔ ہمارے انذار یا ہمارے ڈرانیوالے۔

کفار کا قصہ بتا کر اکفارکم فرمایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مثیل موسیٰ تھے۔ اسیر سمجھایا کہ مشرکین عرب کا بھی وہی حال ہوگا۔ جو فرعونیوں کا ہوا۔

منتصر۔ بدلہ لینے والے۔ عرب کی قوم میں بدلہ لینے کی بڑی عادت تھی۔ اور اسی بات پر انکو ناز تھا۔

سيهزم الجمع۔ یہ سورۃ مکی ہے اس کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لے جاتے ہیں پہلے چھوٹے چھوٹے جنگ ہوئے۔ آخر جنگ احزاب میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ جبکہ تمام قومیں جمع ہو کر مقابلہ کے لئے آئیں مگر سب کی سب بھاگ گئیں۔ کیا کوئی انسان عقل قیاس سے ایسی پیشگوئی اس بے بسی کی حالت میں کر سکتا ہے۔

بقدر۔ ہر امر اپنے وقت پر ہوتا ہے جو خدا کے علم میں موجود ہے۔ پس ان کی ہلاکت کے متعلق جلدی نہ کرنی چاہیئے۔

اشياع۔ شیعہ گروہ۔ چونکہ ایک گروہ کے آدمی کسی نہ کسی بات میں شریک ہوتے ہیں۔ پس اشیاعکم کے معنے ہوئے تمہارے جیسے لوگ۔

وکل شئ ۔ پہلی قوموں کی تباہی کے وجوہات کتابوں میں موجود ہیں ۔ غالب وجہ یہی مخالفت انبیاء تھی ۔

مقعد صدق ۔ عرب جو چیز اعلیٰ و مفید ہو اُسے صدق سے تعبیر کرتے ہیں پس اس کے معنے یہ ہیں کہ متقون اچھے مقامات پر ہوں گے ۔

سورۂ القمر کے نوٹ ختم ہوئے ۔

آغاز سورہ الرحمٰن رکوع ۱ ۔ ۲۷ پارہ رکوع ۱۱

مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۱ء

الرحمٰن ۔ اللہ تعالےٰ نے بے مزد ہماری جسمانی زندگی کے سامان بہم پہونچائے اسی طرح رُوحانی زندگی کے لئے قرآن مجید جیسا کلام نازل کیا ۔

علّم القرآن ۔ قرآن فرمانے میں یہ سمجھایا ۔ کہ یہ کتاب ہمیشہ پڑھی جاوے گی اور دست بُرد زمانہ سے محفوظ رہے گی ۔

خلق الانسان ۔ الانسان سے مراد یہاں میرے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔ آپ اکمل ترین انسان تھے ۔ اس لئے آپ کی پیدائش کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ۔

علّمہ البیان ۔ آپ کے لئے اس کے مطالب واضح کر دئے ۔

الشمس و القمر ۔ چونکہ لوگوں نے اس نعمت عظمیٰ کی ناشکری کی اس لئے اور انعامات کا ذکر کرکے انہیں شرم دلاتا ہے اور ملزم بناتا ہے ۔ کہ کس کس نعمت کا انکار کروگے اور جب عام فضلوں کی ناشکری کرتے ہیں ۔ تو اس خاص فضل کی ناشکری کوئی تعجب انگیز نہیں ۔

النجم ۔ ستارہ نیز بوٹی جو بیلدار ہو ۔ چونکہ الشجر کے ساتھ آیا ہے اس لئے دوسرے معنے لئے جاتے ہیں ۔

سورج و چاند سے فائدہ اٹھایا (چنانچہ درختوں کے پھل انہی سے پکتے ہیں) انہی کی پرستش شروع کر دی اور ان کے پیدا کرنے والے کی طرف توجہ نہ کی ۔

وضع المیزان ۔ ہر چیز کی حقیقت اور اس کی قدر معلوم کرنے کے لئے ایک میزان مقرر کی ہے اس سے کام نہیں لیتے ۔ ورنہ ہر شے سے اس کی قدر کے مطابق سلوک کرتے ایسا ہی ہر شے کا ایک اندازہ مقرر ہے ۔ جب اس سے کم و بیش کریں تو فساد پڑتا ہے ۔ میزان سے مراد ترازو نہیں بلکہ وہ جس سے اندازہ ہو سکے ۔ پس اقیموا الوزن اور لا تخسروا المیزان ۔ صرف تولنے کے متعلق ہی ہدایت نہیں بلکہ ہر امر کے متعلق ہے

الاکمام ۔ کُم کے معنے آستین ہیں ۔ کھجور کے خوشوں پر ایک غلاف ہوتا ہے اس کا نام بھی ہے ۔ اکمام کا اطلاق خوشوں پر بھی ہو جاتا ہے ۔

ذو العصف ۔ عصف کے لفظی معنے اڑانا ۔ اڑائی ہوئی چیز ۔ اس بھتے کا نام ہے ۔ جو ہوا کے ساتھ غلّہ سے الگ کیا اور اڑایا جاتا ہے ۔

و الریحان ۔ خوشی کی موجب چیزیں ۔ خوشبو ۔

فبایّ الاء ربکما تکذبٰن ۔ یہاں تثنیہ آیا ہے ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جن و انس مخاطب ہیں اس پر دو سوال ہو سکتے ہیں ۔ کیا قرآن مجید کا یہ طرز ہے کہ وہ بصیغہ تثنیہ خطاب کیا کرتا ہے ۔ پس اس سورۃ میں اس نرالی طرز کی کوئی وجہ ہونی چاہیئے (۲) یہاں تو تکذیب کا ذکر ہو رہا ہے ۔ اور دوسری طرف انعامات کا اظہار ہے ۔ جو زیادہ تر انسانوں سے خاص ہیں ۔ ہم نہیں دیکھتے کہ جن کھیتی باڑی کرتے ہیں ۔ اصل بات تو یہ ہے ۔ کہ تفسیر معتبر تو وہ ہے ۔ جو خود قرآن مجید کرے یا جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بروایت صحیح مروی ہو ۔ یا لغت و قواعد عرب سے واضح ہو پس میرے نزدیک یہ تاکید کے لئے ہے ۔ جو محاورات عرب سے ثابت ہے ۔ چنانچہ سبعہ معلقہ میں ہے ۔

قفا نبک من ذکریٰ حبیب و منزل ۔ عربوں کا یہ طرز ہے ۔ کہ جب کسی کو ملامت کرنا اور کسی بات کی طرف خصوصیت سے توجہ دلانا چاہیں تو تثنیہ کا صیغہ استعمال کرتے ہیں اور مخاطب جمع ہوتے ہیں ۔

مورخہ ۳ ۔ جولائی ۱۹۱۱ء

بقیہ رکوع ۔ ۲۷ پارہ رکوع ۱۲ ۔ سورہ الرحمٰن رکوع ۲

من صلصال کالفخار ۔ لوگوں نے لفظی معنے لئے کہ بجنے والی مٹی ۔ اور پھر اصل مطلب سے دور جا پڑے ۔ کیونکہ انسان کسی حالت میں بجنے والی مٹی کی طرح نہیں ہوتا ۔ اصل بات یہ ہے کہ برتن خاص مٹی سے بنتے ہیں پھر جوں جوں اچھے برتن ہیں وہ خاص خاص قسم کی مٹی سے بنتے ہیں پس اس میں بتایا کہ آدمی ایک خاص قسم کے سلالین سے بنا ہے ۔ صلصال سے بتایا ہے کہ اس کے اجزاء میں اتصال ہے اور فخار سے یہ کہ وہ خاص الخاص مٹی ہے ۔

رب المشرقین ۔ یعنی گرمی و سرمائی مطالع کے اعتبار سے فرمایا

منہما ۔ مفسرین نے اس ہما پر بڑی بحث کی ہے ۔ بعضوں نے سمجھا ہے کہ لؤلؤ مرجان بحر کھاری سمندر سے نکلتے ہیں ۔ بعضوں نے من احدہما اس کا اصل سمجھا ہے ۔

وجہ ربک ۔ ایسی آیات کے معنے کرنے میں لیس کمثلہ شیءٌ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے ۔

اس پر مفسرین کو مشکل پیش آئی ہے کہ جب سب چیزیں فنا ہو جائیں گی ۔ تو پھر ایک وقت آئے گا کہ عرش فنا ہو ۔ عرش کے اُٹھانے والے فرشتے بھی ۔ پھر خداوند تعالےٰ کا مقام کہاں ہوگا ۔ ایسا ہی جنت و دوزخ پہلے بنے ہوئے موجود ہیں ۔ تو جب سب کچھ فنا ہونا ہے ۔ تو جنت و دوزخ بھی نہ ہوں گے ۔ آخر یہ چیزیں مستثنےٰ ہیں حالانکہ کوئی آیت قرآنی و حدیث رسول یزدانی اس پر شاہد نہیں یاد رکھو کہ حق بات پر کبھی اس قسم کا اعتراض نہیں ہو سکتا ۔ عرش ایسی چیز نہیں کہ وہ مخلوق ہے بلکہ استوا علی العرش ایک صفت ہے صفات باری تعالےٰ میں سے (۲) جنت و دوزخ پہلے سے موجود نہیں بلکہ انسان ہی کے اعمال کے ظلال و آثار کا نام ہے ۔ جو اس وقت حقیقی طور پر مجسم و متمثل ہوں گے ۔

کل یوم - ہر وقت - ہر لحظہ - یوم زمانے کا ایک حصّہ

ھو فی شان - اس کا مطلب یہ نہیں - کہ کمی سے بڑا ہوتا ہے اور ناقص سے کامل ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خدا ئے تعالےٰ کی ذات مختلف اوقات میں اپنی نئی نئی تجلیاں کرتی ہے۔

سنفرغ - یہ انسانی محاورہ کے مطابق فرمایا یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جزا و سزا کے لئے ایک وقت معیّن ہے - اس وقت میں خاص توجہ فرماویں گے - دنیا میں اس کے فیض ربوبیّت و رحمانیت سے کفار معاندین بھی حصہ لے رہے ہیں اسواسطے سزا کے متعلق ٹھیک انکشاف نہیں ہوتا - مگر ایک وقت پورے طور پر حقیقت منکشف ہوگی سزا کی خبر دینا یہ بھی احسان اور خدا تعالےٰ کا انعام ہے۔

مورخہ ۴ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

(بقیہ رکوع ۲)

فبای آلاء ربکما تکذبٰن - تکرار فصیح کے کلام میں بغیر از حکمت بالغہ نہیں ہوتا

شواظ من نار - شعلۂ بے دود آگ سے۔

نحاس - مفسرین نے اس کے معنے کئے ہیں - دھواں والا شعلہ - دراصل پتھر کے کوئلے گندھک تانبے کی آگ بہت تیز ہوتی ہے۔

ایسی آیات کے آگے فبای الآء ربکما کا ربط بہت غور سے معلوم ہو سکتا ہے۔ پہلے فرمایا تم بھاگ نہیں سکتے - پھر بتایا کہ یہ نہ سمجھو آسمان پھٹنے سے تم نکل جاؤ گے کیونکہ وہ وردۃ کالدھان ہوگا - ایسی سخت حالت سے صرف قرآن مجید ہی ذریعۂ نجات ہے - پس تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے۔

لا یسئل عن ذنبہ - بعض مقامات پر آیا ہے کہ سوال کیا جاوے گا - ایسی آیات میں در اصل اختلاف نہیں کیونکہ لایسئل کی وجہ بتادی کہ وہ علامتوں سے پہچانے جاویں گے سوال دو قسم ہے - ایک سوال بطور تہدید - ملزم ٹھہرانے کے لئے - یہ سوال تو ضرور ہوگا - دوسرا سوال مجرمین کی معرفت کے لئے ہے - سو اس کی ضرورت نہیں کہ اپنی نشانیوں سے پہچانے جاویں گے۔

حمیم آن - گرم اُبلتا ہوا۔

۵ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۷ رکوع ۱۳ - سورہ الرحمٰن رکوع ۳

مقام ربہ - اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے سے۔

ذواتا - ذو کا تثنیہ ذوا - مؤنث ذواتا

زوجٰن - نر و مادہ - اچھا اور بُرا۔

وجنا الجنتین - اور دونوں جنتوں کے چیدہ پھل۔

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان - رب کریم فرماتا ہے کہ ہمارے اتنے احسانات ہیں تم پر - پس تمہیں بھی احسان ہی کرنا چاہئے جو یہ ہے - ان تعبد ربک کانک تراہ (الحدیث) احسان کے معنے اخلاص بھی ہیں - جس کے معنے ہیں - محض ذات اللہ کی رضا مقصود ہو اور خالصاً لوجہ اللہ ہو۔

من دونھما جنتٰن - پہلے فرمایا ہے - ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن - پس چار ہوئے۔

حضرت اقدسؑ نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ ایک جنت دنیا میں ملتا ہے - ایسا ہی ایک جنت برزخ قبر میں ہے - پھر روز حشر میں ایک جنت ہے - جو تا یوم الحساب ہے - پھر ایک یوم الحساب کے بعد۔

خیرات - نیک ہوں والی - عورتیں ہوں یا اور چیزیں۔

لم یطمثھن - مطلب یہ کہ وہ پاک نہ ہوں گی - ولاجآن سے یہ مراد ہے کہ بدکار نہیں - بلکہ بعض صلحاء کو تو خواب میں بھی شیطان نہیں آتا اور وہ بچ جاتے ہیں اور ین اس میں صاحب حال ہوں۔

سورۂ الرحمان کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۂ الواقعہ رکوع ۱ - پارہ ۲۷ رکوع ۱۴

۸ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

یہ جو آخری سورتیں ہیں ان کا اکثر حصّہ مکی ہے - اس وقت ابھی یہودیوں اور عیسائیوں سے مباحث نہ شروع ہوئے تھے بلکہ نظر بہ حالات موجودہ دو امور کی ضرورت تھی - مشرکین عرب خدا کو تو مانتے تھے - مگر اس کی صفات کے متعلق بہت غلطی میں اسواسطے ھولآء شفعاؤنا عند اللہ اور ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ کہہ کر بتوں کی پرستش کرتے - دوم - روز قیامت اور جزا و سزا کو نہ مانتے تھے اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کے متعلق بالہ لائل بیان فرمایا اور یہ صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی الہامی کتاب ہے کہ اپنے دعاوی کو بدلائل بیان فرماتی ہے - اور ان سورتوں میں پیشگوئیوں کی کثرت ہے - تا ان کا وقوع قیامت کے وقوع پر دلیل ٹھہرے۔

کاذبۃ - فاعل بمعنے مصدر - کذب

خافضۃ رافعۃ - اسمیں پیشگوئی کردی کہ جو بڑے بڑے عالی جاہ بیٹھے ہیں پست کئے جاویں گے۔

اصحٰب المیمنۃ - یمن بمعنے برکت و سعادت (۲) یمین کے معنے دایاں ہاتھ پس دونوں معنے ہوئے سعادت والے - دہنی طرف والی - مشئمہ اس کے خلاف ما اصحٰب المیمنۃ - تعجب وحیرانی کے اظہار کے واسطے یہ اسلوب عبارت ہے۔

موضونۃ - دہری بنی ہوئی - سونے کی ہموں و جواہرات سے بنے ہوئے۔

مخلدون - ہمیشہ اسی عمر میں رہنے والے - ایسے لڑکے جن کا ہمیشہ خدمتگار رہنا چاہا جاوے۔

معین - بہنے والا چشمہ - مصفا پانی۔

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید سے نوٹ

پارہ ستائیسواں

رکوع نمبر ۱۴

(سورہ الواقعہ بقیہ رکوع ۱۴)

۸ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

مخضود - کانٹے دور کئے ہوئے - اس میں یہ بتایا کہ جنت کے آرام میں کوئی امر موجب تکلیف نہ ہوگا۔

ظل ممدود - [illegible] - اس لیئے بعض اوقات درخت کے سایہ میں آرام لینے والے کو دہوپ آجاتی ہے۔ فرمایا اس کا سایہ بہت پھیلا ہوا ہوگا۔

لا ممنوعة - منع کئی قسم ہے۔ [illegible] وسعت نہیں - [illegible] معدہ میں خلل ہو کسی قسم کی روک نہ ہوگی۔

فرش مرفوعة - عالیخاندان بیبیاں - [illegible] کی آیت۔

عربا اترابا - خاوندوں کی پیاریاں ہم عمر - یعنی خاوندوں کی عمروں کے مناسب حال

(پارہ ۲۷ - رکوع ۲ - سورہ الواقعہ ۱۴)

۹ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

یحموم - سیاہ دہوئیں

کریم - [illegible] اسکی ایک عزت دل میں ہوتی ہے فرمایا اس ظل سے آرام نہ پائیں گے۔

مترفین - آرام طلب - دوزخ [illegible] کے سبب اس میں ایسی روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔

الحنث - (۱) خدا کی عظمت دل میں [illegible] اپنی قسمیں توڑتے تھے (۲) مطلق گناہ گناہوں پر اصرار کرتے تھے (۳) بار بار قسمیں کہا کر کہتے کہ قیامت کو اٹھائے نہ جاینگے

الی میقات - اسوقت تک جمع کیے جاینگے (۲) یعنی فی ایک مقرر دن کی تاریخ میں

شرب الھیم - اونٹوں میں پیاس کی ایک بیماری ہوتی ہے فرماتا ہے۔ گرم پانی ملیگا۔ اس کی پیاس نہیں بجھیگی - بار بار پینا پڑیگا۔

نزلھم - جب مہمان آتے - کھانا درست [illegible] جو آتے ہی جو ناشتہ دیا جائے۔ اسے نزل کہتے ہیں۔

افرایتم ما تمنون - چونکہ اعتراض خیر اجساد پر ہے اسیئے فرماتا ہے کہ وہ منی جس سے انسان پیدا ہوتے ہیں - وہ بھی تو آخر اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ پس کیا وہ دوبارہ خلق پر قادر نہیں۔ کیونکہ منی سے انسان بننا بھی تو حیرت انگیز ہے۔

قدرنا بینکم الموت - جو خدا کی ہستی پر موت لا سکتا ہے کیا وہ اس موت کو مٹا نہیں سکتا

شجرتھا - (۱) بانس کے درخت سے بھی آگ نکلتی ہے (۲) آگ پتھر یا کسی جسم میں چھپی ہوتی ہے۔ پھر شعلہ درخت کی مانند ہوجاتا ہے۔

اپنی قدرتوں کا بیان کیا ہے۔ تا ظاہر ہو کہ وہ قیامت لانے پر قادر ہے۔

للمقوین - مسافر بھوکے لوگ۔

(پارہ ۲۷ - رکوع ۱۶ سورہ الواقعہ رکوع ۳)

۱۰ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

فلا اقسم - قسم کے فعل پر لا نفی آتا ہے۔ اس کی توجیہیں مفسرین نے کی ہیں۔ جن میں سے مشہور یہ ہے۔ کہ لا زائد ہے۔ (۲) اس بات پر قسم کہانیکی ضرورت نہیں کیونکہ یہ کھلی ہوئی صداقت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس عقیدہ کی تردید مقصود ہو اس کے لیئے لا آیا ہے کہ ایسا نہیں۔ اور پھر قسم کہائی گئی کہ حقیقت یوں ہے۔

بمواقع النجوم - مواقع جمع موقع جس کے تین معنی ہیں گرنے اور پڑنے کی جگہ۔ گرنا (مصدر) [illegible] کتاب اللہ کی نسبت تم انکار کرتے ہو اور کہتے ہو - افترا ہے۔ ایسا نہیں۔ میں تمہیں ستاروں کے گرنیکی طرف اسی کے ظہور کیوقت ستارے بہت ٹوٹتے ہیں) کہ وہ بھی ایک نشان ہے متوجہ کرتا ہوں۔ یہ قرآن کریم ہے اور تمام شیطانی دستبردوں سے محفوظ ہے۔

من رب العالمین - اس میں بتایا کہ جب خدا تعالیٰ جسمانی پرورش کر رہا ہے ضرور ہے کہ روحانی تربیت کا سامان بھی بھیجے

مدھنون - کمزوری سستی - ذلیل یقینی دکہاتے ہو۔

غیر مدینین - نہیں رعیت اور محکوم

ان کنتم صادقین - اس میں توجہ دلائی کہ ایسے قادر و توانا خدا کے پیغام کو چھوڑ کر اپنے لیئے مصیبت نہ لو۔

سورہ الواقعہ کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ الحدید - رکوع ۱ - پارہ ۲۷ - رکوع ۱۷

۱۶ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

سبح - مصدر تسبیح - خدا کو تمام نقصوں سے پاک سمجھنا۔ اس کے لیئے تین طرح کے صیغے آئے ہیں (۱) سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا (۲) سبح للہ ما فی السموت والارض (۳) یسبح للہ - اس میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ اب ایسی ہوائیں چل رہی ہیں۔ کہ

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید کے نوٹ

پارہ اٹھائیسواں

رکوع نمبر (۱)

(سورۂ مجادلہ رکوع ۱)

۲۴- جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

حق پہونچانے اور منوانے کے ذرائع میں سے ہیں۔ بیّنات۔ تاکہ لوگ ہر عمل میں اعتدال پر قائم ہو جاویں۔

مگر لوگ پھر بھی اس کا خلاف کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے حدید فیہ باس شدید ہے۔ پس پہلے بیّنات سے حق پھیلا دیا جاوے۔ پھر جو مفسد ہیں۔ اُن کے دفع شر کے واسطے حدید (تلوار) ہے۔ اس کے بعد ضرورت ... ت اور اس پر ایمان لانے کے برکات بتا کر یہ جتایا۔ خدا جس پر چاہے فضل کرے وہ ایک عورت کی پکار بھی سنتا ہے۔

تجادلک فی زوجھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا۔ کہ جس رواج میں شرک وکفر نہ ہوتا۔ وہ اُسے قائم رکھتے یا سکوت فرماتے۔ جب تک کوئی خاص وحی الٰہی نہ آوے۔

ایک بی بی سے مرد نے ظہار کیا۔ پھر دونوں نے رجوع چاہا۔ آپ نے فرمایا اب کیوں کر مل سکتے ہو۔ تو اس عورت کی فریاد پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

بعض مفسرین اس طرف بھی گئے ہیں کہ یہ زینب کے متعلق ہے۔ وہ اپنے ... ید کے بارے میں اللہ کے حضور فریاد کرتی۔ آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نکاح کر لیا اور اس طرح پر اس رسم کا قلع قمع ہوا جو منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام سمجھتے تھے۔

چونکہ ظہار بھی اسی قبیل سے ہے اس مناسبت سے اس کا ذکر ساتھ آیا۔ یعنے جیسے کوئی اجنبی کو بیٹا کہنے سے بیٹا نہیں بن جاتا۔ اسی طرح بیوی کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں بن جاتی۔

یظھرون۔ ظہار کہتے ہیں اپنی بی بی کو۔ یہ کہنا انت علیّ کظھر اُمّی اس سے رجوع کا کفارہ بتاتا ہے۔

فاطعام ستین مسکینا۔ چونکہ اس کے ساتھ من قبل ان یتماسّا کی قید نہیں اس لئے حنفیوں کے نزدیک اس صورت میں پہلے ہی مس جائز ہے اور ایسا ہی متتابعین ساتھ نہیں اسلئے ایک مسکین کو بھی ساٹھ روز یا متفرق اوقات میں کھلا سکتے ہیں۔ ۶۰ مسکینوں کو یکدم۔

ذٰلک لتؤمنوا باللہ ورسولہ۔ دین میں تشدد کیا جاوے تو اعتقاد باطل ہو جاتا ہے۔ اور عادت میں اخلاص وجوش نہیں رہتا بلکہ نافرمانی تک نوبت پہونچتی ہے۔ اس لئے یہ سہولتیں جو اوپر گزریں۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان بڑھانے کا موجب ہیں۔

احصٰہ اللہ۔ اللہ نے محفوظ و ضبط کر لیا۔

۲۵- جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۸ رکوع ۲- سورہ مجادلہ رکوع ۲

بما لم یحیّک بہ اللہ۔ یعنے اپنے اخلاص کے اظہار کے واسطے ایسے ایسے آداب بجالاتے ہیں۔ جو خدا کے مقرر کردہ سلام سے بھی بڑھ چڑھ کر ہوں (۲) ایسے طور پر سلام دیتے ہیں جو خدا نے اس طور پر دعا نہیں دی۔

قیل لکم۔ جب تم کو کہا جاوے۔

تفسحوا۔ کھل جاؤ۔ النجوٰی کے لئے مجلس ضروری ہے اس لئے اس کے احکام فرمائے۔ پھر جن لوگوں نے مسیح موعود کو دیکھا ہے اور اس کی مجلس میں بیٹھے ہیں وہ جانتے ہیں۔ کہ نبی میں ایک خاص کشش ہوتی ہے اور ... وقت کھل کر بیٹھنا بہت مشکل ہوتا۔ اگر صریح حکم نہ آتا۔

یرفع اللہ۔ یہ اس اطاعت کا انعام ہے کہ ایسے مومن کا رفع درجات ہوگا۔

والّذین اُوتوا العلم۔ نبی کریم کا ارشاد تھا کہ اہل علم مجھ سے نزدیک بیٹھا کریں۔ مگر بما تعملون خبیر۔ میں جتا دیا۔ کہ رفع درجات تو اعمال پر ہے۔

ءاشفقتم۔ مفسرین نے غلطی سے سمجھا ہے کہ پہلی آیت منسوخ ہے یہ صحیح نہیں۔ بات یوں ہے۔ کہ لفظ صدقہ کا رکھا ہے اور نبی کریم اور آپ کے اقربا پر صدقہ حرام تھا پس صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ حکم کسی طرح کی بنا پر نہ تھا اور صدقہ کا لفظ وسیع ہے۔ اچھی بات پر بھی صدقہ کا اطلاق ہوا ہے۔ رستے سے ایذا کا ہٹانا۔ رستہ بتانا بھی صدقہ ہے۔ پھر اگر حقیقی معنے مال دینے کے بھی لئے جاویں۔ تو بھی کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم۔ فرمادیا جن کے پاس ہو پھر بھی وہ نہ دیں اور یہ نہ دینا اس حالت میں ہے۔ کہ اللہ نے اس پر رجوع برحمت کیا ہے۔ تو نمازیں قائم کرو۔ اور فرض صدقہ ہی دے دو۔

۲- جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۸- رکوع ۳- سورہ مجادلہ رکوع ۳)

تولوا قوماً غضب اللہ ۔ جب کسی غضبی قوم سے تعلق رکھ جاوے تو اس کا نتیجہ عذاب شدید ہے ۔ اور غضبی قوم سے تولا کرنے والے مومن قوم مین سے نہین ۔

عذاب مھین ۔ چون کہ انہون نے اپنی ہر دل عزیزی و عزت قائم کرنے کے لئے دو زن گروہون سے تعلق رکھا اس لئے ان کے لئے عذاب ذلیل کرنے والا ہے ۔ وہ دنیا ہی مین ذلیل ہوتے ہین ۔

ھم الکذبون ۔ باوجود قسمون سے اپنا اعتبار قائم کرنے کی کوشش کے وہ جھوٹے ثابت ہون گے ۔

لا تجد قوماً ۔ غور کا مقام ہے کسی شخص کے دل مین اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان ہو اور پھر وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنون سے دوستی رکھتا ہو ۔ ایسا نہین ہوتا ۔

سورۂ مجادلہ کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۂ الحشر رکوع ۱

۲۷ ۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ ع

سبح للہ ۔ تسبیح کا صفات مین استعمال ہے ۔ اور تقدیس کا افعال مین ۔ سبح بصیغہ ماضی آیا ہے تا یہ ثابت ہو کہ اس سے پہلے بھی تسبیح ہوتی رہی ہے ۔

آگے ایک واقعہ بیان کرتا ہے جس سے ثابت ہوگا ۔ کہ زمین و آسمان اس امر مین اب متفق ہین ۔ کہ خدا تعالے تمام نقصون سے مبرا اور عیبون سے منزہ ثابت ہو ۔

اخرج الذین کفروا من اھل الکتب ۔ اہل کتاب اس لئے تا ظاہر ہو کہ وہ کفار جن کو اپنے علم اور فنون جنگ پر گھمنڈ تھا یہ قوم بنی نضیر کا حال ہے ۔ جو در پردہ کفار مکہ سے ملے ہوئے تھے ۔

یخربون بیوتھم بایدیھم ۔ ان کو ملک شام مین جلاوطنی کا حکم ہوا ۔ وہ اپنا مکان گرا کر اس مین سے قیمتی لکڑیان لے جانے پر ساعی ہوئے ۔

بقیہ رکوع

۲۷ ۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ ع

ما افاء اللہ ۔ جو مال جنگون مین حاصل ہوتے ہین وہ بالعموم تین قسم ہین
(ا) ایک وہ جو جنگ کرکے حاصل کیا جائے اُسے مال غنیمت کہتے ہین ۔
(ب) جنگ نہین ہوئی اور رعب سے مل گیا اس کا نام فے ہے ۔
(ج) جنگ مین انعام مقرر ہو جاتے یا یہ حکم کہ جو کچھ کوئی حاصل کرے اسی کا ہو چکا اس کا نام نفل ہے ۔

یہان [illegible] تقسیم کا ذکر [illegible] ہے ۔

لذی القربیٰ ۔ رسول کے یا رسول کے خلفاء کے رشتہ دار ۔

باغ فدک مال فے مین سے تھا ۔ پس شیعون کے اعتراض رد ہو گئے ۔

ما اتکم الرسول ۔ یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ مہاجرین کو کیون نہین دیا گیا اس لئے فرمایا

یوثرون علے انفسھم ۔ انصار نے بڑے بڑے ایثار کئے ۔ جن کے پاس دو بیویان تھین ۔ بعض نے اپنے مہاجر بھائی کے لئے ایک بیوی کو طلاق دیدی ۔

والذین جاءو من بعدھم ۔ یہان ایک نکتہ معرفت بعض مفسرین نے بیان کیا ہے ۔ کہ شیعہ مذہب حق پر نہین کیون کہ ان کا عقیدہ ان کا تبرا اس اگلی آیت ربنا اغفرلنا ولاخواننا کے خلاف ہے ۔

۲۹ ۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ ع

(۲۸ پارہ رکوع ۵ سورۂ الحشر رکوع ۲)

لاانتم ۔ بعض مقامات ایسے ہین جہان پڑھنے مین احتیاط چاہیئے ۔ لکنا ھو اللہ ربی ۔ لکن ہی پڑھا جائے گا (ب) لاذ بحنہ ۔ لاذ بحنہ پڑھا جاتا ہے (ج) یہان بھی لا انتم (د) لالی اللہ لالی اللہ ہی پڑھا جائے گا ۔ مفسرین نے اس پر بحث کی ہے کہ رسم خط مین کیون ایسا ہوا ۔ یہ قرآن مجید کی حفاظت کا زبردست ثبوت ہے کہ بظاہر قواعد ۔ عام عرف کے خلاف اگر کوئی بات پائی گئی تو بھی قرا نے اسے یونہی رہنے دیا ۔

۳۰ ۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ ع

پارہ ۲۸ رکوع ۶ سورۂ الحشر رکوع ۳

واتقوا اللہ ۔ اللہ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرتے رہو ۔

ولتنظر ۔ یہ تقوے کے حصول اور اس پر قائم رہنے کی عمدہ تدبیر بتائی گئی کی جڑ غفلت ہے اور غفلت سے بچنے کے لئے آیندہ بہبودی کی فکر چاہیئے اور اپنے اعمال کا محاسبہ ۔

نسوا اللہ ۔ اللہ کو بھول جانا تین طرح پر ہے ایک جیسے دہریہ کا حال ہے کہ نہ خدا کے قائل نہ اس کے صفات کا اقرار ۔ (ب) خدا کو مانتے ہین ۔ مگر شوخی شرارت سے بھرے ہوئے اعمال ایسے کہ گویا خدا پر ایمان نہین ۔ (ج) غفلت سے ایک وقت ایسا آجاتا کہ حکم الٰہی بجا نہ لائے ۔

فانسھم انفسھم ۔ یہ نسوا اللہ کی سزا ہے ۔ مشرک خدا کو بھولتا ہے ۔ تو یہان تک گرتا ہے ۔ کہ پتھر کے آگے سجدہ کرتا ہے ۔ حالانکہ اس بیچارے کی ذات پتھر سے ہزار درجہ بہتر ہے مگر وہ اپنے تئین بھول جاتا ہے ۔ (ب) مسلمان بھی اپنی دینی و دنیوی حالتون پر غور کرین کہ کہان سے کہان تک پہونچے ۔

لایستوی۔ دنیا مین ہر فریق مذہب یہی سمجھتا ہے کہ ہم ہی جنتی مین فرماتا ہے اسی دنیا مین ہم اصحب النار اور اصحب الجنۃ مین امتیاز رکھتے ہیں اور وہ یہ کہ جنتی گروہ مین روحانی زندگی ہوتی ہے وہ اسی دنیا مین ثمار جنت پا رہے ہوتے ہین۔

الامثال۔ مثل مثال۔ جو دوسری باریک بات کو واضح کر دے۔

آلہ۔ معبود۔ متصرف۔ مرجع خلائق۔

السّلٰم۔ سلامتی والا۔ سلامتی دینے والا۔

المؤمن۔ امن دینے والا۔

المھیمن۔ باجلال صاحب عظمت حفاظت کرنیوالا۔

الجبار۔ (۱) بگڑی کا بنانے والا (۲) قابو و اختیار والا۔

الخالق۔ کسی چیز کا اندازہ کرنے والا۔ چنانچہ اس آیت ھو الّذی خلق لکم ما فی الارض جمیعًا۔ مین یہی معنے ہین۔ کیونکہ چیزین تو قیامت تک پیدا ہوتی رہین گی۔ خلق کے معنے گھڑنے کے بھی ہین۔ فتبارک احسن الخالقین۔ خلق کے معنے دو چیزون کو آپس مین ملانا۔ یہان پہلے یا تیسرے معنے ہین۔

البارئ۔ حدیث مین آیا ہے۔ بریٔ النسمۃ۔ اس روح کو جو ان اجزاء مادیہ کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ اس کو درست کر کے۔ ٹھیک ٹھاک بنا کے ظاہر کرنے والا۔

المصوّر۔ قوہ سے بالفعل لانے والا۔

سورۂ الحشر کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۂ الممتحنہ رکوع ۱

(پارہ ۲۸ رکوع ۷)

مورخہ ۳۱۔ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

یہ سورۃ مدنی ہے اور مدنی وہ سورتین کہلاتی ہین۔ جو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے نازل ہوئین۔ دوم۔ بعض مفسرین کے نزدیک وہ سورتین بھی جو مدینہ سے مکہ کی طرف آنے کے اثنا مین (مثلاً صلح حدیبیا) نازل ہوئین۔

پہلی شق کی بنا پر یخرجون الرسل یہ پیشگوئی ہے۔ جو اس رکوع کے ابتدا مین بیان ہوئی۔

لن تنفعکم۔ کفّار سے قطع تعلق کی تاکید فرمائی تو اب اس خیال (رشتہ دار۔ آخر رشتہ دار ہین ان سے تو چارہ نہین) کا رد کرتا ہے کہ یہ کسی کام نہین آ سکتے نہ دنیا مین نہ یوم القیامۃ

لقد کان لکم۔ حضرت ابراہیمؑ اور آپکے ساتھیون کا بیان فرماتا ہے انھون نے کفار سے الگ ہو کر نقصان نہین اٹھائے اور دین و دنیا مین کامیاب ہوئے۔

لاستغفرنّ لک۔ کہتے ہین کہ آب سے مراد باپ نہین۔ کیونکہ اس سے استغفار کی ممانعت ہوگئی۔ اور حضرت ابراہیم کی آخری عمر مین دعا تھی۔ رب اغفر ولوالدیّ۔ جس سے منع نہین کیا گیا۔ پس اب اور ہے۔ والدا اور۔

فتنۃ للذین کفروا۔ ہم اون کے لئے فتنہ کا موجب نہ ٹھہرین۔ یا اس طرح پر بہت دفعہ ایسا اتّفاق ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص کے عمل سے دوسرے کو بدظنی ہوتی ہے اور اس سے ٹھوکر کھا کر وہ پھر ہلاک ہو جاتا ہے۔

(۲) ہمین ایسا نہ بنا کہ کفار کے جور و ستم کا محل بن جائین۔

یکم اگست سنہ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۸ رکوع ۸۔ سورۂ الممتحنہ رکوع ۲)

عسیٰ۔ یہ ایک شاہانہ کلام کا طرز ہے۔ (ب) بعض اُمور مین مخاطب کی حیثیت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ یہان پر ہے یعنی بعض باتین دوسرے پر موقوف ہوتی ہین۔ بطور تقدیر معلق۔ اگر کوئی یون کرے گا تو یون ہو جائیگا۔

ان تولّوھم۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ دوستی تو کفار سے بہرحال منع ہے۔

بین ایدیھن وارجلھن۔ محاورہ ہے۔ "اپنے پاس سے"

فی معروف۔ حدیث مین ہے۔ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ اللہ خالف رکا معصوم ہونا چونکہ قطعی نہین اسلئے یہ شرط فرمائی۔ معروف ما عرف من الشرع (۲) جس کا اس قسم کے لوگون سے ہونا ثابت ہو۔ یعنی حکام جو حکم دیتے ہین اور ان کی اطاعت کی جاتی ہے۔ عرف (۳) جو جو کام ایسے ہین کہ عرف عام مین اچھے سمجھے جاتے ہین۔

سورۂ الممتحنہ کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۂ الصّف رکوع ۱

(پارہ ۲۸ رکوع ۹)

۲۔ اگست سنہ ۱۹۱۱ء

یاایّھا الّذین اٰمنوا۔ چونکہ مومنون کو سمجھ آگئی تھی کہ یہ زمانہ تنزّیہ کا ہے اسلئے ان کو خصوصیت سے خطاب فرمایا۔

بنیان مرصوص۔ دیوارین جن کے جوڑ سیسے اور تانبے کو پگھلا کر بنائے گئے ہون۔

واذ قال۔ بنی اسرائیل کی بدعہدیون کو یاد دلاتا ہے کہ انھون نے اپنے رسُول کو دُکھ دیا اور نقصان اٹھایا پہلے جنگ کے واسطے اصرار کرتے اور وقت پر کہہ دیا۔ اذھب انت وربّک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون

القوم الفاسقین۔ فاسقین کے معنے خود اللہ تعالیٰ نے فرمائے ہیں۔ الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض۔ اللہ کے ساتھ جو عہد باندھتے ہیں وہ توڑتے ہیں اور جن سے تعلقات بڑھانے کو فرمایا ان سے قطع تعلق کرتے ہیں۔

جب انسان اس درجہ کو پہونچ جاوے۔ پھر اس کی کیا ہدایت ہوسکتی ہے پھر ہدایت کے معنے تین ہیں۔ راستہ دکھانا۔ راستہ پر چلانا اور منزل مقصود تک پہنچانا اور نیکیوں کی توفیق دینا۔ پس لایھدی القوم الفاسقین کے معنے ہوئے کہ جو حکم عدولی کرتے ہیں۔ اون کو اور نیکی کی توفیق نہیں ملتی کیونکہ ... میں ترقی کرتا ہے۔

اب دوسری مثال بیان کرتا ہے اور وہ عیسےٰ کی قوم ہے۔

مصدقاً۔ جب مذہب کی باتوں میں شکوک پیدا ہوجاتے ہیں۔ اور حق و ... معطل ہوجاتی ہے تو خدا کا ایک رسول مبعوث ہوتا ہے۔ جو صحیح کو صحیح ... غلط کو غلط قرار دیتا ہے۔ اسی کا نام ہے تصدیق۔

من بعدی اسمہ احمد۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں دو قسم کی صفتیں تھیں۔ ایک جلالی جس کے لحاظ سے نام محمدؐ تھا اور دوم جمالی ... کے لحاظ سے نام احمدؐ تھا۔ اس دوسری شان کا ظہور اخیر زمانہ میں حضرت مسیح موعود کے ذریعے ہوا۔ جس کا نام ہے احمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ھو الذی ارسل رسولہ۔ مفسرین نے بالاتفاق لکھا ہے۔ کہ اس ... سے مراد مسیح موعود ہے۔ یہ بھی قرینہ ہے۔ اس بات پر کہ آیت پیشگوئی ... کے بارے میں ہے۔

مورخہ ۳۔ اگست ۱۱ء

(پارہ ۲۸ رکوع ۱۰۔ سورۃ الصف رکوع ۲)

تجاھدون۔ یعنے پھر اس ایمان کے مطابق عمل کرو۔ اس کے معنے ... کے ہیں بلکہ کوشش کے۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کی زندگی ... بہترین تفسیر ہے۔ ہم صحابہ کرام کے گروہ آخرین میں سے ہیں۔ ہمیں ... .

واخری تحبونھا۔ ایک اور نصرت بھی ہے۔ جسے تم پسند کرتے ہو۔ ... نے کھلے ... نصر من اللہ وفتح قریب ہے۔ یعنی ... ہیں جن کو تم پسند کرتے ہو وہ فتوحات کے ساتھ ملیں گے۔ آخری معنے بھی پسند ہیں۔

انصار اللہ۔ خدا تعالے کو مدد کی ضرورت نہیں۔ مگر جب وہ کوئی ارادہ ... دوست کے پورا کرنے میں جو لوگ ... سعی کرتے ہیں ... الہامات سے حصہ پاتے ہیں۔

سورۃ الصف کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۃ الجمعہ رکوع ۱

(پارہ ۲۸ رکوع ۱۱)

مورخہ ۵۔ اگست سنہ ۱۹۱۱ء

القدوس۔ جس کے سب افعال عیوب و نقائص سے پاک ہوں۔

العزیز الحکیم۔ اگر کوئی غلبہ کی وجہ سے غالب ہو تو خدا تعالے سب سے بڑھ کر غالب ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی حکمت سے غلبہ پانے والا ہے۔ تو خدا تعالے سب سے بڑھ کر حکیم ہے۔

بعث فی الامیین۔ رسول کی بعثت خدا تعالے کی ذات وصفات کی معرفت کا ذریعہ تو ملتا ہے ... اور آواز بھی ہے۔ بس اس کے لیس کشادہ ... اور ... کسی بشر کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں جس سے حجت قائم ہوتی ہے ... ہے" اور وہ متکلم سمیع وبصیر علیم وحکیم قادر وتوانا ہے۔ دوسری طرف رسول کی رسالت کا ثبوت بھی مل جاتا ہے۔ امی منسوب بہ ام القری یا طریقہ معتاد سے نہیں پڑھا۔

و آخرین منھم۔ آخرین کا عطف ہم پر ہے۔ تب تو یہ معنے ... گے وہ رسول اون کو کتاب سکھاتا۔ ان کا تزکیہ کرتا اور ان کے بعد میں آنے والوں کو بھی کتاب سکھاتا ہے۔ دوم۔ یہ کہ اس کا تعلق بعث سے ہے۔ تب یہ معنے ہونگے ... امیین میں مبعوث کیا۔ پھر آخرین میں بھی مبعوث ہوگا۔ یعنے بطور بروز کے ... اس دنیا میں واپس نہیں آتے) جبھی تو سب مفسرین نے لکھا ہے کہ آخرین سے مراد مسیح ومہدی کی جماعت ہے۔

لما یلحقوا بھم۔ (۱) اب تک نہیں ملے۔ لما اس محل پر آتا ہے۔ ... ابھی تک نہ ہوا ہو اور آیندہ اس کے ہونے کی توقع ہو۔

(۲) لما بمعنے لم بھی آیا۔ درین صورت ترجمہ میں اب تک کی قید نہ رہے گی

زعمتم۔ (۱) خیال کرو (۲) یہ کہو

مثل الذین حملوا التوراتہ۔ جیسا پہلے بتایا کہ آخری زمانہ میں بروز محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت ہوگی ایسا ہی آخری زمانہ میں ... مسیح کی تکذیب ومخالفت میں اُمت محمدیہ کے منکرین مثیل یہود ہو جاوینگے۔

وتمنوا الموت۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود مثیل ان یہود کو مباہلہ کے لئے بلائے گا اور وہ مقابلہ پر نہیں آئیں گے۔

(باقی آیندہ۔ انشاء اللہ العزیز)

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید نوٹ

پارہ اٹھائیسواں ۲۸

رکوع نمبر ۱۲

سورۃ الجمعہ رکوع ۲

۶۔ اگست ۱۹۱۱ء

ذکر اللہ۔ قرآن میں بعض جگہ قرآن [illegible] [illegible] اور نصیحت ہے۔ اس لئے بھی اسے ذکر اللہ فرمایا۔ صلوٰۃ پر بولا جاتا ہے۔

فاسعوا [illegible] بعض کہتے ہیں کہ چونکہ دو شرطیں نہیں پائی جاتیں اس لئے ان بلاد میں جمعہ نہیں پڑھنا چاہئے: اول شہر نہیں اور مصر وہ ہے جس میں قاضی تنفیذ احکام اور اقامت حدود بموجب شرع اسلام کرتا ہو۔ دوم۔ سلطان مسلم ہو اور بعض کہتے ہیں پڑھ لیں مگر احتیاطی بھی ساتھ پڑھ لیں یہ غلطات ہے کیونکہ امیر مسلم تو دفع فساد کے لئے ہے۔ اور آجکل فساد نہیں ہوتا۔ دوم۔ امیر ایک ہوگا اور وہ سب مسجدوں میں بنفس نفیس نہیں جائے گا۔ مصر کی تعریف تو فقہا نے اس وقت کے حالات کے مطابق [illegible] ہے۔ مثلاً دلی اسلامی حکومت گئی تو مصر تھی۔ اور اب نہیں۔ یہ مضحکہ خیزبات ہے۔

پھر فقہاء معتبر نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس سے جمعہ کی فرضیت ان بلاد میں ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے امام ہو (ولو متغلبا) اگرچہ متغلبہ ہو اور اسی کتاب کے دوسرے مقام پر لکھا ہے۔ کہ امام چار شرائط کے ساتھ ہوگا (۱) مرد ہو۔ عقلمند (۲) جوان ہو (۳) آزاد ہو (۴) مسلمان ہو۔ متغلب وہ ہو جس میں یہ شرطیں یا ایک دو نہ پائی جاویں۔ جس سے سلطان کافر کی حکومت میں بھی جمعہ فرض ثابت ہے۔

مصر کی تعریف امام محمد نے کی ہے جس پر فتوے ہے۔ ما لا یسع اکبر مساجدہ اھلہ۔ شہر وہ ہے کہ جس کی بڑی مسجد میں تمام نمازی نہ آ سکیں۔ نمازی سے مراد وہ جن پر نماز فرض ہے۔ شامی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اکبر مساجد [illegible] میں ٹھہرنے وغیرہ جو نماز کے لئے مخصوص ہوتے ہیں وہ بھی شامل ہیں اور اس کو

کوئی گاؤں خالی نہیں۔

وذروا البیع۔ بیع تو ہر مقام پر ہوتی ہے۔ پھر بیع جمعہ میں آنے سے ایک دفعہ مانع ہوئی۔ تو اس کا ذکر فرما دیا۔ مطلب تو مطلق اشتغال سے ہے۔ جس میں سے ایک امر کا جو زیادہ تر مانع ہوا۔ ذکر آ گیا۔

یہاں سورۃ الجمعہ کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۃ المنافقون رکوع ۱ پارہ ۲۸ رکوع ۱۳

۷۔ اگست ۱۹۱۱ء

فصدوا عن سبیل اللہ۔ اسلامی لباس میں رہتے۔ اور نو واردوں کو [illegible] کر دیتے۔

بانھم آمنوا ثم کفروا۔ ایمان پہلے اجمالی حالت میں ہوتا ہے۔ مومن تو دن بدن ایمان میں بڑھتا ہے اور آنے والی تکلیفوں اور مصیبتوں میں ثابت قدم رہتا ہے۔ مگر منافق کو جب کوئی ابتلا پیش آتا ہے تو ایمان میں گھٹتا ہے۔ گھٹتے گھٹتے کفر تک نوبت پہونچتی ہے۔ پارہ اول رکوع ۲ میں اس کی تفسیر ہے کانھم خشب مسندۃ۔ یہ منافق کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا۔ کہ وہ اپنی ذات میں کچھ بھی نہیں بلکہ دوسروں کے سہارے پر ہوتا ہے۔

یحسبون کل صیحۃ علیھم۔ ہر آواز کو اپنے مضر ہی سمجھتے ہیں۔ مثلاً جنگ کا آوازہ اٹھا تو یہ سمجھے کہ بس اب ہم مارے گئے ایسا ہی کافر یا مومن جب کوئی بات کر رہے ہوں تو منافق یہی سمجھتا ہے۔ کہ شاید میرا کوئی راز فاش ہو گیا۔

قاتلھم اللہ۔ عربی زبان میں یہ لعنت کے مقام پر استعمال ہوتا ہے۔

پارہ ۲۸ رکوع ۱۴۔ سورۃ المنافقون رکوع ۲

۹۔ اگست ۱۹۱۱ء

منافقون کے ذکر کے بعد مومنوں کو متنبہ کرنا مقصود ہے اور یہ جتانا کہ اگر تم بھی مال و دولت کے لئے خدا تعالیٰ کو بھول جاؤ گے تو رفتہ رفتہ منافق بن جاؤ گے کیونکہ منافق بھی اسی حب دنیا اور دین کو دنیا پر مقدم نہ کرنے کی وجہ سے منافق ہے۔

ذکر اللہ۔ ہر موقعہ و محل کے مناسب جو حکم الٰہی ہے اس کو یاد رکھے۔ یہ یاد الٰہی

ایسی چیز ہے کہ سب بدیوں سے بچالیتی ہے۔ کیونکہ یہ انسان ہر قول وفعل حرکت سکون سے پہلے سوچ لیگا کہ آیا یہ حکم اللہ وسُنّت نبوی کے مطابق ہے یا نہیں

وانفقوا من ما رزقنٰکم۔ یہ عمل ثبوت ہے اس بات کا کہ میں منافق نہیں ہوں۔ کیونکہ اس سے مؤمن ثابت کر دیتا ہے کہ وہ خدا کے مقابلہ میں اپنے مال سے محبت نہیں رکھتا۔ اور اس چیز کو جو دنیا میں محبوب سمجھی جاتی ہے۔ اس محبوب حقیقی کے لئے چھوڑنے پر آمادہ ہے

من قبل ان یاتی احدکم الموت۔ مال کوئی ایسی چیز نہیں جو ہمیشہ انسان کے ساتھ رہے بلکہ آخر ایک دن چھوڑنا پڑے گا۔ پس بجائے اس کے کہ کوئی زبردست ہاتھ چھڑائے تم خود ہی اللہ کے لئے اسے چھوڑ دو تا دوہرا فائدہ حاصل کرو۔ دوم یہ سمجھانا کہ مال کوئی موت سے بچا نہیں سکتا۔

سُورہ المنافقون کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سُورۂ تغابن رکوع ۱ پارہ ۲۸ رکوع ۱۵

۱۰۔ اگست سنہ ۱۹۱۱ء

ھو الّذی خلقکم فمنکم کافر۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تو تمہیں اپنی عبادت وحمد کے لئے پیدا کیا تھا مگر تم میں سے بعض کفر اختیار کرنیوالے ہیں۔

فاحسن صورکم۔ محض صورۃ دیکھنے سے پتہ لگ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ جو علیم وحکیم ہے کسی کا چہرہ دوسرے سے نہیں ملتا۔ کتنا بڑا اصلاح ہے۔ پھر ایک دوسرے کی صورت دیکھ کر تم ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہو۔ تو کیا ان صورتوں کا بنانے والا بما تعملون بصیر اور تمہارے ظاہر و پوشیدہ حالات و خیالات کا عالم نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تو ما فی السمٰوٰت و الارض کو بھی جانتا ہے اور اسی لئے علیم بذات الصدور ہے۔

سُورۂ تغابن رکوع ۲ پارہ ۲۸ رکوع ۱۶

۱۲۔ اگست سنہ ۱۹۱۱ء

من یؤمن باللہ۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ صرف اللہ کی ہستی کو مان لیتے ہیں بلکہ یہ اللہ کے احکام تسلیم کرتے ہیں۔ ایک مقام پر آیا ہے۔ یؤمنون بالجبت والطاغوت۔ تو اب اس کے یہ معنے نہیں کہ شیطان کی ہستی پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ شیطان کی ہستی تو مؤمن بھی مانتے ہیں۔

اٰلہ۔ معبود۔ متصرف۔ ملجا وماویٰ

من ازواجکم۔ بیوی ہو یا دوست۔ جو نیکی کا مانع ہو وہ دشمن ہی ہے۔

فتنۃ۔ کمزوریوں سے پاک صاف کرنے کا کندن بنانے والی۔ چھپے اور ظاہر کرنے والے۔

واسمعوا۔ قبول کرو۔

شح۔ اس میں دو چیزیں ملحوظ ہیں۔ یعنے بخل جس کے ساتھ حرص بھی ہو

تقرضوا اللہ۔ ہر لفظ کے معنے متکلم کی شان کے مطابق کئے جاتے ہیں۔ مثلاً غضب کہتے ہیں۔ ثوران دم بالقلب لیا نتقال۔ مگر غضب اللہ میں یہ معنے نہ لئے جائیں گے۔ اسی طرح قرض کے معنے انسانی حالات کے اعتبار سے جو کئے جاتے ہیں وہ خدا کے واسطے نہیں لئے جائیں گے کیونکہ واللہ الغنی وانتم الفقراء دوسرے مقام پر آچکا۔ پس اضافات کو چھوڑ کر جو معنے رہ جائیں وہ مُراد ہونگے۔ اپنے مال کا حصہ کاٹ کر دینا۔

شکور۔ قدردان۔

سُورۂ تغابن کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سُورۂ الطّلاق رکوع ۱ پارہ ۲۸ رکوع ۱۷

۱۳۔ اگست سنہ ۱۹۱۱ء

فطلّقوھنّ لعدّتھنّ۔ عدّت گذر جائے تو پھر رجوع کا اختیار نہیں وہ عورت جدا ہو جائے گی۔ ہاں دو طلاق تک نکاح نئے سرے سے پڑھ سکتا ہے اور تیسری کے بعد نہ رجوع کر سکتا ہے نہ نکاح۔ ہاں دوسرا شوہر خود بخود طلاق دے تو پہلے کے لئے جائز ہے۔

سُنّت طریق یہ ہے کہ تین طلاقیں تین مختلف طہروں میں دو۔ لعدّتھنّ ابتداً کے لئے ہے۔ یعنے عدّت کے اندر اندر طلاق دے لو۔

سُورۂ الطّلاق رکوع ۱ پارہ ۲۸ رکوع ۱۷

(۱۴۔ اگست سنہ ۱۹۱۱ء)

فقد ظلم نفسہ۔ اللہ کی حدود سے بڑھنا بظاہر کسی نفع یا آرام کے خیال سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسا شخص اپنی جان پر مُصیبت ڈالتا ہے۔

فامسکوھن۔ رجوع ضرر کے لئے نہ ہو۔

فارقوھن بمعروف۔ اہل حدیث کے ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ جو لوگ اپنی بیبیوں کو معلقہ رکھتے ہیں۔ نان ونفقہ نہیں دیتے۔ گھر دین نہیں بساتے انہیں قاضی تفریق کرے

یوعظ بہ۔ وعظ اسی کے لئے مؤثر ہوگا جس کا اللہ پر ایمان ہو اور وہ جانے کہ اللہ علیم بذات الصدور ہے پھر جزا وسزا کے یوم پر ایمان ہو تاکہ گناہوں کے کرنے سے خوف اور نیکیوں پر اجر کا یقین ہو۔ ویرزقہ۔ بیوی کو محض اس خیال سے طلاق کر

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن مجید سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ ایڈیٹر بدر

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ گیارہ ماہ کے بعد حضرۃ خلیفۃ المسیح نے پھر درس قرآن شریف مسجد اقصےٰ میں پہلے کی طرح بوقت عصر شروع کر دیا ہے پچھلے سال ۱۷۔ نومبر کو آپ نے آخری درس مسجد میں دیا تھا اور ۱۸ کو آپ گھوڑے پر سے گرے تھے اور اب ۹ ر اکتوبر سے پھر وہی سلسلہ شروع ہوا ہے لیکن اب جو درس حضرت صاحب نے جاری کیا ہے وہ دراصل صبح کے درس کے سلسلہ میں ہے جو کہ آپ کئی ماہ سے دے رہے ہیں اور اسواسطے پارہ ۱۹ سے شروع ہوا ہے۔ ۱۷ ر نومبر ۱۹۱۰ء کو جو درس آپ نے دیا تھا اس کے ساتھ پارہ ۲۴ کے سورۃ مومن کی تفسیر ختم ہوئی تھی اس کے بعد حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب نے وہی درس حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے اس کے آگے شروع کیا جو پارہ ۲۰ کے قریباً آخر تک ہدیہ ناظرین ہوتا رہا ہے۔ اب حضرت خلیفۃ المسیح کے خود درس شروع کرنے کے سبب مولوی سید صاحب کا درس تو ملتوی ہو گیا اور حضرت صاحب نے درس پارہ ۱۹ میں سے شروع کیا اسواسطے ناظرین سے مشورہ طلب کرنے کے بعد یہ قرار پایا ہے کہ پہلے ہم آخری دو پاروں کے نوٹ درج اخبار کر لیں اور اسکے بعد پھر جو تجویز ہوا سپر عملدرآمد کیا جائے سو اس مطلب کے حاصل کرنے کے واسطے میں نے اپنے اور دوستوں کے نوٹوں سے مدد لے کر پچھلے دو پاروں کے نوٹ لکھنے شروع کئے ہیں اور یہ تجویز ہے کہ انکو ترتیب دیکر ساتھ ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کو دکھایا جاوے اور حضور کی اصلاح کے بعد درج ضمیمہ کیا جائے چنانچہ ۲۸ پارے کے آخری تین رکوع کی تفسیر ترتیب دیکر میں نے حضرۃ صاحب کو دکھلالی ہے اور اس پرچہ (۹۔ نومبر ۱۹۱۱ء) کے ساتھ ضمیمہ شروع کیا جاتا ہے وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ اور آخری پارے کی چند آخری سورتوں کی تفسیر پچھلے سالوں میں بدر میں چھپ چکی ہے اُسے وہاں سے نقل کر لیا جائیگا اسجگہ میں اس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگرچہ میں نے بہت دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح کا درس سنا ہے تاہم ان نوٹوں کی طیاری میں میں نے اپنی یادداشتوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بعض دیگر دوستوں کی نوٹ بکیں بھی دیکھی ہیں جن میں سے قابل ذکر میرے مکرم دوست جناب اکبر شاہ خاں صاحب ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور انہیں دینی و دنیوی حسنات سے مالا مال کرے اور اس کے علاوہ دو تین تفسیروں کو بھی مدنظر رکھا ہے جن میں سے اس جگہ قابل ذکر شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کی تالیف کردہ تفسیر بنام ترجمۃ القرآن ہے جسے میں نے بہت مفید اور کارآمد نکات اور لطائف کا مجموعہ پایا ہے۔ بالآخر احباب سے درخواست ہے کہ وہ عاجز کے لئے دعا کریں کہ یہ خدمت حصول رضائے الٰہی کا موجب ہو۔

(ایڈیٹر)

پارہ ۲۸۔ رکوع ۱۸۔ سورۃ الطلاق

رکوع نمبر ۲

آیت ۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ پہلی بستیوں کو دیکھو جنھوں نے خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی تھی۔ اُنپر کیسا عذاب آیا تھا۔ تمام کتب الٰہیہ کو پڑھنے اور پہلی قوموں کے حالات کے مطالعہ سے انسان اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ کفر و شرک اور انبیاء علیہم السلام کو نہ ماننا ضرور ایک ایسی چیز ہے جس کا نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ لیکن شوخی اور بے باکی اور شرارت بہت ہی بُری شے ہے اور اس کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کو شوخ آدمی کبھی پسند نہیں اور ہر ایک شہر میں کوئی نہ کوئی ایسا نظارہ ضرور ہوتا ہے اور نہیں تو کسی بڑے امیر کبیر کے مکانات کے کھنڈرات ہی ہوتے ہیں۔ لاہور میں شاہی قلعہ دیکھنے والوں کو وعظ کر رہا ہے ہر ایک بستی اور گاؤں کے نزدیک کوئی نہ کوئی کھیڑہ ضرور ہوتا ہے دلی کے حالات پر غور کرو تغلق آباد کیسا آباد کیا گیا تھا اس کی چھتوں پر لکڑی نہ ڈالی گئی تھی مگر اب کیسا بے نشان پڑا ہے یہاں بھی قریب ہی ایک تغلوالا گاؤں موجود ہے جہاں کہ تغل لوگ رہتے تھے۔ لکھنؤ کے خرابوں اور ویرانوں پر غور کرو۔ اور ان سے عبرت حاصل کرو۔

ایک صوفی کا قول ہے کہ انسان کی کیا ہستی ہے۔ بقطرۂ آب ہے موجود و بجز دیج باد معدوم۔ پھر حیرت و تعجب کی بات ہے کہ انسان کس ہستی پر غرور کرتا ہے۔ موت کے سامنے کوئی طاقت نہیں چلتی۔ دیکھو سکندر جب تمام فتوحات کر کے بابل میں پہنچا۔ تو موت آ گئی اور کچھ پیش نہ گئی۔ بغداد میں اس قدر مخلوق تھی کہ شہر کی حفاظت کے واسطے پانچ لاکھ فوج پا کتنی تھی۔ مگر جب خدا کا عذاب آیا تو اٹھارہ لاکھ اس معرکہ میں قتل کیا گیا۔ جن لوگوں سے ملک پر دعوے دار ہونے کا اندیشہ ہو سکتا تھا کہتے ہیں۔ ان کے ایک ہزار آدمیوں کی قطار کھڑی کر کے سب دیوار میں چن دئے گئے۔ غرض خداوند تعالیٰ کا جب عذاب آتا ہے تو اُسے کوئی ٹال نہیں سکتا اسی عذاب کا اس آیت میں ذکر ہے۔

پہلے رسولوں کے مخالفین کا یہ حال ہوا۔ تو تم کیونکر بچ سکتے ہو یہی حال تمہارا بھی ہونے والا ہے۔

اتقوا اللہ۔ تقوےٰ اختیار کرو۔

اولی الالباب۔ عقلمند

الذین اٰمنوا۔ عقلمند وہی ہیں جو ایمان لائے۔

ذکراً۔ خدا تعالیٰ نے ایک ایسی کتاب اتاری ہے۔ جس پر عمل کرنے سے تمہارا بھلا۔ وہ تمہاری عظمت اور جبروت کا باعث ہونے والی ہے۔

آیت ۴۔ رسُولًا ۔ اگر تم دیکھنا چاہو کہ اس تعلق کا کیا فائدہ ہے تو رسول کا نمونہ دیکھو جو اللہ تعالےٰ کی آیات تم پر پڑھتا ہے خدا تعالےٰ نے اُسے کیا عزت عطا کی ہے۔

من الظلمات الی النور۔ اس رسول کی اطاعت اور اس کلام پر عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ تم تاریکی سے نکلکر نور میں داخل ہو جاؤ گے۔ ظلمت پانچ قسم ہے۔

(۱) ظلمتِ فطرت۔ انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی جاہل ہوتا ہے۔

(۲) ظلمتِ عادت۔ بدعادات انسان کو بہت نقصان پہنچاتی ہیں اور انبیاء علیہم السلام اسی واسطے آتے ہیں کہ عادات بد کو دنیا سے مٹادیں۔

(۳) ظلمتِ رسم۔ رسم و رواج سے بھی بڑے نقصان مترتب ہوتے ہیں بعض رسمیں اس وقت شروع ہوئیں جبکہ مسلمان امیر اور بادشاہ ہوتے تھے لیکن اب حالت فقر میں بھی ان پر چلنا چاہتے ہیں

(۴) ظلمتِ جہل۔ جاہل و نادان بسبب جہالت کے اپنے آپ کو عجیب عجیب تکالیف میں مبتلا کر لیتے ہیں۔

(۵) ظلمتِ عدم استقلال۔ بعض آدمی بڑے بڑے وعدے اور ارادے کرتے ہیں۔ اور کام شروع کرتے ہیں مگر آخر نباہ نہیں سکتے۔

جنت۔ فرمایا وہ جنت جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ایمان اور عمل صالح سے مل سکتی ہے۔

اس سورہ شریف میں طلاق کے نہایت ضروری مسئلہ کو حل کیا ہے یہود طلاق کے معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے ذرا ذرا سی بات پر طلاق دیتے تھے اور عیسائیوں کے درمیان سوائے زنا کے طلاق نہ ہو سکتی تھی۔ افراط اور تفریط کو دور کیا گیا۔ اور ایک درمیانی راہ سکھلائی گئی اور عورتوں کے حقوق قائم کئے گئے جن سے پہلی قومیں ناآشنا ہیں بلکہ اس وقت یورپ کا قانون لندن تک خاموش ہے۔

اس سورہ شریف میں بار بار تقوےٰ پر زور دیا گیا ہے۔ لوگ عورتوں کے معاملہ میں تقوےٰ سے دور جا پڑے ہیں بعض لوگ اپنی عورتوں کو نہ آباد کرتے ہیں۔ اور نہ طلاق دیتے ہیں۔ بعض مارتے ہیں تنگ کرتے ہیں بداخلاقی سے پیش آتے ہیں یہ بہت بڑی ظلم کی باتیں ہیں۔

آیت ۱۲۔ احاطہ۔ کوئی چیز اللہ تعالےٰ کے علم و قدرت کے دائرہ سے خارج نہیں ایک صوفی کہتا ہے۔ ؎

رمزیست ز سر قدرتش کن فیکون	با دانش او یکیست بیرون و درون
در غیب و شہادت ذرہ نتوان یافت	از دائرہ قدرت و علمش بیروں

سورۃ التحریم رکوع ۱

(پارہ ۲۸۔ رکوع ۱۹)

آیت ۱۔ یاایھا النبی۔ اس سورۃ کے شروع میں بھی پچھلی سورۃ کے شروع کی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کیا ہے مگر حکم عام سب کے لئے ہے۔

لِمَ تُحَرِّمُ۔ تو کیوں حرام کرتا ہے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی حلال چیز کو چھوڑ دیا تھا اس کا پتہ احادیث سے دو جگہ سے ملتا ہے ان دو میں سے کسی ایک کو یہاں سمجھ لو۔

(۱) ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد پیا تھا تو ایک بیوی نے کہا آپکے منہ سے بو آتی ہے۔ آپنے خیال فرمایا کہ اگر شہد کا پینا کسی بیوی کو ناپسند ہے تو ہم نہیں پیتے شہد کے پینے کی ضرورت ہی کیا ہے

(۲) دوسری بات حدیثوں میں یہ لکھی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیبیوں سے انکے کسی معاملہ پر ناراض ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کی تھی اور چند روز تک ایک علیحدہ مکان میں رہے تھے اس سے اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا بہر حال ان دو باتوں میں سے کوئی ایک بات ہے یا کوئی اور امر ہے جس کا ذکر اللہ تعالےٰ نے نہیں فرمایا جس کے سبب سے یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترک میں مشکلات تھے اگر وہ قائم رہتا تو مسلمان اُسے ایک سنت بنا لیتے۔

آیت ۲۔ فرض اللہ۔ عام حکم ہے اللہ تعالےٰ نے سب پر فرض کر دیا ہے کہ ایسی قسموں کو قائم نہ رہا کریں۔

آیت ۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات اپنی کسی بیوی کو کہی تھی اُس نے کسی اور کے آگے ذکر کر دی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ الہام الٰہی کے معلوم ہو گیا کہ اس بیوی نے اس راز کی بات کو آگے ذکر کر دیا ہے۔

شیعوں نے کہا ہے کہ وہ بات یہ تھی کہ میرے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوں گے۔ اور سُنی کہتے ہیں کہ وہ بات یہ تھی کہ میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوں گے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس بات کو مقید نہیں کیا اور بیان نہیں فرمایا کہ وہ کیا بات تھی تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم کہیں کہ وہ یہ بات تھی یا وہ بات تھی۔

آیت ۴۔ صغت۔ جھکے ہوئے ہیں تمہارے دل تو پہلے ہی اللہ تعالےٰ کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔

کجی کا ترجمہ کرنا یہاں غلط ہے۔

وان تظٰھرا۔ اگر تم ایک دوسرے کی پیٹھ بھرو۔

آیت ۵۔ تبدیلی کا اختیار دیا گیا۔ مگر تبدیلی کوئی نہیں ہوئی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب صفات جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے کہ نبی کو خدا ایسی بیبیاں دیگا وہ انہی بی بیوں میں موجود تھیں۔ اور اگر کچھ کمزوریاں تھیں تو وہ خداوند تعالےٰ نے دور کر دیں۔

آیت ۶۔ اوپر عورتوں کا ذکر ہوا اب اللہ تعالےٰ تاکید فرماتا ہے کہ اپنے اہل خانہ کو وعظ و نصیحت کرتے رہو اور انہیں نیک باتوں کی طرف متوجہ کرتے رہو تاکہ وہ بھی عذاب سے بچیں اور اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کو حاصل کریں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الرّجال قوامون علی النساء۔ مرد عورتوں کے مودب ہوا کرتے ہیں کہ انکو ہر قسم کے آداب شرعیہ و اسلامیہ سکھا دیں۔

مذکورہ بالا آیات میں جو واقعہ بیان ہوا ہے اسپر مسیحی اور انکے شاگرد آریہ اعتراض کیا کرتے ہیں چونکہ اس اعتراض کا جواب معقول حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں دیدیا ہے اسواسطے ہم اُسے یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

ناظرین اس لمبے چوڑے سوال اور اس سوال کی تہذیب کو دیکھئے۔

پادری کا سوال۔ سورۂ تحریم کے پہلے رکوع کی تفسیر میں ہے۔ محمد صاحب اپنی زوجہ حفصہ کے گھر گئے اور اسکی لونڈی ماریہ قبطیہ سے اپنی زوجہ کی غیر حاضری مین ہمبستر ہوئے۔ حفصہ مذکورہ یہ معلوم کرکے ناراض ہوگئی۔ تب محمد صاحب نے اس شہرت بد کو بند کرنے کے لئے اور اپنی زوجہ حفصہ کو راضی کرنے کے لئے قسم کھائی اور کہا کہ مین پھر اس لونڈی سے ہمبستر نہ ہونگا اور اپنی زوجہ حفصہ سے فرمایا کہ یہ بات تیرے پاس امانت ہے سو یہ ماجرا کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ جب محمد صاحب اس کے گھر سے چلے گئے تو حفصہ نے یہ تمام احوال عائشہ پر ظاہر کردیا اور پھر عائشہ سے جب محمد صاحب کو معلوم ہوگیا کہ یہ ماجرا چھپ سکا تو قرآن مین بمقام مذکورۃ الصدر ایک آیۃ نازل کرلی کہ بے شک قسم کو توڑکر لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے اپنی عورتون کی خوشنودی نہ چاہی۔ بس اس ماجرے سے تین گناہ محمد صاحب پر ثابت ہین۔

اوّل۔ گناہ زنا کا کہ جس کے سبب محمد صاحب نے اپنی زوجہ حفصہ سے ملامت اٹھائی اور بدنام ہوکر اس گناہ کے چھپانے کی کوشش کی اور آخرکار قسم اٹھاکر جان چھوڑانی پڑی۔

دوم۔ گناہ قسم پر قائم نہ رہنے کا۔ کہ وہ پھر اسی لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے اور اسی سبب محمدیون پر بھی قسم کا توڑنا جائز کردیا۔

سوم۔ ایسے ناشائستہ فعل مین۔ یعنی لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے اور قسم کو توڑنے مین خدا کو بھی شریک کرکے اجازت دینے والا قرار دیا۔

جواب۔ غور فرمانے والے ناظرین سنو! عیب گیر پادری صاحب اوّل تو قرآن سے نکال کر یہ اعتراض نہین دکھا سکتے بلکہ کسی تفسیر سے۔ یہ سچ ہے قرآن کریم ایسے اعتراضات کا اناجیل کی طرح نشانہ نہین ہوسکتا۔

رہین تفاسیر سیل صاحب اور رنڈویل نے تفاسیر قرآن لکھی ہین پھر کیا ان تفاسیر کے باعث اسلام یا قرآن یا صاحب قرآن محل اعتراض ہوسکتا ہے۔

دوم۔ پادری کہتے ہین حفصہ کی لونڈی ماریہ قبطیہ۔ حالانکہ ماریہ قبطیہ ہمارے سچے اور پاک ہان نہایت سچے اور نہایت پاک خاتم الانبیاء محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ام ولد اور سریہ بی بی تھین۔ ماریہ حفصہ کی لونڈی ہرگز نہین ہان ہرگز نہین۔

یہ ماریہ قبطیہ وہ ہے جس کے ام ولد بننے سے مصر اور اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے ساتھ تعلقات پیدا ہوئے۔ افسوس آپکو گھر کی بھی خبر نہین یہ مقوقس عیسائی تھا زرقانی شرح مواہب۔

یہ ماریہ وہی ہے جسکی حقیقی بہن حسان کے گھر مین تھی اور عبد الرحمن بن حسان اسکے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ مواہب لدنیہ۔

یہ ماریہ وہ ہے جس کے ساتھ شہبار خچری آئی جسے مسلمان دلدل کہتے ہین۔

پادریو! آپکے تمام اعتراض کا زور اسی پر تھا کہ ماریہ قبطیہ حفصہ کی لونڈی تھی جب حفصہ کی لونڈی ہونا ماریہ کا ثابت نہ ہو تو آپکی ساری یاوہ سرائی بے ہودہ گوئی اڑگئی۔

سوم۔ پادری کہتے ہین۔ محمد صاحب نے ایک آیۃ سورہ تحریم کی ابتدا مین نازل کرلی۔ پادری لوگ آیت تو نہین لکھتے۔ صرف اس کے بدلے یہ اردو عبارت لکھدیتے ہین۔

بے شک قسم توڑکر لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے اور اپنی عورتون کی خوشنودی نہ چاہی۔

اعتراض مین یہی عبارت مرقوم ہے

اب تمام ناظرین کی خدمت مین التماس ہے۔ قرآن تمام عمرانات مین موجود ہے ایسی کوئی آیت تمام قرآن مین نہین جس کا یہ ترجمہ ہو۔

اس معترض قوم کے تعصبات کی حد نہین جان بوجھ بے ایمانی پر کمربستہ ہے۔ اور کیون نہ ہون کفارہ کے بے ہودہ خیالی پلاؤ نے انکو گناہ سے بے ڈر کر رکھا ہے۔

پادریون نے آخرین اعتراض اس قصے پر جمائے۔ جب قصہ ہی سر سے غلط ٹھہرا۔ تو یہ نتیجہ کیونکر قابل التفات ہوگا۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھہرین تو زنا کیسا۔ ہوش کی لو۔
ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھہرین تو قسم کیا اور قسم توڑنا کیا۔
ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھہرین تو ناشائستہ فعل کیا۔

معترض۔ کہتا ہے قسم توڑنے کی آیت نازل کرلی۔ قسم توڑنے کی کوئی آیت سورۂ تحریم مین نہین اور نہ اس کے بعد کوئی قسم توڑنے کی آیت اتری۔ ہان قسم کے توڑنے پر کفارہ دینے کا قرآن مین سورۂ مائدہ مین ذکر آیا ہے مگر یاد رہے سورہ مائدہ سورۂ تحریم سے پہلے اتری ہے۔

ہان۔ مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے سورۂ تحریم کی پہلی چند آیات کی تفسیر لکھدون

يَآيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ۔ سیپارہ ۲۸ سورہ تحریم رکوع ۱۔

محمد رسول خدا نے اپنی بی بی زینب کے گھر مین شہد پیا۔ عائشہ اور حفصہ نے زینب پر غیرت کی اور رسول خدا سے عرض کیا کہ آپکے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے آپنے فرمایا کہ مین نے زینب کے گھر مین شہد پیا ہے اب پھر شہد نہ پیونگا۔ یہ بات اس لئے کہی کہ جب بیبیون کو شہد کی بو سے نفرت ہے تو اس کا پینا کیا ضرور۔ معاشرت مین نقص آتا ہے۔ باری تعالے نے قرآن مین فرمایا۔ حلال اشیاء کا ترک کرنا اور اس پر حلف کرنا کیون۔ ایسے امور مین عورتون کی رضامندی ضرور نہین۔ قسم سے بچ رہنے کے لئے سورہ مائدہ مین کفارے کا حکم ہے اس پر عمل کرو۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ مین فَرَضَ ماضی کا صیغہ ہے حال یا استقبال نہین۔ یہ زینب کا قصہ اور اس پر آیۃ کا نازل ہونا بخاری ومسلم وغیرہ حدیث کی اعلیٰ کتابون مین موجود ہے اور قرآن کی تفسیر یا خود قرآن سے یا لغت عرب سے یا قرآن کی تفسیر صحیح احادیث سے تفسیر کا اعلےٰ درجہ ہے۔

بعض مفسر لوگون نے زینب کے بدلے مین ماریہ قبطیہ کا نام لیا۔ الا ماریہ بھی رسول خدا کی بی بی ہین اور ایک بیٹے کی ماں اس بیٹے کی ماں ہین جس نے لڑکپن مین انتقال کیا تب بھی کوئی ہرج نہین۔ الا یہ مفسرون کا قول حدیث کے مقابلہ مین التفات کے قابل نہین۔ بلکہ محققین نے ماریہ کے وجود پر بھی انکار کیا ہے۔"

———o(❀)o———

سورۃ التحریم رکوع دوم

(پارہ ۲۸ - رکوع ۲۰)

آیت ۱۔ نصوحاً۔ خالص۔ توبہ نصوح کے معنے ہیں۔ خالص رجوع۔ اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرنا مومن کا کام ہے۔ اس میں فرمایا ہے۔ کہ خالص توبہ کا یہ نتیجہ ہوگا کہ تم پچھلی بدیوں کے بُرے نتائج سے محفوظ رہوگے اور آئندہ بدیوں کے جوش کو دبا سکوگے۔ اور ایک نور تمہیں دیا جائے گا جس کی روشنی میں تم چلوگے اور ہر قسم کی ٹھوکر اور لغزش سے محفوظ رہوگے۔

آیت ۲۔ اس آیت میں منافقوں سے جہاد کا حکم ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ منافق ظاہر ہو چکے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھے اگر ظاہر نہ ہوتے تو ان کے ساتھ جہاد کیونکر ہو سکتا تھا اگر شیعوں کے کہنے کے مطابق عمرؓ منافق تھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو لازم تھا بلکہ ان پر فرض تھا کہ اس آیت کے ماتحت ان کے ساتھ جہاد کرتے۔ مگر انہوں نے نہیں کیا۔

آیت ۳۔ امراۃ نوح۔ حضرت نوحؑ کی عورت کا نام علہ تھا۔ اس آیۃ میں اللہ تعالےٰ نے کافروں کی مثال دو عورتوں کے ساتھ بیان کی ہے۔ جیسے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں تھیں۔ کہ وہ ایک خدا کے رسول کی بیویاں تھیں مگر چونکہ وہ ایمان نہ لائیں اس واسطے ظاہری تعلق اور رشتہ کچھ کام نہ آیا بلکہ ان کی بدگوئی اور مخالفت کی وجہ سے عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوگئیں۔

خانتھما۔ یہاں خیانت سے مراد انبیاء کی بدگوئی اور عداوت ہے خیانت سے مراد فسق و فجور نہیں ہے۔ فسق و فجور کے واسطے جو لفظ آتا ہے وہ خبث ہے یہ خبیثہ نہ تھیں بلکہ کافرہ تھیں۔

آیت ۴۔ فرمایا۔ مومن دو قسم کے ہوتے ہیں ایک امراۃ فرعون کی مانند اپنے جذبات نفس میں مقید ہیں اس حالت سے نکلنے کے واسطے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے مریم بنت عمران کی طرح ہیں۔ جو اپنے نفس کو پاک کئے ہوئے ہیں اللہ تعالےٰ کی روح صدق ان میں پھونکی جاتی ہے۔ اور وہ مسیحی نفس بن جاتے ہیں اس کی تفسیر میں ایک مفصل بیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب کشتی نوح میں لکھا ہے۔ جس کو ہم درج ذیل کرتے ہیں:۔

"خداوند تعالےٰ نے سورہ فاتحہ میں آیت اھدنا الصراط المستقیم میں بشارت دی کہ اس اُمت کے بعض افراد انبیائے گذشتہ کی نعمت بھی پائیں گے نہ یہ کہ نرے یہودی ہی بنیں یا عیسائی بنیں اور ان قوموں کی بدی تو لے لیں مگر نیکی نہ لے سکیں اسی کی طرف سورۃ تحریم میں بھی اشارہ کیا ہے۔ کہ بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس نے پارسائی اختیار کی۔ تب اس کے رحم میں عیسےٰ کی روح پھونکی گئی۔ اور عیسےٰ اس سے پیدا ہوا۔ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس اُمت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اس کو ملیگا۔ پھر اس میں عیسےٰ کی روح پھونکی جاوے گی۔ تب مریم میں سے عیسےٰ نکل آئے گا یعنے وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائیگا۔ گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسیٰ ہونے کا بچہ دیا۔ اور اس طرح پر وہ ابن مریم کہلائیگا جیسا کہ براہین احمدیہ میں اول میرا نام مریم رکھا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے الہام صفحہ ۲۴۱ میں اور وہ یہ ہے۔ کہ انی لک ھذا یعنے اے مریم تونے یہ نعمت کہاں سے پائی اور اسی کی طرف اشارہ ہے صفحہ ۲۶۶ میں یعنے اس الہام میں کہ ھُزّی الیک بجذع النخلۃ۔ یعنے اے مریم کھجور کے تنہ کو ہلا اور پھر اس کے بعد صفحہ ۴۹۶ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے۔ یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ نفخت فیک من لدنی روح الصدق۔ یعنے اے مریم تو مع اپنے دوستوں کے بہشت میں داخل ہو۔ میں نے تجھ میں اپنے پاس سے صدق کی روح پھونک دی۔ خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصدق رکھا یہ اس آیت کے مقابل پر ہے کہ نفخنا فیہ من روحنا۔ پس اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسیٰ کی روح جا پڑی جس کا نام روح الصدق ہے۔ پھر سب کے آخر میں صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں وہ عیسیٰ جو مریم کے پیٹ میں تھا اس کے پیدا ہونے کے بارہ میں یہ الہام ہوا۔ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ اس جگہ میرا نام عیسےٰ رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسےٰ پیدا ہوگیا۔ جس کے روح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا تھا۔ پس اس لحاظ سے میں عیسیٰ بن مریم کہلایا۔ کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی۔ دیکھو صفحہ ۴۹۶ اور ۵۵۶ براہین احمدیہ۔ اور اسی واقعہ کو سورۃ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ عیسےٰ ابن مریم اس امت میں اس طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی فرد اس امت کا مریم بنایا جائے گا اور پھر بعد اس کے اس مریم میں عیسےٰ کی روح پھونک دی جائے گی پس وہ مریمیت کے رحم میں ایک مدت تک پرورش پاکر عیسےٰ کی روحانیت میں تولّد پائے گا اور اس طرح پر وہ عیسےٰ بن مریم کہلائے گا۔ یہ وہ خبر محمدی ابن مریم کے بارہ میں ہے۔ جو قرآن شریف یعنے سورۃ تحریم میں اس زمانہ سے تیرہ سو برس پہلے بیان کی گئی ہے اور پھر براہین احمدیہ میں سورۃ تحریم کی ان آیات کی خدا نے خود تفسیر فرما دی ہے۔ قرآن شریف موجود ہے۔ ایک طرف قرآن شریف کو رکھو اور ایک طرف براہین احمدیہ کو اور پھر انصاف اور عقل اور تقوےٰ سے سوچو کہ وہ پیشگوئی جو سورۃ تحریم میں تھی یعنے یہ کہ اس اُمت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائے گا اور پھر مریم سے عیسیٰ بنایا جائے گا گویا اس میں سے پیدا ہوگا۔ وہ کس رنگ میں براہین احمدیہ کے الہامات سے پوری ہوئی۔ کیا یہ انسان کی قدرت سے۔ کیا یہ میرے اختیار میں تھا اور کیا میں اس وقت موجود تھا جبکہ قرآن شریف نازل ہو رہا تھا۔ میں عرض کرتا کہ مجھے ابن مریم بنانے کے لئے کوئی آیت اتاری جاوے اور اس اعتراض سے مجھے سبکدوش کیا جائے کہ تمہیں کیوں ابن مریم کہا جائے اور کیا آج سے بیس بائیس برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہو سکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پھر آگے چل کر افترا کے طور پر یہ الہام بناتا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھ میں بھی عیسےٰ کی روح پھونکی گئی اور پھر آخر کار صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں یہ لکھ دیتا کہ اب میں مریم سے عیسےٰ بن گیا اے عزیزو! غور کرو اور خدا سے ڈرو ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہیں۔"

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

(مرتبہ محمد صادق عفی اللہ ایڈیٹر بدر)

بقیہ سورۃ التحریم رکوع دوم

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اگر براہین احمدیہ کی تالیف کے وقت جس پر ایک زمانہ گذر گیا ہے۔ مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اسی براہین احمدیہ میں یہ کیوں لکھتا کہ عیسےٰ ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی اس لئے گو اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشو ونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گذر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے چہارم حصہ صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے۔ مریم کی طرح عیسےٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھیرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے۔ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھیرا۔ اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سر خفی کی مجھے خبر نہ دی۔ حالانکہ وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل تھی میرے پر نازل ہوئی اور براہین احمدیہ میں درج ہوئی۔ مگر مجھے اس کے معنوں اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی۔ اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین میں لکھ دیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو وہ ..... لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعوےٰ نہیں جب تک کہ خود خدا تعالےٰ مجھے نہ سمجھا دے۔ سو اس وقت تک حکمت الٰہی کا یہی تقاضا تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آتے مگر جب وقت آگیا۔ تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے۔ تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں یہ وہی دعوےٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار تصریح لکھا گیا ہے۔ اس جگہ ایک اور الہام کا بھی ذکر کرتا ہوں اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا اشتہار میں شائع کیا ہے یا نہیں لیکن یہ یاد ہے کہ صدہا لوگوں کو میں نے سنایا تھا اور میری یادداشت کے الہامات میں موجود ہے اور وہ اس زمانے کا ہے۔ جب کہ خدا نے مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر نفخ روح کا الہام کیا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا۔ فاجاءھا المخاض الی جذع النخلۃ قالت یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیًا منسیًا۔ یعنی پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے۔ درد زہ کھجور کی طرف لے آئی ہے۔ یعنے عوام الناس اور جاہلوں اور بے سمجھ علماء سے واسطہ پڑا جن کے پاس ایمان کا پھل نہ تھا جنہوں نے تکفیر و توہین کی اور گالیاں دیں اور ایک طوفان برپا کیا تب مریم نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نام و نشان باقی نہ رہتا۔ یہ اس شور کی طرف اشارہ ہے۔ جو ابتدا میں مولویوں کیطرف سے بحیثیت مجموعی پڑا اور وہ اس دعوے کی برداشت نہ کر سکے اور مجھے ہر ایک حیلہ سے انہوں نے فنا کرنا چاہا۔ تب اس وقت جو کرب اور قلق ناسمجھوں کا شور و غوغا دیکھ کر میرے دل پر گذرا اسکا اس جگہ خدا تعالیٰ نے نقشہ کھینچ دیا ہے اور اس کے متعلق اور بھی الہام تھے۔ جیسا

لقد جئت شیئًا فریًا ما کان ابوک امرء سوء وما کانت امک بغیًا

اور پھر اس کے ساتھ کا الہام براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۱ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے۔

الیس اللہ بکاف عبدہ ولنجعلہ اٰیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرًا مقضیًا قول الحق الذی فیہ تمترون۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ سطر ۱۲ و ۱۳۔ (ترجمہ) اور لوگوں نے کہا کہ اے مریم تو نے یہ کیا مکروہ اور قابل نفریں کام دکھلایا جو راستی سے دور ہے۔ تیرا باپ اور تیری ماں تو ایسے نہ تھے مگر خدا ان تہمتوں سے اپنے بندہ کو بری کرے گا اور ہم اس کو لوگوں کیلئے ایک نشان بنا دینگے اور یہ بات ابتدا سے مقدر تھی اور ایسا ہی ہونا تھا یہ عیسےٰ بن مریم ہے جسمیں لوگ شک کر رہے ہیں یہی قول حق ہے یہ سب براہین احمدیہ کی عبارت ہے۔ اور یہ الہام اصل میں آیات قرانی ہیں جو حضرت عیسیٰ اور انکی ماں کے متعلق ہیں ان آیتوں میں جس عیسےٰ کو لوگوں نے ناجائز پیدائش کا انسان قرار دیا ہے اسی کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اسکو اپنا نشان بنائیں گے اور یہی عیسےٰ ہے جس کی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا ہے۔ کہ ہم اس کو نشان بنا دینگے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسےٰ بن مریم ہے جو آنے والا تھا جس میں لوگ شک کرتے ہیں یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک محض نافہمی سے ہے۔ جو خدا کے اسرار کو نہیں سمجھتے اور صورت پرست ہیں حقیقت پر انکی نظر نہیں۔

اس جگہ اٹھائیسویں پارے کے نوٹ ختم ہوئے

پارہ انتیسواں رکوع اول سورۃ الملک رکوع ۱

آیت ۱۔ تبارک۔ بہت برکت والا۔ دائمی خیر والا۔ پاک ذات ہے بابرکت والا ہے ملک و دولت کا مالک ہے۔ سب چیزوں پر قادر ہے کسی پارلیمنٹ کے ماتحت نہیں کسی مجلس شوریٰ کے قوانین ماننے پر مجبور نہیں ایسے مالک کی حکومت کا ماننا ہمارے واسطے ضروری ہے اور مفید ہے۔ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ طاقتور اور بڑے کی بات کو مان لیتا ہے خدا تعالےٰ نے قدرت کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ بڑے بڑے فلاسفر ایک ایک ذرے کی تحقیقات میں ہی حیران رہ جاتے ہیں۔

اس سورہ شریف کو نہایت پرشوکت الفاظ سے شروع کیا گیا ہے جن سے اللہ تعالےٰ کی طاقت سلطنت۔ عزت و عظمت و جبروت کا اظہار ہوتا ہے اُسکے قبضۂ قدرت میں

سب حکومتیں ہیں۔

یہ سورۃ مکی ہے۔ ایسے وقت میں نازل ہوئی جب مسلمان تھوڑے اور کمزور تھے اور مشرکین کا زور تھا۔ اسمیں ایک پیشگوئی ہے۔ کہ سلطنت اصل میں خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ اب کفار سے لے کر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلطنت کا مالک بنائے گا دنیاداروں کی نگاہ میں یہ بات دور از قیاس ہے۔ مگر خدا تعالےٰ ہر بات پر قادر ہے۔

آیت ۲ خلق الموت والحیوٰۃ۔ خدا تعالےٰ نے موت اور زندگی بنائی اس دنیا کو چھوڑنا اور پھر ہمیشہ زندہ رہنا۔

جس چیز کا تقاضا اور خواہش انسان میں ہے اس کا سامان بھی ضرور موجود ہوتا ہے انسان کی یہ فطری خواہشات ہے کہ وہ فنا نہ ہو تو اس کا سامان بھی اللہ تعالےٰ نے بنا دیا ہے۔ مرنے کے بعد روح قائم رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موت بھی بنائی ہے یہ بھی اس کی بڑی غریب نوازی ہے موت کے ساتھ دنیا کی سب تکالیف کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور موت کے بعد پھر ترقیات کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ موت انسان کے واسطے اس طرح ضروری ہے جس طرح ہر اس لڑکی کے واسطے جو کسی کے گھر میں پیدا ہو یہ ضروری ہے کہ اس کے ماں باپ بصد محبت اسے پال پوس کر اور ہر طرح سے اس کی تعلیم و تربیت کر کے بالآخر ایک دن اسے اپنے گھر سے رخصت کر کے دوسرے گھر میں پہنچا آویں۔ کیونکہ اس میں ایک جوہر خدا تعالےٰ نے رکھا ہے جس کی شگفتگی سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ وہ اس گھر کو چھوڑ کر اس گھر میں چلی جاوے۔ خواہ اس کے ماں باپ اور خویش و اقربار اسکی جدائی کے صدمے سے روئیں اور غم کھائیں اور آنسو بہائیں۔ پر ضرور ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اُسے رخصت کریں جس طرح وہ جدائی کی گھڑی سخت ہے، اسی طرح موت کی ساعت بھی سخت ہے مگر اس کے بعد آرام و راحت کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔

اس موت و حیوٰۃ کے الفاظ میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں قوموں کی روحانی موت اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل دوبارہ زندگی کی طرف بھی اشارہ ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا کی تمام قوموں پر روحانی مردگی وارد ہو چکی تھی اور بر و بحر ہلاک ہو چکے تھے اسی کی طرف قرآن مجید میں دوسری جگہ اشارہ فرمایا ہے۔

یاایھاالذین امنوا استجیبوا للّٰہ والرسول اذا دعاکم لما یحییکم

اے مومنو! اللہ اور رسول کی بات مانو جب کہ وہ تمہیں بلاوے تاکہ تمہیں زندگی عطا کرے۔

لیبلوکم۔ تاکہ تمہیں انعام دے۔ انعام امتحان کے بعد ہوتا ہے امتحان کے معنے ہیں محنت میں ڈالنا جس کسی کو ایک محنت اور بلا میں اور مشقت میں ڈالا جاتا ہے اور وہ اس سے کامیاب نکلتا ہے تب وہ انعام پاتا ہے تاکہ دیکھنے والے دیکھیں کہ محنت کا نتیجہ کیا ہے اور وفاداری کا پھل کس طرح ملتا ہے اسی طرح دوسروں کو نیکی کی تحریک ہوتی ہے۔

بعض نادانوں نے اس لفظ پر اعتراض کیا ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے بندوں کی آزمائش کیوں کرتا ہے کیا وہ اپنے علم غیب سے نہیں جانتا کہ انسان کس حالت میں ہے قرآن شریف میں تو آزمائش کا لفظ ہی نہیں آیا وہاں تو بلاء کا لفظ ہے جس کے معنے انعام کے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ہماری یہ حالتیں موت اور زندگی کی اس واسطے بنائی ہیں کہ ہمیں انعام عطا کرے لیکن خدا تعالےٰ کے افعال کو قانون قدرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک شے پر ایک محنت کرنی پڑتی ہے اور یہی امتحان ہے۔ دانہ زمین میں چھوڑا جاتا ہے خس و خاشاک میں ملا دیا جاتا ہے پھر پانی سے اُسے اس مٹی میں تر کیا جاتا ہے تب وہ پھٹتا ہے اور اس میں سے نرم پتیاں نکلتی ہیں۔ جو ہوا۔ آندھی، دھوپ کی شدت اور قسما قسم کے حالات سے گزر کر آخر پھلتا ہے یہی امتحان ہے محنت کے بعد پھل ملتا ہے آریاؤں نے ہی جنم لینے کا مسئلہ ایجاد کیا ہے اور انجیل میں بھی لکھا ہے کہ ٹھوکروں کا آنا ضروری ہے۔

امتحان کے معنے ہیں کسی سے محنت لینا اور اسپر مزدوری دینا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اولٰئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ و اجر عظیم۔ اللہ تعالےٰ نے اُنکے دلوں کو تقوے کیلئے ایک امتحان میں ڈالا جس سے وہ کامیاب ہوئے اور مغفرت اور اجر عظیم انہوں نے حاصل کیا۔

عزیز۔ پیاری باتوں کو پیار کرنیوالا۔ غالب۔ بڑی عزت والا ہے۔ اور بندوں سے غلطیاں ہوئی ہوں تو وہ استغفار کریں۔ وہ معاف کرنیوالا ہے۔

آیت ۳۔ سبع سمٰوات۔ سات آسمان چھوٹے بڑے سیاروں اور ستاروں کے آسمان کے سات طبقات ہیں۔

طباقاً۔ کے دو معنے ہیں (۱) بہت جوڑے جوڑے۔
(۲) ایک دوسرے کے اوپر یا ایک دوسرے کے بعد۔

آسمان کے ذکر میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انسانی زندگی کے لوازمات کی بہت سی اشیاء آسمان سے وابستہ ہیں آسمان سے پانی آتا ہے تو کھیتی بنتی ہے اور سورج کی دھوپ سے وہ پکتی ہے۔ آسمان سے بارش نہ ہو۔ تو کنوئیں اور دریا بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ جب ظاہری ضروریات کے واسطے انسان آسمان کا محتاج ہے تو روحانی فیوض کے واسطے تم کیوں آسمانی وحی والہام کی قدر نہیں کرتے۔

خلق الرحمٰن۔ رحمانی تقاضا سے جو اشیاء مفت میں مل گئی ہیں انکی شکرگزاری کرو انمیں کوئی فرق نہیں سورج برابر روشنی دئے جاتا ہے پھر ضرورت نبوت میں کیوں فرق کے قائل بنتے ہو۔

تفاوت۔ اضطراب کو بھی کہتے ہیں اور اختلاف کو بھی کہتے ہیں۔ اضطراب یہ ہے کہ کوئی چیز کہیں کی کہیں ڈال دی جائے۔ ایسا نہیں ہے اور نہ ایسا اختلاف اور گڑبڑ ہے کہ مثلاً آگ کی خاصیت پانی میں جا پڑے اور پانی کی خاصیت آگ میں جا پڑے۔ تفاوۃ نقصان کے معنوں میں بھی آتا ہے اللہ تعالےٰ کی خلق و حکمت میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ انسان کی تحقیقات میں نقصان ہو۔ ورنہ خدا کے کاموں میں کوئی نقص نہیں۔

فطور۔ شق۔

فارجع البصر۔ بار بار چیزوں کو دیکھو تحقیقات کرو۔ نقص نہ پاؤ گے۔ پھر پھر غور کرو۔ تمہاری آنکھیں دیکھتے دیکھتے تھک جائیں گی۔ مگر کوئی بھی نقص نہ ملے گا۔

آیت ۵۔ سماء الدنیا۔ ورلا آسمان۔

اسی طرح اللہ تعالے نے اس ورلے آسمان کو عجیب و عجیب چراغوں سے روشن کیا ہے اور ان میں ایسے بھی ستارے ہیں جو شریروں کو دور کرتے ہیں اللہ تعالے کے حضور سے جب احکام صادر ہوتے ہیں تو بڑے فرشتے چھوٹے فرشتوں کو پہونچاتے ہیں اسی طرح رفتہ رفتہ وہ بات وہاں تک پہنچتی ہے جہاں بادلوں کا طبقہ ہے اور وہاں تک شیطانوں کا دخل ہے کیونکہ ارواح خبیثہ کے بھی مدارج ہوتے ہیں بعض وہاں تک پہنچتے ہیں جہاں بادلوں کا آسمان ہے۔

شیاطین۔ منجمین اور کاہن بھی انہیں میں سے ہیں جو کہ رجماً بالغیب کرتے ہیں۔ آیندہ کی باتیں بیان کرتے ہیں اور ستاروں کو دیکھ کر تکا۔ بازیاں کرتے ہیں یہ ستارے ان کے واسطے تکہ بازی کا ایک ذریعہ بنگئے ہیں جوتشی اور رمال لوگ ایسا کرتے ہیں۔

ذوقی نکتہ۔ شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے اپنے ترجمۃ القرآن پارہ ۲۹ میں اس آیت کے ذیل میں اپنے ذوق کی تفسیر لکھی ہے جسے ناظرین کے ذوق کی خاطر درج ذیل کیا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"اس آیت کی توضیح اور تفسیر ذوقی رنگ میں جو کچھ میری سمجھ میں آئی ہے وہ میں یہان عرض . . . . . . قرآن کی مکی سورتوں کو غور سے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ان میں دلائل نبوت اور حقانیت قرآن مجید کے دلائل ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکی پاک جماعت کی کامیابیوں کی بشارتیں ہیں اس رنگ سے کوئی مکی سورۃ خالی نہیں اور نہ یہ سورۃ ملک خالی ہے جو صحابہ کی عظیم الشان کامیابیوں کی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے اور جو حاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابیوں اور نبوت کے دلائل ہیں . . . . آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک جماعت دنیا کی تمام بلندیوں کے لئے موجب زینت ہے اور شیاطین ان کے سامنے بھاگتے ہیں ان کا مقابلہ کرنے والوں کے لئے جہنم ہے یہ نظارہ دنیا دیکھ چکی ہے کس طرح پر صحابہ نے عظیم الشان فتوحات حاصل کیں۔ حدیث شریف میں صحابہ کو نجوم ہی فرمایا ہے۔ اصحابی کالنجوم میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں پچھلی آیتوں پر غور کرنے سے یہ معنے قطعاً مستبعد نہیں معلوم ہوتے اور نہ ان پر کسی قسم کا اعتراض ہوتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید میں سراج منیر فرمایا گیا ہے۔ سماء الدنیا کا آفتاب نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا ہے اور صحابہ ستارے ہیں اس سے اگلی آیت وللذین کفروا بربھم عذاب جہنم الایۃ۔ اور اس سے اگلی دو آیتیں مخالفین منکرین کی حالت اور انجام کی صراحت سے پیشگوئی کر رہی ہیں اور پھر بالآخر ان کے مقابلہ میں۔ ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کبیر۔ پڑی ہے جس سے نبوت محمدیہ کے قائلین اور منکرین کے مقابلہ اور انجام کو بتایا ہے۔ قرآن مجید کی اس سورۃ کی ترتیب ان معانی کی قوت و شوکت کے ساتھ تائید کرتی ہے۔

استراق الشیاطین۔ پر جو اعتراض بعض نادان آریوں نے کیا ہے اس کا جواب مفصل ہم اس جگہ تصنیف حضرت خلیفۃ المسیح (نور الدین) سے نقل کرتے ہیں۔

"دوسرے اور تیسرے نمبر کے جواب دینے سے پہلے مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند ایسے صاف اور بدیہی امور کو بیان کر دوں جن کے ملحوظ رکھنے سے آیات نمبر ۲ اور نمبر ۳ کے فہم میں بہت سہولت ہو کیونکہ اس سوال پر آج کل بہت زور دیا جاتا ہے اور عام کالجوں کے لڑکے اور وہاں سے نکل کر بڑے عہدوں پر ممتاز اور ان کے ہم صحبت ایسی باتوں پر بہت تمسخر کرتے ہیں پس چند امور بدیہی کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوا۔

اول۔ مناظر قدرۃ کو دیکھنے والے مختلف الاستعداد لوگ ہوا کرتے ہیں مثلاً دوسرے کی آنکھوں کو ایک بچہ بھی دیکھتا ہے جو مصنوعی اور اصلی آنکھ میں تمیز نہیں کر سکتا پھر ایک عقلمند بھی دیکھتا ہے گو وہ اصلی اور مصنوعی میں فرق کر لیتا ہے مگر آنکھ کے امراض سے واقف نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اسکی خوبیوں اور نقصانوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ پھر شاعر دیکھتا ہے جو اس کے حسن و قبح پر سینکڑوں شعر لکھ مارتا ہے۔ پھر طبیب ڈاکٹر دیکھتا ہے جو اسکی بناوٹ اور امراض پر صدہا ورق لکھ دیتا ہے پھر موجدین دیکھتے ہیں جیسے فوٹو گرافی کے موجد نے دیکھا اور دیکھ کر فوٹو گرافی جیسی مفید ایجادیں کیں پھر اسکے اور بھائی دیکھتے ہیں جنہوں نے عجیب و عجیب ٹیلیسکوپ ایجاد کئے پھر ان سے بالاتر صوفی دیکھتا ہے اور اس سے بھی اوپر انبیاء و رسل دیکھتے ہیں اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر اللہ کریم دیکھتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ہزاروں ہزار نظارہ ہائے قدرت ہیں اور انکے دیکھنے والے الگ الگ نتیجے نکالتے ہیں۔

اب ہم **شہاب ثاقبوں** کے متعلق لکھتے ہیں۔ شہاب وہ چیزیں ہیں جنہیں انگریزی میں میٹیرز کہتے ہیں یہ تو بچہ۔ عامی۔ شاعر۔ حکیم سب یکسان دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ شہب گاہ گاہ نظر آتے ہیں۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اب یہ بات کہ کیوں کر گرتے ہیں اس پر خداداد عقل والے ہی غور کرتے ہیں اور اللہ تعالے ہی جانتا ہے۔ کہ کیوں گرتے ہیں اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالے حکیم ہے اس کا کوئی کام لغو اور بے حکمت نہیں ہوتا اسلئے ہم میٹیرز کے متعلق عامیوں کے بے فائدہ نظارہ کو چھوڑ کر پہلے حکماء کا نظارہ بیان کرتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ میٹیرز آسمان میں سے کرۂ ہوائی میں داخل ہو کر روشن ہو جاتے ہیں ایسے ہر روز ۲۰ ملین ہوا میں داخل ہوتے ہیں یہ چھوٹے اور عام اور روزانہ ہیں رات کے پچھلے حصے میں پہلے کی نسبت تین گنے زیادہ ہوتے ہیں۔ میٹیرز کی فوج دورے کے ساتھ آتی ہے یہ دورہ صدی میں تین بار ہوتا ہے عموماً نومبر کے مہینہ میں اور بڑے بڑے دورے مفصلہ ذیل ہیں۔

۲۸۹ھ ہجری و ۵۹۹ھ ہجری (مئی ۶۱۰ء) و ۹۰۲ء عیسوی و ۹۳۱ء و ۱۰۰۲ء و ۱۱۰۱ء و ۱۹ جنوری ۱۱۳۵ء و ۱۲۰۲ء و ۱۳۶۶ء و ۱۰ مارچ ۱۵۲۱ء (میں حیرت بخش رمی ہوئی) ۱۵۳۳ء و ۱۶۰۲ء و ۱۶۹۸ء و ۱۷۹۹ء و ۱۸۳۲ء و ۱۸۶۶ء و ۱۸۷۲ء۔ بعض میٹیرز سورج کے گرد نکل کانک سکشن (انقطاع خرطی) میں دورہ کرتے ہیں۔

میٹیرز کامٹ کے گرد بہت ہوتے ہیں اور وہیں سے آتے ہیں جن دنوں کامٹ نمودار ہوتا ہے ان دنوں میں یہ بھی کثرت سے گرتے ہیں۔ خود کامٹ بھی ایک میٹی ارز ہے۔

کیمیکل۔ (کیمیاوی) امتحان سے معلوم ہوا ہے کہ مفصلہ ذیل اشیاء میٹی ارز میں پائے جاتے ہیں اور کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔

لوہا۔ ایلومینیم۔ میگنیسیم۔ پوٹاسیم۔ سلیکن۔ سوڈیم۔ اکسیجن کیلسیم۔ نکل۔ آرسینک۔ کابلٹ۔ فاسفورس۔ کرومیم۔ نائٹروجن

میگنیسی - سلفر - کلورائین - کاربن - ٹی ٹے ٹی ام - ہائی ڈروجن - ٹین - تانبا -

تمام مقامات جن مین میٹیرز رجع کئے گئے ہین - یوروپ مین وی آنا - پیرس - لندن برلن اور امریکہ مین نیوہیون - ایمہرسٹ - لونسر ول - یہ پتھر عموماً بڑے نہین ہوتے عجائب خانون مین ایک سو پونڈ سے زیادہ وزن کے پتھر کم ہی پائے جاتے مین ایسی بارش ان پتھرون کی شاذ و نادر ہی ہوئی ہوگی - جس مین کل پتھرون کا وزن ہزار پونڈ تک پہنچا ہو بمقام پلٹسک کے نوسو پچاس سالم پتھر پیرس کے عجائب خانہ مین موجود ہین - جن مین سے ہر ایک کا اوسط وزن ۷۰ گرام ہے یعنے ۲½ اونس سے بھی کم ہے - ساک ہولم کے عجائب خانہ مین ایک پتھر کا وزن ایک گرین سے بھی کم ہے - مقام ایمبٹ کی بارش مین ایک پتھر قریباً ۵۰۰ پونڈ کا گرا تہا -

میٹی ارک ایرن - اس قسم کا ایک ٹکڑا ۱۶۳۵ پونڈ وزنی ییل کالج میوزی ام مین موجود ہے - قریباً اتنے ہی حجم کا ایک ٹکڑا پیرس کے میوزی ام مین ہے - اس سے کسی قدر چھوٹا ٹکڑا شہر واشنگٹن کے نیشنل میوزی ام مین ہے اور ان سے ایک بہت ٹکڑا برٹش میوزی ام مین ہے -

دوسرا - امر یہ ہے کہ ہم اس مذہب کی تحقیق بیان کرتے ہین جسکو پال نے مذہب اسلام سے اوپر یقین کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسلام سے وہ مذہب اچھا ہے - اسکے آخری تحقیقات کی کتاب مکاشفات کے باب ۱۲ مین ہے -

ایک بڑا سرخ اژدہا جس کے سات سر اور دس سینگ اور اس کے سرون پر سات تاج تھے - ظاہر ہوا اور اس کے دم نے آسمان کے تہائی تارے کھینچے اور انہین زمین پر ڈالا اور اسی باب مین ہے - پہر آسمان پر لڑائی ہوئی - میکائیل اور اس کے فرشتے اژدہے سے لڑے اور اژدہا اور اس کے فرشتے لڑے - پہر متی ۲۴ باب ۲۹ آیت - تارے گر جاوینگے اور بروج کے متعلق مسیحی کتابون مین ہے - دیکھو ایوب ۳۸ باب ۳۲ آیت - کیا تجھ مین قدرت ہے کہ منطق البروج ایک ایک اس کے موسم پر پیش کرے "

اور شہابون کے بارے انہین لکہا ہے دیکھو ایوب ۳۸ باب ۳۶ آیت مین ہے "یا کس نے شہابون کو فہمید عطا کی " اس سے اتنا پتہ لگتا ہے کہ شہابون کو بھی فہمید ہے - پر آگے بیان نہین کیا کہ کیا فہمید ہے اور اس فہمید سے کیا کام لیتے ہین اور زبور مین ہے " وہ اپنے فرشتون کو روحین بناتا ہے اور اپنے خدمت گذارون کو آگ کا شعلہ "

اب تک ہم نے یہ باتین بیان کی ہین کہ میٹی ارز - ایکاپات - شہاب ثاقب اور شعلہ ہائے نار آسمان سے گرتے نظر آتے ہین اور کتب یہود اور مسیحیون نے بھی نہین بتایا کہ کیون گرتے ہین - اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ فعل الٰہی ہے اسلئے لغو بھی نہین بلکہ ضرور ہے کہ عادۃ اللہ کے موافق اس مین بڑی حکمتین ہون -

اب تیسرا امر جو اس مضمون مین مجھے بیان کرنا ہے یہ ہے کہ الہامی مذاہب قائل ہین کہ دیوتا - ملک اور فرشتے موجود ہین اور ان کا ماننا ضروری ہے کیونکہ الٰہی کلام مین ان کا ذکر ہے اور شیاطین اور جن بھی ہوتے ہین اور ان کی مخالفت کرنا ضروری ہے -

مین بھی الہامی مذہب اسلام کا معتقد ہون اور اسکی کتاب مین پاتا ہون -

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ - پ ۳ - بقرہ -

(ترجمہ) رسول ایمان لایا اس پر جو اتارا گیا اس کی طرف اس کے رب سے اور مومن بھی سب کے سب ایمان لائے اللہ اور اس کے فرشتون پر -

اس لئے مین فلاسفرون - سائنس دانون برہموؤن اور آریہ سماجیون کے لئے ایک دلیل وجود ملائکہ پر اور ان پر ایمان لانے کی ضرورت کی وجہ بیان کرتا ہون - شاید کوئی رشید سعادتمند اسپر توجہ کرے -

سب سے پہلے میرے نزدیک ہزارون ہزار انبیاء و رسول جو راستبازی مین ضرب المثل تہے اور ان کے مخلص اتباع کا اعتقاد اس بارے مین کہ **ملائکہ اور شیاطین** ہین بہت بڑی دلیل ہے - مگر ایک دلیل مجھے بہت پسند آئی ہے جسے مین پیش کرتا ہون - اور دلیسری سے مین پیش کرتا ہون کیونکہ وہ میرے بارہا کے تجارب مین آچکی ہے - اور وہ یہ ہے -

تمام عقلاء مین یہ امر مسلم ہے کہ اس زمین کا کوئی واقعہ بدون کسی سبب کے ظہور پذیر نہین ہوتا بلکہ صوفیائے کرام اور حکماء عظام اس بات پر متفق ہین کہ کوئی امر حقیقت مین اتفاقی نہین ہوا کرتا تمام اُمور علل اور حکم سے وابستہ ہین -

اب مین پوچھتا ہون کہ تنہائی مین بیٹھے بیٹھے نیکی کا خیال بدون کسی تحریک کے کیون اُٹھتا ہے بلکہ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ اردگرد بدکار بدیون کے مرتکب ہوتے ہین بلکہ بعض لوگون کو دیکھا ہے کہ بدی کے عین ارتکاب و ابتلاء مین انکو نیکی کی تحریک اور رغبت پیدا ہو جاتی ہے - کوئی بتائے - کہ اس تحریک نیک اور رغبت پسندیدہ کا وقوع کیون ہوا آیا بلا سبب اور اتفاقی طور پر ؟ یہ تو باطل ہے کیونکہ تجارب نے اسکو باطل ٹھہرایا ہے پس لامحالہ نیکی کا محرک ضرور ہے - اسی نیکی کے محرک کو اسلامی کتب اور شریعت مین **ملک** کہتے ہین اور ان کے اس تعلق و تحریک کو لمۃ الملک کہا گیا ہے وہ ملک لطیف اور پاک روحین ہین جنہین قلوب انسانی سے تعلق ہوتا ہے اور ہر وقت قلوب کی تحریک مین لگے رہتے ہین اور ان کے بمقابل اور ان کی تحریک کے مخالف شیاطین اور ابلیسون کی روحین ہین جو بدی اور بدکاری کی محرک ہین ان کے اس تعلق کا نام لمۃ الشیطان ہے -

ایمان بالملائکہ کے معنی اور اس کا فائدہ

شریعت اسلام مین حکم ہے کہ فرشتون پر ایمان لاؤ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب جب وہ تم کو نیکی کی تحریک کرین تو معاً اسپر دقت کرلو تاکہ اس نیکی کے محرک کا تعلق تم سے بڑھے اور وہ زیادہ نیکی کی تحریک دے بلکہ اس کی جماعت کے اور ملائکہ بھی تمہارے اندر نیکی کی تحریکین کرین اور اگر اس تحریک کو نہ مانوگے تو اس ملک نیکی کے محرک کو تم سے نفرت ہو جائیگی اسلئے ضروری ہوا کہ ملائکہ سے تعلق بڑھاؤ تاکہ نیکی کی تحریک بڑھے اور آخر وہ تمہارے دوست بنجاوین - قرآن کریم مین اس نکتہ کو یون بیان فرمایا ہے -

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملٰئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ۝ نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ - پ ۲۴ فصلت - (ترجمہ) جن لوگون نے کہا ہمارا رب اللہ ہے

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن مجید سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ ایڈیٹر بدر

بقیہ سورۃ الملک رکوع اوّل

(پارہ ۲۹ رکوع ۱)

گذشتہ اشاعت سے آگے

(۱۲)

پہراس اقرار پر پختہ ہو گئے ان پر فرشتے اُترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور خوشی مناؤ اس جنت کی۔ کہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ہم دنیا اور آخرۃ میں تمہارے ساتھی ہیں۔ اور فرمایا ہے۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ پ انفال

اور یقین جانو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان روک ہو جاتا ہے اور اسی کیطرف تم اٹھائے جاؤ گے۔

اور ان ملائکہ کے مقابل مانند ظلمت و ہلاکت دوری اور عدم کے فرزند شیاطین اور ارواح خبیثہ ہیں ان کے تعلقات سے ان کی جماعت درست بنی ہے آخر اللہ تعالے پہر فرشتوں ملائکہ دیوتا۔ یا اہرمن۔ ارواح خبیثہ۔ اسر شیاطین کے تعلقات سے ان مظاہر قدرت سے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں۔ پہر آخر کار اچھے لوگوں کو اونچے لوگوں سے یوشگی ہو جاتی ہے اور بُروں کو اور بُروں سے بلکہ یہ تعلقات اس قدر ترقی پذیر ہوتے ہیں کہ ذرات عالم میں اچھے ذرات کا اچھوں سے تعلق ہوتا ہے اور بُرے موذی دُکھ دائک ذرات کا بُروں سے۔

کیا کوئی شخص تاریخی **مشاہدات** اور تجارب صحیحہ سے بتا سکتا ہے کہ آتشک اور خاص سوزاک۔ جذام اور گھنونے اور گندے امراض اور جان گداز کا سیان یا موروں۔ مرسلوں اور ان کے پاک جانشینوں کو لاحق ہوتی ہیں یا اُنکے مخالفوں کو۔ قرآن کریم کیسے زور سے دعوے فرماتا ہے کہ متبولان و مقربان الٰہی کے یہ سچے نشان ہیں۔

اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون۔ (پ ۲۸ مجادلہ)

(ترجمہ)۔ یہ لوگ خدا کی جماعت ہیں اور یاد رکھو خدا کی جماعت مظفر و منصور ہے۔ اور فرمایا

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنفقین لا یعلمون (پ ۲۸ منافقون)

(ترجمہ) اور غلبہ ملا اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے اور فرمایا۔

انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا۔ ویوم یقوم الاشہاد

(ترجمہ) ہم ضرور کامیاب کرتے ہیں اپنے رسولوں اور مومنوں کو دنیا کی زندگی میں اور پیش ہونے والوں کے پیش ہونے کے دن۔

اس جنگ اور اولیاء اللہ کی کامیابی کے متعلق مجھے دیو۔ اسر۔ نگرام کہنے میں ہمنے اس رسالہ میں بہت جگہ تذکرہ کیا ہے۔

چوتھا امر۔ قابل بیان یہ ہے کہ وسائل و وسائط کو تمام دنیا کے مذاہب نے وہی تسلیم کرتے ہیں۔ کافر مومن۔ جاہل و عالم۔ بُت پرست وخدا پرست۔ سوفسطائی۔ دہریہ جناب الٰہی کا معتقد۔ غرض سب کے سب وسائل و وسائط کو عملاً مانتے ہیں کون ہے جو بہوک کے وقت کہانا۔ پیاس کے وقت پینا۔ سردی کے وقت کوئی دوائی یا گرمی حاصل کرنے کا ذریعہ اختیار نہیں کرتا۔ مقام مطلوب جلدی پہنچنے کے لئے ریل ٹرین یا اسٹیمر کو پسند نہیں کرتا۔ اگر مومن صرف حضرت حق سبحانہ کی مخلصانہ عبادۃ کرتا اور شرک اور بدعت اور اہوا سے پرہیز کرتا ہے تو غرض اس کی اُسے ذریعہ قرب الٰہی بنانا ہوتا ہے اور بُت پرست اگرچہ حماقت سے بُت پرستی ہی کرتا ہو وہی یہی ہے۔ کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ (پ ۲۳ زمر)

ہم ان کو خدا کے قرب کا ذریعہ سمجھ کر پوجتے ہیں اگرچہ یہ ان کا کہنا اور اس کا عملدرآمد غلط ہی ہے۔

پہر ہم دیکھتے ہیں کہ اسباب صحیحہ بہی ہوتے ہیں اور ایسے اسباب بہی ہیں جن کا مہیا کرنا مومن کا کام ہے اور ایسے بہی جن کا مہیا کرنا عام عقلمندوں اور داناؤں کا حصہ ہے۔ اور ایسے بہی ہیں جن کو سبب ماننا باعث شرک ہے۔ اور ایسے بہی ہیں جن کو سبب خیال کرنا جہالت اور وہم اور حماقت ہو۔

تعجب انگیز بات ہے کہ بہت سے فلاسفر۔ سائنس دان اور حکماء علل مادیہ اور اسباب مادیہ پر بحث کرتے کرتے ہزار ہا نکات عجیبہ اور دنیوی اُمور میں راحت بخش نتائج پر پہنچ جاتے ہیں مگر روحانی ثمرات پر ہنسی ٹھٹھے کرجاتے ہیں۔

جنوب شمال کو قطب اور قطب نما کی تحقیق میں اور اس پر شرق و مغرب کو چھان مارا ہے اور سورج اور چاند کی کرنوں سے اور روشنیوں سے بے شمار مزے لوٹے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو انہیں نظاروں سے ہستی باری پر بحث کرتا دیکھ لیں تو اس کے لئے مذہبی جنون اور اس کو مجنون قرار دیتے ہیں کیسا بے نظیر نظارہ ہے۔ جس کو ایک اسلام کا حکیم نظم کرتا ہے

اشقیاء در کار عقبیٰ جبری اند ٭ اولیا در کار دنیا جبری اند

علم ہندسہ جس کی بناء پر آج انجنیرنگ اور اشرافی معراج پر پہونچ گئی ہے۔ سوچ لو کیسے فرضی امور سطح مستوی اور نقطہ سے جس کو سیاہی سے بناتے ہیں اور قلم کے خط سے شروع ہوتا ہے۔ خط استوے۔ جدی۔ سرطان۔ افق۔ نصف النہار وغیرہ سب فرضی باتیں ہیں مگر اس فرض سے کیسے حقائق مادیہ تک پہنچ گئے ہیں لیکن اگر ان بدنصیبوں کو کہیں کہ مومن بالغیب ہو کر دعاؤں اور نبیوں کی راہوں پر چل کر دیکھو تو کیا ملتا ہے۔ تو ہنس کر کہتے ہیں کیا آپ ہمیں وحشی بنانا چاہتے ہیں۔

میں نے بارہا ان (مادیوں) کو کہا ہے۔ تندرست آنکھ بدون اس خارجی روشنی کے اور تندرست کان بدون اس روشنی کے اور تندرست کان بدون خارجی ہوا کے اور ہمارا نطفہ بدون ہم سے خارج رحم کے۔ بہت دور کی اشیاء بدون لمس کو بے بار یک۔ د۔

باریک اشیاء بدون مائکرسکوپ کے۔ دُور دراز ملکون کے دوستون کی آوازین بدون فونوگراف کے اور ان کی شکلین بدون فوٹوگرافی کے نہین دکہائی دیتین۔

اب جبکہ تم ان وسائط کے قائل ہو اور اضطرارًا قائل ہونا پڑتا ہے۔ تو روحانی اُمور مین کیون وسائط کے منکر ہو۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کو مان کر ہی تم ملک اور شیاطین کے وجود پر کیون ہنسی کرتے ہو۔ افسوس اس کا معقول جواب آج تک کسی نے نہین دیا۔ ناظرین جس طرح سچے وسائط ہمارے مشاہدات مین ہین اسی طرح سچے وسائط مکشوفات مین بہی ہین جس طرح مشاہدات مین آلہی ذات ماوراء الوراء ہے اور یہ ضرور ہے اسی طرح آلہی ذات روحانیات مین بہی وراء الوراء ہے اور اگر روحانیات مین بہی بعض وسائط غلط اور وہم ہین تو مشاہدات بہی اس غلطی اور وہم سے کب خالی ہین۔

فرشتے آسمان اور آسمانی اجرام اور اُن کے ارواح کے لئے بطور جان کے ہین شیاطین ہی ہلاکت ظلمت اور جناب آلہی سے دوری اور دکہون کے پیدا کرنے کے لئے بمنزلہ اسٹیم کے اسٹیم انجن کے لئے ہین۔

خلاصہ اُمور چہارگانہ مذکورہ

۱۔ مظاہر قدرت کے دیکہنے والے اعلیٰ بہی ہوتے ہین اور ادنیٰ بہی۔ ادنےٰ کو اعلیٰ کی رویت کا انکار مناسب نہین۔

۲۔ الکاپات۔ مٹی ارزے۔ شعلے ایک بڑا عظیم الشان کارخانہ ہے اور اس مین اس قدر مواد ہوتے ہین کہ اسلحہ کے بنانے والون نے اور ہتیار رکہنے والے جو ہتیار رکہتے ہین۔ ان مین اتنے مواد مشتعل نہین ہوتے پس کیا وہ صرف اس لئے گرتے ہین کہ چند عجائب خانون مین پڑے رہین اور خدا کا یہ عظیم الشان فعل لغو ہے؟ نہین ہرگز نہین۔

۳۔ فرشتے۔ ملک۔ سر۔ شیاطین۔ اہرمن۔ اُسرین اور ان کا باہم عداوت کا رشتہ ہے ان کی جنگ نور و ظلمت بلکہ عدم و وجود کی جنگ ہے۔

۴۔ اگر وسائط غلط اور بُرے ہین تو وسائل صحیح اور عُمدہ بہی ہین۔

اب ہم آیات کا ترجمہ لکہتے ہین جن مین اس جنگ کا تذکرہ ہے اور پوچہتے ہین۔ انصاف سے بتاؤ۔ کہ آریو کیا تمہارا کام تہا کہ تم انکار کرتے۔

۱۔ ولقد جعلنا فی السّماء بروجًا و زینّٰها للنّاظرین۔ وحفظنٰها من کل شیطانٍ رجیم الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبین (س ۱۴۔ حجر ع ۲)

ضرور ہم نے ہی بنائے آسمان مین روشن اجرام۔ اور خوبصورت بنایا انہین دیکہنے والون کے لئے۔ اور محفوظ رکہا ہم نے انہین ہر ایک خدا سے دُور یا ہلاک شوندہ مکہ بازیا مردود سے ہان اگر کوئی چہپ کے سننا چاہے تو اس کے پیچہے لگتے ہین۔ شہاب ثاقب۔ مٹی ارزے الکاپات۔

۲۔ انا زیّنّا السّماء الدنیا بزینة ن الکواکب وحفظًا من کل شیطانٍ مارد لا یسمعون الی الملاء الاعلیٰ و یقذفون من کل جانب دحورًا ولهم عذاب واصب الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب۔ (س ۲۳۔ صافات رکو ۱۴)

ہم ہی نے خوشنما بنایا اس ورے آسمان کو کواکب کی زینت سے اور محفوظ کردیا ہم نے اسے ہر ایک خدا سے دُور یا ہلاک ہونیوالے متکبر سندی سے۔ ملاء اعلیٰ کی باتین نہین سُن سکتے اور ہر جانب سے دہکیلے جاتے ہین۔ دہتکارے جاتے اور ان کے لئے دائمی دکہہ دینے والا عذاب ہے ہان اگر کوئی جہپٹی مارے تو اس کے پیچہے لگتے ہین۔ شہاب ثاقب۔ مٹی ارزے۔ الکاپات۔

۳۔ ولقد زیّنّا السّماء الدنیا بمصابیح وجعلنٰها رجومًا للشیاطین واعتدنا لهم عذاب السعیر۔ (پ ۲۹۔ تبارک)

ہم ہی نے مزین کیا اس ورے آسمان کو روشن چراغون سے اور کردیا ہم نے انہین مار شیاطین کے لئے اور تیار کردیا ہم نے ان کے لئے جلنے کا عذاب۔

۴۔ انا کنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن یستمع الاٰن یجد له شهابًا رصدًا۔ (پ ۲۹۔ جن۔)

تحقیق ہم بیٹہتے تہے۔ بیٹہنے کی جگہون مین سننے کے لئے پس اگر اب کوئی بات سننا چاہے پاتا ہے اپنے لئے شہاب انتظار مین۔

ہم ہندیون اور عام یورپ والون سے تو طائف کے عرب نمبرداری لیجئے نکلے اسکی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم کے عہد سنہ ۱۱ ہجری سعادت عہد مین مٹی ارزے غیر معمولی بکثرت نظر آئے۔ تو عام طور پر لوگون نے خیال کیا کہ آسمان تباہ ہو چلا۔ اس سلئے لگے اپنے مویشیون کو ذبح کرنے تب ان کے نمبردار عبد یالیل نے کہا کہ اگر وہ ستارے نظر آتے ہین جن سے تم لوگ راہنمائی حاصل کرتے ہو تو جہان خراب نہین ہوگا یہ ابن ابی کبشہ (ہمارے نبی کریم کی طرف اشارہ کرتا ہے) کے ظہور کا نشان ہے۔

ابن کثیر مین ہے انا لمسنا السماء کے نیچے ہی ابن جریر کہتا ہے اس آیت کے نیچے کہ آسمان کی حفاظت دو بارون کے وقت ہوتی ہے یا عذاب کے وقت جب ارادہ آلہی ہو کہ زمین پر اچانک عذاب آجاوے یا کسی مصلح راہ نمابنی کے وقت اور یہی معنے ہین اس آیۃ شریفہ کے۔

انا لا ندری اشرٌ ارید بمن فی الارض ام اراد بهم ربهم رشدًا (پ ۲۹ جن) یعنے ستارون کے گرنے کو دیکہہ کر وہ لوگ کہنے لگے۔ کہ ہم نہین سمجہہ سکتے کہ آیا زمین والون کیلئے تباہی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے انہین کوئی فائدہ پہنچانا ہے۔

خدائے تعالیٰ کی عادت ہے کہ مصلح کے تولد۔ ظہور اور اس کی فتحمندی پر حزب الرحمان اور حزب الشیطان کی جنگ پہلے اور ہوتی ہے بہر زمین پر ٭

آیۃ کریمہ فالمدبّرات امرًا (پ ۳۰ نازعات) اور فالمقسّمات امرًا (پ ۲۶ ذاریات) اور آیۃ ان کل نفسٍ لما علیها حافظ (پ ۳۰ طارق) کے نیچے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نے مفصل لکہا ہے کہ فرشتے بروج پر اثر ڈالتے ہین اور ان سے ایک اثر ہوا اور دیگر اشیاء پر پڑتا ہے اور ملائکہ کا اثر شہب مین ہی نفوذ کرتا ہے۔

۲۸۔ نومبر ۱۸۸۵ء مین ۲۷ اور ۲۸ نومبر کی درمیانی رات مین غیر معمولی کثرت سے شہب گرے تو اس وقت ہمارے امام علیہ السلام کو اس نظارہ پر یہ وحی بکثرت ہوئی۔ دیکہو صفحہ ۲۳۸ براہین یا احمد بارک اللّٰہ فیک۔ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمیٰ۔ اور اسی کے بعد دُمدار دو دالسنین نظر آیا۔ اور ۱۸۷۲ء کی رمی شہب غیر معمولی تہی۔ الحمد للّٰہ رب العالمین

پس یہ اور کُل کواکب زینت سمار الدنیا مین اور روحانی عجائبات کی علامات ہین اور نیزان سے راہ نمائی حاصل ہوتی ہے۔ یہی تین فائدے بخاری صاحب نے اپنی صحیح مین بیان فرمائے ہین اب اس سوال کا جواب ختم کرتے ہین۔ مگر قبل اس کے کہ ختم کرین آیات ذیل کا بیان ضروری و مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ماتنزلت بہ الشیاطین وما ینبغی لھم وما یستطیعون انھم عن السمع لمعزولون۔ (پ ۱۹ شعراء)

تنزل علیٰ کل افاک اثیم (پ ۱۹ شعراء)

اللہ سے دُور ہلاک ہونے والی خبیث رُوحون کے ذریعہ یہ کلام آلہی نازل نہین ہوا اور ان کے مناسب حال ہی نہین اور ایسا کلام لانے کے لئے وہ طاقت ہی نہین رکھتے بے ریب ایسا کلام سُننے سے وہ الگ کئے گئے ہین۔ کیونکہ تمام شیطانی کامون کا قرآنمجید مین استیصال ہے بھلا شیطان اپنے پاؤن پر آپ کلہاڑی مارتا ہے۔ شیاطین تو ہر ایک کذاب۔ مفتری۔ بہتانی۔ بدکار پر نازل ہُوا کرتے ہین۔

آیت ۸۔ خزان۔ جمع خازن کی ہے۔ بمعنی داروغہ

آیت ۹۔ ضلل۔ بھُول۔

آیت ۱۱۔ سحقاً۔ لعنت

آیت ۱۲۔ یخشون۔ ڈرتے ہین اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والون کے لئے مغفرۃ اور بڑا اجر ہے۔ اسی کے متعلق دوسری جگہ قرآن شریف مین فرمایا ہے۔ ولمن خاف مقام ربہٖ جنتان۔ جو اللہ تعالےٰ کے حضور مین کھڑے ہونے کے وقت کے متعلق ڈرتا ہے اس کے واسطے دو جنّت ہین۔ بے خوف و بے باک آدمی اصل مین خوف مین ہے امن مین وُہ ہے جس کے دل مین خدا کا خوف ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

نظم

لا تخافوا مژدہ ترسندہ است	ہر کرے ترسد مبارک بندہ است
خوف و خشیت خاص دانایان بود	ہر کہ دانا نیست کے ترسان بود
ترس گاری رست گاری آورد	ہر کہ درد آرد عوض درمان بود

آیت ۱۴۔ من خلق۔ کس نے پیدا کیا۔ اس مین آریاؤن کے اس عقیدہ کا رد ہے جو وہ کہتے ہین کہ خدا مادہ اور رُوح کا پیدا کرنے والا ہے۔ دلیل دی ہے۔ ان اللہ ھو اللطیف الخبیر۔ کسی شے کے پیدا کرنے کے واسطے اس شے کا کامل علم لازم ہے خدا لطیف۔ خبیر ہے۔ رُوح اور مادہ کے متعلق اُسے کامل علم ہے کہ وہ کیون کر پیدا ہو سکتا ہے اور پھر اُسے قدرت بھی ہے۔ اگر خدا تعالےٰ نے کوئی ذرہ اور روح پیدا ہی نہ کیا تو اس کے متعلق کامل علم کیون کر رکھ سکتا ہے۔

سُورۃ الملک رکوع ۲

(پارہ ۲۹ رکوع ۲۶)

آیت ۱۔ ذلولاً۔ وہ خدا جس نے زمین کو تمہارے ماتحت کیا ہے۔

فامشوا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاؤ۔ یہ صحابہ کو حکم ہے کہ جہان یہ سمجھو کہ اس جگہ ہمارا دین قائم نہین رہتا۔ اس جگہ کو چھوڑ دو۔

ذلول۔ اس اونٹنی کو بھی کہتے ہین جس سے لادنے وغیرہ کا ہر قسم کا کام لیا جائے وہ جانور جو بار برداری کا کام دین۔ زمین بھی چلتی ہے اور تمام انسانون اور مکانون کو اپنے ساتھ اُٹھائے پھرتی ہے۔

اس آیۃ مین آریاؤن کا ایک رد ہے جو کہتے ہین کہ جو کچھ ہمین ملتا ہے وہ پہلے جنم اور تناسخ کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ خدا نے تمہین زمین دی اور اُسے تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ بتلاؤ۔ یہ تمہارے کس عمل کے نتیجہ مین تمہین ملی ہے۔

آیت ۲۔ یخسف بکم الارض۔ تمہین ذلیل کرے اس مین غزوۂ بدر کی طرف اشارہ ہے

تمور۔ زمین کانپ رہی ہے کیونکر سردار مر گئے ہین۔

من فی السّماء پر بعض لوگون نے اعتراض کیا ہے کہ خدا آسمان مین ہی ہے۔ انہین سمجھنا چاہیئے کہ قرآن شریف نے اللہ تعالےٰ کے واسطے کوئی خاص مکان تجویز نہین کیا۔ بلکہ اللہ کے متعلق علیٰ کل شئ محیط۔ فرمایا ہے۔ ہان اس آیۃ مین جو فی السّماء کا لفظ آیا ہے یہ ایک محاورہ عربی زبان ہے اور اس سے مراد ہے ایک اٹل بات اور چونکہ آسمان بلندی پر ہے اور سب بلندیون کا مالک اللہ تعالےٰ ہے اسلئے بغرض اظہار عظمت خداوندی یہ محاورہ استعمال کیا گیا ہے۔

آیت ۳۔ حاصبًا۔ اس مین غزوۂ خندق کی طرف اشارہ ہے جس مین مکہ والے مدینہ والون کے ساتھ مل گئے تھے۔

آیت ۵۔ الطیر۔ مردار خوار جانور۔ پیشگوئی ہے کہ تم شکست کھاؤ گے اور یہ جانور تمہاری لاشین کھائین گے یہ گدھ جو آسمان مین پھرتے ہین یہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے رُکے ہوئے ہین۔ ورنہ یہ تم کو نوچ نوچ کر کھا جاتے۔

آیت ۶۔ جند۔ یہ تمہارے لشکر تمہارے کسی کام نہ آوین گے اور خدا کے عذاب کو ٹال نہ سکین گے۔

من دون الرحمٰن۔ رحمان کے مقابلہ مین۔

آیت ۷۔ امسک۔ اس مین پیش گوئی ہے کہ جب قحط پڑے گا تو پھر کون تمہاری امداد کرے گا۔ مکہ مین ایک دفعہ شدید قحط پڑا تھا جس مین لوگون نے ہڈیان پیس پیس کر کھائی تھین

لجو۔ اڑ رہے ہین۔

آیت ۸۔ اس آیت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کا نمونہ ان کے سامنے پیش کیا گیا ہے کہ دیکھو یہ شخص تم مین ہے۔ جو بڑی دور اندیشی سے سیدھا ہو کر چلتا ہے۔ وہ صراط مستقیم پر ہے اس کی راہ کو تم بھی اختیار کرو۔ تاکہ تمہین کامیابی حاصل ہو ورنہ وہ تم پر فتحیاب ہوگا۔ کیونکہ اس کے مقابلہ مین تم تو مُنہ کے بل گرے ہوئے ہو تم کامیاب نہین ہو سکتے۔

آیت ۹۔ اللہ تعالےٰ اپنے احسانات کا ذکر کرتا ہے اس نے تمہین کان۔ آنکھ اور دل دیا اگر آدمی کے ناک کی نوک ایک ماشہ بھر کٹ جائے تو وہ مجلس مین بیٹھنے کے قابل نہین رہتا ہمارے سامنے اندھے موجود ہین لیکن ہم آنکھون والے اپنی آنکھون کی قدر نہین کرتے انسان کو چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتون کی قدر کرے کہ اُس نے کس قدر احسان ہم پر کئے ہین۔

آیت ۱۱۔ متی ۔ کفار سوال کرتے ہین۔ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ ہم پر کب عذاب آئیگا یہ تو اسی دنیا کی بات ہے۔ تم تاریخ مقرر کرو۔

آیت ۱۳۔ فرمایا۔ عذاب آئے گا اور تم روسیاہ ہو جاؤ گے۔ تدّعون۔ وہ عذاب جس کو تم زور سے مانگتے تھے۔

آیت ۱۴۔ بہت لوگ کہا کرتے ہین کہ یہ الہام ہوا تھا کیون پورا نہین ہوا۔ فرمایا تم پر عذاب ضرور آئے گا۔ خواہ میرے سامنے آئے خواہ میرے بعد آئے تم نجات نہین پا سکتے

اِس جگہ سورۃ الملک کے نوٹ ختم ہوئے

سورۃ القلم رکوع اوّل

(پارہ ۲۹ رکوع ۳)

آیت ۱۔ ن ۔ دوات۔

آیت ۲۔ تو مجنون نہین ہے۔

ان آیات مین اللہ تعالےٰ نے کفار کے اِس قول کا رد کیا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجنون ہین اور اس پر دلائل دئے ہین۔ فرمایا۔ قلم دوات کو لو اور جو علوم دنیا مین پیدا ہوئے ہین سب کو جمع کرو اور تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو لو اور ان کو ایک جگہ جمع کرو اور پھر اس کلام (قرآن) کے ساتھ مقابلہ کرکے غور کرو۔ کہ کیا یہ مجنون کا کلام ہے۔

بلکہ فرمایا۔ قلم اور دوات کے ساتھ جو کچھ آیندہ بھی کبھی لکھا جاویگا اس سے ہمیشہ یہی ثابت ہوتا رہے گا کہ یہ خیال جو اس نبیؐ کے متعلق کیا گیا ہے بالکل باطل ہے۔ ہر ایک نیا علم جو دنیا مین نکلے گا۔ جو خداوند تعالےٰ سے محبت اور مخلوق پر شفقت کے متعلق ہوگا۔ وہ اس کی صداقت اور علم وعقل کے کمال کو ثابت کرتا رہے گا۔ وہ تمام تحقیقین اور تحریرین جو آیندہ ہون گی وہ کوئی ایسا دینی مسئلہ پیدا نہ کر سکین گے جو انسان کی بہبودی کے واسطے ضروری ہو اور اس پاک کلام مین نہ پایا جاتا ہو۔ پھر ایسی کتاب کا لانے والا کیون کر مجنون ہو سکتا ہے۔

ان آیات مین اِس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اب قلم و دوات کا زمانہ آنے والا ہے۔ جب کہ ہر شے لکھی جائے گی اور صحائف بہت کثرت سے ہون گے اور بڑے علوم کا زمانہ خیال کیا جاوے گا اس وقت بھی قرآن شریف کی شریعت صحیح اور غیر متبدل ثابت ہوگی اور دنیا کو ماننا پڑے گا کہ ایسے مستحکم معقول۔ مدلّل کا لانے والا بجز ایک کامل نبی کے کوئی ہو نہین سکتا چہ جائے کہ وہ دیوانہ ہو۔

آیت ۳۔ غیر ممنون ۔ غیر منقطع ۔ چون کہ یہ کلام ایسا ہے کہ فیہا کتب قیمہ ۔ اس مین مضبوط کتابین شامل ہین جو قائم رہنے والی ہین اس واسطے یہ علوم ہمیشہ سچے ثابت ہوتے رہین گے اور ان سے دنیا مین ہمیشہ نور پھیلتا رہے گا۔ اور اس طرح تیرا ثواب جاری رہے گا کیونکہ یہ ابدی شریعت ہے۔

یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجنون نہ ہونے کی ایک دلیل بیان فرمائی ہے کیون کہ پاگل جو ہوتا ہے نہ اس کے کامون مین کوئی ترتیب اور نظام ہوتا ہے اور نہ اس کے کامون پر نتائج مترتب ہوا کرتے ہین برخلاف اس کے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام منتظم تھے اور ان سے بڑے بڑے اہم اور مفید نتائج پیدا ہوئے۔

اس مین اہل عرب کو اور آیندہ تاریخ زمانہ پر نگاہ کرنے والون کو سمجھایا ہے۔ کہ دیکھو ہمارا رسول بھی ایک کام کر رہا ہے اور اس کے بالمقابل تم بھی ایک کام کر رہے ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس کو فتح کرتا ہے اور غیر منقطع اجر کس کو ملتا ہے کون عاقل ثابت ہوتا ہے اور کون دیوانہ۔

آیت ۴۔ ایک اور دلیل آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاگل نہ ہونے کی اس جگہ بیان فرمائی ہے فرمایا۔ جو شخص خلق عظیم اپنے اندر رکھتا ہے اسکو پاگل کس طرح کہہ سکتے ہین پاگل کے اخلاق اچھے نہین ہوا کرتے۔ کیا وہ شخص جو عاقبت اندیشی۔ شجاعت۔ مروت۔ جود وسخا۔ استقامت۔ بلند ہمتی۔ عفت۔ حیا۔ زہد۔ اتقا۔ ریاضت فصاحت۔ بلاغت۔ عفو۔ کرم۔ رحم۔ حلم۔ توکل۔ امانت۔ دیانت۔ غرض تمام اخلاق فاضلہ کا سرچشمہ ہو کیا وہ مجنون ہو سکتا ہے ہرگز نہین۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ خلق صرف نرمی حلیمی اور انکسار کا نام نہین جیسا کہ عام طور پر سمجھا گیا ہے۔ بلکہ انسان کے اندر بمقابلہ ظاہری قوےٰ کے جو باطنی کمالات کی کیفیات ہین ان سب کا نام خُلق ہے اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مین وہ سب پائی جاتی تھین۔ اسی پر قرآن شریف مین دوسری جگہ فرمایا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

کہ اخلاق کیواسطے یہ رسول کامل نمونہ ہے اسکی سُنّت کو اختیار کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کے متعلق سوال ہوا تھا۔ تو انہون نے فرمایا۔ خلقہ القرآن۔ آپکا خلق قرآن تھا۔ قرآن مجید مین جو اعلےٰ تعلیم دی گئی ہے اس سارے کے عمل کا آپ نمونہ تھے۔ جو لوگ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح عمریان تلاش کرتے ہین انہین چاہیئے کہ جناب صدیقہ کے اس قول کی طرف توجہ کرین۔

دُنیا دارون کی ہمیشہ عادت چلی آئی ہے کہ خدا کے مقرب مجذوب لوگون کا نام دیوانہ رکھتے ہین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب سلطان روم کو اس کے اراکین کی خراب حالت کی طرف توجہ دلائی تو اسکو بھی کہا گیا کہ تو مجنون ہے جس پر انہون نے خدا تعالےٰ کے حضور مین عرض کی۔

آنکس کہ بتو رسد شہان راچہ کند — با فرِ تو فرِ خسروان راچہ کند
چون بندہ شناخت بدان عزّ وجلال — بعد از تو جلال دیگران راچہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی — دیوانۂ تو ہر دو جہان راچہ کند

اسی خلق عظیم کی طرف اشارہ ہے جہان گذشتہ انبیاء کا ذکر کرکے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا ہے۔ فبھدٰھم اقتدہ۔ انبیاء سابقین مین جو خاص باتین منفرد طور پر مخصوص تھین ان تمام اخلاق متفرقہ کو اپنی ذات مین جمع کر لے۔

(باقی آیندہ۔ انشاء اللہ تعالےٰ)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

(مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ ۔ ایڈیٹر بدر)

بقیہ سورۃ القلم رکوع اوّل

(پارہ ۲۹ رکوع ۳)

گذشتہ اشاعت سے آگے

حدیث شریف میں آیا ہے ۔ انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ۔ میری بعثت اس غرض کے واسطے ہے کہ تمام اخلاق حسنہ کو اپنے کمال تک پہنچا دوں اسی پر شاعر نے کہا ہے

حُسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری ۔ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

آیت ۵ و ۶ ۔ یہ پیشگوئی ہے کہ اے نبی وہ زمانہ قریب ہے ۔ جب کہ تو بھی دیکھ لیگا اور یہ تیرے مخالف بھی دیکھ لیں گے کہ کس کی بات سچی نکلتی ہے اور کون مجنون ثابت ہوتا ہے ۔ فتح مکہ نے بہت جلد کفار پر ثابت کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا ۔ وہی سچ اور حق تھا ۔

مجنون اسباب صحیحہ کے مہیا نہ کر سکنے کے سبب ناکام رہتا ہے انبیاء ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں ۔

آیت ۷ ۔ اللہ تعالیٰ ناکامیابی اور کامیابی اندھا دھند نہیں دیا کرتا بلکہ مؤمن کو کامیاب کرتا ہے اور منکر کو ناکامی حاصل ہوتی ہے ۔

آیت ۸ ۔ مکذبین کا کہنا نہ مانو ۔

فائدہ ۔ مباحثہ کے وقت مخالف کے مقدمات کو مان نہیں لینا چاہیئے ۔ بلکہ مخالف جو باتیں پیش کرتا ہے وہ خالب و عادی ہی ہوتے ہیں جگڑ دے کہ اُن سے دلائل پوچھنے چاہئیں ۔

آیت ۹ ۔ وہ چاہتے ہیں کہ تو اُن سے چکنی چپڑی باتیں کرے اور وہ بھی تیرے ساتھ ایسی ہی باتیں کریں اور اپنے مذہب پر پکے رہیں ۔

حق کے منکر ہمیشہ یہ چاہتے ہیں ۔ کہ مذہب کے معاملہ میں ان کے ساتھ گفتگو نہ کی جائے اور جو عیب ان میں ہے وہ کبھی ان کو نہ جتلایا جاوے اور باہمی میل جول ہوتا رہے ۔ یہ بات خداوند تعالیٰ کو پسند نہیں ۔

اِن آیات میں اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ عائد قریش جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپس میں صلح جوئی اختیار کریں اور اس کی راہ یہ ہے کہ اگر آپ کو مال و دولت کی خواہش ہے تو ہم بہت سا مال جمع کر دیتے ہیں اور اگر عیش و عشرت مقصود ہے تو عمدہ سے عمدہ کنواری لڑکیاں آپ کے لئے ہم پہنچا دیویں ۔ غرض ہر طرح سے لالچ دیا گیا مگر آپ نے فرمایا کہ میں ان اشیاء میں سے کسی کا بھی آرزو مند نہیں ہوں میں تو صرف تمہاری بہتری چاہتا ہوں تاکہ تم ہلاک ہونے سے بچ جاؤ ۔ مروی ہے کہ وہ لوگ جو یہ پیغام لائے تھے ان کے نام یہ ہیں ۔ ولید بن مغیرہ ۔ ابوجہل ۔ اسود بن عبد یغوث اور اخنس بن شریق ۔

فائدہ ۔ مدارات جائز ہے ۔ مداہنہ جائز نہیں ۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔ کہ مدارات اور مداہنہ میں باریک سا فرق ہے ۔ مدارات اسکو کہتے ہیں کہ اپنے دین کی سلامتی اور حفاظت کے واسطے چشم پوشی کی جائے یا اس چشم پوشی میں اپنے بھائی مسلمان کی اصلاح مدنظر رکھی جائے اور مداہنت وہ ہے کہ اپنے حظ نفس خواہش نفسانی اور سلامتی جاہ کے لئے چشم پوشی کیجاوے ۔

آیت ۱۰ ۔ حلّاف ۔ جھوٹی قسمیں کھانے والا ۔ بہت قسمیں کھانے والا ۔ جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات بات پر واللہ باللہ کہتے رہتے ہیں ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے نام سے فائدہ لیتے ہیں اور لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ۔

مھین ۔ قلیل الفہم ۔ پست ہمت ۔ سست رائے ۔ خفیف العقل ۔

آیت ۱۱ ۔ ھمّاز ۔ طعنہ دینے والا ۔ لوگوں کی برائیاں بیان کرنے والا ۔

مشاء بنمیم ۔ چغل خور ۔ سخن چینی کے واسطے لوگوں کے درمیان آمد و رفت کرنیوالا

حدیث شریف میں آیا ہے ۔ سب سے بہتر وہ بندگان خدا ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے اور سب سے بدتر وہ ہیں جو لگائی بجھائی کر کے دوستوں میں جدائی ڈلواتے اور پاک لوگوں کے عیب تلاش کرتے پھرتے ہیں ۔

آیت ۱۲ ۔ مناع للخیر ۔ نیکی سے منع کرنے والا ۔

خیر کے معنے مال کے بھی ہیں ۔ ولید بن مغیرہ اپنے بیٹوں اور اقارب کو کہا کرتا تھا کہ جو کوئی محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی متابعت کرے گا وہ میرے مال سے محروم رہیگا اس کی بہت سی مثالیں اس زمانہ میں بھی موجود ہیں بعض لوگوں نے اپنی اولاد کو مسلمان ہو جانے کے سبب محروم الارث کر دیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بہتر مال عطا کریگا ۔

اثیم ۔ بدکار ۔

آیت ۱۳ ۔ عُتُلّ ۔ جھگڑے میں سخت ۔ اُجڈ ۔

زنیم ۔ ولد الزنا ۔ نطفہ بے تحقیق ۔ جو کسی قوم کا نہ ہو اور اپنے آپ کو اس قوم کا بتلاوے

آیت ۱۶ ۔ جس امر میں وہ عزت چاہتا ہے اُسی میں اس کو بے عزت کیا جاوے گا خرطوم سے مراد ناک ہے مطلب یہ کہ اس کی ناک کٹ جاوے گی بے عزت ہو گا ذلیل ہو گا یہ ایک پیشگوئی تھی ۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا ۔

آیت ۱۷ ۔ بلونٰھم ۔ ہم نے ان کو امتحان میں ڈالا ۔

یہاں ایک قوم کا حال بطور مثال کے بیان کیا گیا ہے خدا تعالیٰ نے انہیں ایک باغ عطا کیا تھا مگر انہوں نے خداوند تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ کر کے مساکین کو حصہ نہ دینا چاہا ۔ بخل کیا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام باغ جل کر خاک سیاہ ہو گیا اور ان کے ہاتھ بھی کچھ نہ آیا ۔

اس مثال سے اہل مکہ کو عبرت حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تمہیں

ریاست و دولت دی گئی ہے اس سے بیک شانہ داتباہ یہ ایک ابتلاء ہے کہ مال و جاہ والا ہو کر تم پیغمبر وقت کی اطاعت کرتے ہو یا نہیں۔

شیخ یعقوب علی صاحب اپنے ترجمۃ القرآن میں لکھتے ہیں۔

"اس مثال سے متعلق جو کچھ میری سمجھ میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے انجیل کی بشارت باغ کا حوالہ دیا ہے جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے اور قرآن مجید نے اسے کھول کر سورۂ کہف کے پانچویں رکوع میں بیان کیا ہے اور اس پر تفصیلی بحث حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں کی ہے اس طرح یہ بیان آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلائل نبوت میں ساتویں دلیل ہے۔ اس رکوع کے آخر میں فرمایا۔ کذالک العذاب و العذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ان منکرین کے لئے جو عذاب کی پیشگوئی کی ہے یہ بھی اس طرح واقع ہوگا کہ وہ شادان و فرمان ہوں گے۔ اور اس کے وقوع کا انہیں خیال اور وہم بھی نہ ہوگا۔ اور پھر یہ عذاب ان کی آخرت کے عذاب کے لئے بطور دلیل ہوگا۔ کاش وہ جانتے۔ مثال اہل باغ میں بتایا ہے۔ کہ انہوں نے خداوند تعالیٰ کی نعمت کی قدر نہ کی اور بخل سے کام لیا اسی طرح یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عظیم الشان نعمت ہیں انکی قدر کرنی چاہیئے تھی۔ مگر نہیں کی ہیں لئے اب یہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں"

آیت ۱۸۔ استثنا سے مراد شکر نعمت اللہ کا بجا لانا ہے اور انشاء اللہ کہنا ہے اہل محاورہ بولتے ہیں۔

حلف فلان یمینا لیس فیہا استثناء۔

انسان کو چاہیئے کہ اپنے ہر ارادے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اس کے علم اور قدرت سے سہارا لے اور انشاء اللہ کہے۔ مگر اس مقدس کلمہ کو وعدہ پورا نہ کرنے کا بہانہ نہ بنائے جیسا کہ فی زمانہ بعض لوگوں کی عادت ہو گئی ہے۔

نویں بشارت باغ۔

واضرب لہم مثلا رجلین جعلنا لاحدہما جنتین من اعناب وحففنہما بنخل وجعلنا بینہما زرعا کلتا الجنتین اتت اکلہا ولم تظلم منہ شیئا وفجرنا خلالہما نہرا وکان لہ ثمر فقال لصاحبہ وہو یحاورہ انا اکثر منک مالا واعز نفرا ودخل جنتہ وہو ظالم لنفسہ قال ما اظن ان تبید ہذہ ابدا
سیپارہ ۱۵۔ سورہ کہف رکوع ۵

اور بیان کر واسطے ان کے مثال دو مردوں کی کہ کئے ہم نے واسطے ایک کے ان میں سے دو باغ انگوروں سے اور گھیرا ہم نے ان دونوں کو ساتھ کھجوروں کے اور کی ہم نے درمیان ان دونوں کے کھیتی۔ دونوں باغوں نے دیا میوہ اپنا اور نہ کم کیا اس میں سے کچھ اور بہا دی ہم نے درمیان ان دونوں کے نہر اور تھا واسطے اسکے میوہ پس کہا واسطے اس نے ہمنشین اپنے کے اور وہ سوال جواب کرتا تھا اس سے میں زیادہ تر ہوں تجھ سے مال میں اور زیادہ عزت والا ہوں آدمیوں کی اور داخل ہوا باغ اپنے میں اور وہ ظلم کرنے والا تھا جان اپنی پر کہا کہ میں نہیں گمان کرتا کہ ہلاک ہووے یہ باغ کبھی۔ ۱۲

آیت ۱۹۔ طائف۔ پھر جانے والا عذاب۔ رات کے وقت اس قوم پر عذاب آیا تھا۔

آیت ۲۵۔ قادرین۔ لپک کر چلنے والے۔ مساکین کے نہ دینے کا اندازہ کرنیوالے۔

آیت ۲۸۔ اوسطہم۔ جو ان میں سے اچھا تھا۔

آیت ۳۲ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سرشت اچھی تھی کیونکہ پھر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا عزم ان میں پیدا ہوا۔ جو شخص نقصان پہ صبر کرتا ہے اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ پہلے سے بہتر و برتر عنایت کرتا ہے مولانا روم فرماتے ہیں۔ مثنوی۔

اولم خم شکست و سرکہ بریخت ✻ من نگفتم کہ این زیان کرد
صد خم صافی از پئے آں داد ✻ عوضم داد و شاد مانم کرد

سُورۃ القلم رکوع دوم

(پارہ ۲۹ رکوع ۴)

آیت ۱۔ متقین۔ اوپر کی آیات میں منکرین کا بیان ہے اب متقین کا ذکر ہے کہ جن لوگوں نے تقوے اختیار کیا ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اختیار کی وہ

رکوع ۱

اقترب للناس حسابہم وہم فی غفلۃ معرضون۔ سیپارہ ۱۷ سورہ انبیا

نزدیک آیا ہے واسطے لوگوں کے حساب ان کا اور وہ بیچ غفلت کے منہ پھیرنے والے ہیں ۱۲

یہ پیشین گوئی اور بشارت بہ نسبت محمد صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے۔

انجیل میں یہ بشارت نہایت تفصیل سے موجود ہے وہ بڑا باغ اور بنی اسرائیل کا تاکستان یروشلم ہے۔ بنی اسرائیل اپنے ناپاک گھمنڈ میں آپنے بھائی اسمٰعیل کو ہمیشہ حقیر و ذلیل جانتے رہے اور اپنی باغبانی کے دبقول ما اظن ان تبید ہذہ ابدا) لازوال ہونیکا یقین کرتے رہے۔ حضرت مسیح نے انکو آگاہ کیا اور بتایا تمہاری باغبانی جاتی رہے گی اب نیا افسر اور نئے باغبان آنے والے ہیں اگر تم نے ان نئے باغبانوں پر حملہ کیا تو چور ہو جاؤ گے اور اگر وہ تم پر گرے پس جاؤ گے۔ اس بشارت میں حضرت مسیح کی تفصیل سنو۔ متی ۲۱ باب ۳۳۔ مرقس ۱۲ باب ۱۔ لوقا ۲۰ باب ۹

پھر لوگوں سے یہ تمثیل کہنے لگا کسی نے ایک انگور کا باغ لگا کے اُسے باغبانوں کے سپرد کیا اور مدت تک پردیس جا رہا۔

تفسیر۔ باغ لگانے والا وہی خداوند بنی اسرائیل ہے یسعیا ۵ باب ۲-۳ انگور بنی اسرائیل کی قوم ہے۔ ۸۰ زبور ۵۔ تاکستان یروشلم ہے غزل الغزلات ۸ باب ۱۲۔ یسعیا ۵ باب ۳-۵-۷۔ قرآن مجید بھی کہتا ہے۔ جعلنا لاحدہما جنتین من اعناب۔ یاد رکھو مالک کے آنے تک دور ہے۔

اور موسم پر ایک نوکر کو باغبان کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس انگور کے باغ

کامیاب اور بامراد ہون گے ان کے لئے جنت النعیم ہے۔ یہان بھی اور وہان بھی یہ ایک پیشین گوئی ہے۔ جو کہ اس جہان مین بھی پوری ہوگی اور اگلے جہان مین بھی۔

آیت ۲۔ مجرم۔ قطع تعلق کرنے والا۔

مسلم۔ سچا فرمانبردار۔ خدا تعالےٰ سے تعلق رکھنے والا۔

فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے حکمون کو نہین مانتے اور رسول کا انکار کرتے ہین وہ ان لوگون کے ساتھ برابر نہین ہو سکتے جو قطع تعلق کرنے والے ہین۔

آیت ۵۔ تخیّرون۔ جو تم پسند کرو۔

کیا جو تم پسند کرتے ہو وہ شریعت بن سکتی ہے۔ خیالات کے ساتھ واقعات وابستہ نہین ہو سکتے یہ بہت مشکل بات ہے کہ انسان کی تمام خواہشات پوری ہوتی چلی جائین۔

آیت ۶۔ الی یوم القیامۃ۔ قیامت کے معاملہ مین۔

آیت ۷۔ زعیم۔ ذمہ دار۔

آیت ۹۔ یکشف عن ساق۔ یہ ایک محاورہ عربی زبان کا ہے اور اس کے معنے ہین جب حقیقت کھل جاوے گی یا جب بہت گھبراہٹ ہوگی۔

بعض تفاسیر کے بیان کردہ معانی کی بنا پر اس آیت پر آریون اور عیسائیون نے اعتراض کیا ہے جو کہ مع جواب درج ذیل ہے۔

مکذب براہین نے تکذیب کے صفحہ نمبر ۶۰ مین قرآن مجید کی آیت یوم یکشف عن ساق کو صانع عالم کی ہستی کی دلیل سمجھ کر یہ اعتراض کیا ہے۔ خدائے بےچون وچرا محمدیون کو کہتا ہے۔ مین قیامت کے روز تم کو دیدار دون گا اور تم نہین مانو گے اور پھر مین تمہارے اصرار کرنے پر پنڈلی سے جامہ اٹھا کر بتلاؤن گا تب تم سجدہ مین گر دو گے۔ جائے تعجب اور حیرت ہے خداوند تعالےٰ بسبب زور رنجی کے جامہ سے باہر ہوا جاتا ہے اور نہین شرماتا۔"

مصدق: تمام اعتراض از سرتاپا افترا و بہتان اور راستی سے بےنام و نشان ہے اوّل اس لئے کہ اگر معترض ہی کا وہ ترجمہ مان لیا جاوے۔ جو خود معترض نے اس آیت کے نیچے لکھا ہے "جس روز جامہ اٹھایا جاویگا پنڈلی سے اور بلائے جاوین گے لوگ واسطے سجدہ کرنے کے بس نہ کر سکین گے۔" تکذیب صفحہ نمبر ۶۰۔ جب بھی اس ترجمہ سے وہ باتین نہین نکلتین جو مکذب براہین نے اپنے اعتراض مین بیان کی ہین۔ مثلاً تم کو دیدار دونگا۔ ایک اور تم نہین مانو گے دو۔ یہ مین تمہارے اصرار پر تین۔ تب تم سجدہ مین گر دو گے چار۔ زور رنجی پانچ۔ نہین شرماتا چھ۔ تعجب و حیرت ہے۔ فلا یستطیعون کے معنے مکذب نے یہ لکھے ہین۔ بس نہ کر سکین گے اور اعتراض مین مکذب نے لکھا ہے "تب تم سجدہ کرو گے۔" آریہ صاحبان! انصاف کرو اور سچ کے اختیار کرنے مین دیر نہ کرو۔

والعاقبۃ عند ربک للمتقین (یاد رکھو انجام کار کامیابی خدا ترسون کے حصہ مین آتی ہے) اب مین آپ کو اس آیت کی بقدر ضرورت تشریح سناتا ہون اور آیت کا مابعد بھی ساتھ ہی بیان کرتا ہون۔

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ وَقَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وَھُمْ سَالِمُوْنَ۔

جس وقت سخت اضطراب کا وقت ہوگا اور سجدہ کی طرف بلائے جائین۔ مگر بس ان کو سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔ انکی آنکھین (مارے ضعف و دہشت) کے بے نور ہو گئی ہون گی۔ ذلت نے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۸ کالم دوم۔ کا پھل اس کو دین لیکن باغبانون نے اوس کو پیٹ کے خالی ہاتھ پھیرا۔

تفسیر۔ دیکھو یرمیاہ ۲۷ باب ۵ اور ۲۸

پھر اُس نے دوسرے نوکر کو بھیجا انھون نے اس کو پیٹ کے اور بےعزت کر کے خالی پھیرا

تفسیر۔ یہ شخص لعیا تھا۔ یرمیاہ ۲۶۔ باب ۲۳۔ یہ اس لئے کہ متی ۱۲ باب ۳۵ مین مار ڈالنا لکھا ہے۔

پھر اس نے تیسرے کو بھیجا انھون نے گھائل کر کے اس کو بھی نکال دیا۔

تفسیر۔ ۲۔ تاریخ۔ ۲۴۔ باب ۲۱

تب باغ کے مالک نے کہا کیا کرون مین اپنے پیارے بیٹے (یہ مسیح ہین) کو بھیجون گا شاید اسے دیکھ کر دب جاوین۔ جب باغبانون نے اسے دیکھا۔ آپس مین صلاح کی اور کہا۔ کہ یہ وارث ہے آؤ اس کو مار ڈالین۔ میراث ہماری ہو جاوے تب اس کو باغ کے باہر نکال کر مار ڈالا۔ اب باغ کا مالک ان کے ساتھ کیا کرے گا وہ آوے گا اور ان باغبانون کو قتل کریگا۔ اور باغ اورون کو سونپے گا۔

تفسیر۔ مرقس ۱۲ باب ۶۔ اب اس کا ایک ہی بیٹا تھا جو اس کا پیارا تھا۔ بیٹے کا لفظ یہان بمعنی صلح کار کے لیا ہے۔ بیٹے کا لفظ کتب مقدسہ مین وسیع معانی کے ساتھ مستعمل ہے بیٹے کے حقیقی معنی باپ کے نطفے اور اس کی جورو کے رحم سے پیدا ہونے والے کے ہین۔ عیسائیون کے نزدیک بھی یہ معنے صحیح نہین۔ رہے مجازی معنے بیٹے کے وہ

بقیہ حاشیہ کالم اوّل صفحہ ۲۷۹۔ وسیع مین ہم نے حسب حال صلح کار لئے متی ۵ باب ۹۔ مبارک وے جو صلح کار ہین کیونکہ خدا کے فرزند کہلائین گے اور مسیح صلح کا شاہزادہ ہے۔ یسعیاہ ۹ باب ۶۔ حسب بیان مرقس ایک ہی بیٹے رہ گئے۔ بنی اسرائیل مین کامل صلح مسیح مین تھی اور اسی سے بنی اسرائیل کے گھرانے کی نبوت و رسالت کا خاتمہ ہو گیا۔ خدا کے فرزند کا محاورہ دیکھنا ہو تو دیکھو۔ مبحث الوہیت مسیح۔ وہان ثابت کیا ہے۔ جب محاورہ کتب مقدسہ فرشتے خدا کے بیٹے ہین۔ ایوب ۱۔ باب ۶۔ اور انبیاء اس کے بیٹے۔ ایوب ۳۸ باب ۷ اور بدکار خدا کے بیٹے۔ یسعیاہ ۳۰ باب ۱۔ سب فرزند۔ یوحنا۔ ۱۱ باب۔ ۲۵۔

اب مار ڈالا کی تحقیق سن لو۔ یہان سخت ایذا کو مار ڈالنا کہا ہے کیونکہ مکاشفات ۵ باب ۶ مین ہے۔ گویا ذبح کیا۔ یہودی کہتے ہین۔ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا۔ قتل کے تو عیسائی بھی منکر ہین۔ پر قرآن کا مسیح کے قصے مین یہ کہنا مَا قَتَلُوْہُ بالکل سچ ہوا اور بعض یہود کہتے ہین۔ ہم نے صلیب دی اور یہ بھی غلط ہے اس زمانے کی سولی یہ نہ تھی جیسے اس وقت ہوتی ہے۔ بلکہ آدمی کو کسی لکڑی پر ٹانگ دیتے تھے اور مصلوب بھوکا پیاسا ایذا مین پا تا مدت کے مرجاتا۔ اگر جلدی اتارتے تو ہڈیان توڑ ڈالتے۔ حضرت مسیح جلد اتارے گئے۔ مسیح کی ہڈیان توڑی نہین گئین پس قرآن کا یہ کہنا وَمَا صَلَبُوْہُ بالکل سچ ہو گیا۔

انہیں ڈہنگ کہا ہوگا اور اس حالت سے پہلے، جب بھلے چنگے تھے سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے ؛

الساق عربی مین شدت اور تکلیف کو کہتے ہین اور کشف الساق شدۃ اور تکلیف کا ظہور ہے پس یوم یکشف عن ساق کے معنے ہوئے جب شدت اور تکلیف کا ظہور ہوگا۔ ان معنوں کا ثبوت علاوہ لغت عرب کے قرآن کریم سے دیا جاتا ہے۔

کلا اذا بلغت التراقی وقیل من راق وظن انہ الفراق والتفت الساق بالساق الی ربک یومئذ ن المساق۔

ایسا نہ ہوگا جس وقت سانس ہنسلی پر پہنچ جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کون افسوں کرنیوالا ہے (جو اسے اب بچالے) اور مریض یقین کرتا ہے کہ اب جدائی کا وقت ہے اور سخت گبراہٹ اسپر طاری ہوتی ہے اسوقت جانا تیرے رب کی طرف ہے۔

راجز عرب کے نامی شاعر کا قول ہے۔

عجبت من نفسی ومن اشفاقی ؛ ومن طرادی الطیر عن ارزاقہا

فی سنۃ قد کشفت عن ساقہا

تعجب ہے کہ قحط کے دنون مین جب شدت سے اضطراب واقع ہوا مین ہی کون مرنے کر خوف سے پرندون کو انکی روزی کہانے سے روکتا تہا۔

اور جب جنگ کی شدت ہوتی ہے تو کہتے ہین کشف الحرب عن ساق یعنے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۹ کالم دوم۔ عربی مین مصلوب اسی کو کہتے ہین جس کی پیٹھ کی ہڈی توڑی جاوے۔ دیکھو قاموس لغت صلب۔ اور مسیح ہڈی توڑنے سے محفوظ رہے دیکھو یوحنا ۱۹ باب ۳۳۔ بات یہ ہے حاکم مسیح کا حامی تھا دیکھو اس نے ہاتھ دہوئے اور کہا مین اس راستباز کے خون سے پاک ہون۔ متی ۲۷ باب ۲۴۔ حاکم کی عورت حامی اور مددگار تہی۔ خصم کو کہتی ہے مجھ اس راستباز سے کام نہ ہو۔ متی ۲۷ باب ۱۹ صوبیدار اور یسوع کے نگہبان بہی حامی اور وہمی تھے اور پہر عیسائی متی ۲۷ باب ۵۴ یوسف نام ارمتیہ کا دولتمند۔ سانہدرم مجلس شاہی کا ممبر بہی حامی۔ متی ۲۷ باب ۵۷ اور شاگرد منتظر بادشاہت تہا۔ مرقس ۱۵ باب ۴۳۔ لوقا ۲۳۔ باب ۵۰۔ یہود کے خوف سے خفیہ رہتا۔ یوحنا ۱۹ باب ۳۸۔ اس شخص نے تین کے چند گھنٹے کے بعد جب اندھیرا ہوا تو بادشاہ سے کہا یسوع مرگیا ہے لاش مجھے مرحمت ہو پلاطوس حاکم نے تعجب کیا کہ ایسا جلد کیونکر مرا۔ مرقس ۱۵ باب ۴۴۔ مسیح کے مرنے مین پلاطوس حاکم کو تعجب ہے کیسے مرا اور یوسف اور صوبے دار معتقد گواہ ہین اور یہود بیچارے سبت کے جھگڑے مین موجود ہی مین قبر مین رکھا اور مٹی کی مہر کی اور کوئی محافظ اس وقت نہ تہا۔ خیر خواہ اپنے خاکسار کو نکال لے گئے۔ بیشک مسیح مردہ یہودیون سے جی اٹھے ابدی زندگی مین جا ملے یا گئے آیت دار کو حفاظت شروع ہوی۔ پس صاف آشکار رہے وہ بے گناہ ذبح گئے اسی واسطے قرآن کا کہنا وما قتلوہ وما صلبوہ بالکل درست ہے۔ یا انجیلی محققون کے طور پر کہتے ہین اسکی ہڈیان نہین توڑی گئین۔ نہ مرگئے بے ایمان یہودی اسی بات پر یقین رکہے اور کہے گئے ہم نے مسیح کو مار ڈالا۔

وقولہم انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ

گہسان کا رن واقع ہوا۔ اب اس تحقیق پر آیۃ شریفہ کا یہ مطلب ہوا کہ جب عبادت کے گرز و کو منین موت کی شدت انتہا درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور بڑا بوڑہا یا ناتوان زار و نزار ہو جاتا ہے اور اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۰ کالم اول۔ ولکن شبہ لہم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ۔

اور کہنا یہودیون کا کہ ہم لوگون نے مسیح رسول اللہ مریم کے بیٹے کو قتل کیا اور ان لوگون نے نہ مارا اسکو اور نہ سولی پر چڑہایا اسکو لیکن قتل اور سولی ہے کا شبہ ہوا انکو۔ اور جن لوگون نے اختلاف کیا ہے وہ اسکے شک مین ہین اور ان لوگون کو اسکا کچہ بہی یقینی علم نہین ہے مگر گمان کی پیروی اور نہ مارا اور یہ یقین بلکہ اسنے اسکو اپنی طرف اٹھا لیا ۱۲

وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیہم شہیدا (پ نساء ع)

اور نہین کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاویگا ساتھ اس کے پہلے موت اسکی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر انکے گواہ ۱۲

بات دور چلی گئی ان باغبانون (بنی اسرائیل) کو خدا نے مصر سے لاکر یروشلم مین آباد کیا اور انہین انبیاء و رسل بہیجے یسعیاہ باب ۵ نے اپنے آخری راستباز مسیح کار کو اپنے زعم مین قتل کیا۔ مار ڈالا بنی اسرائیل کے سلسلے نبی خدا کے بلو ٹہے تھے اور مسیح آخری ہوئے۔ اب باغ اور ون کے سپرد ہوا باغ تو یروشلم تہا پہلے اسکے باغبان بنی اسرائیل مین سے رہے انکی بے ایمانی سے اب وہ باغ بنی اسمٰعیل کے سپرد ہوا باجوج دراز گوش کہتر ہین وہ آخری آچکے اب محمد کون ہے عقل والو۔ سوچو انجیل مین لکہا ہے مالک باغ باغ اورون کو سپرد کریگا آخر کہان آچکے معاملہ ختم نہین کبھی پہلے بنی اسمٰعیل اسکے مالک ہوئے اب تیرہ سو برس ۱۳۰۰ سے مالک مین یہود اور عیسائیون کے لئے عہدہ باغبانی نہین رہا باغ کا نام ہی بدل گیا یروشلم سے بیت المقدس بنا۔ متی اس نئی قوم کے حق مین کہتا ہے وہ موسم پر پہل دینگے متی ۲۱ باب ۴۱۔ اور عرب مین حج کے ایام کو موسم کہتے ہین دیکہو لوقا ۲۰ باب ۱۶ انہون (بنی اسرائیل) نے یہ سنکے کہا ایسا نہو تب یسوع نے انکی طرف دیکھ کے کہا پہر وہ کیا ہے جو لکہا ہے کہ وہ پتھر جسے راجگیرون نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا ہر ایک جو اس پتھر پر گرے چور ہوگا اور جسپر وہ گرے اسے پیس ڈالیگا اور متی ۲۱ باب ۴۳ اسلئے مین تمہین کہتا ہون خدا کی بادشاہت تم سے لیجاویگی اور ایک قوم کو جو اسکے پہل لاوے دیجاویگی یاد رہے بنی اسرائیل صرف روحانی بادشاہ نہ تہے بلکہ روحانی اور جسمانی۔ عیسائی منصف یہ پتھر وہی ہے جسکو دانیال نے دیکھا اور وہ پہر پہاڑ بنگیا دانیال ۲ باب ۳۴ جا اسپر گرا چور ہوا اور جس پر وہ گرا اسے پیس ڈالا۔ جہاد پر اعتراض نہ کرنا۔

قدیم زمانے مین تصویری زبان کا بڑا رواج تہا اسی خیال پر عیسائیون نے موسوی رسومات کو صرف نشان قرار دیا ہے مثلا کہتے ہین قربانی توریت مسیح کی قربانی کا نمونہ تہی گو جانور خاموش جان دیتا ہے اور مسیح نے ایلی ایلی پکارتے جان دی۔ ظاہری طہارتین اصلی طہارت کا نمونہ تہین پولا ہلانا مسیح کا جی اٹھنا تہا۔ یوشع نے بارہ پتھر اٹھوائے اور بقول عیسائیون کے وہ بارہ حواریون کا گویا نشان تہا۔ یوشع ۴ باب ۶ وغیرہ وغیرہ۔ اب سوچو۔ حجر اسود کعبے مین کونے کا پتھر تہا اور اسلام سے پہلے سالہا سال موجود لوگ اسے چومتے اور اس کے ساتھ ہاتھ ملاتے تہے گویا یہ پتھر کونے کا سرا کعبے مین تصویری زبان مین کتب مقدسہ کا یہ فقرہ تہا وہ پتھر جسے معمارون نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوا عرب امی محض تہے اور صاحب کتاب نہ تہے انکے لئے بجائے کتاب یہی پتھر گویا کلام الٰہی تہا۔ اس پتھر کو عرب یمین الرحمٰن کہتے تہے اب جو اصل آگیا اور اسکی منزل کتاب مین ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ کا فرمان اترا۔ عرب چونک اٹھے اور کہنے لگے ما الرحمٰن انسجد لما تامرنا وزادھم نفورا۔ (پ سورہ فرقان رکوع ۵) اسکے تشریف لاتے یروشلم کی باغبانی بنی اسرائیل سے چھین گئی جو اسپر گرا چور ہوا جسپر وہ گرا پس گیا یہ پتھر کونے کا سرا تو مسیح مین کیونکہ مسیح نے اسکے ظہور کیلئے اپنے بعد کا زمانہ بتایا دیکھو لوقا ۲۰ باب ۶ متی ۲۱ باب ۳ دانیال باب ۲ ۳۴

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن مجید سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفے اللہ عنہ ایڈیٹر بدر

بقیہ سورۃ القلم رکوع دوم

(پارہ ۲۹ رکوع ۴)

گزشتہ سے پیوستہ

اس وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانیوالے موذن نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ ۔ حَیَّ عَلَی الفَلَاح ۔ کا کلمہ بڑے اونچے منار سے بلند آواز کے ساتھ پکار سنایا اور وہ میٹھی آواز سلیم الفطرۃ ناتوان کے کان میں پہونچی اب اس کا دل مسجد جانے کے تڑپتا ہے مگر اس وقت وہ مرنے کی حالت میں مبتلا ۔ اچھی طرح ہل جل بھی نہیں سکتا اور دل میں کڑھتا ہے مگر اب اس کڑھنے سے قوی نہیں ہوجاتا اسی آیت شریف میں وَقَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ کے پیچھے وَھُمْ سَالِمُوْنَ ۔ کا کلمہ ان معنے کا قرینہ موجود ہے ۔ جس کے معنے ہیں اور تحقیق وہ لوگ بلائے جاتے تھے سجدہ کی طرف جبکہ پہلے چنگے تھے ان معنے کی تصدیق تفسیر کبیر کے جلد نمبر ۸ صفحہ ۲۷۴ سے بخوبی ہوسکتی ہے ۔

دوسری توجیہ اس آیت شریف کی الساق ذات الشیّ وحقیقۃ الامر کیا معنے ساق کا لفظ عربی زبان میں کسی چیز کی ذات اور اس کی اصل حقیقت کو کہتے ہیں ۔ یوم یکشف عن ساق کے معنے یہ ہوئے ۔ جس دن اشیاء کی اصل حقیقت ظاہر ہوگی اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تعلیمات کے منکر اپنی نافرمانیوں کا بدلہ دیکھیں گے اسوقت اتمامًا للحجۃ پھر سجدہ کی طرف بلائے جاوینگے مگر پہلی نافرمانی کا بدنتیجہ یہ ہوگا کہ اسوقت سجدہ نہ کرسکیں گے ۔

تیسری توجیہ اس آیت شریف کی یہ ہے کہ ہر ایک چیز کی پہچان مختلف اسباب سے ہوا کرتی ہے مثلاً کوئی شخص ایک آدمی کو اس کا موہنہ دیکھ کر پہچان سکتا ہے اور سابقہ جان پہچان والا ادنے نشان جیسے قدم اور ساق کو دیکھ کر پتہ لگا سکتا ہے ۔ اسی طرح ایک سمجھدار صحیح الفطرۃ ۔ صاحب دانش ادنے ادنے امور سے باری تعالیٰ کے وجود اور اس کی ہستی کا پتہ حاصل کرسکتا ہے ۔ شعر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ۔ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اور کم فہم مریض الفطرۃ کو عمدہ عمدہ دلائل سے ہی معرفت الٰہی حاصل نہیں ہوسکتی ۔ اسی طرح ہنگام محشر کے وقت جو سی موجودہ دنیا کا نتیجہ ہے جب الٰہی صفات کا ظہور ہوگا تو ناسمجھ اپنی کم معرفت اور نقص عرفان کے باعث خلاف سمجھداروں کے سجدہ سے محروم رہ جاوینگے اور اسلام اپنے عرفان اور ایمانی نور کے باعث ادنے ظہور صفات پر جسے کشف ساق کہتے ہیں جو کشف وجہ سے کم ہے سجدہ میں گرینگے اور منافقوں نافہموں کی پیٹھ اس وقت طبق واحد ہو جاوے گی ۔

چوتھی توجیہ جو بالکل مذہب کے مسلک پر ہے یہ ہے ۔ ساق اور اس کا کشف باری تعالیٰ کی صفت ہے اور صفات کا معاملہ ایسا ہے کہ ان کی حقیقت ہمیشہ لحاظ اپنے موصوف کے بدل جایا کرتی ہے ۔ مثلاً بیٹھنا ہماری صفت ہے جس سے ہر روز ہم متصف ہوتے ہیں مگر ایک بڑے ساہوکار یا کسی امیر کا عروج کے بعد بیٹھ جانا ہمارے ہر روزہ بیٹھ جانے سے نرالا ہوگا برسات کے دنوں میں مینہ کے زور سے دیوار کا بیٹھ جانا پہلے بیٹھنوں سے بالکل الگ ہوگا اور ایک بادشاہ کا تخت پر بیٹھ جانا کوئی اور ہی حقیقت رکھے گا ان مثالوں میں دیکھو بیٹھنا ایک صفت ہے مگر بلحاظ تبدل موصوفین کے ۔ اس صفت کا ایک قسم دوسری قسم سے بالکل علیحدہ ہے اب ان سب سے ایک لطیف بیٹھنا سنو جس کی حقیقت ان تمام بیٹھنوں سے بالکل الگ ہے ۔ وہ بیٹھنا کیا ہے کسی کی محبت کا کسی کے دل میں بیٹھ جانا اور کسی کی عداوت کا کسی کے دل میں بیٹھ جانا ۔ کسی کی کلام کا کسی کے دل میں گھر کر لینا یا بیٹھ جانا ۔ جب اہل اسلام نے باریتعالےٰ کو لیس کمثلہ شیءٌ ۔ اور نہیم ۔ بے مانند مانا ہے ۔ تو اس بات کا تسلیم کرنا ہر عاقل منصف کا فرض ہے کہ وہ اس کی تمام صفات ہی اس پاک موصوف کی طرح لیس کمثلہ اور نہیم ۔ بے مانند مانتے ہوں گے ۔ اس کی قدرت ۔ اس کی طاقت ۔ اس کا علم ۔ اس کی حیوٰۃ ۔ اس کا موجود ہونا اس کا ازلی ہونا اس کا ابدی ہونا ۔ اس کا ید ۔ اس کا وجہ ۔ اس کی ساق ۔ اس کا کشف ۔ اس کا عرش پر بیٹھنا سب بے مثل ہوگا چونکہ ہم اس کی پاک ذات سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے اسلئے ہماری کوئی صفت اس کی کسی صفت سے مشابہ نہ ہوگی ۔

آیت ۱۱ ۔ ذرنی ۔ یہ ایک محاورہ ہے ہمارے ملک میں بھی کہتے ہیں ۔ مجھے چھوڑ دو میں ذرا اس کی خبر لے لوں ۔

زبان انگریزی میں بھی اس قسم کا محاورہ لفظ Let me سے استعمال کیا جاتا ہے ۔

آیت ۱۴ ۔ یہ بھی اس نبی کی صداقت کا ثبوت ہے کہ وہ تمہاری خیر خواہی میں رات دن مصروف ہے اور اس کے عوض میں تم سے کچھ مزدوری نہیں چاہتا ۔

آیت ۱۵ ۔ غیب ۔ دیکھو غیب کی پیشگوئیاں خدا تعالےٰ سے خبر پاکر کون کر رہا ہے ۔ کیا ایسی زبردست پیشگوئیاں کوئی مفتری یا مجنون کرسکتا ہے ۔ جو برابر پوری بھی ہو رہی ہیں اور بڑی بڑی فتوحات پر مشتمل ہیں ۔ اگر یہ رسول خدا کی طرف سے نہیں ہے ۔ تو یہ غیب اُسے کہاں سے مل گیا ۔

آیت ۱۶ ۔ صاحب الحوت ۔ تیزی والا ۔ غضب والا ۔

حوت مچھلی کو بھی کہتے ہیں اسلئے ترجمہ ہوا مچھلی والا ۔ تیا اشارہ ہوا التقمۃ الحوت کی طرف ۔

فرمایا ۔ اے نبی تو منکرین کی تکلیف دہی پر صبر کر یہ تکالیف اور مصائب تیرے لئے غمزدہ ہونے کا موجب نہ ہوں ۔ وقت قریب ہے ۔ کہ تیری کامیابی ظاہر ہوگی اور تیری صداقت سب پر کھل جائے گی ۔

آیت ۱۸ ۔ یزلقونک ۔ تجھے گھورتے ہیں ۔

آیت ۱۹ ۔ ذکر ۔ شرافت ۔ بڑائی

اس کتاب پر عمل کرنے والے تاریخی لوگ ہو جائیں گے ۔

سُورۃ الحاقہ رکوع ۱

پارہ ۲۹ رکوع ۵

آیت ۱ - الحاقہ - سچ مچ ہو جانے والی - ایک عظیم الشان شدنی امر جو اٹل ہے اور یقیناً واقعہ ہونے والا ہے اس سے مراد آپکے سخت اعداء کی تباہی ہے - جس کی خبر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی اور وہ پیش گوئیاں ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صداقت اور منکرین کی ہلاکت کے متعلق کیں کہ وہ ضرور پوری ہونیوالی ہیں -

آیت ۴ - ان آیات میں پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کی مثال دی ہے اور بطور عبرت کے ان کا واقعہ پیش کیا ہے کہ وہ بھی مجھ سے پہلے انبیاء ورسول - نبی ورسول نبی تھے - اگر ان کے نہ ماننے والوں نے سکھ نہیں پایا تو تم کیوں کر سکھ پاؤ گے - عاد اور ثمود کی قوم کا حال دیکھو کہ کیا ہوا اور خداوند تعالےٰ سے ڈرو کہیں تمہارا بھی وہی حال نہ ہو

قارعہ - ٹھونک کر سمجھانے والی -

آیت ۵ - بالطاغیہ - بسبب حد سے بڑھی ہوئی نافرمانی کے وہ ہلاک ہوئے

آیت ۶ - عاتیہ - قابو سے نکلنے والی - حد سے بڑھی ہوئی -

آیت ۱۰ - موتفکت - جن پر پہاڑ گرا تھا - سودوم و گمارا کے لوگ -

بالخاطئہ - ان کی خطا کاریوں کے سبب -

آیت ۱۱ - عصوا - انہوں نے رسول کی نافرمانی کی اور یہ تمام عذاب اسی سبب سے ان پر پڑا -

رابیہ - بڑھ چڑھ کر -

آیت ۱۲ - جاریہ - چلتی ہوئی کشتی -

آیت ۱۳ - لنجعلہا - تمہیں اس واسطے سُناتے ہیں کہ تمہیں نصیحت حاصل ہو -

آیت ۱۴ - اذا نفخ - ایک وقت آتا ہے - جب کہ بگل بجایا جائے گا - عذاب و ہلاکت کا وقت - یا

(۲) آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین پر جو عذاب آنیوالا ہے اُس کا وقت آجائیگا

آیت ۱۵ - جبال - (۱) پہاڑ اُڑ جائیں گے - یا

(۲) مشرکین کے عمائد جو اپنے آپکو پہاڑوں کی مانند مضبوط سمجھتے ہیں ہلاک ہو جائینگے -

آیت ۱۶ - وقعت - خطرناک عذاب آئے گا -

آیت ۱۷ - انشقت السماء - آسمان پھٹ پڑے گا - سخت بارش ہوگی یا کوئی عذاب آئے گا -

آیت ۱۸ - ملک - فرشتے - ملائکہ کا ایک خاص اژدہام اور ہجوم ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید اور نصرت میں ملائکہ کا نزول ہوتا تھا -

ثمٰنیۃ - اُس دن اللہ تعالےٰ کے عرش کے حامل آٹھ فرشتے ہونگے - کیا معنی - اللہ تعالےٰ کی چار صفات (رب العالمین - رحمان - رحیم - مالک یوم الدین) کی خاص تجلی ہوگی -

اس آیت کی تفسیر حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عربی کتاب کرامات الصادقین میں لکھی ہے جو اصل عبارت یہاں لکھی جاتی ہے اور نیچے انکا ترجمہ لکھا جاتا ہے -

ثم اعلم ان للہ تعالیٰ صفات ذاتیۃ ناشیۃ من اقتضاء ذاتہ وعلیہا مدار العالمین کلہا وھی اربع ربوبیۃ ورحمانیۃ ورحیمیۃ ومالکیۃ کما اشار اللہ تعالیٰ الیہا فی ھذہ السورۃ وقال ربّ العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین - فھذہ الصفات الذاتیۃ سابقۃ علےٰ کل شئ ومحیطۃ بکل شئ ومنہا وجود الاشیاء واستعدادھا وقابلیتہا ووصولہا الیٰ کمالاتہا واما صفت الغضب فلیست ذاتیۃ للہ تعالےٰ بل ھی ناشیۃ من عدم قابلیۃ بعض الاعیان للکمال المطلق وکذلک صفت الاضلال لا یبدو الا بعد زیغ الضالین واما حصر الصفات المذکورۃ فی الاربع فنظرا علی العالم الذي یوجد فیہ آثارھا الا تریٰ ان العالم کلہ یشہد علی وجود ھذہ الصفات بلسان الحال وقد تجلت ھذہ الصفات بحیث لا یشک فیہا بصیرٌ الا من کان من قوم عمین - وھذہ الصفات اربع الی انقراض النشاءۃ الدنیویۃ ثم تتجلی من تحتہا اربع اُخری التی من شانہا انہا لا تظہر الا فی العالم الاخر واول مطالعہا عرش رب الکریم الذی لم یتدنس بوجود غیر اللہ تعالیٰ وصار مظہرا تاما لانوار رب العالمین وقوائمہ اربع ربوبیۃ ورحمانیۃ ورحیمیۃ ومالکیۃ یوم الدین ولا جامع لھذہ الاربع علی وجہ الظلیۃ الا عرش اللہ تعالیٰ وقلب الانسان الکامل وھذہ الصفات امہات لصفات اللہ کلہا ووقعت کقوائم العرش الذی استویٰ اللہ علیہ وفی لفظ الاستواء اشارۃ الی ھذا الانعکاس علےٰ الوجہ الاتم الاکمل من اللہ الذی ھو احسن الخالقین - وتنتہی کل قائمۃ من العرش الی ملکٍ ھو حاملہا ومدبر امرھا ومورد تجلیاتہا وقاسمہا علیٰ اھل السماء والارضین فہذا معنی قول اللہ تعالیٰ ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیۃ" فان الملائکۃ یحملون صفاتا فیہا حقیقۃ عرشیۃ والسر فی ذلک ان العرش لیس شیئًا من اشیاء الدنیا بل ھو برزخ بین الدنیا والآخرۃ ومبدءٌ قدیم للتجلیات الربانیۃ والرحمانیۃ والرحیمیۃ والمالکیۃ لاظہار التفضلات وتکمیل الجزاء والدین - وھو داخل فی صفات اللہ تعالیٰ فانہ کان ذا العرش من قدیم ولم یکن معہ شئ فکن من المتدبرین - وحقیقۃ العرش واستواء اللہ علیہ سرٌ عظیم من اسرار اللہ تعالیٰ وحکمۃ بالغۃ ومعنی روحانی وسمی عرشا لتفہیم عقول ھذا العالم ولتقریب الامر الی استعداداتہم وھو واسطۃ فی وصول الفیض الالٰہی والتجلی الرحمانی من حضرۃ الحق الملائکۃ ومن الملائکۃ الی الرُّسل ولا یقدح فی وحدتہ تعالیٰ تکثر وسائل الفیض بل التکثر ھہنا یوجب البرکات لبنی آدم ویعینہم علی القوۃ الروحانیۃ وینصرھم فی المجاھدات والریاضات الموجبۃ لظہور المناسبات التی بینہم وبین ما یصلون الیہ من النفوس کنفس العرش والعقول المجردۃ الی ان یصلون الی المبدء الاول وعلۃ العلل ثم اذا اعان السالک الجذبات الالٰہیۃ والنسیم

الرحمانیۃ فیقطع کثیرا من حجبہ ویجیہ من بعد المقصد وکثرۃ عقباتہ وآفاتہ وینورہ بالنور الالٰہی ویدخلہ فی الواصلین۔ فیکمل لہ الوصول والشہود مع رؤیۃ عجائبات المنازل والمقامات ولا شعور لاہل العقل بہذہ المعارف والنکات ولا مدخل للعقل فیہ والاطلاع بامثال ہذہ المعانی انما ہو من مشکوۃ النبوۃ والولایۃ وما شمت العقل رائحتہ وما کان لعاقل ان یضع القدم فی ہذا الموضع الا بجذبۃ من جذبات رب العالمین۔

واذا انفکت الارواح الطیبۃ الکاملۃ من الابدان ویتطہرون علی وجہ الکمال من الاوساخ والادران یعرضون علی اللہ تحت العرش بواسطۃ الملائکۃ فیاخذون بطور جدید حظا من ربوبیتہ یغایر ربوبیۃ سابقۃ وحظا من رحمانیۃ مغایرۃ رحمانیۃ اولی وحظا من رحیمیۃ ومالکیۃ مغایرۃ ما کان فی الدنیا فہنالک تکون ثمانی صفات تحملہا ثمانیۃ من ملائکۃ اللہ باذن احسن الخالقین۔ فان لکل صفۃ ملک موکل قد خلق لتوزیع تلک الصفات علی وجہ التدبیر ووضعہا فی محلہا والیہ اشارۃ فی قولہ تعالیٰ والمدبرات امرا۔ فتدبر ولا تکن من الغافلین۔

وزیادۃ الملائکۃ الحاملین فی الآخرۃ لزیادت تجلیات ربانیۃ ورحمانیۃ ورحیمیۃ ومالکیۃ عند زیادۃ القوابل فان النفوس المطمئنۃ بعد انقطاعہا ورجوعہا الی العالم الثانی والرب الکریم تترقی فی استعدادہا فتموج الربوبیۃ والرحمانیۃ والرحیمیۃ والمالکیۃ بحسب قابلیتہا نہم واستعدادہم کما تشہد علیہ کشوف العارفین وان کنت من الذین اعطی لہم حظ من القرآن فتجد فیہ کثیرا من مثل ہذا البیان۔ فانظر بالنظر الدقیق۔ لقد شہادۃ ہذا الحقیر من کتاب اللہ رب العالمین۔

ترجمہ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بعض ذاتی صفات ہیں جو اقتضائے ذات سے پیدا ہوتے ہیں اور انہی صفات کاملہ پر جملہ عالمین کا مدار ہے اور وہ چار ہیں۔ ربوبیّت۔ رحمانیّت رحیمیّت۔ مالکیّت۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کی طرف اس سورہ شریفہ میں اشارہ فرمایا ہے۔ ربّ العالمین۔ الرّحمٰن۔ الرّحیم۔ مالکِ یوم الدین۔ یہ صفات ذاتیہ ہر چیز پر سابق ہیں اور ہر چیز کو محیط ہو رہے ہیں اور انہی سے اشیاء وجود اور اشیاء کی استعدادیں اور قابلیتیں تیار ہوتی ہیں اور ان کا وصول اپنے کمالات کو ہوتا ہے۔

اور صفت غضب اللہ تعالیٰ کی ذات میں نہیں ہے بلکہ یہ صفت بعض اعیان کی عدم قابلیت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

اور ایسا ہی صفت اضلال بھی ظاہر نہیں ہوتی۔ مگر گمراہ ہونے والوں کے کج رو ہونے کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔

اور صفات مذکورہ کا چار میں حصر ہونا بنظر عالم ہے جیسے ان صفات کے آثار پائے جاتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سارا عالم ان صفات کے وجود پر زبان حال سے گواہ ہے اور یہ صفات اس طرح متجلی ہو رہے ہیں کہ کوئی بینا ان میں شک نہیں کرتا اور یہ چار صفات انقراض ایام دنیا تک رہیں گے۔ پھر ان کے نیچے سے چار اور صفات جلوہ گر ہوں گے جن کی شان میں سے ہے کہ وہ صفات ظاہر نہیں ہوتی مگر دوسرے عالم میں جو عرش الٰہی کا پہلا مطلع ہے اور وجود غیر اللہ سے آلودہ نہیں ہوا۔ اور الوار رب العالمین کا مظہر تام ہے۔

اور عرش الٰہی کے چار پائے اس کی ربوبیّت و رحمانیّت و رحیمیّت اور مالکیّت یوم الدین ہیں اور ان چاروں کا جامع بروجہ ظلیت عرش الٰہی اور انسان کامل کا دل ہے یہ چار صفات ساری صفات الٰہی کے امہات و اصول ہیں۔

اور عرش الٰہی کے پایوں کی طرح واقع ہوئے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کا استوے ہے اور لفظ استویٰ میں اس اتم و اکمل عکس الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور پایہ عرش ایک فرشتے کی طرف منتہی ہوتا ہے جو اس کا حامل اس کا مدبر اور اس کا مورد تجلیات ہے اور اس صفت کو وہ اہل آسمان و اہل زمین پر تقسیم کرتا ہے۔

پس یہ معنے ہیں کلام الٰہی کے۔ جو اس نے فرمایا ہے۔ ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیۃ۔ کیونکہ ملائکہ ان صفات کے حامل ہیں۔ جن میں حقیقت عرش الٰہی ہے۔ اور سر اس بات کا یہ ہے۔ کہ وہ عرش کوئی چیز دنیا کی چیزوں میں سے نہیں ہے بلکہ وہ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک برزخ ہے اور وہ مبدء قدیم ہے واسطے تجلیات ربانیہ و رحمانیہ و رحیمیہ و مالکیہ کے واسطے ظاہر کرنے تفضلات اور کامل کرنے جزا دین کے۔

اور یہ بات صفات الٰہی میں داخل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قدیم سے صاحب عرش ہے اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ خوب سوچ کرو اور حقیقت عرش اور استوی اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک عظیم الشان سر ہے اور بلیغ حکمت اور روحانی معنے ہیں۔

اور عرش اس لئے نام رکھا گیا کہ اس عالم کے عقول کو سمجھایا جاوے اور ان کے فہمی استعدادوں کے نزدیک اس امر کو قریب کیا جائے اور یہ واسطہ و ذریعہ ہے۔ وصول فیض الٰہی اور تجلی رحمانی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ کی طرف اور ملائکہ کی طرف سے رسولوں کی طرف اور وحدت الٰہی میں کثرت قابلات فیض قادح نہیں۔ بلکہ کثرت قوابل موجب برکات بنی آدم ہیں اور یہ امر ان کو قوت روحانی میں مدد دیتا ہے اور انکو مجاہدات و ریاضتوں میں نصرت کرتا ہے۔ جو مناسبات کے ظہور کے باعث ہوتے ہیں۔ جو ان کے درمیان اور ان نفوس کے درمیان ہوتے ہیں۔ جو ان تک پہونچتے ہیں۔ اور نفس عرش اور عقول مجردہ کی طرح ہوتے ہیں حتے کہ وہ مبدء اوّل و علت العلل تک پہونچ جاتے ہیں۔ جب سالک جذبات الٰہیہ اور نسیم رحمانیہ کو دیکھتا ہے۔ تو بہت سے حجاب قطع کر جاتا ہے۔ اور بعد مقصود و کثرت عقبات و آفات سے نجات پاتا اور نور الٰہی سے منور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو واصلین میں داخل کر دیتا ہے۔

اور اس کا وصول و شہود مع رویت عجائبات منازل و مقامات کے کامل ہو جاتا ہے اور اہل عقل کے لئے ان معارف و نکات کا شعور نہیں ہوتا اور نہ عقل کا ان میں دخل ہو سکتا ہے اور اس قسم کے معانی پر اطلاع پانا مشکوٰۃ نبوّت و ولایت سے میسّر ہو سکتا ہے [illegible] ان حقائق سے بو نہیں پہونچی اور نہ کسی عاقل کی طاقت ہے۔ کہ وہ بجز جذبات الٰہی اس مقام میں قدم رکھے۔

جب ارواح پاکیزہ کاملہ بدنوں سے جدا ہوتے اور بروجہ کمال روحانی میلوں کچیلوں سے پاک کئے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرش کے نیچے بذریعہ ملائکہ کرام پیش کئے جاتے ہیں پس وہ جدید طور پر ربوبیت الٰہی سے حظ و حصہ لیتے ہیں۔ جو ربوبیت سابقہ کے علیحدہ و مغائر ہوتی ہے اور اس کی رحمانیت سے بہرہ اندوز ہوتے اور حصہ لیتے ہیں

جو پہلے رحمانیت سے متاثر ہوتا ہے اور اسکی رحیمیت سے بھی حصہ پاتے ہیں۔ جو اُسکے پہلے رحیمیت سے الگ ہوتی ہے اور اس کی مالکیت سے بھی بجزہ پاتے ہیں۔ جو دنیا کے حصہ سے متاثر ہوتی ہے پس اس وقت آٹھ صفات ہو جاتے ہیں۔ جن کے آٹھ ملائکۃ اللہ باذن احسن الخالقین حامل ہیں کیونکہ ہر صفت کے لئے ایک فرشتہ موکل ہے جو اس صفت کے پراگندہ کرنے کے لئے بروجہ تدبیر اور اس کو برمحل خود رکھنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اسی کی طرف اللہ تعالےٰ نے اپنی کلام میں اشارہ فرمایا ہے۔ فالمدبرات امرا۔ پس تم غور کرو اور غافل نہ ہو۔

آخرت میں ملائکہ حاملین کا زیادہ ہونا تجلیات ربانیہ و رحمانیہ و رحیمیہ و مالکیہ کے زیادہ تجلیات کے لئے ہے کیونکہ اس جگہ محل قابلات تجلیات بہت ہو گئے۔ وجہ یہ ہے کہ نفوس مطمئنہ جب اس عالم سے منقطع ہو کر عالم ثانی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اپنی اپنی استعدادوں کے موافق ترقی کرتی ہیں تو ربوبیت و رحمانیت و رحیمیت اور مالکیت ان کی قابلیتوں و استعدادوں کے حساب پر جوش زن ہوں گے۔ چنانچہ عارفوں کے کشوف اس امر پر گواہ ہیں۔

اگر تم ان لوگوں میں سے ہو جن کو قرآن کریم سے حصہ ملا ہے تو ایسا بیان قرآن میں بہت پاؤ گے۔ نظر دقیق سے دیکھو تاکہ اس شہادت کی تحقیق کو قرآن کریم سے پالو۔

اللہ تعالےٰ کے عرش پر بیٹھنے اور آٹھ فرشتوں کے اٹھانے کے متعلق آریوں نے بعض اعتراض کئے ہیں۔ جن کے جواب حضرت خلیفۃ المسیح نے جو دئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

سوال۔ (۱) خدا زمین و آسمان پر کرسی نشین ہے گو یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے (۲) عرش پر ہے (۳) اُسکو آٹھ فرشتوں نے اُٹھایا ہوا ہے۔

الجواب

پہلا سوال محض غلط فہمی اور علوم الٰہیہ حقہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ تمام آسمانی مذاہب اس پر متفق ہیں۔ ہاں تارک اسلام کو علوم اسلامی سے نابینائی کی وجہ سے کرسی سے ٹھوکر لگی اور مُنہ کے بل جہالت کے گڑھے میں گرا ہے۔ سنو ہماری مکرم کتاب صحیح بخاری میں جسے ہم کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب مانتے ہیں لکھا ہے:

کرسیه علمه۔ یعنی کرسی کے معنی علم کے ہیں۔ معنے وسع کرسیه السموات والارض (پ۳ بقرہ) کے یہ ہوئے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا علم تمام بلندیوں اور زمین کو وسیع و محیط ہو رہا ہے اب بتاؤ اس مسئلہ میں جو مذاہب اللہ تعالیٰ کے ماننے والے ہیں اور صفات الٰہیہ کے منکر نہیں ان میں کس کو کلام اور بحث ہے۔

سوال دوم۔ پر الزامی جواب کو اور سوال سوم کے الزامی کے بعد حقیقی جواب کو ملاحظہ کرو۔ تمہارے یجروید اکتیسویں ادھیائے میں لکھا ہے دیکھو نمبر ۱ میلے منسوب پرانیوں کی ہزاروں آنکھیں ہزاروں پاؤں جس سروتر یا پک جاگ ویشور میں وہ پرش ہے وہ تمام بھوگول میں سب طرف[1] بیاپت یہ پانچ استہول (عناصر خمسہ ۱۲) پانچ سوکشم (حواس ۱۲) وِیس بھوت جس کے انگ ہیں اور وہ سب جگت کو اولنگھ کر ٹھیرا ہے۔

اور منتر نمبر ۳۔ اس ایشور کی سب زمین وغیرہ چراچر جگت (کل مخلوق ۱۲) ایک جزو ہیں۔ اس جگت بنانے والے کے تین حصہ ناش رہت مہاپنے منور سروپ میں ہے۔

نمبر ۴۔ اور کہا تین حصوں والا پرمیشور سب سے اوتم سنسار سے الگ مکت سروپ نکلتا ہے اس پرش کا ایک حصہ ایک جگت میں پھر پھر پیدائش اور پرلے کا چکر کھاتا ہے۔

نمبر ۵ میں ہے یہ اس براٹ سنسار کے اوپر سروار پورن برہم رہتا ہے۔ اس کے بعد بھی وہ پہلے سے ظاہر برش جگت سے علیحدہ رہتا ہے" غرض سترہ منتر تک یہی مضمون کیا گیا ہے۔ پہلے منتر میں یہ لفظ کہ وہ سب جگت کو اولنگھ کر ٹھہرا ہے۔ منصف انسان کے لئے قابل غور ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ خدا پرمیشر سب جگت کو پھاند کر ٹھہرا ہے اور تیسرے منتر کا مطلب ہے کہ خدا پرمیشور کے چار حصہ ہیں ایک حصہ مخلوق میں اور تین حصہ بالاتر ہیں۔

اور نمبر ۴ کا مطلب ہے کہ پرمیشور سنسار سے الگ ہے اور اسکے تین حصہ خلق سے بالا ہیں اور نمبر ۵ میں ہے اوپر پورن برہم رہتا ہے۔

اور (دیوتہ۔ امرت ناشونا ش تہت تمشے دہام لوگ ندہیر تم) کا مطلب اور عرش پر ہے کا مطلب اگر ایک نہ ہو تو تم ذمہ دار ہیں۔

سوال سوم۔ اگر قرآن کریم نے آٹھ کا ذکر کیا ہے تو وہاں فرشتوں کا تذکرہ نہیں۔ مگر آپ کے ہاں صاف مسلم ہے کہ آٹھ دیوتا اس کے تخت سلطنت کو تھامے ہیں دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۴ میں ہے۔ کہ یاگولکیہ جی نے شاکلیہ کو فرمایا ہے۔ آٹھ وسو یہ ہیں پھر انکی تفصیل کرتے کہا ہے کہ ان سب کو وسو اسلئے کہتے ہیں کہ انہیں یہ گنج کائنات محفوظ اور قائم ہے۔ یاگولکیہ کے متعدد انسانی بات کو ماننا اور خدائے پاک کی بات کو نہ ماننا کیسی بے انصافی ہے۔ اور حقیقی بات بتاتے ہیں۔

سنو! مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے عرش کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے۔ جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے۔ تمام قرآن شریف کو اول سے آخر تک پڑھ جاؤ ہمیں ہرگز نہیں پاؤ گے کہ عرش کوئی چیز محدود اور مخلوق ہے خدا نے بار بار قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ ہر ایک چیز جو کوئی وجود رکھتی ہے اس کا میں ہی پیدا کرنے والا ہوں۔ میں ہی زمین آسمان اور روحوں اور انکی تمام قوتوں کا خالق ہوں میں اپنی ذات میں آپ قائم ہوں اور ہر ایک چیز میرے ساتھ قائم ہے۔ ہر ایک ذرہ اور ہر ایک چیز جو موجود ہے وہ میری ہی پیدائش ہے۔ مگر کہیں نہیں فرمایا کہ عرش بھی کوئی جسمانی چیز ہے جس کا میں پیدا کرنے والا ہوں۔ اگر کوئی آریہ قرآن شریف میں سے نکال دے کہ عرش بھی کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے تو میں اسکو قبل اس کے جو قادیان سے باہر جاوے ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ میں اُس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے کہ میں قرآن شریف کی وہ آیت دکھاتے ہی ہزار روپیہ حوالہ کر دوں گا۔ ورنہ میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ایسا شخص خود لعنت کا محل ہو گا۔ جو خدا پر جھوٹ بولتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ اس اعتراض کی بنیاد تو محض اس بات پر ہے کہ عرش کوئی علیحدہ چیز ہے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے۔ اور جب یہ امر ثابت نہ ہو سکا تو کچھ اعتراض نہ رہا۔ خدا صاف فرماتا ہے کہ وہ زمین پر بھی ہے اور آسمان پر بھی ہے اور کسی چیز پر نہیں بلکہ اپنے وجود سے آپ قائم ہے اور ہر ایک چیز کو اُٹھائے ہوئے ہے اور ہر ایک چیز پر محیط ہے جہاں تین ہیں تو چوتھا اُن کا خدا ہے۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ العزیز)

---

[1] تمام مخلوق کو کود کر۔ استوی علی العرش اور اس کا مقابلہ ہو ۱۲

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ ایڈیٹر بدر

بقیہ سورۃ الحاقۃ رکوع پہلا

پارہ ۲۹ رکوع ۵

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

جہاں پانچ ہوں تو چھٹا ان کے ساتھ خدا ہے اور کوئی جگہ نہیں جہاں خدا نہیں اور پھر فرماتا ہے۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ۔ پ بقرہ۔
جس طرف تم منہ کرو اسی طرف تم خدا کا منہ پاؤ گے وہ تم سے تمہاری رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے وہی ہے جو پہلے ہے اور وہی ہے جو آخر ہے اور سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے۔ اور وہ نہان در نہان ہے اور پھر فرماتا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ پ بقرہ۔ یعنے جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں کہ وہ کہاں ہے پس جواب یہ ہے کہ ایسا نزدیک ہوں کہ مجھ سے زیادہ کوئی نزدیک نہیں جو شخص مجھ پر ایمان لاکر مجھے پکارتا ہے تو میں اس کا جواب دیتا ہوں ہر ایک چیز کی کل میرے ہاتھ میں ہے اور میرا علم سب پر محیط ہے میں ہی ہوں جو زمین و آسمان کو اٹھا رہا ہوں میں ہی ہوں جو خشکی تری میں اٹھا رہا ہوں۔

یہ تمام آیات قرآن شریف میں موجود ہیں۔ بچہ بچہ مسلمانوں کا انکو جانتا ہے اور پڑھتا ہے جس کا جی چاہے وہ ہم سے آکر ابھی پوچھ لے پھر ان آیات کو ظاہر نہ کرنا اور ایک استعارہ کو لے کر اس پر اعتراض کر دینا کیا یہی دیانت آریہ سماج کی ہے ایسا دنیا میں کون مسلمان ہے جو خدا کو محدود جانتا ہے یا اس کے وسیع اور غیر محدود علم سے منکر ہے اب یاد رکھو کہ قرآن شریف میں یہ تو کہیں نہیں کہ خدا کو کوئی فرشتہ اٹھا رہے ہیں بلکہ جا بجا یہ لکھا ہے کہ خدا ہر ایک چیز کو اٹھا رہا ہے ہاں بعض جگہ یہ استعارہ مذکور ہے کہ خدا کے عرش کو جو دراصل کوئی جسمانی اور مخلوق چیز نہیں فرشتے اٹھا رہے ہیں۔ دانشمند اس جگہ سے سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ عرش کوئی مجسم چیز ہی نہیں تو فرشتے کس چیز کو اٹھاتے ہیں ضرور کوئی یہ استعارہ ہوگا مگر آریہ صاحبوں نے اس بات کو نہیں سمجھا۔ کیونکہ انسان خود غرضی اور تعصب کے وقت اندھا ہوتا ہے۔

اب حل حقیقت سنو اگر قرآن شریف میں لفظ عرش کا جن جن مقامات میں استعمال ہوا ہے اس سے مراد خدا کی عظمت اور جبروت اور بلندی ہے۔ اسی وجہ سے اسکو مخلوق چیزوں میں داخل نہیں کیا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کے مظہر چار ہیں۔ جو وید کی رو سے چار دیوتے کہلاتے ہیں مگر قرآنی اصطلاح کی رو سے ان کا نام فرشتے بھی ہے اور وہ یہ ہیں۔ اکاش جس کا نام اندر بھی ہے۔ سورج دیوتا جس کو عربی میں شمس کہتے ہیں۔ چاند جس کو عربی میں قمر کہتے ہیں۔ دھرتی جس کو عربی میں ارض کہتے ہیں یہ چاروں دیوتا جیسا کہ ہم اس رسالہ میں بیان کر چکے ہیں۔ خدا کی چار صفتوں کو جو اس کے جبروت اور عظمت کا اتم مظہر ہیں۔ جن کو دوسرے لفظوں میں عرش کہا جاتا ہے اٹھا رہے ہیں یعنے عالم پر ظاہر کر رہے ہیں۔ تصریح کی حاجت نہیں اس بیان کو ہم مفصل لکھ آئے ہیں اور قرآن شریف میں تین قسم کے فرشتے لکھے ہیں (۱) ذرات اجسام ارضی اور روحوں کی قوتیں (۲) اکاش۔ سورج۔ چاند زمین کی قوتیں جو کام کر رہی ہیں (۳) ان سب پر اعلیٰ طاقتیں جو جبرئیل۔ میکائیل۔ عزرائیل وغیرہ نام رکھتی ہیں جن کو وید میں جسم لکھا ہے۔ مگر اس جگہ فرشتوں سے یہ چار دیوتے مراد ہیں یعنی اکاش اور سورج وغیرہ جو خدا تعالیٰ کی چار صفتوں کو اٹھا رہے ہیں یہ وہی چار صفتیں ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں عرش کہا گیا ہے اس فلسفہ کا وید کو بھی اقرار ہے مگر یہ لوگ خوب وید دان ہیں جو اپنے گھر کے مسئلہ سے بھی انکار کر رہے ہیں اخیر میں سنو! یہ لوگ۔ اندر کش۔ برہم لوگ جس کا ذکر منو ۲۔ ۲۳۳ میں ہے اس کے اوپر کس کی حکومت ہے۔

یمین۔ جو حق ہو اور جناب الٰہی کی طرف سے ہو۔
زمانہ حال کی تحقیقات میں یہ مسلم ہے کہ انسان کے جسم کے اکثر حصوں کا خون داہنی طرف سے ہی قلب میں داخل ہوتا ہے۔

ان آیات میں جزائے اعمال کے لحاظ سے آدمیوں کی دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ اصحاب الیمین۔ نیکوکار لوگ جو داخل جنت ہوں گے اور اصحاب الشمال۔ بدکار لوگ جو داخل دوزخ ہونگے[1]

---

[1] مجھے ایک دفعہ خواب میں ایک نظارہ دکھایا گیا تھا کہ ایک وسیع میدان ہے اس میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بڑے لشکر کے ہمراہ کھڑے ہیں آپ اس لشکر کے جرنیل اور کمانڈر ہیں آپ کا لباس فوجی ہے پیٹی میں تلوار لگی ہے۔ سر پر عمامہ ہے میں ایک درخت کے پیچھے کھڑا ہوا اس فوج کا نظارہ کر رہا ہوں اور ایک سفید لباس پیر مرد میرے پاس کھڑا ہے گویا وہ بھی نظارہ کنندوں میں سے ہے پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑی قطار آدمیوں کی آنحضرت کے دائیں ہاتھ دور تک چلی گئی ہے اور ایسا ہی ایک قطار بائیں طرف چلی گئی ہے۔ میرے منہ سے نکلا اس میں کیا فرق ہے۔ دائیں ہوئے یا بائیں ہوئے۔ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑے۔ میرے ایسا بولنے پر وہ پیر مرد [illegible] جھک کر نہایت محبت سے اپنے ہاتھ کو ہلاتے ہوئے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کہ آنحضرت نے خود فرمایا یعنی آپ نے یہ بات فرمایا [illegible] [illegible] ہوئی فرمایا میری آنکھوں کے سامنے ہیں میں ان کو خیال رکھونگا [illegible] [illegible] توجہ نہیں کرونگا۔ (ایڈیٹر ۱۲)

آیت ۲۰ ۔ ھاؤم ۔ آؤ ۔ لے لو ۔
آیت ۲۵ ۔ بما اسلفتم ۔ یہ انعام جو تم کو ملا ہے ۔ اس کا ذریعہ وہ نیک اعمال ہیں جو تم پہلے کر چکے ہو ۔
آیت ۳۰ ۔ سلطانیہ ۔ میرے دلائل ۔

پارہ ۲۹ رکوع ۶ سورۃ الحاقہ رکوع ۲

آیت ۱ تا ۶ ۔ اُقسِمُ ۔ اِس جگہ اللہ تعالےٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے دلائل قسم کے رنگ میں بیان فرمائے ہیں ۔

قرآن شریف میں جہاں کہیں قسموں کا ذکر ہوتا ہے اس کی تہ میں کوئی نہ کوئی بڑی بڑی حکمت خدا تعالےٰ نے رکھی ہوتی ہے وہ حکمت جاہلوں عالموں صوفیوں سب کے لئے ہوتی ہے اور سب کے واسطے یہ قسمیں فائدہ بخش ہوتی ہیں ۔

عام لوگوں کی فطرتوں میں اور بالخصوص اہل عرب کے دلوں میں یہ بات مرکوز ہے ۔ کہ جو شخص جھوٹی قسمیں بہت کھاتا ہے وہ برباد ذلیل ناکام اور نامراد ہو جاتا ہے ۔

ایک طرف تو مشرکین عرب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافر سمجھتے تھے دوسری طرف ان کی زبان سے یہ قسمیں سنتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ یہ قسمیں کھانیوالا اگر جھوٹا ہوتا تو ضرور تباہ ہو جاتا لیکن جب کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابیاں دن بدن ترقی پذیر تھیں تو ان سے ثابت ہوا کہ یہ راستباز ہے ۔

فلاسفروں کو ان قسموں سے یہ فائدہ ہوا کہ جہاں کہیں قرآن کریم میں قسم کھائی جاتی ہے اسکی تہ میں فلسفیانہ ثبوت ضرور ہوتا ہے ۔ اس جگہ فلا اقسم میں یہ بات ہے ۔ کہ نبی کریم کے ساتھ اہل عرب میں سے کس قسم کے اور کس مزاج کے لوگ شامل ہوتے تھے اور کس طرح حضرۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے لوگ جمع ہوتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا نہیں کہ تم میں سے کام کے شخص ... اس کے ساتھ ملتے جاتے ہیں آیا اسکو کامیابی حاصل ہو رہی ہے یا نہیں ۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انہ لقول رسول کریم ۔

قسم قائم مقام شہادت کے ہوتی ہے اور قرآن شریف کی قسمیں ان امور پر دلائل ہیں جن کے لئے وہ کھائی گئی ہیں ۔ مرئی اور شہود اشیاء اور غیر مرئی اشیاء ۔ غرض جمیع الاشیاء یہ شہادۃ پیش کرتی ہیں کہ یہ نبی سچا رسول ہے ۔

شاعر ۔ یہ شخص شاعر نہیں ۔ کیونکہ شاعر موتھ سے کہتا ہے خود کرتا کچھ نہیں آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تعلیم پیش کی خود اسپر عمل کر کے دکھا دیا ۔

شاعر کبھی کوئی ایسا نہیں گزرا کہ جس کے کلمات اور اشعار پیشگوئیوں پر مبنی ہوں ۔ جو پوری ہو جائیں ۔

شاعر کے کلام کا اثر آنی ہوتا ہے لیکن قرآن شریف کا اثر دیرپا ہے ۔

کاھن ۔ کہانت کرنیوالا ۔ اسپریچولزم کا ماہر ۔ یہ لوگ بڑے بڑے مجاہدات اور ریاضات سے ایک علم حاصل کرتے ہیں ۔ مگر ان کی اکثر باتیں جھوٹی ہوتی ہیں ۔ اور ان کے کلمات میں دروغ بہت شامل ہوتا ہے ۔

آیت ۷ ۔ تقول ۔ جھوٹی بات بنانا ۔

اسمیں اُس پیش گوئی کی طرف ہی اشارہ ہے جو توریت میں مثیل موسیٰ کے لئے کتاب استثناء باب ۱۸ میں مذکور ہے کہ اس نبی کی صداقت کا یہ نشان ہے کہ اگر وہ افترا کریگا تو قتل کیا جاوے گا ۔ یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی ایک دلیل ہے کہ نہ وہ قتل ہوئے نہ ناکام رہے اور اس طرح پر آیندہ کے لئے ہر صادق مامور کے واسطے یہ ایک نشان ہوا کہ کوئی مفتری علے اللہ افترا کر کے ۲۳ سال تک زندہ نہیں رہ سکتا ۔

آیت ۹ ۔ وتین ۔ وہ رگ ہے جو قلب سے سر کو جاتی ہے ۔

آیت ۱۱ ۔ تذکرۃ ۔ یاد رکھنے کے لائق ۔ یادداشت ۔

یہ بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا ثبوت ہے ۔ کہ جو کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش کیا ہے وہ ایک متقی جماعت بناتا ہے ۔ اور ایک تاریخی قوم پیدا کرتا ہے ۔

آیت ۱۲ ۔

مکذبین ۔ یہ بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے ۔ کہ آپکے مخالف جھوٹے ہیں ۔ اور جو باتیں آنحضرت صلعم کے متعلق کہتے ہیں ان میں جھوٹے ثابت ہوتے ہیں ۔

اِس جگہ سورہ الحاقہ کے نوٹ ختم ہوئے

پارہ ۲۹ رکوع ۷ سورۃ المعارج رکوع ۱

آیت ۱ ۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے صفات کو نہیں جانتے ۔ وہ اپنے چھوٹے دماغ پر اترا کر ۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان کاموں کا ناپنا چاہتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی نادانی سے شاندار صداقتوں کی بے حقیقت تفسیر کرنے لگتے ہیں ۔ طبعیات کے جاننے والے کے دماغ میں جب خداوند تعالےٰ کی بعض باتیں نہیں آتیں تو وہ حقارت سے کہہ دیتا ہے ۔ کہ یہ بات علم طبعیات کے خلاف ہے ۔

کفار اور مشرکین عرب عذاب کی پیشگوئیاں سنتے تو تعجب کرتے ۔ کہ یہ کیونکر ہوگا اور کس طرح ممکن ہے ۔ کہ یہ جماعت ہم پر غالب آئے گی ۔ اور سوال کرتے ۔ کہ وہ عذاب کب واقع ہونے والا اور کس طرح ہے ۔

آیت ۲ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ عذاب اٹل ہے اُس کو تم دفع نہیں کر سکتے ۔

آیت ۳ ۔ ذی المعارج ۔ وہ عذاب اس خدا کیطرف سے آنے والا ہے ۔ جو کہ صاحب مرتبت ۔ بہت بڑائیوں والا ۔ بہت بلندیوں والا ہے ۔

آیت ۴ ۔ تعرج ۔ زمین کی تدبیر کے واسطے جو معاملات اوپر پیش ہوتے ہیں ان کا ذکر ہے ۔

فرشتوں کے چڑھنے اترنے کا ذکر توریت کتاب پیدائش میں بھی ہے ۔ باب ۲۸ میں لکھا ہے ۔ "سو یعقوب بیر سبع سے نکل کے حاران کی طرف گیا ۔ اور ایک جگہ میں

اُترا اور رات پہر وہان رہا کیون کہ سورج ڈوب گیا تہا۔ اور اس نے اسجگہ کے پتہر دن مین سے اٹھا کر اپنا تکیہ کیا اور وہان لیٹ کے سو گیا اور اس نے خواب دیکھا۔ اور کیا دیکھتا ہے کہ ایک سیڑہی زمین پر دہری ہے۔ اور اس کا سر آسمان کو پہونچا ہے۔ اور دیکھو خدا کے فرشتے اسپر چڑھتے اُترتے ہین۔

آسمانی کتب اور پیشگوئیون کے ساتھ تعلق رکہنے والے تغیرات کے مختلف دورے ہوتے ہین۔ ایک دورہ پچیس سالہ ہوتا ہے۔ ایک پچاس سالہ۔ ایک صد سالہ (جو مجدد کا دورہ ہے) ایسا ہی ہزار سالہ اور پچاس ہزار سالہ دورے بہی ہوتے ہین

تاریخ اسلام مین ان تغیرات زمانہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک دور تیس سال کا تہا جب کہ خلافت راشدہ ختم ہوئی۔ پہر ایک ساٹھ سالہ انقلاب تہا۔ جب کہ امیر معاویہ کا انتقال سنہ ۶۰ھ (علے صاحبہا التحیۃ والسلام) مین ہوا۔ اور اس کے بعد کوئی صحابی بادشاہ نہ ہوا۔

ایسا ہی ایک دور سو سال کے قریب کا ہے۔ جس مین روایت بلا واسطہ ختم ہو گئی۔ اور ایک دور پانچ سو سال کا ہے۔ جب کہ سلطنت عرب کا خاتمہ ہو گیا اور اسی طرح ایک دور ہزار سال کا ہے۔ جس کے بعد اہل یورپ کو کمپنیان بنانے اور تجارت وغیرہ کے لئے باہر نکلنے کا خیال شروع ہوا۔ اور یاجوج ماجوج کے غلبہ کی ابتدا ہوئی۔

اسی طرح ایک دور پچاس ہزار سال کا بہی ہے۔ جس پر ایک انقلاب عظیم واقعہ ہوتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے۔ کہ ایک حکم پر پچاس ہزار سال گئے۔ اس کی مثالین خود دنیا مین موجود ہین۔ کوئی مقدمہ ہو۔ تو محکمہ پولیس مین اس کی کارروائی فوراً ہو جاتی ہے۔ مجسٹریٹ ضلع مہینون کی تاریخ دیتا ہے۔ اور چیفکورٹ مین سالون کی تاریخ ملتی ہے۔ پریوی کونسل مین اس سے زیادہ۔

ایسا ہی قدرت مین اس کا نظارہ موجود ہے۔ بعض اناج تین ماہ مین پکتے ہین بعض چند ماہ مین۔ آم سال کے بعد۔ کہجور کئی سال کے بعد۔ بعض سینکڑون یا ہزارون سالون کے بعد پکتے ہین۔

آیت ۸۔ مہماء۔ بادل۔ یوم بدر کی طرف اشارہ ہے۔

آیت ۹۔ جبال۔ کانگڑے کے پہاڑی باغون کو دیکھو کہ زلزلے مین ان کا کیا حال ہوا۔

آیت ۱۲۔ مجرم۔ خدا سے بے تعلق رہنے والا۔

آیت ۱۸۔ اوعی۔ چھپا کر رکہا۔

آیت ۱۹۔ الانسان۔ نکمے انسان۔

ھلوعاً۔ کچا۔ بے صبر۔ بلکہ اس کی تفسیر آگے آتی ہے۔

اِس جگہ اہل نار کی ۷ صفات بیان کی ہین۔

۱۔ اَدبَر۔ حق کو پیٹھ دی۔

۲۔ تولی۔ حق سے منہ پہیر لیا۔

۳۔ جمع۔ مال جمع کیا۔

۴۔ فاوعی۔ پہر اس مال کو چھپا رکہا۔

۵۔ ھلوعاً۔ بے صبر۔

۶۔ تکلیف مین اضطراب کرتا ہے۔

۷۔ منوعاً۔ آرام کی حالت مین نیکی نہین کرتا۔ دولتمند ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے اُسے خرچ نہین کرتا۔

اس کے بعد اہل جنت کے صفات بیان فرمائے ہین۔

۱۔ مصلین۔ خدا تعالےٰ کی عبادت کرنے والا۔

۲۔ دائمون۔ نماز کے پابند۔ یہ نہین کہ کبہی پڑہی۔ کبہی نہ پڑہی بلکہ ہمیشہ پڑھتے ہین۔

۳۔ حق معلوم۔ اللہ تعالےٰ کے راہ مین باقاعدہ چندہ مقرر کرتے ہین۔

۴۔ سائل والمحروم۔ مانگنے والے کو بہی دیتے ہین اور نہ مانگنے والے کو بہی دیتے ہین۔ محروم سے مراد بے زبان جانور بہی ہے۔

۵۔ یوم الدین کی تصدیق کرتے ہین۔

۶۔ مشفقون۔ اللہ تعالےٰ کا خوف ان کے دلون مین ہو۔

۷۔ لفروجہم حفظون۔ اپنی شرمگاہون کی محافظت کرتے ہین۔

۸۔ امانت مین خیانت نہین کرتے ہین۔

۹۔ عہد کی رعایت رکہتے ہین۔

۱۰۔ شہادت پر قائم رہتے ہین۔

۱۱۔ صلوٰۃ۔ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہین۔

آیت ۳۱۔ ابتغی وراء ذٰلک۔ جو اس کے سوائے اور چاہے۔ وہ اس کے لئے جائز نہین۔ اس آیت کے رو سے متعہ۔ لواطت۔ جلق مساحقت وغیرہ سب کے سب حرام ثابت ہو گئے۔

پارہ ۲۹۔ رکوع ۸۔ سورۃ المعارج رکوع ۲

آیت ۱۔ ۲۔ ۳۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجہانے کے واسطے عرب کے بڑے بڑے لوگ آتے تہے۔ ان کی طرف ان آیات مین اشارہ ہے۔ وہ لوگ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قومیت اور وجاہت کی طرف توجہ دلاتے تہے وہ لوگ اس قدر متکبر تہے۔ کہ عرفات مین عوام عرب کے ساتھ کہڑے بہی نہ ہوتے تہے۔ بعض لوگ آزادی کو پیش کر کے اپنے آپ کو مذہب سے بے تعلق رکہنا چاہتے۔ اور طرح طرح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بزعم خود سمجہاتے تہے اللہ تعالےٰ نے انہین سمجہایا ہے۔ کہ ہم تو مشرق و مغرب کے مالک ہین جس طرح یہ لوگ مکہ مین بڑے بنے ہوئے ہین اُن جیسے ہم بڑے بڑے آدمی بنانے پر قادر ہین۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہان اہل عرب کے گمان مین تہا۔ کہ ابوبکر بڑا آدمی بن جائے گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنے بڑے بادشاہ ہو جائین گے۔

سُورۃ المعارج کے نوٹ ختم ہوئے

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے درس قرآن شریف سے نوٹ نمبر

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر

پارہ ۲۹ رکوع ۹ بقیہ سورۃ نوح ؑ

(رکوع اوّل)

گذشتہ اشاعت سے آگے

روایت ہے کہ ایک دن حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص گیا اور اور قحط کی شکایت کی۔ آپ نے اُسے فرمایا کہ استغفار کرو۔ پھر ایک اور شخص گیا اس نے کہا یا حضرت میں محتاج ہوں۔ فرمایا۔ استغفار کرو۔ ایک تیسرے نے کہا کہ میرے اولاد نہیں ہوتی۔ اسے بھی استغفار کرنے کا حکم دیا۔ چوتھے نے پیداوار زمین کی کمی کو کہا۔ کیا اُسے بھی استغفار کی تاکید فرمائی۔ حاضرین مجلس ربیع بن صبیح نے عرض کی کہ آپ کے پاس مختلف لوگ آئے اور مختلف چیزوں کے سائل ہوئے۔ مگر آپنے جواب سب کو ایک ہی دیا۔ اسکے جواب میں حسن بصری نے قرآن شریف کی یہی آیات پڑہیں۔

جماعت احمدیہ کو بھی استغفار کی تاکید ہر روز بار بار کیجاتی ہے۔

آیت ۱۳۔ ترجون۔ تخافون۔

(اذا لسعۃ النحل لم یرج لسعہا د ھذلے)

خدا تعالےٰ کی بڑائی سے کیوں نہیں ڈرتے۔

آیت ۱۴۔ اطواراً۔ انسان کو پیدائش کے وقت مختلف صورتوں میں سے گذارا ہے نطفہ۔ علقہ۔ مضغہ۔ وغیرہ۔ کیا یہ تفرقہ اور امتیاز کسی علیم و قدیر ہستی کا کام نہیں؟ یہی خدا تعالےٰ کی ہستی کی ایک دلیل ہے۔

آیت ۱۵۔ اس آیت میں آسمان کے سات طبقوں کا ذکر کیا ہے۔

جس طرح ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک پہنچنے کے لئے رستے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ تک پہنچنے کے لئے بھی راستوں کی ضرورت ہے جو بنے ہوئے ہیں۔

آیت ۱۶۔ جس طرح کہ انسان چراغ اور روشنی کا محتاج ہے اور چاند اور سورج کا محتاج ہے۔ اسی طرح روحانی ہدایت کے واسطے وحی الٰہی۔ انبیاء اور کتب الٰہیہ کا محتاج ہے۔

آیت ۱۷۔ نباتاً۔ اللہ تعالےٰ نے نباتات کو پیدا کیا ہے زمین کی روئیدگی انسان کے نشو و نما کا موجب ہے اور یہی اغذیہ بالآخر نطفہ کی صورت میں متشکل ہو کر انسان بنتا ہے۔

اسی طرح انعامات الٰہیہ بتلا کر حضرت نوح ؑ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیا

آیت ۱۹۔ بساطاً۔ آرام گاہ۔ پھیلا ہوا۔

آیت ۲۰۔ سبلاً۔ ایسا ہی دل کے واسطے بھی راستے ہیں۔

پارہ ۲۹ رکوع ۱۰۔ سورہ نوح رکوع دوم

اپنے خیرخواہوں پر جب ہم نظر کرتے ہیں تو سب سے اوّل یہ خیرخواہی ماں یا دودھ پلائی سے شروع ہوتی ہے۔ دودھ پلانے والی کو بھی بچہ ماں کہکر پکارتا ہے۔ اسی وجہ سے بچے تکلیف کے وقت ماں کہہ کر پکارتے ہیں پھر بڑے ہو کر باپ کو خیرخواہ سمجھتے ہیں پھر جوانی میں دوست پیدا ہو جاتے ہیں اور خیرخواہ ہوتے ہیں یہ انسان کے خیرخواہ ہوتے ہیں اور ان کے سوا اور بھی خیرخواہ ہیں لیکن یہ سب خیرخواہ غلطی کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ ان سب سے اعلےٰ مخلوق کا خیرخواہ انبیاء کا گروہ ہے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) جو کبھی غلطی نہیں کرتے اور اون کو مخلوق کے ساتھ بہت محبت ہوتی ہے۔ تعجب ہے کہ لوگ انبیاء کی باتوں کو نہیں مانتے۔ ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام درد دل کے ساتھ اپنے ربّ کے حضور میں شکوہ کرتے ہیں کہ میں نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا پر وہ میری بات نہیں مانتی۔

اس زمانہ میں لوگ بسبب امن عامہ کے عیش و عشرت کی غفلت میں گرے ہوئے تھے زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی تھی اور اس کے دل کے تصوّر اور خیال روز بروز صرف بدی ہوتے تھے۔ تب خدا نے چاہا کہ انسان کو اس زمین میں سے مٹا ڈالے۔ پر خدا نے ایک دفعہ پھر ان پر رحم کیا اور اپنے نبی نوح کو جو صادق اور کامل تھا اور خدا کی راہ پر چلتا تھا اور اس واسطے اس پر خدا کی مہربانی کی نظر تھی ان کی طرف بھیجا کہ انہیں آنیوالے عذاب سے ڈرائے۔ حضرت نوح ؑ نے خدا تعالےٰ کے حکم کی اطاعت کی مگر قوم نے نہ مانا اور مورد عذاب الٰہی ہوئی۔

آیت ۳۔ یہ ان کے بتوں کے نام ہیں۔

۱۔ ودّ۔ محبت اور خواہش کا دیوتا۔ جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے آرادے سے نئے دعالم کا باعث ہوا۔ اس کو مرد کی صورت پر بنایا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں اسکے بالمقابل برہما ہے۔

۲۔ سواع۔ بقائے عالم کا بُت جو عورت کی شکل میں ہوتا ہے اسکے مقابل ہندو مہالوجی میں بشن ہے۔

۳۔ یغوث۔ حاجت روائی اور فریادرسی کا دیوتا۔ اس کی شکل گھوڑے کی تھی شاید اس واسطے کہ فریادرسی کے لئے تیز رفتاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح ہندوؤں میں اندر دیوتا ہے۔

۴۔ یعوق۔ عوق سے مشتق ہے۔ یعنے روکنا اور دفع کرنا۔ یہ مصیبتوں اور تمنو کے روکنے کا بُت تھا۔ بشکل شیر۔ ہندوؤں میں اس کے بالمقابل سنگھ اوتار دیوتا ہے۔

۵۔ نسر۔ طول عمر کا دیوتا۔ بشکل باز بنا ہوا ہوتا ہے یہی بُت اس قوم کی ہلاکت کا

موجب ہوئے۔

آیت ۱۶۔ حضرت نوح نے آخر تنگ آکر اپنی قوم کے حق میں بددعا کی۔ انبیاء کی بددعا سے ڈرنا چاہیئے۔ یہ بہت خوفناک بات ہے۔

حضرت نوح نے اپنی قوم کے حق میں بددعا کی۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود سخت تکالیف اٹھانے کے کبھی اپنی قوم کے حق میں بددعا نہیں کی بلکہ یہی دعا کرتے رہے۔ کہ ربِّ اھدِ قومي فانهم لا یعلمون۔ اے میرے رب میری قوم کو ہدایت کر۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ حضرت نوح کے مقابلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلم کا صبر۔ حوصلہ۔ رحم اور ہمدردی بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آخر ساری قوم عرب ہدایت یافتہ ہوگئی۔

اِس جگہ سورہ نوح کے نوٹ ختم ہوئے

پارہ ۲۹ رکوع ۱۱۔ سورہ جن رکوع ۱

آیت ۱۔ استمع نفرٌ من الجنّ۔ جن اللہ تعالےٰ کی ایک مخلوق ہے جیسے ملائک وغیرہ اور اس کی مخلوق ہیں۔ میں ہرگز ہرگز اس بات کا قائل نہیں۔ کہ جن اور ملائکہ کوئی چیز نہیں ہیں۔ میں دونوں کا قائل ہوں۔ لیکن ہر جگہ جنّ کے لفظ کے وہی ایک ہی معنے نہیں اور جو خیال کیا جاتا ہے۔ کہ بعض عورتوں بچوں کو جن چمٹ جاتے ہیں میں اس کا قائل نہیں ہوں۔ لغت کے رو سے جن ان باریک اور چھوٹے چھوٹے موذی حیوانات کو بھی کہتے ہیں جو غیر مرئی ہیں اور صرف خوردبینوں سے ہی دکھائی دے سکتے ہیں۔ طاعون کے باریک باریک کیڑے بھی جن کے نام سے موسوم ہیں۔ اسی لئے حدیث شریف میں طاعون کو وخزِ اعدائکم من الجنّ فرمایا ہے (احمد عن ابو موسیٰ اشعری۔ طبرانی فی الاسط عن ابن عمرؓ) وخز کے معنے نیش زنی اور طعن کے ہیں۔ جنّ۔ لغت میں بڑے آدمیوں کو بھی کہتے ہیں۔ جنّ الناس معظمہم۔ شاید بڑے پیسے والے ساہوکاروں کو بھی مہاجن اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کبوتر کے پیچھے دوڑنے والے انسان کو بھی "جنّ" کہا ہے۔

سورہ احقاف رکوع ۴ میں ایک قوم کا ذکر ہے۔ واذ صرفنا الیك نفراً من الجنّ یستمعون القراٰن۔ اس قوم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قرآن شریف سُن کر انا سمعنا کتاباً اُنزل من بعد موسیٰ۔ کہا جن کے مقابل انسان ہیں انس غریب لوگ۔ جن بڑے لوگ۔ سورہ الحجر ۱۴ء میں انسان اور جان" دونوں کی پیدائش کا ذکر ایک سلسلہ ایک ہی آیۃ میں یکے بعد دیگرے آیا ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من صلصالٍ من حماٍ مسنون۔ والجانّ خلقناہ من قبلُ من نار السّموم۔ آدم سے پہلے جان اور انکی ذریت تھی اس سے کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا۔ اور اب بھی جنّات غیر مرئی طور پر موجود ہیں۔

کارخانہ قدرت کا انتظام اور انحصار محسوسات اور مرئیات تک ہی محدود نہیں ہے اسلئے غیر محسوس اور غیر مشہود وغیرہ مرئی عالم کا انکار محض حماقت اور نادانی ہے اسلئے کہ جوں جوں سائنس ترقی کرتا جاتا ہے۔ بہت سی باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں۔ جو اس سے پہلے مانی نشکل تھیں۔ دوربین اور خوردبین کی ایجاد نے بتادیا ہے کہ کرہ ہوا میں کس قدر جانور پھر رہے ہیں۔ ایسے ہی پانی کے ایک قطرے میں لاانتہا جانور پائے جاتے ہیں۔ حیوانات منویہ۔ ایک قطرہ منی میں دیکھے جاتے ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی مخلوق اور انواع مخلوق کی حدبندی محض ناممکن ہے اور صرف اپنے محدود علم کی بنا پر انکار محض نادانی ہے۔ اِس لئے اوّلاً جنّات کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم کسی ایسی مخلوق کا جو انسانی نوع سے نرالی ہو انکار کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ اور ہم یہ کہنے کی وجوہات رکھتے ہیں۔ کہ جن اللہ تعالےٰ کی ایسی قسم کی مخلوق ہے جن کو انسان کی ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اِس لئے کہ ان کی مادی ترکیب نہایت ہی لطیف اور ان کی بناوٹ غایت درجہ کی شفاف ہوتی ہے۔ جس کیوجہ سے انسان اِن ظاہری آنکھوں سے انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان کے دیکھنے کے لئے ایک دوسری حس یعنے روحانی آنکھ کی ضرورۃ ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ اور مومنین صادقین ملائکہ وغیرہ غیر مرئی مخلوق کو بھی دیکھ لیتے ہیں نہ صرف دیکھ لیتے ہیں بلکہ ان سے باتیں بھی کر لیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کی کسی ایسی مخلوق کو جس کو ہم دیکھ نہیں سکتے۔ انکار کرنا دانشمندی نہیں۔ ہم اثبات پر ایمان رکھتے ہیں کہ خدا کی ایسی مخلوق دنیا میں موجود ہے۔ جو انسانی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اور اسی وجہ سے اسے جن کہتے ہیں۔ کیوں کہ عربی میں جن اسے کہتے ہیں۔ جس میں خفا اور نہان ہونا پایا جاتا ہے۔ جنّت۔ انسانی نظر سے پوشیدہ ہے۔ جُنّہ۔ (ڈھال) جو انسان کو چھپا کر تلوار کے حملے سے محفوظ رکھتی ہے۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہے پوشیدہ ہے۔ جنون۔ عقل کو چھپانے والا مرض جنّ۔ انسانی نظر سے چھپی ہوئی مخلوق۔ پس جنّ وہی مخلوق ہے جو عام انسانی نظر سے پوشیدہ ہو۔ خواہ وہ کسی قسم کی مخلوق ہو۔ غرض۔ جنّ ایک مخلوق ہے ایک اور بات بھی یہاں بیان کر دینے کے قابل ہے۔ کہ احادیث میں جن کا لفظ۔ سانپ۔ کاٹنے کتے۔ کھٹی۔ بھوری چیونٹی وبائی جراثیم۔ بجلی۔ کبوتر باز۔ زقوم۔ بائیں ہاتھ سے کھانے والا۔ گدھا۔ بال پراگندہ رکھنے والا۔ غراب۔ ناک یا کان کٹا۔ شریر۔ سردار وغیرہ پر بھی بولا گیا ہے ان توجیہات پر غور کرنے سے ان مفاسد اور مضار کی حقیقت بھی معلوم ہوجاتی ہے جو جنوں سے منسوب کی جاتی ہے اب اس بیان کے بعد یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ قرآن کریم میں یہاں جو ذکر کیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ نصیبین ایک بڑا آباد شہر تھا۔ اور وہاں کے یہود جنّ کہلاتے تھے۔ اور سوق عکاظ (ایک تجارتی منڈی کا نام ہے) میں آیا کرتے تھے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکّہ سے ناامید ہو کر طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے شریروں نے آپکو دکھ دیا۔ آپ عکاظ کو آرہے تھے۔ راستہ میں بمقام نخلہ یہ لوگ آپ سے ملے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ قرآن مجید کو سنکر وہ رقیق القلب ہوگئے سب کے سب ایمان لے آئے اور جاکر اپنی قوم کو بھی ہدایت کی

آیت ۲۔ اب جنات نے اس قرآن کو قبول کرنے اور ایمان لانے کے دلائل بیان کئے۔ جنمیں سے پہلی دلیل یہی ہے کہ وہ توحید کا مذہب ہے۔

آیت ۳۔ ما اتخذ صاحبةً ولا ولداً۔ یہ دوسری دلیل ہے اور عیسائیوں کے اس صاحبہ اور ولد والے ناپاک عقیدہ کی نفی کرتے ہوئے قرآن شریف سے ماقبل

توراۃ ہی کا ذکر کیا۔ انجیل کا ذکر نہیں کیا۔ فرمایا ولد تو صاحبہ کا نتیجہ ہے۔ جب صاحبہ نہیں۔ تو ولد کہاں سے آیا۔ چوتھی صدی تک یہود عزیز کو ابن اللہ کہتے تھے۔

آیت ۴۔ کان یقول سفیھنا علی اللہ شططاً۔ سفاہت۔ موٹی سمجھ۔ سفیہ۔ موٹی عقل والا۔ سفاہت کے معنے اضطراب ضعیف الرائے ہونا۔

شطط۔ دروغگوئی۔ بڑھ بڑھ کر باتیں کرنا۔ زیادتی کرنا۔

آیت ۵۔ وہ کہتے ہیں۔ ہمارا تو خیال تھا کہ کوئی امیر یا غریب ایسا نہیں کر سکتا کہ خدا پر جھوٹ بولے مگر افسوس ہے کہ قرآن اور اس رسول کے متعلق جو خبریں لوگوں نے مشہور کر رکھی ہیں وہ جھوٹی نکلیں اب خود قرآن کے سننے سے معلوم ہوا کہ وہ سچی کتاب ہے۔

آیت ۶۔ عوام۔ ناس کے رعب میں آئے ہوئے ہوتے ہیں اس واسطے خواص کا تکبر اور سرکشی بڑھ جاتی ہے۔

آیت ۸۔ انا لمسنا السماء۔ مسّ اور التماس ایک ہی مادہ سے ہیں۔ التماس کے معنے طلب کرنا۔ ڈھونڈھنا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ منجم تھے۔ آسمانی حالات کو دریافت کیا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں بھی ذکر ہے کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو آسمان سے تو کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی۔

مسنا۔ طلبا۔ آسمانی باتوں کے پتہ لگانے کی کوشش کی مگر صرف روشن ستارے ہی نظر آئے

حرس۔ حفاظت۔

آیت ۹۔ مقاعد۔ رسدگاہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ستارے بہت گرے تھے۔

رصداً۔ تاک لگائے ہوئے انتظار میں لگے ہوئے۔

آیت ۱۰۔ (شہاب ثاقب پر بحث پیچھے کی جا چکی ہے)

اشرارید بمن فی الارض۔ اراد بھم فی الارض۔ تین کہا۔ ارید کہا۔ ارید۔ میں ادب کو ملحوظ رکھا اور شر کو خدا کیطرف منسوب نہیں کیا۔ حدیث میں بھی الخیر کلہ بیدایک۔ والشّر لیس الیک۔ آیا ہے۔

رشداً۔ میں رشد کا ارادہ کرنے والا رب کو بتایا ہے۔

آیت ۱۳۔ بخس۔ کمی۔ رھق۔ زیادتی

تحرّوا۔ ڈھونڈا۔ حطب۔ ایندھن

آیت ۱۵۔ اما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا۔ قاسطون قاسط کی جمع ہے قاسط کے معنے ظالم۔ قسطَ ای جارَ۔ واقسطَ ای عدلَ۔ یعنے لفظ قسط کو اگر ثلاثی مجرد میں استعمال کریں تو اس کے معنے جور و ظلم کے ہو جاتے ہیں اور اگر باب افعال میں لیجاویں تو عدل و انصاف کے معنے ہوتے ہیں۔

آیت ۱۶۔ لاسقیناھم ماءً غدقاً۔ ماءً غدقاً عیشاً رغداً۔ دنیا میں وسعت دینا۔

آیت ۱۷۔ لنفتنھم فیہ۔ تاکہ ہم ان کو کندن کریں۔

عذاباً صعداً۔ صعود کا عذاب یعنے چڑھائی کا عذاب۔ ایسا عذاب جس سے کہ بدن کو تکلیف ہو۔

قام عبد اللہ۔ عبد اللہ سے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا۔ منازل فلکی پر عروج کے وقت آپ اسی نام سے پکارے گئے۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ۔ نزول قرآن پاک کی شان کے وقت بھی آپ اسی نام سے پکارے گئے۔ تبارک الذی نزل الفرقان علےٰ عبدہٖ۔

کادوا یکونون علیہ لبداً۔ کادوا کی ضمیر جنّ اور انس۔ کفار اور مومن سب کیطرف راجع ہو سکتی ہے۔ لبد۔ لبدہ کی جمع ہے۔ اور لبدہ کے معنے بعض کو بعض پر لپیٹنا۔ لُبَد بضم اللام وفتح الباء بھی قرأت ہے۔ معنے یہ ہوئے۔ کہ کفار مشرکین قرآن سنانے کے وقت مخالفت پر آمادہ ہو کر نبی پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور مومن مسلمین بھی اطاعت انقیاد اور حفظ کلام کی نیت سے سابقت کرتے ہیں۔ جنون کیطرف بھی اسی اعتبار سے کادوا کا مرجع ہو سکتا ہے۔

سورۂ جنّ رکوع دوم پارہ ۲۹ رکوع ۱۲

آیت ۱۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عبادت میں مشغول ہوتے تو بہت سے لوگ آپکے پاس جمع ہو جاتے۔ انبیاء کا طرز کہ ہر ایک معاملہ میں نصیحت کا موقعہ نکال لیتے ہیں آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو اس موقعہ پر بھی سمجھانا شروع کیا کہ اتنا بڑا علم جو خدا نے مجھے دیا اسوا سطے ہے کہ میں موحد ہوں۔ شرک۔ نہیں کرتا اور نمازوں میں دعائیں کرتا ہوں اور ان دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کو معبود سمجھ کر اس کی عبادت کرتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی شرک ہی کرتے ہو۔

آیت ۲۔ پھر فرمایا۔ میں اتنا بڑا دعوےٰ کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کا مجھ کو مکالمہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے میں تمہارے نفع اور ضرر اور راہنمائی کا مالک نہیں ہوں یہ آیۃ آنحضرۃ صلعم کی سچائی کی بڑی گواہ ہے۔

آیت ۵۔ اضعف۔ آج تو یہ لوگ دعوےٰ کرتے ہیں کہ ہم جتنے ہیں بڑے ہوئے ہیں لیکن چند روز کے بعد ان کو پتہ لگ جاویگا۔ کہ کون کامیاب ہوتا ہے۔

آیت ۷۔ فلا یظھر علےٰ غیبہٖ احداً۔ الا من ارتضےٰ من رسول۔ غیب کی خبروں پر اظہار علے الغیب کے طریق سے یعنے متحدیانہ طور پر۔ سوائے رسول کے دوسرا کوئی قادر نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ پیشگوئیوں کے مفس اجزا نظری اور تعبیر طلب ہی ہوتے ہیں۔ مگر نفس پیشگوئی ہوا ایک غیب کی بات پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس پر رسول اور نبی کو ایسا وثوق کامل ہوتا ہے کہ اس اظہار علے الغیب کی بناء پر رسول کیطرف سے متحدیانہ دعوےٰ ہوتا ہے اور درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت ٭ اس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہیگا کہ کرونگا میں یہ ضرور ٭ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

غرض کہ تحدی کرنا اور اس میں پورا اترنا یہ نبی کا خاصہ ہے۔ مخبر نبی کو اظہار علے الغیب میں دخل نہیں فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصداً۔ رصد۔ نگہبان۔ پہرے دار۔ فرشتوں کی حفاظت۔ سورۃ الشوریٰ میں وحی اور کلام الٰہی کو تین قسموں پر منقسم کیا ہے۔ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا۔ او من وراء حجاب۔ او یرسل رسولاً فیوحی باذنہٖ ما یشاءُ ۲۵۔ عوام الناس وحی کا نام سنکر گھبرا اٹھتے ہیں۔ حالانکہ تینوں قسم کو وحی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ وحی کے لفظی معنے صرف اشارہ کے ہیں۔ الا وحیاً

میں عام خوابوں کو بیان فرمایا ہے۔ من وراء حجاب۔ یہ بھی ایک قسم کی وحی ہے۔ جو اولیا اور اہل اللہ کی ہوا ہے۔ جن کے اکثر مکاشفات وغیرہ تعبیر طلب ہوتے ہیں جب تک تعبیر کا وقت نہ آوے۔ اس پر حجاب ہوتا ہے۔

تیسری قسم وحی یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء۔ یہ وحی وحی متلو ہے اسکی عبارت بھی اگلے دو قسموں کی وحی سے زیادہ ہیں اس میں احکامات اوامر و نواہی ہوتے ہیں۔ اس وحی میں کسی قسم کے مغالطے کا اندیشہ نہیں ہوتا اسلئے کہ اللہ تعالےٰ اس کلام کی پوری حفاظت کرتا۔ ملائکہ کا پہرا ساتھ ہوتا ہے۔ شیاطین کا دخل۔ قوت فکریہ۔ وہمیہ۔ خیالیہ۔ عادات و طبائع اس میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کر سکتی۔ رصدا کے لفظ میں کلام اور ضبط کلام دونوں کی حفاظت کا بیان ہے۔

اس جگہ سورۂ الجن کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۃ المزمل رکوع ۱

پارہ ۲۹ رکوع ۱۲

آیت ۱۔ یا ایھا المزمل۔ مزمل۔ "ز" کے شد کے ساتھ اور بغیر شد دونوں طرح آیا ہے۔ تزمل کے معنے کپڑے میں لپیٹنے کے ہیں۔ زملتہ بثوبہ تزمیلاً فتزمل۔

مزمل۔ جب تخفیف "ز" پڑھا جاوے گا تو اس وقت معنے حمل اور بوجھ کے ہوں گے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مزمل کے نام سے خطاب کرنے میں چند معانی ہیں۔ ایک یہ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو مہربانی اور تلطف اللہ تبارک وتعالےٰ کو تھا اس کا اظہار مقصود تھا۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کو ایک روز مسجد میں خاک پر لیٹے ہوئے دیکھ کر آپ نے ازراہ مہربانی و تلطف انکو یا ابا تراب فرمایا۔

دوسرے یہ کہ ساری رات کپڑا اوڑھ کر سونے اور ایسی ہی حالت میں رات گذار دینے سے متنبہ کرنا مقصود ہے کہ جس حالت میں کہ **بار نبوت** کو اٹھانا آپ کا کام ہے تو لازم ہے کہ ساری رات خواب میں نہ گذارا جاوے بلکہ کچھ حصہ رات کا دعا اور نماز کے لئے بھی مخصوص کیا جاوے۔ غرض کہ **مزمل** کے لفظ میں تلطف اور تنبہ دونوں ہی مرکوز ہیں۔

آیت ۳۔ نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ۔ چونکہ راتیں بڑھتی گھٹتی رہتی ہیں۔ اسلئے متوسط راتوں میں نصف شب سے اور چھوٹی راتوں میں نصف سے کم کرکے اور بڑی راتوں میں نصف سے زیادہ بھی قیام کرنے کے لئے ارشاد فرمایا اور چونکہ ایک حکم قطعی نہیں ہے بلکہ دو جگہ او او فرما کر اختیار دیا ہے اس طبیعت کے نشاط پر بھی اس قیام کو حوالے کر دیا گیا ہے یعنی چھوٹی راتوں میں بحالت نشاط اگر قیام زیادہ کرے اور بڑی راتوں میں بوجہ عدم نشاط طبیعت اگر قیام کم کرے تو یوں بھی اختیار ہے۔ مگر چونکہ قم بصیغہ امر ہے اس لئے قیام لیل آپ پر فرض تھا جب کبھی بعض راتوں میں قیام لیل آپ سے رہ گیا ہے تو آپ نے اس کو بعد طلوع آفتاب ادا فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن شریف یاد کرنے والوں اور قیام لیل کرنے والوں کو اشراف امتی فرمایا ہے۔ شرف کے لغوی معنے بلندی کے ہیں۔

آیت ۴۔ ورتل القرآن ترتیلا ای بینہ تبیینا وفصلہ تفصیلاً۔ کسی نے حضرت ام سلمہ رضہ سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت کی کیفیت دریافت کی۔ فرمایا کہ آپ ہر ایک آیۃ کو جدا جدا کرکے پڑھتے تھے۔ مثلاً بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ الحمد للہ رب العالمین ۝ الرحمن الرحیم ۝ مالک یوم الدین ۝ کے چار ٹکڑے کرتے اور ہر ایک ٹکڑے کو علیحدہ علیحدہ پڑھتے۔ ابو داؤد میں روایت ہے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ پیدا ہوں گے۔ جو قرآن کو تیر جیسا سیدھا کریں گے وہ بہت جلد پڑھیں گے وہ ٹھہر ٹھہر کر۔ دوسری روایت میں ہے۔ کہ قرآن شریف ایسے لوگوں کے گلے سے نہیں اترے گا۔ ایک اور روایت میں لا یبقیٰ من القرآن الا رسمہ۔ آیا ہے ایک اور روایت میں فرمایا ہے کہ جس نے تین دن سے کم میں قرآن شریف کو ختم کیا وہ نہ پڑھا نہ چپ رہا۔ لا قراء ولاسکت اب تو بعض تراویح کے پڑھانے والے قاری ایک ہی شب میں جس کو وہ شبینہ کہتے ہیں۔ قرآن شریف کو ختم کر دیتے ہیں۔

آیت ۵۔ انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً۔ میں قول ثقیل قرآن کریم کی متواتر پے در پے وحی کو فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ ایک روز نہایت شدت سے سردی تھی۔ آپ پر وحی نازل ہوئی اور آپ کی پیشانی مبارک سے وحی کی شدت کی وجہ سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے۔ اسی طرح اگر آپ کسی اونٹ پر سوار ہوتے اور وحی کا نزول شروع ہو جاتا تو اس کے پاؤں بوجہ ثقل وحی ٹیڑھے ہونے لگتے۔ اور اگر کسی صحابی کی ران پر آپ کا سر مبارک ہوتا یا تکیہ لگائے ہوتے اور ایسی حالت میں وحی کا نزول ہونے لگتا تو اس اصحابی کو اپنی ران کے ٹوٹ جانے کا خوف ہوتا اور ایسی حالت میں آپ کا چہرہ مبارک زیادہ منور اور روشن ہو جاتا۔

آیت ۶۔ ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطئا و اقوم قیلاً۔ ناشئۃ بروز عاقبۃ مصدر نشا بمعنی قام للمذکر ناشی وللمؤنث ناشئہ اگرچہ عام طور پر امور حادثہ فی اللیل کو ناشئہ کہتے ہیں۔ مگر چونکہ یہاں ذکر قیام لیل کا ہے اس لئے ناشئۃ اللیل سے مراد اول شب سو رہنے کے بعد قیام نماز کے لئے اٹھنا مشاۃ اور نشاۃ ہے۔ وطئا۔ مصدر بمعنی موافقت ہے۔ کقولہ تعالیٰ لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ ای لیوافقوا۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ ان فی اللیل ساعۃ لا یوافقھا عبد مسلم یسال اللہ تعالیٰ خیراً من خیر الدنیا والاخرۃ الا اعطاہ ایاہ وذلک کل لیلۃ۔ یعنی رات میں ایک ایسی ساعۃ ہے کہ اگر مسلمان بندہ اس کے موافق پڑ جاتا ہے۔ تو خدائے تعالےٰ سے دینی و دنیوی بھلائی مانگتا ہے۔ دیا جاتا ہے۔ اور وہ ساعت کسی رات کے لئے خاص نہیں ہے بلکہ ہر رات میں ہوا کرتی ہے۔ ع

ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی

اَقْوَمُ قِیلًا۔ قول بمعنے فعل زبان عرب میں کثرت سے آتا ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ دینی و دنیوی سب کام تہجد گذار عابد انسان کے درست ہو جاتے ہیں چونکہ اقوم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس لئے بڑے بڑے مشکلات اس ذریعہ سے دُور ہو جاتے ہیں۔ بار نبوت کے ثقل اُٹھانے کے لئے قیام لیل کو اسی لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض کیا۔ اُمّت کو بھی اس میں بہت بڑی تعلیم ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اشدُّ البلاءِ الانبیاءُ ثم الامثل فالامثل۔

عموماً الہامی کتب اور احوال انبیاء و اولیاء سے ایسا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رات کے وقت کو انتشار رُوحانیت اور جذب برکات یزدانی کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ جس کی وجہ غالباً وہ تنہائی اور سکون قلب ہے جو رات کی خاموشی اور علیحدگی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

آیت ۷۔ سبح۔ کے اصلی معنے چلنے پھرنے اور گردش کرنے کے ہیں اسی واسطے پیراک کو سابح کہتے ہیں کہ وہ پیرتے وقت ہاتھ پیر مارا کرتا ہے اور یہاں سبح سے تصرف فی الحوائج یعنے اشتغال ادبار اقبال اور آمد و رفت مراد ہے۔ نمازوں کا پڑھانا۔ مریضوں کی عیادت کرنا۔ جنازوں کی متابعت کرنا۔ فقراء و مہاجرین کی اعانت۔ طالب علموں کی تعلیم۔ مستفتیوں کو فتوے دینا۔ صلح کرانا۔ کافروں کا مقابلہ۔ اپنے ذاتی حوائج پورے کرنے۔ بیبیوں کی ضروریات کو مدنظر رکھنا۔ یہ سب امور آپ کے لئے سبحاً طویلاً تھے۔

آیت ۹۔ ربّ المشرق والمغرب لا الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلا۔
رات ساری تو قیام لیل میں گذری اور دن سارا سبح طویلا۔ نبوت کے فرائض کی ادائگی میں ختم ہو۔ اب بالطبع خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ روزی رزق کی کیا سبیل ہو تو اس کے لئے ربوبیت کو یاد دلا کر اسی کو اپنا کارساز سمجھنے کی طرف اس آیت میں توجہ دلائی۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

من جعل الھموم ھمّاً واحداً ھمّ اٰخرتہٖ کفاہ اللہ ھمّ دینا ہ۔ ومن تشعّب بہ الھموم احوال الدنیا لم یبال اللہ ای وادیتھا ھلک۔

جس شخص نے اپنے تمامی فکروں کو اکٹھا کر کے ایک آخرت ہی کی فکر بنا ڈالا۔ تو کارساز ہو جاتا ہے اللہ تعالےٰ اس کے تفکرات کا۔ لیکن جس کو پریشان کر رکھا ہے اس کے دنیا کے احوال نے جو اسی میں مستغرق ہے تو خدا کو بھی پروا نہیں کہ دنیا کے کسی خار دار جنگل جھاڑیوں میں وہ ہلاک ہو جاوے۔

(مشکوٰۃ۔ کتاب العلم)

آیت ۱۳۔ طعاماً ذا غصّۃ۔ وہ طعام ہے۔ جو گلوگیر حلق میں پھنسنے والا ہو۔ غصّہ۔ یہ عربی لفظ۔ اللہ تعالےٰ کے غضب پر قرآن شریف میں کہیں نہیں بولا گیا یہ ہماری زبان کا نقص ہے۔ جو غضب الٰہی کے معنے خدا کے غصّہ کے کرتے ہیں۔

آیت ۱۵۔ کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً۔ اس آیت شریفہ میں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مثیل موسےٰ قرار دیا ہے۔ اور آیۃ استخلاف سورہ نور لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ فرما کر خلفائے اُمّت مرحومہ کو خلفائے موسوی کا مثیل قرار دیا ہے۔ چونکہ خاتم الخلفا موسوی مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور ان کی بعثت سے موسیٰ علیہ السلام سے تیرہ سو برس بعد چودھویں صدی موسوی پر ہوئی تھی۔ اس لئے مماثلت کی مطابقت کے لئے ضروری تھا کہ مثیل موسےٰ کا خلیفہ چودھویں صدی پر محمدی خلفا کا خاتم مسیح کے نام پر آوے۔

آیت ۱۷۔ شِیب۔ اشیب۔ کی جمع ہے۔ کثرت ہم و غم بڑھاپے کا باعث ہو جاتا ہے۔ سُورۃ الہود میں جب قوموں کی ہلاکت کا بیان نازل ہوا اور ساتھ میں آپ کو بھی حکم ہوا کہ:۔

فاستقم کما اُمرت ومن تاب معک۔ تو آپ نے فرمایا کہ۔
شیّبتنی سورۃ ھود۔

متبعین کی استقامت چونکہ اپنے اختیار کی نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ ارشاد آپ کو اللہ تعالےٰ کا بہت ہی رنج و غم کا باعث ہوا۔

آیت ۲۰۔ علم ان سیکون منکم مرضیٰ۔ اَنْ کے معنے انّہ کے ہیں یعنے تحقیق بات یوں ہے۔ کہ ضرور تم میں بعض لوگ بیمار ہیں۔
اقرضوا۔ اپنے مالوں کو اللہ تعالےٰ کے لئے الگ کر دو۔
ھو خیراً واعظم اجراً۔ خیراً پر زبر اس لئے ہے۔ کہ یہ تجدوہ کا مفعول ہے۔

واستغفروا اللہ۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مجلس میں ستر سے لے کر سو تک استغفار کیا کرتے تھے۔ سورہ نوح میں استغفار کے کئی فائدے بیان فرمائے ہیں۔ استغفروا ربکم انہ کان غفارا۔ یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال و بنین ویجعل لکم جنّٰت ویجعل لکم انھارا۔

حدیث شریف میں ہے کہ طوبیٰ لمن وجد فی صحیفتہ استغفاراً کثیراً خوشخبری ہو اس کے لئے جس نے اپنے نامۂ اعمال میں استغفار کو کثرت سے پایا۔ استغفار لفظ غفر سے نکلا ہے۔ غفر کے معنے ڈھکنا۔ مغفر ڈھال کو کہتے ہیں۔ جو انسان کے منہ اور کچھ حصہ جسم کو ڈھانک لیتی ہے۔ استغفار کے معنے ہوئے حفاظت طلب کرنا گناہوں سے اور اس کے بد نتائج سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کے یہی معنے ہیں کہ اسے اللہ تو مجھ کو آئندہ کی خطاؤں سے معصوم اور محفوظ رکھ۔

سُورۃ المدّثر رکوع ۱

پارہ ۲۹۔ تبارک الذی

آیت ۱۔ یاایّھا المدّثّر۔ مزّمّل اور مدّثّر دونوں لفظوں کے معنے قریباً ایک ہیں۔ مدّثّر دثار سے مشتق ہے۔ دثار وہ کپڑا ہے۔ جو شعار کے اوپر پہنا

جاوسے اور شعار وہ کپڑا ہے جو جسم سے ملا رہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ الا
الانصار شعار والناس دثار۔

یہ سُورہ شریف بھی آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ابتدائی دعوت کے وقت
کی وحی ہے۔ اور اس کی قوت و شوکت آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت اور
قرآن پاک کی حقانیت کی ایک زبردست دلیل ہے کیوں کہ اس کا نزول ابتدائی وقت
میں ہے۔ جب کہ کوئی جتھا آپ کے ساتھ نہ تھا۔

آیت ۲۔ قُم فانذر۔ سُورۃ مزمل میں اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ اور تقرب
الی اللہ حاصل کرنے کا حکم ہوا تھا اور اس سورہ شریفہ میں ارشاد و ہدایت خلق اللہ کا
حکم فرمایا ہے۔ پہلی شق مرتبہ کمال اور دوسری شق مرتبہ تکمیل کے متعلق ہے اسی
لئے مرتبہ کمال کو مرتبہ تکمیل پر مقدم رکھا۔ سورہ ماقبل میں قم اللیل فرمایا تھا
اور اس سورۃ میں قم فانذر فرمایا۔ قم اللیل اپنے کمال نفس کی تحصیل کی
طرف اشارہ کر رہا ہے اور قم فانذر تکمیل خلق اللہ کے حاصل کرنے کی جانب
ایماء کر رہا۔

آیت ۳۔ رب کا لفظ تکمیل کو چاہتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو
ارشاد ہے کہ اپنے رب کی عظمت بیان کر۔ جس وقت آپ مبعوث ہوئے۔ اُس
وقت مشرکین عرب رب النوع کی پرستش کرتے تھے۔ اور ارباب من دون اللہ
کی عبادت ہوتی تھی۔ اس میں پیش گوئی ہے۔ کہ اللہ اکبر کے نعروں کے بلند ہونے
کا وقت آگیا ہے۔

آیت ۴۔ اپنا آپ پاک بناؤ۔

آیت ۵۔ والرجز فاھجر۔ رجز میں دو لغت بیان ہوئے ہیں ایک رِجز
اور دوسرا رُجز۔ معنے دونوں صورتوں میں قریب قریب ایک دوسرے سے ملتے
جلتے ہیں۔ کما قال لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لک۔ اس آیت میں رجز
کے معنے عذاب کے ہیں اور بتوں کی پرستش اور شیطان کے مکر و فریب کو اس واسطے
رجز کہا گیا ہے کہ یہ چیزیں عذاب کی باعث ہیں اور اس حکم ظاہری اور باطنی دو دو
قسم کی طہارت کی تعلیم فرمایا۔

آیت ۶۔ ولا تمنن تستکثر۔ قرآن کریم کی تعلیم احکام آپ کی تبلیغ یا مالی
احسان کر کے کسی کو بایں غرض منت و احسان نہ جتا کہ آپ اس سے کثرت مال۔
کثرت جاہ یا بہتر بدلہ طلب کرے اور کوئی چیز کسی شخص کو بایں نیت ہرگز نہ دے
کہ وہ اس کا بدلہ زیادہ کر کے آپ کو دیوے۔ کیوں کہ یہ فعل تلویث باطن میں نجاست
کا حکم رکھتی ہے۔

آیت ۸۔ فاذا نقر فی الناقور۔ نقر کے معنے کلام عرب میں آواز دینے
کے ہیں۔ جب کوئی کسی شخص کو نام لے کر پکارتا ہے تو نقر باسم الرجل کہتے ہیں یا
اعلان کے ساتھ کسی چیز کو مشہور کر کے اطلاع دیتے ہیں تو اس کو بھی اسی لئے
نقارہ کی چوٹ سے یا ڈھنڈوری سے اطلاع عام دینا کہتے ہیں۔ جنگوں میں
بھی نقارہ بجایا جاتا ہے۔ جنگوں کو بھی عذاب فرمایا ہے۔ کما قال تعالیٰ۔
قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم۔

آیت ۱۱۔ ذرنی ومن خلقت وحیدا۔ **وحیدا کے معنے بے نظیر اور**
صفات میں متفرد۔ ولید بن مغیرہ کے دو لقب مکہ میں مشہور تھے۔ ایک وحید۔
اور دوسرا ریحانہ قریش۔ یہ اپنے شعر و سخن اور منطق کی خوش بیانی میں شہرت
رکھتا تھا۔ مال و فرزند بھی اس کے زیادہ تھے مگر بایں ہمہ پہلے درجہ کا ناسپاس
و ناشکر گزار تھا۔ اس کی اولاد دس یا تیرہ مع الاختلاف تھی۔ خداوند تعالیٰ کا
نپٹنا اس کے ساتھ اس طرح ہوا کہ ولید بن ولید۔ خالد بن ولید۔ ہشام بن ولید
مشرف بہ اسلام ہوئے اور اس کے چاہتے بیٹے اس سے بیزار ہو کر اس سے
علیحدہ ہو گئے۔ بعضے اس کی آنکھوں کے آگے کھپ گئے۔ مال و دولت میں
پے درپے نقصان ہونے لگا اور آخر الامر خود آپ نہایت ذلت اور افلاس
کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔ نزول آیت کا اگرچہ کسی خاص شخص کیطرف اشارہ کرتا ہے
مگر اعتبار اس کا عام ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی ایسی نظیریں کثرت کے
ساتھ پائی جاتی ہیں۔ جن کا بیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب
حقیقت الوحی میں نام بنام نمبروار درج ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ

آیت ۱۸ و ۱۹ و ۲۰۔ چوں کہ نامی شاعر تھا اس لئے جب اس سے قرآن شریف
کی نسبت لوگوں نے پوچھا تو اس نے اٹکل دوڑائی۔ خدا کی مار۔ اٹکلیں دوڑا
کر کہا تو یہ کہا کہ یہ تو جادو بھرا مؤثر کلام ہے اور اس کلمہ کو تیوری چڑھا کر اور
بُرا سا منہ بنا کر حقارت آمیز لہجے میں ادا کیا۔

کما قال تعالیٰ۔ عبس وبسر . . . . . فقال

ان ھذا الا سحر یؤثر

آیت ۲۹۔ لواحۃ للبشر۔ چوں کہ کلام کے وقت منہ بنا کر بشرے
سے حقارت آمیز ادا کو ظاہر کیا تھا اس لئے جزاءً وفاقاً کے طور پر بشرے
کو جھلس دینے والی آگ کا ذکر فرمایا۔

آیت ۳۰۔ علیھا تسعۃ عشر۔ بتلایا گیا ہے کہ جہنم کے داروغے انیس
ہیں۔ اس عدد میں ایک عجیب راز ہے۔ دانشمند غور کریں تو وہ اس قرآنی فلسفہ
سے لذت اٹھائیں۔ انسان کے وہ اعضاء و قوے کہ جن سے خدا تعالیٰ کی
نافرمانیوں کا ظہور ہو سکتا ہے۔ وہ بھی تعداد میں انیس ہی ہیں۔ دو ہاتھ۔ دو
پاؤں۔ زبان۔ دل۔ آلہ تناسل۔ مقعد۔ پیٹ۔ منہ۔ حواس خمسہ۔ فکر۔ عقل۔
شہوت۔ غضب۔[19]

آیت ۳۱۔ ذکرٰی۔ یہ پیش گوئی ایک شخص کو تاریخی انسان بنانیوالی ہے۔

آیت ۳۷۔ لمن شاء منکم ان یتقدم او یتاخر۔ جو تم میں سے آگے
بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا چاہے اس کے لئے انذار مفید ہو سکتا ہے۔ مگر جس کے
دل میں جنبش ہی ہو۔ بڑا ٹھوس ہے۔ انذار اور عدم انذار کو دونوں ہی کو برابر
سمجھتا ہے اور جگہ سے ہلنا ہی نہیں چاہتا ہے۔ اس کے لئے قرآن شریف کا
اُترنا اور نہ اُترنا گویا دونوں برابر ہیں۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ہمارا ایمان ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ بلکہ ایک رنگ میں ہو بھی چکا تاہم میرے فہم میں اس آیت میں ایک پیشگوئی اور بھی ہے اور وہ عرب اور ایرانی قوموں کے فتح ہونے کے متعلق ہے اہل عرب اور شامی قومیں اپنا تعلق چاند سے بتاتی ہیں اور دوسری سورج سے گویا یہ ایک واقعہ ہے کہ اسلام ان مذاہب پر غالب آجائے گا اور یہ مذاہب گہنا جائیں گے۔ اور اس سے حجت نیرہ اور واضح قایم ہو جائیگی کہ پھر بھاگنے کی جگہ نہ ہوگی۔ اور بالآخر اللہ تعالیٰ ہی طرف پناہ لینی پڑے گی یہ واقعات دُنیا جانتی ہے ہوئے اور دوسرے ادیان مغلوب ہوئے اور اسلام کامیاب ہوا۔ باوجود اس کے ہم یقین رکھتے ہیں کہ قیامت کو اللہ تعالےٰ کی قہری تجلی دوسرے رنگ میں بھی جلوہ گری کرے گی اور اس دُنیا کے واقعات اس قیامت کیلئے بطور دلیل اور ثبوت ٹھیرینگے۔ پھر اللہ تعالےٰ انسان کو اسی فطرتی دلیل کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کی پاداش کے لئے خود اپنی ذات میں دلائل رکھتا ہے اور وہ آگاہ ہے اس کا نفس جانتا ہے کہ پاداش اعمال حق ہے اور یوں بے جا عذر وحیلے الگ امر ہے اس کے بعد اللہ تعالےٰ قرآن مجید کی حقانیت پر ایک دلیل پیش کرتا جو بجائے خود قیامت کی بھی دلیل ہے اس لئے کہ وجود قیامت کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اب بتایا کہ قرآن کریم کو محفوظ رکھنا اور اس کا جمع کرنا اور اس کو کھول کھول کر بیان کرنا یہ سب کام ہمارے ذمہ ہیں قرآن مجید کی ترتیب میں کوئی تحریف نہ ہو سکے گی۔ کوئی امر اس کی اشاعت وحفاظت میں سدراہ نہ ہوگا اب دیکھ لو یہ عظیم الشان پیشگوئی کس طرح پر پوری ہوئی۔ ۲۳ سال کا متفرق کلام کس طرح باترتیب جمع ہوا۔ اور اب تک اس پر ۱۳ سو سے زیادہ سال گزر چکے کوئی کسی قسم کا اختلاف نہیں ہوا۔ اور پھر اس کے بیان کے متعلق جو پیشگوئی تھی وہ بھی کس شان سے پوری ہوئی۔ اس خصوصیت میں دُنیا کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد پھر انسانی فطرت کا نقشہ کھینچ کر بتایا کہ جلد باز انسان دُنیا سے پیار کرتا اور آخرت کو چھوڑتا ہے۔ اپنے اعمال کے نتائج سے غفلت کرتا ہے مگر والو! یاد رکھو ایک دن آتا ہے کہ بہت سے چہرے خوش ہونگے اور اس وقت بھی ان کا مقصود اور قبلہ حاجات وجہ اللہ ہوگا اس خوشی کی حالت میں بھی خدا کو بھول نہ جائینگے۔ اور بعض اُداس اور غمگین ہونگے پوری پوری تجلی اور ظہور اس کا قیامت میں ہوگا مگر دنیا میں بھی ہوا کس طرح بدر میں ہوا اور بالآخر فتح مکہ کا نظارہ کیا دل خوش کن تھا اس کے بعد بتایا کہ انسان جب مرض الموت میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی اور اُس کے ساتھ والوں کی کیا حالت ہوتی ہے اس وقت کا اضطرار اور موت سے بچنے کی آرزو اور خواہش بھی دراصل قیامت ہی کی دلیل ہے اندر ہی اندر قلب اپنے افعال پر نادم کرتا ہے اور جزا کا خیال ایک ہول اور غم دلپر ڈال دیتا ہے پھر بتایا کہ جلد باز اور مخمور انسان کس طرح خدا سے دُور جا پڑتا ہے آخر میں قیامت کے حق ہونے پر ایک اور زبردست دلیل پیش کی ہے پہلے بتایا ہے کہ قرآن کریم نے بعد لا الٰہ الا اللہ کے سب سے زیادہ اسی مسئلہ قیامت یا حشر اجساد کو نصب العین رکھا ہے اور اس کے دلائل میں ان لے انفسی اور آفاقی شہادتوں کو مقدم کیا یعنی انسان کی خلقت اور اس کے اعمال کے میلان اور غایت قانون الٰہی (فطرۃ اللہ (قانون قدرت) سے اقامت قیامت اور ثبوت حشر اجساد اور ضرورت یوم الدین پر جابجا بحث کی ہے چنانچہ اس جگہ فرمایا ایحسب الانسان ان یترک سدی الآیۃ اس آیۃ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ انسان کی بناوٹ اور اس کی خلقت اور اس کا تسویہ اور اس کا دو مختلف تتبیوں اور کارروائیوں کی مخلوق یعنی نر و مادہ ہونا چاہتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ جواب وہ ہستی ہے وہ اپنے اعمال اور افعال کی ذمہ وار ہستی ہے ایسا ہی آسمان سے پانی برسنے اور زمین پر نباتات اُگنے سے جابجا استدلال کیا ہے اب ان واقعات کو پیش کر کے کس طرح خدا تعالےٰ نے اسے پیدا کیا پھر آخر میں سوال فرماتا ہے اور اس بلیٰ قادرین کے دعوے کے جواب میں یہ تمام دلائل پیش کر کے پوچھتا ہے الیس ذٰلک بقادر علیٰ ان یحیی الموتیٰ اس مقام پر بے اختیار ہو کر انسانی فطرت اس امر کا اقرار کر اٹھتی ہے۔ بلیٰ انہ علیٰ کل شیئ قدیر"۔ (ترجمۃ القرآن مولفہ شیخ یعقوب علی صاحب)

آیت ۱- لا اُقسم بیوم القیامۃ الخ لا کو اکثروں نے زائد بتایا ہے اور حدیث شریف میں ہر ہر حرف پر دس دس نیکیوں کا ثواب مذکور ہے۔

جب بات سمجھ میں نہ آئی تو وہ زائد ہی ہوئی۔ کفار کو جس قدر بعث بعد الموت کے مسئلہ پر انکار واصرار تھا۔ ایسا کسی دوسرے مسئلہ پر سوائے شرک کے نہیں تھا۔ چنانچہ نہایت ہی تعجب سے کفار نے کہا۔ ھل ندلکم علیٰ رجل ینبئکم اذا مزقتم کل ممزق انکم لفی خلق جدید $\frac{22}{4}$ ادھر سے انکار پر اس قدر اصرار تھا اور ادھر اثبات بعث بعد الموت پر جگہ جگہ زور دیا گیا ہے۔ اس ردوکد کو مدنظر رکھ کر مخاطب کے مافی الضمیر پر انکاری طریق سے کلام کا افتتاح "لا" کے لفظ سے فرمایا ہے یعنے قولہ تعالیٰ زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا $\frac{28}{15}$ میں جو زعم کہ منکران بعث بعد الموت کے ضمیر میں رچا ہوا تھا۔ اس کی نفی لا کے لفظ سے کرتے ہوئے کلام کو شروع کیا۔ اس قسم کا محاورہ ہر زبان میں ہوا کرتا ہے جس کو مخاطب سخن بلاشک وشبہ پہچان لیتا ہے کہ یہ لا میرے مافی الضمیر کا رد ہے۔ اس کے یوم القیامہ اور نفس لوامہ کو بعث بعد الموت پر اس طور سے گواہ ٹھیرایا ہے کہ یوم القیام سے جنگ کی مصیبت کا دن اور اپنے نفس پر کفار کی ملامت کا اعتراف ثبوت دعوے بنگیا۔ دنیا میں جنگ کے لئے محشور ہونا آخرۃ کے حشر کے لئے اور دُنیا کی شکستوں پر اپنے نفسوں کو ملامت کرنا آخرۃ کے جزا وسزا کے لئے ثبوت ٹھیرا +

قیامۃ - کھڑا ہونا +

(۱) من مات فقد قام قیامتہ

(۲) قوم کی قیامت۔ جیسا کہ بنو امیہ پر سو سال کے بعد قیامت آئی اور وہ زبان عربی کے بولنے

(۳) ان یوماً عند ربک کالف سنۃ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کیا میری امت آدھا دن نہ کاٹے گی۔ اہل اسلام کا عروج قریب پانچ سو سال رہا +

(۴) ہزار سال کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں بہت رولا پڑ گیا یہ بھی ایک قیامت ہے +

(۵) یوم الساعۃ

(۶) یوم القیامۃ مصیبت کے وقت کو بھی کہتے ہیں +

ایت ۷- ایان یوم القیمۃ - ایان کے لفظ میں بھی استعجاب اور استبعاد

شدید کفار کی طرف سے بیان ہوا ہے یعنے کہاں ہوگی قیامۃ ؟ ہوتی ہوا تی کچھ نہیں ؛

آیت ۷ سے ۹ تک - فاذا برق البصر۔ وخسف القمر۔ وجمع الشمس والقمر

برقِ بصر سے مراد تحیر و فزع ہے جو انسان مصیبت کے وقت آنکھیں پھاڑ دیتا ہے۔ مصیبت کا وقت آئے تو ساری تدبیریں اُلٹ پڑتی ہیں ؛ عقل ہوتے ہوئے عقل کام نہیں دیتی۔ گویا کہ نور فراست کو بھی گرہن لگ جاتا ہے۔ گرہن کی اصل بھی اقترانِ شمس و قمر ہے۔ یعنے ایک کا وجود دوسرے کے بالمقابل حائل ہو جاتا ہے جو نور کے ہوتے ہوئے نور نظر نہیں آتا ؛

یومِ بدر ظاہری طور پر بھی بجلی کوندی مینہ برسا۔ تدبیریں کفار کی ان پر اُلٹ پڑیں۔ این المفر کہنے سے بھی کام نہ چلا۔ قرآن کریم چونکہ ذوالمعارف ہے لا تنقضی عجائبہٗ اس کی شان حدیث شریف میں بیان ہوئی ہے اس لئے یہ پیشگوئی اجتماع شمس و قمر کی گرہن کے ساتھ ہمارے اس زمانہ میں بھی مطابق حدیث دارقطنی جسمیں لم تکونا منذ خلق اللّٰہ السموات والارض ہے رمضان کے مہینے میں ۱۳۱۱ھ میں بڑی شان و شوکت سے مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدق دعوے کی علامت میں پوری ہوئی۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر جس طرح بدر کے شکست خوردوں کو این المفر کتنا فائدہ نہ دیا اسی طرح اس وقت کے مخالفوں کو باوجود حدیث شریف کی فعلی شہادت کے ضعف حدیث کو اپنا فرضی مفر قرار دینا پڑا ؛

آیت ۱۳ - ینبّؤا الانسانُ یومئذٍ بما قدّم واخّر۔ متنبہ کیا جائے گا انسان اُس دن اُن کاموں سے جو اُس نے نہ کرنے تھے اور کئے ؛ اور نیز متنبہ کیا جائے گا اُن کاموں سے جو اُس نے کرنے تھے اور نہ کئے ؛

قدّم۔ وہ کام جو نہ کرنے کے تھے کرلئے ؛

اخّر۔ وہ کام جو کرنے کے تھے نہ کئے ؛

آیت ۱۴ - علٰی نفسہٖ بصیرۃ۔ دوسرے کی ملامت پر انسان عذر بتاتا ہے مگر خود اپنی حالت کو بہتر جانتا ہے ؛

آیت ۱۶ - لا تحرك به لسانك لتعجل به۔ آیۃ باب ذوالمعارف ہے اس کے دو ترجمے ہیں ربطِ ماقبل کے لحاظ سے ایک معنے یہ ہیں کہ "اے معذرت کنندہ عذر بیان کرنے میں تیز زبانی نہ کر" اس صورت میں جمعہٗ میں ہٗ کی ضمیر انسان کے اعمال کیطرف ہے۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ پڑھنے والا جب قرآن شریف پڑھے تو جلدی نہ کرے ؛

لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن بتاتے ہیں۔ یہ بات غلط ہے صرف عثمان کے لفظ کے ساتھ قافیہ ملایا ہے۔ ہاں شائع کنندہ قرآن اگر کہیں تو کسی حد تک بجا ہے آپ کی خلافت کے زمانہ میں اسلام دُور دور تک پھیل گیا تھا۔ اور جمع تو اللہ تعالیٰ کی پسند کی ہوئی ترتیب کے ساتھ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا تھا اور اسی پسندیدہ ترتیب کے ساتھ ہم تک پہنچایا گیا۔ ہاں اس کا پڑھنا اور جمع کرنا ہم سب کے ذمہ ہے ؛

آیت ۱۸ - فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہٗ۔ ہمارے ایک دوست حافظ محمد اسحاق صاحب کی الہامی دلیل ہے جو ان کو بذریعہ الہام کے بتلائی گئی کہ دلیل اس آیت کے سورۃ الفاتحہ خلف امام سات آیتوں کے ہر ہر وقفے کے درمیان امام کے سکتے کے وقت مقتدی بھی اپنے مُنہ میں چُپکے چُپکے پڑھ لیا کرے حدیث شریف میں سورہ فاتحہ کو ھی السبع المثانی والقرآن العظیم فرمایا ہے ؛

آیت ۲۰ - العاجلۃ۔ جلدی کی بات جس کا نفع دمِ نقد موجود معلوم ہوتا ہے۔ یعنے دنیا ؛

آیت ۲۳ - الٰی ربّھا ناظرۃ۔ جمہور اہلِ علم کے نزدیک اس آیۃ سے دیدار الٰہی بلا حجاب ثابت ہے حدیث شریف میں ہے "انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر۔ لیس دونہ حجاب" ؛

دیرونہ سبحانہ من فوقھم ؛ نظر العیانِ کما یری القمرانِ
ھذا تواتر عن رسول اللّٰہ لم ؛ ینکرہٗ الّا فاسد الایمانِ

آیت ۲۴ - باسرۃ۔ گھبرائے بھرے ہوئے۔ حواس باختہ ؛

آیت ۲۵ - فاقرۃ۔ کمر توڑ مصیبت۔ فقرات الظہر۔ ان ہڈیوں کے منکوں کو کہتے ہیں جو پشت کی وسط میں اوپر سے نیچے تک ہوتے ہیں۔ فقر۔ اور فقیر بھی اسی سے مشتق ہے۔ اس کا حال مسکین سے بدتر ہوتا ہے۔ اسی واسطے مصارف صدقات میں فقیر کو مسکین پر مقدم رکھا۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین ۹/۶۰ فقیر کی ایک صفت ایک جگہ بائس الفقیر فرمایا ہے ۲۲/۲۹

آیت ۲۶ - گلے کی ہنسلی کی جگہ۔ رقٰی۔ یرقی۔ رقیا سے ماخوذ ہے ؛

آیت ۲۸ - وقیل من راقٍ۔ اس کے کئی معانی ہیں۔ ایک تو یہ کہ رقیہ سے مشتق ہے۔ جیسے بسم اللہ ارقیک اس صورت میں جھاڑ پھونک کے معنے ہونگے۔ دوسرے یہ کہ رقی۔ یرقی۔ رقیا سے اس صورت میں راق کے معنے اوپر لے جانے کے ہونگے اور اس کے کہنے والے فرشتہ ہونگے جو میت کے پاس والے فرشتہ عذاب کے اور رحمت کے آپس میں پوچھینگے۔ کہ رحمت کے فرشتے روح کو آسمان پر لے چڑھینگے یا عذاب کے ؛

آیت ۲۹ - والتفت الساق بالساق۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نزع روح کے وقت دُنیا کا آخر اور آخرۃ کا اول وقت ملتا ہے یہی لفّ ساقین ہے ؛ حسن کہتے ہیں لفّ ساقین سے مراد کفن کا پنڈلیوں میں لپٹنا مُراد ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ لفّ ساق اصطلاح میں شدۃ مصیبت سے کنایہ ہے۔ دنیا کی مفارقت کا غم اور آخرہ کے حساب و کتاب کا جھگڑا۔ یہ دونوں ملکر لفِّ ساقین ہے ؛

آیت ۳۱ - فلا صدّق ولا صلّٰی۔ تصدیقِ رسول کو نماز پر بھی مقدم رکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ؎

نماز مے کنی و قبلہ را نمے دانی ؛ ندانمت چہ غرض زیں نماز ہا باشد

جماعت میں جن احباب کو غیر احمدیوں کی امامت کے مسئلہ میں تحقیق منظور ہو وہ اس آیت میں صلوٰۃ پر تصدیق کے مقدم ہونے پر غور کریں۔ بعد تصدیق رسول یا امامِ زمان کے پہلی بات جس کا یوم القیامۃ حساب ہوگا۔ وہ نماز ہے۔ حدیث شریف میں ہے

اول ما یحاسب بہ العبد من اعمالہ الصلوٰۃ ؎

روز محشر کہ جاں گداز بود ✦ اولیں پرسش نماز بود

نماز کے محافظ کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ دین و دنیا کے مشکلات میں اللہ تعالیٰ اس کا ساتھی و نصیر ہوگا۔ کما قال تعالیٰ

وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ الآیۃ

آیت ۳۲ - ذھب الی اھلہ یتمطّٰی - یتمطّٰی مَطّ سے مشتق ہے مَطّ کے معنے اکڑبازی کے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ اذا مشت اُمتی المطیطاً۔ موٹا ہو جانا اردو زبان میں غالباً مَطّ ہی سے بنایا گیا ہے اکڑباز انسان کو کہتے بھی ہیں کہ بہت مُٹیا گیا ہے ✦

آیت ۳۴ و ۳۵ - اولیٰ بمعنے وَیل اور وا ویلا کے ہیں سورہ محمد رکوع ۲ میں ہے۔ فاولیٰ لھم - چار مرتبہ اولیٰ اس لئے فرمایا کہ ترکِ تصدیق و ترک صلوٰۃ کے دو عذاب قبر میں اور انہیں دو قسم کے دو عذاب یوم القیامہ ✦

آیت ۴۰ - الیس ذالک بقادرٍ الآیۃ - حدیث شریف میں اس آیۃ کے ختم پر ایک روایت میں سبحانک اللھم بلےٰ - اور دوسری روایت، بلیٰ انہ علیٰ کل شیٍٔ قدیر - جواباً فرمایا ہے ✦

پارہ ۲۹ - سورہ الدھر رکوع ۱

آیت ۱ - ہر ایک انسان کا اپنی عمر کے پہلے نطفۃً مذکور نہیں ہوا انسان کا ذکر تو اس وقت ہو جب وہ ہمارے سامنے آیا اس میں کسی سائنس کے ثبوت کی ضرورت نہیں۔ ..

آیت ۲ - من نطفۃٍ امشاجٍ نبتلیہ - من نطفۃ تھوڑی سی چیز سے - نبتلیہ بڑھاتے ہیں اس کو نطفہ سے علقہ پھر مضغہ پھر خلقِ آخر پھر طرح طرح کے انعامات کرتے ہیں۔ مشیج کے لغوی معنے خلط کے ہیں۔ غذاؤں کا خلط - مرد اور عورت کی منی کا خلط ✦

آیت ۳ - اما شاکراً و اما کفوراً - کسی شخص کے انعامات کو یاد کرتے ہیں تو اس کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ بڑی گھبراہٹ کے موقعہ پر ایک دعا اس طرح سے پڑھی ہے :-

دعا

"اے میرے محسن اور میرے خدا میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پُر معصیت اور پُر غفلت ہوں۔ تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا۔ اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے مجھے متمتع کیا۔ سو اب بھی مجھ نالایق اور پُر گناہ پر رحم کر۔ اور میری بیباکی اور ناسپاسی کو معاف فرما۔ اور مجھ کو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے کوئی چارہ نہیں - آمین ثم آمین" ✦

سلاسل - جو لوگ سچے دل سے خدا کیطرف توجہ ہو کر اس کی تلاش نہیں کرتے ان پر خدا کی طرف سے ایک ایسی بلا پڑتی ہے کہ وہ دنیا کے دھندوں میں گرفتار ہو کر پا بزنجیر ہو جاتے ہیں۔ اور سفلی کاموں میں ایسے سرنگون ہو جاتے ہیں۔ کہ گویا ان کی گردن میں ایک طوق ہے جو ان کو علوی زندگی کی طرف سر اٹھانے ہی نہیں دیتا۔ اور ان کے دلوں پر حرص و ہوا کی ایک سوزش لگی ہوئی ہوتی ہے کہ مال ملجائے۔ جائداد حاصل ہو جائے۔ دنیوی عزت و رتبہ مل جائے۔ قیامت کے دن یہی امور ان کے لئے طوق و زنجیر کی شکل میں متمثل ہو جائیں گے ✦

آیت ۵ و ۶ - ان الابرار یشربون من کاسٍ کان مزاجھا کافوراً - ابرار کی دو حالتیں دنیا اور آخرۃ کی اس آیۃ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے بتلائی ہیں۔ دنیا کی یہ کہ ابرار کے دلوں پر حرص و ہوا کی سوزش سرد ہو جاتی ہے۔ دنیا کی طرف سے خنک چشم و خنک دل رہتے ہیں یہ سوزش ان کے دلوں پر نہیں رہتی کہ ہائے فلاں چیز ہمیں میسر نہیں۔ ہائے فلاں چیز ہمارے پاس نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :- ؎

از طمع جستیم ہر چیزے کہ آں بیکار بود ✦ خود فزوں کردیم ورنہ اندکے آزار بود

اس طمع و حرص کی آگ کو قرآن شریف میں یوں فرمایا ہے :-

نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ ○ انھا علیھم مؤصدۃ ○ فی عمدٍ ممددۃ ○

حرص و طمع کی ایک آگ ہے جو دلوں پر جھپٹے مار رہی ہے۔ جس نے ان کو حق کی شنوائی سے ڈھانک لیا ہے۔ عمودِ ممددہ کی طرح لمبی لمبی امیدوں میں مخبوط الحواس ہیں۔ اس قسم کی آگ سے فرمایا کہ ابرار خنک چشم و خنک دل رہتے ہیں۔ یہی ان کا کافوری پیالہ ہے۔ جیسی حالت دنیا سے یہ لوگ ساتھ لے جاوینگے۔ جزاءً وفاقاً کے طور پر ویسی ہی نعمت ان کو آخرت میں خداوند کریم عطا فرماوے گا ✦

آیت ۷ - عیناً یشرب بھا عباد اللہ یفجرونھا تفجیراً - دنیا میں ان ابرار کی یہ ہمت رہی کہ جس رشد و ہدایت کو کافوری ٹھنڈک کی طرح انہوں نے آپ حاصل کیا تھا اس کی نہریں اور چشمے دور دراز ملکوں میں تبلیغی رنگ میں جاری کرتے گئے۔ چین میں لے گئے۔ افریقہ میں لے گئے۔ روم شام اور ہندوستان تک پہنچایا۔ اسی طرح آخرت میں جزاءً وفاقاً کے طور پر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بہشت کی نعمتوں سے سیراب کیا۔ ہماری جماعت کی انجمنوں کو چاہیئے کہ یفجرونھا تفجیراً پر پوری توجہ اور جانفشانی سے مگر ٹھنڈے دل سے کوشش کریں ✦

آیت ۸ - مسکیناً و یتیماً و اسیراً - پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی قیدی کو اصحاب میں سے کسی کے سپرد کرتے تو تاکیداً فرماتے " احسن الیہ " اس کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ یہ بھی ایک روایت میں آیا ہے کہ غریمک اسیرک فاحسن الی اسیرک - تیرا مقروض تیرا قیدی ہے۔ اس کے ساتھ نیک سلوک کر ✦

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

بقیہ سورہ الدھر رکوع ۱

پارہ ۲۹ - تبارک الذی

گذشتہ اشاعت سے آگے

ایک اور روایت میں ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اتقوا اللہ فی النساء فانھن عندکم عوان۔ یعنے عورتوں کے حق میں خدا سے ڈرتے رہو۔ کہ وہ تمہارے ہاتھوں میں قیدیوں کی طرح ہیں۔ یتیم کے حق میں بھی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب گھروں میں بہتر گھر وہ ہے۔ جس میں یتیم کے ساتھ نیک سلوک کیا جاتا ہے اور سب گھروں میں بدتر وہ گھر ہے۔ جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کیجاتی ہے۔

آیت ۱۰ - یوماً عبوساً قمطریرا - **عبوس الوجہ** اُس آدمی کو کہتے ہیں۔ جس کی پیشانی پر ہمیشہ بل پڑے ہوئے ہوں۔ **قمطریر** - سخت سلوٹیں اور بل چہرے کے عذاب آلہی کی شدت کو دیکھ کر چہروں کی ایسی حالت ہو گی کہ جیسے سخت گریہ وزاری کے وقت رونے والے چہرے کی کیفیت عین حالت گریہ کے وقت ہوتی ہے۔

آیت ۱۳ - زمھریرا - زمہریر ایسی سخت سردی کو کہتے ہیں جس سے ہاتھ پیر گلنے لگیں۔ بخلاف بَرد کے کہ اس میں معمولی ٹھنڈک ہوتی ہے۔

آیت ۱۵ - یطاف علیھم اٰنیۃ من فضۃ - کسی صوفی نے ایک مقام پر لکھا ہے اور جس نے یہ بات لکھی ہے وہ ایک بڑا آدمی ہے وہ کہتا ہے میں نے انبیاء کے مقام کو **چاندی** کا مقام دیکھا اور اولیاء کے مقام کو سونے کا مقام دیکھا۔ ہمارے مولویوں نے اس وجہ سے اس کو بھی کافر کہا ہے۔ سائنس والے جانتے ہیں کہ کل رنگوں کا جامع سفید رنگ ہے۔ ان کا منشاء یہ ہے کہ جو سفید رنگ نظر آیا وہ سارے کمالات کا جامع ہے۔

آیت ۱۷ - کان مزاجھا زنجبیلا - زنجبیل دو لفظوں سے مرکب ہے زنا اور **جبل** سے۔ زنا لغت میں اوپر چڑھنے کو کہتے ہیں اور جبل بمعنی پہاڑ۔ سونٹھ کی گرمی انسان میں بڑی قوت پیدا کرتی ہے۔ جب تک کہ عاشقانہ گرمی سالک راہ محبت کے دل میں نہ ہو وہ مشکلات کی بلند گھاٹیوں کو طے نہیں کرسکتا۔ جب یہ زنجبیل عشق اور محبت کی شراب پی لیتا ہے تو خدا کی راہ میں عملی قوت کا ایسا حیرتناک اثر دکھاتا ہے کہ دوسرا ہرگز دل سے ایسی جانفشانیاں نہیں دکھلا سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے بھی ایسے سالک کی جزا کاسہ وصال رکھا ہے۔ جس کے مزاج کی طرف زنجبیل کے لفظ سے اشارہ کرتے ہوئے جزاءً وفاقاً کی موافقت کو تبلایا ہے۔

آیت ۱۸ - تسمّٰی سلسبیلا - سلسبیل میں سَل سبیل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی پوچھ راستہ۔ دنیا میں عشق اور محبت کا زنجبیلی کاسہ اپنے مرشد کے ہاتھ سے جب سالک پی لیتا ہے۔ تو اس میں خصوصیت کے ساتھ اپنے محبوب حقیقی تک پہنچنے کی ایک تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر وہ راہ طریقہ کے پوچھنے اور اس پر قدم مارنے میں عار نہیں کرتا۔ خواہ کیسی ہی دشوار گھاٹیاں راستے میں حائل ہوں ہمارے موجودہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک فرمودہ جو سلسبیل کے لفظ سے بہت ہی مناسبت رکھتا ہے۔ یہ ہے۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی ۔۔ میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

آیت ۱۹ - ولدان مخلدون - مخلدون کے معنوں میں کئی قول ہیں۔ مخلد بوڑھے کو بھی کہا ہے۔ مخلد اس کو بھی کہا ہے جس کے زلف سفید ہوں۔ مخلد کے ایک معنے یہ بھی کئے ہیں کہ کانوں میں بندے بالے پہنے ہوئے۔ مگر ان تمام معنوں سے انسب وہ معنے معلوم ہوتے ہیں۔ جن کی مناسبت **ولد** کے لفظ کے ساتھ ہو۔ یعنے دنیا کے ولدان کی طرح جنتیوں کے خادمین ولدان پر مرور زمانہ کی وجہ سے کبھی معمر ہونے کا زمانہ نہیں آئے گا بلکہ باوجود مرور زمانہ کے وہ ہمیشہ ولدان ہی ولدان رہیں گے۔ جو کام خدمت گذاری کا پھرتیلی حرکتوں سے چھوٹے بچے کیا کرتے ہیں وہ معمر نہیں کیا کرتے اور کاربراری میں ان کی خدامت بھی معلوم ہوتی ہیں۔ اسی لئے الخ

لؤلؤاً منثورا - (یعنے) بکھرے ہوئے موتیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے

آیت ۲۰ - ملکاً کبیرا - حدیث شریف میں ہے کہ جو دوزخی دوزخ سے سب سے آخر میں نکالا جائے گا۔ اس کو اللہ تعالےٰ اس قدر جنت عطا فرماوے گا۔ کہ دنیا و مافیہا اور اس سے دو چند کے مقابلہ کی ہوگی۔

آیت ۲۳ - نزلنا علیک القراٰن تنزیلا - ہمنے اتارا ہے تم پر قرآن مجید کو وقتاً فوقتاً۔ اس کی وجہ سورہ الفرقان میں کفار کے سوال لولا نزّل علیہ القراٰن جملۃ واحدۃ - آیت ۳۲ میں یوں فرمایا ہے۔ کذالک لنثبّت بہ فوادک ورتلناہ ترتیلا۔ یعنے ضرورت پیش آمدہ کے وقت خداوند تعالےٰ کی ہمکلامی سے آپکے دل کو تسکین ملتی رہی۔ اس کے علاوہ اور بھی کوئی وجوہ وقتاً فوقتاً ٹھیر ٹھیر کر نازل فرمانے کے قرآن شریف میں مختلف مقام میں بیان فرمائے ہیں۔

توریت میں پہلے سے پیشگوئی کی گئی تھی کہ وہ کتاب آہستہ آہستہ نازل ہوگی

آیت ۲۷ - یحبون العاجلۃ - عاجلہ اس ورلی زندگی دنیا کو فرمایا جس کا آرام دم نقد موجود نظر آتا ہے۔

آیت ۲۸ - شددنا اسرھم - ہم نے ان کے جوڑ بند مضبوط کئے۔

آیت ۳۰ - وما تشاءون الّا ان یشاء اللہ - حال تمہارا ایسا ہونا چاہئیے

کرنہ چاہو تم وہ بات جو اللہ تعالے نہ چاہے مگر حال تمہارا یہ ہے کہ وہ چاہتے ہو۔ جو اللہ تعالے نہیں چاہتا۔

پارہ ۲۹۔ تبارک الذی

سورۃ المرسلات رکوع اول

آیت ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ ۔ والمرسلات عرفاً۔ فالعاصفات عصفاً والناشرات نشراً۔ فالفارقات فرقاً۔ فالملقیات ذکراً۔

مرسلات عرفاً۔ وہ معمولی رفتار سے چلنے والی ہوائیں جو ہلکی ہوتی ہیں اور نرمی سے چلتی ہیں اور حیوانات و نباتات کے لئے موجب حیات ہیں۔

عاصفات ناشرات وہ تیز ہوائیں جو بادلوں کو چاروں طرف پھیلاتی ہیں اور جن سے دنیا میں بڑے بڑے انقلاب پیدا ہوتے ہیں۔

فارقات۔ وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہیں۔ جو اس دنیا میں تفریق و انفصال کا کام کر رہی ہیں۔

ملقیات۔ وہ ہوائیں جو ملہمین اور واعظین کے نصائح کانوں تک اور دلوں تک پہنچاتی ہیں۔

قدرت کا یہ کرشمہ اور نظارہ بتاتا ہے کہ انسان کے خلق کی کوئی علت غائی ہے اس نظام ظاہری کو پیش کرکے بتایا ہے کہ جس طرح پر نظام ظاہری کے لئے موثرات خارجی ہیں اسی طرح نظام روحانی کے لئے بھی موثرات باطنی ہیں۔ ہوا کے مختلف حصوں کی قسم میں ہوا کے مختلف شعبوں کی طرف توجہ دلاکر اس نظارہ سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آیندہ آنے والی کامیابیوں اور واقعات کے دکھلانے کے علاوہ حشر اجساد پر اس کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

آیت ۷۔ انما توعدون لواقع۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے جو وعدے تم کو دئے گئے ہیں خواہ وہ اس دنیا کے متعلق ہوں یا آخرت کے متعلق وہ پورے ہو کر رہیں گے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہوائیں اور ذرات عالم خود ہی مدبر و مختار علیم دانا نہیں ہیں جو کہ دریافت عام کو سمجھ کر موقعہ اور محل شناسی کے بعد انتظام کریں بلکہ ان تمام واقعات ظاہری کے تحت میں مدبرات اور مقسمات ہیں جن کو بلفظ دیگر ملائکہ کہتے ہیں اور انہیں کو ظاہری افعال کے لحاظ سے مرسلات عاصفات۔ ناشرات۔ فارقات اور ملقیات کہا گیا ہے اور یہ الفاظ اپنے مفہوم کے حسب رشتے تمام ہیں۔ جو ہزاروں بیرونی و اندرونی۔ آفاقی و انفسی۔ روحانی و جسمانی امور پر دلالت کرسکتے ہیں۔ اور اس حق پر وجود فیصرت پر ہزاروں دلائل پیدا ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر موسمات شرد بارشوں کا آنا۔ برسنا۔ دن رات کا آنا جانا۔ سورج۔ چاند۔ ستاروں وغیرہ کا چلنا پھرنا سب داخل ہیں۔ اسی طرح پر باقی چار کو بھی قیاس کرلو۔ جسقدر واقعات ظاہری یا باطنی ظاہر ہو رہے ہیں وہ انہیں پنج اقسام میں محصور ہیں اور یہ سب کے سب بالاجماع دلالت کرتے ہیں کہ انما توعدون۔

ہواؤں کو دیکھو عام حالت میں کہ کیسی صاف و صحت بخش اور جانفزا ہوتی ہیں۔ مگر دوسرے وقت میں بھی ہوائیں تند اور تیز ہوکر دنیا میں ایک انقلاب پیدا کردیتی ہیں اور ایک عجیب امتیاز کے ساتھ بعض کو حوادث سے بچاتی اور بعض کو تباہ کرتی ہیں اور ایسے حوادث اتمام حجت کا باعث ہوجاتے ہیں۔

الغرض یہ نظام ظاہری کی تقسیم خمسہ ہزاروں دلائل کا لشکر ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو وعدے دئے ہیں۔ وہ پورے ہو کر رہیں گے۔ جس طرح ہوا صحت بخش اور جان افزا ہے اسی طرح امر رسالت بھی جان فزا ہے۔ مگر اس کی قدر نہ کیگئی۔ تو بالآخر اس میں ہوا کی طرح اشتداد پیدا ہوگا۔ یہ رسالت دنیا میں منتشر ہوجاوے گی اور اس کے ذریعے کا ذبوں اور صادقوں میں امتیاز ہوگا اور منکروں پر اتمام حجت اور باعث عذاب ہوگا یہی ہوا ہے جس نے قوم عاد کو ہلاک کیا تھا۔

لطف حق باتو مواسا ہا کند ٭ چوں کہ از حد بگذرد رسوا کند

آیت ۸۔ اذا النجوم طمست۔ جب چھوٹے چھوٹے ستارے ماند پڑ جاوینگے یا ان کا نور مٹ جاوے گا۔ نجم عربی میں چھوٹے ستاروں اور چھوٹے چھوٹے بوٹوں کو کہتے ہیں جیسے فرمایا۔ والنجم والشجر یسجدان۔ اور بڑے ستاروں کو کواکب کہتے ہیں۔ چونکہ قرآن شریف کے لئے ظہر اور بطن ہے اسلئے علامات قیامت سے یہ بھی ایک علامت ہے کہ ایسے علماء جو نجوم کی طرح ہیں ان کی نور فراست باقی رہیگی دوسری جگہ فرمایا۔

واذا النجوم انکدرت۔ علماء کا نورانی چشمہ مکدر ہوجائے گا۔ بیچارے کیا کریں تفسیروں پر تفسیریں لکھی گئی ہیں اور حاشیوں پر حاشیے چڑھائے گئے یہ تو حال علماء کا ہوا جو راہ یابی کے لئے بطور نجم کے نشان دہ تھے۔ باقی رہے حقانی علماء ان کے لئے حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ یقبض العلم بقبض العلماء۔ یعنے حقانی علماء کے مرنے سے علم دنیا سے جاتا رہے گا۔ قرآن شریف میں بھی اذا الکواکب انتثرت یعنی بڑے ستارے جھڑ پڑیں گے کہہ کر علماء ربانی کی وفات اور قبض علم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

آیت ۹۔ اذا السماء فرجت۔ جب آسمان شگافتہ ہوجاوے گا۔ اور دوسری جگہ قرآن شریف میں اذا السماء انشقت۔ فرمایا ہے۔ آسمان کا شگافتہ ہونا یا پھٹ پڑنا سماوی بلیات و کثرت حوادث سے مراد ہے۔ جیسا کہ شدت مصائب کے وقت کہتے ہیں کہ آسمان ٹوٹ پڑا۔ تباہ کن بارشوں کے وقت بھی یوں ہی کہتے ہیں۔ کہ آسمان ٹوٹ پڑا یا پھٹ پڑا۔

آیت ۱۰۔ واذا الجبال نسفت۔ جس وقت پہاڑ اڑا دئے جاویں۔ یعنے بڑی بڑی قومیں نیست و نابود کردی جاویں گی۔ تاریخوں میں تو بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر ہماری آنکھوں کے سامنے ہی کا معاملہ ہے کہ وہ شوکت اور قوت سکھوں کی جو پنجاب میں تھی کہاں

گئی۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں یہی لفظ اس ترتیب آیا ہے۔ یسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا الایۃ۔

آیت ۱۱۔ واذا الرسل اُقّتت۔ جب رسول وقت مقررہ پر جمع کئے جائینگے قیامت کے روز وقت مقررہ پر اپنی اپنی امتوں کا حال بتانے کے لئے رسول تو کئے گئے ہی جائیں گے۔ مگر دنیا میں بھی تحقیق المذاہب کے بڑے بڑے جلسے جنہیں ہر مذہب کے لیڈروں کو اپنے اپنے بیان کے لئے وقت دیا جاتا ہے یہ بھی توقیت رسل کا ایک نظارہ ہے۔

آیت ۱۲ و ۱۳۔ لای یوم اُجّلت ۝ لیوم الفصل ۝ یہ وعدے کب پورے ہوں گے؟ فیصلے کے دن پورے ہوں گے۔ آخرت میں یہ وعدے پورے ہونگے ہمارا ایمان ہے۔ مگر **علامات** کبرا اشراط الساعۃ کے طور پر یہ وعدے دنیا میں اس وقت بھی پورے ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ بہت سارے مباحث جن کا فیصلہ مولوی ملاؤں کے ہاتھوں سے نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کا فیصلہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر ہوگیا۔ عیسائیوں کا فیصلہ ڈوئی اور آتھم کے ذریعہ سے ہو گیا۔ آریوں کا فیصلہ لیکھرام کے ذریعہ سے ہو گیا۔ سکھوں کا فیصلہ باوا نانک علیہ الرحمۃ کے ذریعے سے ہوگیا۔

آیت ۱۵۔ ویلٌ یومئذٍ للمکذبین۔ جہاں قرآن شریف میں تکرار لفظی کے ساتھ کئی بار اس جملہ کو دہرایا ہے۔ وہاں خصوصیت کے ساتھ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ الفاظ مطابقت کے لئے اشارہ کر رہے ہیں۔ جس میں مسیح موعود کے کافرکش دم کی نسبت فرمایا ہے کہ:۔

لا یحل لکافر ان یجد ریح نفسہ الا مات ونفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ

یہ مکذبین کے لئے **ویل کا دن** اور **یوم الفصل** ثبوت ہے اس بات کا کہ اس کے بعد یوم القیامہ جزا سزا کا بڑا دن بھی آنے والا ہے۔

حدیث شریف میں جو مسیح موعود کے انفاس کا ذکر ہے اس سے مراد آپ کے دلائل قاطعہ اور **پیشین گوئیاں** ہیں۔ چنانچہ انہیں کو اس شعر میں ملفوظات نبوی کہا ہے۔

بل لحدیث بخم کذب انبئی وان + لم یصحبوا انف المذنب صحبوا

اس آیت شریفہ کو اس سورۃ میں بار بار لاکر یہ یقین دلایا ہے کہ منکرین ومکذبین رسالت ہرگز ہرگز فوز و فلاح کے وارث نہ ہوں گے۔

آیت ۲۰۔ من ماءٍ مھین۔ حقیر پانی سے یعنی تھوڑے نطفہ سے پانی سے نبی ولی۔ رسول۔ بادشاہ۔ امیر۔ فقیر سب اسی ماء مہین سے بنتے ہیں۔

آیت ۲۱۔ قرارٍ مکین۔ ٹھہرنے کی جگہ۔ محفوظ جگہ۔ عورت کے رحم میں۔

آیت ۲۵ و ۲۶۔ الم نجعل الارض کفاتاً احیاءً وامواتا۔ کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی زندوں کی اور مردوں کی۔ کفات کے معنے سمیٹنے والی اپنی طرف کھینچنے والی۔ ایک حدیث میں یہ لفظ اس طرح آیا ہے۔ اکفتوا صبیانکم عند انتشار الظلام۔ فان للشیطان فی ھذہ الساعۃ خطفۃ۔ یعنے سمیٹ لو اپنے بچوں کو شام کے اندھیرے کے وقت۔ کیوں کہ اس وقت شیطان جھپٹ مار لیا کرتا ہے

یوں بھی دیکھا گیا ہے کہ شام کے اندھیرے کے قریب کہ مویشی وغیرہ بڑی سرعت اور تیزی کے ساتھ چراگاہوں سے دوڑتے ہوئے مکانوں کیطرف آتے ہیں۔ ایسے وقت میں بچوں کا درمیان آ پڑنا ضرر اٹھانے کا باعث ہوتا ہے والدین یا سرپرستوں کو ہدایت فرمائی کہ ایسے وقت میں بچوں کو اپنی طرف کھینچ لو۔ باہر نہ نکلنے دو غرض کہ کفاتاً کے معنے کھینچنے اور سمیٹنے کے ہیں۔ خواہ مردہ ہوں یا زندہ تر ہو یا خشک۔ نباتات۔ جمادات۔ حیوانات سب کو زمین اپنی قوت جاذبہ اور قوت کشش سے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ مسیح کی موت حیات کا مسئلہ اس آیۃ سے بخوبی حل ہوتا ہے۔ آیۃ شریفہ بتلا رہی ہے کہ مسیح ہوں یا اور کوئی دوسرا جاندار۔ مردہ ہو یا زندہ۔ کسی کو بھی زمین نہیں چھوڑتی کہ اس سے جدا ہو کر نکل جاوین۔ اگر پرندے اڑتے ہیں تو تھوڑے عرصہ بعد پھر زمین ہی کی کشش سے اس کی طرف کھینچے چلے آتے ہیں۔ اگر پتھر اوپر کو پھینکا جاوے تو زمین ہی کی کشش ہے کہ اسکو نیچے لا گراتی ہے۔ زمین کی اس قوت کشش کو سائنس کی تحقیقات میں گراوٹیشن یاد رکھتے ہیں اس کو اس آیت میں کفاتاً کہا ہے۔ کفاتا۔ کفت لغت سے نکلا ہے۔ نہ کہ کفی سے۔۔۔۔۔ کفی کے معنے کافی ہونا اور الکفات کے معنے اپنی قوت کشش سے چیزوں کو اپنی طرف کھینچنا اور سمیٹنا۔

آیت ۳۰۔ ظلٍّ ذی ثلاث شعب۔ کسی سایہ کے تین ہی فائدے ہو سکتے ہیں۔ (۱) اوپر کی تپش سے بچائے (۲) گرد وپیش کی لپٹ سے بچائے (۳) شرارے اور چنگاریوں سے امن حاصل ہو۔ دوزخ کے دھوئیں کا سایہ اس میں یہ صفتیں کہاں: قرآن شریف کی باہمی آیات میں کچھ نہ کچھ ربط مطالب کے لحاظ سے ضرور رہتا ہے۔ دخانی فتنوں کا ثبوت قرآن شریف کی اس آیت سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیا ہے۔ جو سورۃ الدخان میں ہے۔

یوم تاتی السماء بدخانٍ مبین

عیسائیوں کی نجات کا اعتقاد باپ۔ بیٹا۔ روح القدس۔ ان تینوں کی معجون مرکب پر ہے۔ ان تینوں کا جزو اعظم بیٹا ہے جو زمین کی اس کشش پر جس کا ذکر ماقبل آیت میں ہے۔ غالب آکر زندہ آسمان پر چڑھ گیا۔ (خدا کا بیٹا جو ہوا اس کو گراوی ٹیشن کی کیا پروا) آیت باب میں اس معجون مرکب کو ثلاث شعب سے تعبیر کیا ہے ربط آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجات کے لئے نہ باپ کا سایہ ہوگا نہ بیٹے کا نہ روح القدس کا۔ ہونگے اس وقت تینوں موجود۔ مگر جس سایہ کی طرف جاویں گے آرام یا نجات نہ ہوگی۔ اللہ اعلم وعلمہ اتم۔ جزا سزا اور اعمال میں مناسبت کا ہونا ضروری ہے۔ جو ان دو آیتوں سے ثابت ہے۔

آیت ۳۹۔ فان کان لکم کیدٌ فکیدون۔ کتنا بڑا کید ہے کہ ایک ذو تین کو جمع کرنے سے تین نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی ہوتا ہے۔ ۱+۱+۱ = ۱

آیت ۴۷۔ کلوا وتمتعوا قلیلاً انکم مجرمون۔ سورۃ کا اکثر حصہ مذہب عیسوی کے اوپر مشتمل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ گرجا کے خادموں کو کھانے پینے کے لئے بافراغت ملتا ہے۔

آیت ۴۸۔ واذا قیل لھم ارکعوا لا یرکعون۔ نماز میں عیسائیوں کی

رکوع نہیں صرف (نیل ڈون) گھٹنے ٹیکنا ہے وبس۔

آیت ۵۰ - فبایّ حدیث بعدہٖ یؤمنون۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح حدیثوں کو بھی نہ مانو۔ واذا سرّ النبیّ الٰی بعض ازواجہ حدیثاً ⁲⁸/₁₉ میں کبھی پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہی کا ذکر ہے وہاں بھی ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما ⁲⁸/₁₉ آیا ہے۔ ایسے اعتقاد سے توبہ کرنا لازم ہے۔

پارہ ۳۰ عمّ

سُورۃ النّباء رکوع ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت ۲ - النّبا العظیم - نباءِ عظیم قیامہ کے وقوع کا دن ہے جس میں ان کو اختلاف تھا۔ نباءِ عظیم الشان بات۔ پھر اس کے ساتھ عظیم کے لفظ کو اہمیت کے اظہار کے لئے اور بھی بڑھا دیا۔ ہو سکتا ہے کہ نباءِ عظیم سے مراد قرآن مجید اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا دعوےٰ بھی مُراد ہو۔

آیت ۴ - کلّا سیعلمون۔ کلّا زجر اور توبیخ کا کلمہ ہے بیان ماقبل کے ردّ کے لئے آتا ہے۔ سوف نہیں فرمایا "س" جو شتابی اور بیدرنگی پر دلالت کرتا ہے لاکر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ قیامت کبریٰ کے ثبوت کے لئے اس سے پیشتر ایک اور قیامت خیز واقع فتح مکّہ وغیرہ کا بھی ہوگا۔ جیساکہ دوسری جگہ فرمایا۔ ولنذیقنّھم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر ²¹/₁₅

یہ سورہ شریف مکّی ہے ایسے وقت کی نازل شدہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم تنہا تھے۔ اس وقت یہ عظیم الشان پیشگوئیاں دنیا کو سنائی گئیں۔ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی صداقت اور قیامت کے ثبوت کے واسطے بیّن دلائل ہوئیں۔ اس زمانہ کے مادہ پرست لوگ غور کریں۔ کہ کیا کوئی انسان اپنی تدبیر اور فکر سے ایسی تحدی کے ساتھ اتنا بڑا دعوےٰ خلقت کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ کیا ایسی شاندار بات کوئی شخص صرف اٹکل بازی سے کہہ سکتا ہے۔

قیامت کے منکرین کے واسطے یہ دلائل نہایت ہی فائدہ بخش ہو سکتے ہیں۔ بشرطِ آں کہ کوئی غور کرے۔

آیت ۶ - الم نجعل الارض مھٰداً۔ جعل پہلے پہل پیدا کیا۔ مہاد بمعنی ممہود۔ اسم مصدر۔ اسم مفعول کے معنے میں ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ جعل لکم الارض فراشاً۔ معلوم ہوا کہ مہاد ہونا بھی زمین کی ایک صفت ہے۔ اور فراش ہونا بھی ایک صفت ہے۔ چوں کہ قیامت کے وقوع میں استبعاد عقلی ظاہر کیا گیا تھا اسلئے اپنی قدرت کاملہ۔ سطوۃ اور جبروت کے چند ایک نظارہ قدرت کو پیش کیا مثلاً جبال۔ خلق ازواج۔ نوم وسبات۔ سبع شداد۔ سراج وہاج وغیرہ کئی ایک عظیم الشان مشہود قدرتوں کو پیش کیا تاکہ عجز کا وہم دُور ہو۔

مھد - گہوارے کو کہتے ہیں زمین بھی ایک گہوارے کی طرح ہے سُورج کے گرد گردش کرتی ہے۔ انسان کا یہ گہوارہ ہے۔ مٹی سے وہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر مٹی میں مل جاتا ہے پھر مٹی سے اٹھایا جاوے گا۔ اس زمین پر جزاؤ سزا اور اعمال کا ایک نقشہ اپنے سامنے دیکھتا ہے۔

آیت ۷ - والجبال اوتاداً۔ اوتاد وتد کی جمع۔ وتد بمعنے کھونٹی۔ جس سے اس جگہ مضبوطی جبال کا اظہار بھی مقصود ہے۔

پہاڑ ثقل ارض کو ایک اندازہ پر رکھنے والے ہیں۔ آج کل کے سائنس دانوں نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ اگر زمین پر پہاڑ نہ ہوتے تو وہ جنبش کرتی رہتی۔ اس میں زمین کی پیدائش اور بناوٹ کی طرف اشارہ ہے اور اُن فوائد کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جو پہاڑوں سے اہل زمین کو حاصل ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم۔ رکھے ہیں زمین میں پہاڑ تاکہ وہ تمہیں کھانا دیویں۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے نور الدین میں اس کی فلسفی یوں بیان کی ہے۔ جو ایک معترض کے جواب میں آپ نے لکھی ہے۔

سوال ۱ - زمین پر پہاڑ اس لئے رکھے کہ وہ آدمیوں کے بوجھ سے ہل نہ جاوے

الجواب - قرآن کریم میں اس مضمون کی کوئی آیت نہیں۔ البتہ یہ آیت ہے۔ والقیٰ فی الارض رواسی ان تمید بکم وانھاراً وسبلاً لعلکم تھتدون (پ ۱۴ نحل) اس آیت میں اَن تمید بکم کا لفظ ہے جس کے معنے تمہیں بتلاتے ہیں۔ اور دوسری آیت اسی مضمون کی یہ ہے۔ وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بھم وجعلنا فیھا فجاجاً سُبلاً لعلّھم یھتدون۔ (پ ۱۷ انبیاء) ان دونوں آیتوں میں تمید کا لفظ ہے۔ جو جہالت کے سبب سے دشمنان اسلام کی سمجھ میں نہیں آیا۔ سنو لغت عرب میں ہے:۔ مادنی۔ یمیدنی۔ اطعمنی (مفردات القرآن للراغب) اور مَید کے معنے ہلنا۔ دیکھو مادیمید میداً ومیداناً عرّث (قاموس اللغۃ) مادھم اصابھم ودار (قاموس) والمائدۃ الۃ اثرۃ من الارض قاموس ان معنوں کے لحاظ سے جو مادنی یمیدنی کے کئے گئے ہیں۔ اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ رکھے زمین میں پہاڑ اس لئے ہیں کہ کھانا دیں تمہیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ پہاڑوں کو اللہ تعالےٰ نے اس لئے بنایا ہے کہ ان میں سے برفیں پگھلیں۔ چشمے جاری ہوں ندیاں نکلیں۔ پھر ان کے بل پر اس سطح سے جس میں ریگ ہوتی ہے۔ پانی مصفا ہو کر کنوئیں میں آتا ہے۔ پھر اس سے کھیت سرسبز ہوتے ہیں یہ بھی ایک علاوہ اس رحمت کے سلسلے کے ہے جو باران رحمت الٰہیّہ سے ہے۔ جس کا ذکر اس کلمہ طیبّہ میں ہے۔ وانزل من السّماء ماءً فاخرج بہٖ من الثمرات رزقاً لکم (پ ۱ بقرہ) اور دوسرے معنوں کے لحاظ سے آیت کے یہ معنے ہوئے۔ کہ ہمنے زمین پر پہاڑ رکھے۔ کہ چکر کھاتے ہیں۔ ساتھ تمہارے یہ الٰہی طاقت کا ذکر ہے کہ اس نے ایک بڑے مستحکم مضبوط پہاڑوں کو بھی زمین کے ساتھ چکر دے رکھا ہے۔ اور نظام ارضی میں کوئی خلل نہیں آتا۔ اب کوئی انصاف کرے کہ کن معانی پر اعتراض کی جگہ ہے۔ ہمنے تصدیق براہین احمدیّہ کی جلد دوم میں اس مضمون پر بسط سے کلام کیا تھا۔ اس مسودے سے بھی یہاں مختصراً کچھ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ مذہب اہلِ احمدیّہ

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر

پارہ تیسواں - سورۃ النبا

بقیہ رکوع اول

---*---

براہین احمدیہ کے اعتراض کا تیسرا حصہ یہ تھا۔ اہل اسلام کے نزدیک پہاڑ بمنزلہ میخوں کے زمین پر ٹھونکے گئے یہ "خام خیالی ہے" +

الجواب۔ خام خیالی وہ دعوے کرنا اور ثبوت نہ دینا یہی معترض کی خام خیالی ہے۔ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ (پ ۲۱ لقمان) اور آیۃ کریمہ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا (پ ۳۰ عم) ایک نہایت سچی فلسفی ہے۔ اور اس سچی فلسفی پر جدید علوم اور حال کے مشاہدات گواہی دیتے ہیں اور انہی مشاہدات سے بھی ہم گذشتہ دیرینہ حوادثات کا علم حاصل کرسکتے ہیں طبقات الارض کی تحقیقات اور مشاہدات سے اچھی طرح ثابت ہوسکتا ہے کہ اس زمین کا ثبات وقرار اضطرابات اور زلازل سے خالق السموٰت والارض نے تکوین جبال اور خلق کوہسار سے ہی فرمایا ہے اور زمین کے تپ لرزہ کو اس علیم وقدیر نے تکوین جبال سے تسکین دی ہے۔ چنانچہ علم طبقات الارض میں تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ زمین ابتدا میں ایک آتشین گیس تھا جس کی بالائی سطح پر دھواں اور دخان تھا۔ اور اس امر کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ (پ ۲۴ فصلت) پھر وہ آتشین مادہ اوپر سے بتدریج سرد ہوکر ایک سیال چیز بنگیا۔ جس کی طرف قرآن شریف ان لفظوں میں اشارہ فرماتا ہے۔ وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ (پ ۱۲ ہود) پھر وہ سیال مادہ زیادہ سرد ہوکر اوپر سے سخت اور منجمد ہوتا گیا۔ اب بھی جس قدر اس کے عمق کو غور سے دیکھتے جاویں۔ اس کا بالائی حصہ سرد اور نیچے کا گرم ہے۔ کوئلوں اور کانوں کے کھودنے والوں نے اپنی مختلف تحقیقات سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ گو اس نتیجہ میں فلاسفروں کو اختلاف ہے کہ چھتیس میل عمق سے نیچے اب تک ایک ایسا ذوبانی اور ناری مادہ موجود ہے۔ جس کی گرمی تصور سے بالا ہے (اسلام نے بھی دوزخ کو نیچے بتایا ہے) جب زمین کی بالائی سطح زیادہ موٹی نہ تھی اس وقت زمین کے اس آتشین سمندر کی موجوں کا کوئی مانع نہ تھا۔ اور اس لئے کہ اس وقت حرارت زیادہ قوی تھی اور حرارت حرکت کا موجب ہوا کرتی ہے۔ زمین کی اندرونی موجوں سے بڑے بڑے مواد نکلتے جن سے پہاڑوں کے سلسلے پیدا ہوگئے۔ آخر جب زمین کی بالائی سطح زیادہ موٹی ہوگئی اور اس کے ثبات وثقل نے اس آتشی سمندر کی موجوں کو دبا لیا۔ تب وہ زمین حیوانات کی بود وباش کے قابل ہوگئی۔ اسی واسطے قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ اور اس کے بعد فرمایا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ۔ القٰی کا لفظ جو آیۃ القٰی فی الارض میں آیا ہے۔ اس کے معنے ہیں بنایا۔ کیونکہ قرآن مجید کی دوسری آیت میں بجائے القٰی کے جَعَلَ کا لفظ آیا ہے۔ جس کے صاف معنے ہیں بنایا۔ اور ان امور کی کیفیت آیت ذیل سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا اور زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں برکت رکھی وَبٰرَکَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا (پ ۲۴ فصلت) اور اس پر ہر قسم کے کھانے کی چیزیں پیدا کیں۔ ایک عجیب نکتہ آپ کو سناتے ہیں۔ نہ معلوم میری مراد وہ سعادت مند ہیں جو اس نکتہ سے فائدہ اٹھائیں۔ قرآن کریم میں ایک آیت ہے۔ اس کا مطلب ایسا لطیف ہے کہ جس سے یہ تمہارا سوال بھی حل ہو جاوے اور قرآن کریم کی عظمت بھی ظاہر ہو۔ غور کرو اس آیت پر +

وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ (پ ۲۰ عنکبوت)	اور تو پہاڑوں کو دیکھ کر گمان کرتا ہے کہ وہ مضبوط جمے ہوئے ہیں۔ اور وہ بادل کی طرح اڑ رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری قابل دید ہے جس نے ہر شے کو خوب مضبوط بنایا ہے +

غور کرو یہاں ارشاد فرمایا ہے کہ پہاڑ تمہارے گمان میں ایک جگہ جمے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور وہ بادلوں کی طرح چلے جاتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ زمین کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔ اور یہ کیسا عجیب نکتہ ہے +

آیت ۹۔ وجعلنا نومکم سباتًا۔ نوم بھی قیامت کے ثبوت کیلئے ایک عجیب واقعہ روزمرہ کا ہے **سبات** کے کئی معنی ہیں۔ سبات نیند اور راحت۔ سبات قطعًا لاعمالکم۔ سبات مدد اور کھولنے کو بھی کہتے ہیں سَبَتَتِ الْمَرْءَةُ شَعْرَهَا۔ نیند بھی ایک قسم کی موت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ہر روز مردے کو زندہ کرتا ہے۔ یہ موت ناقص ہے۔ موت کامل کے بعد بھی انسان اسی طرح پھر اٹھایا جائے گا۔ یہاں اس کا ایک نمونہ دکھایا گیا ہے +

آیت ۱۰۔ جعلنا الیل لباسًا۔ راتوں کے سبات اور آرام پانے کی وجہ سے تھکے ہوئے چہروں پر دوسرے دن جو تر و تازگی اور رونق آجاتی ہے یہ بھی ایک قسم کا لباس ہے۔ حقیقت میں رات بندوں کے لئے بڑی پردہ پوش چیز ہے۔ کوئی شاعر کہتا ہے ؎

اللیلُ للعاشقین سِترًا + یالیت اوقاتها تدومُ

آیت ۱۴۔ وانزلنا من المعصرات ماءً ثجاجًا۔ معصرات ان بادلوں کو کہتے ہیں جن میں ہینہ کی طرح پانی بھرا ہوا ہو جو ٹپکنے کے قریب ہو (معصر لغت میں اس لڑکی کو بھی کہتے ہیں جو قریب البلوغ ہو) ثَجَّ لازمی اور متعدی دونوں معنوں میں مستعمل ہوتا ہے لازمی جیسے ثَجَّ المَاءُ پانی کثرت سے بہا۔ متعدی جیسے

حدیث شریف میں ہے اَحَبُّ الْعَمَلِ ... اِلَی اللّٰہِ۔ اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ۔ عج کے معنے تلبیہ پکارنا۔ لبیک کہنا۔ اور ثج کے معنے قربانیوں کا خون بہانا۔ غرضکہ مُعصرات سے ماءً ثجاجًا کا ہونا عبارت ہے۔ بارش موسلا دھار سے +

آیت ۱۷ - یوم الفصل - فرمایا یوم الفصل مقرر ہے۔ وہ یقیناً آنے والا ہے۔ مکہ معظمہ میں یہ نبوت سُنائی گئی۔ اور بدر یوم الفصل اور یوم الفرقان واقعات کے رو سے ثابت ہو کر قیامت و محشر کے واسطے ایک بیّن دلیل ہے +

آیت ۲۱ - اِنَّ جھنّم کانت مرصادًا - مرصاد کے معنے کمین گاہ گھات - قید خانہ - جیل خانہ +

آیت ۲۲ - لِلطَّاغین مآبًا - سرکشوں کے لئے بازگشت کی جگہ طاغین کے بالمقابل اگلی آیۃ میں متقین اور ان کی جزا کو بیان فرمایا ہے +

طاغی سرکشی کرکے حد سے نکل جانے والا +

متقی خداوند تعالےٰ کی حدبندیوں کے اندر رہنے والا ؎

صادق آن باشد کہ ایام بلا + مے گذارد با محبت با وفا

حقبا - اس سے ظاہر ہے کہ جہنم غیر منقطع نہیں ہے بلکہ وہ ایک تادیب گاہ ہے۔ جہاں انسان کی روحانی بیماریوں کا علاج ہو کر اسے بہشتی زندگی بسر کرنے کے قابل بنا دیا جاتا ہے جنت عطاءً غیر مجذوذ ہے +

رکوع دوم

آیت ۱ - اِنّ للمتقین مفازًا - پاس ہونے والے - کامیاب اور بامراد ہونے والے متقین ہی ہیں +

آیت ۲ - کواعب اترابًا - کواعب جمع کاعبہ کی ہے کعبین پیر کے دونوں ٹخنوں کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ کواعب سے مراد وہ نوخیز نو عمر عورتیں ہیں جن کے پستان ٹخنوں کیطرح اُبھرے پر ہوں۔ (محاورہ ہے تکعبۃ الجاریۃ - و کعبت الجاریۃ)

اتراب - اس لفظ کا اصل ترب اور تراب - سے ہے جس سے مطلب خاکساری اور انکساری ہے۔ طاغین کی سزا کے بالمقابل **اتراب** یعنے منکسر المزاج عورتوں سے جزاءِ متقین خوب مناسبت رکھتی ہے +

اتراب کے لغت کی حقیقۃ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے **عمل الترب** کے اس بیان سے بھی خوب واضح ہوتی ہے جو ازالۃ الاوہام طبع اوّل ص۳۰۹ اور ص۳۱۲ میں مذکور ہے جہاں آپ نے **تسخیر بالنظر** کے عمل کو بیان فرمایا ہے۔ اس عمل میں معمول (جسکو انگریزی میں سبجکٹ کہتے ہیں) کا اپنے عامل کے لئے پورا منکسر المزاج مطیع و فرمان پذیر بننا ضروری ہے۔ حضرت صاحب کا ایک الہام بھی ان صفحوں میں درج ہے وہ یہ ہے **ھذا ھو الترب الذی لا یعلمون**۔ اتراب کے معنے ہمعمر اور ایک ساتھ مٹی میں کھیلنے والوں کے بھی بیان ہوئے ہیں۔ لِلنّاسِ فِی مایعشقون مذاھبُ شتّٰی

آیت ۴ - کَاْسًا دِھَاقًا - کاس بھرے پیالے کو کہتے ہیں۔ جو پیالہ پینے کی چیز سے خالی ہو اُسے کاس نہیں کہینگے۔ پیالہ اتنا بھرا ہو کہ چھلکنے لگے اُس پیالہ کو کاسًا دھاقًا کہتے ہیں۔ ابن عباس رض سے منقول ہے اَسْقِنَا دَاْدَھِقْ لنا۔ یعنے پلا ہم کو اور خوب بھر کر پلا۔ دِہاق کے معنے پے در پے کے بھی آئے ہیں اِدْھقتُ الحجارۃ اِدھاقًا۔ میں نے پے در پے پتھر چلائے +

آیت ۸ - یوم یقوم الروح والملٰئکۃ الخ حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ رُوح سے بنی آدم اور ارواح اُنکی مراد ہیں۔ لا یتکلّمون اِلّا من اَذِنَ لہ الرحمٰن ہیں۔ عیسویت کے کفارہ کی تردید ہے۔ جنپر رُوح کے لفظ کا اطلاق ہے وہ سب دست بستہ کھڑے ہیں کہ کلام کرنے کی مجال نہیں۔ کیا رُوح سے مراد صرف وہ اقنوم بنایا جاسکتا ہے جس میں کہا گیا کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے کی ایسی حتی پلید ہوتی ہے کہ اس بیچارہ کو بولنے تک کی جرأت نہیں۔ علاوہ اس کے رحمٰن کے معنے رحم بلا مبادلہ کرنے والا ہے صفتِ رحمانیت اور کفارہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ (تفصیل کیواسطے دیکھو لیکچر کفارہ) رحمانی صفت میں تناسخ کا بھی رد ہے۔ جو رحم بلا مبادلہ کرتا ہے اس کو مختلف جونوں میں کتا بلا بنا کر اپنا کھر ہو۔ اگر لینے کی کیا ضرورت؟ قرآن کریم میں روح کا لفظ ملائکہ کے لئے آیا ہے۔

آیت ۱۰ - انا انذرنٰکم عذابًا قریبًا۔ الخ۔ ابتداء سورہ میں سیعلمون دوبار کہکر قریب ہی آنے والے عذاب کی طرف توجہ دلایا تھا۔ خاتمہ سورہ بھی عذاب قریب کا ذکر فرمایا۔ جو یوم بدر اور فتح مکہ کے دن واقع ہوا اور یہ عذاب کی پیشگوئیاں دُنیا میں صادق ہو کر قیامت اور اُس کے عذاب کے لئے ثبوت ٹھہریں +

یہاں سورۃ النبا کے نوٹ ختم ہوئے

سورۃ النازعات

رکوع اوّل

آیت ۱ - والنازعات غرقًا - نازعات زور سے اور تکلّف سے کھینچنے والے +

آیت ۲ - والناشطات نشطًا - بلا تکلف نشاطِ خاطر سے کھینچنے والے +

آیت ۳ - والسّابحات سبحًا - اپنے فن کے پیراک اور ماہر +

آیت ۴ - فالسّابقات سبقًا - اپنے ہمعصروں سے سبقت لیجانیوالے +

آیت ۵ - فالمدبّرات امرًا - افسران محکمہ جات اور اپنے اپنے فنون کے موجد و مدبر +

مطلعِ سورۃ کی یہ پانچ آیتیں ہیں جو اس بات کا اظہار کر رہی ہیں کہ دینی امور ہوں یا دنیوی۔ اُنکے انتہائے کمال پر پہنچنے کے لئے یہ پانچ مرحلے طے کرنے پڑتے ہیں۔ اوّل - کام سے ہٹانے والی چیزوں سے الگ ہو کر انسان اپنے کام

میں محو ہو جائے۔ دوم۔ پورے نشاط اور خوشی سے اپنے کام کو کرے۔ سوم۔ اپنے کام میں اس طرح مشق کرے جس طرح پیراک پانی میں تیرتا ہے اور اُس کو کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ چہارم۔ اپنی جماعت اور ہم عمر لوگوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔ پنجم۔ اپنے کام میں ایسا کمال حاصل کرے کہ خود اس میں موجد ہو جائے۔ مثلاً طالب علم ہو یا تاجر۔ پہلے پہل اُسکو تہ گوش و تمہ تن ہو کر اپنے کام میں مستغرق ہونا پڑتا ہے۔ تب کچھ حروف شناسی یا سنبھال پڑتا ہے۔ پھر بعد اس کے نشاط خاطر سے کام چل پڑتا ہے۔ پھر بعد چندے طالب علم یا پیشہ ور اپنے معانی و مطالب کے پیراک ہو جاتے ہیں۔ پھر اپنے ہمعصروں اور پیشہ وروں سے بایکدیگر مسابقت و پیشقدمی کرنے لگتے ہیں۔ آخری درجہ کمال یہ ہوتا ہے کہ موجد فن و مُدبّر و افسر اعلیٰ بنجاتے ہیں ۔

ملائکۃ اللہ کی خدمات بھی اِن آیتوں سے مراد سمجھی گئی ہے۔ مگر آیت اپنے عموم پر دلالت کر کے ملائکۃ اللہ کے ہم رنگ و ہم سبق ہونے کی انسانوں کو بھی تعلیم دے رہی ہیں اور ساتھ ہی جزا و سزا کے مسئلہ کو جو مقصود بالذات ہے ثابت کر رہی ہیں۔ نتائج اعمال حق ہیں۔ کوششوں کے پھل ضرور ملینگے ۔

الدنیا مزرعۃ الاخرۃ۔ دنیا ایک زراعت گاہ ہے۔ اس زراعت کے کاٹنے کا جو وقت ہے اس کا نام یوم آخرۃ و یوم القیامت ہے ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جَو زجو

اللہ تعالےٰ نے قسم کے ساتھ بیان فرمایا ہے ۔ گویا کہ ان واقعات کو جزا و سزا کے لئے گواہ ٹھیرایا ہے۔ اور اُس آنے والے دن کے اشراطِ عظام۔ مبادی و مقدمات یُوں بیان فرمائے ہیں:۔

آیت ۶ و ۷۔ یوم ترجف الراجفۃ تتبعھا الرادفہ۔ زلزلے ہمیشہ آتے رہیں گے۔ ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اشراطِ عظام قبل قیامِ ساعۃ جب شروع ہو جاوینگے تو ایسے لگاتار ظہور ہونگے جیسے تسبیح کا تاگہ ٹوٹ جانے سے منکے تسبیح کے متتابع یکے بعد دیگرے گرنے لگتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اوّل الآیاتِ خروجاً طلوع الشمس من مغربھا او الدابۃ ایتھما خرجت فالاخریٰ علےٰ اثرھا۔ سب سے پہلی نشانی جو ظاہر ہوگی وہ یا تو طلوعِ شمس من مغربہا ہوگی یا خروج دابہ کی ہوگی۔ جونسی ان میں سے پہلے ظاہر ہوگی۔ دوسری بھی اس کے نقش قدم کے ساتھ ہی شروع ہوگی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ تیرہ سَو برس گزرنے کے بعد ظہور اِن آیات کا جو تعبیر طلب ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح دُور کی چیز اپنی کیفیت و کمیت میں بہ سبب بعد مکانی کے اپنی اصلی شکل سے کچھ مغائر معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح سے پیغمبروں کے مکاشفات کا حال ہے کہ پیشگوئیوں میں جو مکاشفات کے ذریعہ سے بیان کی جاتی ہیں بہ سبب بعد مکانی کے کچھ نہ کچھ تعبیر واقع ہو جاتی ہے احکام و اوامر و نواہی کا ایسا حال نہیں ہوتا۔ اب تو کئی قسم کے زلزلے آئے اور متتابع آئے ۔

آیت ۱۰۔ الحافرہ۔ نشانِ قدم۔ حفر سُم کو کہتے ہیں۔ حُفرہ گڑھے کے معنے ہیں۔ مردودون فی الحافرہ۔ کیا ہم اپنے نقش قدم پر لوٹ کر پھر اگلی حالت جیسے زندہ انسان ہو جائینگے ؟ ۔

آیت ۱۴۔ الساھرہ۔ میدانِ حشر۔ میدان جنگ۔ میدان بدر بھی اس کا مصداق تھا ۔

آیت ۱۸۔ ھل لک الی ان تزکیٰ۔ بڑی ہی نرمی اور ملائمت سے تبلیغ کو شروع کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ دوسری جگہ قولا لہ قولا لینا فرمایا ہے [16/11] ۔

آیت ۲۰ و ۲۱۔ فارٰیہ الآیۃ الکبریٰ ۝ فکذب وعصیٰ۔ آیۃ الکبریٰ عصٰے تھا جسکے تابع پہلی رؤیت کے وقت ید بیضا بھی تھا۔ اس لئے ایک ہی چیز کا ذکر فرمایا۔ ورنہ دوسری جگہ فرمایا ہے ولقد ارینٰہ اٰیٰتنا کلھا فکذب وابیٰ [16/12] ۔

آیت ۲۶۔ انّ فی ذٰلک لعبرۃً لمن یخشیٰ۔ آیہ میں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ موسیٰ کے بیان میں مثیل موسےٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لئے عبرت ہے۔ عبرت کہتے ہیں ایک واقعہ سے دوسرے واقعہ کی طرف پہ لے جانے کو۔ معبر کشتی کو کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اِس طرف سے اُس طرف کو عبور کرنے کا آلہ ہے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں کو موسیٰ علیہ السلام کی کامیابیوں کے شیشہ میں دکھلا کر آخر میں انّ فی ذٰلک لعبرۃ لمن یخشیٰ۔ فرمایا۔ آیۃ اپنے عموم کے رو سے ہر خاشع و متقی کے لئے عبرۃ ہے ؎

خوشتر آں باشد کہ سِرّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

رکوع دوم

آیت ۱۔ ءَ انتم اشد خلقا ام السماء۔ آسمان کی شدید پیدایش کو اپنی سطوۃ و قدرۃ کے اظہار کے لئے بعث بعد الموت کو مستبعد سمجھنے والوں کے سامنے پیش کیا ۔

آیت ۲۔ رفع سمکھا۔ سمک بلندی ۔

آیت ۳۔ واغطش لیلھا واخرج ضحٰھا۔ رات اور دن کی اضافت آسمان کی طرف اِس وجہ سے کی کہ رات کے حدوث کا سبب غروبِ شمس اور دن کے پیدا ہونے کا باعث طلوع شمس ہے اور اس کو طلوع و غروب حرکت فلکی کی وجہ سے حاصل ہے اسی وجہ سے اُن دونوں کی اضافت آسمان کیطرف ہے ۔

آیت ۴۔ والارض بعد ذٰلک دحٰھا۔ سورہ فصّلت میں زمین کی پیدائش کے بعد ثم استویٰ الی السماء فسوٰھن۔ فرمایا ہے [24/16] اختلاف کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ دُحو سے مطلق بسط اور پھیلانا ہی مراد نہیں ہے،

بلکہ نباتات کا نکالنا اور چشموں وغیرہ کا جاری کرنا بھی **دُحو** میں شامل ہے اور یہ بیشک بعد پیدائش آسمان کے ہُوا ہے۔ یعنے جو چیزیں خدائے تعالےٰ نے زمین میں مخفی رکھی تھیں وہ آسمان کی پیدایش کے بعد مُکمن قوۃ سے حیز فعل میں آئیں۔ یہی زمین کا **دحو** ہے۔ سورۃ فصلت کا **ثم** تاخیر کے لئے نہیں بلکہ **ثمّ استوىٰ الى السماء** کے معنے فصلت سورۃ میں یہ ہیں کہ پس آسمانوں کے تسویہ کی طرف متوجہ ہُوا۔ **جو پہلے سے تھیں**۔ اس سورۃ نازعات میں بھی بنٰھا کہکر بناء آسمان یعنے تقدم بنائے آسمان کو قرار دیا ہے۔ سورہ فصلت میں ثمّ ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ وہاں صرف نعمتوں کا شمار مقصود ہے جیسا کہ تورات کی نسبت فرمایا۔ **ثُمّ اٰتینا موسیٰ الکتاب** ؂ اور یہاں اوّل بناءِ آسمان اور پھر **دحوءِ ارض** کا ذکر ہے +

آیت ۷- والجبال ارساھا- مضبوط بنایا ان کو +

آیت ۸- طامۃ الکبرىٰ- طامہ بڑی گھمسان- گھوڑا چلنے اور دوڑنے میں اپنی ساری قوۃ خرچ کردے تو اُسوقت **طَمَّ الفرسُ طمیماً** بولا کرتے ہیں +

آیت ۱۲- فاما من طغیٰ- طغیانی حد سے باہر ہو جانا۔ ندی نالوں کا پانی جب حد سے باہر نکل پڑتا ہے تو طغیانی کہلاتا ہے۔ جو بہت زیادہ پھیل جائے اور بڑی سرکشی کرے وہ **طاغوت** ہے +

آیت ۱۲- اثر الحیوٰۃ الدنیا- اُثر ایک چیز کو دوسری چیز سے زیادہ پسند کیا +

آیت ۱۴- نہی النفس عن الھوىٰ۔ ہَوا گری ہوئی نکمی خواہش +

آیت ۱۶- ایان مرسٰھا- **مُرسا**- انتہا، سیر اور اُس کا ٹھراؤ۔ کشتی جب چلکر ٹھیر جاتی ہے تو **مُرسے السفینہ** کہتے ہیں +

ایک سوال اور اس کا جواب

آریہ لوگ نادانی سے اعتراض کرتے ہیں (کیونکہ اُنہیں حقایق معاد سے بالکل ناآشنائی ہے) کہ انسان کے جزا دینے میں اس قدر دیر لگانا انصاف کے خلاف ہے۔ چاہیئے کہ فوراً سزا ہو۔ قیامت تک ہر شخص کو حوالات میں رکھنا اور پھر کسی کو کم کسی کو زیادہ دیر رکھنا سخت بے انصافی ہے +

اس **اعتراض** کے جواب میں اوّل تو یہ کہنا کافی ہے۔ کہ اسلام کی حقیقت سے اگر وہ واقف ہوتے تو ایسا لغو اعتراض نہ کرتے۔ یوم کا لفظ ہر آن پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور اعمال کی جزا و سزا اسی وقت سے شروع ہو جاتی ہے۔ جب کوئی عمل حیطہ فعل میں آتا ہے +

علاوہ بریں یہ بھی فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے من مات فقد قام قیامتہ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی +

پھر ان سب باتوں کے علاوہ خود اسی سورۃ میں اس کا جواب موجود ہے کہ قبر کا زمانہ ایسا معلوم ہوگا گویا پہر بھر ٹھیرے ہیں تو پھر توقف جزا یا حوالات کا اعتراض نہایت ہی لغو ہو جاتا ہے +

یہ اعتراض **تو آریوں پر پڑتا ہے**۔ کہ کیوں اعمال کی جزا کو دوسرے جنم تک ملتوی کیا جاتا ہے۔ اور پھر ایسے دوسرے جنم میں جو **بھوگ جونی** کہلاتا ہے پہلے جنم کے اعمال و افعال کا کچھ بھی شعور نہیں ہوتا۔ اور نہ پہلا شخص قایم رہتا ہے۔ جو اُن کے مجوزہ اور مقررہ انصاف کے صریح خلاف ہے۔ پھر مہا پرلے کے وقت جو خلق فنا ہوتی ہے۔ اُن کی سزا و جزا کو اگلی دنیا تک جو آٹھ ارب کا زمانہ ہے ٹکائے رکھنا۔ کس اصول دیانت و انصاف پر مبنی ہے؟ یہ مخلوق کا کام ہے کہ خالق کو مشورہ دے +

غرض یہ سوال یا اعتراض بالکل فضول اور لغو ہے +

آیت ۱۷- فیمَ انت من ذکرٰھا۔ اے پیغمبر تم اس کا وقت بتانے کے کہاں بکھیڑے میں پڑے ہو!

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ہمیشہ لوگ قیامت کے تعین وقت کا سوال کیا کرتے تھے جب یہ آیت اور الیٰ ربك منتھٰھا نازل ہوئی تو لوگ سوال سے باز آگئے +

سورہ عبس

رکوع اوّل

شانِ نزول اس سورۃ کی ابتدائی آیتوں کے شان نزول کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جس کا ذکر میں ابھی کرونگا۔ اس سے پہلے اس امر کو یاد رکھنا چاہیئے کہ شانِ نزول سے ہمیشہ یہ مراد نہیں ہوتا کہ ان آیات کے نزول سے وہی امر مراد ہے جو شان نزول کے تحت میں بیان کیا جاتا ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ وحی الٰہی کے نزول کے کچھ اسباب ہوتے ہیں۔ اِن میں سے اس واقعہ پر بھی وہ آیات چسپاں ہوتی ہیں ورنہ اگر کسی ایک واقعہ کو مخصوص کرلیں تو پھر قرآن مجید کی عظمت جو اس کے عام اور ابدی ہونے میں ہے کم ہو جاتی ہے +

غرض اس کی ابتدائی آیات کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجمع قریش میں تبلیغ فرما رہے تھے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر بدل حریص تھے کہ یہ لوگ ہدایت پا جاویں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ایک موقعہ پر فرمایا ہے لعلك باخعٌ نفسك ان لا یکونوا مؤمنین "یعنی کیا تو اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈال دے گا۔ اس خیال اور فکر سے کہ یہ مومن ہو جائیں" آپ کے دل میں از حد تڑپ تھی اس امر کی کہ یہ لوگ ہدایت پائیں۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن ام مکتوم جو نابینا تھے دوڑتے ہوئے آئے اور آپ سے امر دین میں کچھ دریافت کرنا چاہا۔ چونکہ وہ نابینا تھے انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہاں کن لوگوں کو حضرتؐ خطاب کر رہے ہیں۔ اور آداب الرسول کے موافق انہیں کیا طرز اختیار کرنا چاہیئے۔ وفورِ شوق اور اخلاص سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی

طرف متوجہ کرنا پڑا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ابن ام مکتوم کا یہ طریق پسند نہ آیا۔ اور اس سے ناراضگی آپ کے چہرہ پر ظاہر ہوئے۔ اور کفار کی طرف منہ پھیر کر ان سے باتیں کرنے لگے۔ آپ کے اس فعل پر اللہ تعالےٰ نے عتاب کیا۔ صحیح روایت میں ہے۔ کہ اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کی بڑی دلداری کی اور اپنی چادر بچھا کر اُسے بٹھایا۔ **یہ واقعہ آنحضرت** کی صداقت اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا زبردست ثبوت ہے اگرچہ یہ کلام نہ ہوتا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کے فرستادہ اور سچے نبی نہ ہوتے۔ تو یہ اس میں درج نہ ہوتا۔ جو گویا عتاب کا رنگ ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اگر خدا تعالےٰ کی کتاب اور وحی پر ایمان نہ رکھتے تو پھر اس کی تلافی نہ فرماتے۔ یہ ایک باریک بات ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی رسالت پر خود ایمان لانا بھی ایک زبردست دلیل رسالتِ محمدیہ کے حق ہونے کی ہے + بہر حال یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید چونکہ اپنے اندر مستقل ہدایت رکھتا ہے۔ اس لئے ان آیات سے **جو سبق** ہمیں ملتا ہے وہ یہ ہے + **اوّل** دین میں اخلاص اور عملی رنگ کا پیدا ہونا کسی رنگ ونسب پر موقوف نہیں ہے اس لئے ایسے معاملات میں ایک مبلغ اور واعظ کو کبھی یہ خصوصیت اختیار کرنی نہیں چاہیئے۔ کہ وہ طبقہ امرا کی وجہ سے ضعفاء اور غربا کو چھوڑ دے۔ اور اُن کی طرف توجہ نہ کرے۔ بلکہ ضعفاء اور غربا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اُن کی باتوں کی قدر کی جاوے اور انہیں محبت اور اخلاص سے دیکھا جاوے۔ ان کی بات کو ہرگز رد کرنے کی کوشش نہ کی جاوے وہ نہایت نازک دل رکھنے والی قوم ہے + اس وجہ سے اُن سے بے پروائی نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ دل کے حالات کا اللہ ہی علیم ہے وہی خوب جانتا ہے۔ کہ کون ہدایت پانے والا ہے۔ اور کون نہیں۔ دوسری بات ان آیات سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ بے پروائی کریں۔ ان پر تبلیغ اور اتمام حجت کافی ہے۔ اُن کے پیچھے پڑنا ضروری نہیں ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ نبی کا کام کسی کو ہدایت یاب کر دینا نہیں ہے وہ لوگ غلطی کرتے ہیں جو کسی مامور سے زبانی ایسی مضحکہ خیز باتیں کرتے ہیں کہ آپ میری فطرت بدل دیں۔ اور یہ کر دیں۔ اور وہ کر دیں۔ یہ خدائی فعل ہے اور اسی کو سزاوار ہے +

ایک اور بھی لطیف معنے ہیں اور وہ یہ کہ تیوری چڑھانے کا اثر ایک نابینا پر کیا ہو سکتا تھا۔ پس مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار (جو توجہ نہیں کرتے تھے) کی تیوری چڑھائی اور نابینا سے ملتفت ہوئے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ صداقت اور حق کا جویاں خواہ کیسا ہی غریب اور محتاج کیوں نہ ہو۔ وہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جاوے۔ بمقابلہ ایک ریاکار اور خدا سے دور۔ دولت مند۔ اور سرکش متمول کے۔ اس سورۃ میں دراصل رسالت کا خطاب عام ہے۔ یعنے اُسے مخاطب نہیں کیا معلوم ہے۔ کہ وہ کیسا پاک دل اور پاکباز انسان ہے اس لئے اگر تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کو بہ نظر استعجاب دیکھتا ہے کہ ایک قوم کے عمائد کی طرف سے توجہ پھیر کر ایک اندھے کی طرف

متوجہ ہوئے تو یہ تیری خیالی تہذیب کے ماتحت قابل اعتراض ہے مگر اللہ تعالےٰ دلوں کو جانتا ہے اور اس کے نزدیک قابلِ قدر وہی ہیں۔ جو خدا سے ڈرتے اور تزکیہ نفس کرتے ہیں +

آیت ۱۔ عبس وتولّٰی۔ عبس سے تلہّٰی تک دس آیتوں میں اس بات کو ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نکتہ نواز اور نکتہ گیر ہے۔ اس کے حضور بہت احتیاط اور حذر چاہیئے۔ نزدیکان را بیش بود حیرانی۔ آنہا کہ قریب تر اند خائف تر اند کا مضمون ہے۔ عبس وتولّٰی۔ تیوری چڑھایا اور منہ پھیر لیا۔ چونکہ شانِ نزول ایک خاص واقعہ کا پتہ صحیح حدیثیں دے رہی ہیں اس لئے کفار کی طرف سے منہ پھیر لینا اور اُنکی طرف سے تیوری چڑھا کر ایک غریب کی طرف متوجہ ہونا یہ معنے بالعکس واقع کے ہیں اس لئے جمع بین الضدین صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ صحیح بات وہی ہے جو حدیث صحیح سے ثابت ہے اور نظم کلام الٰہی اس کا مؤید ہے +

آیت ۹۔ فانت لہ تصدّٰی۔ تم اُس کی طرف جھکے ہوئے ہو۔ اُس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو +

آیت ۱۰۔ فانت عنہ تلہّٰی۔ تم اس کی طرف سے غافل ہو۔ خیال کو ہٹائے ہوئے ہو +

آیت ۱۳-۱۴-۱۵-۱۶۔ فِی صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ۝ مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَهَّرَۃٍ ۝ بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ ۝ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ ۝ ان چار آیتوں میں قرآن شریف کے کاتبوں۔ قاریوں۔ حافظوں۔ کی عظمت۔ خود قرآن شریف کی عظمت اور اسلام کے لئے آیندہ زمانہ میں شان وشوکت کی پیشگوئی بڑی شد ومد سے بیان ہوئی ہے گو ان سے مراد ملائکۃ اللہ بھی ہیں۔ سفرہ۔ سافر کی جمع ہے جس طرح کتبہ کاتب کی جمع۔ اور سفرہ سے لکھنے والے مراد ہیں۔ سفر کے معنے کسی چیز کو واضح کر کے بیان کرنے کے ہیں جیسا کہ اسی سورۃ مُسفِرہ کے بیان میں آئے گا۔ حضرت عائشہ رضی عنہا سے مروی ہے **الماھر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررہ**۔ قرآن شریف کا ماہر سفرۃ الکرام البررہ کے ساتھ ہوگا قرآن شریف صرف یاد کر لینا اور بات ہے اور اس کا ماہر ہونا اور بات ہے لوگ اسلام کے تنزل کے طرح طرح کے اسباب بیان کرتے ہیں۔ قرآن شریف کے ماہرین کے لئے ان آیات میں کیا کیا وعدے دیئے گئے ہیں وہ غور فرمائیں اور پھر اس کے ساتھ ہی آیۃ کریمہ **قَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ہٰذَا الْقُرْاٰنَ مَہْجُوْرًا** کو بھی پڑھ لیں ۱۹/۱

بَرَرَۃ۔ بار کی جمع بمعنے نیک کردار کے ہیں۔ قرآن شریف کے مضامین معانی ومطالب کے موضح کرنے کے لئے سفرۃ اور بررۃ کے لفظ میں بڑی توجیہ کی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ اور بندوں کے درمیان سفیر نیک کردار ہوتے ہیں۔ سلطنتوں کے درمیان سفیر کا یہی کام ہوتا ہے کہ وہ نیک ارادہ سے کام دو سلطنتوں کے مقاصد واغراض کو کھول کر بیان کرتے ہیں۔ یہ واعظ اپنی اپنی

جگہ وغلط کے وقت سوچ لے کہ وہ اسوقت کس کام کے کرنے کے لئے کھڑا ہے ✤

شیعہ غور کریں | اگرچہ ان تفسیری نوٹوں میں مسلمانوں کے فرقوں میں سے کسی ایک یا دوسرے کو مخاطب نہیں کیا گیا۔ تاہم کہیں کہیں بعض عام غلط فہمیوں کی تردید ضرور کی گئی ہے۔ ہمارے شیعہ بھائی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطاعن بیان کرنے میں بیباکی سے کام لیتے اور ان پر نادانی سے الزام لگاتے ہیں ان آیات پر غور کریں کہ خود خدا تعالیٰ نے ان کی تطہیر اور تکریم کی شہادت دیدی ہے کیونکہ فرمایا فی صحفٍ مکرمۃ ۰ مرفوعۃ مطھرۃ ۰ بایدی سفرۃ ۰ کرام بررۃ ۰ یعنی ان کاتبوں کے ہاتھ سے ہیں۔ جو مکرم و بررہ ہیں اور اس طرح اکابر صحابہ کی شان بلند کو یہ آیت کیسی صفائی سے ظاہر کرتی ہے ✤

آیت ۱۷۔ قتل الانسان ما اکفرہ۔ قتل صرف بددعا یا کوسنا نہیں ہے بلکہ متکبر کفران نعمت کرنے والے کے لئے پیشگوئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تکبر میری چادر ہے۔ جو مجھ سے میری چادر چھینے گا میں اسے ذلیل کروں گا یہی قتل ہے

آیت ۲۱۔ ثم اماتہ فاقبرہ۔ قبرہ۔ قبر میں رکھا اس کو اور اقبرہ قبر میں رکھوایا اس کو۔

آیت ۲۷۔ فانبتنا فیھا حبًا۔ ہر قسم کے دانوں اور اناج کو کہتے ہیں۔ لغت میں اس کے معنے پر ہونے کے ہیں۔ جب تک دانا خام رہتا ہے اور مغز سے پوری طرح بھر نہیں جاتا۔ حب نہیں کہلاتا۔ محبت پورے کمال کے ساتھ سوائے ذات محبوب حقیقی کے کسی سے جائز نہیں۔ والذین امنوا اشدّ حبًا للہ۔ اس کے بالمقابل سورۃ یوسف میں فرمایا ہے۔ قد شغفھا حبًا۔ حدیث شریف میں ہے۔ حبّک الشیء یعمی و یصم محبت کسی چیز کی انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے حضرت مولوی صاحب کی ایک نظم جو سے مشتہر کی ہے جس کا مطلع شعر یہ ہے۔

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم بره یار تو یکساں کردی

اس آیت میں حب یعنے پر مغز دانوں کا بیان ہے انسان کو بھی چاہیئے کہ اپنے آپ کو حب اور حب پر مغز بنائے۔ ؎

پک کے گرتا ہے میوہ خاک پر۔
خام ہے جب تک ہے افلاک پر۔

آیت ۳۱۔ و فاکھۃ و ابا۔ فواکھہ میووں کو کہتے ہیں جو بعد طعام تبدیل ذائقہ کے لئے کھانے جاتے ہیں۔ ابا کے معنے خودرو گھاس کے بیان کئے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ابّا کے معنے پوچھے گئے آپ نے کہا مویشی کا چارہ تو صاف ہے باقی رہی تعیین سو حضرت صادق ... نہیں ...

آیت ۳۸۔ وجوہ یومئذ مسفرۃ۔ کے معنے صاف اور روشن کے ہیں۔ اسفار سے مشتق ہے۔ صبح جب روشن ہوجاتی ہے تو اسفر الصبح کہتے ہیں۔

آیت ۴۰ و ۴۱۔ وجوہ یومئذ علیھا غبرۃ ترھقھا قترۃ۔ جو گرد آسمان سے زمین کیطرف گرتی ہے اُسے غبرہ کہتے ہیں اور جو غبار سیاہ زمین سے آسمان کی طرف اُٹھتا ہے وہ قترہ ہے۔ رھق کے معنے عجلت سے چھا جانے کے ہیں۔ رھق الجبل کہا کرتے ہیں معنے یہ ہوتے کہ آسمانی گرد و زمینی غبار دونوں ایک دوسرے پر چڑھ کر سیاہ رو ہی۔ خسر الدنیا والاخرۃ کے ظہور پر ہوگی۔

آغاز سورۃ التکویر

پارہ ۳۰

سورۃ تکویر بھی مکی سورہ ہے۔ اس میں اول قیامت کے نشانات اور آخری زمانہ کی آیات کا ذکر کیا ہے۔ پھر قرآن مجید کے نزول پر شواہد قدرت کو پیش کیا ہے اور اس کی سچائی کے دلائل دئے ہیں۔

قیامت کے ہولناک وقت کا پورا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس میں جو بات بطریق قدر مشترک بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نظام عالم درہم برہم ہوجائے گا۔ قیامت میں ایسا ہی ہوگا۔ ہم ظاہری الفاظ کے موافق اس پر ایمان لاتے ہیں مگر ذو المعارف قرآن مجید میں ان امور کے کچھ اور بھی حقائق ہیں۔ جن کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

سورۃ تکویر کی ابتدائی آیات پیشگوئیاں ہیں | اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں آخری زمانہ کے متعلق جو مسیح موعود کا زمانہ کہلاتا ہے۔ عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں۔ (۱) اذا الشمس کوّرت۔ یعنے جس وقت سورج کی نوری صفت لپیٹی جائے گی۔ آفتاب نظام عالم میں ایک عظیم الشان طاقت ہے اور اگر وہ تاریک و تار ہو جاوے تو نظام عالم میں فساد عظیم برپا ہوجاوے۔ اسی طرح جب حقیقی شریعت کے لانے والا دنیا میں نہیں ہوتا تو سخت تاریکی پھیل جاتی ہے پس اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں سخت ظلمت معصیت اور فسق و فجور کی تاریکی دنیا میں پھیل جائے گی۔ (۲) واذا النجوم انکدرت اور علمائے ربانی کا نور اخلاص جاتا رہے گا یا یوں کہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک دور کا زمانہ آئے گا جب کہ صحابہ کا وجود بھی نہ ہوگا۔ حدیث میں صحابہ کو نجوم کہا گیا ہے ان کے زمانہ سے بھی بہت دور جاکر ایک ایسا وقت آنے والا ہے۔ کہ پہاڑ اڑا دیئے جاویں گے۔ یعنے فی الواقعہ پہاڑ کھود کر ہموار راستے بنا دیئے جاوینگے اور یا یہ کہ سلطنت ہائے عظمہ میں جنگ شروع ہوکر بعض سلطنتیں کمزور اور تباہ ہوجائیں گی اور اونٹنیاں بیکار ہوجائیں گی اور ان کا کچھ قدر و منزلت نہ رہے۔ یاد رہے کہ عشار دس مہینے

کی گابھن اونٹنی کو کہتے ہیں ۔ جو عربوں کی نگاہ میں بہت عزیز ہے یہ لفظ ظاہر کرتا ہے کہ ان آیات کا تعلق قرب قیامت کے زمانہ سے ہے اور اسی دنیا میں یہ واقعات ہونے والے ہیں کیونکہ قیامت میں حمل کہاں ہوگا؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس زمانہ میں ایسی سواریاں اور باربرداری کے سامان پیدا ہو جائیں گے کہ اونٹنیوں کی ضرورت نہیں رہیگی چنانچہ ریل کی ایجاد نے اس پیش گوئی کو پورا کر دیا۔ اس کے موافق حدیث صحیح میں آیا ہے۔ ویترك القلاص فلا یسعیٰ علیھا۔

غرض اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی اور ریل اور نئی نئی قسم کی سواریاں پیدا ہوں گی اور اب ظاہر ہے کہ یہ پیش گوئی کیسی صفائی سے پوری ہو گئی۔ یہاں تک کہ حجاز ریلوے نے اور بھی خوبی سے اس کو پورا کر دیا۔ اور ایک یہ بھی معنے ہیں کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اونٹوں کی زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ہوگا اور یہ بھی اس زمانہ میں پورا ہو گیا کیونکہ آجکل اونٹوں کی زکوٰۃ کسی ملک میں نہیں حالانکہ زیادہ آمدنی اسی سے تھی اور پھر ایک یہ بھی معنے ہیں کہ وہ زمین عرب کی جن پر عشر لیا جاتا تھا معطل پڑی رہے گی۔ غرض یہ پیش گوئی ہر رنگ میں پوری ہو گئی ہے۔

اور پھر فرمایا۔ واذا الوحوش حشرت۔ اور جس وقت وحشی آدمیوں کے ساتھ اکھٹے کئے جاویں گے اور یا جس وقت وحشی اکھٹے کئے جاوینگے دونوں صورتوں میں یہ پیشگوئی بھی پوری ہو گئی ہے۔ اوّل الذکر صورت میں یہ مطلب ہے کہ وحشی قومیں تہذیب کی طرف رجوع کرینگی۔ اور ان میں انسانیت اور تہذیب آ جائے گی اور اراذل دنیوی مراتب اور عزت سے ممتاز ہو جاویں گے اور بباعث دنیوی علوم و فنون پھیلنے کے شریفوں اور رذیلوں میں کوئی فرق نہ رہے گا بلکہ کلید دولت اور عنان حکومت ان کے ہاتھ میں ہوگی یا یہ کہو کہ جو آج وحشی سمجھے جاتے ہیں اس وقت جمعیت کا موجب سمجھے جائیں گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فتح قسطنطنیہ کے سات سال بعد دجال کا خروج ہوگا اس آیت کے وعدہ کے موافق ایسا ہی ہو گیا اور یہ مطلب بھی ایک واقعہ کے رنگ میں ہے کہ اس وقت چڑیا خانے وغیرہ قائم کئے جائیں گے ہر قسم کے جانوروں کو جمع کیا جائے گا۔ چنانچہ یہ واقعات بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر فرمایا۔ واذا البحار سجرت۔ یعنی جس وقت دریا چیرے جائیں گے یہ پیش گوئی بھی پوری ہو گئی دریاؤں کو چیر کر اُن سے نہریں نکالی جا چکی ہیں اور نکالی جا رہی ہیں۔ پھر فرمایا اذا النفوس زوجت۔ یعنے باہم نفوس ملا دیئے جائیں گے یہ تعلقات اقوام اور بلاد کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں آمد و رفت کے وسایل اور اسباب تعلقات ایسے پیدا ہو جائیں گے کہ گویا کل دنیا ایک شہر کا حکم رکھے گی۔ اب دیکھ لو۔ ریلوں۔ جہازوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ سواریوں کی مختلف صورتیں کیسی آسانیاں پیدا کر رہی ہیں اور ڈاکخانوں اور تار کے ذریعہ تعلقات میں کیسی سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ ہزاروں میل کے

فاصلہ پر بیٹھ کر گفتگو ہو سکتی ہے۔

اور پھر ایک اور نشان اس زمانہ کا ہے کہ ناکردہ گناہ لڑکیوں کو مار دینے والوں سے مواخذہ ہوگا اور یہ جرم قابل سزا ہوگا اور پھر وہ زمانہ ایسا ہوگا۔ کہ واذا الصحف نشرت۔ ہر قسم کی کتابوں اور اخباروں کی اشاعت کا زمانہ ہوگا اس کے لئے پریس اور کاغذ اور مختلف قسم کی تحریروں کی ایجاد حیرت انگیز ہوگی آج اخبارات اور رسالجات اور دوسری کتب کی اشاعت کا اندازہ لگائیں تو حیرت ہوگی یہ قرآن مجید کا کتنا بڑا معجزہ ہے کہ ہر قسم کی ترقیاں جو آج اشاعت کتب و اخبارات کے متعلق ہیں اُن سب کی پیش گوئی کی اور وہ پوری ہو رہی ہے اور پھر ایک اور نشان بتایا کہ واذا السماء کشطت۔ وہ زمانہ کشف اسرار کا زمانہ ہوگا۔ آسمانی علوم حقہ کا بھی نزول ہوگا اور علوم نجوم اور سائنس کے متعلق بھی بال کی کھال اُتاری جاوے گی یہ مطلب یہ ہے کہ آسمانی اجرام اور علوم النجوم کے متعلق باریک در باریک اسرار اور خواص معلوم کرنے کی کوشش کی جاوے گی۔ اور اس فن میں عجیب عجیب ترقیاں ہوں گی۔ آج جو لوگ سائنس کے کرشموں سے واقفیت رکھتے ہیں اور اسٹرالوجی کے متعلق تازہ تحقیقاتوں سے باخبر ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی یہ پیشگوئی نہایت عظمت و شان سے پوری ہوئی ہے۔

المختصر جب یہ نشانات پورے ہو جائینگے اس وقت اللہ تعالے کی طرف سے ایک ایسا ابتلاء آئے گا کہ بہشت اور دوزخ قریب کئے جائینگے اور ہر شخص کو اپنے اعمال پر نظر کرنے کا موقعہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام آیات اور نشانات کو آخری زمانہ سے جو ہمارا زمانہ ہے وابستہ کرکے پھر کلام الٰہی کے نزول پر بحث کی اور اُسکی ضرورت کو اجرام سماوی کے مشاہدہ کو بطور قسم پیش کرکے بتایا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ فلا اقسم بالخنس۔ یاد رہے کہ پانچ جو ستارہ یعنی زحل۔ مشتری۔ مریخ۔ زہرہ اور عطارد۔ ایسے ہیں جن کی عجیب حیرتناک چال ہے۔ یہ کبھی سیدھے چلتے ہیں اور اس لحاظ سے انہیں جوار کہتے ہیں جوار جمع ہے جاریہ کی۔ یعنے ایک انداز پر چلنے والے اور کبھی اُلٹے چلنے لگتے ہیں یعنی جدھر سے آتے تھے پھر لوٹ کر اُدھر ہی آ جاتے ہیں اس لحاظ سے انہیں خنس کہتے ہیں۔ خنس جمع ہے خانس اور خانسہ کی۔ معنی پیچھے ہٹ آنے والی چیزیں۔ انہیں ستاروں کی تین یہ چالیں ہیں۔ اُن کی چال ہمیشہ ایک طرح کی نہیں رہتی بلکہ پلٹتی رہتی ہے۔ جیسے کوئی متحیر آدمی سیدھا جاتا ہے پھر لوٹ آتا ہے۔ اسی لئے ان کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں یا تو مشرق سے مغرب بترتیب بروج چل رہے تھے کہ حمل سے ثور اور ثور سے جوزا برج کو طے کر رہے تھے یا ناگاہ حرکت بند ہو گئی اور پھر اُلٹے مشرق سے مغرب کو چلنے لگے پہلی حالت کو استقامت۔ دوسری کو وقوف اور تیسری کو رجعت کہتے ہیں۔ غرض ان ستاروں کی اس طرح کی چالیں ان کے تغیرات صریحاً اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اُن کا نظام ایک قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے۔ جو

علیم وحکیم ہے اور ایسے تصرفات پر قادر ہے پھر قیامت کے تغیرات اس کے آگے کیوں ناممکن ہیں اور یہ نظیر کلام الٰہی کے نزول پر اس لئے لگائی ہے کہ ان سیاروں کا وجود انسان کی جسمانی ضروریات کے تہیہ اور تکفل کے لئے ایک بڑا ذریعہ ہے چنانچہ جو لوگ اسٹرالوجی کے ماہر ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ سیاروں کا اثر زمین پر اور اہل زمین پر کس طرح پڑتا ہے اور وہ زمین کی پیداوار اور دوسری اشیاء پر خاص اثر ڈالتے ہیں تو جس خدا نے انسان کی فانی اور آنی ضرورتوں کے لئے اتنا بڑا سامان کیا ہے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ابدی اور غیر فانی زندگی کے لئے کلام الٰہی کا سامان نہ ہو؟ پھر سفلی نظائر پیش کئے ہیں کہ رات کو دیکھو جب وہ جانے لگتی ہے تو صبح صادق ضرور نمودار ہوتی ہے یہی رنگ دنیا میں کلام الٰہی کے آنے کا ہے جب دنیا ظلمت فسق و فجور سے سیاہ ہوتی ہے اور بالکل تاریکی چھا جاتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی صبح نمودار ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کا کوئی برگزیدہ **نور حق کی شمع** ہوتا ہے۔ اسی طرح پر قرآن کریم آیا دنیا کی حالت بگڑ گئی تھی اور کوئی صداقت کی روشنی نہ تھی اب قرآن کریم کے ظہور سے

آفتاب صداقت طلوع ہوا ہے

پھر بتایا ہے کہ قرآن مجید کیا ہے وہ ایک مکرم فرشتہ کے ذریعہ پہنچایا گیا اس میں بشارت اور پیشگوئی ہے کہ اس کو ماننے والے بھی مکرم ہوں گے اور پھر دی لانے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک **عالی پایہ** گاہ ہے اتنے بڑے محترم وجود کو اس کی پیام رسانی کے لئے مامور کیا تو اس سے اس کی عظمت کا اندازہ کرو وہ **مکین** ہے۔ قرآن مجید کو بھی دنیا میں **تمکین** عطا ہوگی اور جس پر نازل ہوا وہ بزرگ **عالی شان** ہوگا۔ مطاع ہوگا۔ امین ہوگا۔ اب غور کرو کیا یہ پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں یا نہیں؟ اور قرآن مجید کے ماننے والوں کو عزت و وقار۔ تکریم۔ تمکین۔ مطاع اور امین ہونا نصیب ہوا یا نہیں؟ ان واقعات کو دنیا کی تاریخ اپنی گود میں رکھتی ہے اور کوئی ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب خلق عظیم ہیں۔ ان کو جو اجر دیا گیا وہ غیر منقطع ہے۔ اب دیکھ لو کہ یہ کیسی عظمت اور عزت ہے کہ ہر وقت دنیا کے ہر حصہ میں آپ پر اللّٰھم صل علے محمد پڑھا جاتا ہے۔

اللّٰھم صل علے محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابیوں کی بشیر گوئی افق مبین کے لفظ میں فرمائی اور بتایا کہ قرآن مجید میں بہت سی پیشگوئیاں ہیں۔ بالآخر فرمایا۔ کہ اے اہل مکہ! قرآن مجید کو چھوڑ کر تم کونسا راہ اختیار کرتے ہو۔ یہ تمہارے لئے اچھا نہیں دیکھو یہ قرآن مجید کل دنیا کا ہدایت نامہ ہے اور اپنے ماننے والوں کو دنیا میں تاریخی قوم بنا دینے والا ہے۔ اسے مت چھوڑو۔ تم میں سے کون ہیں جو اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ لمن شاء منکم ان یستقیم۔ اور آخر میں بتایا کہ استقامت اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے ایک ہی گر اور اصل ہے کہ **انسان اپنی مرضی کو** خدا تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت کر دے۔ (ترجمۃ القرآن)

آیت ۱۔ اذا الشمس کورت۔ شمس کے معنے ضیاء الشمس یعنے سورج کی دہوپ کے بھی ہیں۔ اور تکویر معنے لپیٹنے کے ہیں۔ قرآن شریف سورۃ الفرقان رکوع ۵ میں ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا۔ میں کفر کی ظلمت کو مٹانے والی چیز نبی کا وجود۔ قرآن شریف اور وحی الٰہی کو قرار دیا ہے۔ جو بطور شمس کے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

مے درخشم چوں قمر تابم چو قرص آفتاب
کور چشم آناں کہ در انکار ہا افتادہ اند

آیت ۲۔ واذا النجوم انکدرت۔ نجوم کی روشنی سورج ہی سے ہے جب ضیاء الشمس ہی نہ رہا تو تکدر نجوم لازمی ہے۔ نبی کے متبعین بھی نجوم ہی کی طرح ہوتے ہیں جن سے مسافروں کو راہ کا پتہ ملتا ہے۔

آیت ۳۔ واذا الجبال سیرت۔ جبال سے مراد سلاطین وغیرہ بڑی بڑی قومیں بھی ہیں۔

آیت ۴۔ واذا العشار عطلت۔ دس مہینے کی گابھن اونٹنی کا معطل اور بیکار ہونا اس زمانہ کی موجودہ نو ایجاد سواریوں کی وجہ سے ظاہر ہے۔

آیت ۵۔ واذا الوحوش حشرت۔ عاشورہ محرم کی تاریخوں میں لوگ انسان ہو کر شیر۔ چیتا۔ ریچھ وغیرہ کا سوانگ لیتے ہیں گویا عملی طور پر انسانیت سے مسخ ہو کر وحشی بن جانے کا ثبوت دیتے ہیں۔

آیت ۶۔ واذا البحار سجرت۔ حضرت قتادہ سے سجرت کے معنے منقول ہیں کہ دریاؤں کا پانی خشک ہو جائے گا کینال ڈیپارٹمنٹ نے بڑے بڑے دریاؤں سے نہریں نکال کر انکو تقریباً ایسا ہی کر دیا گویا کہ سوکھ گئی ہیں۔

آیت ۷۔ واذا النفوس زوجت۔ حدیث شریف میں اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آدمی کا جوڑا اس کی نظیر کے ساتھ ملا دیا جاوے گا۔ آجکل گرجاؤں میں مرتدین کا جوڑ گانٹھ اسی پیمانہ سے عمدہ طور سے ہو جاتا ہے۔

آیت ۸۔ واذا الموءودۃ سئلت۔ موءودۃ کے معنے مٹی یا کسی وزن دار چیز کے نیچے دبا دینا ہے۔ اسی قبیل سے ہے ولا یؤدہ حفظھما۔ اسقاط حمل بھی زندہ درگور کرنا ہے۔ آجکل دختر کشی بلکہ اسقاط حمل پر بھی قصاص کی سزائیں ملتی ہیں۔

آیت ۱۰۔ واذا الصحف نشرت۔ جرائد۔ رسالجات۔ کتب وغیرہ کا انتشار فی زمانہ خوب ہو رہا ہے۔

آیت ۱۱۔ واذا السماء کشطت۔ سماء کے معنے بلندی کے ہیں جیسا کہ فرمایا فلیمدد بسبب الی السماء۔ ۴۲ اور کشط سے معنے کشاف یعنی کھول کر ننگا کر دینے کے ہیں۔ الکشط عن ظہر الفرس کے معنے ہیں۔ گھوڑے کی پیٹھ سے زین اتار لو۔ معنے آیت کے یہ ہیں کہ آسمانی اجرام اور علم نجوم کے متعلق بار بار یک اسرار اور غور طلب مسائل پر سینکڑوں کتابیں شائع ہو گئی ہیں [illegible]

اسٹرانومی کے علم والے جانتے ہیں کہ اس ترقی پیشگوئی کا ظہور اس زمانہ میں کیسا کچھ ہو رہا ہے اور آئندہ کہاں تک اس علم کی ترقی کی اُمید ہے۔

آیت ۱۲ و ۱۳ - واذا الجحیم سُعّرت - واذا الجنّۃ اُزلفت۔ تسعیراً آگ روشن کرنا۔ اُزلفت کے معنے اور نیت نزدیک کئے جانے کے ہیں جیسا کہ فرمایا۔ لیقربونا الی اللہ زُلفیٰ۔ فی زمانہ اسباب تنعم اور مصائب و شدائد دونوں بہت بڑھ گئے ہیں۔

ابتدا سورۃ سے بارہ آیتوں میں کلام ذوالمعارف کئی کئی مضامین کو ساتھ لئے ہوئے بڑی بلاغت سے بیان ہوا ہے قیامت کے احوال اور مبادی قیامت دونوں کو نہایت خوبی سے ادا فرمایا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ بعض اہل تاویل کی یہ رائے ہے کہ بارہ حوادث **موت کے وقت** جسے قیامت صغریٰ کہتے ہیں پیش آتی ہیں۔ انسان کی رُوح بمنزلہ آفتاب کے ہے جس کی شعاع سے اس کا بدن زندہ اور باقی رہتا ہے۔ رُوح کا نکلنا گویا تکویر شمس ہے ان کے حواس و قوٰے کا موت کے وقت بے کار ہونا انکدار نجوم ہے۔ اعضائے رئیسہ کا باطل ہونا ان پہاڑوں کی جنبش ہے۔ ہڈیوں کی چربی اور دودھ کا خشک ہونا تعطل عشار ہے۔ افعال بہیمیہ و سبعیہ کے نتائج کا ظہور ہونا حشر وحوش ہے۔ رطوبات بدن اور خون کا خشک ہونا دریاؤں کا سوکھ جانا ہے (کبھی یہ دریا موت کے وقت سوکھ جاتے ہیں اور کبھی بہہ جاتے ہیں۔ سجرت کا لفظ دونوں معنوں پر مشتمل ہے) اور ملکات کسوبہ کا باہم اجتماع یعنے ظلمانی کا ظلمانی سے اور نورانی کا نورانی سے تزویج نفوس ہے۔ زندگی کے گران قدر حصہ کو جو اس دارالمحن میں ہر طرح کی مشقتوں کے نیچے دبا گیا ہے۔ موءودۃ فرمایا کہ اس کو ثواب کے مصرفوں میں خرچ کیا یا گناہ کے۔ نامۂ اعمال کا کھلنا نشر صحائف ہے۔ آخرت کے جزا و سزا کا عیان ہو جانا زد پر انکشاط سماء یعنے سماوی امور کا اس پر کھل جانا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:-

فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید (سورہ ق)

بعد الموت شدائد و مصائب کا دیکھنا سلگتے ہوئی جہنم کا دیکھنا ہے۔ اور فرحت و نیک جز کا دیکھنا جنّت کا نزدیک ہونا ہے آگے فرمایا:- **علمت نفس ما احضرت۔**

حضرات صوفیہ نے بھی ان بارہ حالتوں کو مراتب سلوک کے طے کرتے پر حمل کیا ہے غرض کہ اس قسم کے کلام ذوالمعارف جو پیشگوئیوں پر بھی مشتمل ہوں اور واقعات صحیحہ و حقہ پر بھی مشتمل ہوں کسی دیوانے کی زبان سے نہیں نکل سکتے جیسا کہ آگے اس کا ذکر آئیگا۔

آیت ۱۴ و ۱۵ - فلا اُقسم بالخُنّس - الجوار الکُنّس

یہ کلام بھی کلام ذوالمعارف کے طور پر ہے۔ منجملہ اس کے معارف کے ایک یہ ہے کہ [illegible] کہ کفر اب [illegible] ٹوٹے گا۔ [illegible] ہو جائیں گے۔ باقی رہے سہے پر جھاڑو پھیر دیجائے گی۔ آسمانی بلاؤں سے زمینی بلاؤں سے۔ جنگوں سے کفر کا صفایا ہو جاوے گا یہی اس کے لئے تکنس ہے۔ سُورج کی روشنی سے ستاروں کا ماند پڑ جانا بھی خنس ہے۔ الجوار کے معنے سیدھے ہو کر چلنے ہے اور کُنّس کے معنے ڈوب جانے اور غروب ہو جانے کے ہیں۔ **لا** نافیہ کی توجیہ سورۃ قیامہ میں دیکھو۔

آیت ۱۷ و ۱۸ - والّیل اذا عسعس - والصبح اذا تنفّس۔ رات گئی اور صبح نمودار ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم فرماتے ہیں:-

وفینا رسُول اللہ یتلوا کتابہ

اذا انشق معروف من الفجر ساطع

عسعس اضداد سے ہے جس کے معنے آنے اور جانے کے ہیں یعنے کفر گیا اور اس کی جگہ اسلام نے لے لی۔ عسعس کے لفظ سے زمین کا گول ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک طرف سے ظلمت روشنی پر چڑھی چلی آتی ہے تو ساتھ ہی دوسری طرف سے پیچھے سے روشنی ظلمت پر سوار ہو رہی ہے اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ زمین گول نہ مانا جاوے:-

تلک الایّام نداولھا بین النّاس ۔

کے معنے بھی لیل کے عسعس اور صبح کے تنفّس کے قریب قریب ہیں یا عسعس کے لفظ سے زمین کا گول ہونا یوں سمجھ لیجئے کہ جب رات ہماری طرف سے گئی اور ہم پر دن آیا تو زمین کے دوسری طرف والوں پر رات آئی اور اسی طرح سے اس کے بالعکس

آیت ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ - انہ لقول رسول کریم - ذی قوۃ عند ذی العرش مکین - مطاع ثمّ امین - وما صاحبکم بمجنون

اس قدر کلام ذوالمعارف بیان فرمانے کے بعد رسُول علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرف سے **جنون** کے الزام کو دفع کیا اور استشہاد کیا اس ذوالمعارف و پر از حقائق کلام سے کہ کیا مجنون ایسے مدلل اور پُر معانی عبارت بیان کر سکتا ہے۔ مجنون تو بے تکی باتوں میں پکڑا جاتا ہے۔ مجنون کے ساتھ صاحبکم کے لفظ کے لانے سے یہ غرض ہے کہ جنون کی پہچان چند ساعت یا چند روزہ مصاحبت سے خوب اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے۔ اور سورۃ ن والقلم میں یہ سمجھایا کہ تحریر میں مجنون ذرا بھی باربط عبارت سے نہیں چل سکتا۔ آیہ کریمہ ما بصاحبکم من جنۃ ۲۲/۱۲ میں بھی مصاحبت ہی سے جنون کو پہنچوایا ہے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ای دنیا میں مکرّم۔ ذی قوۃ۔ مکین اور مطاع ہو جانا بھی بیان فرمایا ہے۔ یہ صفتیں جبرائیل کی بھی ہیں۔ اس صورت میں قول کے معنے قرأت جبرائیل کے ہیں۔

آیت ۲۴ - وما ھو علے الغیب بضنین۔ ضنین کے معنے متہم اپنے پاس سے بات بنانے والا۔ آسمانی خبروں کے اور معاد کے احوال بتانے میں بخیل

فاین تذھبون ایسے کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔

آیت ۲۹ - وما تشاءُون الّا اَن یشاء اللہ رب العالمین۔ تم نہ چاہا کرو مگر وہی جو رب العالمین چاہتا ہو یہ واؤ حالیہ ہے اس کے معنے ہوئے حالانکہ نہ چاہو گے تم:

یہاں سُورۃ التکویر کے نوٹ ختم ہوئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورۃ الانفطار

پارہ تیسواں رکوع ۱

اذا السّماء انفطرت - میں بھی آخری زمانہ کی پیشگوئی ہے کیونکہ قرآن مجید میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے - اس کا ظہور دنیا میں بھی ہونا چاہیئے - اگر آسمان پھٹ جاوے اور ستارے گر پڑیں وغیرہ وغیرہ اور دنیا زیر و زبر ہو جاوے تو وہ وقت انسانی ہدایت اور اصلاح کا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تو ہلاکت کا سماں ہو گا - اِن سورتوں میں جو قیامت کے متعلق واقعات آئے ہیں - دراصل یہ آخری زمانے کے نشانات ہیں اور آسمان کے پھٹ جانے سے یہ مراد نہیں کہ نفس الواقعہ آسمان پھٹ جائیگا بلکہ مدعا یہ ہے کہ جیسے پھٹی ہوئی چیز بیکار ہوتی ہے - اسی طرح آسمان بھی بیکار ہو گا آسمان سے فیوض نازل نہ ہوں گے اور دنیا ظلمت و تاریکی سے بھر جائے گی علاوہ بریں اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیتوں پر آجکل کے زمانہ کے حسب حال یا مسلّمات کے رُو سے اعتراض ہو سکتا ہے کہ آسمان تو مجرد پول ہے اس کا پھٹنا کیا معنی رکھتا ہے - اِس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے آسمان کو مجرد پول قرار نہیں دیا بلکہ اُسے ایک لطیف وجود قرار دیا ہے اور اگر کہا جاوے کہ پھر اس کے پھٹنے سے کیا مراد ہے تو یہ یاد رہے - کہ سماء سے مراد قرآن کریم میں کُلُّ مافی السّماء بھی ہے علاوہ بریں کسی لطیف مادہ میں عدم خرق کس نے تسلیم کیا ہے بہرحال قرآن مجید نے یہ شہادت دی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ ہر چیز اپنے مکان اور مرکز کو چھوڑ دے گی اور تجلیات الٰہیہ اُس کی جگہ لے لیں گے - اور علل ناقصہ کے فنا اور انعدام کے بعد علت تامہ کاملہ کا چہرہ نمودار ہو جائے گا - اسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت میں کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہُ ربّک ذو الجلال والاکرام - اور ایسا ہی ایک دوسری آیت میں فرمایا - لمن الملک الیوم للّٰہ الواحد القہّار - یعنے اللہ تعالےٰ اپنے قہری تجلّی سے ہر ایک چیز کو معدوم کر کے اپنی وحدانیت اور یگانگت کو دکھلائے گا - اس سورۃ شریفہ میں بھی آخر ہی فرمایا ہے والامر یومئذٍ للّٰہ - یہ اسی مفہوم کو ظاہر کرتا ہے جو لمن الملک الیوم للّٰہ الواحد القہّار - میں ادا کیا گیا ہے - غرض خدا تعالےٰ کی قہری تجلی نمودار ہو گی - اور فنا کا زبردست ہاتھ اپنا اثر دکھائے گا - اور آسمانی اجرام میں ایک انقلاب واقع ہو گا ان آیات کو واقعات پر اگر مبنی قرار دیا جاوے تو بھی درست ہے کہ جب آسمان پھٹ جاوے گا تو ستاروں کا گر پڑنا یقینی امر ہے اور ستاروں اور سمندروں کے تعلقات میں جو کشش کام کر رہی ہے جب اس میں فرق آجائیگا - تو سمندروں کا اپنی حدوں سے نکل جانا کچھ بعید امر ہے - آجکل کے سائنس دانوں نے تسلیم کیا ہے کہ زمین سکڑتی جاتی ہے اور سمندر اپنے کناروں سے بڑھا چلا آتا ہے یہ آثار ان آیات کے مضامین کی صداقت کی دلیل ہیں ؎

آیت ۱ و ۲ و ۳ و ۴ - اذا السّماء انفطرت - واذا الکواکب انتثرت - واذا البحار فجّرت - واذا القبور بعثرت - فطرت کو دوسری جگہ اِنشقّت فرمایا ہے - جدید تحقیقات میں آسمان کو لطیف چیز قرار دیا ہے - لطیف ہی سہی - لطیف پر بھی شق کا لفظ بولا جاتا ہے - جیسے بادل پھٹ گیا وغیرہ - بڑی بھاری مصیبت کے وقت بھی عرف کہتے ہیں کہ آسمان پھٹ پڑا - پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے بڑی مصیبت اُمّت کے لئے میری وفات ہے - کواکب کے انتثار سے ظاہری معنے کے علاوہ بڑے بڑے اہل اللہ کا انتقال فرمانا ہے - بعض کا قول ہے کہ بحار صرف کھارے سمندر ہی کو کہتے ہیں - مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ فرمایا ہے - وما یستوی البحران ھذا عذبٌ فرات الآیہ ۲۲ - دریاؤں سے نہریں چیر کر نکالنا جیسا کہ اس زمانہ میں ہوا ہے پہلے کبھی نہیں ہوا - قرآن شریف کی پیشگوئی پوری ہو رہی ہے کوئی دوسری آسمانی کتاب ایسی اس وقت موجود نہیں جو ایسی صفائی سے پیش گوئی کا پورا ہونا دکھلادے بعثر اور بعثر کے ایک معنے ہیں - بعث اور بحث سے مرکب ہیں - ان کے اصلی معنے پلٹ دینے کے کُریدنے کے ہیں - اور اسفل کو اعلےٰ اور اعلےٰ کو اسفل کر دینے کے ہیں - عرب کا محاورہ ہے کہ جب مٹی کو پلٹ دیتے ہیں تو بعثر - بیعثر بعثرۃ سے تعبیر کرتے ہیں اور اسباب کو اُلٹ پلٹ کرنے کے وقت بعثر المتاع کہتے ہیں آجکل قبریں ایک جگہ سے اکھیڑ کر دوسری جگہ دفن کئے جاتے ہیں کیا تعجب ہے کہ مسیح کی قبر بھی محلہ خانیار سری نگر کشمیر سے تحقیق کے لئے کُریدی جاوے - اور پھر معہ حواریوں کی قبروں کے تبرکاً لیجائے جائیں - اذا بعثر ما فی القبور - وحصّل ما فی الصدور - سے بھی کچھ اشارات ملتے ہیں -

آیت ۵ - علمت نفسٌ ما قدّمت واخرت - جو کام نہ کرنے تھے وہ کئے اور جو کام کرنے تھے وہ نہ کئے دوسرے معنے یہ ہیں کہ جو کیا اور جو کچھ نہ کیا قطع نظر اس کے کہ اچھا کیا یا بُرا کیا - بات ایک ہی ہے -

آیت ۶ - ماغرّک بربّک الکریم - کریم کے کرم سے نا اُمید بھی نہ ہو اور صرف کرم ہی کی اُمید پر دھوکا نہ کھا بیٹھو - دوسری جگہ فرمایا ہے - نبّئ عبادی انّی انا الغفور رحیم - وانّ عذابی ھو العذاب الالیم - ۱۴

آیت ۷ و ۸ - الّذی خلقک فسوّاک فعدلک - فی ایّ صورۃٍ ماشاء رکّبک - خلق - تسویہ - تعدیل - ترکیب وتناسب اعضاء -

خداوند تعالےٰ کی ان چار نعمتوں پر ہی اگر انسان غور کرے تو جزا و سزا کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے اُس کو بہت کچھ مدد مل جاوے گی - خواہ مؤمن ہو یا کافر - ان میں سے ایک تیسری نعمت ہی پر انسان غور کر لے کہ کس طرح اس کو حرارت - برودت اور رُطوبت - یبوست - ان چار خلطوں سے معتدل المزاج رکھا ہے اگر ذرا بھی ان اخلاط میں افراط یا تفریط ہوتی ہے - تو فوراً جزا و سزا ملنے لگتی ہے

چار چیزے مخالف در کش | چند روزے بوند باہم خوش
گر یکے زیں چہار شد غالب | جان شیریں برآید از قالب

انسان پیدا کیا انعام میں سے نہیں بنایا - تسویہ خلق ایسا عمدہ کیا کہ شیر ہاتھی وغیرہ سب کو قابو کر لیتا ہے - بڑا ہی معتدل المزاج بنایا ہے - صورتوں اور آوازوں کی ترتیب

ایسی کہ لاکھوں کروڑوں انسانوں میں صورت اور آواز ایک دوسرے سے نہیں ملتی۔ یہ سب اس کی ربوبیت اور کرم ہے۔

آیت ۱۱ و ۱۲ - کراماً کاتبین - یعلمون ما تفعلون۔ نامۂ اعمال کے لکھے جانے اور اس کے محفوظ رہنے پر جن لوگوں کو استبعاد عقلی معلوم ہوتا ہے وہ حتیٰ کے ایک نوایجاد آلہ گراموفون ہی کو دیکھ لیں کہ کس طرح ریکارڈ اس میں محفوظ رہتا ہے اور دوبارہ چکر دینے سے کس طرح ذرا ذرا سی حرکات یہاں تک کہ کھانسی اور تنفس کی کمی زیادتی بھی اس سے ظاہر ہونے لگتی ہے۔

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈ و خدا کو دل سے نہ لاف گزاف سے

آیت ۱۵ و ۱۶ - یصلونها یوم الدین - وما هم عنها بغائبین۔ دوزخیوں کے ذکر میں وما هم عنها بغائبین فرمایا۔ مگر جنتیوں کے ذکر میں وما هم منها بمخرجین فرمایا ہے۔

ان دونوں آیتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخی دوزخ میں گو احقاب در احقاب مدت تک رہیں۔ اور گو وہ اپنی مدت لبث میں ذرا سی دیر کے لئے بھی دوزخ سے غائب نہ ہو سکیں۔ مگر بالآخر وہ ما هم منها بمخرجین کے مصداق نہیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر استدلال کے طور پر فرمایا کرتے تھے۔ یاتی علی جهنم زمان لیس فیها احد ونسیم الصبا تحرك ابوابها۔ غالباً یہ عبارت تفسیر معالم میں ہے۔ عطاءً غیر مجذوذ ؏ اور فعال لما یرید۔ ؏ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ اور اس سورہ شریفہ کے ربّ کریم کے لفظ سے بھی یہی پتہ لگتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ التطفیف

پارہ تیسواں رکوع اول

آیت ۱ - مطففین۔ کم دینے والے۔ تطفیف کے معنے وزن اور پیمائش میں کچھ تھوڑی سی چیز خفیہ طور پر کم کر لینے کے ہیں۔

آیت ۲ - اذا اکتالوا علی الناس یستوفون۔ اکتال کو من کے ساتھ متعدی نہیں کیا بلکہ علیٰ کے ساتھ متعدی کیا اور اس میں دقیق رعایت یہ رکھی کہ اکثر اوقات آپ تول بہ رضا و رغبت جھکتی ڈنڈی سے لیا جاتا ہے۔ اور دینے والا بھی جھکتی تول خوشی سے دیتا ہے۔ ممنوع لینا جھکتی تول وہ ہے جو ضرر کے لئے ہو کہ بلا رضامندی دینے والے کے جھکتی تول لی جاوے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب لوگ ناپ تول میں خیانت کرتے ہیں تو خداوند کریم بارشوں کو روک لیتا ہے۔ قحط شدید پڑتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں

یہ مرض خصوصیت سے ہوگا مگر اس وقت تو بات حد سے بڑھ گئی ہے بلکہ مزید خصوصیت ایک اور یہ ہوگئی کہ مباحثات میں وہ اعتراض کئے جاتے ہیں۔ جو خود معترضین پر بھی وارد ہوتے ہیں جس پیمانہ سے خصم کو جواب دیتے ہیں۔ اسی پیمانے سے جواب لینا پسند نہیں کرتے۔ حدیث شریف میں ہے۔

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه

مباحثات کے وقت دیکھ لیا کریں کہ کہیں یہی اعتراض الٹ کر ہم پر تو نہیں پڑتا ہے۔

آیت ۷ - ان کتاب الفجار لفی سجین۔ سجین سجن سے مشتق ہے۔ خواہ یہ سجن کہیں ہو۔ اللہ تعالےٰ نے جو پیشگوئی مکی سورۃ میں بے کسی اور بے سروسامانی کی حالت میں کی تھی۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتوحات اور کفار کے ادبار سے پوری ہوگئی۔ اور اس سجن نے آخرت کے عذاب کو بھی ثابت کر دیا۔ سجین سے مراد فجار کا رجسٹر اور علیین سے مراد ابرار کا رجسٹر یہ معنے بھی عمدہ ہیں۔

آیت ۱۰ - ویل یومئذ للمکذبین۔ جیسا مطففین کے ساتھ ویل کا لفظ تھا یہاں مکذبین کے ساتھ بھی ویل کا لفظ ہی معلوم ہوا کہ کذب بھی صادق کا بڑا مطفف ہے۔

آیت ۱۴ - کلا بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون۔ یہاں لفظ بل کے بعد سکتہ ہے اسلئے کہ انسان یہ سوچے کہ اللہ تعالےٰ نے جو ما کانوا یکسبون فرما کر صادق راستباز کے نہ پہچاننے کی وجہ پچھلی شامت اعمال قرار دی ہے وہ میرے کون سے عمل کی شامت ہے۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں اسی بات کو یوں ادا فرمایا ہے۔ واللہ ارکسهم بما کسبوا ؏۔ رکس کے معنے مت ماری جانا نیک کو بد اور بد کو نیک سمجھنا۔ ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوه سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوه سبیلا۔ یہی رکس ہے۔

آیت ۱۸ - ان کتاب الابرار لفی علیین۔ سجین کے بالمقابل علیین ہے خواہ کہیں ہو۔ اس سے بحث نہیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا کی پیشگوئی ہو کر علو حاصل ہوا یا نہیں۔ یہ علو کچھ جنگ ہی موقوف نہیں۔ الاسلام یعلو ولا یعلیٰ۔ اسلام بغیر جنگ کے بھی حجت و برہان سے اور خداوند کریم کے تائیدات سے۔ سماوی نشانات و دیگر فتوحات سے عالی رہتا ہے۔

آیت ۲۳ - علی الارائك ینظرون۔ ارائک جمع اریکہ کی ہے۔ اریکہ چھپر کھٹ کو کہتے ہیں۔ ایسا تخت جو اوپر سے مزین و مسقف ہو اور ارد گرد سے بھی مزین ہو۔ ایسا درخت جو قبہ کی طرح اپنی شاخوں اور پتوں سے خوشنما ہو وہ بھی اریکہ ہے۔ پیلو کا درخت قریب قریب ایسا ہی ہوتا ہے۔

آیت ۲۴ - نضرۃ النعیم۔ نضرۃ اس تازگی کو کہتے ہیں جو انتہائے سرور اور تنعم کے باعث چہرہ پر ظاہر ہوتی ہیں۔ کھانے کے گال اور نہانے کے بال مشہور ہے۔ فاتح قومیں عموماً دنیا میں خوبرو ہوتی ہیں۔ آخرۃ کی سب سے بڑی نعمت رویت باری تعالےٰ و دیدار الٰہی ہے وہاں کی نضرۃ کا باعث یہی ہوگی۔ کما قال اللہ تعالےٰ

وجوه یومئذ ناضرۃ الیٰ ربها ناظرۃ ؏۔

آیت ۲۵۔ یسقون من رحیق مختوم۔ رحیق نام شراب کا ہے جس کی صفت قرآن شریف میں لا فیہا غولٌ ولا ھم عنہا ینزفون ہے۔ مختوم کے کئی معنے ہیں۔ ایک یہ کہ پینے کے بعد دیر تک اس کی خوشبو مسک کی آتی رہیگی۔ دوسرے یہ کہ اس کا تل چھٹ ایسا ہے جیسا مسک۔ تیسرے یہ کہ سر بمہر کہ سوائے ان مدارج والوں کے دوسروں کو نہ ملے گی اور جیسے یہاں مہر کے لاک ہوتی ہے وہ مہر مسک سے لگائی جاوے گی۔ ختامہٗ مسکٌ

آیت ۲۶۔ وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون۔ تنافس کے معنے نفسا نفسی کرنے کے ہیں۔ جھگڑنے کے بھی ہیں۔ یہ مبارک لفظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں بھی ہے۔ جو کتاب البریہ میں درج ہے۔

مخالفوں میں پھوٹ اور متنافس سگِ دیوانہ پر ہمیشہ کر۔ اس تنافس کو جس کا جی چاہے کتاب البریہ میں دیکھے۔ اللہ تعالےٰ نے آیۃ کریمہ میں فرمایا کہ تسابق و تنافس یعنے ایک دوسرے پر نعمت کے حاصل کرنے میں پیش دستی کرنا دنیا کی جاہ و حشم و صدر نشین یا نعمتوں پر کوئی پائدار چیز نہیں اگر کرنا ہے۔ تو فی ذالک یعنے ان رحیق مختوم ذخیرہ پر کرو۔

آیت ۲۷۔ مزاجہٗ من تسنیم۔ تسنیم کے لغوی معنے ارتفاع اور بلندی کے ہیں۔ اونٹ کی کوہان سنام البعیر کہتے ہیں۔ جہاد فی سبیل کو حدیث میں ذروہ سنام الاسلام فرمایا ہے۔ تسنیم جنت میں وہ چشمہ ہے جو جنت کے تمام پایہ کے چشموں سے اشرف اور اعلےٰ ہے۔ جنتوں کو اس چشمے سے بطور گلاب اور کیوڑے کے امتزاج کرکے دیا جاوے گا۔ مگر مقربین کے لئے خالص یہی شراب ہوگی۔ جیسا کہ عیناً یشرب بھا المقربون سے واضح ہے۔

آیت ۳۰۔ واذا مروبھم یتغامزون۔ غمز کے معنے پلکوں اور بھوؤں سے اشارہ کرنے کے ہیں اور عیب لگانے کے بھی ہیں۔

آیت ۳۱۔ الیٰ اھلھم انقلبوا فکھین۔ ثعلبی کا قول ہے۔ کہ فاکھین اور فکھین بظاہر دو مختلف لفظ ہیں جیسے طامع اور طمع اور فارہ اور فرہ۔ مگر معنے دونوں کے ایک ہی ہیں۔ تبدیل ذائقہ کے لئے میوہ خوری۔ لذیذ کھانوں سے تلذذ۔ فرضی قصہ کہانیوں اور [illegible] دلوں سے دل بہلانا مزے لینا یہ سب فکھین میں داخل ہے۔

ایسے وقت میں جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں کفار کو سنا رہے [illegible] کون یقین کر سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اتباع ایسے کامیاب اور [illegible] ہو جائیں گے کہ انھیں بڑے بڑے درجات ملیں گے۔ چنانچہ جب صحابہؓ نے [illegible] شام کی فتوحات حاصل کیں۔ تو یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ [illegible] چشمے اور دریا اور سبزہ زار اور ہر قسم کے مرغزاران کے لئے موجود [illegible] تخوں پر بیٹھنے کی پیشین گوئی تو صراحتاً بلا تاویل موجود ہے الغرض اللہ تعالےٰ نے نعمت ربّی عطا کی۔ یہ تمام انعامات جو اگلی آیات میں بیان کئے ہوئے ہیں انہیں [illegible] کے متعلق تفسیری نوٹ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ غرض منکرین رسالت کی ناکامی اور نامرادی۔ اور آپ کے صادق مخلصین اور متبعین کی کامیابیوں نے جن کے متعلق پیش گوئیاں کی گئی تھیں۔ پورا ہو کر آخرت کے عذاب اور آرام جنت کے متعلق بھی تصدیق کر دی۔ بالآخر پھر یہ بتایا کہ اگرچہ آج یہ حالت ہے کہ خدا سے قطع تعلق کرنے والے مومنین پر بہتان اڑاتے ہیں اور ٹھٹھے مارتے ہیں۔ مگر وقت آتا ہے کہ مومنین کامیاب ہو جائیں گے اور یہ ہنسنے والے خود ہنسی کا موجب ہو جاوینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

غرض اس سورۃ شریف میں بھی یوم الدین کا ثبوت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت ان واقعات سے دیا ہے جن کو قبل از وقت پیش گوئی کے رنگ میں بتایا گیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الانشقاق

پارہ ۳۰ رکوع ۱

آیت ۱۔ اذا السماء انشقت۔ آسمان میں جس قدر اجرام فلکی ہیں وہ سب سماء کے لفظ میں داخل ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انشقاق سماء و انفطار پر جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ مختصراً یہ ہے کہ سماء سے مراد کُل ما فی السماء ہے۔ لطیف چیزیں بہ نسبت کثیف کے سریع الخرق ہوتی ہیں خواہ آسمان لطیف ہو یا کثیف۔ الٰہی کلام کا مدعا یہ ہے کہ اس عالم کون کے بعد فساد بھی لازم پڑا ہوا ہے ہر ایک جو بنایا گیا ہے توڑا جائے گا۔ قرآن کریم کے بہت سے مقامات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انشقاق اور انفطار کے لفظ جو آسمانوں کی نسبت وارد ہیں اُن سے ایسے معنے مراد نہیں جو کسی جسم صلیب۔ کثیف کے حق میں مراد لئے جاتے ہیں جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے:۔

والسمٰوٰتُ مطویّٰتٌ بیمینہٖ ۔

اگر شق السموات سے درحقیقت پھاڑنا ہی مراد لی جاوے۔ تو مطویات کا لفظ اس سے منافر اور منافی پڑے گا۔ دوسری جگہ فرمایا ہے:۔

یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب کما بدأنا اوّل خلق نعیدہٗ۔ یعنے ہم آسمانوں اور زمین کو ایسا لپیٹ لیں گے جیسے ایک خط متفرق مضامین کو اپنے اندر لپیٹ لیتا ہے اور جس طرز سے ہم نے اس عالم کو وجود کی طرف حرکت دی تھی۔ انھیں قدموں پر پھر یہ عالم عدم کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اور جیسا کہ اب اسباب ظاہر اور مسبب پوشیدہ ہے اُسوقت سبب ظاہر اور اسباب زاویہ عدم میں چھپ جائینگے اور ہر ایک چیز اس کی طرف رجوع کرکے تجلیات قہریہ میں مخفی ہو جائے گی۔ اور ہر ایک چیز اپنے مکان اور مرکز کو چھوڑ دے گی۔ اور تجلیات الٰہیہ اس کی جگہ لے لیگی۔ یہی سموات کا انشقاق انفطار اور مطویات ہونا ہے۔ ع

آسماں بار دنشاں الوقت میگوید زمین

یہ جملہ بھی حضرت صاحب کا ان آیات کی مختصر سی تفسیر ہے۔

آیت ۱۔ واذنت لربّھا وحُقّت۔ اذنت۔ اذن سے مشتق ہے جس کے

آیت ۲۳ - واللہ اعلم بما یوعون - یوعون وعا سے مشتق ہے جس کے معنے ظرف میں کسی چیز کے بھرنے کے ہیں۔ فبدأ باوعیتھم - انہیں معنوں میں ہے۔ اوعیہ وعاء کی جمع ہے۔ بات کو سنکر محفوظ رکھنا بھی وعا ہے لتعیہا اذن واعیہ - یہاں یوعون سے مطلب کفار کی اس منصوبہ بازی سے ہے۔ جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی نسبت دل میں ٹھان رکھی تھی۔ جو آفتاب کو صبح کے تنفس سے لے کر شفق تک اپنی تمامی منزلیں طے کرنا ہو اس کو درمیان میں کون روکے۔

آیت ۲۵ - لھم اجر غیر ممنون - غیر ممنون غیر مقطوع - قرآن شریف کے سجدات تلاوت میں سے اس سورہ شریفہ میں تیرھواں سجدہ ہے۔

شق آسمان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تحریر فرمایا ہے۔ اس کا اندراج بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر یہ اعتراض پیش ہو۔ کہ قرآن کریم میں یہ بھی لکھا ہے کہ کسی وقت آسمان پھٹ جائیں گے۔ اور ان میں شگاف ہو جائیں گے۔ اگر وہ لطیف مادہ ہے۔ تو اس کے پھٹنے کے کیا معنے ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ اکثر قرآن کریم میں سماء سے مراد کل ما فی السماء کو لیا ہے جس میں آفتاب اور ماہتاب اور تمام ستارے داخل ہیں۔ ماسوا اس کے ہر ایک جرم لطیف ہو یا کثیف قابل خرق ہے۔ بلکہ لطیف تو بہت زیادہ خرق کو قبول کرتا ہے۔ پھر کیا تعجب ہے کہ آسمانوں کے مادہ میں بحکم رب قدیر و حکیم ایک قسم کا خرق پیدا ہو جائے۔ وذلک علی اللہ یسیرا۔ بالآخر یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ قرآن کریم کے ہر ایک لفظ کو حقیقت پر حمل کرنا بھی بڑی غلطی ہے اور اللہ جل شانہٗ کا یہ پاک کلام بوجہ اعلےٰ درجہ کی بلاغت کے استعارات لطیفہ سے بھرا ہوا ہے۔ سو ہمیں اس فکر میں پڑنا کہ انشقاق اور انفطار آسمانوں کا کیونکر ہو گا۔ درحقیقت ان الفاظ کے وسیع مفہوم میں ایک دخل بے جا ہے صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تمام الفاظ اور اس قسم کے اور بھی عالم مادی کے فنا کی طرف اشارہ ہے۔ الٰہی کلام کا مدعا یہ ہے۔ کہ اس عالم کون کے بعد فساد بھی لازم پڑا ہوا ہے۔ ہر ایک جو بنایا گیا توڑا جائے گا اور ہر ایک ترکیب پاش پاش ہو جائے گی اور ہر ایک جسم متفرق اور ذرہ ذرہ ہو جائے گا۔ ہر ایک جسم اور جسمانی پر عام فنا طاری ہو گی۔ اور قرآن کریم کے بہت سے مقامات سے ثابت ہوتا ہے کہ انشقاق اور انفطار کے لفظ جو آسمانوں کی نسبت وارد ہیں ان سے ایسے معنے مراد نہیں ہیں۔ جو کسی جسم صلب اور کثیف کے حق میں مراد لئے جاتے ہیں جیسا کہ ایک دوسرے مقام میں اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے:-

والسمٰوٰت مطویٰت بیمینہ۔

یعنے دنیا کے فنا کرنے کے وقت خدا تعالےٰ آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ سے لپیٹ لے گا۔ اب دیکھو کہ اگر شق سمٰوٰت سے درحقیقت پھاڑنا مراد لیا جائے تو مطویٰت کا لفظ اس سے مغائر اور منافی پڑے گا۔ کیونکہ اس میں پھاڑنے کا کہیں ذکر نہیں۔ صرف لپیٹنے کا ذکر ہے پھر ایک دوسری آیت ہے۔ جو سورۃ الانبیا جزو ۱۷ میں ہے۔ اور وہ یہ ہے:-

یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین۔

یعنے ہم اس دن آسمانوں کو ایسا لپیٹ لیں گے۔ جیسے ایک خط متفرق مضامین کو اپنے اندر لپیٹ لیتا ہے اور جس طرز سے ہم نے اس عالم کو وجود کی طرف حرکت دی تھی۔ انہیں قدموں پر پھر یہ عالم عدم کی طرف لوٹایا جائے گا یہ وعدہ ہمارے ذمہ ہے جس کو ہم کرنے والے ہیں۔ بخاری نے بھی اس جگہ ایک حدیث لکھی ہے جس میں جائے غور یہ لفظ ہیں۔ وتکون السمٰوٰت بیمینہٖ۔ یعنے لپیٹنے کے یہ معنے ہیں کہ خداوند تعالےٰ آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ میں چھپا لیگا۔ اور جیسا کہ اب اسباب ظاہر اور مسبب پوشیدہ ہے۔ اس وقت مسبب ظاہر اور اسباب زاویہ عدم میں چھپ جائیں گے۔ اور ہر ایک چیز اس کی طرف رجوع کر کے تجلیات قہریہ میں مخفی ہو جائے گی۔ اور ہر ایک چیز اپنے مکان اور مرکز کو چھوڑ دے گی اور تجلیات الٰہیہ اس کی جگہ لیں گی۔ اور علل ناقصہ کے فنا اور انعدام کے بعد علت تامہ کاملہ کا چہرہ نمودار ہو جائے گا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے:-

کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔

یعنے خدا تعالےٰ اپنی قہری تجلی سے ہر ایک چیز کو معدوم کر کے اپنی وحدانیت اور یگانگت دکھلائے گا۔ اور خدا تعالےٰ کے وعدوں سے مراد یہ بات نہیں۔ کہ اتفاقاً کوئی بات منہ سے نکل گئی۔ اور پھر بہر حال گلے پڑا ڈھول بجانا پڑا۔ کیونکہ اس قسم کے وعدے خدائے حکیم و علیم کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ صرف یہ انسان ضعیف البنیان کا خاصہ ہے۔ جس کا کوئی وعدہ تکلف اور ضعف یا مجبوری اور لاچاری کے موانع سے ہمیشہ محفوظ نہیں رہ سکتا اور باایں ہمہ تقریبات اتفاقیہ پر مبنی ہوتا ہے۔ نہ علم اور یقین اور حکمت قدیمہ پر۔ مگر خدا تعالےٰ کے وعدے اس کی صفات قدیمہ کے تقاضے کے موافق صادر ہوتے ہیں۔ اور اس کے مواعید اس کی غیر متناہی حکمت کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہیں ؂

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البروج

پارہ ۳۰ - رکوع ۱

یہ مکی سورۃ ہے جس میں بڑی بڑی پیش گوئیاں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی کامل اور خاتم النبیین ہونے اور مخالفین و منکرین کے ہلاک ہونے اور مومنین کے بالآخر کامیاب اور بامراد ہونے پر دلائل بیان کئے گئے ہیں اور پھر ان پیشگوئیوں کے لئے فرعون اور قوم ثمود کی ہلاکت کے واقعات کو اور اصحاب الاخدود کے واقعہ کو بررنگ تائید پیش کیا ہے۔ کہ مامورین اور مرسلین کے مخالف ہمیشہ ہلاک ہوتے۔ اور اسی طرح ائمۃ الکفر کا حال ہو گا ؂

(باقی آیندہ انشاء اللہ العزیز)

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدّین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفے اللہ عنہ

بقیّہ سُورۃ البُروج

پارہ تیسواں رکوع ۱

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

آخر میں قرآن مجید کی حفاظت کی زبردست پیش گوئی کی ہے۔ بل ھو قرآنٌ مجید فی لوحٍ محفوظ۔ لوح محفوظ کے متعلق مسلمانوں نے جو کچھ مان رکھا ہے۔ اس کو بجائے خود رکھ کر اس سے یہ بھی مراد ہے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ تختیوں میں رکھا ہوا ہے۔ یعنی کبھی زمانہ کا امتداد اسے انسانی دستبرد کے نیچے نہیں آنے دیگا۔ اور اس میں کسی قسم کی تحریف و تبدیل نہ ہوسکیگی چنانچہ دوسری جگہ اس کی تائید میں فرمایا:۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ؂

قرآن مجید کی حفاظت کے اسباب کی توضیح اور تشریح یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ کس کس طرح پر اللہ تعالےٰ نے اس کی حفاظت کا انتظام فرمایا ہے جبکہ صرف اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ پیشگوئی کے طور پر فرما دیا ہے کہ قرآن مجید لوح محفوظ ہے اور واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ فی الواقع وہ محفوظ ہے۔ یہاں تک کہ اس کا رسم خط تک ابتک برابر محفوظ چلا آتا ہے۔ غرض یہ سُورۃ بھی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے اور مختصر طور پر اسے درج کیا جاتا ہے۔

یوم الموعود سے مراد بدر کا دن ہے۔ جس دن بڑے بڑے اشرار اور معاندان حق ابو جہل وغیرہ ہلاک ہوئے اس دن کا نام یوم الفرقان بھی ہے۔ (فیصلہ کا دن) اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں اس دن کی آمد کو قسموں کے پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔

والسّماء ذات البروج والیوم الموعود وشاھدٍ ومشھود

یہ سُورۃ اس وقت اُتری۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب مسلمان جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ مصائب اور تکالیف کا نشانہ بن رہے تھے۔ کفار مسلمانوں کو سخت ایذائیں پہونچاتے۔ انہیں طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتیں۔ مسلمان ہونے کیوجہ سے جلتی ریت پر لٹایا جاتا اور بُت پرستی کے لئے مجبور کیا جاتا۔ کسی کو سُولی پر لٹکا دیا جاتا۔ کسی کو جان سے ہی مار دیا جاتا۔ مسلمانوں کے لئے یہ سخت مصیبت اور ابتلاء کا وقت تھا۔ دنیا ان پر تنگ ہو رہی تھی۔ اسلام اور توحید کی خاطر جان دینا گوارا کرتے مگر ایمان دینا گوارا نہ کرتے۔ ایسے وقت میں اللہ تعالےٰ نے یہ سُورۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی اور نظیراً اصحاب خندق کا واقعہ فرما کر مسلمانوں کو تسلّی دی۔ اور کفار کو تنبیہ کی۔ اور اس بات کی پیشین گوئی کی۔ کہ جس طرح کھائی والے کفار اپنی کرتوتوں کی وجہ سے آخر کار خود ہی طعمۂ نار ہوئے اُسی طرح کفار مکہ بھی آخر کار یقیناً اور لاریب طعمۂ نار حرب ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ اور قیامت کے دن یہ بڑا خوفناک اور پُر عبرت موقعہ ہوگا جبکہ ہی خدا کے مامور و مرسل جو دنیا میں ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ عزت کے تخت پر جلوہ افروز ہونگے اور انکی اُمّت کے سرکش اور شریر لوگ جو دنیا میں بڑے بڑے معزز اور رئیس خیال کئے جاتے ہیں اور تضحیک و استہزاء سے پیش آتے ہیں وہاں ذلت کے گڑھے میں گرائے جائیں گے۔ اور سخت نادم اور رسوا ہوں گے۔ بس ان کفار مکہ کو اُس دن کے مصائب اور تکلیف سے ڈرنا چاہیئے۔ جبکہ دنیا میں وہ انقلاب عظیم واقع ہو۔ یوم الجزاء قائم ہو۔ سب کے سامنے مالک عرش بریں کے حضور کھڑے ہوں اور اپنے اعمال کی جوابدہی کریں۔ پیغمبروں کو جھٹلانے والے ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں گرائے جائیں گے۔ اور اُن کے ماننے والے تخت عزت پر جلوہ افروز ہوں گے۔ اس سُورۃ کے شروع میں اللہ تعالےٰ نے قیامت کا ثبوت دیا ہے۔ اور قسم کے پیرایہ میں قدرت الٰہی کا ایک زبردست نشان (تغیر و انقلاب موسم کو) پیش کر کے اس بڑے انقلاب (قیام قیامت) کے وقوع پر استدلال فرمایا ہے اللہ تعالےٰ نے آسمان کی اس ہیئت سے کہ اس میں بارہ ۱۲ برج[1] تصوّر کئے گئے ہیں جن کے اندر آفتاب سال بھر میں دورہ کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور ہر ایک برج میں آفتاب کے داخل ہونے سے عالم اور اہل عالم پر ایک انقلاب جدید واقعہ ہو جاتا ہے کبھی سردی ہے کبھی گرمی۔ کبھی برسات۔ کبھی خزاں۔ قسم کھا کر یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جس طرح ان برجوں کے اندر آفتاب کے داخل ہونے سے ایک نیا انقلاب زمانہ پر وارد ہوتا رہتا ہے اور ان انقلابات کا نظارہ اور مختلف موسموں کی تبدیلی ہر سال آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اسی طرح قریب ہے کہ وہ انقلاب عظیم بھی دنیا میں واقع ہو۔ آفتاب یکایک حکم الٰہی سے ٹھہر جاوے۔ نظام عالم کی کل درہم برہم ہو جاوے

---

[1] برج سے مراد کوئی گنبد یا عمارت نہیں ہے۔ بلکہ ستاروں کے اجتماع سے کوئی بیل کی شکل ہو گئی ہے۔ اس کا نام برج ثور رکھدیا گیا۔ کوئی شیر کی اُسے برج اسد کہدیا گیا۔ غرضیکہ ستاروں کے اجتماع سے اہل ہیئت نے ایسی شکلیں فرض کرلی ہیں۔ انہیں میں آفتاب کا ظاہری دورہ تصوّر کیا گیا ہے اور آفتاب ہر برج میں داخل ہو کر ایک انقلاب جدید پیدا کرتا ہے۔ کتاب ایوب ۳۸ باب ۳۲ میں ہے۔ کیا تجھ میں قدرت ہے کہ منطقۃ البروج کو ایک ایک اس کے موسم میں پیش کرے گا کیا تو افلاک کے قانون کو جانتا یا انکا اقتدار زمین پر جاری کرسکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں وہی دلیل قسم کی صورت میں اسجگہ ذکر کی گئی ہے۔ یعنے خداوند تعالےٰ اپنے وقت اور اپنے موسم پر ان کفار کو ہلاک کریگا ہر ایک امر کا ایک وقت اور پیمانہ ہے۔ جب پیمانہ بھر جاوے پھر ایک منٹ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر۔

اور اس یوم موعود کا نظارہ انکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو۔ جو ذاتِ انسلاب ج جوڈ پر قدرت رکھتی ہے اور ہر روز نیا انقلاب کرتی ہے۔ اس کے آگے وہ انقلاب عظیم بھی کوئی بڑی بات نہیں۔ قریب ہے کہ وہ یوم موعود یعنی قیامت کا دن بھی نمایاں ہو۔ اور تمام دنیا ہی اُٹھے۔ محاسبہ اعمال کے لئے سب خدا کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے اور ہر ایک گواہی دینے والا۔ یعنی نبی اپنی اُمّت کی حالت پر گواہی دے کہ انھوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ پیغامات الٰہی کو کہاں تک مانا اور کیسے کیسے دُکھ دے۔ برجوں والے آسمان کی قسم قریب ہے کہ آفتاب دورہ کہتے ہوئے وہ دن بھی آجا دے۔ جب کہ کفار مکہ (اصحاب خندق کی طرح) ذلت اور ہلاکت کے گڑھے میں گرے ہوئے ہوں اور پھر اس یوم موعود کی قسم ہے جس دن جلال الٰہی کا نظارہ لوگوں کی نظر میں جلوہ گر ہو۔ اور پھر اس شخص کی قسم ہے۔ جو اس روز شاہد (حاضر) ہو اور یہ نظارہ جلالت الٰہی کا اپنی نظروں سے دیکھے۔ اور مشہود (یعنی حاضر کئے گئے) کی قسم جن لوگوں کا نظارہ اہل بصیرت اسی دن مشاہدہ کریں گے۔ یہ وہ دن ہو گا۔ کہ لوگ خدا تعالےٰ کی قدرۃ کو سمجھیں گے۔ اور اس کے وعدوں کو سچا پائیں گے۔ کفار بہنجار اسی طرح ہلاک ہو جائیں گے۔ جس طرح پر اصحاب اخدود۔ یعنی کھائی والے ہلاک کئے گئے۔ اور خدا کی عجیب قدرت نمایاں ہوگئی۔ مختصر حال اصحاب خندق کا یہ ہے کہ ایک عیسائی لڑکا بڑا خدا پرست اور صاحب کرامت تھا۔ چنانچہ کئی آدمی اس کی کرامتیں دیکھ کر اور وعظ سُن کر ایمان لے آئے۔ اسوقت کا بادشاہ جو بہت بڑا بُت پرست تھا لوگوں کو جبراً بُت پرستی کرایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے جب ان لوگوں کا حال سُنا۔ تو سخت برافروختہ ہوا۔ اور ان لوگوں کو زجر و توبیخ کے بعد بُت پرستی کے لئے مجبور کیا۔ جب انھوں نے نہ مانا تو زمین میں ایک لمبا چوڑا گڑھا کھدوایا۔ اور اُسے آگ سے بھروا کر اُن آدمیوں کو وہاں ڈلوا دیا۔ وہ یہ ظلم کر ہی رہا تھا کہ دفعۃً وہ آگ اس شدت سے مشتعل ہوئی۔ کہ اس کی لپٹ بادشاہ اور اُمرا تک جا پہونچی۔ سب کے سب قہر الٰہی کی آگ میں بھسم ہو گئے۔ یہ قصہ ایک عبرتناک واقعہ اور زبردست پیشگوئی تھی کفار مکہ کے لئے جو مسلمانوں کو سخت دُکھ دے رہے تھے۔ انہیں ایمان لانے سے روکتے اور طرح طرح کی ایذائیں دیتے۔ کئی کو صلیب پر چڑھا دیا۔ زندوں کو تپتی ہوئی ریت میں ڈالدیتے تھے۔ کئی صحابہ کو جان سے مار ڈالا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو اس مصیبت سے نجات دیدی اور ڈرایا کہ انّ بطش ربّک لشدید۔ (اے نبی) بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ چنانچہ آخر کار اللہ تعالےٰ نے اُن کفار کو ایسا پکڑا کہ سب کے سب فنا و نیست و نابود ہو گئے۔ اور جس طرح اصحاب خندق اسی نار میں جل مرے۔ جس سے مومنوں کو جلا رہے تھے۔ اسی طرح کفار مکہ بھی اسی تلوار سے مارے گئے۔ جو مسلمانوں کی ایذا اور قتل کے لئے انھوں نے نکالی۔ خیال کرنا چاہیئے کہ جس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی سامان نہ تھا۔ جس کے بھروسے پر آپنے یہ پیشگوئی فرمائی۔ ہرگز نہیں۔ آپ بالکل بے زر۔ بے زور۔ بے سامان تھے۔ اور خود اذیت و بلیّات کا نشانہ بن رہے تھے۔ اور سلامت بچنے کی امید نہیں تھی۔

لیکن آپ نے قطعیت اور وثوق کے ساتھ وعدہ فرمایا کہ ضرور ضرور کفار ہلاک ہوں گے اور مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نصرت اور فیروزی عطا فرمائے گا۔ پس ایسا کلام بجز ملک العلام کے اور کسی کا نہیں ہو سکتا اور یہ بات دنیا کے تمام کفار۔ آریہ۔ برہمو اور عیسائی وغیرہ کے لئے حجت ہے۔ (ترجمۃ القرآن)

آیت ۱ ۔ والسّماءِ ذات البروج۔

آیت ۲ ۔ والیوم الموعود ۔

آیت ۳ ۔ وشاھدٍ ومشھود ۔

بُروج عربی زبان میں روشن ستاروں کو کہتے ہیں۔ بُرج کے لغوی معنے ظاہر کرنے کے ہیں۔ سماءِ ذات البروج سے مراد معروف بارہ بُرج۔ حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان وغیرہ لئے ہیں۔ مگر اسی قدر پر ٹھہر جانے سے آگے مطلب نہیں چلتا اور نہ آیات ماسبق کی آیاتِ مالحق سے کوئی مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ بالاتفاق یہ سُورۃ مکّی ہے۔ اور اُس وقت نازل ہوئی ہے۔ جبکہ نومسلم صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کفار کا شکار ہو رہے تھے۔ کوئی گرم تپتی ہوئی پتھروں پر لٹایا جاتا تھا۔ اور کوئی بڑی بڑی بے رحمیوں سے قتل کیا جاتا تھا کہ گویا کہ آسمانی سطوت و جبروت کا مقابلہ زمینی حکومت سے کیا جا رہا تھا۔ اور یہ جانکاہ چیزیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں درپیش تھی۔ جن سے آپ کو اور نومسلم کمزور اصحاب کو صدمہ عظیم تھا۔ اس لئے ان مظالم کے جواب میں جو زمینی حکومت کے ذریعہ سے کیجاتی تھیں۔ اللہ تعالےٰ نے بھی ملکوتی تین سطوت اور جبروت کو پیش کیا ہے۔ جو سماءِ ذات بُروج ۔ یومِ موعود۔ شاہد و مشہود ہیں۔

سماءِ ذات بروج سے سارا ملکوتی اقتدار مراد ہے نہ صرف روشن ستارے یا سرطان اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ وغیرہ بُروج معروفہ یا یوں تصوّر فرما دیں کہ یہ دولت برطانیہ" کہنے کو تو ایک لفظ ہے۔ مگر اس ایک لفظ کے مفہوم میں انگلینڈ آئرلینڈ۔ سکاٹ لینڈ اور ولش اور ان کے تمامی مختلف ڈیپارٹمنٹ اور صوبے اور حکومتیں ہیں۔ جن پر سے رات اور دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے کسی ساعت میں بھی آفتاب کا زوال نہیں ہوتا۔ زمینی حکومت کے ذریعہ سے جو تعذیب کیجا رہی تھی۔ اس کے بالمقابل۔ سماءِ ذات بُروج ۔ یوم موعود۔ شاہد و مشہود کو رکھا ہے۔

یومِ موعود میں دس بارہ قول بیان ہوئے ہیں۔ اس توجیہ سے جو اُوپر بیان ہوئی۔ سارے ہی قول صحیح ہو جاتے ہیں۔ علٰے ہذا القیاس۔

شاھدٍ و مشہود بھی۔ یوم موعود کی نسبت کہا گیا ہے۔ کہ بدر کا دن۔ فتح مکہ کا دن۔ جمعہ کا دن۔ قیامت کا دن۔ عاشورہ کا دن۔ فرعون کے غرق ہونے کا دن غرض کہ ہر جزا سزا کے ملنے کا دن۔ یہ سارے ہی دن ٹھیک اور دُرست ہیں اسی طور پر شاہد و مشہود یعنے عرفہ کا دن لیشھدوا منافع لھم۔ قیامت کا دن ذلک یوم مجموعٌ لہ الناس وذلک یوم مشہود۔ کراماً کاتبین اور مخلوق۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکی اُمّت۔ تمامی انبیاء اور انکی اُمّتیں۔ کل فرشتہ اور مخلوق۔ جاءت کل نفسٍ معھا سائق وشہید تھے کہ کفٰی باللہ شہیدا سے

ذات باری تعالےٰ اور تمامی مخلوق سالم بن عبداللہ نے مُراد لیا ہے۔ غرض کہ یہ تین آیتیں پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ کے نومسلم اور مظلوم اصحاب کی تسلی وتشفی کے لئے نازل فرمائیں۔ جن میں اللہ تعالےٰ کی سطوت اور جبروت اور ملکوتی اقتدار کا بیان ہے۔ جو کفار سے انتقام کے لئے کافی ووافی ہیں۔ اس کے بعد نظیر اصحٰب اُخدود کے واقعہ کو تین ہی آیتوں میں بالمقابل بیان فرمایا ہے:۔

آیت ۵ و ۶ و ۷ - النار ذات الوقود۔

اذا ھم علیھا قعود۔

وھم علےٰ مایفعلون بالمؤمنین شھود

زمینی حکومت کے ذریعہ سے آگ کی خندقوں کا تیار کرنا اور ان پر تماشہ بینی کے لئے کرسیں بچھا کر بیٹھنا اور بالآخر اس وقت کے مؤمنین کو (جو غالباً عیسائی موحد تھے) اُن خندقوں میں جھونکنا یہ ایک ایسا نظارہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش کیا تھا کہ جس سے انکی اپنی تکلیفوں کا اندازہ مقابلۃً ان کو معلوم ہو گیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان آیات کو پڑھتے تو فرماتے:۔

اللّٰھم انی اعوذبک من جھد البلاءِ و درک الشقاءِ و سوءِ القضاءِ و شماتت الاعداءِ۔

اصحاب الاُخدود کے قصہ کو امام مسلم۔ احمدؒ ترمذی نے حضرت صہیب رومیؓ سے نقل کیا ہے:۔

النار ذاتِ الوقود۔ کے مقابلہ میں ۔ سماءِ ذات البروج تھا

اذھم علیھا قعود۔ کے مقابلہ میں ۔ الیوم الموعود تھا

مایفعلون بالمؤمنین شھود۔ کے مقابلہ میں ۔ وشاھدٍ ومشھود تھا

آیت ۱۰ - انّ الّذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثمّ لم یتوبوا الآیۃ سابق کلام میں چونکہ خاص واقعات کا بیان تھا۔ اس لئے اس آیۃ شریفہ میں اسی قسم کے مظالم اور ان کے انتقام کو عام کر دیا۔ فتنہ کا لفظ ہر چھوٹے بڑے ابتلاء اور امتحان کے ہیں۔ آگ میں ڈالنا یہ بھی فتنہ ہے۔ یوم ھم علے النار یفتنون۔

آیت ۱۷ و ۱۸ - ھل اتاک حدیث الجنود - فرعون و ثمود۔

فرعون۔ ثمود اور ان کے علاوہ اور اور جنود کفار کے اپنے وقت کے پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جو مظالم برت کر مورد انتقام ہوئے۔ اصحاب اخدود کے ساتھ میں انکو بھی بطور ضمیمہ کے یاد کرلو۔

آیت ۲۰ - واللہ من ورائھم محیط۔ وراء۔ لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جسے کوئی پوشیدہ کرے یا کسی چیز کی اوٹ میں آ جاوے۔ اور اس کا اطلاق پس و پیش دونوں پر آتا ہے۔ اور اس آیت میں بطور اشتراک معنوی دونوں معنوں کو شامل ہے۔ معنے آیت کے یہ ہیں آگے پیچھے گھیر رکھا ہے۔

آیت ۲۱ و ۲۲ - بل ھو قرآن مجید - فی لوح محفوظ۔

جو کوشش کہ قرآن شریف اور اسلام کے مٹانے کے لئے کی گئی تھی اس کا اضراب بل کے لفظ سے کیا۔ اور قرآن کے لفظ میں فرمایا کہ یہ ہمیشہ پڑھنے پڑھانے اور درس تدریس میں آتا رہے گا۔ تختیوں۔ کاغذوں پر لکھا جایا کرے گا اور محفوظ و مصئون رہے گا۔ فالحمد للہ۔ کہ ویسا ہی ظہور میں آ رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارہ ۳۰ - سُورۃ الطّارق رکوع ۱

آیت ۱ - والسّماءِ والطّارق۔ طرق کے لغوی معنے ٹھوکنے کے ہیں۔ اس سُورۃ شریفہ میں نجم ثاقب کو اس لئے طارق فرمایا کہ وہ شیاطین کو ٹھوک پیٹ کر کھدیڑتے ہیں اور آسمان کے لئے محافظ ہیں۔ جب کہ ہر نفس کے محافظ ہیں تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیافت وحفاظت بالاولیٰ ضروری ہے۔ راستہ ٹھوکنے پیٹنے سے اور اقدام کی رفتار سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس لئے طریق کہلاتا ہے۔ مسافر لوگوں کے رات کو سو رہنے کے بعد جو دروازہ کو کھٹکھٹائے وہ بھی طارق ہے۔ ایک شاعر کا قول ہے۔

طرقتُ الباب حتےٰ کلمتنی - فلما کلمتنی - کلمتنی -

غرض کہ سورۃ شریف کا موضوع پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ضیانت اور حفاظت اور آپکے اعداء کو آپ پر حملہ کرنے سے ٹھوک پیٹ کر دفع کرنا سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ حفاظت وذب ودفاع ظاہری اور باطنی دونوں طور سے متصوّر ہے۔

آیت ۲ - النجم الثاقب۔ ثاقب دور کا ستارہ۔ ثریا۔ اور تمامی ستارے بھی مُراد ہو سکتے ہیں۔ کل اصحاب رضؓ انکی حفاظت کے لئے نجم ثاقب تھے۔ بعض ستاروں کے طلوع کے وقت بیماریوں کے اجرام ان ستاروں کی تاثیر سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ سب سے بڑا شیطانوں کو ٹھوک پیٹ کر کھدیڑنے والا وجود نبی ہی کا ہوتا ہے۔ ہمارے ایک دوست نے اس بات کو ایک شعر میں ادا کیا ہے۔

آسماں سے نجم ثاقب اس شب تاریک میں
سر پہ شیطانوں کے پڑنے کے لئے نازل ہوا

آیت ۶ - خلق من ماءٍ دافق۔ دافق سیّال پانی۔ یکے بعد دیگرے متواتر گرنے والے قطرے۔ دافق مدفوق کے معنوں میں ہے۔ عرب کی بولی میں فاعل مفعول کے معنوں میں کثرت سے بولا جاتا ہے۔ جیسے سرٌ کاتمٌ ای مکتومٌ۔ وفی قولہ - فی عیشۃ راضیۃ ای مرضیۃ

حضرت صاحب کی ایک نظم میں دفق کا لفظ اسطرح آیا ہے۔

ہر کہ بر دفق حکم مشغول است
بر سرِ اُجرت است و مقبول است (براہین احمدیہ)

دفق کے معنے اس شعر میں حکم کے ساتھ ہی کودتے پھاندتے فوراً چلے جانے کے ہیں۔ قرآن شریف کی ماسبق آیات کا ربط آیات ملحق سے یہ ہے کہ کفار نے بجائے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل اور ایذاء اور مقابلہ کی ٹھان رکھی تھی انکو توجہ دلائی اسطرف کہ غرور و تکبّر نبی کے مقابلہ میں چھوڑ دیں۔ اور اپنی پیدائش کو

سوچیں کہ کس حقیر اور ناچیز قطرۂ آب سے ہوئی ہے۔

آیت ۷۔ یخرج من بین الصّلب و التّرائب۔ ترائب کے معنے پستان کے صحیح نہیں ہیں۔ اگر پستان مُراد ہوتے۔ تو کوئی صیغہ تثنیہ کا ہوتا۔ ترائب تریبہ کی جمع ہے۔ ترائب سینہ کے دائیں بائیں دونوں طرف کی پسلیوں کی ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ دل چوں کہ صلب اور ترائب کے درمیان واقع ہے اور دل سے شریانی عروق پیوستہ ہیں اور انھیں شہریانی خون سے منی پیدا ہوتی ہے (گو اوعیہ منی بھی ہیں جو فلٹر کا کام دیتے ہیں مگر یہاں تو ذکر مخرج کا ہے نہ کہ فلٹر کا) اس لئے انسان کی حقیر پیدائش کا ذکر نہایت تہذیب کے ساتھ کیا۔

کلام الملوک ملوک الکلام

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اس آیت قرآنی پر جس میں انسان کی فطرت کا بیان مشاہدے کے طور پر بتایا گیا ہے پادری صاحب اعتراض کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ کبھی قرآن مجید کے اصلی لٹریچر سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ عوام کی سُنی سنائی باتوں کو دل میں رکھ کر اعتراض جمانے لگتے ہیں کسی کتاب پر اعتراض کرنے سے پہلے اس کے اصلی ادب سے بلاواسطہ واقف ہونا فرض ہے۔

اعتراض۔ نیچرل فلاسفی کے ڈاکٹر صاف صاف دکھلا سکتے ہیں کہ منی خُصیے میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ کہ منی باپ کی پیٹھ اور ماں کے سینے میں جیسے قرآن مجید میں ہے۔

جواب:۔ ہم کو نہایت تعجب آتا ہے۔ جب ہم پادریوں کو نیچرل فلاسفی وغیرہ سائنٹفک مصطلحات بولتے سنتے ہیں۔ انجیل اور فلاسفی انجیلی تعلیم سخت ہچکچاتی ہے کہ میدان میں نکل کر سائنس سے مقابلہ کرے۔ پادری ڈی ڈبلیو ٹامس (تشریح التثلیث صفحہ ۲۲) معمّا تثلیث کے حل سے عاجز کیسے بے اختیار کہہ اٹھے ہیں " خلقت (نیچر۔ قانون الٰہی) کے احوال سے استدلال اور عقلی دلائل اس میں چل نہیں سکتے۔ اس کا ثبوت ہمہ جہت کلام الٰہی پر موقوف ہے " نیچرل فلاسفی بڑا لفظ بولا۔ دوسرے مذہب پر اعتراض کرنے کے لئے تو بے اختیار یہ لفظ زبان سے نکلے گا۔ اندرون خانہ تو اُمید ہے۔ کم ہی استعمال کرنے کا موقع آتا ہوگا پادری صاحب! نیچرل فلاسفی کے ڈاکٹر یوشع بن نون کی خاطر سُورج کا کھڑا ہونا۔ مُردوں کا زندہ کرنا۔ مجسّم شخص کا آسمان پر چڑھ جانا۔ بے باپ کے لڑکا پیدا ہونا کب تسلیم کرتے ہیں۔ پہلے انھیں ہی نیچرل فلاسفی کی کسوٹی پر گھس لیا ہوتا۔ اب حقیقی جواب دینے سے پہلے ایک دو باتوں کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ قرآن مجید کی عظمت بخوبی واضح ہو جاوے۔

شیخ سعدی۔ ملک ایران میں پیدا ہوئے جس ملک کی نسبت مؤرخوں نے لکھا ہے۔ کہ یونان اور عرب کے علوم مصر سے اور مصر کے علوم ہند یا ایران سے اور بہتوں کا خیال ہے کہ ہند کے علوم بھی ایران سے لائے گئے۔ پھر اسلام کے ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ جبکہ مسلمانوں کے علوم اپنے اوج پر پہونچے ہوئے تھے۔ مزید برآں حضرت شیخ نے اپنے علوم کو سیاحت اور تجربہ زمانہ سے اور بھی جلا دی تھی۔ بایں ہمہ شیخ کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے " زصلب آورد نطفۂ در شکم " جس پر آج کل کی علمی دنیا ہنسی اڑاتی ہے۔ ملک عرب میں بھی بالخصوص صلب و اصلاب ہی کا محاورہ دائر و سائر تھا۔ اور یہیں تک ان کے محدود ذہن کی رسائی تھی۔ مگر قرآن کریم پر قربان جائیے۔ جو ہمیشہ ہر زمانہ میں اپنی راستی اور صداقت دکھانے کو طیار ہے اور ابد تک رہے گا۔ یہیں سے انسانی کلام اور الٰہی کلام کا تفرقہ معلوم ہوتا ہے۔ لیجئے اب قرآن مجید کا مطلب سنیئے۔

جواب حقیقی۔ فلینظر الانسان مم خلق۔ خلق من ماء دافق یخرج من بین الصّلب و التّرائب۔ کیا معنے کہ نطفہ صلب اور ترائب کے بیچوں بیچ سے آتا ہے۔ صلب پیٹھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ ترائب جمع ہے تریبہ کی۔ سینے کی ہڈی۔ اب غور کرو کہ نطفہ اور منی شریانی خون سے بنتی ہے۔ اور وہ شریان دل سے نکلتا ہے۔ اور دل صلب و ترائب کے بیچوں بیچ ہے اور طرح پر اس کا مطلب یہ ہے کہ باری تعالےٰ متکبر انسان کی گردن عُجب توڑنے کو اُسے اس کی خلقت جسمانی کے منبع کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور چوں کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے اور ہر مجلس میں جوانوں۔ بوڑھوں۔ عورتوں میں پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے ضرور ہے۔ کہ انسانی اصلاح کے ہر قسم کے مطالب و اشارات اعلےٰ درجہ کی پاکیزگی اور تہذیب سے ادا کرے۔ یہاں دانا سمجھ گئے ہوں گے۔ اور حق شناس تو سمجھتے ہی ہیں کہ گردن کش انسان کو نصیحت کرنا قرآن کریم کو منظور ہے اور کس جگہ کی طرف اشارہ اُسے مقصود ہے۔ مگر اللہ اللہ کس خوبی اور لطافت سے اس مضمون کو نبھایا ہے۔ یہی اس کتاب کریم کا اصلی اور سچا معجزہ ہے۔

معترضو! خواہ مخواہ کی طعنہ زنی کے عاشقو! ترائب سے نیچے نگاہ کرتے جاؤ۔ اور صلب کی طرف چلے جاؤ۔ عین بیچوں بیچ میں تم کو وہ پمپ یا فوارہ نظر آوے گا۔ جس میں سے وہ اچھلتا پانی نکلتا ہے۔ جو انسان کی پیدائش کا منبع یا مبدا ہے۔ غور کرو۔ سوچو! ایمان اور انصاف سے کام لو۔ کیا مقصود تھا کیا مطلب تھا کس طرز پر ادا کیا۔ اس سے بڑھ کر فصیح اور پاک کلام کوئی دنیا میں ہے۔ علم ادب اور عربی سے آگاہی حاصل کرو۔ فصحائے عرب عضو تناسل کا نام جب بتقاضائے وقت لازم ہو ایسے ہی نہج سے لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ افصح العرب والعجم ایک حدیث میں فرماتے ہیں۔

من یضمن لی ما بین لحییتہ و ما بین رجلیہ فاضمن لہ الجنّۃ۔ یعنے جو شخص اپنی زبان اور شرم گاہ کو فواحش اور منکرات سے روکے۔ میں اُسے جنت دلوا دونگا۔

الحمد للہ علےٰ ذلک ان ھو الا ما المعنی بہ ربّی۔

ہؤ یعنے جو شخص مجھے ضمانت دے اس چیز کی جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے، یعنے زبان اور اس چیز کی جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے، (عضو تناسل) میں اس کیواسطے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

بقیہ نوٹ سورۃ الطارق

پارہ تیسواں رکوع ۱

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

آیت ۸ - انہ علےٰ رجعہ لقادرٌ - ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی مسئلہ مہتم بالشان ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے اس زمانہ میں مسیح کی وفات کے مسئلہ پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اسی طرح سے شرک اور بُت پرستی کے علاوہ بعث بعد الموت کا سخت انکار کیا گیا تھا۔ اسلئے قرآن شریف میں رجعت یعنے بعث بعد الموت کا ذکر بار بار کیا ہے۔ اور شریروں کو عقوبت اُخروی سے ڈرایا ہے۔

آیت ۹ - یوم تبلی السّرائر - تبلےٰ بمعنے تظہر ہے۔ سرائر - سِر کی جمع ہے۔ امتحان میں بھی مخفی استعداد ظاہر کیجاتی ہے۔ اسلئے بلاء امتحان کے معنے دیتا ہے۔ معنی آیت کے یہ ہیں کہ اس دن جو کچھ مخفی در مخفی طور پر کئے تھے وُہ بھی ظاہر ہو جائیں گے۔

آیت ۱۱ - والسّماءِ ذات الرجع - سَماء - بادل - رَجع - بارش چونکہ بخارات سمندروں سے اور زمین سے اُوپر چڑھ کر بادلوں کی شکل میں مینہ بن کر واپس زمین ہی کیطرف لوٹتے ہیں۔ اس لئے بادلوں کا نام سَماء اور بارش کا رَجع ہے

آیت ۱۲ - والارض ذات الصدع - صدع کے معنے پھٹنے کے ہیں قال اللہ تعالےٰ - یومئذٍ یصدّعون ای یتفرقون - صدع کے لفظ سے صرف اسی قدر توجہ دلانا مقصود نہیں ہے۔ کہ زمین کے پھٹنے سے کھیتیں اور درخت پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ آسمانی بارش سے جس طرح زمین سرسبز ہوتی ہے۔ اسی طرح پیغمبر کے آنے سے اور وحی آسمانی سے اہل زمین برگ و بار لاتے ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں :-

این چنیں کس چو رو دہند بجان ... بر جہان عظمتش کنند عیان

چون بیاید بہار باز آید ... خور بہ نصف النہار باز آید

باز خندد بناز لالہ و گل ... باز خیزد ز بُلبلان غلغل

آیت ۱۳ - انہٗ لقولٌ فصلٌ - انہٗ کا مرجع قرآن شریف ہے یا آسمانی بارش کے ذریعہ زمینی سرسبزی۔ دونوں ہی صحیح ہو سکتے ہیں۔

آیت ۱۷ - امھلھم رُوَیدًا - امہال کے معنے مہلت دینے ڈھیل دینے کے ہیں۔ رُوَیدًا - رود کی تصغیر ہے۔ امر کے معنے میں آیا کرتا ہے۔ جیسے نحوی اسم فاعل بمعنے امر سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے رُوَید زیدًا ای اُترکہٗ ودعہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارہ ۳۰ - سُورۃ الاعلےٰ

رکوع پہلا

آیت ۱ - سبّحِ اسم ربّک الاعلےٰ - سبّح پاکی بیان کر۔ شرک وغیرہ کے عیوب سے اس کی تنزیہ کر۔ آیۃ شریف میں اللہ تعالےٰ کی تین صفات کا ذکر ہے سبُوحیت - ربُوبیت اور عُلوِ شان - اس کے تحت میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تین پیشگوئیاں تھیں - جو بڑی صفائی سے پوری ہوئیں - آپ جنون افتراء وغیرہ عیوب سے پاک تسلیم کئے گئے - آپکی ربوبیت کی زندگی کی ادنےٰ حالت سے تدریجاً یوماً فیوماً بڑھتی گئی اور اعلےٰ ترین مقام پر یہاں تک پہنچائی گئی کہ :-

وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِی دِیْنِ اللہِ اَفْوَاجًا اور

اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی کی آواز آپنے سُن لی - روئے سخن پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے مگر مفہوم کے اعتبار سے ہر صادق راستباز کے لئے عام مخاطبت ہے۔

آیت ۲ و ۳ - الّذی خلق فسوّٰی - والّذی قدّر فھدٰی - خلق - تسویہ - تقدیر - ہدایت ان چار باتوں کو علی الترتیب علّت اور معلول کے سلسلہ میں بیان فرما کر حصول ترقی کے لئے راہ سمجھائی ہے - روئے سخن صحابہ رضی اللہ تعالےٰ کی طرف ہے اور مفہوم کے اعتبار سے ہر ترقی کے خواہاں کے لئے اس میں ہدایت ہے۔

آیت الّذی خلق فسوّٰی میں آریہ کا رد ہے جو خلقِ عالم کا منکر ہے اور سمجھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا - اس مضمون کو بلفظ دیگر قرآن شریف میں یُوں ادا فرمایا ہے - الّذی اعطےٰ کل شئٍ خلقہٗ ثم ھدےٰ ۱۲

آیت ۴ و ۵ - والّذی اخرج المرعٰی - فجعلہٗ غُثاءً احوٰی مرعٰی - زمینی گھانس پات سبز - غُثا - خشک کوڑا کرکٹ - غثا جمع ہے اس کا واحد غُثاۃ آیا کرتا ہے - احوٰی - حوۃ سے مشتق ہے - سبزی کے بعد کسی چیز کا سیاہ ہو جانا حُوۃ ہے - پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے صحابہ کے مقابلہ میں کفار کا جو انجام ہونیوالا تھا - ان دو آیتوں میں دکھلایا ہے - جو خس کم جہاں پاک کے مصداق ہو گئے - روئے سخن - ابو جہل - عتبہ - شیبہ - ربیعہ وغیرہ اس وقت کے کفار کی طرف ہے - مگر مفہوم کے اعتبار سے مصداق اس کے ہر صادق راستباز کے معاند ہیں - انھیں کا وجود ان کے کھیت کے لئے کھاد بن جاتا ہے -

آیت ۷ - سنقرئک فلا تنسےٰ - الا ما شاء اللہ کو ی - حدیث

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرآن شریف جسے یاد ہے وہ اس کو پڑھتا پڑھاتا رہے۔ اگر پڑھنے میں ڈھیل دے دیگی۔ تو وہ کھلے ہوئے اونٹ سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ سینوں سے نکل جاتا ہے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہر سال ایک بار دور کیا کرتے تھے۔ سالِ وفات آپ نے دو بار دور کیا۔ "نسی" کے معنے ضرور بالضرور کے ہیں۔ اِلّا ما شاء اللہ کے تحت میں موجود قرآن شریف کے علاوہ جسقدر مختلف قرأتیں عرب کے لب و لہجہ کی وجہ سے تھیں۔ سب نسیاً منسیاً ہو گئیں۔ جو زیادہ تر مشہور قرأت تھی۔ وہی منوّر رہی۔ قرآن شریف کے جمع کے متعلق صحابہ رضے اللہ عنہ کا فعل اللہ تعالیٰ ہی کا فعل تھا۔ شیعہ معترضین اسپر غور فرمادیں ؛

ان آیات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت کے سلسلہ میں بتایا کہ ہم تجھے پڑھائیں گے۔ اور تو کبھی نہیں بھُولے گا۔ جیسے پہلی آیتوں میں بتایا تھا کہ ہر شئے کو اللہ تعالےٰ نے ایسے فطرتی قوےٰ دیئے ہیں جو اس کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔ ایسا ہی اس کو اس کے کمال مطلوبہ تک پہونچنے کا طریق بتایا ہے۔ پس جس باوجود ہستی کو نُورِ نبوت دیا جاتا ہے۔ ضرور ہے کہ اس کے قویٰ میں بھی وہی قوت اور طاقت ہو۔ اور اس بارِ نبوّت کے اُٹھانے کے لئے وہ ہمہ تن طیار ہو اور ہر قسم کی مشکلات جو اس راہ میں پیش آویں۔ اُن کے برداشت کرنے کا حوصلہ اور استقلال اس میں موجود ہو۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بشارت دیجاتی ہے۔ کہ تیرے آنے کی جو غرض دنیا میں ہے اس کے حسب حال آپ کو قوےٰ دیئے ہیں۔ اور اس کی تکمیل کی جو راہ ہے۔ وہ آپکو بتادیجاتی ہے۔ اگر یہ سوال ہو۔ کہ یہ علوم جو نبوّت کے متعلق ہیں۔ وہ کس طرح پر محفوظ رہیں گے۔ اور آپ کس طرح پڑھ لیں گے۔ تو سُنو۔ اس کے متعلق ہم پیشگوئی کرتے ہیں۔ سنقرئك فلا تنسیٰ۔ ہم تجھ کو پڑھادیں گے اور تو کبھی نہیں بھُولیگا اب جیسا کہ اللہ تعالےٰ وعدہ اور بشارت دی تھی کہ تو ہمارے پڑھائے ہوئے علوم کبھی نہیں بھُولے گا۔ اس وعدہ کے موافق اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید پڑھایا۔ اور تمام اسرار و حقائق و معارف و دقائق آپ پر منکشف کئے۔ علوم اوّلین و آخرین عطا فرمائے۔ اور اس پر بھی ربّ زدنی علماً کی دُعا سکھائی۔ اس آیت میں یہ بھی بتایا ہے کہ بھُولیگا نہیں مگر اِلّا ما شاء اللہ بھی اس کے ساتھ ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ضروریات دین اور کلام ربّانی جس کا دنیا کو پہنچانا مقصود ہے وہ تو کبھی آپ کو بھول ہی نہیں سکتا اور نہ ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر امان ہی اُٹھ جاوے۔ قرآن مجید خود اسکی تشریح دوسری جگہ کرتا ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے۔ لئن شئنا لنذهبنّ بالّذی اوحینا الیك۔ یعنے اگر ہم چاہتے تو جو کچھ تیری طرف وحی کیا ہے اُسے لے جاتے مگر ایسا وقوع میں نہیں آیا اس لئے انّ ما شاء اللہ یا لئن شئنا سے یہ مراد نہیں ہو سکتا کہ ایسا وقوع میں بھی آیا۔ اور اگر آیا بھی تو دیکھنا یہ ہے۔ کہ کیا کوئی قرآن کریم میں اس کا پتہ ہے اس لئے ایک جگہ فرمایا۔ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایٰتہ۔

یعنی شیطانی القاء کو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو مضبوط کرتا ہے۔ اور ایک اور جگہ فرمایا۔ یمحو اللہ الباطل و یحق الحق بکلمٰتہ۔ اللہ تعالےٰ باطل کو محو کر دیتا ہے اور اپنے کلمات حق کو حق ثابت کرتا ہے پس معلوم ہوا۔ اِلّا ما شاء اللہ سے اگر کوئی مُراد ہے تو وہ باطل اور ارادہ و تدابیر شیطانی ہیں۔ جو آپ کی مخالفت کے لئے کیجاتی تھیں یہ بھی ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے اسکو واقعات سے ملا کر دیکھو کہ کس طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو پڑھایا گیا وہ قائم رہا اور دنیا اس کو نہیں بھُول سکتی۔ قرآن کریم کی وحی آج تک بھی اسی قوت و شوکت کے ساتھ زندہ اور محفوظ ہے پھر اس کو موکّد کرنے کے لئے فرمایا انّہ یعلم الجهر وما یخفیٰ۔ یعنے یہ اس اللہ تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہے۔ جو ظاہر اور مخفی تمام اُمور کا پورا علیم و خبیر ہے پس یہ بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے۔ اس کے بعد ایک اور دلیل برنگ پیشگوئی فرمائی کہ ونیسّرك للیسریٰ یعنے تیرے ہر ایک کام میں سہولتیں اور آسانیاں پیدا کیجائیں گی۔ مکّی زندگی جس عسر اور تنگی کی زندگی تھی وہ تاریخی اوراق سے عیاں ہے لیکن بعد میں آپکے لئے جس قدر سہولتیں پیدا ہوئی ہیں وُہ بھی ایک ظاہر امر ہے ہر کام میں سہولت اور آسانی پیدا ہو گئی۔ اور اسطرح یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اس کے بعد ایک پیشگوئی فرمائی کہ آپ کا کام تذکیر ہے آپ اس نصیحت کو لوگوں تک پہنچاتے جائیں یہ خالی از فائدہ نہ ہوگی۔ ضرور اپنا مفید نتیجہ پیدا کرے گی ؛

آیت ۸ ۔ ونیسّرك للیسریٰ۔ مکّی زندگی آپ کی جس قسم کی عُسرۃ کی تھی اسکو پیش نظر رکھ کر آپ کے عروج اور کمال تک نظر کیجاوے تو آیت کا مفہوم خوب سمجھ میں آجاتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ بھی معنے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دین لائے ہیں اس کی تعریف آپ نے یُوں فرمائی ہے۔ ما بعثت بالیھودیّۃ ولا بالنصرانیہ ولکن بُعثتُ بالحنیفیۃ السمحۃ۔ یعنے افراط و تفریط اور رہبانیہ سے منزّہ سہل اور آسان دین کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے۔ سفر میں قصر ہے۔ عذر ہو تو تیمم ہے۔ مسجد ہو تو سب جگہ مسجد ہی مسجد ہے۔

آیت ۹ ۔ فذکّر ان نفعت الذکریٰ۔ اِن بمعنے قد ہے۔ جیسے فرمایا۔ سبحان ربّنا ان کان وعد ربّنا لمفعولا ۔ ۱۵ وان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مبین ۲۴۔ ان کے معنے ہر جگہ شرطیہ نہیں ہوتے ان دو مقام کے علاوہ قرآن شریف میں کثرت سے اِنْ قدْ کے معنوں میں آیا ہے۔ أفنضرب عنکم الذکر صفحاً ان کنتم قوماً مسرفین سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سنے یا نہ سُنے۔ وعظ و نصیحت کبھی ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ گوش زدہ اثرے دارد۔

آیت ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ ۔ قد افلح من تزکّیٰ۔ وذکر اسم ربّہ فصلّیٰ۔ بل تؤثرون الحیٰوۃ الدّنیا۔ فلاح کے لئے ظاہری و باطنی طہارت پراگندہ خیالات سے دلجمعی۔ ذکر و نماز و بالآخر دین کو دنیا پر مقدم کرنا۔ یہ باتیں ضروری ہیں حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام ہے۔ مُصفّٰے قطرۂ باید کہ تا گوہر شود پیدا۔ ایک ڈاکٹر صاحب نے جو ایم۔ اے ہیں۔ اعتراض کیا۔ کہ موتی تو کیڑے کے لعاب سے پیدا ہوتا ہے یہ حال کی تحقیقات کا شاہدہ ہے مگر جب انکو توجہ دلائی گئی کہ سیپ میں کیڑا کس چیز سے پیدا ہوتا ہے تو چونکہ ڈاکٹر صاحب خاموش ہو گئے اب اور الہام حضرت صاحب کا ہے جس کو تزکیہ نفس اور ذکر سے تعلق ہے وُہ یہ ہے۔ اِنّ ھٰذا القرآن عُرِضَ علےٰ اقوامٍ فما دخل فیھم وما دخلوا فیہ ولا قومٌ منقطعون ؛

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارہ ۳۰ - سورۃ الغاشیہ رکوع ۱

آیت ۱۔ ھل اتٰک حدیث الغاشیۃ۔ حدیث الغاشیہ سے اکثر اہل تفاسیر نے قیامت کے حوادث مراد لئے ہیں۔ مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کے حوادث اپنے ہولناک ہونے کی وجہ سے غاشیات ہی ہوں گے کہ انسانوں کے ہوش و حواس عقل و فکر سب کچھ مارے جائیں گے۔ مگر قرآن کریم کے اسلوب اور اسکے لٹریچر پر نظر کرنے سے یہ پتہ لگتا ہے کہ جہاں کہیں قرآن شریف میں ھل اتٰک حدیث کذا و کذا آیا ہے۔ وہاں دنیوی عقوبت اخروی عقوبات کے ساتھ ہوتی بلکہ مقدم رکھی گئی ہیں۔ جیسا کہ ھل اتٰک حدیث الجنود فرعون و ثمود اور ھل اتٰک حدیث موسٰی وغیرہ آیات سے ثابت ہے۔ اس طرح سے جیسا کہ انبیاء سابقین اور ان کے امم کے ساتھ جو معاملات ہوئے ان کے ہمرنگ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی کوئی عظیم الشان عقوبت آسمانی آنے والی تھی۔ اس کو ھل اتٰک حدیث الغاشیۃ میں ذکر فرمایا۔ عقوبتیں تو کفار پر بہت سی آئیں۔ مگر الفاظ قرآنی کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث الغاشیہ قحط شدید تھا جو سات سال تک بزمانہ نبوی واقع ہوا تھا۔ ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ آپ نے اللّٰھُمَّ اعنّی علیھم بسبع کسبع یوسف۔ ان الفاظ سے دعا کی تھی اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ قحط شدید پڑا جس کا ذکر سورہ دخان میں ان الفاظ سے ہے۔ یوم تاتی السماء بدخانٍ مبین۔ یغشی الناس ھذا عذاب الیم ﴿۲۵ / ۱۱﴾ اس سورہ شریف کی پہلی آیۃ میں حدیث الغاشیہ ہے۔ اور سورۃ الدخان میں یغشی الناس ھذا عذاب الیم ﴿۲۵ / ۱۱﴾

آیت ۱ و ۲ - وجوہٌ یومئذٍ خاشعۃ۔ عاملۃ ناصبۃ۔

جب قحط شدید ہوتا ہے تو فاقوں کی وجہ سے چہرے بگڑ جاتے ہیں۔ ذلّت اور مسکنت چہروں پر چھا جاتی ہے۔ عاملۃ ناصبۃ۔ لوگ یوں ہو جاتے ہیں کہ کھیتوں زراعتوں کے پیچھے محنت کرتے تھک کر چور ہو جاتے ہیں مگر پیداوار کچھ نہیں ہوتی۔ محنت کرنا اور تھکنا ہی پلے پڑتا ہے۔

آیت ۱ و ۲۔ تصلٰی نارًا حامیۃ۔ تُسقٰی من عینٍ اٰنیۃ۔ یعذب الجوع کی آگ سے شکم تنور ہو جاتا ہے۔ سرد پانی کہاں جو پینے کو ملے۔ کہیں دور دراز جگہ سے یا عمیق در عمیق چاہ سے لایا جاوے گا۔ آنیہ لفظ انیا بمعنے تاخیر سے مشتق ہے دوسری جگہ فرمایا ہے۔ یطوفون بینھا و بین حمیمٍ اٰن۔ پہاڑوں میں جہاں سے چشمے نکلتے بعض چشموں کا پانی نہایت سخت گرم ہوتا ہے۔ پیاسے کے لئے جس کی جان جاتی ہو یہی گرم پانی غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ ع

تشنہ را دل نخواہد آبِ زلال

آیت ۰۔ لیس لھم طعامٌ الا من ضریع۔ ضریع ایک قسم کی گھاس ہے جب تک پانی کی وجہ سے ہری رہتی ہے۔ شبرق کہلاتی ہے مگر جب سوکھ جاتی ہے تو اسی کو ضریع کہتے ہیں۔ کانٹے دار اور بدبودار تلخ ہوتی ہے تضرّع اسی سے مشتق ہے۔ سورۃ المومنون رکوع چہارم (پارہ ۱۸) میں فرمایا ہے کہ قحط شدید میں ضریع کو کھا کر بھی تضرع نہیں کیا۔ کما قال اللہ تعالےٰ:۔

ولقد اخذنٰھم بالعذاب فما استکانوا لربھم وما یتضرعون

اس آیت شریف کا نزول مفسرین نے قحط شدید کے وقوع کے بارے ہی میں لکھا ہے جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ہوا تھا۔

آیت ۷۔ لا یسمن ولا یغنی من جوع۔ قحط کے مارے ہوؤں میں مٹاپا کہاں باقی رہتا ہے جسم ایک پنجرے کی طرح ڈراؤنی شکل کا ہو جاتا ہے۔

آیت ۹ وجوہٌ یومئذٍ ناعمۃ۔ آیت ۹ سے ۱۶ تک مومنوں کے خوش و خرم اور مطمئن رہنے کا بیان ہے۔ جن لوگوں کے شامل حال خداوند کریم کا فضل ہوتا ہے ان سے بے مضرت کے سامان بھی ضرر رساں نہیں ہوتے۔ ہمارے ملک میں بڑے بڑے شدید قحط پڑے مگر جو فاتح قومیں تھیں۔ قحط میں بھی وہ منعم ہی رہیں۔ ؎

منعم بکوہ و دشت و بیابان غریب نیست ✦

ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت ✧

یہ ظاہر ہے کہ مکہ میں یہ آیات آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہو رہی ہیں۔ اور اسی حالت میں اہل مکہ کو بتایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جن کو آج تم ایک بیکس اور بے بس انسان یقین کرتے ہو اور نفس الواقع آج وہ ایسا ہی ہے بھی کیونکہ کوئی جتھا اور جمعیت اس کے ساتھ نہیں اور تم سمجھتے ہو کہ بہت جلد اسے نابود کر دو گے مگر یاد رکھو کہ ایک وقت آتا ہے کہ اسکی قوت اور شوکت کا دائرہ وسیع ہو گا اور تم سب اس کے زیر اقتدار ہو گے اس وقت مخالفین عجیب گھبراہٹ کی حالت میں ہوں گے۔ اور وہ ذلیل ہوں گے ایک آگ میں وہ داخل کئے جائیں گے۔ آگ سے مراد نار الحرب بھی ہوتی ہے اور آتش جہنم بھی۔ پس دنیاوی جنگ میں ان کی ناکامی اور نامرادی نار جہنم کے لئے دلیل ہے وہ اس مقابلہ میں نہ جا سکیں گے۔ ان کو کھولتا ہوا پانی اور خاردار جھاڑیاں جن کو حقیقۃً تھوہر کہتے ہیں کھانے کو ملیں گی۔ اس کا ثبوت دنیا میں یوں ملتا ہے۔ کہ آتشک کے مریض کے لئے تھوہر کے دودھ میں گولیاں بنا کر دی جاتی ہیں اور اوپر سے گرم گرم پانی پلایا جاتا ہے۔ غرض دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح پر آخرت میں بھی ہو گا۔ ربنا اصرف عنا عذاب جھنم۔ آمین!

انکے بالمقابل ایک گروہ خوش و خرم ہو گا اور اپنی تدابیر کے پورے ہونے اور مساعی میں خدا کے فضل سے کامیاب ہونے پر شاداں و فرحاں ہو گا ان کے لئے

باغات عالی مرتبہ ہوں گے جن میں لغویات کو دخل نہیں اس میں بہتے ہوئے چشمے ہونگے اور تخت ہوں گے۔ کوزے آبخورے قرینہ سے رکھے ہوں گے۔ قالین اور تکیے لگے اور بچھے ہوئے۔ غرض یہ تمام فضائل اس دنیا میں صحابہ کو ملے اور انھوں نے ایسے باغات حاصل کیئے۔ ان تمام امُور پر پہلے مختلف جگہ ہم نے بحث کر دی ہے اب زیادہ تفصیل اور توضیح کی حاجت نہیں۔ لمختصر مکہ معظمہ میں منکرین کو عذاب کی اور مومنین و متبعین کو کامیابی اور جنات عالیہ کی خوشخبری بزنگ پیشگوئی دی جاتی ہے اور بتایا ہے کہ قیامت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ دنیا میں اس طرح پر ہوا۔ اور یہ قیامت کا ثبوت ٹھیرا۔

آیت ۱۷۔ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ اس آیت شریف اور اس کے مابعد کی اور تین آیتوں میں صبر اور استقلال اور مصائب کے وقت یک رنگی کا بیان ہے۔ سب سے پہلے اونٹ کا ذکر فرمایا کہ کس طرح وہ بارکش اور نافع خلائق وجود ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

برخوان افلا ینظر تا قدرت ما بینی ؛ یکرہ بشتر بنگر تا صنع خدا بینی
در خار خوری قانع در بارکشی ایمنی ؛ این وصف گر جوئی در اہل صفا بینی

علے ہذا القیاس نزول بلا کے وقت اہل صفا آسمان کی طرح مرفوع الاحوال پہاڑوں کی طرح مستقل المزاج اور زمین کی کشادگی کی طرح وسیع الحوصلہ ہوتے ہیں۔ بعض کوتاہ نظر معترضوں نے۔ ابل۔ سما۔ جبال اور ارض ان چار مناظر کو ایک جگہ مذکور دیکھ کر اعتراض کیا کہ کلام بے ربط ہے۔ کوئی بات آسمان کی ہے تو کوئی زمین کی ایک جانور ہے تو دوسرا پہاڑ۔ یہ اعتراض قلت تدبر اور سوء فہم کی وجہ سے ہے ورنہ مناسبت ایسی تام اور ابلغ ہے کہ نظارۂ قدرت میں اس سے بڑھ کر جامع الصفات چیزیں دوسری ہیں نہیں جو نمائش کے لیئے پیش کی جاتیں۔

آیت ۲۲۔ لست علیہم بمصیطر۔ مصیطر۔ ص اور س دونوں سے لکھا جاتا ہے۔ اسکے معنے جابر کے ہیں۔ نبی کا کام صرف تبلیغ کر دینا ہے۔ جونا ان پر نبی جبر نہیں کیا کرتے۔

آیت ۲۴۔ فیعذبہُ اللہ العذاب الاکبر۔ اس آیت شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قحط کے عذاب کے علاوہ کوئی اور بھی عذاب ہے۔ جس کا نام عذاب اکبر رکھا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ ولنذیقنّہم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر ۲۱۔ سورہ دخان اور سورۃ المومنوں میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کے قحط کی آیتوں سے سورۃ الغاشیہ کے لفظ ملتے جلتے ہیں اس لئے حدیث الغاشیہ سے مراد قحط شدید کی پیشگوئی ہم نے مراد لی ہے۔ اور یہی سورۃ الغاشیہ میں ایسے الفاظ لائے گئے ہیں۔ جیسے ضریع۔ لایسمن۔ عاملۃ۔ ناصبہ وغیرہ قحط ہی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ حدیث الغاشیہ سے بطور معارف کوئی اور بھی قسم عذاب کی مراد ہو تو ممکن ہے۔ کیونکہ کلام الٰہی ذوالمعارف ہوتا ہے تاوقتیکہ تناقض نہ ہو۔ سارے ہی معارف صحیح سمجھے جاسکتے ہیں۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ کو اکثر نماز جمعہ اور عیدین میں ان سورتوں کے ذو معنی بہت ہونے کی وجہ سے تلاوت فرماتے تھے۔ نماز عشاء میں بھی ان دو سورتوں کا کثرت سے پڑھنا ثابت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارہ ۳۰ - سُورۃ الفجر رکوع ۱

آیت ۱ و ۲ و ۳ و ۴۔ والفجر۔ ولیال عشر۔ والشفع والوتر۔ والیل اذا یسر۔ صبح کا وقت۔ دس راتیں۔ جفت اور طاق اور رات جبکہ رواں ہو۔ ان پانچ اوقات متبرکہ و مخصوصہ کو اسلئے اظہار ان کی عظمت کے بطور قسم کے یاد فرمایا ہے۔ ان پانچ اوقات متبرکہ و مخصوصہ کی تعیین میں بہت سے قول بیان ہوئے ہیں۔ جفت اور طاق کی تعیین میں وقت کے علاوہ کوئی اور دوسری شے بھی مراد سمجھی گئی ہے۔ ان سب اقوال میں زیادہ تر اقرب بفہم جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ ان آیات کے بعد متصل ہی ذکر بعض بڑی بڑی قوموں متکبرہ [illegible] کی دشمنوں کی تباہی کے متعلق [illegible] بیان ہوا ہے [illegible] ہے کہ سب سے بڑا حصہ پیغمبروں کے ہاتھ میں دشمنوں کے مقابلہ کے وقت دعا ہی کا ہوتا ہے۔ اور دعاؤں کی قبولیت کے لیئے بعض اوقات مخصوصہ و مقامات متبرکہ خاص مناسبت رکھتے ہیں۔ اس لئے ایک نوع انہیں سے جو اوقات مخصوصہ و متبرکہ ہیں ذکر کی جاتی ہے۔ سب سے زیادہ متبرک ایام و لیالی عشرہ اواخر رمضان المبارک ہیں۔

(۱) صبح کو بیسویں کی اعتکاف میں داخل ہوتے ہیں اور یہی مسنون ہے۔ اگر چاند تیسویں کا ہو تو وتر راتوں میں اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر چاند اُنتیس کا ہو تو دونوں کی تعداد جفت اور راتیں وتر ہو جاتی ہیں۔ بعد ختم عشرہ آخر رمضان المبارک کے شوال کی پہلی رات لیلۃ الجائزۃ کہلاتی ہے کہ اس رات میں تمامی رمضان المبارک کا اجر و ثواب اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندوں کو عطا فرمانے میں پہلی شب شوال کی بہ منزلہ اس کے کہ سارے رمضان شریف کا ثواب اس میں مرحمت کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں نہایت بابرکت رات بیان ہوئی۔ جو والیل اذا یسر کی مصداق ہے۔

صبح کے اوقات کی نسبت خصوصیت سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اللھم بارک لامتی فی بکورھا۔ او کما قال صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس کے علاوہ ان پانچ باتوں کی توجیہات اور بھی بیان ہوئی ہیں۔ ماحصل ان سب کا یہی ہے کہ ان سے الگ مراد ہوں یا ازمنہ

دُعا کے لئے

یہ بڑے زبردست ہتھیار ہیں جنھوں نے دشمنوں کی بڑی بڑی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ والیل اذا یسر سے شب قدر بھی مراد ہو سکتی ہے کیونکہ خدا [illegible] اور راتوں کے یہ رات ساری کی ساری بابرکت ہوتی ہے۔

ان دس راتوں کے نظارے کو حشر کے نظارے سے بھی تشبیہ دی۔ اور اس سے یہ بتایا ہے۔ کہ کس طرح پر مختلف حصص عالم سے لوگ اس بیت الحرام کی طرف چلے آتے ہیں۔ اور جو لوگ مکہ اور عرفات میں جمع ہوتے ہیں وہ ہر طرف ان قوموں کے آثار اور نشانات کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کا انکار کیا اور آخر عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ جیساکہ آگے کھول کر بیان کیا ہے۔ الم تر کیف فعل ربك بعاد۔ آیت نمبر ۶ سے نمبر ۱۴ تک اس میں اہل مکہ کو یہی سمجھانا مقصود ہے کہ تم اس مبارک اور محترم شہر میں ایسے عظیم الشان رسول کی مخالفت کر رہے ہو۔ جو تمام انبیاء علیہم السلام کا سردار اور سرتاج ہے۔ اس کا انجام یہ ہوگا کہ تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ کیسا عظیم الشان اعجاز ہے۔ کہ آنحضرت کے دشمنوں کا نام و نشان مٹ دیا گیا اور مکہ معظمہ میں ابد الآباد کے لیئے آنحضرت کا کوئی دشمن نہ رہنے دیا۔ کی زندگی جن مصائب اور مشکلات سے بھری ہوئی ہے وہ تاریخ اسلام کا ایک زہرہ شگاف باب ہے۔ پھر انہیں ایام میں یہ پُر شوکت پیشگوئیاں اور جلالی تحدیاں مخالفین رسالت کو سنائی جاتی ہیں۔ جل جلالہ جیساکہ الفجر کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ ثمود کی قوم کے عذاب کے وقت کی طرف اس میں اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ جیسے وہ فجر ماموریں و مرسلین کی حقانیت پر مہر کرنے والی تھی۔ اسی طرح ولیال عشر سے ان راتوں کی طرف اشارہ ہے۔ جن میں فرعونوں کا خاتمہ ہوا۔ اور بنی اسرائیل نے ان کے ہاتھوں سے نجات پائی۔

آیت ۷ ۔ ادم ذات العماد۔ ارم یا تو عاد کے دادا عوص کے باپ کا نام ہے یا ارم ان کے شہر کا نام۔ دونوں مراد ہو سکتے ہیں یعنے اہل ارم۔ یہ لوگ سام بن نوح کی اولاد سے تھے ہود علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ طویل القد بلند عمارتوں والے تھے۔

آیت ۱۰ ۔ وفرعون ذی الاوتاد۔ کثرت لشکر اور ان کے خیموں اور خیموں کے لوازم کی وجہ سے ذی الاوتاد فرعون کی صفت بیان ہوتی یا سزا چونکہ اس کی عادت تھی۔

آیت ۱۳ ۔ فصبّ علیہم ربك سوط عذاب۔ ایسی سخت چابک جس سے خون بہنے لگے سوط کہلاتی۔ شاید ہماری زبان میں سونٹا اسی لفظ سے بگڑ کر بنا ہے

آیت ۱۴ ۔ انّ ربّك لبالمرصاد۔ مرصاد۔ صید کے لئے گھات کی جگہ۔ اللہ تعالےٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے اس کو گھات یا تاک اور نشانے کی ضرورت نہیں۔ بلیٰ من کسب سیّئۃ و احاطت بہٖ خطیئتہ فاولئك اصحاب النار اس کی تفصیل ہے۔ گناہوں کا حلقہ جب چاروں طرف سے پورا ہو جاتا ہے اور کسی مرغوب خدا کا تیر بھی کسی خاص وقت یا خاص جگہ سے نکل پڑتا ہے۔ تو یہ نخچیر شکار ہو جاتا ہے۔

آیت ۱۷ ۔ لا تکرمون الیتیم میں یتیم کے لفظ سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔ عام یتیم بھی اس سے مراد ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہتر گھر وہ ہے جس میں یتیم کی عزت کیجاوے اور بدتر گھر وہ ہے۔ جس میں یتیم کو دکھ دیا جاوے۔

آیت ۲۳ ۔ یومئذٍ یتذکّر الانسان وانّیٰ لہ الذکریٰ۔ اللہ تعالےٰ کا عذاب رویت عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار سے ٹل جاتا ہے اور یہی سنت اللہ ہے مگر جب عذاب کی رویت ہو جاوے تو پھر توبہ استغفار و انابت الی اللہ بھی کام نہیں پڑتے جیساکہ فرمایا:۔

فلم یك ینفعہم ایمانہم لمّا رأوا بأسنا۔ سنۃ اللہ التی قد خلت فی عبادہٖ ۲۴ پ

آیت ۲۴ ۔ یالیتنی قدّمت لحیاتی۔ حیات موت کے بعد کی جاودانی زندگی کو کہا گیا ہے۔

آیت ۲۷ ۔ یا ایتہا النفس المطمئنّۃ الیٰ آخر السورۃ۔ ہر سورۃ کے ابتدا کو اسکے آخر سے لطیف مناسبت ہوتی ہے۔ سورہ شریفہ کی ابتدائی آیات میں اوقات مخصوصہ منجملہ ان کے عشرہ آخرہ رمضان المبارک اور ان کے شفع اور وتر کا ذکر تھا جنہیں اعتکاف کیا جاتا ہے۔ تخلیہ ہو اور اطمینان قلب نہ ہو۔ تو وہ اوقات بابرکات بھی مفید نہیں پڑتے۔

چو ہر ساعت از تو بجائے رود دل ✽ بہ تنہائی اندر صفائی نہ بینی
ورت مال و جاہت و زرع و تجارۃ ✽ چو دل با خدا ایست خلوۃ نشینی

اطمینان قلب نہ حاصل ہونے کی ایک وجہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی بیان فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

از طمع جستیم ہر چیزے کہ آں بے کار بود
خود فزوں کردیم ورنہ اندکے آزار بود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارہ ۳۰ ۔ سورۃ البلد رکوع ۱

پچھلی سورۃ میں بتایا تھا کہ اہل مکہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سنت اللہ کے موافق یہ بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہونگے کیونکہ ماموریں و مرسلین کے مخالفین اور منکرین کا انجام یہی ہوا کہ وہ بالآخر تباہ اور ہلاک ہوگئے۔ اس سورۃ میں اس شہر پر عذاب آنے اور اس میں تاخیر کی وجہ بتائی ہے۔ اور یہ بتایا ہے۔ کہ وہ کیا اسباب ہیں۔ جو انسان کو بدی اور سرکشی پر دلیر اور بے باک کر دیتے ہیں اور ایسا ہی یہ بھی بتایا کہ وہ ایک جوابدہ ہستی ہے اور اشرف المخلوقات ہے اسلئے ضرور ہے کہ ایسی اعلےٰ اور اشرف ہستی پر کچھ فرائض اور حدود ہوں۔ انسان کو اللہ تعالےٰ نے قوے دیئے ہیں اور نیکی بدی کا راستہ بتا کر اس کی تمیز فطرت میں رکھدی ہے۔ اس پر بھی اگر وہ اعمال صالحہ نہ کرے تو سخت افسوس ہے۔ اعمال صالحہ کی تصریح اور بالآخر بتایا کہ جو آیات اللہ کا انکار کرتے ہیں وہ طیہ نار ہوں گے یہ خلاصہ ہے اس سورۃ کا۔

آیت ۱ ۔ لا اقسم بہذا البلد۔ مخاطب کے ما فی الضمیر میں جو امور مستبعد معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی نفی کے لئے کلمہ لا آتا ہے۔ بعض تفسیروں میں اسکی نسبت لکھا

ہے۔ المراد ما الامر کما زعموا۔ یعنے جیسا انھوں نے خیال کیا ہے ویسا نہیں بلکہ ایسا دقسم کے ساتھ مکہ معظمہ کو بلد کے نام سے اسلئے ذکر فرمایا کہ توجہ دلائے کہ یہی بلد ایک وقت ایک مقام غیر ذی زرع تھا اور اب جس خدا نے اس کو بلد بنایا ہے۔ اوسی خدا کا منشاء ہے کہ ایک یتیم بے سر و سامان کو بادشاہ بنا دے

آیت ۲ - وانت حلٌّ بھذا البلد - اور تو شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ اس شہر میں محل ہونے والا ہے یعنے نزول کرنے والا ہے۔ آیۂ کریمہ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد - کا بھی یہی مطلب ہے۔ صحیحین کی روایت سے ثابت ہے۔ کہ آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت سے اس شہر کو اللہ تعالےٰ نے محرم بنایا ہے اور قیامت تک اس کا محرم ہونا باقی رہے گا۔ صرف آپ کو فتح مکہ کے دن ایک ساعت کے لئے اجازت قتال کی دیگئی تھی۔ اور وہ بھی اسی لئے کہ وانت حلٌّ بھذا البلد - یعنے قتل کے لئے اسی بلد محرم میں کفار نے آپ کی نسبت ارادہ کرلیا تھا۔ گویا والحرمات قصاص کا منشاء پورا ہوا۔

آیت ۳ - ووالد وما ولد - مکہ کے ام القریٰ ہونے کی وجہ سے اہل مکہ اپنے کو اوروں کا والد سمجھتے تھے۔ تو اللہ تبارک وتعالےٰ گویا یوں فرماتے ہیں کہ ہم تو سب والدوں کے بھی والد ہیں۔ بہتر نمونہ والد اور ولد کا حضرۃ ابراہیم اور اسمٰعیل ہیں۔

آیت ۴ - لقد خلقنا الانسان فی کبد - انسان اپنے دشمن کو دکھ پہونچانے میں سنگدلی اور بے رحمی تو کرتا ہے اور یہ بے رحمی اور سنگدلی جب اسپر الٹ پڑتی ہے۔ تو طرح طرح کی سختیوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ سورۃ کی ابتداء سے سات آیتوں تک غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیتوں کی طرح ان ابتدائی سات آیتوں میں مضمون نصفا نصف مشترک ہے اور اس چوتھی آیۃ

لقد خلقنا الانسان فی کبد

میں یہ ظاہر و دیا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو شاہانہ شان و شوکت ملیگی وہ آپ کی محنتوں اور جانفشانیوں کا نتیجہ ہے۔ اور کفار کو جو جان و مال کی تباہی دیکھنی پڑے گی وہ انکی اپنی محنتوں اور کوششوں کا نتیجہ ہوگا۔ مکہ کی فتح اور کفار کی شکست پر آیۂ کریمہ

ان لیس للانسان الا ما سعیٰ - وان سعیہٗ سوف یریٰ ۲۷

خوب اچھی طرح سے روشنی ڈالتی ہے۔ اب بعد ان چار یا ساڑھے تین آیتوں کے روئے سخن کفار کی طرف ہے۔

یہ ثابت کرکے کہ انسان ایک مکلّف اور جوابدہ ہستی ہے۔ پھر ان اعمال صالح کی ہدایت کی جو انسان کو سعادت کی گھاٹیوں پر سے جاتے ہیں اور وہ شفقت علیٰ خلق اللہ سے شروع ہوتے ہیں۔ ان آیات میں بھی مکہ والوں کو ڈرایا ہے۔ کہ تمہارا انسانی اور اخلاقی فرض یہ تھا کہ یتیموں اور مسکینوں سے سلوک کرتے۔ مگر تم نے در یتیم کی قدر نہ کی۔ ہاں جنھوں نے قدر کی وہ مومن ہیں۔ اور انھوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی باوجودیکہ زندگی میں ان کو طرح طرح کے مصائب اور مشکلات پیش آئے لیکن پھر بھی وہ حوصلہ اور برداشت سے کام لے رہے ہیں اور نیکیوں پر دوام اور استقلال سے کام

لیتے ہیں وہ حق اللہ پر شفقت و اظہار کرتے ہیں یہ لوگ ہیں جو اصحاب المیمنہ ہیں اور جنھوں نے آیات اللہ کا انکار کیا ہے۔ وہ آتشی جیل خانہ میں جائینگے۔ یعنے منکرین رسالت و نبوت محمدیہ کے لئے ایک نہ ایک عذاب میں ہے چنانچہ یہ سب باتیں پوری ہوگئیں اور جیسا کہ شروع میں کہا گیا ہے کہ وہ نبوت محمدیہ کی صداقت کے دلائل ٹھیریں۔ وللہ الحمد (ترجمۃ القرآن)

آیت ۵ - ایحسب ان لن یقدر علیہ احد -

لن نفی تاکیدی زمانہ مستقبل کے لئے ہے۔ اور یقدر کے ساتھ علیٰ کا لفظ ہے جو ضرر کے لئے آتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کفار کو شکست ہوگی۔

آیت ۶ - یقول اھلکت مالا لبدا - یقول - صیغہ مضارع کا ہے حال اور استقبال دونوں پر شامل ہے۔ مگر وقت کے لحاظ سے مستقبل زمانہ کی طرف زیادہ تر توجہ دلاتا ہے۔ کچھ تو مال مخالفت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خرچ کرچکے ہیں اور زیادہ تر اور بھی خرچ کرکے ناکام رہینگے۔ دوسری جگہ اسی مضمون کو یوں ادا فرمایا ہے۔ ان الذین کفروا ینفقون اموالھم لیصدوا عن سبیل اللہ فسینفقونھا ثم تکون علیھم حسرۃ ثم یغلبون ۹/۱۸

آیت ۷ - ایحسب ان لم یرہٗ احد - گذشتہ آیت کے ساتھ لن تھا۔ اور اس ایحسب کے ساتھ لم ہے۔ مطلب یہ ہے کیا وہ دیکھتا نہیں ہے کہ کس کی کوششیں راہ صواب پر ہیں۔ اور کس کی کوششیں راہ خطا پر ہیں۔

آیت ۸ و ۹ و ۱۰ - الم نجعل لہٗ عینین - ولسانا وشفتین - وھدینٰہ النجدین -

مکہ غیر ذی زرع مقام تھا۔ اس کا بلد بن جانا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام والد۔ حضرت اسماعیل ولد کی صدق و صواب کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ آنکھوں سے دیکھو کہ یہ کعبہ باپ اور بیٹے دونوں کے ہاتھوں کا بنایا ہوا ہے۔ لسان اور شفتین سے زمزم کو پی کر دیکھو کہ یہی ان کو محن کے ایام میں اکل و شرب کا کام دیتا تھا۔ صفا اور مروہ کی دونوں پہاڑیوں پر جاکر دیکھو کس قدر پریشانی ان کو تھی یہاں والد اور ولد کے ساتھ والدہ بھی شامل ہے۔ یہ ایک تنگ اور دشوار گذار درہ تھا۔ جس میں سے وہ تینوں علیہم الصلوٰۃ گذر گئے۔

عینین۔ شفتین اور نجدین سے بچہ کی سمجھ اس کا دودھ چوسنا اور ماں کے پستان بھی مراد سمجھے گئے ہیں۔ اس میں بھی کوئی خلاف نہیں۔ ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

آیت ۱۱ - فلا اقتحم العقبۃ - اقتحام کے معنے کسی خطرناک جگہ میں بغیر پس و پیش کو سوچے دھنس جانے کے ہیں۔ کما قال اللہ تعالےٰ۔ ھذا فوجٌ مقتحمٌ معکم ۳۸/۲۳ - یہ آیۃ شریفہ دوزخیوں کے دھسان کے بارے میں ہے۔ عرب بولا کرتے ہیں۔ قحّم فی الامر قحوما ای رمی بنفسہ فی الامر بغیر رویۃ۔ عقبہ - پہاڑ کے درے اور گھاٹی کو کہتے ہیں کہ بسبب تنگ اور دشوار گذار ہونے کے پھیل کر اس میں سے نہیں گزر سکتے۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ العزیز)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

پارہ تیسواں۔ سورۃ البلد رکوع ۱

گذشتہ اشاعت سے آگے

بلکہ ایک کے عقب میں دوسرے کو راستہ کی تنگی کی وجہ سے چلنا پڑتا ہے۔ اس اقتحام عقبہ کو ذیل کی چند آیات میں ایثار نفس وغیرہ سے تعبیر کیا ہے ایثار جبھی ہو سکتا ہے جبکہ انسان اپنی تنگی کو قبول کرے اور دوسرے کی راحت کو مقدم کر دے یہ ایک دشوار گذار گھاٹی ہے۔ دنیا کی مفتوح قومیں جب کبھی فتح بن گئی ہیں۔ تو اسی اقتحام کیوجہ سے بن گئی ہیں۔ غیر آباد مقامات بلدان ہو گئے ہیں۔

آیت ۱۱۔ فی یوم ذی مسغبۃ۔ مسغبہ مصدر میمی ہے۔ سغب یسغب سغباً فھو ساغبٌ و سغبان۔ ساغب اور سغبان بھوکے کو بولتے ہیں۔

آیت ۱۷۔ ثم کان من الذین اٰمنوا۔ الآیہ۔ ثم واسطے تاخیر کے نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے ایثار نفسی کے کام کرنے سے جو مذکور ہوئے۔ انسان مؤمن بن جاتا ہے۔

آیت ۱۸۔ اولٰئک اصحٰب المیمنۃ۔ میمنہ یُمن سے مشتق ہے یہ لوگ بابرکت ہو جاتے ہیں یا یمین سے یعنے راستباز۔ نامہ اعمال کو داہنے ہاتھ میں پانے والے۔

آیت ۱۹۔ ھم اصحٰب المشئمۃ۔ مشئمہ شامت اور بدبختی والے

آیت ۲۰۔ علیھم نارٌ مؤصدۃ۔ موصدہ کے معنے مطبقہ کے ہیں یعنے دوزخ کے دروازے اُن پر بند کر دیئے جائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارہ ۳۰۔ سورۃ الشمس رکوع ۱

سورۃ الشمس کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ تحریر فرمائی ہے اس کو بالاختصار آپ ہی کے الفاظ میں ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

از کتاب توضیح المرام صفحہ ۵ سے صفحہ ۷۲ تک

خدائے تعالیٰ نے سورۃ الشمس میں نہایت لطیف اشارات و استعارات میں انسان کامل کے مرتبہ کو زمین و آسمان کے تمام باشندوں سے اعلیٰ و برتر بیان فرمایا ہے۔ جیساکہ وہ فرماتا ہے:۔

آیت ۱۔ والشمس وضحٰھا۔ یعنی قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی

آیت ۲۔ والقمر اذا تلٰھا۔ اور قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کی پیروی کرے

آیت ۳۔ والنھار اذا جلّٰھا۔ اور قسم ہے دن کی جب اپنی روشنی کو ظاہر کرے

آیت ۴۔ واللیل اذا یغشٰھا۔ اور قسم ہے رات کی جو بالکل تاریک ہو

آیت ۵۔ والسماء وما بنٰھا۔ اور قسم ہے رات کی اور اس کی جس نے اسے بنایا۔

آیت ۶۔ والارض وما طحٰھا۔ اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اُسے بچھایا۔

آیت ۷۔ ونفسٍ وما سوّٰھا۔ اور قسم ہے انسان کے نفس کی اور اس کی جس نے اُسے اعتدال کامل اور وضع استقامت کے جمیع کمالات متفرقہ عنایت کئے اور کسی کمال سے محروم نہ رکھا بلکہ سب کمالات متفرقہ جو پہلی قسموں کے نیچے ذکر کئے گئے ہیں اس میں جمع کر دیئے اس طرح پر کہ انسان کامل کا نفس۔ آفتاب اور اس کی دھوپ کا بھی کمال اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور چاند کے خواص بھی اس میں پائے جاتے ہیں کہ وہ اکتساب فیض دوسرے سے کر سکتا ہے۔ اور ایک نبی سے بطور استفادہ اپنے اندر بھی نور لے سکتا ہے۔ اور اس میں روز روشن کے بھی خواص موجود ہیں کہ جیسے محنت اور مزدوری کرنے والے لوگ دن کی روشنی میں کماحقہٗ اپنے کاروبار کو انجام دے سکتے ہیں ایسا ہی حق کے طالب اور سلوک راہوں کو اختیار کرنے والے انسان کامل کے نمونہ پر چلکر بہت آسانی اور صفائی سے اپنے مہمات دینیہ کو انجام دیتے ہیں۔ سو وہ دن کی طرح اپنے تئیں بکمال صفائی ظاہر کر سکتا ہے۔ اور ساری خاصیتیں دن کی اپنے اندر رکھتا ہے اندھیری رات سے بھی انسان کامل کو ایک مشابہت ہے کہ وہ باوجود غائت درجہ کی انقطاع اور تبتل کے جو اس کو منجانب اللہ حاصل ہے بحکمت و مصلحت الٰہی اپنے نفس کی ظلمانی خواہشوں کی طرف بھی کبھی کبھی متوجہ ہو جاتا ہے یعنے جو نفس کے حقوق انسان پر رکھے گئے ہیں۔ جو بظاہر نورانیت کے مخالف اور مزاحم معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے کھانا۔ پینا۔ سونا اور بیوی کے حقوق ادا کرنا۔ بچوں کی طرف التفات کرنا یہ سب حقوق بجا لاتا ہے۔ اور کچھ تھوڑی دیر کے لئے اس تاریکی کو اپنے لئے پسند کر لیتا ہے نہ اس وجہ سے کہ اس کو حقیقی طور پر تاریکی کی طرف میلان ہے بلکہ اس وجہ سے کہ خود خداوند کریم علیم و حکیم اس کو اس طرف توجہ بخشتا ہے تا روحانی تعب اور مشقت سے کسی قدر آرام پا کر پھر ان مجاہدات شاقہ کے اُٹھانے کے لئے تیار ہو جاوے جیساکہ کسی کا شعر ہے۔ ؎

چشم شہباز کار دانانِ شکار ؎ از پئے کشادن است اگر دوختہ اند

سو اسی طرح یہ کامل لوگ جب غایت درجہ کی کوفت ناطر اور گدازش اور ہمّ و غم کے غلبہ کے وقت کسی قدر حظوظ نفسانیہ سے تمتع حاصل کر لیتے ہیں تو پھر جسم ناتواں بن کا زمین کی رفاقت کے لئے از سر نو قوی اور توانا ہو جاتا ہے۔ اور اس تھوڑی سی محجوبیت کی وجہ سے بڑے بڑے مراحل نورانی طے کر جاتے ہیں۔ اور ماسوا اس کے نفس انسان میں رات کے اور دوسرے خواص دقیقہ بھی پائے جاتے ہیں جن کو علم ہیئت اور نجوم اور طبعی کی باریک نظر نے دریافت کیا ہے۔ ایسا ہی انسان کامل کو آسمان سے بھی مشابہت ہے۔ مثلاً جیسے آسمان کا پول اس قدر وسیع اور کشادہ ہے کہ کسی چیز سے پُر نہیں ہو سکتا ایسا ہی ان بزرگوں کا نفس ناطقہ غایت درجہ کی وسعتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور باوجود ہزارہا معارف و حقائق کے حاصل کرنے کے پھر بھی ما عرفناک حق معرفتک کا نعرہ مارتا ہی رہتا ہے اور جیسے آسمان کا پول روشن ستاروں سے پُر ہے ایسا ہی نہایت روشن قوے اس میں بھی رکھے گئے ہیں کہ جو آسمان کے ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایسا ہی انسان کامل کے نفس کو زمین سے بھی کامل مشابہت ہے یعنے جیسا کہ عمدہ اور اول درجہ کی زمین یہ خاصیت رکھتی ہے کہ جب اس میں تخم ریزی کی جائے اور پھر قلبہ رانی اور آبپاشی ہو اور تمام مراتب محنت کشاورزی کے اس پر پورے کر دئے جاویں۔ تو وہ دوسری زمینوں کی نسبت ہزار گن زیادہ پھل لاتی ہے اور نیز اس کا پھل بہ نسبت اور پھلوں کے نہایت لطیف اور شیریں اور لذیذ اور اپنی کمیت اور کیفیت میں اتنا درجہ تک بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کامل کے نفس کا حال ہے۔ کہ احکام الٰہی کی تخم ریزی سے عجیب سرسبزی سے اس کے اعمال صالحہ کے پودے نکلتے ہیں اور ایسے عمدہ اور غایت درجہ کے لذیذ اس کے پھل ہوتے ہیں کہ ہر ایک دیکھنے والے کو خدائے تعالیٰ کی پاک قدرت یاد آ کر سبحان اللہ کہنا پڑتا ہے۔ سو یہ آیت ونفس وما سوّٰھا صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ انسان کامل اپنے معنے اور کیفیت کے رو سے ایک عالم صغیر ہے اور عالم کبیر کے تمام شیون و صفات و خواص اجمالی طور پر اپنے اندر جمع رکھتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے شمس کی صفات سے شروع کر کے زمین تک جو ہماری سکونت کی جگہ ہے۔ سب چیزوں کے خواص اشارہ کے طور پر بیان فرمائے یعنے بطور قسموں کے ان کا ذکر کیا۔ بعد اس کے انسان کامل کے نفس کا ذکر کیا تا معلوم ہو کہ انسان کامل کا نفس ان تمام کمالات متفرقہ کا جامع ہے جو پہلی چیزوں میں جن کی قسم کھائی گئی الگ الگ طور پر پائی جاتی ہیں۔" (اس کے بعد حضرت صاحب نے قرآن شریف کی قسموں کی حقیقت اور اس کے فلسفہ کو توضیح مرام طبع اوّل کے صفحہ ۵۰ سے ۶۱ صفحے کے اخیر تک بیان فرمایا ہے۔ جس کو ہم طوالت کی وجہ سے چھوڑتے ہیں۔ جس کو دیکھنا ہو ان صفحات میں دیکھ لے)

بقیہ تفسیر سورۃ والشمس از حضرت مسیح موعودؑ

"اس جگہ یہ سوال پیدا ہوگا کہ جو نفس انسان کے موجود بالذات ہونے کے لئے قسموں کے پیرایہ میں شواہد پیش کئے گئے۔ اُن شواہد کے خواص بدیہی طور پر نفس انسان میں کہاں پائے جاتے ہیں اور اس کا ثبوت کیا ہے کہ پائے جاتے ہیں تو اس وہم کے رفع کرنے کے لئے اللہ جلشانہٗ اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

آیت ۸۔ فالھمھا فجورھا و تقوٰھا۔

آیت ۹۔ قد افلح من زکّٰھا۔

آیت ۱۰۔ وقد خاب من دسّٰھا۔

یعنے خدائے تعالیٰ نے نفس انسان کو پیدا کر کے ظلمت اور نورانیت۔ ویرانی اور سرسبزی کی دونوں راہیں اس کے لئے کھول دی ہیں جو شخص ظلمت فجور یعنی بدکاری کی راہیں اختیار کرے تو اس کو ان راہوں میں ترقی کے کمال درجہ تک پہونچایا جاتا ہے یہاں تک کہ اندھیری رات سے اس کی سخت مشابہت ہو جاتی ہے اور بجز معصیت اور بدکاری اور پُرظلمت خیالات کے اور کسی چیز میں اس کو مزہ نہیں آتا ایسے ہی ہم صحبت اس کو اچھے معلوم ہوتے ہیں اور ایسے ہی شغل اس کے جی کو خوش کرتے ہیں اور اس کی بدطبیعت کے مناسب حال بدکاری کے الہامات اس کو ہوتے رہتے ہیں یعنے ہر وقت بدچلنی اور بدمعاشی کے ہی خیالات اس کو سوجھتے ہیں۔ کبھی اچھے خیالات اس کے دل میں پیدا نہیں ہوتے۔ اور اگر پرہیزگاری کا نورانی راستہ اختیار کرتا ہے تو اس نور کو مدد دینے والے الہام اس کو ہوتے ہیں یعنی خدائے تعالیٰ اس کے دلی نور کو جو تخم کی طرح اس کے دل میں موجود ہے اپنے تجلیات خاصہ سے کمال تک پہنچا دیتا ہے اور اس کے روشن مکاشفات کی آگ کو افروختہ کر دیتا ہے وہ اپنے چمکتے ہوئے نور کو دیکھ کر اور اس کے افاضہ اور استفاضہ کی خاصیت کو آزما کر پورے یقین سے سمجھ لیتا ہے کہ آفتاب اور مہتاب کی نورانیت مجھ میں بھی موجود ہے اور آسمان کے بلند اور وسیع اور پُر کواکب ہونے کے موافق میرے سینہ میں بھی انشراح صدر اور عالی ہمتی اور دل و دماغ میں ذخیرہ روشن قوے کا موجود ہے جو ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔ تب اُسے اس بات کے سمجھنے کے لئے اور کسی خارجی ثبوت کی کچھ بھی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس کے اندر سے ہی ایک کامل ثبوت کا چشمہ ہر وقت جوش مارتا ہے اور اس کے پیاسے دل کو سیراب کرتا رہتا ہے اور اگر یہ سوال پیش ہو کہ سلوک کے طور پر کیوں کر ان نفسانی خواص کا مشاہدہ ہو سکے تو اس کے جواب میں اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے:۔

قد افلح من زکّٰھا

وقد خاب من دسّٰھا۔

یعنے جس شخص نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور بکلی رزائل اور اخلاقِ ذمیمہ سے دست بردار ہو کر خدائے تعالیٰ کے حکموں کے نیچے اپنے تئیں ڈال دیا۔ وہ اُس مراد کو پہونچ گیا اور اپنا نفس اس کو عالم صغیر کی طرح کمالات متفرقہ کا جامع نظر آئے گا۔ لیکن جس شخص نے اپنے نفس کو پاک نہیں کیا بلکہ بے جا خواہشوں کے اندر گاڑ دیا وہ اس مطلب کے پانے سے نامراد رہے گا۔ ماحصل اس تقریر کا یہ ہے۔ کہ بلاشبہ

نفس انسان میں وہ متفرق کمالات موجود ہیں جو تمام عالم میں پائے

جاتے ہیں۔ اور اُنپر یقین آنے کے لئے یہ ایک سیدھی راہ ہے۔ کہ انسان حسب منشاء قانون الٰہی تزکیۂ نفس کی طرف متوجہ ہو کیونکہ تزکیۂ نفس کی حالت میں نہ صرف علم الیقین بلکہ حق الیقین کے طور پر ان کمالات مخفیہ کی سچائی کھل جائے گی۔ پھر بعد اس کے اللہ جلشانہٗ ایک مثال کے طور پر ثمود کی قوم کا ذکر کرکے فرماتا ہے کہ انھوں نے بباعث اپنی جبلی سرکشی کے اپنے وقت کے نبی کو جھٹلایا اور اس تکذیب کے لئے ایک بڑا بدبخت ان میں پیش قدم ہوا۔

آیت ۱۱۔ کذبت ثمود بطغوٰھا۔ جھٹلایا قوم ثمود نے اپنے وقت کے نبی صالح کو۔

آیت ۱۲۔ اذ انبعث اشقٰھا۔ تکذیب کے لئے ایک بڑا بدبخت پیش قدم ہوا۔

آیت ۱۳۔ فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسُقیٰھا۔ اس وقت کے رسول نے نصیحت کے طور پر کہا کہ ناقۃ اللہ یعنے خدائے تعالےٰ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی جگہ کا تعرض مت کرو۔ یہ ایک نہایت لطیف مثال ہے جو خدائے تعالےٰ نے انسان کے نفس کو ناقۃ اللہ سے مشابہت دینے کے لئے اسجگہ لکھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کا نفس بھی درحقیقت اسی غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تا وہ ناقۃ اللہ کا کام دیوے اور اس کے فنا فی اللہ ہونے کی حالت میں خدائے تعالےٰ اپنی پاک تجلی کے ساتھ اس پر سوار ہو جیسے کوئی اونٹنی پر سوار ہوتا ہے۔ سو نفس پرست لوگوں کو جو حق سے مُنہ پھیر رہے ہیں۔ تہدید اور انذار کے طور پر فرمایا کہ تم لوگ بھی قوم ثمود کی طرح ناقۃ اللہ کا سُقیا یعنی اس کے پانی پینے کی جگہ جو یاد الٰہی اور معارف الٰہی کا چشمہ ہے جس پر اس ناقہ کی زندگی موقوف ہے اُسپر بند کر رہے ہو۔ اور نہ صرف بند بلکہ اس کے پیر کاٹنے کے فکر میں ہو۔ تا وہ خدائے تعالےٰ کی راہوں میں چلنے سے بالکل رہجائے جیسا کہ فرمایا۔

آیت ۱۴۔ فکذبوہ فعقروھا۔ یعنے پیغمبر کی نصیحت کی تکذیب کی اور صالح کی اونٹنی کے پیر کیا کاٹے اپنے ہی نفسوں پر چھُری پھیر لی۔ سو اگر تم اپنی خیر مانگتے ہو تو اس زندگی کا پانی اس پر بند مت کرو اور اپنی بے جا خواہشوں کے تیغ و تبر سے اس کے پیر مت کاٹو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو وہ ناقہ جو خدا تم کی سواری کے لئے تم کو دی گئی ہے مجروح ہو کر مرجائے گی۔ تو تم بالکل نکمے اور خشک لکڑی کی طرح متصور ہو کر کاٹ دئے جاؤ گے اور پھر آگ میں ڈالے جاؤ گے۔

آیت ۱۵۔ فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوّٰھا۔

آیت ۱۶۔ ولا یخاف عقبٰھا۔ مگر انھوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹے سو اس جرم کی شامت سے اللہ تعالےٰ نے اُنپر موت کی مار ڈالی اور انھیں خاک سے ملا دیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ ان کے مرنے کے بعد ان کی بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں اور بے کس عیال کا کیا حال ہو گا۔ تم کلامہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

پارہ ۳۰۔ سورۃ اللّیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت ۱۔ واللّیل اذا یغشٰی۔

آیت ۲۔ والنھار اذا تجلّٰی۔

آیت ۳۔ وما خلق الذکر والانثٰی۔

آیت ۴۔ انّ سعیکم لشتّٰی۔

ماحصل ان چاروں آیتوں کا ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ نتائج ہر کام کے اسی قدر نکلیں گے۔ جس قدر کہ خیر یا شر کے وہ کام کئے گئے ہیں۔ ع

گندم از گندم بروید جو ز جو۔ رات دن کا کام نہیں دیتی۔ دن رات کا کام نہیں دیتا۔ مرد جن کاموں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ عورتوں سے وہ کام نہیں ہوتے۔ عورتیں مردوں کا کام نہیں دے سکتیں ہر ایک کے مختلف کام اپنے حسب حال مختلف نتیجے پیدا کرتے ہیں یہ تمہید اس سورہ شریفہ کی ہے۔ تفسیروں میں بیان ہوا ہے کہ سورہ شریفہ کا نزول حضرت ابوبکرؓ اور امیہ بن خلف کافر کے متضاد مختلف کوششوں کے بارہ میں ہوا ہے۔ مضمون سے اور واقعات کے لحاظ سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ مگر اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا۔ ہمارے اس وقت کے حسب حال صادق کو قبول کرنیوالے اور دینی کاموں میں چندہ دینے والے اور ان کے مخالفوں کے لئے بھی خصوصیت سے اس سورہ شریف میں عبرت ہے۔

آیت ۵۔ من اعطٰی واتقٰی

آیت ۶۔ وصدّق بالحسنٰی۔

آیت ۷۔ فسنیسرہٗ للیسرٰی۔

چندہ دینے والے متقی اور صادق کو قبول کرنے والے اس دنیا میں بھی مشکلات سے امن میں رہے اور آخرۃ میں بھی امن سے رہیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسلام میں سب سے پہلے یہ کام کیا تھا۔ خلافت کے ابتداء میں جو مشکلات پیش آئے اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ان سب سے بہ آسانی خلیفہ اول کو عبور کرادیا۔ اور ہر ایک کے لئے یہی وعدہ ہے۔

آیت ۸۔ واما من بخل واستغنٰی۔

آیت ۹۔ وکذب بالحسنٰی۔

آیت ۱۰۔ فسنیسرہٗ للعسرٰی۔

جنھوں نے نہ مال خرچ کیا نہ تصدیق کی ان پر ایسی عسرت پڑی کہ جو خوشحالی پہلے تھی وہ بھی جاتی رہی۔ جو رسائل اشاعت دین کے نام سے نکلتے تھے وہ بھی بند ہو گئے۔

آیت ۱۲ اِنَّ علینا للھدیٰ

آیت ۱۳ - وانّ لنا للاٰخرۃ والاولیٰ - مشکلات کے وقت آسانی کی راہیں متقیوں کے لئے بتلا دینا یہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے - اُولیٰ - یعنے دنیوی فتوحات اللہ تعالےٰ نے صحابہ کو خوب دیں - انّ لنا سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے اور یہ فتوحات دنیوی آخرت کے لئے گواہ ٹھیریں۔

آیت ۱۷ - وسیجنبھا الاتقی - الاتقیٰ سے مُراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں - جن کی مالی خدمات کا ذکر اس طور پر ہے کہ قرآن شریف اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں آپ کی اس صفت کے بیان کرنے میں متفق اللفظ واللسان ہیں اور اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کسی خاص سبب کا۔ آگے فرمایا ہے۔

آیت ۱۸ - الّذی یؤتی مالہ یتزکّی - یوں تو صحابہ میں سے ہر ایک نے بقدر اپنی طاقت اور وسعت کے عسرت کے ایام میں خدمات کیں - مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مالی خدمات کی نسبت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ما نفعنی مالُ احدٍ قطُّ ما نفعنی مالُ ابی بکر

یعنے جس قدر ابی بکر رضہ کے مال نے مجھے نفع پہنچایا اس قدر کسی اور کے مال نے مجھے نفع نہیں پہنچایا اور یہ انفاق فی سبیل اللہ آپ کا محض لوجہ اللہ تھا کسی کے احسان بدلا اتارنے کے طور پر نہیں تھا۔ ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح تو فرمایا کرتے ہیں کہ میں اپنے مُریدوں سے نہ تو ان کے سلام کا خواستگار ہوں اور نہ تعظیماً اپنے لئے ان کا اٹھنا پسند کرتا ہوں؛

آیت ۱۹ - وما لاحدٍ عندہٗ من نعمۃٍ تجزیٰ -

آیت ۲۰ - الّا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ

آیت ۲۱ - ولسوف یرضیٰ -

ان ہر سہ آیات کے ترجمہ میں صرف اسی قدر کہدینا کافی ہے کہ فما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ - یعنے کل کی رات کو جو گذر گئی آج کی رات سے بہت شدید مشابہت ہے۔ ربّہ الاعلیٰ کا جملہ بھی پوری موافقت و مناسبت رکھتا ہے - یرضیٰ کا مرجع ربّ اور اتقیٰ دونوں کی طرف صحیح ہو سکتا ہے۔ فللہ الحمد - آیۃ ۱۹ وما لاحدٍ الخ - بطور جملہ معترضہ کے درمیان میں آپڑی ہے اسلئے ترجمہ کسی قدر پیچیدہ ہو گیا ہے - اس درمیانی آیۃ کو تھوڑی دیر کے لئے الگ کر کے آیۃ ۱۸ سے پڑھی جاوے - تو عبارت سہل اور سریع الفہم ہو جاتی ہے یعنے تقدیر عبارت کی یوں ہے۔

یؤتی مالہ یتزکّی - لابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ - یعنے وہ اتقیٰ دیتا ہے - مال کو تزکیہ نفس کے لئے صرف اپنے رب کی رضا کی خاطر

وما لاحدٍ عندہٗ من نعمۃٍ تجزیٰ -

اور نہ کسی کا اسپر احسان تھا - جس احسان کا بدلا اُتارنے کے لئے وہ اتقیٰ اپنا مال دے رہا ہے۔

پارہ ۳۰ - سورۃ والضحیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت ۱ و ۲ - والضحیٰ - واللیل اذا سجیٰ -

ضحٰے کے معنے سخت روشنی کے ہیں اور لیل سجیٰ کے معنے سخت اندھیرے کے ہیں یہ دونوں کلمے ایک دوسرے کے متقابل بیان ہوئے ہیں اسلئے کہ آئندہ آنے والی عبارت میں بھی یتیم اٰویٰ - عیل غنیٰ - اس قسم کے الفاظ اور ان کے معانی و مطالب ایکدوسرے کے متضاد آپڑے ہیں اسلئے تمہیدی طور پر ان دو کلموں کو قسمیہ شہادت کے طور پر ذکر فرمایا۔

آیت ۳ - ما ودّعک ربک وما قلیٰ - ودّع کے معنے دوستی کو وداع کرنے اور قطع محبت کر دینے کے ہیں - قلیٰ بمعنی عداوت - دشمنی بیزاری کما قال تعالےٰ - انی لعملکم من القالین ۱۹/۱۲ وجہ اس سورہ شریفہ کے نزول کی یہ بیان ہوئی ہے کہ چند روزہ فترۃ وحی کی وجہ سے ابوسفیان کی بہن نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ یوں کہا تھا کہ ما اری شیطانک الا قد ترکک - اسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج ہوا اور یہ آیتیں تسلی بخش نازل ہوئیں - اس شان نزول کو پیش نظر رکھ کر آیۃ کریمہ ما ودّعک الخ کے ساتھ ضحیٰ اور لیل سجیٰ سے مُراد چہرۂ انور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے سیاہ گیسو مُبارک عمدہ توفیق اور توجیہ رکھتے ہیں۔

والضحیٰ رمزے زروئے ہمچو ماہِ مصطفیٰ است
معنی واللیل گیسوئے سیاہِ مصطفیٰ است

مائیں اپنے بچوں کو پیار اور محبت کے وقت دیکھا گیا ہے کہ اسی قسم کے الفاظ سے خطاب کرتی ہیں۔

آیت ۴ - وللاٰخرۃ خیرٌ لک من الاولیٰ - آیۃ شریف میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی یوماً فیوماً - ساعۃً بعد ساعۃٍ ہر آن کی لا انتہا ترقیات کا ذکر ہے ہر اگلا قدم آپ کا پچھلے قدم سے بڑھ کر رہا - اُمت کے جسقدر حسنات میں جسقدر درود شریف دنیا میں آپ پر پڑھا جا رہا ہے کسی دوسرے بانی مذہب کے لئے اس قدر وہ نہیں کیا گیا۔ اللّھم صلّ علےٰ محمدٍ وعلےٰ اٰل محمدٍ وبارک وسلم

آیت ۵ - ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ -

سورۃ الفتح اور سورۃ الکوثر سے بڑھ کر اور کوئی تفصیل اس آیۃ کی کیا ہو سکتی ہے آپنے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تک ایک بھی اُمتی میرا دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ ۔

مرتبہ محمد صادق عفے اللہ عنہ

پارہ تیسواں بقیہ سورۃ والضحیٰ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

آیت ۶ ۔ الم یجدك یتیمًا فاٰوٰی ۔
آیت ۷ ۔ ووجدك ضالًا فھدٰی ۔
آیت ۸ ۔ ووجدك عائلًا فاغنٰی ۔
آیت ۹ ۔ فامّا الیتیم فلا تقھر ۔
آیت ۱۰ ۔ واما السّائل فلا تنھر ۔
آیت ۱۱ ۔ واما بنعمۃ ربّك فحدّث ۔

اس سورہ شریفہ کے ابتداء سے اخیر تک ایک عجیب طور پر لفّ ونشر بیان ہوا ۔ آیات ۳ و ۶ و ۹ ۔ ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں اور آیات ۴ و ۷ و ۱۰ ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں اور آیات ۵ و ۸ و ۱۱ ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں ۔ قلٰی کے مقابلہ میں یتیمًا فاٰوٰی اور یتیم فلا تقھر ہے ۔ خیرٌ لك من الاولٰی کی تشریح ضالًا فھدٰی سے اور سائل فلا تنھر سے کی اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ ضال کے معنے سائل یعنے سالک راہ طریقت کے ہیں جیساکہ قرآن شریف میں دوسری جگہ انّك لفی ضلالك القدیم ۱۳ فرمایا یعنے آپ تو یوسف کی محبت میں اپنے آپکو گم گشتہ کئے ہوئے ہو یعطیك ربّك فترضٰی ۔ کے مقابلہ میں اغنٰی اور بنعمۃ ربّك فحدّث ہے ۔ یتیم کے ساتھ لا تقھر کی نہی اور سائل کے ساتھ لا تنھر کی نہی یوں مناسبت رکھتی ہے کہ سائل کا تعلق صرف ایک وقتی تعلق رکھتا ہے ۔ تھوڑے ہی عرصہ کے لئے اور لا تقھر کے معنے یہ ہیں کہ اس پر ہمیشہ دباؤ نہ ڈالتے رہو اس کے مال میں اسے مقہور نہ کرو ۔ کھر ۔ قھر کے معنے میں ہی آیا ۔ کھر خفیف دباؤ قھر سخت دباؤ ۔

نکتہ معرفت رات اور ضحٰی کی قسم میں ایک عجیب سر ہے یاد رکھنا چاہئے کہ یہ ایک مقام ہے جو ان لوگوں کے لئے جو سلسلہ وحی سے اخذ حاصل کرتے ہیں آتا ہے ۔ وحی کے سلسلہ سے شوق اور محبت بڑھتی ہے ۔ لیکن مفارقت میں بھی ایک کشش ہوتی ہے جو محبت کے مدارج عالیہ پر پہنچاتی ہے اللہ تعالےٰ نے اس کو بھی ایک ذریعہ قرار دیا ہے کیونکہ اس سے قلق اور کرب میں ترقی ہوتی ہے اور روح میں ایک بے قراری اور اضطراب پیدا ہوتا ہے جس سے دعاؤں کی روح اس میں نفخ کی جاتی ہے کہ وہ آستانہ الوہیت پر یاد ربّ کہہ کر اور بڑے جوش اور شوق اور جذبہ کے ساتھ دوڑتی ہے ۔ جیساکہ ایک بچہ جو تھوڑی دیر کے لئے ماں کی چھاتیوں سے الگ رکھا گیا ہو بے اختیار ہو ہو کر ماں کی طرف دوڑتا اور چلاتا ہے ۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بے حد اضطراب کے ساتھ روح اللہ کی طرف دوڑتی ہے ۔ اور اس دوڑ دھوپ اور قلق و کرب میں وہ لذت اور سرور ہوتا ہے جس کو ہم بیان نہیں کر سکتے ۔ یاد رکھو روح میں جسقدر اضطراب اور بے قراری خدا تعالےٰ کے لئے ہوگی اسی قدر دعاؤں کی توفیق ملے گی اور ان میں قبولیت کا نفخ ہوگا ۔ غرض یہ ایک زمانہ ماموروں اور مرسلوں اور ان لوگوں پر جن کے ساتھ مکالمات الٰہیہ کا ایک تعلق ہوتا ہے آتا ہے اور اس سے غرض اللہ تعالےٰ کی یہ ہوتی ہے کہ تا ان کو محبت کی چاشنی اور قبولیت دعا کے ذوق سے حصہ دے اور ان کو اعلےٰ مدارج پر پہنچا دے ۔ تو یہاں جو ضحٰی اور لیل کی قسم کھائی ہے ۔ اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مدارج عالیہ اور مراتب محبت کا اظہار ہے اور آگے پیغمبر خدا کا ابرا کیا کہ دیکھو دن اور رات جو خدا نے بنائے ہیں ان میں کس قدر وقفہ ایک دوسرے میں ڈالدیا ہے ضحٰی کا وقت بھی دیکھو اور تاریکی کا وقت بھی خیال کرو ۔ ما ودعك ربّك ۔ خدا تعالےٰ نے تجھے رخصت نہیں کر دیا اس نے تجھ سے کینہ نہیں کیا بلکہ ہمارا یہ ایک قانون ہے جیسے رات اور دن کو بنایا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی ایک قانون ہے کہ بعض وقت وحی کو بند کر دیا جاتا ہے تاکہ ان میں دعاؤں کے لئے زیادہ جوش پیدا ہو اور ضحٰی اور لیل کو اس لئے بطور شاہد بیان فرمایا ہے تا آپ کی امید وسیع ہو اور تسلی اور اطمینان پیدا ہو (ترجمۃ القرآن)

سورۃ الانشراح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت ۱ ۔ الم نشرح لك صدرك ۔ اس سے ماقبل کی سورۃ ۔ سورۃ الضحیٰ میں ظاہری و جسمانی انعامات کا ذکر تھا اور اس سورہ شریفہ میں آپ پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو روحانی نعمتیں ہوئیں ان کا ذکر ہے ۔ شرح صدر ایک کشفی کیفیت تھی جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئی تھی جبکہ آپ کی عمر شریف دس سال سے کچھ اوپر تھی اور بعد ازاں نبوت کے زمانہ میں بھی دوبارہ وہ کشفی اور روحانی معاملہ شرح صدر کا آپ سے کیا گیا ۔ ظاہری اثر اس کا آپ پر یہ تھا کہ جو وسیع الحوصلگی آپکی تھی اُسکی نظیر اوروں میں تو کیا اولوالعزم نبیوں میں بھی پائی نہیں جاتی

نوح علیہ السلام نے قوم سے دُکھ اٹھا کر ربّ لاتذر علی الارض من الکٰفرین دیارا۔ تک کہہ دیا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قوم سے دُکھ اُٹھا کر واشدد علیٰ قلوبھم فلا یومنوا حتیٰ یروا العذاب الالیم کی دعا کرتے ہیں۔ مگر پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب طائف کے شریروں سے اس قدر پتھروں کی مار سے دُکھ اُٹھایا کہ سارا بدن آپ کا خون آلود ہو گیا اس وقت آپؐ نے فرمایا تو یہ فرمایا کہ اللّٰھمّ اغفر لقومی فانھم لا یعلمون۔ جبرئیل علیہ السلام نے طائف والوں کی ہلاکت کے لئے عرض کیا تو فرمایا کہ نہیں میں امید رکھتا ہوں کہ ان کی نسل سے نئے مسلمان پیدا ہوں گے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نو بیبیاں تھیں۔ انسان ایک دو بیبیوں کی نزاعوں سے تنگ آجاتا ہے مگر آپ سے تمام بیویاں خوش تھیں۔ آیۃ تسمیہ کے اترنے پر جو سُورۃ الاحزاب میں ہے آپنے سب بیویوں کو اختیار دے دیا تھا مگر کسی نے بھی آپکے حسن اخلاق اور انشراح صدر کو معلوم کر کے آپ سے جدائی کو پسند نہ کیا یہ کیسا انشراح صدر اور عالی حوصلہ تھا کہ فتح مکہ کے روز جن ظالموں نے آپکو شہر سے نکالا تھا اور آپؐ کے اصحاب کو طرح طرح کی بے رحمیوں سے قتل کیا تھا اُن سب کو آپنے لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر ایک لخت معافی دے دی۔

آیت ۲۔ ووضعنا عنک وزرک۔ سینہ کی تنگی یہ سب سے بڑھ کر وزر انسان پر ہوتا ہے۔ عالی ہمتی اور فراخ حوصلگی کے برابر بوجھ دور رکھنے والی انسان کے لئے کوئی دوسری چیز نہیں۔

آیت ۳۔ ورفعنا لک ذکرک۔ اذان میں کلمہ شہادۃ میں اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ آپ کا بھی نام تمامی دنیا میں بلند آوازوں سے پکارا جارہا ہے۔ مکی زندگی آپ کی ایسی تھی جیسی کہ سکھوں کے عہد میں مسلمانوں کی تھی اس وقت اس قسم کی زبردست پیش گوئی کا کیا جانا اور پھر اُس کا پورا ہونا یہ بجائے خود آپ کی رفعت شان پر دلیل ہے۔

آیت ۵ و ۶۔ فانّ مع العسر یسرًا۔ انّ مع العسر یسرًا

ایک روایت میں آیا ہے کہ لن یغلب عسرٌ یسرین۔ یعنے ایک سختی دو آسانیوں پر کبھی غالب نہیں آئے گی۔ اگرچہ عسر کا لفظ بھی دوبارہ ہے اور یُسر کا لفظ بھی دوبارہ ہے۔ مگر العسر معرّف باللام مکرر ہے اور وہ معرف ہونے کی وجہ سے ایک ہی ہے اور یسر نکرہ دوبارہ ہے اس لئے دو یُسر الگ الگ مُراد ہوں گے اسی مضمون پر کسی کا ایک شعر ہے۔

شعر

اذا اشتدّت بک البلویٰ ففکّر فی الم نشرح

فعسرٌ بین یسرین اذا فکّرتہٗ فافرح

آیت ۷۔ فاذا فرغت فانصب۔

آیت ۸۔ والیٰ ربّک فارغب۔

یہ سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے کہ ظاہری کوشش اور محنت کے ساتھ ساتھ بڑی عقیدت سے دُعا اور توجہ الی اللہ ان کا کام ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظاہری محنتوں سے کعبے کو بنایا مگر ساتھ ہی عقیدت سے دعائیں بھی کیں۔

ربّنا تقبّل منّا انّک انت السّمیع العلیم

محنت ہو کوشش ہو مگر دعا نہ ہو۔ کام ناتمام ہے۔ اسی طرح صرف دُعا ہی دُعا ہو مگر کچھ محنت نہ ہو پھر بھی کام ناتمام ہے۔

سُورۃ التّین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت ۱۔ والتّین والزّیتون۔ تین اور زیتون۔ ان دو چیزوں کو قسمیہ بطور شہادت کے اس لئے بیان کیا کہ علاوہ غذا کے جسمانی امراض کے لئے بھی بطور دوا کے یہ دونوں چیزیں استعمال کی جاتی ہیں۔ کبھی طبیب تین تجویز کرتا ہے تو کبھی تبدیل نسخہ کے لئے زیتون مفید سمجھتا ہے۔ زیتون کو مؤخر اور تین کو مقدم ذکر کرنے کی وجہ انشاء اللہ تعالےٰ آگے بیان ہوگی۔

آیت ۲۔ وطور سینین۔

آیت ۳۔ وھٰذا البلد الامین۔

ایک زمانہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے نبوتوں کے توسط سے اپنے تخت کو بنی اسرائیل کے لئے طور سینین اور ملک شام کی طرف بچھایا اور اب دوسرے زمانہ میں اپنی حکمت اور مصلحت کی بناء پر بنی اسمٰعیل اور تمام دنیا کے لئے اپنے تخت کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے بلد اللہ الامین میں تجویز فرمایا۔

آیت ۴۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

آیت ۵۔ ثمّ رددنٰہ اسفل سافلین۔

احسن تقویم کے لفظ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ ذرا سی بے اعتدالی سے انسان تقویم کے اعتدال سے بکثرت ہو کر جسمانی طور پر بیمار ہو جاتا ہے۔ تین یا زیتون کا نسخہ تجویز کرنا پڑتا ہے۔ یہی حال رُوحانیت کی تقویم کا بھی ہے۔ کہ گناہوں میں مبتلا ہو کر انسان اسفل السافلین میں جا گرتا ہے۔ رددناہ میں یہ اشارہ فرمایا کہ بادشاہیاں چھن جاتی ہیں۔ محتاجی کے قعر میں جا پڑتے ہیں۔ نبوتیں منتقل ہو جاتی ہیں۔ ایک قوم نالائق ہوتی ہے تو محروم رکھی جاتی ہے۔ اور اس کی جگہ اللہ تبارک وتعالےٰ دوسری قوم کو منتخب فرماتا ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل اور بنی قیدار کا حال ہوا۔

آیت ۶۔ الّا الّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت فلھم اجرٌ غیر ممنون

یہ استثناء بڑا ضروری تھا اور اسباب کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کہ نبی نبوّۃ

سے کے قائم ہونے کے وقت پرانے نبی کے متبعین اگر موجودہ زمانہ کے مرسل کو بھی قبول کر لینگے تو ان کا اجر ممنون یعنے منقطع نہ ہوگا بلکہ دوسرے مقام میں فرمایا ہے کہ یؤتکم کفلین من رحمتہ ‌‌‌‌‌ ۲۸ یعنی دوہرے اجر لیں گے اگلے بھی اور پچھلے بھی۔

آیت ۷۔ فما یکذبک بعد بالدین۔ معنے دین کے جزا سزا کے ہیں بعد بالدین سے یہ مطلب ہے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ جس طرح کہا کرتے ہیں کہ کما تدین تدان۔ یعنے جس طرح تم ہمارے ساتھ معاملہ کروگے اسی طرح ہم بھی تم سے کرینگے۔ سورہ شریفہ بہت چھوٹی ہے مگر ایک ایک لفظ سے اشارات پائے جاتے ہیں کہ انتقال نبوت بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں جو ہوا۔ تو حق اور حکمت کے ساتھ ہوا۔ بے وجہ نہیں ہوا۔ طبیب نے نسخہ تبدیل کیا تو سوچ سمجھ کر ہی کیا۔ فما یکذبک۔ اب اسے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تری تکذیب سے ان کو کیا فائدہ؟ بلکہ جزا سزا۔ یا یوں کہو کہ مرض کی دوا موافق طبیعت کے ملی ہے۔ سورہ شریفہ کے مطلع میں تمہیداً تین کو زیتون پر مقدم کرکے ذکر فرمایا تھا مؤخر کرتے ہیں۔

تین۔ میتنین۔ بلد الامین۔ مقدم بھی ہو جاتا مگر نہ کیا وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ زیتون سے تشبیہ اللہ تعالٰے نے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی ہے جو بعد میں آنیوالے تھے اور فوائد اور نفع رسانی کی رو سے بہ نسبت انجیر کے زیتون میں منافع بہت زیادہ ہیں۔ کھانے کے علاوہ روشنی کے کام میں بھی آتا ہے اور روشنی بھی ایسی کہ جس میں دھوئیں کا نام تک نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

اللہ نور السمٰوات

والے رکوع میں ۱۸ زیتون سے مراد پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دے کر اس رکوع کی جو تفسیر بیان فرمائی ہے اسکو براہین احمدیہ صفحہ ۲۰۰ میں ملاحظہ کرلیں۔ مقام تو اس قسم کا تھا کہ اس سارے بیان کو براہین سے ہم نقل کردیتے مگر چوں کہ یہ صرف نوٹ ہی کے طور پر ہیں اسلئے طوالت کے خیال سے صرف حوالہ پر کفایت کیا گیا۔

آیت ۸۔ الیس اللہ باحکم الحاکمین۔ حاکموں پر جو حاکم ہوتا ہے اس کا یہی کام ہوتا ہے کہ حکمت اور مصلحت کی بناء پر ماتحت حکومتوں کو بدل دے۔ سورہ شریف کا مکی ہونا یا مدنی ہونا مختلف فیہ ہے۔ حضرۃ عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ مدینے میں نازل ہوئی ہے ممکن ہے کہ کچھ حصہ مکی اور کچھ مدنی ہو۔ حضرت براء بن عازب رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات نماز عشاء میں سورۃ التین کو ایسی خوش الحانی اور سُہانی آواز سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا کہ بخدا آپ کی اس قرأۃ سے زیادہ خوش الحانی میں نے کسی اور سے نہیں سُنی۔ مسنون ہے۔ کہ اس سورہ شریف کے ختم پر جواباً بلیٰ وانا علیٰ ذالک من الشاھدین کہا جاوے۔

بلد الامین۔ یہ تمہارا شہر جو دار الامن ہے خدا کی زبردست طاقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ اس گھر کا بنانے والا ابراہیم علیہ السلام تھا۔ جو ابو الملت کہلاتا ہے اس کے دشمنوں نے ان کے ہلاک کرنے کے لئے کیا کیا منصوبے کئے مگر بالآخر خدا کا ہاتھ اپنا کام کر گیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دشمن کا کوئی نام و نشان بھی نہیں جانتا اور آپ کی ذریت اس قدر ہے کہ اسے کوئی گن نہیں سکتا اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا حال ہوگا۔ یہ آیات اہل مکہ کو برنگ پیشگوئی سنائے گئے اور پہلی آیتوں میں جو نوح مراد لیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح کے طوفان کے وقت جو کبوتری خشکی کی خبر لائی اس کے منہ میں زیتون کی شاخ تھی اور دوسری نہج پر اس سے مراد یہ لی گئی ہے۔ کہ دراصل ان آیات میں حضرت مسیح اور موسےٰ علیہ السلام کے واقعات کو بتایا ہے اور ان بشارتوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمائی تھیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان آیات میں ان عظیم الشان پیشگوئیوں کی طرف اشارہ ہے جو توراۃ شریف میں مذکور ہیں۔ کتاب استثناء ۳۳ باب ۲ میں مسطور ہے۔ خداوند سیناء سے آیا اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔

اور حبقوق ۳ باب ۳ میں ہے یہ آئے گا اللہ جنوب سے (یعنی مکہ سے) اور قدوس فاران کے پہاڑ سے (جو مکہ کا پہاڑ ہے) اس کی ستائش سے زمین بھر گئی۔ پس طور سینا سے حضرت موسےٰ جیسا صاحب شریعت نکلا۔ ساعیر سے حضرت مسیح ظاہر ہوئے اور فاران سے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا ان آیات میں حضرت مسیح کا پتہ تین اور زیتون سے دیا گیا ہے۔ وہ پہاڑ جس پر یروشلم آباد ہے اس کے دو ٹکڑے ہیں ایک کو اب تک زیتون کی پہاڑی کہتے ہیں اور دوسرے کو تین کہتے ہیں اور ساعیر ان دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ سو تین اور زیتون کے ذکر سے حضرت مسیح کی جائے ظہور کا پتہ دینا منظور ہے کیونکہ زیتون پہاڑ کے پاس مسیح ؑ نے ایک گدھے کا بچہ منگوایا تھا اور اس کے ذریعہ سے اپنی نسبت ایک بڑی پیشگوئی کو ظاہر کیا تھا (دیکھو لوقا ۱۹ باب ۳۰) متی ۲۱ باب (متی ۱۱ باب ۱) اور تین پہاڑی کے پاس (جس کو تین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہاں انجیر کے درخت تھے) حضرت مسیح ؑ نے ایک معجزہ ظاہر کیا تھا (دیکھو مرقس باب ۱۴) اور انجیر کا نشان دینے پر ایک شخص ایمان لایا (یوحنا ۱ باب ۴۸)

سلہ اور ایک جوڑی سواروں کی دیکھی ایک سوار گدھے کا اور ایک سوار اونٹ کا (یسعیاہ ۲۱ باب ۷) اس آیت سے حضرت یسعیاہ نے دو شخصوں کیطرف اشارہ کیا ہے جو خدا کی سچی پرستش عمل و توحید کو دنیا میں قائم کرینگے۔ خرسوار سے حضرت عیسیٰ مراد ہیں جو گدھے پر سوار ہوکر یروشلم بیت المقدس میں داخل ہوئے اب رہا اونٹ سوار وہ صرف پیغمبر عرب ہیں کیونکہ اونٹ عرب کی خاص سواری ہے بچے سے بوڑھے تک جاہل سے عالم تک واقف ہے اور جب رسول خدا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ اونٹ پر سوار تھے۔

طور سینا پر حضرت موسےٰ کو خدا کیطرف سے احکام ملے اور ان پر تجلی الٰہی ہوئی ۔ امن والا شہر یعنے مکہ معظمہ دشت فاران میں ہے۔ کیونکہ حضرت اسماعیل اور بی بی ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی سرزمین میں چھوڑ گئے تھے (دیکھو پیدائش ۱۲ باب ۲۱) اس دشت سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر ہو کر اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ فتح مکہ کے دن مکہ میں تشریف لائے اور ان کے ہاتھ میں آتشی شریعت تھی یعنے مجرموں اور ستمگاروں کو شمشیر تیز کی نار میں بھسم کرنے آئے تھے آپ ہی کے سبب سے یہ جنوب سے آیا اور دنیا اس کی ستائش سے بھر گئی۔

بس تین (۱) و زیتون ۔ طور سینین (۲) - بلد الامین (یعنی شہر مکہ) (۳) تین عظیم الشان انسانوں کی یادگار ہیں جن کی ستائش ہزارہا سال سے تمام عالم میں ہو رہی ہے۔ کیا امیر کیا غریب کیا بادشاہ کیا فقیر ۔ ان مقدس النفاس کی مدح و ستائش کو موجب برکت سمجھتا اور ان کے فیوضات سے مستفیض ہو رہا ہے اور یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے اور روحانی اور جسمانی دونوں حیثیتوں سے اس کو اعلےٰ سے اعلےٰ خلقت عطا ہوئی ہے جن کے نمونے یہ تینوں برگزیدہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور جن کی تبلیغ سے ہر ایک انسان اپنی فطرت پر قائم اور فطری نقشے پر جا رہ سکتا ہے مگر بدعملی اور بے ایمانی کی وجہ سے یہی انسان ایسا خراب ایسا بد اور ایسا غلیظ ہو جاتا ہے کہ ارذل ترین حیوانات سے بھی پیچھے جا رہتا ہے ہاں جو لوگ ایمان اور اعمال صالحہ پر قائم ہیں اور اس تنزل اور فساد سے محفوظ رہتے ہیں وہ اجر غیر منقطع حاصل کرتے ہیں۔

بس ایسے ایسے الٰہی انتظامات ۔ انسان کے احسن تقویم میں پیدا کرنے پر بھی جو شخص خدا کے مقصد اور مصلحت حقہ پر نظر نہ کرے اور آفرینش انسان کو بطور لہو و لعب نہ سمجھے اور اس کو اعمال کے نتائج کے ملنے کا ذمہ دار اور جزا سزا کا مورد نہ سمجھے بڑا ہی بے وقوف ہے ۔ جزا اور یوم الجزا کی تکذیب کرتا ہے حالاں کہ وہ دنیا میں برابر مطیع اور غیر مطیع بروں اور بھلوں کے انجام و عواقب کو دیکھتا ہے ۔ جو دنیاوی حکام کی طرف سے ان کو ملتے رہتے ہیں ۔ تو کیا خدا تعالےٰ جو احکم الحاکمین ہے وہ انسان کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دے گا ۔ اور اس کے کاموں پر جانچ پڑتال نہ کرے گا اور مطیع اور غیر مطیع میں امتیاز نہ کرے گا اور یہی ہماری دلیل ہے ۔ جزا اور یوم الجزا کے قیام کی فتفکروا یا اولی الابصار ۔

(ترجمۃ القرآن)

سُورۃ العلق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت ۱ - اقرأ باسم ربک الذی خلق ۔ یہ پہلے الفاظ ہیں جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غار حرا میں نازل ہوئے ۔ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرنا چاہیئے خلق کے بعد ربوبیت لازمی اور ضروری ہے ظاہری جسمانی پرورش پر پرورش روحانی مقدم ہے ۔ ربّ کے لفظ میں یہ بھی سمجھایا کہ آپ کے روحانی نشو و نما کا یہ پہلا اور ابتدائی قدم ہے ۔ جو بتدریج ترقی کر کے آپکو عظیم الشان بنا دیگا ۔

آیت ۲ - خلق الانسان من علق ۔ علق بغیر ہڈی کے گوشت کے کیڑے کو کہتے ہیں ۔ انسان کی پیدائش کی ابتدا اس باریک کیڑے سے ہوتی ہے ۔ جو نطفۂ منی میں ہوتا ہے ۔ جس کو ڈاکٹری اصطلاح میں سپرمو ٹوزہ کہتے ہیں ربوبیت کی ابتدائی کیفیت اور علق کی ابتدائی کیفیت مساوی الحال ہوتے ہیں ۔

آیت ۳ - اقرأ و ربک الاکرام ۔ الاکرم کے لفظ میں پیشگوئی فرمائی کہ آپ مکرم معظم ہو جاوینگے ۔

آیت ۴ - الذی علّم بالقلم ۔ عرب ایک ایسا جزیرہ نما تھا کہ اسلام سے پہلے کوئی تاریخ نہیں بتا سکتی ۔ کہ وہاں سے کوئی کتاب تصنیف ہوئی ہو ۔ ایسی عظیم الشان ربوبیت ہوئی کہ اسلام کی کتابوں کو اب کوئی گن بھی نہیں سکتا ۔ ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

آیت ۶ - ان الانسان لیطغیٰ ۔
آیت ۷ - ان رّاٰہ استغنیٰ ۔

اب یہاں سے ذکر مخالف کا چل پڑا ۔ معلوم ہوا کہ نبی کے ساتھ مخالف کا ہونا بھی ضروری ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مخالفت کرنے والے بڑے اغنیا ہی ہوتے ہیں دوسری جگہ فرمایا ہے ۔

کذالک جعلنا فے کل قریۃ اکابر مجرمیہا ۔ ۴

آیتہ ۹ سے آیتہ ۱۵ تک ۔ ارأیت ارأیت فرما کر ایک ہی سیاق سے اپنے نبی اور مخالف کو مخاطب فرمایا ہے ۔

آیت ۱۵ - لنسفعا بالناصیۃ ۔ سفع کے معنے زور سے کھینچنے اور گھسیٹنے کے ہیں ۔ ناصیہ ۔ پیشانی اور مقدم راس کے بال ۔ غیظ و غضب کے وقت پیشانی پر بل ڈالکر نہایت ڈراونی شکل سے انسان اس کو گھورتا ہے ۔ جس کو مغلوب کرنا چاہتا ہے ۔

(باقی آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ۔

(مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ)

بقیہ نوٹ سورۃ العلق

(گذشتہ سے پیوستہ)

یہ حرکت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوجہل نے کعبہ میں کی تھی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھنے سے منع کیا تھا اس لئے یہ پیشگوئی اس کے حق میں بدر کے دن پوری ہوئی کہ ناصیہ سے پکڑ کر گھسیٹ کر گڑھے میں اس کی لاش کو ڈالدیا گیا۔

آیت ۱۷۔ فلیدع نادیہ۔

آیت ۱۸۔ سندع الزبانیۃ۔

نادی سے اہل نادی مراد ہیں اور نادی کے معنے مجلس کے ہیں۔ کما قال اللہ تعالےٰ وتاتون فی نادیکم المنکر ﴿۲۹﴾ مکّہ کے دارالندوہ کو اس لئے نادے کہا کہ اس میں مشورہ کرنے کے لئے لوگوں کو پکار کر بلایا جاتا تھا جی چاہتا ہے کہ ہمارے وطن کے علماء جو قوم کے پیشوا کہلاتے ہیں اپنے لئے بجائے ندوۃ العلماء کے قلادۃ العلماء نام تجویز کرلیں تو بہتر ہے۔

بلبلا مژدۂ بہار بیار ؛ خبر بد بہ بوم شوم گذار

کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن - اخذھا حیث وجدھا

زبانیۃ۔ زبن سے مشتق ہے۔ جس کے معنے دفع کے ہیں جن اور انس میں سے ہر متمرد شخص کو زبنیہ کہتے ہیں اکثر اہل لغت کا قول ہے کہ زبانیہ اُن جموع میں سے ہے جن کا مفرد نہیں جیسے ابابیل وغیرہ۔ غرض کہ ذبن جس کے معنے دفع کے ہیں۔ ابتداء ہی سے اسلام میں یہ قاعدہ رکھا گیا ہے کہ جنگ صرف دفاعی طور پر کیجائے۔ آیۃ باب کے الفاظ کی ترتیب بھی یہی تعلیم دے رہی ہے۔ پہلا مقابلہ نادیہ اور زبانیہ کا اسلام میں بدر کے دن ہوا۔ لکھا ہے۔ کہ مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ابوجہل نے ایک ایسا طمانچہ مارا تھا جس سے ان کا کان پھٹ گیا تھا بدر کے دن حضرت عبداللہ بن مسعود ہی کو اللہ تعالےٰ نے ابوجہل کا سر کاٹنے کے لئے اس پر مسلط کیا جب سر کٹ چکے تو اس کے کان میں رسّہ پرو کر سر کو گھسیٹتے ہوئے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں لایا گیا اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔

اذنٌ باذنٍ والرّاس ھھنا مع الاذن۔

آیت ۱۹۔ واسجد واقترب۔ قرآن کریم کے سجدات تلاوت میں سے یہ آخری سجدہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بندہ سجدہ کی حالت میں خداوند تعالےٰ سے بہت ہی نزدیک تر ہوتا۔ حدیث شریف کا اور اس آیۃ شریف کا مطلب گویا کہ ایک ہی ہے وضو نہ ہو تو تیمم ہی کافی ہے گو بے وضو بھی جائز ہے مگر کم ازکم تیمم کرلیا جاوے تو بہتر ہے۔ دُعا کے لئے سجدہ ایک بے نظیر موقعہ ہے جس کو زبان عربی نہ آتی ہو وہ اپنی مادری زبان ہی میں تسبیح کے ساتھ اپنے مشکلات کے لئے دعا بھی کرلے۔ سجدات کے وقت کی دُعائیں خطا نہیں جاتیں یہ وقت بہت ہی قرب الٰہی کا وقت ہوتا ہے جسقدر سجدات کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اسی قدر قرب کے مدارج بھی زیادہ ہوں گے جن کے لئے یہ نعمت مقدر ہی نہیں وہ اس ادنےٰ سی حرکت کی توفیق پانے سے محروم رہتے ہیں۔ الدعاء مخ العبادۃ۔ دُعا تمام عبادتوں کا مغز ہے اور سجدہ تمام منازل قرب کا انتہائی مقام ہے۔ یہ دونوں باتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔

اس کلام الٰہی میں پانچ پیشگوئیاں ہیں اوّل ربّک الذی خلق۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ربوبیت الٰہی نے جو تیری خاص پرورش فرمائی ہے اور اپنے اندازہ خاص سے قوےٰ مرحمت کئے اور خاص کلام کے لئے تجھے منتخب کیا ہے اور اپنے ہاتھ سے تیرا پیڑ لگایا ہے اور تیرے مبارک پھلوں کے انتظار میں بیٹھی ہے وہ تجھے ضرور کامیاب اور سرسبز کرے گی اور تیرے نونہال کو اعداء کے تبر اور مخالف جھونکوں سے محفوظ رکھے گی۔ دوسری پیشگوئی خلق الانسان من علق۔ یعنے اس منی کے کیڑے یا جونک کی طرف دھیان کرو کہ وہ کیسا حقیر اور ذلیل تھا۔ جس کا ایسا خوبصورت اور باکمال انسان بنا۔ جب ہماری ربوبیت نے نظر عنایت سے ایک کیڑے کو اس صورت وشکل تک پہنچایا ہے اور ایک مقصد اور غایت کے لئے جو ربوبیت کا اصلی تقاضاء ہے یہ خلعت کمال مرحمت فرمایا ہے تو کیا اب ہماری ربوبیت اس کا ساتھ چھوڑ دے گی ہم اپنی ربوبیت کا سایۂ عاطفت اس پر رکھیں گے۔ جب تک وہ انسان اپنی خلقت کی علت غائی کو پہنچ نہ جائے۔ قرآن کریم میں تدبر کرنے والے جانتے ہیں کہ نبوت کی تربیت اور اسے کمال مطلوب تک پہونچانا۔ خداتعالےٰ کے اسم ربّ کا خاصہ ہے اور جہاں جہاں خداتعالےٰ نے ضرورت نبوّت کی قرآن کریم میں بحث چھیڑی ہے دلیل میں اپنے اسم ربّ کو مذکور فرمایا ہے۔ اس لئے کہ جیسے اس ربوبیت نے انسان کے عالم اجسام کے لئے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی اشیاء کو مسخر کیا اور خدمت میں لگا دیا ہے ویسے ہی اس کی ربوبیت نے تقاضاء کیا۔ کہ انسان کی رُوح کی تربیت کے لئے جو اصلی مقصود اور ابدی غیر فانی شے ہے اس کی تربیت کے مناسب حال سامان مہیا کرے۔ سو اس کے لئے اس نے نبوت کا سلسلہ اس جہان میں قائم کیا اور جہاں نبوّت کے اعدا اور مخالفین کو عقاب سے ڈرانا چاہا اور ان کے بارے میں خوفناک وعید بیان کرنے چاہے ہیں۔ وہاں نبوت کی حمایت ودفاع میں اسم اللہ کو جو جامع جمیع صفات کاملہ ہے

پیش کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ نبوت کا اصلی مقصد توحید الوہیت کا قائم کرنا۔ اور آلہہ باطلہ اور ہر قسم کی طواغیت کا ابطال کر کے خداوند تعالےٰ کے لئے عبودیت اور الوہیت کا یگانہ استحقاق اور لاشریک منصب مخصوص کرنا ہوتا ہے۔ تو جب عداوت اور مخالفت اپنے ہتھیار پہن کر اس کا استیصال کرنے پر آمادہ ہوں۔ تب غیرت اور جوش بھی اسی کو آنا چاہئیے۔ جس کی خدمت کے لئے نبوت میدان میں نکلی ہے۔ بہرحال اس علق اور الانسان کے لفظ میں بڑی بھاری پیشگوئی ہے۔ تیسری پیشگوئی۔ اقرأ وربك الاكرم۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ اس سلسلہ تبلیغ میں تیری سخت مخالفت ہو گی اور ایک عالم تجھے ذلیل وخوار کرنے پر آمادہ ہو گا اور حکمت الٰہیہ کے اقتضاء سے کچھ عرصہ تک بظاہر ایسا ہو گا۔ کہ تو مغلوب و شکستہ نظر آئے گا اور کفر و شرک اپنی جیت پر ناز کرے گا مگر آخر کار غلبہ اور فتح تیرے حصہ میں آئے گی۔ اور تو اکرم اور عزیز ہو گا اس لئے تیرا ربّ جس نے تجھے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پرورش کیا ہے وہ اکرم ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کا مربوب بھی بطور ظلّ کے اکرم ہو۔

چوتھی پیشگوئی۔ الّذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب عجیب میں جو تجھے دی جاتی ہے اور جو بظاہر انسانی قلم سے لکھی جاتی ہے۔ وہ وہ علوم عالیہ ہوں گے کہ کل بنی آدم کے معلومات اس کے مقابلہ سے عاجز آجائیں گے۔ الانسان سے مالم یعلم تک یہ ارشاد فرمایا ہے کہ فطرتاً اور اکتساباً انسان کی بساط میں اور اس کے قوتے کی رسائی میں وہ علوم عالیہ آہی نہیں سکتے۔ جن پر قرآن مجید مشتمل ہے۔ لہٰذا یہ علوم لاریب خداوند علیم خالق انسان کی طرف سے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ذہینوں کے ذہن۔ عقیلوں کی عقلیں اور عالموں کے علم اور خردوں کی قلمیں ان سماوی علوم کے مقابلہ میں ٹوٹ جائیں گی۔

پانچویں پیشگوئی۔ کلّا لئن لم ینتہ لنسفعا بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ فلیدع نادیہ سندع الزبانیہ کلا لا تطعہ واسجد واقترب دشمن کی عداوت کی پیش رفت نہ چلے گی اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی جھوٹی خطاکار چوٹی کو پکڑ کر زور سے کھینچیں گے اور یوں ذلت سے گھسیٹ کر اوندھے منہ گرائیں گے پھر وہ اپنی مجلس کو جن کے بل بوتے پر اسے ناز تھا بلائے اور ان کی دہائی دے ہم بھی سیاست کے پیادوں کو بلائیں گے وہ ہرگز اپنے منصوبوں میں کامیاب نہ ہو گا تو اپنے کام میں لگا رہ اور ان کے خلاف کی ذرہ بھی پرواہ نہ کر اور کبھی ان کے ہاں میں ہاں نہ ملا اس لئے کہ ان کے ہاتھ تیرا کوئی نفع اور ضرر نہیں اور ہماری فرمانبرداری میں لگا رہ اور جسقدر تو ہمارا فرمانبردار ہو گا۔ ہماری جناب میں تیرا قرب اور درجہ اتنا ہی بڑھے گا۔

سُورۃ القدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت ۱۔ انّآ انزلنٰہُ فی لیلۃ القدر۔ لَیل ظلمت اور قدر دال کے سکون کے ساتھ بمعنے مرتبہ۔ یہ دونوں صفتیں اسجگہ اکٹھی کیگئی ہیں لیلۃ القدر ایک خاص رات رمضان شریف کے اخیر دھاکہ میں ہے جس کا ذکر سورۃ الفجر میں والّیل اذا یسر میں بھی کیا گیا۔ ایک جگہ فرمایا۔ شہر رمضان الّذی انزل فیہ القرآن۔ اور دوسری جگہ بیان فرمایا۔ انّآ انزلنٰہُ فی لیلۃ القدر ان دونوں آیتوں کے ملانے سے بھی معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر رمضان شریف میں ہے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور بھی زیادہ تشریح کر کے یہ پتہ دیا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان شریف کے اخیر دھاکہ کی طاق راتوں میں ہوا کرتی ہے کسی سال اکیسویں شب کو کسی سال ۲۳ یا ۲۵ یا ۲۷ یا ۲۹ ویں شب کو اس شب کے فضائل صحیح حدیثوں میں بے حد بیان فرمائے ہیں۔ انا انزلنٰہُ کا مرجع جس طرح قرآن شریف سمجھا گیا ہے۔ اسی طرح اس سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک بھی مُراد ہے اسی لئے انزلنٰہُ فرمایا تاکہ قرآن اور منزل علیہ القرآن دونوں ہی مرجع ٹھیریں۔ ورنہ انزلنٰہُ ھذا القرآن فرمانا کوئی بعید بات نہ تھی۔ لَیل وہ ظلمت کا زمانہ ہے۔ جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت سے پہلے کا زمانہ تھا جس کو عام طور پر ایّام جاہلیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور قدر دال کی سکون کے ساتھ۔ وہ قابل قدر زمانہ ہے۔ جس زمانہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت شروع ہوئی اور اس کی مدت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں سے ۲۳ سال کی مدت تھی۔ جس میں ابتداء الی آخر سارے قرآن شریف کا نزول ہوا۔ ایک طرف ظلمت کے ایام ختم ہوئے اور دوسری طرف قابل قدر زمانہ شروع ہوا اس لئے یہ متضاد صفات لَیل اور قدر یہاں آ کر اکٹھے ہو گئے۔ شب قدر یا لیلۃ القدر دال کی حرکت کے ساتھ صحیح نہیں ہے قرآن شریف میں بھی شہر اور فجر کی طرح قدر کی۔ دال متحرک ہے۔

آیت ۳۔ لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔ لیلۃ القدر کے اگر صرف اسی قدر معنے ہوتے کہ رمضان شریف کے آخری دھاکہ میں طاق راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر ہے وبس۔ اس کے علاوہ اور کوئی مطلب نہیں۔ تو اس صورت میں بارہ مہینے ہی بجائے ہزار مہینے کے کافی تھے۔ کیونکہ دوسرے رمضان شریف میں تو لیلۃ القدر پھر دوبارہ بالیقین موجود ہے۔ پھر اس سے آگے اور آئندہ رمضان شریف۔ فھلم جرا۔

ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ کسی سال تو رمضان شریف میں لیلۃ القدر ہوتی ہے اور کسی سال نہیں ہوتی۔ نہیں بلکہ بالیقین رمضان شریف میں ہر سال کسی نہ کسی طاق رات میں لیلۃ القدر ضرور ہوتی ہے خواہ ستائیسویں کو ہو یا اکیسویں کو مگر پہلی آیۃ میں اس سورہ شریف کے جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ انزلنٰہُ کا مرجع منزل علیہ القرآن بھی ہے اور ایک اور مقام میں بھی اللہ تعالےٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف دونوں کو ایک ساتھ نازل شدہ فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا۔ قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولاً یتلوا علیکم اٰیات اللہ ۲۸ ع ۱۸

اس جگہ ذکراً کا بدل رسولاً واقع ہوا ہے یعنے ذکر بھی نازل ہوا اور رسول بھی نازل ہوا۔ قرآن شریف رسول کا یتلوا نہیں ہے۔ رسولاً ہے ۲۸۔ غرض کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور اور آپکی بعثت کے انوار پوری آب و تاب کے ساتھ قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر تک تھے۔ ہزار مہینے گذرنے تک دنیا نے ظلمانی حالت پھر اختیار کرلی اور پھر وعدہ الٰہی لیلۃ القدر خیر من الف شھر کا پورا ہوا۔ فہلم جراً۔ اسی طرح سے ہر ہزار مہینے کے بعد اللہ تعالےٰ اپنے اس قرآنی وعدہ کے بموجب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دین کی تجدید کے لئے ہر صدی پر جو قریباً ہزار مہینے کے بعد آتی ہے مجددین کو نازل فرماتا رہا۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علےٰ راس کلِّ مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ حدیث نبوی اور آیت قرآنی دونوں متفق ہو گئے۔ قرآن شریف میں پیغمبروں کی نسبت جبکہ منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک آیا ہے ۲۴ تو مجددین کی تفتیش کہ کون کون تھے بے عبث ہے۔ لوگ جن جن کو مجدد قرار دینگے ہم ان کو مان لیں گے مگر دیکھنا تو یہ ضروری ہے کہ ہماری اس صدی چہاردہم میں پیشگوئی قرآن شریف کا اور حدیث شریف کا وقوع میں آیا بھی یا نہیں۔ اگر ادوار صدہا میں وقوع میں آتا رہا اور اس صدی میں وقوع میں نہیں آیا تو ہمارے جیسا بدبخت اور کوئی نہیں کہ ظلمت میں چھوڑ دیا گیا

آیت ۴۔ تنزّل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلامٌ من کل امر کے معنے لکل امر ہیں۔ ہر کام کی سلامتی سے یہ مراد ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی سے زمانہ نے اپنی دینی و دنیوی دونوں قسم کی ترقیات کا رنگ پکڑلیا۔ سائنس کی نت نئی تحقیقات اور انکی ایجادیں دنیوی اعتبار سے من کل امر سلام کی طرف مصداق ہو رہی ہیں۔ تو دین اسلام کی اشاعت اور اس کی ترقی دوسرے پہلو پر من کل امر سلام کو دکھلا رہی ہیں۔ ہر کار سے وہر مردے۔ رمضان شریف کی لیلۃ القدر میں جو نزول ملائکہ ہوتا ہے وہ بھی بجائے خود مسلّم و متیقن ہے اور صدی کے راس پر جو نزول ملائکہ ہوتا ہے۔ وہ بھی اپنے تاثیرات و شواہد کی رو سے مشہود و مرئی ہے۔

آیت ۵۔ ھی حتّٰی مطلع الفجر۔ زبان خلق نقارۂ خدا۔ یہ جملہ ایک حد تک بہت صحیح ہے۔ عام طور پر ہمارے اس موجودہ زمانہ کو روشنی کا زمانہ۔ روشنی کا زمانہ کہا جارہا ہے۔ مگر غور سے اسے دیکھا جاوے۔ تو یہ روشنی کا زمانہ بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے ہی شروع ہو گیا ہے۔ اور اب تو ضحےٰ کا وقت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دابۃ الارض ضحےٰ اخرج الدّابۃ علے النّاس ضحًی کے وقت نکلے گا۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ضحےٰ کے وقت کیا نکلے گا۔ روشنی کے زمانہ میں نکلے گا۔ اب اگر کہو کہ دابۃ الارض نہیں نکلا تو کہنا پڑے گا کہ روشنی کا زمانہ اس زمانہ کو کہنا بھی غلط ہے۔ مگر نہیں زمانہ ضرور روشنی کا ہے اور دابۃ الارض۔ نے بھی زمینی علوم اور سائنس کی ایجادات میں بڑی ترقی کی ہے اور من کل امر سلام کے وعدہ کے بموجب دنیوی ترقیات کے ایک حصہ کو پورا کیا ہے باقی رہا دوسرا حصہ من کل امر سلام اور ھی حتّٰی مطلع الفجر کا جو دینی ترقیات کا دوسرا پہلو ہے وہ اس شخص کی ذات بابرکات سے وابستہ ہے جس نے دنیا میں آکر بڑے زور سے چلا کر کہا کہ ؎

مژدہ کہ مسیحا دم است و مہدی وقت
بشان او دگرے کے ز اتقیا باشد۔
چو غنچہ بود جہانے خموش و سر بستہ
من آدم بقدومیکہ از صبا باشد

(تریاق القلوب)

سورۃ البیّنۃ رکوع اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت ۱۔ لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتّٰی تاتیھم البیّنۃ۔ لم یکن منفکین کے معنے یہ ہیں کہ اہل کتاب کے تمامی فرقے اور مشرکین کے تمامی فرقے شرک اور بت پرستی کے اغلال سے کبھی جدا ہونیوالے نہ تھے اگر بیّنۃ نہ آتی۔ آگے بیّنۃ کے معنے خود ہی بیان فرمادیے۔ آیت شریفہ میں پتہ دیا گیا ہے اس بات کا کہ رسول کے آنے کا زمانہ کب ہوتا ہے۔ پہلے پارہ کے چودہویں رکوع میں بھی رسول کے آنے کے زمانہ کی خبر دی ہے جہاں فرمایا ہے۔

قالت الیھود لیست النصارٰی علےٰ شیئٍ وقالت النصارٰی لیست الیھود علیٰ شیئٍ وھم یتلون الکتاب۔

اور مزہ یہ ہے کہ دونوں ہی فرقے آسمانی کتاب سے استدلال لے رہے ہیں دونوں فرقوں کے پاس آسمانی کتاب ہو اور پھر وہ باہم استدلال میں ایک دوسرے کی مخالفت میں تل جائیں تو بالطبع ضروری اور لازمی ہوگا کہ کوئی تیسرا حکم اور عدل آوے اور خدائی فیصلہ ان کو خدا کیطرف سے سنادے۔ یہی حال ہمارے وقت میں اندرون اسلام قرآن کریم ہی سے تمسک کرنے والے مسلمانوں کا ہوگیا تھا اہل حدیث غیر اہلحدیث کے اور ائمہ سلف کے متبعین باہم ایک دوسرے کے باوجود ایک ہی آسمانی کتاب کے متمسک ہونے کے سخت مخالف ہوگئے تھے۔ وقت بتلا رہا تھا کہ اب کوئی آسمانی حکم عدل آوے۔ سو خداوند تعالےٰ کے فضل و کرم سے بمقتضائے وقت حکم و عدل آیا۔ چاہیئے تو تھا کہ فیصلہ ہو جاتا مگر نظیر موجود ہے کہ

آیت ۳۔ ماتفرّق الّذین اوتوا الکتاب الّا من بعد ماجاءتھم البیّنۃ حکم و عدل کی بات کو بھی لوگ بغیاً بینھم کی وجہ سے نہیں مان لیا کرتے آیۃ شریفہ میں

دو اگلی نظیریں موجود ہیں۔ اہل کتاب نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر بھی بیّنہ آنے پر تفرقہ کیا اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کے تفرقہ کو تو نظیر ہی لگے تفرقہ کی تبلایا ہے۔ اذا تثنّی فتثلث۔ جو دو نظیریں موجود ہیں تو تیسری نظیر کیوں نہ قائم ہو؟ یہ اختلاف نبی کی صداقت کی دلیل ہے۔ نبی مسلمات کو ماننے کے لئے نہیں آیا کرتے بلکہ کچھ اپنی منوانے کے لئے آتے ہیں۔ قرآن شریف میں ۱۱۴ کتبٌ قیمہ ہیں۔

آیت ۵۔ مخلصین له الدین حنفاء حنیف کے معنے خود ہی اسجگہ مخلص موجود ہیں۔ دوسری جگہ حنیفاً وما انا من المشرکین فرمایا ہے یہاں بھی عدم شرک جو اخلاص کے مترادف ہے۔ حنیف کی صفت بیان ہوئی ہے۔

آیت ۶ ۔ شرُّ البریّة۔

آیت ۷ ۔ خیر البریّة۔

بَرِیّہ اور بَرَایا دونوں کے ایک معنے ہیں یعنے مخلوق۔ بَرَاَ خَلَقَ۔ باری خالق کے خداوند تعالے کا صفاتی نام ہے۔

آیت ۸ ۔ خالدین فیھا اَبَدًا رضی اللّٰہ عنہم ورضوا عنہ۔ جو وعدے صحابہ کو دیئے گئے تھے۔ وہ صرف آخرت ہی کے نہیں تھے بلکہ دنیا اور آخرۃ دونوں ہی کے تھے۔ دنیا کے انہار صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے لئے جیحوں۔ سیحوں۔ دجلہ اور فرات تھے۔ اَبدًا کی شہادت اس وقت تک کے قبضہ سے موجود ہے۔ آیۃ ۷ میں اٰمنوا وعملوا الصالحات فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ کی کمزوری جس قدر ہو گی۔ اسی قدر ان انہار وجنات وغیرہ کے قبضہ میں بھی کمزوری واقع ہو گی۔ اہل شیعہ پر بھی یہ آیت شریف حجت ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال اگر اعمال صالحہ نہ ہوتے۔ تو یہ انہار وجنات ان کو کس طرح ملتی رضی اللہ تعالےٰ عنہم ورضوا عنہ۔ آگے فرمایا کہ ذٰلک لمن خشی ربّہٗ۔ معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم غاصب نہیں تھے۔ خشیۃ اللہ انہیں سب سے بڑھ کر تھی۔

اس سُورۃ کے ابتداء میں تو بتایا کہ مکّہ اور مدینہ کے مشرکین اور اہل کتاب میں جو انقلاب مقدر تھا وہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت پر موقوف تھا چنانچہ یہ بات کسی مزید توضیح کی محتاج نہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد عرب کی کایا ہی پلٹ گئی اور آپ سے پہلے ساری قومیں تمام فرقے اور اہل مذاہب اپنے مرکز توحید سے دور جا پڑے تھے۔ اور ہر قسم کی بداعتقادیوں۔ بداخلاقیوں اور بداعمالیوں میں مبتلا تھے اِسلئے قرآن کریم نے فرمایا۔

ظھر الفساد فی البرّ والبحر:۔

علاوہ بُت پرست مشرکوں کے۔ اہل کتاب بھی مختلف قسم کے شرکوں اور عملی نجاستوں میں گرفتار تھے اور اسطرح پر رُوحانی نکتہ خیال سے دنیا مرچکی تھی اور یہ بگڑی ہوئی قومیں اصلاح پذیر نہیں ہو سکتی تھیں۔ جب تک البیّنہ نہ آوے۔ چنانچہ وہ موعود البیّنہ (نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) آئے اور آپنے دنیا کو اس گند اور ناپاکی سے پاک کیا جس میں وہ مبتلا تھی۔ البیّنہ کے معنے خود قرآن مجید نے کر دیئے ہیں۔ رسول من اللّٰہ یتلوا صحفاً مطھرۃ یعنے وہ اللہ کا موعود رسُول جو انپر پاک صحیفے پڑھتا ہے۔ کتب مقدسہ میں آں حضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی جو پیشگوئی کی گئی تھی اس میں یہی لکھا تھا کہ میں اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالوں گا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی تھی اس میں بھی یہی کہا گیا تھا کہ ایسا رسول مبعوث فرما۔ جو تیری آیتیں ان پر تلاوت کرے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں بار بار آیا ہے۔ یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ۔ غرض وہ کامل اور خاتم رسول آگیا۔ اور وہ پاک صحیفے انپر تلاوت کرنے لگا۔ مگر باوجود اسکے کہ زمانہ کی حالت طبعی اور قوموں کی علمی اور اعتقادی سخت تقاضا کر رہی تھی کہ ایک زبردست رسول آئے اور خود اہل کتاب بھی تورات اور صحائف انبیاء اور عہد جدید کی پیشگوئیوں کے موافق منتظر تھے۔ کہ مثیل موسیٰ اور مبشر عیسےٰ (فارقلیط) آنے والا ہے مگر جب وہ آگیا۔ تو بغض وحسد سے انکار کر دیا۔ حالانکہ یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ ضرورت نبوت کے وہ قائل اور مثیل موسےٰ اور مبشر عیسےٰ کے وہ منتظر اور پھر آنے والے نے کوئی نئی تعلیم نیا مذہب پیش نہیں کیا بلکہ اللہ تعالےٰ کے پاک صحیفے انپر تلاوت کرتا ہے۔ اور تمام دنیا کی صداقتیں اس کی کتاب میں موجود ہیں۔ فیھا کتبٌ قیمہ۔ یعنے قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے کہ تمام دنیا کی الہامی کتب کی جمیع محکم اور مستقل صداقتیں اس میں موجود ہیں آیت بتاتی ہے کہ قرآن مجید تمام کتب سابقہ پر شامل اور جامع اور مھیمن کتاب ہے اور ہر قسم کی تحریف وتبدیل۔ ترمیم تنسیخ سے پاک اور خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الکتب ہے بہر حال اس نبی نے کوئی نئی تعلیم پیش نہیں کی۔ اور کہا کہ ماکنتُ بدعًا من الرسل اور وہی تعلیم دی جو سب نبی دیتے آئے کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو۔ اخلاص کے ساتھ اپنی عملی اور اعتقادی حالت کی اصلاح کرو۔ شرک چھوڑ دو۔ نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ دو کیونکہ یہی دین قیم ہے اسطرح پر انپر اتمام حجت کیا۔

پارہ ۳۰۔ سُورۃ الزلزال

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

آیت ۱۔ اذا زلزلت الارض زلزالھا۔

آیت ۲۔ واخرجت الارض اثقالھا۔

آیت ۳۔ وقال الانسانُ مالھا۔

زمینی تزلزل اور اخراج اثقال کے معنے دو طرح پر ہیں ایک تو قیامت کو زمین کا سخت بھونچال ہونا اور تمامی مدفونوں کا باہر نکلنا اور دوسرے معنے یہ کہ الارض سے مُراد اہل ارض ہیں جیسا کہ فلیدعُ نادیہٗ میں نادی سے اہل نادی مراد ہیں

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

بقیہ نوٹ سورۃ الزلزال

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

زلزلت زلزالھا۔ سے مراد ہے کہ خوب زور شور کی جنبشیں اہل ارض میں پیدا ہونگی۔ دراصل اس سورہ شریفہ کے الفاظ سورہ القدر کے بیان کے مفسر ہیں۔ سورۃ القدر میں فرمایا تھا کہ تنزّل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربّھم یعنے قابل قدر زمانہ میں فرشتوں کا نزول کثرت سے ہوگا اور الروح جو فرشتوں کے سردار ہیں ان کا بھی نزول ہوگا۔ اسجگہ آیۃ ۲ میں اخرجت الارض اثقالھا فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ فرشتوں ہی کی تحریکات سے اہل ارض زمین سے ہر قسم کے اثقال باہر نکال دینگے

یہ اثقال معدنیات کے قسم سے بھی ہیں اور علوم و فنون کے قسم سے بھی ہیں۔ جس قدر معدنیات اس وقت ہیں نکلے اور نکل رہے ہیں اس کی نظیر اگلے زمانہ میں پائی نہیں جاتی اور جسقدر علوم و فنون اہل ارض کے ہاتھوں سے ملائکۃ اللہ کی تحریکات سے اب ظاہر ہو رہے ہیں اس کی بھی نظیر سابقہ زمانہ میں پائی نہیں جاتی۔ تیسری آیۃ میں جو قال الانسان مالھا ہے اس سے زیادہ ترترجمان اسی بات کا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات قبل از قیام ساعت دنیا ہی میں ہونیوالے ہیں۔ کیونکہ انسان کا استعجاب سے مالھا کہنا۔ دنیوی روز افزوں ترقیات و عجائبات کے ظہور کی وجہ سے ہوگا۔ آخرۃ میں بعث بعد الموت کے وقت تو تمامی امور سب برحق الیقین کے طور پر کھل جاویں گے اسوقت انسان تعجب کا کلمہ نہیں کہے گا بلکہ یالیتنی قدّمت لحیاتی کہے گا۔ ۱۲

آیت ۴۔ یومئذ تحدّث اخبارھا۔

آیت ۵۔ بانّ ربّک اوحٰی لھا۔

اہل ارض جس قدر اپنے اخبار اس وقت شائع کر رہے ہیں وہ ظاہر ہے جسقدر باریک در باریک علوم و فنون اہل ارض اس وقت ظاہر کر رہے ہیں یہ ملائکۃ اللہ ہی کی تحریک کے نتائج ہیں یہ ایسی وحی ہے جیسے کہ شہد کی مکھی یا نحل کی وحی۔ وحی کے معنے صرف لطیف رموز و اشارات و کنایات کے ہیں۔ وحی کے تین مراتب سورۃ الشورٰے میں ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا الخ میں بیان ہوئے ہیں یہاں صرف لغوی معنے وحی کے مراد ہیں اور دوسری اور تیسری قسم وحی کی ہی مراد لیجاوے تو بھی صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ نزول ملائکہ کے ساتھ الروح کے بھی نزول کا ذکر ہے جو ملائکہ کے سردار ہیں اور سردار سرداروں سے ملاکرتے ہیں۔ مشہور قول ہے کہ "جیسی رُوح ویسے فرشتے۔"

آیت ۶۔ یومئذ یصدر الناس اشتاتا۔ لیروا اعمالھم۔

صدر اور ضد ہے ورود کا۔ ماحصل آیۃ کا بلفظ دیگر یہ ہے کہ کُلّ اناء یترشّح بما فیہ۔ ہر برتن سے وہی چیز ٹپکے گی۔ جو اس ظرف میں ہوگی۔ خداوند تعالے کیطرف سے ملائکۃ اللہ کے ذریعہ سے وحی تو ہوئی مگر ہر چہ گیرد علتی علت شود کے قاعدہ کے بموجب دابۃ الارض یعنے زمینی کیڑے سفلی علوم کی ترقی کی طرف جھک پڑے اور خداوند تعالے کے پاک روحوں کو پاک روح کے نزول سے ایسے حقائق معارف کھلے کہ جو دین اور دار آخرۃ کے لئے مفید ہیں۔ صدر جس کے معنے لوٹنے کے ہیں اس سے مُراد ملائکۃ اللہ کے اثر سے متاثر ہوکر مخفی استعدادوں کو کمن قوہ سے حیز فعل میں لانے کے ہیں یہی لوگوں کا صدور اور ان کا لوٹنا ہے۔

آیت ۷۔ فمن یعمل مثقال ذرّۃ خیرا یرہٗ۔

آیت ۸۔ ومن یعمل مثقال ذرّۃ شرّا یرہٗ۔

پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں آیتوں کو جامعۃ فاذّۃ فرمایا۔ ہر نیکی بدی کے تولنے کے لئے یہ کانٹے کی میزان ہے۔ مثقال ترازو کے جو کے وزن کا نام ہے اور ذرہ بہت ہی کم مقدار چیز ہے۔ جزا و سزا بھی انسان کو ہر وقت ملتی رہتی ہے اگر غور کرتا رہے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ فلاں عمل کی یہ جزا ملی اور فلاں کی یہ۔ نامۂ اعمال کے جزا و سزا کا حال بھی آنکھ کے بند ہونے پر معلوم ہوجائے گا۔ ؎

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت ؁

کہ با کہ باختہٖ عشق در شب دیجور ؁

پارہ ۳۰۔ سورۃ العٰدیٰت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سورہ شریفہ کا مضمون شریف الطبع گھوڑے کی وفاداری اور اس کے بالمقابل انسان کی بے وفائی اور اس پژمردہ دلوں سے پروردگار کیطرف سے مناقشہ ہے۔ ترتیب آیات میں وفاداری کی تدریجی ترقیات کو دکھایا ہے۔

آیت ۱۔ والعٰدیٰت ضبحا۔ عادیہ کی جمع عادیات ہے۔ عادیہ عدو سے مشتق ہے۔ عدو کے معنے دوڑنے کے ہیں۔ جمع میں و۔ ی سے بدل گئی۔

ضبح گھوڑے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو دوڑنے کے وقت اس کے حلق و سینہ سے نکلتی ہے یہ وفاداری کا پہلا قدم ہے۔

آیت ۲۔ فالموریٰت قدحا۔ ایرا کے معنے آگ نکالنے کے ہیں۔

بیچارہ بے زبان محبت کی آگ کس ذریعہ سے نکالے؟ پتھریلی زمین میں ٹھوکریں کھاکر نعل در آتش ہوکر آگ جھاڑتا ہے اور اپنے سوار کو وفاداری دکھلاتا ہے یہ وفاداری کا دوسرا قدم ہے۔

آیت ۳۔ فالمغیرات صبحاً۔ مالک کے دشمن پر رات بھر کی دوڑ کا تھکا ہوا صبح کے وقت جا پڑتا ہے یہ وفاداری کا تیسرا قدم ہے۔ غارہ چھاپا مارنے کو کہتے ہیں۔

آیت ۴۔ فاثرن بہ نقعاً۔ نقع کے معنے گرد وغبار کے ہیں اور اثر ان کا اُڑانا ہے۔ یہ وفاداری کا چوتھا قدم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر یاد آگیا ؎

اگرچہ در رہِ جاناں چو خاک گردیدم
دلم تپد کہ فدایش غبار خود بکنم

آیت ۵۔ فوسطن بہ جمعاً۔ عادیات موریات وغیرہ ہر فعل کو جمع کے صیغہ سے بیان فرماکر آخر میں بھی جمعاً فرمایا اس تاکید میں یہ اشارہ ہے کہ جس جماعت کا شیرازہ کمزور ہے وہ جماعت فاتح نہیں ہوسکتی۔ پانچواں قدم وفاداری کا یہ بیان ہوا ہے کہ میدان جنگ کے وسط میں تلواروں اور نیزوں کی زد کے نیچے یہ گھوڑے اپنے مالک کو پشت پر سوار کئے ہوئے پیٹھ جاتے ہیں پھر آگے وفاداری و جان بازی کے جو کچھ حرکات اس شریف الطبع بے زبان جانور سے صادر ہوتی ہیں۔ انکو ان کے سوار ہی خوب جانتے ہیں۔

آیت ۶۔ انّ الانسان لربّہ لکنود۔ یہ چھٹی آیت جواب قسم ہے۔ کنود کند سے ماخوذ ہے اور کند کے معنے قطع کرنے کے ہیں۔ رسّی کے کاٹ دینے کو کند الحبل کہتے ہیں۔ گھوڑا گھانس۔ توڑی۔ بھوسا کھاتا ہے اور وفاداری میں بڑا جانباز ہے۔ انسان ہزاروں قسم کی لذیذ سے لذیذ نعمتیں اپنے ربّ کی دی ہوئی کھاتا ہے اور وفاداری کے وقت اس رشتۂ ربوبیّت کو کاٹ دیتا ہے۔ بے وفا ناز پروردہ انسان جو بھینسے کی طرح پھولا ہوا ہوتا ہے اس کی مثال اس شعر میں خوب بیان کی گئی ہے۔

اسپ لاغر میاں بکار آید ✦ روزِ میدان نہ گاوِ پرواری

گھوڑا میدان کے دن بڑا چست ہوتا ہے۔ مگر بے وفا انسان کُسْل ہوتا ہے کنود میں اسی بات کو بیان فرمایا ہے۔

آیت ۸۔ و انّہ لحبّ الخیر لشدید۔ شدید کے معنے بخیل اور ممسک کے بھی ہیں۔ فلانٌ شدیدٌ ومتشدّد۔ بولا کرتے ہیں۔ خیر بمعنی مال۔ جیسا کہ فرمایا۔ ان ترک خیرٌ الوصیۃ پ۲۔ حبّ کے لغت کے معنے پُر ہونے اور بھر جانے کے ہیں۔ معنے آیۃ یہ ہیں کہ دل کے ہر گوشہ میں مال کی محبت جاگزین ہوگئی اور پر ہوگئی ہے۔ کہ رب کی وفاداری کے لئے کوئی گوشہ خالی نہ رہا۔

آیت ۹۔ افلا یعلم اذا بعثر ما فی القبور۔

آیت ۱۰۔ وحُصّل ما فی الصدور۔

آیت ۱۱۔ انّ ربّھم بھم یومئذٍ لخبیر۔

بُعثِر کے معنے واذا القبور بعثرت پ۳۰ میں بیان ہوچکے ہیں۔ بعثر اور بحثر کے ایک ہی معنے ہیں اور یہ دونوں بعث اور بحث سے مرکب ہیں جن کے معنے کریدنے اور مناقشہ کرنے کے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ من نوقش عذّب۔ جس کے حساب میں ذرا بھی کُرید کیگئی وہ عذاب کیا جائے گا۔ ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ مردہ دل بے وفا جو پنجر قالب میں مقید ہیں ان کی وفاداری اور بے وفائی کی جب کرید ہوگی۔ تو ان کا پرورش کنندہ ان سے ان کی باغیانہ حرکتوں کی خوب خبر لیگا۔ لَ تاکید کے لئے ہے۔ یہ کُرید حساب کی دنیا میں بھی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اقترب للناس حسابھم میں دونوں حساب مراد ہیں بلکہ نبی کی معرفت دنیوی محاسبہ اقرب ہے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انا الحاشر الّذی یحشر النّاس علےٰ قدمی

(اس سورہ شریف کے متعلق عاجز پر یہ بھی کھولا گیا ہے کہ اس میں اس زمانہ کی سواری ریل کی پیش گوئی اور اس زمانہ میں ایک نبی کے آنے کی خبر ہے یہ تفسیر علیحدہ رسالہ میں چھاپی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ ایڈیٹر)

سُورۃ الْقَارِعَۃُ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

آیت ۱۔ القارعۃ۔ قارعہ قرع سے مشتق ہے۔ قرع کے معنے کسی چیز کو سختی اور شدت سے بجانے اور مارنے کے ہیں۔ خوفناک حادثہ اور مصیبت کو بھی قارعہ اسی لئے کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں دوسری جگہ فرمایا ہے۔ ولا یزال الّذین کفروا تصیبھم بما صنعوا قارعۃ پ۱۳ معلوم ہوا کہ دنیا کا عذاب بھی قارعہ ہے اور آخرۃ کی مصیبت بھی قارعہ ہے

آیت ۴۔ یوم یکون النّاس کالفراش المبثوت۔ فراش۔ ٹڈیاں بلکہ کل پروار چھوٹے چھوٹے جانور جو چراغ کے گرد جمع ہوجاتے ہیں۔ مبثوت۔ منتشر۔ بکھرے ہوئے۔

آیت ۵۔ وتکون الجبال کالعھن المنفوش۔ عھن اُون یا صوف مختلف رنگ کے۔ نَفَش کے معنے دُھنکنے کے ہیں۔ منفوش۔ دُھنکے ہوئے۔ جبال کا اطلاق بڑے بڑے بادشاہوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ آیت میں دونوں قسم کے عذاب اور تباہیوں کا ذکر ہے۔ جو جنگوں میں ہوتے ہیں اور آخرۃ میں بھی ہوں گے۔ جیسا کہ تصیبھم بما صنعوا قارعۃ سے واضح ہے۔

آیت ۹۔ فامّہ ھاویۃ۔ ہاویہ کو اُمّ کہنے میں یہ مطلب ہے کہ جب تک تربیت یافتہ نہ ہوئا اسے تعلق رہتا ہے بعد تربیت پالینے کے

مال سے علیحدگی ہو جاتی ہے اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد طول مکث کے دوزخی دوزخ سے نکالدیئے جائیں گے۔ ھاویہ طبقے کے بھی نکالدیئے جائیں گے جو سب سے نیچے کا طبقہ ہے اسی لئے وہ طبقہ ہاویہ کہلاتا ہے۔ امّ اور ھوے دونوں ایک جا جمع ہونے سے یہ اشارۃ پائی جاتی ہے۔

آیت ۱۱۔ نارٌ حامیۃٌ۔ نار۔ دوزخ اور نار حرب دونوں مراد ہیں حرب کو بھی نار ہی فرمایا ہے۔ کلّما اوقدوا ناراً للحرب اطفاھا اللّٰہ ۱۲/۷

پارہ ۳۰۔ سُورۃ التکاثر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت ۱۔ الھٰکم التکاثر۔ الھا کے معنے کسی چیز سے غافل کر کے دوسری چیز میں مشغول کرنے کے ہیں جیسے فرمایا۔ رجالٌ لا تلھیھم تجارۃٌ ولا بیعٌ عن ذکر اللّٰہ۔ تکاثر۔ ایک دوسرے پر زیادۃ مال کی حرص کرنا اسی واسطے کہا گیا ہے کہ من شغلک عن اللّٰہ فھو مشؤمٌ

آیت ۲۔ حتّیٰ زرتم المقابر۔ صحیحین میں روایت ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور دو چیزیں اس کی جوان رہ جاتی ہیں ایک انمیں سے حرص مال ہے ابو ہریرہ سے یہ مروی ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُورۃ التکاثر پڑھی اور پھر فرمایا۔ بندہ کہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے یہ میرا مال ہے۔ حالانکہ اس کا مال تو صرف اتنا ہی ہے۔ جو کھالیا وہ تو فنا کر دیا اور جو پہن لیا اس کو پرانا کر دیا اور جو خدا کی راہ میں دے دیا اس کو آگے کے لئے جمع کیا۔ ان تین قسموں کے سوا جو کچھ اور مال ہے وہ تو لوگوں کا ہے۔ مقابر کے ذکر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے۔ ملخص آپ ہی کے الفاظ میں یہ ہے وہ برزخ لغت عرب میں اس چیز کو کہتے ہیں۔ جو دو چیزوں کے درمیان واقع ہو سو چونکہ یہ زمانہ عالم بعث اور عالم نشاء اُولے کے درمیان واقع ہے اس لئے اس کا نام برزخ ہے۔ برزخ۔ عربی لفظ ہے جو مرکب ہے برّ اور زخ سے جس کے معنے یہ ہیں کہ طریق کسب عمل ختم ہو گیا اور ایک مخفی حالت میں پڑ گیا۔ برزخ کی حالت وہ حالت ہے کہ جب یہ ناپائدار ترکیب انسانی تفرق پذیر ہو جاتی ہے اور رُوح الگ اور جسم الگ ہو جاتا ہے اور جیسا کہ دیکھا گیا ہے جسم کسی گڑھے میں ڈال دیا جاتا ہے اور رُوح بھی ایک قسم کے گڑھے میں پڑ جاتی ہے۔ جس پر لفظ زخ کا دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ افعال کسب خیر یا شر پر قادر نہیں ہو سکتی کہ جو جسم کی تعلقات سے اس سے صادر ہو سکتے تھے۔ ہماری روح بغیر تعلق جسم کے نکمی ہے یہ بات بالکل باطل ہے کہ ہم خیال کریں کہ کسی وقت میں ہماری مجرد رُوح جس کے ساتھ جسم نہیں ہے کسی خوشحالی کو پا سکتی ہے اگر ہم قصہ کے طور پر اس کو قبول کریں تو قبول کریں۔ لیکن معقولی طور پر اس کے ساتھ کوئی دلیل نہیں ہم بالکل سمجھ نہیں سکتے کہ وہ ہماری روح جو جسم کے ادنےٰ ادنےٰ خلل کے وقت بے کار ہو کر بیٹھ جاتی ہے وہ اس روز کیوں کر کامل حالت پر رہے گی جبکہ بالکل جسم کے تعلقات سے محروم کی جائے گی کیا ہر روز ہمیں تجربہ نہیں سمجھاتا کہ روح کی صحت کے لئے جسم کی صحت ضروری ہے جب ایک شخص ہم میں سے پیر فرتوت ہو جاتا ہے تو ساتھ ہی اس کی رُوح بھی بوڑھی ہو جاتی ہے۔ اس کا تمام علمی سرمایہ بڑھاپے کا چور چرا لے جاتا ہے جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔

لکیلا یعلم بعد علم شیئاً۔

یعنے انسان بوڑھا ہو کر ایسی حالت تک پہنچ جاتا ہے کہ پڑھ پڑھا کر پھر جاہل بن جاتا ہے پس ہمارا یہ مشاہدہ اس بات پر کافی دلیل ہے کہ رُوح بغیر جسم کے کچھ چیز نہیں اور یہ خیال بھی انسان کو حقیقی سچائی کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اگر روح بغیر جسم کے کچھ چیز ہوتی تو خدا کا یہ کام لغو ٹھہرتا کہ اس کو خواہ نخواہ جسم فانی سے پیوند دے دیتا اور یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ خدائے تعالےٰ نے انسان کو غیر متناہی ترقیات کے لئے پیدا کیا ہے۔ پس جس حالت میں انسان اس مختصر زندگی کی ترقیات کو بغیر رفاقت جسم کے مجرد روح سے حاصل نہیں کر سکتا تو کیونکر امید رکھیں کہ ان ناتناہی ترقیات کو جو ناپیدا کنار ہیں۔ بغیر رفاقت جسم کے خود بخود حاصل کر لے گا سوان تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ رُوح کے افعال کامل صادر ہونے کے لئے اسلامی اصول کی رو سے جسم کی رفاقت رُوح کے ساتھ دائمی ہے گو موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہو جاتا ہے مگر عالم برزخ میں مستعار طور پر ہر ایک روح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کے لئے جسم ملتا ہے وہ جسم اس جسم کی قسم میں سے نہیں ہوتا بلکہ ایک نور سے یا ایک تاریکی سے جیسا کہ اعمال کی صورت ہو جسم تیار ہوتا ہے گویا کہ اس عالم میں انسان کی عملی حالتیں جسم کا کام دیتی ہیں ایسا ہی خدا کے کلام میں بار بار ذکر آیا ہے کہ بعض جسم نورانی اور بعض جسم ظلمانی قرار دیئے ہیں جو اعمال کی روشنی یا اعمال کی ہی ظلمت سے طیار ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ راز ایک نہایت دقیق راز ہے مگر غیر معقول نہیں۔ انسان کامل ایسی زندگی میں ایک نورانی وجود اس کثیف جسم کے علاوہ پا سکتا ہے اور عالم مکاشفات میں اس کی بہت مثالیں ہیں اگرچہ ایسے آدمی کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے جو صرف ایک موٹی عقل کی حد تک ٹھہرا ہوا ہے۔ لیکن جن کو علم مکاشفات میں سے کچھ حصّہ ہے وہ اس قسم کے جسم کو جو اعمال سے طیار ہوتا ہے۔ تعجب اور استبعاد کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے بلکہ اس مضمون سے لذت اُٹھائینگے۔ غرض یہ جسم جو اعمال کی کیفیت سے ملتا ہے یہی عالم برزخ میں نیک و بد کی جزا کا موجب ہوتا ہے۔

میں اس میں صاحب تجربہ ہوں جو مجھے کشفی طور پر عین بیداری میں بارہا بعض مُردوں کی ملاقات کا اتفاق ہوا ہے۔ اور میں نے بعض فاسقوں اور گمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھا۔ کہ گویا وہ دھوئیں سے

اناگیاہے۔ غرض میں اس کوچہ سے ذاتی واقفیت رکھتا ہوں۔ میں زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ایسا ضرور مرنے کے بعد ہی ہر ایک کو ایک جسم ملتا ہے خواہ نورانی ہو۔ خواہ ظلمانی۔ انسان کی یہ غلطی ہوگی کہ اگر وہ ان نہایت باریک معارف کو صرف عقل کے ذریعہ سے ثابت کرنا چاہے ایک اور بات یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدا نے ان لوگوں کو جو بدکاری اور گمراہی میں پڑ گئے اپنے کلام میں مُردہ کے نام سے موسوم کیا ہے اور نیکوکاروں کو زندہ قرار دیا ہے اس میں بھید یہ ہے کہ جو لوگ خدا سے غافل مرے۔ انکی زندگی کے اسباب جو کھانا پینا اور شہوتوں کی پیروی تھی۔ منقطع ہو گئے اور روحانی غذا میں ان کو کچھ حصہ نہ تھا پس وہ درحقیقت مر گئے۔ وہ صرف عذاب اٹھانے کے لئے زندہ ہوں گے مگر جو لوگ خدا کے محب ہیں وہ موت سے نہیں مرتے۔ کیونکہ ان کا پانی اور ان کی روٹی ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ خدا کی کتاب میں نیک و بد کی جزا کے لئے دو مقام پائے جاتے ہیں ایک عالم برزخ۔ جس میں مخفی طور پر ہر ایک شخص جزا پائیگا بُرے لوگ مرتے کے ساتھ ہی جہنم میں داخل ہوں گے۔ نیک لوگ مرنے کے بعد ہی جنت میں آرام پائیں گے جیسا کہ فرمایا ہے۔ قیل ادخل الجنۃ ۲۳/۲ "حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران۔ قبر یا تو ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یا ایک گڑھا ہے۔ دوزخ کے گڑھوں سے۔

آیت ۵۔ لو تعلمون علم الیقین۔

آیت ۶۔ لترون الجحیم۔

آیت ۷۔ ثم لترونھا عین الیقین۔

ان ہر سہ آیات میں یقین کے تین مراتب کا ذکر فرمایا ہے ایک علم الیقین۔ دوسرا عین الیقین۔ تیسرا حق الیقین۔ دنیا میں بعض اوقات جزا سزا کے ملنے پر آخرۃ کی جزا سزا کا یقین علمی پیرایہ میں ہو جاتا ہے۔

قبر اور برزخ کی جزا سزا۔ عین الیقین کے طور پر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبر میں جنت یا دوزخ کیطرف سے کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں۔ یوم الحشر کی جزا سزا حق الیقین ہیں جو عین یقین ہیں

پارہ ۳۰۔ سُورۃ العصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت ۱۔ والعصر

آیت ۲۔ ان الانسان لفی خسر۔

عصر کے معنے مطلقاً وقت کے ہیں۔ قسم کے طور پر وقت کو اس لئے یاد فرمایا کہ اس کی عظمت اس کا مفید ہونا انسان سوچے انسان کی عمر کا وقت برف کے تاجر کی طرح ہے کہ ہر لحہ ہر دقیقہ معرض خسران میں پڑا ہوا ہے۔ جس نے جٹ پٹ اس سے فائدہ اٹھالیا۔ وہ مزے میں رہا۔ عصر کے معنے نچوڑنے کے ہیں۔ اس صورت میں والعصر کے یہ معنے ہیں کہ اسلام سارے ادیان کے حقائق و معارف کا نچوڑ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

من استوی یوماہ فھو مغبون۔

یعنے جس کے دو دن برابر ہے اور اس نے کوئی ترقی نہ کی یا ان دونوں میں کوئی کسب خیر نہ کیا وہ گھاٹے میں ہے۔ ابو مزینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عادت تھی کہ جب دو صحابی بھی آپس میں ملاقات کرتے تو تذکیر کے طور پر یہ سورۃ شریفہ ایک دوسرے کو سناتے۔ نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک کوئی فرض نماز نہیں۔ سنت الطواف کے سوائے بھی کوئی نفل نماز نہیں اس میں یہ اشارہ ہے کہ

پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور شریعت نہیں۔

آیت ۳۔ الا الذین امنوا وعملوا الصلحت الخ

ایمان اور عمل صالحہ کے لئے بعض زمانہ بڑا ہی قابل قدر ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں ایک اور مقام میں فرمایا ہے۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل۔ اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا ۲۷/۱۸

حدیث شریف میں اسی آیت کی تفسیر یوں ہے۔ کہ سابقین اولین میں سے جو اصحاب پہلے پہل ایمان لائے اور انفاق فی سبیل اللہ ایک مٹھی بھر جو کے ساتھ کیا بعد میں ایمان لانے والے اور پہاڑ برابر سونا خرچ کرنے والے ان اگلوں کی برابری نہیں کر سکتے۔ وکلا وعد اللہ الحسنیٰ ۲۷/۱۸۔ اور یوں تو اللہ تعالے نے اگلے پچھلے سب کو نیک وعدے دئے ہیں وتواصوا بالحق کی نسبت بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو حق بات جانتا ہے اور بیان نہیں کرتا وہ گونگا شیطان ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ایسے کو بروز قیامت آگ کی لگام چڑھائی جائے گی ایمان۔ اعمال صالحہ۔ وصیت بالحق اور وصیت بالصبر جو اسلام کا نچوڑ ہے اس چھوٹی سی سورۃ میں بیان فرما دیا۔ اسی لئے صحابہ رضی اللہ عنہم بطور تذکیر ملاقاتوں کے وقت ایک دوسرے کو سنا دیا کرتے۔ احباب بھی اس سنت صحابہ پر عمل کریں۔

گوش زدہ اثرے دارد۔ وصیت بالحق میں اتنا غلو نہ کرے۔ کہ تمسخر اور لمز تک نوبت پہنچ جاوے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ ؛

مرتبہ محمد صادق عفے اللہ عنہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

پارہ ۳۰۔ نوٹ سورۃ الھُمَزۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت ۱۔ ویل لکلّ ھمزۃ لّمزۃ۔

ہُمَزَۃ میں تا مبالغہ کے واسطے ہے جیسے علام علامہ ھمز کے معنے توڑنے کے ہیں اور لمز کے معنے طعنہ مارنے کے ہیں۔ ہمزہ لمزہ کے معنے لوگوں کی آبرو اور عزتوں پر طعن وتشنیع کے ذریعہ شکستگی پیدا کرنے کے ہیں۔ ہمزہ وہ شخص ہے جو روبرو بدگوئی کرے یا آنکھ اور ابرو وغیرہ کے اشارات سے کسی کی تحقیر کرے۔ اور لامز جو پس پشت کسی کی بدگوئی کرے۔ کلّ کا لفظ جامع ہے۔ ہر قسم کے ہامزین ولامزین پر کیسے با شد مسلم ہو یا کافر۔ انبیاء کے اخلاق میں کبھی یہ ضعف پایا نہیں جاتا۔

آیت ۲۔ الّذی جمع مالًا وعدّدہٗ ؛ حبّ الدنیا راس کلّ خطیئۃ۔

مال کے جمع کرنے کی حرص کو ہر قسم گناہ سے شدید مناسبت ہے۔ منجملہ ان کے ایک ہمّازی اور لمّازی بھی ہے۔

آیت ۵۔ وما ادرٰلک ما الحطمہ۔ حطم کے لغوی معنے بھی توڑنے ہی کے ہیں۔ زراعت کا غلّہ جو چور نے کے لئے جانوروں کے پیروں سے روندا جاتا ہے وہ حطام کہلاتا ہے۔ کما قال اللہ تعالےٰ لو نشاء لجعلنٰہ حطامًا $\frac{۲۲}{۱۵}$ ہمز اور لمز کی جزا میں بھی سزا بالمثل کے طور پر اللہ تعالےٰ نے نار جہنم کے طبقہ کا نام حطمہ بیان فرمایا ہے۔

آیت ۷۔ الّتی تطّلع علے الافئدۃ۔

آیت ۸۔ انّھا علیھم مؤصدۃ۔

آیت ۹۔ فے عمدٍ ممدّدۃ۔

جو شخص مال کے جمع کرنے کی فکروں میں چور رہتا ہے اس کے دل پر ذرا ذرا سے نقصان کے وقت آگ کی لپٹ کی طرح صدمات شعلہ زن ہوتے رہتے ہیں۔ اسی دنیا میں ایسا شخص زندہ درآتش ہوتا ہے۔ اس دل کی کیفیت کے اعتبار سے آگ کی لپٹ کی نسبت دل کی طرف کی۔ آیۃ ۸ میں مؤصدہ کے لفظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی راحتوں اور آرام کے دروازے بھی باوجود مال و دولت کے ہونے کے ان لوگوں پر بند ہوتے ہیں۔ فی عمدٍ ممدّدۃ لمبی لمبی امیدوں میں مبتلا ہو کر اس عذاب کا مزہ دنیا میں بھی چکھتے رہتے ہیں اور یہی عذاب آگ کا دنیا سے وہ آخرۃ میں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

اس سورہ شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں اور نکتہ چینیوں کو جو مکہ میں بستے آگاہ کیا ہے کہ ایک وقت آتا ہے کہ تمہارے یہ مال ومنال جو تم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کے لئے جمع کئے ہوئے ہیں اور تم سمجھتے ہو کہ یہ تمہارے پاس ہمیشہ رہیں گے اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کام نہ آئیں گے اور تم ہلاک ہو کر خطرناک عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے اور عام طور پر دوسروں کی حقارت۔ نکتہ چینی اور عیب بینی سے منع کیا۔ کہ بالآخر یہ خصال بد انسان کو ہلاکت کے کنوئیں میں گرا دیتی ہیں۔ مخالفین مکہ آخر اس پیش گوئی کے موافق مبتلائے عذاب ہوئے اور ان کے اموال کام نہ آئے۔

پارہ ۳۰۔ سُورۃ الفیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت ۱۔ الم تر۔ الم ترَ کے معنے الم تعلم کے ہیں کیونکہ اصحاب فیل کا واقعہ متواتر بیان سے ایسا معتبر و مشہور تھا کہ رویت اور علم کا حکم رکھتا تھا جس سال اصحاب فیل تباہ ہوئے اسی سال پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے آپکی ولادت ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی آپکی ولادت باسعادت کیلئے اصحٰب الفیل کا واقعہ بطور توطیہ وتمہید کے تھا کیف فعل ربّک فرماکر ربوبیت کے لفظ سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی فرمائی کہ آپکی پیدائش سے پہلے ہی جبکہ آپ کے رب نے آپکی خاطر اس قسم کی تدبیر کی کہ ایک بادشاہ کے زبردست لشکر کو ہلاک کر دیا تو وہ ربوبیت جبکہ آپ پیدا ہو چکے ہیں تو آپ سے اب الگ ہو سکتی ہے؟

آیت ۲۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل۔ تضلیل کے معنے تدبیر کے اکارت ہونے کے ہیں کما قال تعالےٰ اضلّ اعمالھم $\frac{۲۶}{۲}$ سورۃ محمدؐ کی اس آیت اور آیت باب دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

آیت ۳۔ وارسل علیھم طیرًا ابابیل۔ ابابیل کے معنے جھنڈ کے جھنڈ۔ یہ لفظ جمع ہے واحد اس کا نہیں ہوتا بعضوں نے ابول۔ ابیال اور ابالہ اس کا واحد قرار دیئے۔ غرضیکہ ابابیل کے معنے پرے باندھ کر قطار در قطار آنیوالے جانوروں کے ہیں عرب کہا کرتے ہیں جاءت الخیل ابابیل من ھھنا ومن ھھنا یعنے گھوڑوں کا لشکر قطار باندھ کر اس طرف سے اور اس طرف سے آ پہنچا۔

آیت ۴۔ من سجّیل۔ سجّیل کے معنے سخت کنکری کے ہیں سنگ اور گل سے اس لفظ کو مرکب جنھوں نے کہا ہے غلطی کی ہے عربی جیسے وسیع اور بامعنے زبان کو اس طور پر مرکب کرنے کی کیا ضرورت جس مقام پر یہ لشکر ہلاک ہوا وہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان کی جگہ ہے اب بھی حاجی لوگ رمی جمار کے لئے اسی میدان سے کنکریاں چنکر ساتھ لے آتے اور انسے رمی جمار کرتے ہیں غالبًا علاج فسد یا فسد اس کا مطلب ہو سجّیل اسجال سے مشتق ہے اسجال و ارسال ایک معنے ہیں بعضوں کی تحقیق ہے کہ جن کفار پر وہ کنکریاں گرتی تھیں انکو چیچک نکل آتی تھی مفصل بیان کتاب نور الدین صہ ۱۲۹ میں دیکھو۔

آیت ۵۔ کعصفٍ ماکول۔ عصف ماکول کے معنے خوید یا خوردہ ہیں جڑیاں الخ ...

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

بَدۡرِ مُنَوَّر

درس قرآن شریف

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ القریش

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ساتھ نام اللہ کے بخشنے والا مہربان

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ	اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ ۚ	فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ ۙ	الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ
واسطے الفت دلانے قریش کے	ان کو الفت دلانا سفر جاڑے اور گرمی میں	پس چاہیئے کہ عبادت کریں پروردگار اس گھر کے کی	جس نے کھانا دیا ان کو
	مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّاٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ۙ		
	بھوک سے اور امن دیا ان کو خوف سے		

تفسیری۔ ترجمہ با محاورہ

اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ اس کو شروع کیا جاتا ہے جس کی رحمت بلا مبادلہ سب کے واسطے عام ہے اور جو نیک عمل کرنے والوں کو انعام اور بدی کرنے والوں کو سزا دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے خانہ کعبہ پر حملہ کرنے والے اصحاب فیل کو ہلاک کیا اور اس گھر کی عزت کے واسطے کئی معجزات دکھائے تاکہ قریش اور ان کے ذریعہ سے پھر تمام دُنیا الفت پکڑے ان کی اُلفت کے واسطے جاڑے اور گرمی کے سفر کے اسباب مہیا ہوئے۔ خدا تعالےٰ کے اس قدر فضل اور انعام پر نگاہ کرکے چاہیئے کہ اس رب کی عبادت کریں۔ جس نے اپنے اس عبادت گاہ کی عزت بے نظیر طور پر دُنیا میں قائم کی اور جس نے اس کے اہل کو طعام کے سامان بہم پہنچا کر فقرو فاقہ سے بچایا اور ہر طرح کے خوف سے بے خوف کرکے اس جگہ کو دار الامن بنا دیا +

(مفصل تفسیر لکھنے سے پہلے اس جگہ سب سے اول حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تصنیف کردہ قلمی عربی تفسیر کو بمعہ ترجمہ لکھا جاتا ہے اور چونکہ وہ مختصر ہے۔ اس واسطے عربی بھی ساتھ لکھی جاتی ہے اور ترجمہ اُردو بھی کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

اَللَّام۔ لام التعجب۔ کمافی ؎

اعزك ان قالوا العزة شاعر

خیال ابوہ من عریفٍ وشاعر

لام تعجب کے لئے ہے۔ ؎

کیا تجھے اس بات نے دھوکہ دیا ہے کہ لوگوں نے کہا کہ عزہ بڑا شاعر ہے اس کے باپ پر تعجب ہے کہ اس کا بیٹا کیسا مبصر اور شاعر ہے +

الالف اجتماع مع التئام۔ قالہ الراغب وقال الهروی فی الغریبین۔ ایلاف عھود بینھم وبین الملوك۔

راغب اور ہروی نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ الف ایسے طور پر اکٹھا کرنے کو کہتے ہیں کہ مجتمع اشیا میں پوری پیوستگی ہو۔ ایلاف سے مراد وہ عہد و اقرار ہیں۔ جو قریش اور اسوقت کے ملوک کے درمیان قرار

نکان ھاشم یوالف ملك الشام والمطلب کسرے و عبد شمس و نوفل یوالفان ملك مصر والحبشة دیوانف معناه یعاھد ویصالح-الف یوالف الافا-

قریش ولد النضر بن کنانہ- وسأل معاویة ابن عباس رضی الله تعالے عنہم فقال دابة البحر واستدل بقول الجمحی کما قال ؎

وقریش ھی التی تسکن البحر- وبھا سمیت قریش قریشا تاکل الغث والسمین ولا تترك منہا لذی جناحین قریشا

وقال الفراء ومن التقرش بمعنی التکسب سموا لتجارتہم وقیل من التقارش ھو التفتیش قال الحرث بن حلنیزہ ؎

ایھا الشامت المقرش عنا
عند عمرو فھل لنا ابقاء

لان اباھم کان یفتش عن ارباب الحوائج بیقضیٰ وعلیٰ ذی الخلۃ لیسدوھا والتصغیر للتعظیم-

ایلافہم رحلة الشتاء والصیف- ایلافہم بدل- من ایلاف قریش-

فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی اطعمھم من جوع کما قال ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام والبرکات- رب اجعل ھذا البلد امنا- وکانوا فی ارغد عیش مع انه کان الناس یتخطفون من حولھم واشار الله تعالیٰ ذکرہ الیٰ ھذا فی قولہ وضرب الله مثلاً قریة کانت امنة مطمئنة یاتیھا رزقھا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم الله فاذاقھا الله لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون (نحل)

پا چکے تھے- ہاشم کا عہد و پیمان بادشاہِ شام کے ساتھ تھا اور مطلب کا کسرےٰ کے ساتھ تھا- اور عبد شمس اور نوفل کا عہد و پیمان مصر اور حبشہ کے بادشاہوں کے ساتھ تھا- الف سے معنے معاہدہ اور مصالحت کے ہیں +

قریش نضر بن کنانہ کا بیٹا تھا- حضرت معاویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا تھا کہ قریش کے لفظ کے کیا معنے ہیں تو انہوں نے فرمایا- کہ قریش ایک سمندری چارپایہ کا نام ہے اور اس پر جمحی کے اشعار کو بطور ذیل کے پڑھا جسکے یہ معنے ہیں کہ قریش وہ جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے- اُسی کے نام پر قبیلہ کا نام قریش ہوا وہ دُبلے اور موٹے سب کو کھا جاتا ہے اور کسی پروں والے کے پر باقی نہیں چھوڑتا +

فراء کا قول ہے کہ لفظ قریش لفظ تقرش سے نکلا ہے اور تقرش کے معنی کسب کمائی ہے چونکہ یہ قبیلہ تجارت کرتا تھا اسواسطے اس کا نام یہ ہوگیا- ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لفظ تقرش سے نکلا ہے جسکے معنے تفتیش کے ہیں- حرث بن حلنزہ کا ایک شعر ان معنوں کی تائید کرتا ہے اس شعر کے یہ معنے ہیں اے ہمارے دشمن عیب تلاش کرنے والے عمر کے پاس ہے کیا تو ہمارا پیچھا چھوڑے گا یا نہیں- قریش کا یہ نام اس واسطے ہوا کہ ان کے بزرگ اہل حاجات کو تلاش کرتے تھے کہ ان کی حاجتیں پوری کریں اور بھوکوں کو خوراک دینے کے واسطے تلاش کرتے تھے اور اس جگہ تصغیر تعظیم کے واسطے ہے-

اس سورہ شریف میں جو یہ حکم ہوا ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کرو- جس نے تم کو بھوک سے غنی کرنے کے لئے کھانا کھلایا یہ آیت شریف حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام والبرکات کی اس دُعا کے مطابق ہے- کہ میرے پروردگار اس شہر کو امن کی جگہ بنا- اس دُعائے ابراہیمی کی قبولیت کے سبب قریش بڑے عیش و آرام میں زندگی بسر کرتے تھے- حالانکہ ان کے گردونواح کی مخلوق ہلاکت میں پڑی ہوئی تھی- اسی مضمون کی طرف اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کلام میں سورہ نحل میں بھی اشارہ فرمایا ہے اللہ تعالےٰ نے ایک گاؤں کی مثال بیان فرمائی ہے- جس کے باشندے اطمینان کے ساتھ زندگی گذارتے تھے- ہر طرف سے اس کو رزق بافراغت پہنچتا تھا- پھر ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی- جس پر خدا نے ان پر بھوک اور خوف کا عذاب وارد کیا- جو ان کی اپنی بدعملیوں کا نتیجہ تھا +

شمار اس سورہ شریف میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد چار آیتیں اور تیرہ ۱۳ کلمے اور تہتر ۷۳ حروف ہیں +

مقام نزول یہ سورہ شریف جمہور کے نزدیک مکی ہے- کہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی تھی- قریش کو خاص خطاب اور رب البیت کی عبادت کا حکم بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ سورہ شریف مکی ہے بعض بزرگوں کا یہ قول بھی ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے اس اختلاف کی صورت میں وہی امر مدنظر رکھنا چاہیئے- جو ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں- کہ یہ ہوسکتا ہے کہ بعض آیات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نہ ایک بار بلکہ کئی بار نازل ہوئی ہوں اور کسی نے نزول اوّل کے مقام اور وقت کو یاد رکھا ہو اور کسی نے نزول دوم کے مقام اور وقت کا خیال رکھا ہو- اس کا نظارہ ہم اس تازہ وحی الٰہی میں [illegible] ہیں جو حضرت مسیح [illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] ہوتی ہے- کہ ایک [illegible] وحی الٰہی میں ایک [illegible] نازل ہو کر مثلاً کتاب براہین احمدیہ میں چھپ [illegible] ہے- لیکن جب اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا- تو نزول اوّل کے [illegible] پچیس ۲۵ سال بعد پھر وہی الفاظ الہام الٰہی میں وارد ہوئے- اور اخبار میں ایک تازہ تاریخ کے نیچے لکھے گئے +

اس جگہ شانِ نزول و مقام نزول کے اختلاف میں اس نکتہ کا دوبارہ لکھنا فائدے سے خالی نہ ہوگا- جو کہ ہم سورہ الماعون کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں کہ یہ بھی حکمت [illegible] ہے کہ انجیل اور توریت کی طرح قرآن شریف [illegible] ہر آیت کے ساتھ اس کا شانِ نزول درج [illegible] ابتداء سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے [illegible] کے درمیان کبھی شانِ نزول یا مقام نزول [illegible] نہیں لکھا [illegible]- جیسا کہ توریت انجیل

میں اور دیگر صحف انبیاء میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ یا عیسیٰ یا کوئی اور نبی پھر اس مقام پر گیا اور اس آدمی کو ملا۔ اور اس وقت اس پر یہ وحی نازل ہوئی یا خود اس نے یہ کلام کیا۔ برخلاف اس کے قرآن شریف اول سے خدا تعالےٰ کا کلام ہے اور ایک سمندر کی طرح اس کی روانی ہے جس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ بشر کے کلام کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ چونکہ یہ کلام نہ کسی خاص مکان کے واسطے تھا اور نہ کسی خاص قوم کے واسطے جیسا کہ توریت انجیل وغیرہ دیگر کتب سماوی ہیں۔ اس واسطے اس میں شان ... نزول ساتھ ساتھ نہ لکھے گئے بلکہ خدا تعالیٰ نے یہی چاہا کہ اس بات کی حفاظت بھی پورے طور سے نہ ہوئی۔ کہ یہ آیتیں کب اور کس کے حق میں اول نازل ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ ترتیب نزولی بھی خدا تعالیٰ نے قائم نہ رہنے دی۔ قرآن شریف کی ترتیب اور اس کے درمیان شان نزول اور مقام نزول کا نہ لکھا جانا خود اس بات کی ایک بڑی بھاری دلیل ہے کہ یہ کتاب برخلاف دیگر کتب سماوی کے تمام زمین کے واسطے اور قیامت تک سب زمانوں کے واسطے اور سب قوموں کے واسطے خدا تعالےٰ نے نازل فرمائی ہے

نام اس سورہ شریف کا نام سورۂ قریش ہے کیونکہ اس میں قریش کا خاص ذکر ہے اور اس سورۃ کو اس کے پہلے لفظ کے سبب لِاِیْلٰفِ بھی کہتے ہیں +

ربط ماقبل اور مابعد کے ساتھ اس سورہ کے ماقبل قرآن شریف میں سورۃ الفیل ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ یمن کا بادشاہ ابرہہ جب بہت سے ہاتھی لیکر خانہ کعبہ کو گرانے کے واسطے مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تو اللہ تعالےٰ نے کس طرح اس کے لشکر کو ہلاک کر کے اس گھر کی حفاظت کی۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک انعام تھا۔ جو بالخصوص قریش پر ہوا۔ کیونکہ قریش یمن اور شام کی طرف تجارۃ کے واسطے جایا کرتے تھے اور ابرہہ کی اس ہلاکت سے تمام قوموں پر خانہ کعبہ کی عظمت کا رعب چھا گیا اور وہ لوگ قریش کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے اللہ تعالےٰ اسی انعام کو یاد دلا کر قریش کو اپنی عبادت کی طرف متوجہ کرتا ہے سورۃ الفیل اور سورۃ القریش کا ربط باہم ایسا ہے کہ اُبی بن کعب اور ایسا ہی بعض دیگر بزرگ بھی ان دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھتے تھے گویا یہ دونوں ملا کر ایک ہی سورۃ ہے۔ دو جدا سورتیں نہیں ہیں۔ سورہ مابعد یعنی سورۃ الماعون کے ساتھ اس کا یہ ربط ہے۔ کہ جب اس سورہ شریف میں اللہ تعالےٰ نے قریش کو اپنے انعام یاد دلا کر اپنی عبادت کیطرف متوجہ کیا ہے تو سورۃ الماعون میں ان رذایل سے بچنے کی طرف توجہ دلائی ہے جن سے خدا تعالےٰ ناراض ہوتا ہے +

تشریح و معانئ الفاظ

قریش قریش کا لفظ قرش سے نکلا ہے۔ قرش ایک سمندر کے جانور کا نام ہے جسکے متعلق مشہور ہے کہ وہ دوسرے جانوروں کو کھا جاتا ہے مگر اُسے کوئی نہیں کھاتا یعنی بہت طاقتور جانور ہے سب پر غالب رہتا ہے اسی سبب سے اس قوم کا نام قریش رکھا گیا تھا۔ عرب کا ایک شعر ہے ؎

وقریش ھی التی تسکن البحر
بھا سمیت قریش قریشاً

ترجمہ۔ قریش وہ ہے جو سمندر میں رہتا ہے۔ اسی کے سبب سے قوم قریش کا یہ نام رکھا گیا ہے +

قرش کے معنے کسب کے بھی ہیں چونکہ قریش اپنی تجارت میں کسب اور محنت کے ساتھ اپنی روٹی کماتے تھے اس واسطے بھی ان کا یہ نام ہوا۔

لیث کا قول ہے کہ تقرش جمع ہونے کو کہتے ہیں پہلے یہ قوم مختلف مقامات پر پراگندہ پھرتی تھی۔ پھر قصی بن کلاب نے ان سب کو حرم میں جمع کیا اور ایک جگہ اکٹھے ہو کر رہنے لگے اسواسطے ان کا نام قریش رکھا گیا چنانچہ اسپر ایک شاعر نے کہا ہے،

ابوکم قصی کان یدعی مجمعاً
بہ جمع اللہ القبائل من فھر

تمہارے باپ قصی کا نام ہی ہو گیا تھا کہ وہ جمع کرنیوالا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے فہر کے قبائل کو ایک جگہ جمع کر دیا تھا +

قبیلۂ قریش قریش۔ فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کا دوسرا نام تھا قبیلۂ قریش حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام والبرکات کی اولاد میں سے تھا اور اسی قبیلہ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سے پیدا ہوئے جنہوں نے تمام جہان کو اپنے نور سے منور کیا اور بنی آدم کے واسطے روحانی کمالات کے دروازے کھول دیئے اور تمام دنیا کی متفرق قوموں کو اور انکے متفرق قومی مذاہب کو ایک ہی قوم اور ایک ہی مذہب میں جمع کر کے ایک ایسی توحید قائم کی کہ چار دانگ عالم میں لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ گونج اُٹھا۔ یہ توحید اس قلبی تعلق کا نتیجہ تھی۔ جو آنحضرت صلعم کو اپنے رب اور خالق اور مالک کے ساتھ تھا۔ اگر محمدؐ دنیا میں نہ ہوتا تو انسانی روح کس تنزل کے گڑھے میں اب تک گری ہوئی ہوتی۔ اسی واسطے وہ فخر عالم و عالمیان ہے اور اگر روحوں کا خدا کیساتھ تعلق اپنی ترقی کے انتہائی نقطہ میں اس کمال تک پہنچنے والا ہوتا جو اس پیارے نبی نے پہنچایا تو پھر دنیا کی حالت رزالت اس قابل ہی نہ تھی کہ خدا تعالیٰ اُسے خلق کرتا اسی واسطے لولاک لما خلقت الافلاک کا خطاب آپ کو عطا ہوا +

نسب نامہ اب میں قریش کا نسب نامہ حضرت ابراہیم علیہ السلام والبرکات سے لیکر حضرت خاتم النبیین تک اسجگہ درج کرتا ہوں۔ اسجگہ اس بات کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انساب عدنان تک بیان کئے ہیں اور اس سے اوپر بیان نہیں فرمائے جس سے بعض لوگوں کو جنمیں سرسید احمد خان صاحب بھی شامل ہیں یہ غلطی لگی ہے کہ آنحضرت کو اُس کے اوپر انساب کا نام نہ آتا تھا۔ یہ اس سے اوپر کا سلسلہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ یہ بات صحیح نہیں اور اصل بات یہ ہے کہ یہود چونکہ اہل کتاب تھے اور لکھنے پڑھنے کا رواج انہیں عام تھا۔ وہ جہاں حضرت اسحٰق کا نسب نامہ محفوظ رکھتے تھے وہاں حضرت اسمٰعیل کا بھی بسبب قرب رشتہ داری کے محفوظ رکھا کرتے تھے لیکن کچھ زمانے کے بعد جبکہ قوموں کی جدائی اور اختلاف بڑھ گیا تو یہودی علماء نے عدنان سے نیچے کا نسب نامہ لکھنا اور اُس کی حفاظت کرنا چھوڑ دیا تھا اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدنان تک خود بیان کر دیا اور اس کے اوپر جو یہود کے پاس تھا وہ بہر حال محفوظ تھا۔ اس واسطے اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہ سمجھی +

میں یہ نسب نامہ ایک پرانی قلمی کتاب سے نقل کرتا ہوں جسکے نسخے ہمارے خاندان میں محفوظ چلے آتے ہیں۔ اور سرسید احمد خانصاحب نے جو نسب نامہ اپنے خطبات میں عدنان تک لکھا ہے۔ اس کے ساتھ مقابلہ کر لیا گیا ہے وہاں تک ہر دو ایک ہی ہیں۔ یہ نسب نامہ ہمارے خاندان میں اسواسطے محفوظ چلا آتا ہے۔ کہ عاجز بھی قریش میں سے ہے اس واسطے اس کے ساتھ ہی میں نے اپنا نسب نامہ بھی نقل کر دیا ہے جو کہ بوساطت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عبد مناف سے جا ملتا ہے +

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام والبرکات

- حضرت اسمٰعیل علیہ السلام
- حضرت اسحٰق علیہ السلام

قیدار
حمل
ثابت
سلامان
ہمیع
اُود
اُدٔ
اُدنان
مَعد
نزار
[illegible]
[illegible]
مدرکہ
خزیمہ
کنانہ
نضر
مالک
فہر
غالب
مولی
کعب
مرۃ
کلاب
قصی
عبدمناف
ہاشم
عبدالمطلب
حضرت عبداللہ

حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا — حضرت علی رضی اللہ عنہ (ابوطالب)

- حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ
- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

امام زین العابدین
امام محمد باقر
امام جعفر صادق

عبدمناف — عبدالشمس
اُمیّہ
ابی العاص
عفان

حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ اکبر
امام محمد شاہ
رکن الدین شاہ

قاضی عبداللہ
قاضی نصیرالدین
قاضی برہان الدین
قاضی موسیٰ
قاضی نعمان
قاضی ظہیرالدین
قاضی لاون دانشمند اجودھنی
شیخ جیون معروف اجودھنی
شیخ اللہ بخش مفتی
شیخ محمد صالح مفتی
ابومسلم
مفتی شیخ محمد صادق
مفتی شیخ عبدالرسول
مفتی محمد عارف
مفتی شیخ احمد
مفتی عبدالرحیم
مفتی عنایت اللہ مرحوم
مفتی محمد صادق عفی اللہ عنہ
غلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

قاضی حمیدالدین ابوالاعلم
قاضی خواجگی
قاضی ابوالفضل
قاضی محمد یوسف
قاضی محمد
قاضی ابوالقاسم
قاضی سلیمان
قاضی احمد
قاضی محمد اندرابی
خواجہ احمد
خواجہ ابراہیم
خواجہ برہان
خواجہ ابواسحٰق
جمال شاہ
جلال شاہ
حضرت حام شاہ
عالیشاہ
امام فیروز شاہ

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

تشریح و معانی الفاظ

لِاِیْلٰفِ ۔ اُلفت دلانے کے لئے۔

اس گھر کے رب کے ساتھ اُلفت دلانے کے لئے اصحاب الفیل کو اس و... قتل کیا گیا اور شکست دیگئی اور خائب و خاسر واپس کیا گیا ہے کہ قریش اور اہل عرب کا یقین تازہ ہو کہ اس گھر کی حفاظت اللہ تعالےٰ خود کرتا ہے اس طرح وہ خدا تعالےٰ کی خالص عبادت میں مشغول ہوں۔ اور قریش جو موسم سرما و گرما میں سفر پر جاتے تھے اور تمام بلاد کے بادشاہ اور تجار ان کی عزت کرتے تھے۔ اس تجارت اور سفر میں فرق نہ آوے بلکہ اُن کی عزت اور بھی زیادہ ہو +

اِلٰفِهِمْ ۔ ان کو اُلفت دلانے کے لئے

رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۔ سردی اور گرمی کے سفر میں۔

قریش تجارت کے واسطے ہر سال دو سفر کرتے تھے موسم سرما میں افریقہ ہند۔ یمن کی طرف جاتے تھے اور موسم گرما میں شام۔ ایران کی طرف جاتے تھے۔ ہر دو طرف کے لوگ ان کی بہت ہی عزت اور تکریم کرتے تھے اور ہدیے اور تحفے دیتے تھے۔ اگر خدانخواستہ اصحاب الفیل کو فتح ہو جاتی تو ان کی یہ تمام عزت جاتی رہتی اور امن اُٹھ جاتا۔ لیکن اصحاب فیل کو تباہ کر کے اللہ تعالےٰ نے ان کی عزت کو اور بھی بڑھایا اور پہلے سے بھی زیادہ لوگ قریش کی تعظیم کرنے لگے اور وہ سفر ان کے واسطے اور بھی زیادہ آسان اور [illegible] +

فَلْيَعْبُدُوْا ۔ پس چاہیئے کہ عبادت کریں۔

رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۔ اس گھر کے پروردگار کی۔

الَّذِيْٓ ۔ جس نے

اَطْعَمَهُمْ ۔ انکو کھانا کھلایا۔

مِّنْ جُوْعٍ ۔ بھوک سے

وَّاٰمَنَهُمْ ۔ اور ان کو امن دیا۔

مِّنْ خَوْفٍ ۔ خوف سے +

مسلمان ہر وقت اور ہر جگہ خدا کی عبادت کر رہے ہیں

بعض جاہل آریہ اور عیسائی اعتراض کیا کرتے ہیں کہ مسلمان چونکہ عبادت کے وقت خانہ کعبہ کی طرف مُنہ کرتے ہیں اس واسطے یہ بھی ایک شرک ہے اور اس گھر کی عبادت کی جاتی ہے اس سورہ شریف میں اللہ تعالےٰ نے اس بات کا رد کر دیا ہے۔ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ عبادت اس گھر کے رب کی کی جاتی ہے نہ کہ اس گھر کی۔ اور یہ گھر بطور ایک نشان کے ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی برتر اور قادر اور عالم الغیب ہستی کا ثبوت دیتا ہے کیونکہ دنیا میں بڑے بڑے گھر لوگوں نے بنائے۔ اور بڑی بڑی قومیں ان کی امداد میں کھڑی ہوئیں لیکن وہ تباہ ہو گئے اور اُن کا نام و نشان مٹ گیا۔ اور یہ گھر خدا تعالےٰ کے وعدہ کے موافق قائم ہے۔ اور اس کے اردگرد رہنے والے ہر طرح کے خطرات سے محفوظ ہیں۔ عبادت کے وقت آخر کسی نہ کسی طرف تو انسان مُنہ کرتا ہے۔ وحدت کے واسطے سب نے ایک طرف مُنہ کیا۔ اور ایک ایسی طرف مُنہ کیا۔ جس طرف سے خدا تعالےٰ کا پاک کلام اُن تک پہنچا۔ اور اُن کے واسطے موجب ہدایت ہوا۔ علاوہ اس کے اس میں ایک اور حکمت ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ جیسا کہ زمین کے گول ہونے کے سبب دن رات کے ہر ایک حصہ میں مسلمان خدا تعالےٰ کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایک ہی سیکنڈ میں کہیں عصر ہے کہیں مغرب کہیں عشا کہیں فجر اور کہیں ظہر۔ ان کے علاوہ تہجد اور اشراق اور دوسری نمازیں جُدا ہیں۔ غرض کوئی بھی ایسا وقت نہیں ہوتا جس میں روئے زمین پر کسی نہ کسی جگہ مسلمان خدا کی عبادت نہ کر رہے ہوں۔ گویا مسلمان ہی ایک قوم ہے جس پر خدا تعالےٰ کی عبادت کے انوار کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ ایسا ہی عبادت کے وقت ایک خاص سمت کا مقرر کرنا ایک عجیب حکمت رکھتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ خانہ کعبہ کی طرف مُنہ کرنے کے سبب اہل ہند کا مُنہ عبادت کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے اہل شام کا جنوب کی طرف اور اہل یمن کا شمال کی طرف۔ اہل مصر کا مشرق کی طرف ہوتا ہے اور ان سمتوں کے درمیان جو مقام ہے ان کا مُنہ کم و بیش درجات کے ساتھ ان سمتوں کے درمیان [illegible] ہے۔ الغرض [illegible] کا کوئی ایسا طرف نہیں جس طرف مُنہ کر کے مسلمان خدا کی عبادت نہیں کرتے۔ گویا تمام روئے زمین پر اسلامی توحید کی شہادت کی تکبیریں اس کثرت کے ساتھ ہر سمت سے گذرتی ہیں اور ہر وقت گذرتی ہیں کہ تمام روئے زمین ہر وقت مسلمانوں کی طرف سے خدا تعالےٰ کی توحید اور تحمید اور تسبیح سے پُر رہتی ہے۔ کوئی اور مذہب دُنیا میں ہے۔ جو اس قدر خدا کی عبادت کرنے والا +

خانہ کعبہ کا جائے امن ہونا ایک نشان

خدا کے کام بھی عجیب ہیں کسی کو اپنا برگزیدہ بندہ بنانا چاہتا ہے تو ایک غریب کو لیتا ہے۔ جو غیر مشہور ہو۔ اور ظاہری علوم سے دُنیا کی نظر میں ناواقف ہو۔ اور کچھ طاقت نہ رکھتا ہو۔ نہ کوئی جتھا اس کے ساتھ ہو۔ پھر اسے مامور بنا دیتا ہے۔ چار دانگ عالم میں اس کی قبولیت پھیلا دیتا ہے۔ تمام عالموں سے بڑھ کر اُسے عالم بنا دیتا ہے اسے طاقتور بنا دیتا ہے۔ اور اس کو ایک بڑی قوم کا امام بنا دیتا ہے۔

ایسا ہی اس نے جب ایک گھر کو اپنی طاقتور ہستی کے ثبوت میں نشان بنانا چاہا۔ تو کہاں بنایا۔ عرب کے میدان میں جہاں پانی نہ ملے نہ چارہ۔ نہ خوراک نہ سبزی۔ نہ کوئی بستی نہ کوئی آبادی نہ کوئی حفاظت کی جگہ۔ پھر اسے آباد کیا تو ایسا کہ ساری دنیا اس کی طرف دوڑی چلی جاتی ہے۔ تمام جہان کی دولت وہاں پہنچتی ہے۔ ہر ملک و ملت کا آدمی وہاں پایا جاتا ہے۔ ہر زبان وہاں سمجھی جاتی ہے۔ طاقت کا یہ حال ہے۔ کہ فوجی لحاظ سے کوئی حفاظت کا سامان نہیں پھر بھی سکندر رومی یونان سے نکلا۔ ہند تک فتح کیا۔ واپسی پر عرب کی فتح کا ارادہ تھا۔ راستہ میں ہی ہلاک ہو گیا۔ خود اس زمانہ میں دجّال یورپ سے نکلا۔ اور ہند تک پہنچ گیا۔ مگر وہی بیت اللہ اس سے محفوظ رہا۔ نبی کریم نے دجّال کو دیکھا تھا۔ کہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے وہ طواف بھی ایک تو یُوں ہو گیا۔ کہ بحیرۂ قلزم۔ بحیرۂ عرب۔ عدن سے ہو کر خلیج فارس میں دجّال گھوم رہا ہے۔ اور اس کے آگے جو ہوگا وہ بھی ظاہر ہو جائے گا +

رحلت الشتآء والصیف۔ چونکہ اہل عرب کے واسطے مقدر تھا کہ جب نور محمدی ان کے درمیان سے طلوع کرے تو وہ اس سے متور ہو کر مشرق و مغرب میں پھیلیں۔ قیصر و کسرے کی سلطنتوں کے وارث بنیں۔ ایران اور شام کو فتح کریں۔ مصر۔ الجیریا۔ مراکو کو مسلمان بناتے ہوئے ہسپانیہ میں جا گھسیں دوسری طرف ترکستان۔ افغانستان ہند کے فاتح بنیں۔ چین کے لوگوں کو جا کر مسلمان بنائیں اس واسطے پہلے سے اللہ تعالےٰ نے ان کے طبائع ایسے بنائے تھے کہ وہ سفر کو پسند کرتے تھے اور کیا گرمی اور کیا سردی ہر دو موسموں میں سفر کیا کرتے تھے پھر اس میں ایک پیشگوئی بھی مخفی ہے کہ اے قریش خدا تعالیٰ نے تمہارے واسطے بڑے بڑے سفر مقدر رکھے ہیں وہ سفر ایسے نہ ہونگے کہ تم جس موسم میں جاؤ۔ اُسی میں تم واپس آسکو بلکہ وہ لمبے سفر ہونگے جن میں تم کو سردیاں بھی گذارنی پڑینگی اور گرمیاں بھی گذارنی ہونگی +

خدا تعالےٰ کی قدرت اور طاقت کیا وسیع ہے کہ اُس نے عرب کی قوم ہاں اس پتھر کو جسے معماروں نے رد کر دیا تھا۔ کہ یہ کام کا نہیں اُسے ہی کونے پر لگایا۔ وہی قوم تمام دُنیا کی سردار بنتی ہے وہی قوم تمام یورپ کو مہذب بنانے والی ہوئی۔ مشرق و مغرب میں اُس نے علوم کا چراغ روشن کر دیا۔ آج تک تمام اعلےٰ علوم اُنہیں کی کتابوں سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ ایک ایک مسلمان نے وہ شاندار کتاب لکھی ہے جس کے برابر آج بڑی بڑی جماعتیں لگ کر اور لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر کے بھی نہیں لکھ سکتیں کیسا طاقتور۔ قادر۔ توانا آیندہ کی خبروں سے واقف خدا اُس گھر کا ہے۔ جو تیرہ سو سال سے اس قدر عزت پا رہا ہے۔ وہ جسے ابراہیم علیہ السلام والبرکات نے جنگل میں بنایا جنگل بھی وہ جس کے گرداگرد سینکڑوں کوسوں تک کوئی آبادی نہ تھی۔ اس گھر میں خدا کی عبادت کے واسطے اپنی بیوی اور بچے کو جا چھوڑ دیا۔ اللہ اللہ کیا ہی وہ ایمان تھا۔ جو حضرت ابراہیم کے سینہ اور دل میں تھا۔ کیا ہی توکل اور ایمان والی وہ بیوی تھی جس نے اپنے خاوند کو کہا کہ جب یہ خدا کا حکم ہے۔ تو اب تو جا۔ تیری اور نہ کسی اور کی ہم کو پروا ہے۔ کیا ہی پیارا وہ بچہ تھا۔ جس کی خاطر جنگل بیابان میں چشمہ جاری ہوا۔ اور ایسا جاری ہوا۔ کہ آجتک تمام جہان کے لوگ اس کا پانی پیتے ہیں۔ خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں ہوں تجھ پر اے خدا کے خلیل۔ اے نبیوں کے باپ ابراہیم۔ اور ہزاروں ہزار برکتیں اور رحمتیں تجھ پر ہوں اے عورتوں میں ایک بے نظیر عورت۔ مصر کی شاہزادی اور ابراہیم کی بیوی اور اسمٰعیل کی ماں۔ کیا ہی خدا رسیدہ تیرا دل تھا۔ کہ تو نے خدا کے حکم کی تابعداری میں اپنے بڑے بھاری امتحان کو اپنے سر پر قبول کیا۔ کہ اگر وہ امتحان پہاڑ پر پڑتا۔ تو پہاڑ اس کے بوجھ سے شق ہو جاتا۔ بے شک تو ہی اس قابل تھی کہ تیری اولاد میں سے نبیوں کا سردار **محمدؐ** پیدا ہوتا۔ تیری اس مضطرانہ دوڑ کی یادگار میں آج تک۔ لاکھوں انسان مختلف بلاد سے آکر تیرے قدم بقدم دوڑتے اور خدا کی حمد کرتے ہیں ایک ابراہیم کے اس گھرانے کی تاریخ خدا تعالیٰ کے دلدادہ اور مقبول بندوں کی مثال میں ایسی پُردرد ہے۔ کہ دلوں کی کثافت کو دُور کرتی اور انسان کو خدا کے نزدیک لا دیتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی راہ میں اس طرح کی قربانی کرنے والے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا خوب فرمایا ہے

چوں شود بخشایش حق برکسے	دل نہد ماند بہ نیائش بسے
خوش خوش آید بہ بیابان تپاں	تا ہو و نالہ ز بہر دلستاں
پیش از مُردن بمیرد حق شناس	زانکہ حکم نیست دُنیا را اساس
ہوش کن ایں جائیگہ جائے فناست	با خدا مے باش چوں آخر خداست
زہر قاتل گر بدست خود خوری	من بیاں دانم کہ تو دانشوری
بیں کہ ایں عبداللطیف پاک مرد	چوں پئے حق خویشتن برباد کرد
جاں بصدق آں دلستاں را دادہ است	تاکنوں در سنگہا افتادہ است
ایں بود رسم و رہِ صدق و وفا	ایں بود مردانِ حق را انتہا
از پئے آں زندہ از خود فانی اند	جاں نثاراں بمسلک ربانی اند
فارغ افتادہ ز نام و عزت و جاہ	دل ز کف و ز فرق افتادہ کلاہ
دور تر از خود بیار آمیختہ	آبرو از بہر روئے ریختہ
ذکر شاں ہمے دہد یاد از خدا	صدق ورزاں در جناب کبریا
گر بجوئی ایں چنیں اہل بود	کار بر جوئیندگاں آساں بود
لیک تو افتادہ در دُنیا اسیر	تا نمیری کے رہی زیں دار و گیر
تا نمیری اے سگ دنیا پرست	دامن آں یار کے آید بدست
نیست شو تا بر تو فیضانے رسد	جاں بیفشاں تا دگر جانے رسد
تو گذاری عمرِ خود در کبر و کیں	چشم بستہ از رہِ صدق و یقیں
نیک دل با نیکواں دارد سرے	بدگہر تنسہ زند بہ گوہرے
ہست دیں تخم فنا را کاشتن	وز ہوا ہا قدم برداشتن
چوں بیفتی با دو صد درد و نفیر	کس ہمے خیزد کہ گردد دستگیر

بانیر را دلی تیار بر سبیلے خبر — رحم بر کورے کند اہل بصر
ہمچنین قانون قدرت اوفتاد — مرضعیفاں را قوی آرد بیاد

رب ھذا البیت اس گھر کے رب کی عبادت کرو۔ اس میں اس گھر کے متعلق جو اللہ تعالے کی نسبت سے نشانات ہیں انکی طرف اشارہ ہے۔ اس قسم کا محاورہ توریت میں بھی ہے۔ مثلاً ابراہیم کے خدا کی عبادت کرو۔ اسحق کے خدا کی عبادت کرو۔ تم اپنے باپ دادوں کے خدا کی عبادت کرو۔ جو کہ تمہیں ملک مصر میں سے نکال لایا۔ خانہ کعبہ کو بیت اللہ بھی کہتے ہیں اور بیت العتیق بھی کہتے ہیں۔ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک وقت یہ خطہ بھی سرسبز و شاداب وسیراب نہروں اور نباتات کے ساتھ ہو جائے گا چنانچہ اس پیشگوئی کا پورا ہونا آن ظاہر ہے۔ خدا تعالے کی طرف جھکنے اور اُسکی عبادت میں مصروف ہونے اور توکل سے فائدہ اٹھا کر دنیوی احتیاج سے محفوظ رہنے کی مثالیں فرداً فرداً تو جا بجا ہیں۔ مگر مجموعی طور پر ملک عرب میں اس علاقہ نے اس کا نمونہ دکھایا ہے۔ کہ جب ایک زمین خدا کی عبادت کے واسطے خاص ہوئی۔ تو وہ باوجود بنجر بیابان ہونے کے تمام دنیوی نعمتوں سے متمتع ہوئی۔ حدیثوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو کوئی اپنی آخرت کے اہتمام میں ہو اللہ تعالے اس کے نفس میں تونگری دیدیتا ہے اور دنیا کے ہموم سے اسے کفایت کرتا ہے مگر جس نے غافل ہو کر دنیا کے اہتمام میں شغل کیا اللہ تعالے اُس کی آنکھوں کے سامنے محتاجی کر دیتا ہے اور دنیوی ہموم سے اسے کفایت نہیں کرتا +

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دُعا اس گھر کے واسطے کی تھی کہ رب اجعل ھٰذا البلد اٰمناً وارزق اھلہ من الثمرات۔ وہ دُعا بھی اللہ تعالے نے قبول فرمائی۔ اور اس سے خدا تعالے کی ہستی کا اور انبیاء علیہم السلام کی صداقت کا ایک بین ثبوت ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالے نے حرم کے متعلق قرآن شریف میں جو پیشگوئی کی ہے کہ اولم یروا انا جعلنا حرماً اٰمناً ویتخطف الناس من حولھم۔ یہ پیشگوئی آج تک پوری ہو رہی ہے۔ بعض مفسر لکھتے ہیں۔ عرب پہلے جاہل کہے جاتے تھے۔ اسلام لانے سے وہ دنیا سے نکال کر لائے گئے اطعمھم بالاسلام فقد کانوا یتکففون اطعمھم من جوع الجھل بطعام التقی۔ کافر تھے۔ خدا نے ان کو مسلمان بنا دیا۔ جہالت میں بھوکے تھے خدا نے طعام وحی سے مالا مال کر دیا +

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ پر چڑھائی کی تھی اور اُس کو فتح کیا تھا اور آپ کے بعد بعض دیگر خلفاء کو بھی ایسا کرنا پڑا۔ اور سب کو فتح حاصل ہوئی اور اہل مکہ نے شکست کھائی۔ کیونکہ یہ صاحبان بیت اللہ کی تخریب کے واسطے حملہ آور نہیں ہوئے تھے۔ مگر اس کی حرمت کو قایم کرنے کے واسطے اور فساد کو مٹانے کے واسطے انہیں ایسا کرنا پڑا تھا اس سے ایک نکتہ معرفت حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالے کو کسی خاص جگہ کسی خاص قوم کے ساتھ کوئی ایسا تعلق نہیں۔ کہ وہ جو چاہیں سو کریں بہر حال اُنکی ہی رعایت ہوگی۔ بلکہ خدا تعالے کو اپنی توحید پیاری ہے اور وہ متقی اور صالح لوگوں سے پیار کرتا ہے خواہ وہ کہیں ہوں +

اہل مکہ کے نام

اہل مکہ عرب والے اور گرد و نواح کے لوگ بسبب بیت اللہ کی عزت کے جیران بیت اللہ کہلاتے تھے اور اسی سبب ان کے نام سکان حرم خدا تعالیٰ کی حرم میں رہنے والے ولاۃ الکعبۃ کعبہ کے والی اور اہل اللہ بھی تھے +

تفسیر سورہ قریش ختم ہوئی۔ اور اب انشاء اللہ تفسیر سورہ فیل لکھی جائے گی +

مشکلات تفسیر

جب سے اخبار بدر میں سلسلہ تفسیر القرآن آخری پارہ سے بالترتیب شروع ہوا ہے۔ تب سے آج تک سورہائے الناس الفلق۔ الاخلاص۔ لھب۔ نصر۔ کافرون۔ کوثر۔ ماعون۔ اور قریش نو سورتوں کی تفسیر درج اخبار بدر ہو چکی ہے۔ اور الحمد للہ قوم نے اس کو بہت قبولیت کی نگاہ سے دیکھا ہے یہاں تک کہ بعض دوست بسبب دوسرے اخباروں کے خریدار ہونے کے اور اتنی وسعت نہ رکھنے کے کہ دو اخبار خرید کریں۔ تفسیر کی خاطر بدر کو خریدتے رہے ہیں اور اب تک کرتے ہیں۔ بمبئی سے بعض دوستوں نے حضرت کی خدمت میں خاص عرضی بھیجکر اجازت حاصل کی تھی۔ کہ بعض سورتوں کی اس تفسیر کو جو بدر میں چھپی ہے۔ دوبارہ بصورت رسالہ چھاپ کر کثرت سے شائع کریں۔ ایسا ہی شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے بعض سورتوں کی اس تفسیر کو اپنی کتاب تفہیمت نماز میں درج فرمایا ہے میرا ان باتوں کو ذکر کرنا اس واسطے ہے کہ باوجود اس کم علمی اور کم عملی کے جو میرے شامل حال ہے تفسیر کے متعلق جو تھوڑی بہت محنت میں نے کی ہے اس کو خدا تعالے نے اپنے فضل و کرم سے بارآور فرمایا ہے اور اس کے رحم پر بھروسہ کر کے میں امید کرتا ہوں۔ کہ یہ ثواب بدر کے واسطے انشاء اللہ جاری رہے +

تفسیر کا لکھنا کوئی آسان کام نہیں میں اپنے اندر کوئی لیاقت۔ کوئی علم کوئی عمل۔ کوئی استعداد۔ اس قابل نہیں دیکھتا کہ میں تفسیر لکھوں۔ صرف اخبار بدر کی ایڈیٹری کے فرایض مجھے مجبور کرتے ہیں۔ کہ میں کچھ نہ کچھ تفسیر لکھوں کیونکہ جب سے یہ اخبار برادر محمد افضل صاحب مرحوم (اللھم اغفروارحمہ) نے جاری کیا تھا اسکے اندر تفسیر کا سلسلہ کسی نہ کسی رنگ میں جاری رہا ہے۔ اس جگہ دس جنوری ۱۹۰۷ء کے اخبار سے اس عبارت کا نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ جو گزشتہ سال کے ابتداء میں بیعنہ سورہ کافرون کی تفسیر سے پہلے لکھی تھی اور وہ یہ ہے +

اور پھر ایک یہ امر درپیش آیا۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعود کی مجلس سے بعض تحریکات نے مجھے خایف کیا۔ کہ تفسیر قرآن ایک اہم ذمہ داری کا کام ہے اور میں اپنے میں اس کام کے واسطے نہ علمی لیاقت رکھتا ہوں اور نہ علمی طاقت۔ مذکورہ بالا سورتوں میں کی جس قدر میں نے تفسیر لکھی ہے۔ اس کے واسطے معلومات کا ذخیرہ میں نے اسی طرح سے بہم پہنچایا۔ اوّل کتب احادیث کے اس حصہ کو دیکھنا جس میں آیات قرآنی کی تفسیر ہو۔ دوم۔ پرانی عربی تفاسیر کو پڑھنا۔ مثلاً تفسیر کبیر فخر رازی۔ تفسیر روح المعانی۔ تفسیر کشاف۔ سوم بعض اردو تفاسیر کا مطالعہ کرنا۔ جیسے کہ تفسیر لطائف البیان اور علم التفاسیر۔ چہارم۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے درس قرآن سے لکھی ہوئی اور سُنی ہوئی یادداشتوں سے فائدہ حاصل کرنا۔ پنجم۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام

...قرآن آیات کے متعلق کبھی کچھ لکھا یا فرمایا ہوا معلوم ہو۔ تو اس کو شامل کرنا۔ اس کے علاوہ خود بہت دعا اور توبہ کے بعد میں یہ تفسیر لکھنا چاہوں اور لکھنے کے بعد سورہ الناس حضرت مولوی نورالدین صاحب کو دکھا بھی لی گئی تھی۔ مگر باقی صورتوں میں یہ التزام نہیں ہو سکا۔ باوجود اس قدر احتیاط کے میں پھر بھی بہت ڈرا اور دُعا کے بعد میں نے حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب سے اس معاملہ میں مشورہ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ تفسیر لکھنی چاہیئے۔ اور چھپنے سے پہلے مضمون مجھے دکھا لیا کرو۔ اس کے بعد زیادہ تشفی کے واسطے میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں عریضہ لکھا جس میں اپنی علمی اور عملی کمزوریوں کا ذکر کیا اور تفسیر کے متعلق خریداروں کے شوق کا بھی اظہار کیا اور اس معاملہ میں حضور علیہ السلام کا حکم دریافت کیا۔ حضور نے اس عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا:۔

السلام علیکم۔ بہت بہتر ہے اس سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے مگر ضروری ہے کہ مولوی صاحب کو دکھلا لیا کریں تا کہ غلطی نہ ہو جاوے۔ والسلام

مرزا غلام احمد

اس طرح حضرت اقدسؑ کی اجازت کے بعد میں نے پھر یہ سلسلہ شروع کیا ہے اور میں اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہوں کو معاف فرمائے میری کمزوریوں کو دور کرے اور مجھے اپنے فضل و کرم سے اپنی پاک کلام کا فہم اور اس پر عمل عطا فرمائے اور اس تفسیر کو قبولیت عطا فرمائے اور اس کو لکھنے والے اور پڑھنے والوں کے واسطے اپنی رضامندیوں کے حصول کا ذریعہ بنائے اور اُن کے علم اور معرفت اور عمل صالح میں ترقی عطا فرمائے آمین ثم آمین

ہند میں ایڈیٹری

گزشتہ سالوں میں جس قدر تفسیر اخبار میں درج کی گئی ہے وہ ناظرین کی امید سے بہت ہی تھوڑی ہے۔ جس کی وجہ ایک تو وہی میری کم مائگی ہے جس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اسقدر تفسیروں کا پڑھنا۔ ان میں خلاصہ نکالنا۔ پھر اس کو زمانہ کی ضروریات کے مطابق کرنا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے درس کے فوائد کا اس میں درج کرنا۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال کا اُس کے متعلق تلاش کرنا۔ پھر خود بھی تدبر کرنا۔ دُعا کرنا۔ یہ سب کچھ کوئی تھوڑا کام نہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر تفسیر کے لئے اُس کا حق پورے طور سے ادا کرنا ہو۔ تو اس کام کے واسطے بدر کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں ایک ایڈیٹر صرف اس کام کے واسطے خاص ہونا چاہیئے جسے اور کسی طرف فکر کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ لیکن ہندوستان میں ایڈیٹری کی قسمت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے۔ کہ بجائے اس کے کہ کسی خاص مضمون کے واسطے ایک الگ ایڈیٹر رکھا جائے اکثر اخباروں کا یہ حال ہے کہ ایڈیٹر کو علاوہ اخبار کی ایڈیٹری کے اُس کی مینجری بھی خود ہی کرنی پڑتی ہے۔ اب ایک جان۔ خریداروں سے خط و کتابت کرے۔ [illegible] نئے خریدار بنانے کی کوشش کرے۔ ان کی قیمتوں کا حساب کتاب [illegible] رکھے۔ روزانہ آمد و خرچ کو سنبھالے اخبار کے فنڈ کی بڑھانے کی کوشش کرے اور فنڈ تھوڑا ہو جائے تو اس کی فکر کرے اخبار کو وقت پر نکالنے کا انتظام کرے۔ پریس میں اور کل کاتبوں کے ساتھ مشہور سر کھپائی کو بھگتے یہ سارے دھندے بھی کرے۔ پھر اس کے ساتھ چالیس پچاس اخبارین پڑھے۔ خبروں کا انتخاب کرے۔ نامہ نگاروں کے مضمون پڑھے اُن میں سے اچھے بُرے کا امتیاز کرے۔ ایڈیٹوریل بھی لکھے۔ یہ سب کچھ کر کے پھر قرآن شریف کا مفسر بھی بنے۔ اب ناظرین خود ہی سوچیں۔ کہ وہ مفسری کے فرائض کس عمدگی سے ادا کر سکے گا۔ خصوصاً جب کہ اُس کا انسان ہونا۔ کھانے پینے سونے اور زندگی کے دیگر لوازمات کا اس کے لاحق حال ہونا۔ صاحب اہل و عیال ہونا بھی نگاہ میں رکھ لیا جاوے۔ اور اُس کے ساتھ یہ بھی فرض کر لیا جائے۔ کہ وہ مسلمان بھی ہے۔ پنجوقتہ نماز بھی پڑھنا اس کے لئے ضروری ہے اور دیگر لوازمات اسلامی کا بجالانا بھی اُس کے لئے ضروری ہے +

غرض ایڈیٹری کے بہت سے مشکلات ہیں اور بالخصوص تفسیر نویسی میں اور بھی بڑھ کر یہ تمام وجوہات اس امر کی مانع ہوتی ہیں کہ اخبار بدر میں تفسیر باقاعدہ نکلتی رہے۔ لیکن اب چونکہ پروپرائیٹر صاحب نے اخبار کی حالت میں اصلاح کی خاطر یہ انتظام کیا کہ تمام انتظامی کام کو ایڈیٹری کے کام سے الگ کر دیا ہے۔ انہوں نے خود مینجر ہونا منظور فرمایا ہے۔ اور اپنے ماتحت ایک اسسٹنٹ مینجر رکھا ہے اور عاجز کو ایڈیٹری کے کام کے واسطے بالکل علیحدہ کر دیا ہے اس واسطے امید ہے کہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر کا کام متواتر ہوتا چلا جائے گا اور ہر ایک اخبار میں دو صفحے اخبار کے واسطے الگ ہوتے رہیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم +

حضرت مولوی نورالدین صاحب اور درس قرآن شریف

بالآخر اس بات کا اظہار بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کہ اگرچہ اس تفسیر کے لکھنے میں عاجز دوسری تفاسیر سے بھی مدد لیتا ہے مگر دراصل یہ سبب کچھ حضرت مولوی **نورالدین** صاحب کے درس قرآن شریف کی برکت اور فیض ہے کہ میں اتنا کچھ لکھ سکتا ہوں اور مجھ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ ذوق ہے کہ میں اس کام میں ہاتھ ڈالنے کی جرأت کرتا ہوں۔ درس قرآن شریف جو روزانہ حضرت مولوی صاحب موصوف مسجد اقصےٰ میں دیا کرتے ہیں۔ اسکی ابتداء کچھ قادیان میں نہیں ہوئی۔ بلکہ مدت سے حضرت مولوی صاحب موصوف قرآن شریف کی اس خدمت میں لگے ہوئے ہیں میں چھوٹا سا تھا۔ جبکہ میں نے یہ درس جموں و کشمیر میں سُننا شروع کیا تھا اور یہی درس ہے جس نے مجھے مسلمان کیا۔ اور پھر یہی درس ہے جس نے مجھے احمدی بنایا۔ اور میں اس درس کو اسقدر متبرک پاتا ہوں کہ باوجود اتنا عرصہ سُننے کے پھر بھی میں ہمیشہ اس کو اپنے واسطے نئے برکات کا موجب پاتا ہوں۔ حضرت مولوی صاحب کے درس میں ہی میں نے یہ خوبی دیکھی ہے۔ کہ بچے بھی درس سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور جوان بھی اور بوڑھے بھی، اور بے علم بھی کچھ نہ کچھ حاصل کر لیتا ہے اور عالم بھی اپنے علم میں ترقی کرتا ہے۔ قادیان کی رہائش میں جو عظیم الشان نعمتیں ہم لوگوں کو حاصل ہیں اُن میں سے ایک درس قرآن شریف بھی ہے اللہ تعالےٰ اسکو ہمیشہ قائم رکھے تاکہ ہم پر اسکی برکتیں اور رحمتیں اسکے ذریعہ سے نازل ہوتی رہیں۔ آمین ثم آمین +

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر

تفسیر سورۃ الماعون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ساتھ نام اللہ کے بے بدلہ دینے والا مہربان

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝

کیا تو نے دیکھا ہے اس کو جو جھٹلاتا ہے جزا و سزا کو۔ پس یہی ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو۔ اور نہیں رغبت دیتا کہ مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ پس افسوس ہے ان نمازیوں کے لئے

اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ +

وہ جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں وہ جو دکھانے کو کام کرتے ہیں اور روکتے ہیں برتنے کی چیز سے

اس سورہ شریف میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد چھ آئتیں ہیں۔ جن میں پچیس ۲۵ کلمات اور ایک سو چھبیس حروف ہیں

نوٹ۔ اگرچہ سورۂ کوثر کی تفسیر میں یہ تجویز قرار دی گئی تھی۔ کہ آیندہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تصنیف شدہ عربی تفسیر کے اصل عربی الفاظ کو بمعہ ترجمہ نہ لکھا جاوے بلکہ اس کے مطلب کو دیگر مطالب اور معانی کے ساتھ صرف اردو میں بیان کیا جائے۔ مگر حضرت مولوی صاحب موصوف کی تحریر کردہ تفسیر سورۂ ماعون کو جو میں نے دیکھا تو وہ بہت ہی مختصر ہے اور چند سطروں میں ختم ہو جاتی ہے۔ اسواسطے مجھے یہ بات پسند آئی ہے۔ کہ کم از کم اس تفسیر کو بتمامہ عربی الفاظ میں پہلے کی طرح لکھ کر ساتھ ترجمہ کیا جائے اور اس کے بعد مفصل تحریر لکھی جائے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اَرَءَیْتَ الَّذِی یکذب بالدین وقد سمع دین ابرھہ والاستفہام لتشویق السامع الی تعریف المکذب والدین ثواب اللہ وعقابہ والمکذب لا یطیع فی امرہ ولا یجتنب عن نواھیہ او بحکم اللہ قالہ ابن عباس و بالحساب قالہ ابن جریج ومجاھد +

فذلک الذی یدع الیتیم۔ الفاء للسبب وما بعدھا سبب والاشارۃ للتحقیر والاشعار بعلۃ الحکم والموصول لتحقق الصلۃ

یدع۔ یدفع۔ قال ابوطالب ؎

کیا تو نے اس شخص کا حال دیکھا ہے جو دین کو جھٹلاتا ہے۔ ایسے ہی ایک مکذب ابرھہ نام شاہ حبش کا ذکر اس سورہ شریف سے پہلے سورہ فیل میں ہو چکا ہے اور اس کے بد انجام کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس سورہ شریف کے ابتدا میں بطور استفہام کے لکھا گیا ہے کہ کیا تو اس مکذب کو جانتا ہے۔ یہ استفہام اس واسطے ہے۔ کہ سننے والے کو اس مکذب کے معلوم کرنے کا خیال پیدا ہو۔ دین سے مراد اللہ تعالےٰ کی طرف سے ثواب اور عقاب ہے۔ جو کہ انسان کو اس کے اعمال پر ملتا ہے۔ مکذب وہ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم کی اطاعت نہ کرے اور اس کی مناہی سے پرہیز نہ کرے۔ اور ابن عباس نے لکھا ہے کہ مکذب وہ ہے جو خدا کے حکم کی تکذیب کرے اور ابن جریج اور مجاہد نے کہا ہے کہ مکذب وہ ہے جو وقت حساب کا انکار کرے۔

آیۃ شریفہ فذلک الذی یدع الیتیم میں فٓ سبب کے لئے ہے کسی کا یتیم کو دھکے دینے کا فعل اس کے لئے مکذب دین ہونے کا سبب ہو جاتا ہے اور اس میں ذالک کا اشارہ تحقیر کے واسطے ہے اور علت حکم کے بتانے کے لئے اور موصول صلہ کے تحقیق کے لئے +

یدع کے معنے ہیں دفع کرتا ہے۔ جیسا کہ ابوطالب کے شعر میں ہے جسکے معنے ہیں۔

یتستم حق للیتیم ونمہ یکن

یدع الذی یسار ھن الاصاغر

ویدفع حق الیتیم- قال ابن عباس ویقھرہ ویظلمہ عن تتادۃ دھذ نی مقابلۃ اطعامھم وامنھم عجیب +

ولا یحض علی طعام المسکین یحض یحث غیرہ علی طعام المحتاج وقد اطعمہ اللہ +

فویل للمصلین الذین ھم- ویل- وادی الذی یسیل من صدید اھل جہنم +

عن صلاتھم ساھون- یؤخرونھا عن وقتھا عن ابن عباس ومصعب بن سعد عن ابیہ و تارکون قالوا ھم المنافقون فمن ھذا قالوا نصف السورۃ مکی ونصفہا مدنی- وساہ لاہ +

الذین ھم یراؤن الناس- فی اعمالھم الفاضلۃ ویمنعون الماعون- الماعون المنفعۃ الماء الذی ینزل من السحاب ماعون

قال عبدالراعی ؎

قوم علی الاسلام لما یمنعوا
ماعونھم ویضیعوا لتھلیلا

اے الطاعۃ- والزکوٰۃ- وقال علی الماعون الزکوٰۃ- والصدقۃ المفروضۃ- وقال ابن مسعود وابن عمر- والمتاع الذی یتعاطاہ الناس بینھم کالقدر والدلو والفاس وشبہہ +

یتیم کو اس کا حق تقسیم کرتا ہے اور اُمرا کی خاطر
غربا کو دھکے نہیں دیتا-

اور یتیم کا حق مارتا ہے- یہ ابن عباس کا قول ہے- اور قتادہ کا قول ہے کہ یتیم پر قہر کرتا ہے اور ظلم کرتا ہے- یہ اس شریر کی بداعمالی کیسی عجیب ہے- کہ کھانے کھلانے اور امن دینے کے بدلہ دھکے دیتا ہے +

یحض کے معنے ہیں کہ دوسرے کو اس امر کی ترغیب دیتا ہے کہ محتاج کو کھلائے اور دراصل سب کو خدا تعالےٰ کھانا کھلاتا ہے +

ویل- اس وادی کا نام ہے- جو دوزخیوں کی پیپ سے بہ کر نکلے گی

ساھون کے لفظ میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے- جو نمازوں کے اوقات میں تاخیر کرتے ہیں- اور ابن عباس اور مصعب بن سعد سے روایت ہے- کہ ساھون سے وہ لوگ مراد ہیں جو نماز کے تارک ہیں اور وہ منافق ہیں اسی سبب سے کہا گیا- کہ یہ سورۃ مکی ہے اور نصف مدنی ہے اور ساہ کے معنے ہیں لہو کیا +

ریا کرنیوالے وہ لوگ ہیں جو اپنے اچھے عمل لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں +

ماعون منفعت کو کہتے ہیں- پس اس پانی سے منع کرنا جو بادلوں سے آتا ہے ماعون ہے +

عبدالراعی نے ایک شعر میں کہا ہے ؎

وہ قوم جو اسلام پر ہے- انھوں نے کبھی ماعون سے منع نہیں کیا اور نہ کبھی کلمہ لا الہ الا اللہ کو ضائع کیا ہے +

یہاں ماعون سے مراد طاعت اور زکوٰۃ ہے اور حضرت علی نے فرمایا ہے کہ ماعون سے مراد زکوٰۃ ہے اور صدقہ مفروضہ ہے- یہ ابن مسعود اور ابن عمر کی روایت ہے- اور ماعون ایسی متاع کو بھی کہتے ہیں جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مانگنے پر دے دیتے ہیں- جیسا کہ دیگچی اور ڈول اور کلہاڑی اور ایسی اشیاء +

اس جگہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تصنیف کردہ تفسیر عربی معہ ترجمہ ختم ہوئی ہے اس کے بعد اگلے اخبار میں انشاء اللہ تعالیٰ مفصل تفسیر اردو میں درج کی جاوے گی +

معذرت- مجھے افسوس ہے کہ بسبب بعض مشاغل کے گزشتہ چند ہفتوں میں تفسیر درج اخبار نہیں ہوسکی- تفسیر کے لکھنے پر بہت وقت اور محنت درکار ہوتی ہے- اور مجھے کافی فرصت نہیں ہوتی رہی کہ اس قدر محنت کروں- امید ہے- کہ ناظرین معاف کرینگے- اخبار کا اشاعت تا حال ایسا وسیع نہیں کہ اگر ایڈیٹر او منیجر کو کسی وجہ سے اخبار کی طرف پوری توجہ کرنے کی فرصت نہ ہو یا کسی پرائیویٹ ضرورت کے واسطے رخصت کی حاجت پڑے تو اس کی جگہ مناسب انتظام اسی وقت ہوسکے- اگر احباب کوشش کر کے اخبار کے واسطے بہت سے خریدار بنا دیویں اور اخبار کی آمد معقول ہو جاوے تو امید ہے کہ ایسی دقتیں رفع ہو جاویں- امید ہے کہ دوست اس امر کیطرف توجہ کرینگے- کہ اخبار کے واسطے وقت پر قیمت ادا کرنے والے خریدار پیدا کئے جاویں +

بشارت- اکثر احباب کی درخواست پر تفسیر القرآن جو سورۃ الناس سے اخبار بدر میں درج ہونی شروع ہوئی تھی دوبارہ چھپوانے کی تجویز کی گئی ہے کچھ حصہ چھپ گیا ہے اور باقی کے واسطے انتظام ہو رہا ہے- جو صاحب اس کو جدا کرنا چاہیں وہ اطلاع دیں- جو دوست نومبر ۱۹۱۰ء سے اخبار کے خریدار بنے تھے- مگر اس وقت پچھلے پرچے ان کو نہ مل سکے تھے ان کو پچھلے پرچے تفسیر کے بلا قیمت دیئے جاوینگے- بشرطیکہ قیمت اخبار وہ ادا کر چکے ہوں +

سورت کے نام

اس سورہ شریف کو اس کے پہلے لفظ کے لحاظ سے سورہ ارءیت بھی کہتے ہیں جیسا کہ اور بھی بعض سورتوں کے نام ان کے پہلے الفاظ کے لحاظ سے ہیں. مثلاً- والصفت - الرحمٰن - النجم - الطور- وغیرہ +

دوسرا نام اس سورۃ شریف کا الدین ہے -کیونکہ اس میں جزا وسزا کے ضروری اور اہم مسئلہ کی تکذیب کرنے والے کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہے +

تیسرا نام اس سورۂ شریف کا سورۃ الماعون ہے اور زیادہ تر مشہور یہی نام ہے۔ ماعون کے معنے مفصّل آگے بیان ہوتے ہیں- انشاء اللہ تعالےٰ +

چوتھا نام اس سورہ شریف کا سورۃ الیتیم ہے -کیونکہ اسمیں یتیم کے ساتھ محبت کرنے اور اس پر دست شفقت رکھنے کی طرف خاص طور پر ترغیب دیگئی ہے +

مقام نزول

بعض روایات کے مطابق یہ سورہ شریف مکہ میں نازل ہوئی تھی- اور بعض کے نزدیک نصف اوّل مکہ میں نازل ہؤا تھا- اور نصف دوم مدینہ میں نازل ہؤا تھا اور چونکہ نصف آخر میں منافقین کی طرف اشارہ ہے اور مکہ معظمہ میں بہ سبب تکالیف اور مصائب کے ہنوز صرف مخلص لوگ شامل تھے اور ایسے وقت میں ممکن نہ تھا کہ کوئی منافق کمزور شامل ہو سکے اس واسطے قیاس بھی کیا جا سکتا ہے کہ نصف آخر مدنی ہو۔ لیکن چونکہ اکثر آیات میں جو مکہ معظمہ میں نازل ہوئی تھیں آیندہ حالات کی بھی پیشگوئیاں ہیں اس لحاظ سے یہ قیاس بالکل صحیح نہیں ٹھیرتا- ہاں یہ ہو سکتا ہے- کہ بعض آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ایک بار بلکہ کئی بار ہوئی ہوں- جیساکہ ہم حضرت مسیح موعود کے تازہ حالات میں دیکھتے ہیں کہ ایک پیشگوئی وحی الٰہی میں ایک دفعہ نازل ہو کر مثلاً کتاب براہین احمدیہ میں چھپ چکی ہے لیکن جب اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا تو نزول اوّل کے بیس پچیس سال بعد پھر وہی الہام الٰہی کلام میں دوبارہ نازل ہوئے +

شان نزول

ایساہی شان نزول کے متعلق بھی اختلاف ہے عطا وجابر کا قول حضرت ابن عباس سے ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے- اور دوسرے قول میں ہے- کہ یہ سورۃ نصف اوّل عاص بن وائل کے حق میں ہے اور نصف ثانی عبداللہ بن ابی بن ابی سلول کے حق میں ہے سدی نے کہا ہے کہ ولید بن مغیرہ کے حق میں ہے- ضحاک نے کہا ہے کہ عمر بن عاید کے حق میں ہے- ابن جریج نے کہا ہے کہ ابوسفیان کے حق میں ہے- یتیم کے جھڑکنے کے متعلق ابوجہل کا ایک قصہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کی عادت تھی کہ جب کوئی دولتمند مکہ میں قریب المرگ ہوتا تو اس کے پاس جاکر کہتا کہ تیرے بال بچے تیرے بعد اور وارثوں کے سبب خراب حال ہو جائیں گے- بہتر ہے کہ تو اپنا مال متاع میرے سپرد کر دے- اس طرح یتیموں کا مال لے لیتا اور پھر جب وہ مرجاتا تو اُن یتیم بچوں کو صاف جواب دے دیتا- اور جھڑک کر نکال دیتا- ذکر ہے کہ ایک یتیم جس کے ساتھ اس نے ایسا ہی سلوک کیا تھا- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا- اور اپنا تمام قصہ عرض کیا- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ یتیموں پر بہت رحم کرنے تھے اس کی خاطر ابوجہل کے پاس چلکر گئے اور اُسے سمجھایا اور یتیم کی سفارش کی- مگر وہ نابکار اور بھی افروختہ ہؤا اور یتیم کو مارنے اُٹھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین کی- جس پر یہ سورت نازل ہوئی- ایسا ہی بعض مفسرین نے ایک روایت یہ بھی لکھی ہے کہ ایک دن ابوسفیان یا ولید بن مغیرہ نے ایک اونٹ ذبح کیا تھا- اور ہنوز اس کے حصے ہی کر رہا تھا کہ ایک یتیم نے آکر سوال کیا- اس نے لاٹھی سے اس یتیم کو مارا- تب حق تعالےٰ نے اس کی مذمت میں یہ آئتیں نازل فرمائیں +

شان نزول ومقام نزول کے اختلافات میں ایک نکتہ

یہ بھی حکمت الٰہی ہے کہ انجیل اور توریت کی طرح قرآن شریف میں ہر آیت کے ساتھ اس کا شان نزول درج نہیں- ابتدا سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے درمیان کبھی شان نزول یا مقام نزول ساتھ ساتھ نہیں لکھائے جیساکہ توریت انجیل میں اور دیگر صحفِ انبیاء میں آتا ہے- کہ حضرت موسےٰ یا عیسےٰ یا کوئی اور نبی پھر اس مقام پر گیا اور اس آدمی کو ملا اور اس وقت اس پر یہ وحی نازل ہوئی یا خود اس نے یہ کلام کیا- برخلاف اس کے قرآن شریف اوّل سے خدا تعالےٰ کا کلام ہے اور ایک سمندر کی طرح اس کی روانی ہے جس میں کوئی رکاوٹ نہیں- بشر کے کلام کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور چونکہ یہ کلام نہ کسی خاص مکان کے واسطے تھا اور نہ کسی خاص قوم کے واسطے جیساکہ توریت انجیل وغیرہ دیگر کتب سماوی ہیں اس واسطے اس میں شانِ نزول ساتھ ساتھ نہ لکھے گئے- بلکہ خدا تعالےٰ نے یہی چاہا- کہ اس بات کی حفاظت بھی پورے طور سے نہ ہوئی- کہ یہ آئتیں کب اور کس کے حق میں اول نازل ہوئی تھیں- یہاں تک کہ ترتیب نزولی بھی خدا تعالےٰ نے قائم نہ رہنے دی- قرآن شریف کی ترتیب اور اس کے درمیان شانِ نزول اور مقام نزول کا نہ لکھا جانا خود اس بات کی ایک بڑی بھاری دلیل ہے کہ یہ کتاب برخلاف دیگر کتب سماوی کے تمام زمین کے واسطے اور قیامت تک سب زمانوں کے واسطے اور سب قوموں کے واسطے خدا تعالےٰ نے نازل فرمائی ہے +

ربط

سورہ ایلاف میں اللہ تعالےٰ نے قریش کو اپنے انعام یاد دلائے ہیں- اس کے بعد ان کو یہ سمجھایا گیا کہ جب خدا تعالےٰ

سے اس قدر فضل تم پر ہوئے ہیں تو اب تمہیں چاہئے کہ ان رذائل اور بد بولیوں سے بچو جن سے خدا ناراض ہوتا ہے اور جن کا ذکر اس سورہ ماعون میں کیا گیا ہے +

تشریح و معانیٔ الفاظ

اَرَءَیْتَ۔ آیا دیدی۔ کیا دیکھا تو نے۔ اس میں بظاہر استفہام ہے اور در اصل مطلب تعجب سے ہے کہ کیا ایسے شخص کو بھی تم نے دیکھا ہے اس قسم کے طرز کلام میں ایک زور اور خوبصورتی ہے +

الذی۔ جو کہ۔ وہ جو۔ جو شخص کہ

یکذّب۔ جھٹلاتا ہے۔ تکذیب کرتا ہے +

جزاء و سزاء بالدّین جزاء و سزاء کو کہتا ہے کہ نیکی پر انعام یا بدی کی سزا یہ فرضی باتیں ہیں۔ اس دنیا میں انسان زندگی گذار کر مرجاتا ہے اور بس۔ پھر کچھ نہیں۔ ایسے لوگ اس زمانہ میں بھی پائے جاتے ہیں جو مادی لوگ یا میٹریلسٹ (   ) کہلاتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے بڑے اور عظیم الشان کاموں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ وہ لوگوں کو ایمان بالآخرت پر قائم کریں۔ اخلاقی اور تمدنی حیثیت سے بھی یوم الدین پر ایمان کا قائم کرنا امن و امان کے قیام کے واسطے نہایت ضروری ہے۔ جو شخص اعمال کی جزاء سزا کا قائل نہیں۔ وہ بے دھڑک ہو کر جس کا مال چاہے گا۔ ناجائز طور پر کھائے گا۔ ظاہری سلطنتیں دلوں کے درست کرنے سے قاصر ہیں۔ دلوں کو راہ راست پر لانا صرف روحانی سلطنت کا کام ہے جو انبیاء اور اولیاء کے ذریعہ سے دُنیا میں ہمیشہ قائم ہوتی ہیں +

مسیح موعود کا احسان تمدّن پر اسی پر حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ کہ میں گورنمنٹ برطانیہ کی سلطنت کی حفاظت کے واسطے ایک تعویذ ہوں۔ کیونکہ آپ مخلوق کے دلوں میں تقویٰ اور راستی کی بُنیاد ڈال رہے ہیں گورنمنٹ کے برخلاف جہادی خیالات جو اس ملک میں مشنری۔ عیسائی۔ پادری مسلمان ملاں اور آریہ لوگ پھیلا رہے ہیں۔ اس کو اعتقادی رنگ میں لوگوں کے دلوں سے نکال رہے ہیں۔ اور علاوہ اس کے اپنے مریدوں سے یہ اقرار لیتے ہیں کہ وہ ہمیشہ نیکی کو اختیار کریں۔ راستبازی پر چلیں بدی کو چھوڑ دیں۔ کسی قسم کی بغاوت میں ہرگز شامل نہ ہوں۔ جو لوگ جزاء و سزا کے قائل نہیں وہ دنیوی مصائب سے گھبرا کر خودکشی کر لیتے ہیں تاکہ اس عذاب سے چھوٹ جاویں۔ اگر ان کو معلوم ہوتا اور یقین ہوتا کہ آگے ایک اور عذاب ان کے واسطے موجود ہے۔ تو وہ ایسا نہ کرتے یہ یوم الدین کے انکار کا سبب ہے کہ یورپ امریکہ میں اس کثرت کے ساتھ خودکشی ہر سال ہوتی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی خدمت میں خط لکھا کہ میں دنیوی مصائب سے تنگ ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ خودکشی کر لوں۔ حضرت نے اس کو جواب لکھا کہ خودکشی سے کیا فائدہ ہے۔ مرنے سے انسان کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ بلکہ ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہے خودکشی کرنا گناہ ہے اور اس کے واسطے عذاب ہے اس سے بچنا چاہیئے +

دین کے معنے مذہب کے بھی ہیں اس صورت میں اَرَءَیْتَ الذی یکذّب بالدین کے یہ معنے ہیں کہ کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جو دین کو جھٹلاتا ہے اور آگے تشریح ہے کہ دین کے جھٹلانے سے اس جگہ کیا مراد ہے۔ یتیم کو جھڑکنا۔ مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہ دینا۔ نماز سے لاپرواہی کرنا۔ ریاکاری کرنا۔ ماعون سے روکنا۔ ایسا آدمی خدا تعالےٰ کے غضب کے نیچے ہے اور وہ دین کو جھٹلانے والا ہے کیونکہ ایسا کرنے والا درستگی اعتقاد یعنے ایمان متعلق جزاء سزاء سے بے بہرہ ہے اور تہذیب اخلاق سے بھی عاری ہے کیونکہ نہ وہ دفع شر کرتا ہے اور نہ طلب منفعت کرتا ہے اور نہ وہ تزکیہ نفس کی طرف توجہ رکھتا ہے کیونکہ نماز سے تساہل کرنے والا ہے اور ادنےٰ چیزوں سے جو گھر کے اندر عام استعمال میں آتی۔ ہیں ایک دوسرے کو برتنے سے منع کرتا ہے۔ اور اخلاق کے ادنےٰ مراتب سے بھی گرا ہوا ہے +

(۱) نماز پڑھتا ہی نہیں۔

(۲) یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

(۳) مسکین کو کھانا نہیں دیتا۔

(۴) ادنیٰ چیزوں کے باہمی استعمال سے مضائقہ کرتا ہے +

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

بخیل ار بود زاہد بحر و بر
بہشتی نباشد بحکم خبر

منقول از ۵۔ ستمبر ۱۹۰۷ء

فذالک۔ پس یہی ہے۔

الّذی۔ وہ جو۔

یدعّ۔ دھکے دیتا ہے۔

الیتیم۔ یتیم کو۔

یتیم کی اہانت کرنے والے اور اس پر سختی کرنے والے کو اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کے درمیان شمار فرمایا ہے جو کہ دین کے مکذب ہیں۔ یتیم سب ضعیفوں سے زیادہ ضعیف ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یتیم کا بہت خیال رکھتے تھے اور یتامیٰ کی بہت خبر گیری کرتے تھے۔ ہماری انجمن اشاعت اسلام نے بھی اپنے اخراجات میں ایک مد یتامی کی رکھی ہے۔ اور مدرسہ تعلیم الاسلام

میں بہت سے یتیم پرورش پاتے ہیں جن کے ہر قسم کے اخراجات تعلیمی اور خوراک پوشاک وغیرہ کے انجمن برداشت کر رہی ہے۔ میںنے دیکھا ہے کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب عموماً ایک نہ ایک یتیم اپنے گھر میں رکھتے ہیں جس کی مثل اپنے بچوں کے پرورش کرتے ہیں۔ غرض یتیم کی خبرگیری ایک بڑے ثواب کا کام ہے۔

ولا یحض۔ اور نہیں رغبت دلاتا اور نہیں تاکید کرتا۔

علےٰ طعام المسکین۔ مسکین کے کھانا کھلانے پر۔

یہ دوسری مذمت مکذب کی ہے کہ وہ اول تو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور دوم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو اس امر کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ مسکین کو کھانا کھلایا کرے۔

اسجگہ مکذب کی دو بڑی نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ ہے۔ کہ یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور دوم یہ کہ مسکین کو کھانا نہیں دیتا۔ مسکین اور یتیم ہر دو عام لفظ ہیں اور ہر ایک شخص جو مساکین اور یتامیٰ کے ساتھ بدسلوکی کرے گا وہ خدا تعالےٰ کے غضب کو اپنے اوپر وارد کریگا۔ لیکن اس میں ایک باریک اشارہ ایک خاص یتیم اور مسکین کی طرف بھی ہے۔ جس نے اللہ تعالےٰ کی خاطر دنیوی تعلقات کو قطع کر دیا ہے اور دنیوی اموال اور جاہ وحشم کو بالکل ترک کر دیا ہے اور وہ خدا کی خاطر ایک یتیم اور مسکین بن گیا ہے۔ تب خدا تعالےٰ نے اس کو اپنی ہستی کے ثبوت کے واسطے ایک حجت اور نشان مقرر کر کے دوبارہ دنیا میں داخل کر دیا ہے۔ خداوند تعالےٰ کے تمام انبیاء کا یہی حال ہوتا ہے اور وہ لوگ جو دنیا میں عام طور پر اپنی بے دینی کے باعث یتامیٰ اور مساکین پر ظلم روا رکھتے ہیں وہ اپنی عادت کے مطابق ان آیات اللہ کے ساتھ ٹھٹھہ کر کے اپنی بد اعمالیوں کا آخری نتیجہ پا لیتے ہیں۔ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یتیم اور مسکین بے کس اور بے بس ایک اکیلا انسان سمجھا اور آپ کے ساتھیوں کو چند غرباء ضعفاء کے سوائے نہ پایا۔ اور آپ کے قتل کے درپے ہوئے۔ خدا تعالےٰ نے ان کے منصوبوں کو ایسا خاک میں ملایا اور ان کو ایسی ناکامی کا منہ آنحضرت ؐ کے سامنے ہی دکھایا۔ کہ اس کی نظیر تاریخ دنیا کے معرکہائے جنگ وجدال میں نظر نہیں آتی۔ ایسا ہی اس زمانہ میں بھی خدا تعالےٰ کا ایک مُرسل ہمارے درمیان موجود ہے جس نے آبائی عزت وجاہ اور اموال و جاگیر کو اپنے خدا کی محبت کے آگے ہیچ جان کر سب کچھ ترک کیا اور گوشہ میں بیٹھ کر گمنامی کے درمیان اپنے خدا کی یاد کو سب باتوں پر ترجیح دی۔ دنیا نے اس کو یتیم اور مسکین دیکھا اور دنیا کے فرزندوں نے چاہا کہ اس مسکین کو کوئی کھانا نہ دے اور نہ اس کو کوئی ملے۔ اور نہ اس کے ساتھ کوئی بات کرے اور اس کے حق میں سخت سے سخت کفر کے فتوے لگائے لیکن خدا تعالےٰ کا غضب ایسے کفربازوں پر نازل ہوا اور ان کے نوجوانوں کو کھا گیا اور ان کے بچوں کو یتیم کر گیا اور ان کے گھروں کو ویران کر گیا۔ پر وہ جس کے لئے کہا گیا تھا کہ کوئی اس کو کھانا نہ دے اس کا گھر خدا نے ہر قسم کی نعمتوں کے ساتھ بھر دیا۔

پس بڑا بدنصیب وہ ہے۔ جو خدا کے فرستادہ کو یتیم اور مسکین دیکھ کر دھکے دے اور دوسروں کو بھی اس کے پاس جانے سے روکے

فویل۔ پس وائے ہے پس افسوس ہے پس ہلاکت ہے۔

للمصلین۔ واسطے نمازیوں کے۔

الذین ۔ وہ جو

ھم ۔ وہ

عن صلاتھم ۔ اپنی نماز سے

ساھون ۔ سہو کرنے والے ہیں۔ غفلت کرنے والے ہیں۔ تساہل کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کو تنبیہہ کی گئی ہے۔ جو نماز کے معاملہ میں سستی اور غفلت کرتے ہیں۔

مصلین۔ وہ لوگ جو نماز کے واسطے مکلّف ہیں۔ نماز میں غفلت کئی طرح سے ہوتی ہے۔

(۱) بعض لوگ نماز پڑھتے ہی نہیں۔ رسمی طور پر مسلمان کہلاتے ہیں۔ مگر کبھی انکو یہ خیال نہیں آتا کہ نماز کا پڑھنا مسلمان کے واسطے فرض ہے۔ اور جب تک کہ وہ اپنے عین کاروبار کے درمیان وقت نماز کے آنے پر تمام دنیوی خیالات کو بالائے طاق رکھ کر خدا تعالےٰ کی طرف نہیں جھکتا۔ تب تک اس میں اسلامی نشان نہیں پایا جاتا۔ ہر ایک قوم والوں کے درمیان کوئی مذہبی نشان ہوتا ہے۔ عیسائی لوگوں نے وہ نشان صلیب کا رکھا ہے۔ جس کو وہ لکڑی یا لوہے یا چاندی سونے کی بنوا کر اپنی چھاتی پر یا سر پر اور معبد خانوں کے اوپر لگا دیتے ہیں اس واسطے عیسوی مذہب کو صلیبی مذہب کہتے ہیں۔ اور عیسائیوں نے جو لڑائیاں اپنے مذہب کی خاطر مسلمانوں کے ساتھ کیں انکو صلیبی جنگ کہتے ہیں۔ ایسا ہی ہندو لوگ اپنے ہندو ہونے کی نشانی میں بدن پر ایک تاگہ رکھتے ہیں جسے زنار یا جنیو کہتے ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان ان کے اسلام کی نشانی یہی ہے۔ کہ مسلمان ہر حالت رنج وراحت۔ صحت وبیماری امن وجنگ میں اپنے وقت پر اپنے خدا تعالےٰ کے حضور میں حاضری بھرنے کے واسطے چست ہو جاتا ہے۔ عین جنگ کے موقعہ پر جہاں دشمنوں کے ساتھ لڑائی ہو رہی ہوتی۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ صف بندی کر کے نماز پڑھتے اور پڑھاتے تھے اس سے بڑھ کر نماز کے واسطے اور کیا تاکید ہو سکتی ہے۔

(۲) وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں مگر کبھی کبھی جسدن کپڑے بدلے یا صبح کیوقت

جب اٹھ موںھ دھویا تو نماز بھی اس اتفاق سے پڑھ لی یا چند ایسے دوستوں میں قابو آگئے جو نماز پڑھتے ہیں تو وہاں ان کے درمیان مجبوراً پڑھ لی۔ یہ لوگ بھی غفلت کرنے والوں میں شامل ہیں۔

(۳) پھر کچھ ایسے لوگ ہیں۔ جو پڑھتے تو ہیں مگر بہ سبب تکبر کے یا بہ سبب سُستی کے اپنے ہی گھروں میں پڑھ لیتے ہیں۔ ہر وقت اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں جب نماز کا وقت آیا تو اسی جگہ جلدی جلدی نماز پڑھ لی۔ گویا ایک رسم ہے جس کو ادا کرتے ہیں یا ایک عادت ہے۔ جس کو پورا کرتے ہیں۔ مسجد میں جانا اور جماعت کو پانا ان کے نزدیک ایک بے فائدہ امر ہے یہ لوگ بھی غافلین میں شامل ہیں۔ اکثر آجکل کے دنیوی رنگ میں بڑے لوگوں میں اگر کسی کو نماز کی عادت ہے۔

(۴) پھر بعض لوگ مسجد میں بھی جاکر پڑھتے ہیں مگر بے دلی کے ساتھ۔ ان میں تعدیل ارکان کا خیال نہیں اور خدا تعالےٰ کی طرف پوری توجہ سے نہیں جھکتے اور جلدی جلدی نماز کو ختم کرتے ہیں اور نماز کے اندر وساوس کو اور غیر خیالات کو بلاتے ہیں۔

(۵) پھر وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں مگر ویسی نماز نہیں پڑھتے جو خدا تعالےٰ نے اپنے رسول کو سکھلائی اور اس کے رسول نے اپنی امت کو سکھلائی۔ بلکہ وہ اپنے لئے ایک نئی نماز ایجاد کرتے ہیں اور وہ نہیں جانتے۔ کہ جس وقت یہ سورہ شریف نازل ہوئی تھی۔ اس وقت بھی تو نماز پڑھی جاتی تھی اور ظن کرتے ہیں کہ تاریخی شہادتیں تمام جھوٹی ہیں۔ خواہ کس قدر جانفشانی کے ساتھ وہ واقعات سینہ بسینہ جمع کئے گئے ہوں گویا ان کے نزدیک تمام جہان کی تاریخ جھوٹ ہے اور اس میں کچھ راستی نہیں اور کہتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ہر ایک انسان اپنے لئے آپ قرآن شریف کو سمجھے گا اور وہ دنیا میں ہزارہا اشیاء کے محتاج ہیں لیکن جب انہیں کہا جائے کہ تم قرآن شریف کے سمجھنے کے لئے بھی کسی کے محتاج ہو تو اپنے نفس کو دھوکہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن شریف کسی کا محتاج نہیں وہ کلام الٰہی ہے اور سچ ہے کہ وہ محتاج نہیں لیکن کیا انسان بھی محتاج نہیں۔ کیا ماں کے پیٹ سے کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کر نکلا تھا اور وہ کہتے ہیں کہ وہ نماز جو دوسرے مسلمان پڑھتے ہیں وہ درست نہیں۔ خواہ اس کے متعلق سچی اور حقیقی شہادت دکھائی جائے کہ آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز اسی طرح پڑھی تھی اور کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلعم سے روایت کی۔ وہ قابل اعتبار نہ تھے اور نہیں سوچتے کہ اگر وہ سب کے سب ایسے ہی تھے۔ تو پھر قرآن شریف بھی ہم تک انہیں بزرگوں کے ذریعہ سے پہنچا ہے پس کیونکر یقین ہو کہ قرآن شریف بھی اصلی ہے کیونکہ سچ ہے کہ خدا تعالےٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے مگر کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ حفاظت کی آیت بھی ان لوگوں نے اپنے پاس سے ڈال دی ہو۔ جنھوں نے ہم تک قرآن شریف کو پہونچایا۔ پس یہ راہ بہت ہی خطرناک ہے جو چکڑالوی اور اس کے ہمخیالوں نے اختیار کی ہے۔

اَلَّذِیْنَ۔ وہ لوگ جو۔

ھُمْ یُرَاؤُنَ۔ دکھاوا کرتے ہیں۔ ریاکاری کرتے ہیں وہ لوگ جو لوگوں کی خاطر یا لوگوں کے سامنے لمبی نماز پڑھتے ہیں اور جب علیحدہ ہوتے تو پھر نہیں پڑھتے یا کسل کے ساتھ نماز کو ادا کرتے ہیں لیکن اصل بات نیت پر موقوف ہے۔ اگر کوئی شخص سچے اخلاص کے ساتھ اور صدق کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف جھکتا ہے تو خواہ اسکو کوئی دیکھا کرے اس امر کا اسکو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن نماز پڑھ رہا تھا ایک آدمی آیا اور مجھے نماز پڑھتے دیکھا۔ اس کا یہ دیکھنا مجھے بھلا معلوم ہوا میں نے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے لئے دُہرا اجر ہے ایک سر کا اجر اور ایک علانیہ کا۔ غرض یہ باتیں یاد رکھنی چاہئیں نیت پر موقوف ہیں بعض لوگ اس نیت سے ظاہری طور پر صدقہ خیرات کرتے ہیں کہ دوسروں کو بھی نیک کام کے واسطے ترغیب پیدا ہوتی ہے وہ لوگ جو اندر سے ایک نیکی کا کام کرتے ہیں اور ظاہر میں اسکو بدی کا رنگ دیتے ہیں تاکہ خلقت کی نظروں میں وہ بد دکھائی دیں میرے نزدیک یہ بھی ریاکار ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے عمل میں خلقت کی نظر بد یا نیک کی پرواہ کی ہے انسان کو چاہیئے کہ اپنے خدا تعالےٰ کے واسطے خالصۃً عبادت کرے پھر خواہ خلقت اسکو بُرا سمجھے یا بھلا اس امر کی پرواہ نہیں چاہیئے اور اپنے ظاہر کو جان بوجھ کر بُرا بنانا آنحضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سکھلائی ہوئی اس دعا سے ناجائز ثابت ہوتا ہے وہ دُعا آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو سکھلائی تھی اور اسطرح ہے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً (ترجمہ) اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا اور میرے ظاہر کو اچھا کر۔

وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۔ اور منع کرتے ہیں برتنے کی چیز سے۔

ماعون بروزن فاعول۔ تھوڑی چھوٹی اور ادنےٰ شے کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کو مانگنے سے استعمال کے واسطے دیجاوے تو دینے والے کا ہرج نہ ہو اور لینے والے کو فائدہ ہو جاوے جیسا اس ملک میں پینے کے لئے پانی۔ چولھے کی آگ۔ تھوڑا نمک کلہاڑی ہاون دستہ وغیرہ گھر میں ایسی اشیاء کا رکھنا جو ہمسایہ کے کام کبھی کبھی آویں موجب ثواب ہے۔ بعض کے نزدیک ماعون۔ زکوٰۃ کو کہتے ہیں۔

اس سورہ شریف میں جو نشانیاں مکذبان دین کے واسطے بیان کیگئی ہیں وہ سب یورپ کے عیسائیوں پر ایسی چسپاں ہوتی ہیں کہ گویا یہ سورہ شریف ان کے ہی حق میں نازل ہوئی تھی۔ سب سے اول دین کی تکذیب ہے سو یورپ کے علماء ہی ہیں جنھوں نے دنیا میں سب سے پہلے یہ بات ظاہر کی ہے کہ دین ایک لغو امر ہے۔ مذہب کی طرف توجہ ہی کرنا بے فائدہ سمجھتے ہیں۔ یتیم اور مساکین کو جھڑکنے کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی مسکین اور یتیم راہ میں کسی سے سوال کر بیٹھے تو وہ مجرم گردانا جاکر جیل خانہ میں بھیجا جاتا ہے کسی غریب کو اپنے گھر بُلا کر روٹی کھلانا یا مسافر کی خاطر داری کرنا نہایت جہالت کا طریق خیال کیا جاتا ہے نماز سے غفلت کا یہ حال ہے کہ ہفتہ میں ایک دن اور اس دن میں بھی ایک گھنٹہ نماز کے واسطے مقرر ہے اسمیں کوئی دس فیصدی عیسائی گرجا جاتے ہوں گے ہاں دکھاوے کے کام بہت ہیں چندوں کی لمبی فہرستیں شائع کیجاتی ہیں ایک

حضرت خلیفۃ المسیح مولٰنا مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

سُورۃ الکوثر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ساتھ نام اللہ کے بخشنے والا مہربان

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ؕ﴿۲﴾ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ﴿۳﴾

تحقیق عطا کی ہم نے تجھے کوثر — پس نماز پڑھ واسطے اپنے پالنے والے کے اور قربانی کر — بے شک دشمن تیرا جو ہے وہ بے نسل ہے۔

تفسیری ترجمہ بامحاورہ

اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ اس کو شروع کیا جاتا ہے جسکی رحمت بلا مبادلہ سب کے واسطے عام ہے اور جو نیک عمل کرنے والوں کے واسطے انعام اور بدی کرنے والوں کو سزا دیتا ہے اسے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تجھے کوثر جیسی نعمت عطا کی ہے پس اپنے رب کی عبادت کر اور قربانی دے تیرا دشمن تو ضرور جڑھ سے کاٹا گیا ہے۔

یہ سورہ شریف مکّی ہے۔ اس میں تینؔ آیتیں اور بارؔہ الفاظ اور بیالیسؔ حروف ہیں۔

سب سے اوّل میں اس جگہ حضرت مولٰنا مولوی حکیم نورالدین صاحب کی زیر تالیف عربی تفسیر کو بمعہ ترجمہ (بہ اجازت و بعد ملاحظہ صاحب موصوف) درج کرتا ہوں

سورۃ الکوثر

مکیۃ۔ عند ابن عباس وعایشہ وابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم (الدر المنثور) ونسب ھذا القول فی البحر الی الجمہور (العینی وروح المعانی)

عن انس رضی اللہ عنہ لما عرج بالنبیّ صلے اللہ علیہ وسلم الی السماء قال اتیتُ علی نہرٍ حافتاہ قباب اللؤلؤ مجوف۔ فقلت ما ھذا یا جبرائیل۔ قال ھذا الکوثر (البخاری)

ومدانیۃ۔ عن مجاھد والحسن وقتادہ وعکرمہ وفی الاتقان انہ الصواب ورجحہ النووی فی شرح لمسلم۔ اخرج احمدؔ ومسلم وابو داؤد والنسائی والبیھقی فی سننہ۔ وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ وابی شیبہ عن انس ابن مالک۔ اغفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اغفاءۃ فرفع راسہ متبسماً فقال انی انزل الیّ انفا سورۃ فقرأ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ انا اعطینٰک الکوثر حتی ختمھا۔ (الحدیث)

جیسا کہ کتاب درالمنثور میں لکھا ہے یہ سورہ شریف حضرت ابن عباس اور حضرت عایشہ اور حضرت ابن زبیر کے قول کے مطابق مکّی ہے اور تفسیر عینی اور روح المعانی میں لکھا ہے کہ بحر میں بھی یہ قول جمہور کیطرف منسوب کیا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا تو آپ نے سنایا کہ شب معراج میں مینے ایک نہر دیکھی جس کے اردگرد موتیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ مگر خالی تھے پس میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ یہ کوثر ہے۔

مجاہد اور حسن اور قتادہ اور عکرمہ کے قول کے مطابق یہ سورہ شریف مدنی ہے اور کتاب اتقان میں اسی قول کو درست قرار دیا گیا ہے اور نووی نے مسلم کی شرح میں بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے۔ احمد اور مسلم اور ابو داؤد اور نسائی اور بیہقی نے اپنی کتابوں میں اور ایسا ہی ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن مردویہ اور ابن ابی شیبہ نے ابن مالک سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر تک سر نیچے رکھا اور پھر سر اٹھا کر تبسم فرمایا اور کہا کہ ابھی مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے۔ پھر سورہ کوثر پڑھی۔

امّا الکوثر۔ فاخرج البخاری والحاکم وابن جریر قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ ھل تدارون ما الکوثر۔ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ھو نھر اعطانیہ ربّی فی الجنّة علیہ خیر کثیر ترد علیہ امتی یوم القیمة آنیتہ عدد الکواکب یختلج العبد منھم فاقول یارب انّہ من اُمّتی فیقال انّک لاتدری ما احدث بعدک۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما انّہ قال فی الکوثر ھو الخیر الّذی اعطاہ اللہ ایاہ۔ قال ابوبشر قلت لسعید بن جبیر فان الناس یزعمون انہ نھر فی الجنّة فقال سعید النھر الّذی فی الجنّة من خیر الذی اعطاہ ایاہ (البخاری)

فی النسائی بدل فی الجنّة فی بطنان الجنة معناہ فی وسطھا

واخرج ابن ابی شیبہ واحمد والترمذی وصححہ وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ انہ یجری علی الدر والیاقوت تربتہ اطیب من المسک وماءہ اشد بیاضاً من اللبن واحلی من العسل

وسئال نافع ابن الازرق عن ابن عباس رضی اللہ عنھما عن الکوثر فقال نھر ببطنان الجنة حافتاہ قباب الدر والیاقوت فیھا ازواجہ وخدمہ۔ قال ھل تعرف العرب ذلک قال نعم اما سمعت حسان بن ثابت یقول

؎ وحباہ الالہ بالکوثر۔ الاک۔
۔ بر۔ فیہ النعیم والخیرات

الکوثر من الکثرت۔ الشئ الکثیر۔ کثرة مفرطة قال الکمیت

؎ وانت کثیر یا ابن مروان طیب
وکان ابوک ابن الفضائل کوثرا

اخرج البزاز وغیرہ بسند صحیح عن ابن عباس قال قدم کعب بن الاشرف مکة فقالت لہ قریش انت سید ھم الاتری الی ھذا المنصبر المنبتر من قومہ یزعم انّہ خیر منا ونحن اھل الحجیج واھل السقایة واھل السدانة قال انتم خیر منہ۔ فنزلت انّ شانئک ھو الابتر۔

واما بقیة التفسیر بالاٰثار عن الصحابة والتابعین رضوان اللہ علیھم اجمعین۔ واخرج ابن ابی حاتم عن الحسن الکوثر القراٰن واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم و ابن عساکر عن عکرمة قال الکوثر ما اعطاہ اللہ من النبوة والخیر والقراٰن

لفظ کوثر۔ بخاری اور حاکم اور ابن جریر نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک دفعہ اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ کوثر کیا شے ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے جو میرے ربّ نے مجھے عطا کی ہے وُہ نہر جنت میں ہے۔ اس میں خیر کثیر ہے۔ قیامت کے روز میری اُمّت اس پر وارد ہوگی۔ اس کا برتن ستاروں جتنا وسیع ہے۔ ان میں سے ایک آدمی اس پر سے ہٹایا جاویگا تو میں کہوں گا کہ میرے ربّ یہ تو میری اُمّت کا آدمی ہے اِسے کیوں ہٹایا جاتا ہے تو جواب ملے گا کہ تو نہیں جانتا کہ اس نے تیرے بعد کیسی نئی باتیں نکالی تھیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوثر اس خیر کا نام ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی ہے۔ ابوبشر لکھتا ہے کہ مینے سعید بن جبیر کو کہا کہ لوگ تو خیال کرتے ہیں کہ کوثر جنّت میں نہر کا نام ہے اور آپ کہتے ہیں وہ خیر ہے تو سعید نے کہا کہ جنّت میں جو نہر ہے۔ وہ بھی اسی خیر میں سے ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے رسُول کو عطاء کی ہے۔

حدیث شریف کی کتاب نسائی میں فی الجنة کی بجائے فی بطنان الجنة آیا ہے بطنان الجنة کے معنے ہیں بہشت کے وسط میں

ابن ابی شیبہ اور احمدؒ اور ترمذی نے یہ روائت بیان کی ہے اور اس کو صحیح تبلایا ہے۔ اور ابن ماجہ اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن مردویہ نے بھی یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ نہر موتیوں پر اور یاقوت پر جاری ہے۔ اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اور اس کا پانی دودھ سے بھی زیادہ سفید ہے اور شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہے۔

اور نافع ابن ازرق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پُوچھا کہ کوثر کیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے جو کہ بہشت کے وسط میں ہے۔ اور اس کے اردگرد موتیوں کے اور یاقوت کے خیمے ہیں اس میں بیویاں اور خدام ہیں۔ نافع نے کہا کہ اہل عرب ان معنوں سے واقف ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہاں واقف ہیں کیا آپ نے حسان ابن ثابت کا یہ شعر نہیں سُنا۔

ترجمہ شعر۔ اور خدا نے اُسے کوثر عطاء کیا ہے۔ بڑا کوثر جس میں نعمتیں اور بھلائیاں ہیں ؛

لفظ کوثر۔ کثرت سے نکلا ہے اور اس کے معنے ہیں بہت ساری چیز۔ بہت زیادہ۔ کمیت شاعر کہتا ہے

اے ابن مروان تو کثیر ہے اور طیب ہے
اور تیرا باپ بہت بڑھی ہوئی فضیلوں والا تھا

بزاز نے اور دوسروں نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کعب بن اشرف ایک دفعہ مکہ میں آیا تو قریش نے اُسے کہا کہ تو ہمارا سردار ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا اس منصبر بنبتر کی طرف وہ گمان کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے۔ حالاں کہ ہم وُہ ہیں جو لوگوں کو حج کراتے ہیں اور لوگوں کو پانی پلاتے ہیں اور لوگوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ کعب بن اشرف نے کہا کہ نہیں تم اس سے اچھے ہو اس پر یہ سُورة نازل ہوئی۔ انّ شانئک ھو الابتر الخ

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار سے باقی تفسیر اس طرح سے ہے کہ ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کی ہے کہ کوثر کے معنے ہیں۔ قرآن شریف۔ اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن عساکر نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ کوثر اس کا نام ہے جو اللہ تعالےٰ نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت اور خیر اور قرآن شریف عطاء کیا تھا۔

واخرج ابن ابی حاتم والحاکم وابن مردویہ والبیھقی فی سنتہ عن علی ابن ابی طالب قال لما نزلت ھذہ السورۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا اعطینٰک الکوثر۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لجبریل ما ھذہ النحیرۃ التی امرنی بھا ربی قال انھا لیست بنحیرۃ ولکن یامرک اذا تحرمت للصلوۃ ان ترفع یدیک اذا کبرت واذا رکعت واذا رفعت راسک من الرکوع فانھا صلوتنا وصلوۃ الملائکۃ الذین ھم فی السمٰوات السبع وان لکل شی زینۃ وزینۃ الصلوٰۃ رفع الیدین من الاستکانۃ التی قال اللہ فما استکانوا لربھم وما یتضرعون۔ واخرج ابن ابی شیبہ والبخاری وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والدارقطنی و ابو الشیخ والحاکم وابن مردویہ والبیھقی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی قولہ فصل لربک وانحر قال وضع یدہ الیمنیٰ علی وسط ساعدہ الیسرٰی ثم وضعھا علی صدرہ فی الصلوٰۃ واخرج ابو الشیخ والبیھقی فی سنتہ عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہٗ

واخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیھقی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ فصل لربک وانحر۔ قال اذا صلیت فرفعت راسک من رکوع فاستو قائماً۔

واخرج عن ابی الاحوص فصل لربک وانحر۔ استقبل القبلۃ بنحرک۔

واخرج ابن جریر وابن المنذر عن ابن عباس فصل لربک وانحر۔ الصلوٰۃ المکتوبۃ والذبح یوم الاضحیٰ واخرج ابن جریر عن قتادۃ صلوٰۃ الاضحیٰ ونحر البدن

اور ابن ابی حاتم اور حاکم اور ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی کتاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ جب سورۂ کوثر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے کہا کہ اس وحی الٰہی میں نحیرہ سے کیا مراد ہے جس کا حکم خدا تعالےٰ نے مجھے دیا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے مراد کوئی قربانی نہیں ہے بلکہ خدا تعالےٰ نے اس میں آپ کو یہ حکم دیا ہے۔ کہ جب آپ نماز پڑہیں اور اللہ اکبر کہیں تو اس وقت اپنے ہاتھ اٹھایا کریں اور جب رکوع کریں اور جب رکوع سے سر اٹھائیں تو اس وقت بھی ہاتھ اٹھایا کریں۔ یہ ہماری نماز ہے اور یہی ان سب فرشتوں کی نماز ہے۔ جو کہ سات آسمانوں میں ہیں اور ہر ایک چیز کے واسطے ایک زینت ہوتی ہے۔ پس نماز کی زینت یہ ہے کہ ہر ایک تکبیر کے وقت رفع یدین کی جاوے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رفع یدین کرنا وہ استکانت ہے۔ جس کا ذکر قرآن شریف کی اس آیت میں ہے کہ فما استکانوا لربھم وما یتضرعون۔ اور ابن ابی شیبہ سے روایت ہے اور بخاری اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور دارقطنی اور ابو الشیخ اور حاکم اور ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فصل لربک وانحر کے متعلق روایت کی ہے۔ کہ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں کلائی کے وسط پر رکھا۔ اور پھر دونوں ہاتھوں کو نماز میں اپنے سینہ پر رکھا اور ابو الشیخ اور بیہقی نے اپنی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فصل لربک وانحر سے یہ مراد ہے کہ جب تو نماز پڑھے اور اپنا سر رکوع سے اونچا کرے تو سیدھا کھڑا ہوجا۔

اور ابی الاحوص سے روایت ہے کہ فصل لربک وانحر سے یہ مراد ہے کہ اپنی قربانی لیکر قبلہ کی طرف متوجہ ہو۔

اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فصل لربک وانحر میں صلوٰۃ سے مراد فرض نماز ہے اور قربانی سے مراد عید الاضحیٰ کی قربانی ہے اور ابن جریر نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ نماز سے مراد عید الاضحےٰ کی نماز ہے اور قربانی سے مراد بھی اس عید کی قربانی ہے۔

اِس تفسیر کو میں یہاں تک لکھ چکا تھا کہ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہماری تفسیر کو اس طرح لفظ بلفظ عربی عبارت میں لکھنا اور پھر اس کا ترجمہ کرنا اخباری طرز کے مناسب حال نہیں ہے یہ بات درست ہے اور میرا خیال ہے کہ آیندہ حضرت مولویصاحب کی تفسیر کو پڑھ کر اس سے تمام تفسیر کے لکھنے میں فائدہ حاصل کیا جائے۔ ہاں اس تفسیر میں جو خاص لطائف ہیں اور مصنّف موصوف پر اللہ تعالےٰ نے کھولے ہیں اور دیگر تفاسیر میں وہ باتیں نہیں پائی جاتیں اس حصہ کو اصل عربی میں بمعہ ترجمہ کے لکھا جاوے۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

۔۔ ۔۔ لیکن چونکہ اس سورہ شریف کا ایک بڑا حصہ اسطرح چھپ چکا ہے اسواسطے کم از کم اس کو آخر تک انشاء اللہ اسی طرح لکھا جائیگا

اس کے بعد عربی تفسیر میں صرف ونحو کا وہ حصہ ہے جو عام فہم نہیں ہے۔ اس واسطے اس کو چھوڑا جاتا ہے لیکن اس میں سے چند باتیں بطور اختصار کے درج کی جاتی ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے عطائے کوثر کے بیان میں اللہ تعالےٰ نے اوّل حرف تاکید کا فرمایا ہے۔ پھر صیغۂ ماضی میں بیان کیا ہے یہ بھی ایک تاکید ہے اور دیگر صرفی نحوی تاکیدیں بھی ان الفاظ میں ہیں جن سے اللہ تعالےٰ کے خاص فضل کا اظہار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ آپ کے واسطے کوثر کا ملنا ایک امر مقدر ہے جو اللہ تعالےٰ کی صفت رحیمیت سے آپکو عطا ہوا ہے۔ ایسا لفظ اعطی کا استعمال بھی اسی فضل عظیم کی طرف اشارہ کرتا ہے ورنہ صرف دینے کے مفہوم کے واسطے عربی میں لفظ اٰتیٰ بھی آ سکتا تھا۔ ایسا ہی اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے [1] کے ساتھ خطاب فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے کوثر عطاء کیا ہے اور ایسا نہیں فرمایا کہ ہم نے اپنے رسُول یا نبی یا عبد کو کوثر عطاء کیا ہے

[1] حاشیہ۔ چکڑالوی لوگ اسپر توجہ کریں۔

اس میں بھی رحمانیّت کے خاص فضل اور عطاء کا تذکرہ ظاہر ہے۔ ایسا ہی انّ شانئك ھوالابتر۔ میں بھی دشمن کے بے نسل ہونے کو بہت سی تاکیدوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ بات ضرور ہو جانے والی ہے۔

ترتیب

اس سورۃ کا پہلی سورۃ (الماعون) سے یہ تعلق ہے۔ کہ سورہ ماعون میں ایسے شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ مکذّب بالدین۔ بخیل۔ تارک صلوٰۃ۔ ریاکار۔ مانع زکوٰۃ اور مانع ماعون ہے اور اس سورہ شریف میں ایسے آدمی کا ذکر ہے جو ان بُری عادات کے بالمقابل تمام نیک صفات سے متصف ہے۔ وُہ مکذب تھا تو یہ اوّل المومنین اور مصدق ہے۔ خدا کی طرف سے اسے کوثر عطا کیا گیا۔ وہ بخیل اور مانع زکوٰۃ اور مانع ماعون تھا تو یہ وانحر کے حکم پر چلنے والا ہے۔ وہ تارک صلوٰۃ اور ریاکار تھا تو یہ فصلّ کی پیروی کرنے والا ہے۔ اور وہ بھی لربّک۔ خاص خدا کے واسطے کسی انسان کے واسطے نہیں۔ کسی کو دکھانے کے واسطے نہیں۔

(بقیہ حاشیہ کالم اوّل) رسُول کے لفظ کے معنے تو قرآن شریف کر دیتے ہیں۔ تو کیا یہاں بھی ك میں مخاطب قرآن شریف ہے اور قرآن شریف کو حکم ہوا ہے کہ اے قرآن تو نماز پڑھا کر۔ اور اے قرآن تو قربانی دیا کر۔ غور کرو کہ یہ خطاب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اور آپ کو کوثر عطا کیا گیا ہے۔ اور اس کوثر میں خدا تعالےٰ کا کلام ہے اور اس کی پاک تفہیم جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔ کیا چکڑالوی کو قرآن کی تفہیم ہوئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ نہ ہوئی تھی۔

(اڈیٹر)

منقول از ۷۔ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ مطابق ۲۱۔ فروری ۱۹۰۷ء

۱۔ الکوثر النھر فی الجنّۃ۔ والخیر الکثیر ولا شك ان النھر من الخیر الکثیر ومن الخیر الکثیر الّذی اعطی نبینا خاتم النبیین رسول ربّ العالمین شفیع المذنبین صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ اجمعین۔

کوثر جنّت کی ایک نہر کا نام ہے اور کوثر خیر کثیر کو کہتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ نہر بھی خیر کثیر میں سے ہے۔ اور خیر کثیر میں وہ بہت سی باتیں شامل ہیں جو ہمارے نبی کریم خاتم النبیین۔ ربّ العالمین کے رسُول اور گنہ گاروں کے شفیع کو اللہ تعالےٰ نے عطاء فرمائی ہیں۔

۲۔ کثرۃ الاسماء الحسنیٰ للہ سبحانہ فما تریٰ فی شیٔ من الکتاب المنسوبۃ الی اللہ سبحانہ مثل ما تریٰ من الاسما فی الکتاب المنزل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ الخیر الکثیر کثرۃ المحامد للہ تعالیٰ۔ فھل تریٰ من احدٍ من المسلمین یمد صوتہ وینذی ویکبر باللہ اکبر علی المنار

اس خیر کثیر میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سبحانہ کے اسمائے حُسنیٰ جس قدر قرآن شریف میں ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی الٰہی تبلائے گئے ہیں۔ ان کی مثال کسی آسمانی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ اور اسی خیر کثیر میں سے وہ محامد الٰہی ہیں جو دین اسلام کے ذریعہ سے دنیا پر پھیلائے جا رہے ہیں۔ کیا آپ دیکھتے ہیں کہ کس طرح سے مسلمان آواز بلند کے ساتھ بلند مناروں اور اونچی جگہوں پر چڑھ کر اللہ تعالےٰ کی بڑائی کرتے ہیں اور اللہ اکبر کا نعرہ

والمرتفعات۔ وهل يمكن لفظ اكبر من الله اكبر او ما ترى في الاسلام ادعية الاكل والشرب والجماع والنوم والتقليب في النوم والانتباه منه والدخول في المساجد والقيام والجلوس والخروج منها والذهاب الى السوق والاياب منها والسفر والحضر وادعية البأساء والضراء وحين البأس وركوب الدابات والحاجات والكرب والهم والحزن والفتن۔

ومحامد الله سبحانه وتعالى في ابتداء الكتاب والخطب والرسائل وختامها۔ ومنها قال صلى الله عليه وسلم ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين ومن الخير الكثير كثرة وعظ التوحيد ونفي الشرك۔ ارأيت هذا البيان في كتاب او ديوان۔ انظر كلمة التوحيد لا اله الا الله فهل ابقى في قلب احد من المؤمنين بها ان يشرك احداً في النية والقصد وان يدعو احداً من دون الله وان يطيع احداً بدون امره وان يتخذ احداً من دون الله رباً سواه ولو كان من الاحبار والرهبان اي العباد والعلماء في معصية الله وهل يمكن من احد ان يؤمن بها ان يحب الخلق كحب الله فلا يرجو المؤمن بها من احد۔ ولا يخاف من احد۔ فلا يعتقد في احد ان له العلم التام والتصرف التام او لاحد سوى الله عبادة ما فضلاً عن السجدة۔ والحج والقرابين فلا يستغفر الا الله ولا يتوب الا اليه۔

ولا يعتقد احد أنه الخالق لشئ كمثل خلق الله او احد يحيي او يميت كاحياء الله واماتة الله ولا يسوي بين الخالق والخلق ابداً۔ ومن الخير الكثير الذي اعطاه الله تطهيره صلى الله ذيول الانبياء وساحتهم عن التهم والافتراءات عليهم

انظر حال اليهود بالنسبة الى الصديقة المريم وقوله تعالى بكفرهم وقولهم على مريم بهتاناً عظيماً وقولهم في عيسى عليه السلام وقوله تعالى ومطهرك من الذين كفروا وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيامة وقولهم مع النصارى في داؤد وسليمان عليهم السلام وقوله تعالى واذكر عبدنا داؤد ...... الخ وقوله تعالى وما كفر سليمان۔

لگاتے ہیں۔ کیا اللہ اکبر سے بڑھ کر کوئی بڑا لفظ خدا تعالےٰ کی کبریائی کے واسطے تمہیں معلوم ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اسلام میں اللہ تعالےٰ کی تعریف اور تسبیح سے بھری ہوئی کس قدر دعائیں ہر ایک موقع پر کی جاتی ہیں۔ کھانے کے وقت کی دعائیں اور پینے کے وقت کی دعائیں اور سو کر اُٹھنے کے وقت کی دعائیں اور مسجد میں داخل ہونے کی دعا اور مسجد سے نکلنے کے وقت کی دُعا اور کھڑا ہونے کے وقت کی دُعا اور بیٹھنے کے وقت کی دُعا اور بازار کو جانے کی دُعا اور بازار سے لوٹنے کی دعا اور ایسا ہی سفر کی دعائیں اور حضر کی دعائیں اور دکھ درد کے وقت کی دعائیں اور جنگ کے وقت کی دعائیں اور چارپائی پر لیٹنے کے وقت کی دعائیں اور حاجت کے وقت کی دعا اور تکلیف اور غم اور حزن اور فتنوں کے وقت کی دعائیں۔ غرض اسلام میں ہر وقت انسان اپنے ربّ کی حمد اور تسبیح میں مصروف ہے اور کسی وقت بھی اسکی تعریف سے غافل نہیں یہ ایک خیر کثیر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی عطا ہوئی ہے۔

پھر دیکھو کہ اسلامی لٹریچر میں ہر ایک کتاب کا ابتداء اور انتہا اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف سے ہوتا ہے اور ایک خطبہ اور ہر ایک رسالہ خدا کے نام کی تعریف سے شروع کیا جاتا ہے اور خدا کی تعریف کے ساتھ ہی ختم کیا جاتا ہے اور یہ بھی کوثر کا نتیجہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالےٰ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے اور یہ خیر کثیر میں سے ہے کہ اسلام میں اس کثرت کے ساتھ توحید کا وعظ کیا جاتا ہے اور شرک کی نفی پر تقریریں کیجاتی ہیں کیا تو نے ایسا کوئی بیان کسی کتاب یا کسی دیوان میں دیکھا ہے پھر کلمہ توحید کو دیکھو لا الٰہ الا اللہ۔ کوئی معبود قابل پرستش اللہ کے سوائے نہیں کیا اس کلمہ کے بعد کسی مومن کے دل میں کوئی شرک باقی رہ جاتا ہے کیا اسکی نیّت اور قصد کے درمیان کوئی ایسی بات باقی رہ جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے سوائے کسی دوسرے کو پکارے اور اسکے حکم کے سوائے کسی دوسرے کی اطاعت پر قدم مارے اور اسکے سوائے کسی دوسرے کو اپنا ربّ بنائے خواہ کوئی اور کیسا ہی عالم فاضل ہو اور راہب ہو کیا وہ اپنے ربّ کو چھوڑ کر اور انکے پیچھے پڑ کر معصیت میں گر سکتا ہے کیا ممکن ہے کہ کوئی شخص اس کلمہ توحید پر ایمان رکھتا ہو اور پھر خلقت کے ساتھ ایسی محبت کرے جیسی کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ کرنی چاہیئے پس مومن اس کلمہ کو اپنے پاس رکھ کر اور اس پر ایمان لا کر نہ غیر اللہ سے کوئی امید رکھتا ہے اور نہ غیر اللہ سے اس کو کچھ خوف باقی رہ جاتا ہے پس مومن کبھی یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے کسی دوسرے کو علم تام ہے یا کسی اور کے ہاتھ میں تصرف تام ہے یا اللہ تعالےٰ کے سوائے کوئی کسی قسم کی بھی عبادت کے لائق ہے چہ جائیکہ کسی غیر کے آگے سجدہ کیا جاوے یا اسکے واسطے حج کیا جاوے یا اس کے لئے قربانی کیجائے پس مومن اللہ کے سوائے کسی سے استغفار نہیں کرتا اور اس کے سوائے کسی کے آگے اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرتا۔ اور مومن کبھی ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ کوئی اللہ کے خلق کی طرح کسی چیز کی خلق کر سکتا ہے یا اللہ کے مارنے اور جلانے کی طرح کوئی کسی کو مار یا جلا سکتا ہے۔ غرض مومن خالق اور مخلوق کو کبھی برابر نہیں ٹھہراتا اور خیر کثیر میں یہ بات بھی شامل ہے جو آنحضرتؐ کو عطاء کی ہے کہ آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام مقربان الٰہی کا دامن ان تہمتوں اور افتراؤں سے پاک کیا جو کہ اُن پر انکے مخالف یا موافق لگاتے تھے۔

یہود کی طرف دیکھو کہ مریم صدیقہ کی نسبت کیا الفاظ بولتے ہیں خود قرآن شریف سے ظاہر ہے جسمیں خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ انھوں نے مریم پر بڑا بہتان باندھنے کا کفر کیا اور ایسا ہی یہود نے حضرت عیسیٰؑ پر بھی اتہام باندھے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں کفار کی باتوں سے تیری تطہیر کرنیوالا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکرین پر قیامت تک غلبہ دونگا اور ایسا ہی انکا اور عیسائیوں کا قول حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کے حق میں تہمت اور افترا کا تھا اور خدا تعالےٰ نے ہر دو کا دامن اپنی پاک کتاب میں پاک کیا اور داؤد کو اپنا بندہ فرمایا اور سلیمانؑ کے حق میں فرمایا کہ اس نے کوئی کفر نہیں کیا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح مولٰنا مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

منقول از بدر ۲۱۔ فروری ۱۹۰۷ء

چونکہ اسجگہ بہت سے موقعوں کی دعاؤں کا ذکر ہوا ہے جن سے عام لوگ واقف نہیں ہوتے اسواسطے چند دعائیں بمعہ ترجمہ اس جگہ درج کی جاتی ہیں۔

مسجد میں داخل ہونے کے وقت کی دُعا

بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک۔

ساتھ نام اللہ کے اور درود اور سلام اُوپر رسول اللہ کے اے میرے رب بخش۔ میری گناہ اور کھول میرے پر اپنی رحمت کے دروازے

مسجد میں سے نکلنے کے وقت کی دُعا

بسم اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک۔

شروع اللہ کے نام سے اور درود اور سلام اللہ کے رسول پر اے میرے رب بخش میرے سب گناہ اور کھول میرے واسطے دروازے فضل کے۔

سونے کے وقت کی دُعا

اللھم اسلمت نفسی الیک ووجھت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجات ظھری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک لا ملجاء ولا منجاء منک الا الیک امنت بکتابک الذی انزلت و نبیک الذی ارسلت۔

اے اللہ تابع کیا میں نے اپنی جان کو تیری طرف اور پھیرا میں نے اپنا منہ تیری طرف اور سونپا اپنا کام تیری طرف اور پناہ پکڑی اپنی پیٹھ کی تیری طرف امید اور ڈر سے تیری طرف نہیں کوئی پناہ اور نجات کی جگہ تجھ سے۔ مگر تیری طرف ایمان لایا۔ میں اس کتاب پر جو تونے اُتاری اور تیرے نبی پر جو تونے بھیجا۔

منقول از اخبار بدر ۲۱۔ مارچ ۱۹۰۷ء

ومن الخیر الکثیر الذی وعد اللہ لمصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم بالنصرۃ فی قولہ جل ذکرہ۔ یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین وبان وعد اللہ للحفظ کما قال واللہ یعصمک من الناس۔ وما وعدہ من العزۃ فی قولہ لہ وللمؤمنین۔ کما قال وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین۔ ومن الخیر الکثیر الذی اعطاہ صلی اللہ علیہ وسلم بان وجدہ یتیما فاوٰی و سائلا فھدٰی وعائلا فاغنٰی۔

وقالوا نعطیک من الاموال ما تصیر بہا اغنی الناس ونزوجک اکرم نساء ونجعلک رئیسا علینا۔ فانظر ھل کان فی مقدرتھم ان یصیر جمیع العرب تحت یدہ والعجم تحت غلمانہ کلا۔ واللہ

ومن الخیر الکثیر الذی اعطاہ اللہ سبحانہ بان نعم قلبہ الشریف صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم بذکرہ وحبہ وھذہ نعمۃ لا یعلم قدرھا و عظمتھا الا من وفقہ اللہ بھا۔ نعمۃ لا تشبھا نعمۃ من نعم الدنیا والاخرۃ۔

اور خیر کثیر میں سے وہ وعدہ ہے جو اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی نُصرت کا وعدہ عطاء کیا تھا جیسا کہ خدا تعالیٰ کے قول پاک میں ہے۔ اے نبی تجھے اور تیری پیروی کرنے والے مومنوں کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس رسول کو حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کے شر سے بچائے گا اور خیر کثیر میں وہ عزت کا وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور اس کی اُمت کے مؤمنوں کو عطا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے اور خیر کثیر میں وہ عطا آلہی ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ کہ خدا نے آنحضرت کو یتیم پایا اور آپ کی پرورش کی اور آپ کو سائل پایا تو آپکو ہدایت دی اور آپکو فقیر پایا اور غنی کر دیا۔

کفار نے آپ کو کہا تھا کہ آ ہم تجھے مال دینگے اور تو سب لوگوں سے غنی ہو جائے گا اور تجھے سب سے زیادہ شریف عورت نکاح میں دینگے اور تجھے اپنا رئیس بنائیں گے۔ آپ نے کفار کی بات کا انکار کیا۔ تو خدا نے کیا کچھ دیا۔ کیا کفار عرب کے اختیار و قدرت میں تھا کہ تمام عرب آپ کے ماتحت کر دیتے اور عجم آپ کے خدام کے زیر حکومت ہو جاتا۔ ہرگز نہیں۔ قسم بخدا ہرگز نہیں۔

پھر خیر کثیر میں وہ عطا آلہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سبحانہ نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب شریف کو اپنے ذکر کے ساتھ جاری کیا اور اپنی محبت کے ساتھ پُر کر دیا۔ یہ وہ عظیم الشان نعمت ہے۔ کہ اسکی قدر اور عظمت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ سوائے اس کے جس کو خدا تعالیٰ توفیق عطا کرے۔ یہ وہ نعمت ہے کہ اسکے مشابہ کوئی نعمت دنیا اور آخرۃ میں نہیں ہے۔

ومن الخیر الکثیر الّذی اعطاہ اللّٰہ سبحانہ وتعالےٰ الھدی والنصرۃ الخاصۃ وجعل قرۃ عینہ فی الصلوٰۃ وانشرح بہ صدرہ۔

ومن الخیر الکثیر یرزقہ اللّٰہ الوسیلۃ والمقام المحمود۔ وجعلہ اول من یفتح باب الجنۃ وجعل لوٰأ الحمد بیدہٖ اعطاہ اللّٰہ الحوض والنھر۔

ومن الخیر الکثیر الّذی اعطاہ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم بان جعل المؤمنین من اُمتہ اولادہ ومن الخیر الکثیر الّذی اعطاہ اللّٰہ تعالیٰ صلے اللّٰہ علیہ وسلم اجر من عمل اُمتہ۔ لانہ من عمل ونال بامرہ واتباعہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لِان الدال علے الخیر کفاعلہ فکل من اٰمن وصلی وزکی وصام وحج وتاب وصبر وتوکل وعلم وعلّم وقرأ واناب وصدق وجاھد واتقی واصلح واحسن وارضی ربہ وجاھد ورابط وماشھیہ أفی سبیلہ واتبع فی ھذہ اوامرہ واجتنب من الکفر والشرک والزناء وقتل النفس وعقوق الوالدین وقول الزور واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات المومنات الغافلات والکذب والعجز والکسل والجبن والبخل وامثالھا ینھیہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم

فلابد ان قیل رسولنا وحبیبنا ونبینا ما نال احدٌ من اُمتہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم فانظر الی علو درجاتہ عند اللّٰہ کل اٰن۔

فاللّٰہ یعطیہ بقدر اجور امتہ کلھم من غیر ان ینقص من اجورھم فانہ السبب فی ھدایتھم ونجاتھم

فیاایھا الّذین اٰمنوا ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعوہ یحببکم اللّٰہ وجاھدوا فی اتباعہ والاقتداء بہ وامتثلوا الاوامر واجتنبوا نواھی واکثروا من اعمال الصالحۃ لیکون لہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم مثل اجرکم وتدنوا فیمن یشفع فیہ الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم لکونہ نیال مثل اجورکم ومن الخیر الکثیر الذی اعطاہ اللّٰہ حبیبہ اللّٰہ بان وعدہ لاصلاح امتہ الخلفاء والنواب لہ صلے اللّٰہ وان یمکن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ کما قال وعد اللّٰہ الّذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات

پھر اور خیر کثیر میں یہ بات ہے۔ کہ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی خاص نصرت اور ہدایت عطاء فرمائی اور نماز میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی۔ اور اس سے آپ کے سینے کو انشراح عطا فرمایا۔

پھر خیر کثیر میں سے یہ بات ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو وسیلہ عطا فرمایا اور مقام محمود عطا کیا۔ اور آپکو پہلا آدمی بنایا۔ جو جنت کا دروازہ کھولے گا اور حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپکو حوض عطا فرمایا اور نہر عطا کی۔

اور خیر کثیر میں یہ بات شامل ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت کے مومنوں کو آپ کی اولاد بنایا اور پھر خیر کثیر میں آپ پر وہ عطا الٰہی ہے کہ آپ کی اُمّت کے اعمال خیر پر بھی آپ کے واسطے اجر ہے۔ کیونکہ امت مرحومہ کے افراد نے اعمال نیک کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم اور آپ کی اتباع سے حاصل کیا ہے اور نیکی کی راہ دکھانے والا بھی نیکی کرنے والے کی مانند ہے پس ہر ایک کے عمل خیر میں آنحضرت ؐ کے واسطے اجر ہے۔ ہر ایک جو ایمان لایا۔ اور جس نے نماز پڑہی اور جس نے روزہ رکھا اور جس نے فرائض حج کو ادا کیا اور جس نے توبہ کی اور صبر اور توکل سے کام لیا اور جس نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور جس نے کلام پاک کو پڑھا اور جو خدا کی طرف جھکا اور تصدیق کی اور جس نے مجاہدہ کیا یا جہاد کیا اور جس نے تقوےٰ اختیار کیا اور اپنی اور دوسروں کی اصلاح کی اور جس کسی نے نیکی کی اور اپنے ربّ کو راضی کیا اور ربّ کے راہ میں کوشش کی اور جہاد کیا اور رباط فی سبیل اللہ کیا اور ان باتوں میں انکی پیروی کی اور کفر اور شرک سے بچا اور زناء اور قتل نفس سے پرہیز کیا اور والدین کی نافرمانی نہ کی اور جھوٹ کے بولنے اور یتیم کا مال کھانے سے اجتناب کیا اور بے خبر نیک بخت مومن عورتوں پر عیب نہ لگایا اور جھوٹ اور عجز اور سستی اور بزدلی اور بخل اور اس قسم کے رذائل سے بچتا رہا جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو ان سب کے اعمال خیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اجر ہے اور عمل کرنیوالوں کے اجر میں کچھ فرق نہیں۔

پس یہ ضروری بات ہے۔ کہ ہمارے رسول اور ہمارے حبیب اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر آن اس قدر درجہ بڑھتا ہے۔ کہ آپ کی اُمّت میں سے کوئی آپ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپکی تمام اُمّت کے افراد کے اعمال خیر کے برابر درجہ دیا ہے اور اُمّت کے درجات اور اعمال خیر کے اجر میں کچھ کمی نہیں واقع ہوتی اور یہ اسواسطے ہے کہ انکی ہدایت اور نجات کا سبب آنحضرت ؐ ہی ہوئے۔

پس اے مومنو! اگر تم اللہ سے پیار کرتے ہو۔ تو اس نبی کی پیروی کرو۔ خدا تم سے پیار کریگا۔ اور اسکی اتباع میں اور اس کی پیروی میں کوشش کرو۔ اس کے حکموں پر عمل کرو اور جن باتوں سے وہ منع کرے ان سے اجتناب کرو اور اعمال صالح کثرت سے بجالاؤ تاکہ تمہارے اجر کے برابر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اجر ہو اور تم اس بات کے قریب ہو جاؤ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمہاری شفاعت کریں۔ بسبب اسکے کہ آپ کو تمہارے اعمال کے سبب سے اجر ملتا ہے اور خیر کثیر میں سے یہ عطاء الٰہی ہے۔ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وعدہ دیا گیا ہے کہ آپ کی امت کی اصلاح کے واسطے ہمیشہ آپ کے خلفاؔ اور نائب آتے رہینگے۔ جو انہیں ان کے دین میں قوت عطا کرے۔ وہ دین جو خدا نے ان کے واسطے پسند کیا ہے اور خوف کے بعد ان کے واسطے پھر امن پیدا کردے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تم میں سے مومنوں کو جو عمل صالح کریں۔ یہ وعدہ دیا ہے۔ کہ انھیں

لیستخلفنّھم فی الارض ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً۔

ولایزال من امّتہ قوم ظاھرین علی الحق لایضرھم من خذلھم ثم انظر فی یومنا ھذا فتن الدجال۔ من کثرۃ الخمر وھی جماع الاثم۔ وتبرج النساء وابداءھن الزینۃ والنساء حبائل الشیطان۔ واعانۃ المسیحیین لقطاع الطریق واللصوص وکل من یوخذ فی القضایا الضابطۃ والحقوق ان مال الیھم و توجہ الحکام الیھم۔ واعطائھم الاموال لطامع کسل ومفلس لایلیق للملازمۃ واتیانھم بمدارس و دار العلوم الدینویۃ فقط والمارستانات ثم دعوۃ المرضاء الی التثلیث والکفارہ۔ وارسال الفتاۃ فی بیوت الشرفاء وبیانھن مفاسد الحجاب ومصائب کثرۃ الازواج۔ ثم ارسال الدعاۃ فی الحضر والسفر والقری والبوادی والاسواق وبنائھم ابنیۃ رفیعۃ للخطباء والوعاظ۔ ونشرھم الوف الوف الصحف والرسائل فی بیان معائب من اوتی جوامع الکلم صلے اللہ علیہ وسلم واعطائھم ائمۃ مساجد القری والریف لتعلیھم اناجیلھم۔

زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا۔ اور ان کے واسطے وہ دین قوی کرے گا۔ جو ان کے لئے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کو امن کے ساتھ بدل دے گا۔

اور اس کی اُمّت میں ہمیشہ ایسے آدمی ہوتے رہینگے جو حق کو ظاہر کرتے رہینگے ان کا مخالف انہیں کچھ ضرر نہ دے سکے گا۔ پھر دیکھو کہ اس زمانہ میں دجال کا فتنہ کتنا بڑھا ہُوا ہے کس کثرت سے شراب پی جاتی ہے۔ وہ شراب جو بدیوں کی جامع ہے اور دیکھو کس طرح عورتیں زینت کرتی ہیں اور پھر اپنی زینت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرتی ہیں حالانکہ عورتیں شیطانوں کی رسّیاں ہیں۔ پھر دیکھو کہ مسیحی لوگ کس طرح ڈاکوؤں اور چوروں کی اور ایسے لوگوں کی جو مقدمات میں پھنس جاتے ہیں اسواسطے مدد کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ کر عیسائی ہو جاویں اور حکام کی توجہ بھی انکی طرف ہوتی ہے اور دیکھو کس طرح وہ طمع کرنے والے سست اور مفلس کو جو کہیں نوکر رکھا جانے کے قابل نہ ہو اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور مدرسے بناتے ہیں اور دار العلوم دنیوی قائم کرتے ہیں اور شفاخانے بناتے ہیں اور ان میں اس بہانے سے بیماروں کو تثلیث اور کفارے کی تعلیم دیتے ہیں اور نوجوان مسوں کو شریفوں کے گھروں میں بھیجتے ہیں جہاں کہ پردہ کے خلاف باتیں کہتی ہیں اور کثرت ازدواج پر عیب لگاتی ہوئی اس کے معائب بیان کرتی ہیں۔ پھر دیکھو کہ عیسائی کس طرح اپنے واعظ سفر میں اور حضر میں اور گاؤں اور جنگلوں میں اور بازاروں میں ہر جگہ بھیجتے ہیں اور اپنے لکچراروں اور منادوں کے واسطے بڑے بڑے بلند مکان بناتے ہیں۔ پھر دیکھو کہ وہ ہزاروں ہزار کتابیں اور رسالے شائع کرتے ہیں جن میں وہ خدا کے اس برگزیدہ نبی پر معائب گھڑتے ہیں۔ جسے کامل کلام عطا کیا گیا تھا (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) پھر دیکھو کہ گاؤں کی مساجد کے اماموں کو یہ لوگ تنخواہیں دیتے ہیں۔ تاکہ وہ انجیلوں کی تعلیم لوگوں کو دیں۔

منقول از اخبار بدر ۲۸۔ مارچ ۱۹۰۷ء

فصلّ ۔ اس میں ف تعقیب کے واسطے ہے۔ کیا معنے جب ہم نے تجھے کوثر جیسی نعمت عطاء فرمائی ہے تو اب بعد اس کے تجھے چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے شکر میں نماز پڑھے اور قربانی دے۔

یا ف ترتیب اور سبب کے لئے ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ فوکزہ موسٰے فقضٰی علیہ۔

فائدہ۔ اس سورہ شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز اور قربانی کا حکم ہُوا ہے مگر زکوٰۃ کا حکم نہیں ہُوا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کبھی اپنے پاس مال جمع نہیں کرتے تھے۔

انّ شانئک ھو الابتر۔ ومن اعظم شانئہ ردّہ لا والکفر بہ وبما جاء بہ وجعل ما جاء بہ من الاساطیر الاولین وانہ سحر یؤثر۔ وانہ قول البشر۔ او شعر او کہانۃ او یعلمہ البشر۔ فھذا سیل بلغ الزبی۔ وبہ طم الوادی القرٰی۔ فمن تولی الکبر من شانئہ مکیا کان او مدنیا امیا کان او کتابیا وضیعا کان او شریفا حصل لہ نصیبہ وحظہ من شناٗہ والانتبار بہ علی قدر شنئہ وعداوتہ۔ انظر منادین قریش وعمائد مکۃ وسادات الوادی۔ وارکان مدینۃ الذین کان الناس ارادوا ان یتوجّھم وبکروا حتی

تحقیق دشمن تیرا ہی ابتر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی دشمنی یہ تھی جو آپکی وعظ توحید کی تردید کی گئی اور آپکی رسالت جو تعظیم الٰہی اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے لئے تھی اس کا انکار کیا گیا۔ اور آپ پر جو کتاب ہدایت کے لئے نازل ہوئی اس کو رد کیا گیا۔ بلکہ آپ کو کہا گیا کہ یہ صرف کہانیاں ہیں۔ جو تم پیش کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تمام بیانات اس کے لئے بشارت اور انذار تھے اور بعض نے کہا کہ یہ الہام الٰہی نہیں بلکہ صرف ایک انسان کا قول ہے کسی نے کہا کہ یہ ایک شاعر ہے جو شعر گوئی کرتا ہے اور کسی نے کہا کہ یہ ایک کاہن ہے جو کہانت کا کام کرتا ہے۔ اور کوئی بولا کسی انسان نے اس کو تعلیم کی ہے۔ پس یہ ایک سیلاب تھا۔ جو بہت بڑھ گیا تھا اور اس سے وادی مکہ بھر گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں میں سے جو کوئی تکبر کے ساتھ بڑھا اس نے اپنی بدبختی کا حصہ لیا اور اس کا بدلہ پایا خواہ وہ مکی تھا یا مدنی تھا۔ خواہ ان پڑھ تھا۔ اور خواہ اہل کتاب میں تھا۔ خواہ عوام میں سے ہوا۔ خواہ شرفاء میں سے ہُوا۔ سب نے اپنا بدلہ کافی پایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے اور آپکے ساتھ عداوت کرنے والوں میں سے ہر ایک نے اپنی

قالوا لیخرجن الاعز منہا الاذل۔ فجعل اللہ سبحانہ الخیر کلہ لہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی قال ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح وقال فی اموالہم فسینفقونہا ثم تکون علیہم حسرۃ ثم یغلبون۔ فہل ترٰی لہم من باقیۃ فشانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل شانی خلفائہ ولد اولادہ ابتر من کل خیر وھذا ظاہر لاخفاء فیہ۔ مآل الیہ ارایت ابی جہل وابن ابی بن سلول وابی عامر الراہب الذی اسس بناءہ علی شفا جرف ھار فانہار بہ فی نار جہنم۔ وبقی طریدًا شریدًا وحیدًا وما حصل لمن خالف الصدیق من العرب ومن خالف الفاروق من کسرٰی وقیصر وملوک مصر ومن خالف عثمان من اہل افریقہ وخراسان ومن خالف علیًا

ثم من خالف فی زماننا المبارک مجدد المائۃ الرابعۃ عشر وزعیمہا والمہدی المعہود المسیح الموعود کما نعی۔ الاریۃ لیکھرام وشیطان النصارٰی ثم وامثالہما کل اخذ بذنبہ

وکذا من دونہم کل شانی محمد رسول ابتر و شانی خلفائہ ابتر من کل خیر فیبطل رفع ذکرہ بل ذکرہ بالخیر وابتر اہلہ ومالہ اخر الدنیا والاخرۃ وابتر حیوتہ وصحتہ وفرصتہ فلا ینتفع بہا فی الدنیا ویتزود بہا الاٰخرۃ فما بقیت اذنہ واعیۃ للخیر۔ وبصرہ وبصیرتہ ناظرۃ الی السنن الالہیۃ لازدیاد الایمان والمعرفتہ ومحبۃ اللہ وابتر من الانصار والاعوان للاعمال الصالحۃ وابتر من ذائقہ حلاوۃ الایمان وان باشر فقلبہ من الاوابد والشوارد۔ وھذا جزاء من شنأ بعض ما جاء بہ صلی اللہ علیہ وسلم لاجل ھواہ ومتبوعہ او شیخہ او امیر او کبیرہ۔ وقد قال اللہ تعالٰی۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

فاعطیناک الکوثر مقدمۃ وتسلیۃ تفضیل قوۃ فی قلبہ صلی اللہ علیہ وسلم وقلب خلفائہ ویزیل الجبن عن انفسہم لیمکنہم الاشتغال بالاقتدار علی التکفیر من خالفہم من جمیع العالم من کان والاظہار البراءۃ عن معبوداتہم فانظر الہدیۃ العظیمۃ

قدر کے مطابق اور اپنی عداوت کے درجہ کے موافق اپنا کیا اور بویا اُٹھایا اور ابتر ہوا۔ سرداران قریش کیطرف دیکھو اور عمائد مکہ کی طرف نظر کرو اور اس وادی کے سرداروں کی طرف نگاہ کرو اور شہر کے ارکان کا حال دیکھو۔ جن کو لوگ اپنی سرداری کا تاج دیتے تھے اور انھوں نے تدابیر کیں اور کہا کہ اس شہر کے شرفاء ذلیل لوگوں کو یہاں سے نکال دیں گے۔ پس اللہ تعالےٰ نے تمام خیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کردی اور دشمن محروم رہے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر تم فتح چاہتے ہو۔ تو اب فتح تمہارے لئے آ گئی ہے۔ اور ان کے اموال کے متعلق فرمایا کہ قریب ہے کہ وہ اپنے مال خرچ کرینگے۔ پھر وہ خرچ بھی اُن کے لئے موجب حسرت ہوگا اور وہ مغلوب ہو جائیں گے۔ پس کیا تو دیکھتا ہے کہ ان دشمنوں میں سے کوئی باقی ہے۔ سو دیکھو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بلکہ آپ کے خلفاء راشدین اور آپ کے نائبوں کے دشمن بھی ہر ایک نیکی سے ابتر ہوئے اور یہ امر ظاہر ہے۔ کوئی مخفی بات نہیں دیکھو ابو جہل کا کیا انجام ہوا اور ابن ابی بن سول نے کیا نتیجہ پایا اور پادریوں کے لارڈ بشپ ابو عامر کو دیکھو جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں سارا زور خرچ کیا اور آگ کے گڑھے کے کنارے پر بڑی بنیاد دھری کی اور پھر اسی آگ میں گرایا گیا اور اکیلا آوارہ بیکس اور بے بس ویرانوں کے اندر ہلاک ہو گیا پھر دیکھو کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوا جنھوں نے اہل عرب میں سے خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی اور پھر ان کا کیا حال ہوا جنھوں نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا اگرچہ وہ بڑی سلطنتوں کے قیصر اور کسریٰ تھے اور مصر کے ملک کے بادشاہ تھے اور پھر اُن اہل افریقہ اور اہل خراسان کو کیا حاصل ہوا جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی تھی اور پھر انھوں نے کیا پایا جنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی اور انکا کیا حال ہوا جنھوں نے معاویہ اور بنو امیہ کی تحقیر کی۔

پھر اسکی مثال زمانہ حال میں موجود ہے دیکھو کہ ان لوگوں کا حال ہو رہا ہے جنھوں نے ہمارے اس مبارک زمانہ میں چودھویں صدی کے مجدد اور شگفتہ مہدی معہود اور مسیح موعود کی مخالفت کی مثال میں آریہ لیکھرام کو دیکھو اور نصاریٰ کے شیطان آتھم کو دیکھو اور لودیانہ کے سعد اللہ ابتر کو دیکھو ہر ایک اپنے گناہ کے بدلے میں پکڑا گیا اور اپنے بدلے کو پا نیوالا ہوا۔

اور انکے سوا اور بھی سب دشمن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور آپ کے خلفاء کے ہر ایک چیز سے ابتر اور بے نصیب ہیں اور ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہونا بند ہو جاتا ہے اور انکا اہل اور مال سب ابتر ہو جاتا ہے اور دین و دنیا میں نقصان پذیر ہوتا ہے انکی حیاتی اور انکی صحت اور انکی فرصت سب ابتر ہوتی ہیں وہ ان چیزوں سے نہ دنیا میں فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور نہ دین میں۔ انکے کان ایسے نہیں رہتے کہ وہ خیر کی بات سُن سکیں۔ اور نہ انکو ایسی بصیرت نصیب ہوتی ہے کہ اللہ کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کی محبت معرفت اور ایمان میں ترقی کر سکیں اور وہ اس بات سے محروم رکھے جاتے ہیں کہ انکو کوئی ناصر اور مددگار انکے اعمال صالح میں سے ہو اور اس بات سے محروم ہوتے ہیں کہ ایمان کی شیرینی کو چکھ سکیں اور اگرچہ وہ لوگوں میں امین باہم ان کا دل جنگل میں بھاگے ہوئے آوارہ کی طرح اکیلا ہوتا ہے یہی جزاء ان لوگوں کو ہمیشہ ملی۔ جنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ وحی کے ساتھ عداوت کی اور اپنی حرص و ہوا کی پیروی کی سب کا حال یہی ہوا خواہ وہ بڑا تھا یا چھوٹا تھا امیر تھا یا غریب تھا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو کہدو کہ اگر تم اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تمہارے ساتھ محبت کریگا۔

پس ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے پہلے سے اور تسلی کے لئے اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کو اور آپ کے خلفاء کے دل کو قوت ملی اور انکے نفسوں سے کمزوری کو دور کیا گیا تاکہ انکو اس امر پر قوت عطا کی جائے کہ اپنے مخالفوں کی تکفیر کریں خواہ وہ دنیا جہان میں کوئی ہو اور کہیں ہو اور انکے قصبوں سے بیزاری کا اظہار کریں پس دیکھو کہ یہ کتنی بڑی بخشش ہے۔ جو بڑے صاحب بخشش کی طرف سے انکے حصہ میں آئی۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس موہبت کی عظمت اس ذات کی قدر کے مطابق ہے جو مہدی عظیم ہے

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

بقیہ سورۃ الکوثر

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

من الواھب العظیم ولاشك ان لذۃ الھبۃ علی قدر المھدی العظیم - فای کتاب بعد اللّٰہ تبغون وای سنۃ بعد سنن اللّٰہ تمتدون - رأینا ولائلکم وادرادکم ووظائفکم -

وتدبرنا کتاب اللّٰہ وسنۃ رسولہ فما وجدنا شئ فما عندکم ینفد وما عند اللّٰہ باق - فھل ادعیتکم ولو کان الدعاء الکبیر الذی تعرفون معنٰہ ولا یعرف احد من ائمتکم کمثل الفاتحۃ او تعوذ اتکم کالتعوذ بالمعوذتین - لا واللّٰہ بل کلا واللّٰہ ولائل الخیرات کتاب اللّٰہ جل وعلا شانہ والسیف القاطع سیف اللّٰہ سبحانہ والمغنی کلام اللّٰہ المغنی بل ما عندکم لیس یقرب بقول الکذاب - انا اعطیناك الجماھر فصل لربك وھاجر ان مبغضك رجل کافر فان الالفاظ والترتیب فیھا اخذ من ھذہ السورۃ

قال اللّٰہ تعالٰی اولم یکفھم انا انزلنا الیك الکتاب تتلٰی علیھم ان فی ذٰلك لرحمۃ وذکری لقوم یؤمنون تمت بحمد اللّٰہ وحولہ وقوتہ ومنہ واحسانہ والحمد للّٰہ رب العالمین -

پس اللہ کی کتاب کے بعد تم کس کتاب کو چاہتے ہو اور اللہ تعالےٰ کی سنّت کے بعد تم کس سنت کی پیروی کرتے ہو - ہم نے تمہارے ولائل اور تمہارے وظائف دیکھے ہیں -

اور ہمنے اللہ تعالےٰ کی کتاب میں اور اس کے رسول کی سنت میں تدبر کیا ہے - پس ہم نے کوئی شے اس سے بہتر نہیں پائی - جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے وہ بڑی سے بڑی دُعا نکالو - جس کے معنے تم جانتے ہو - مگر کوئی دعا تم فاتحہ کی مانند نہ پاؤگے اور نہ کوئی تعوذ تم معوذتین کے برابر پا سکوگے - ہرگز نہیں - بلکہ میں قسم کھاتا ہوں کہ ہرگز نہ پاؤگے -

ولائل الخیرات تو اللہ تعالےٰ جلشانہٗ کی کتاب ہی ہے اور قطع کرنے والی تلوار اللہ تعالےٰ سبحانہٗ کی تلوار ہے اور غنی کرنے والی تو اللہ تعالےٰ ہی کی کلام مغنی ہے بلکہ تمہارے پاس تو اس کے قریب بھی نہیں جو کذاب نے ایک قول گھڑا تھا اور کہا تھا ہم نے تجھے ہی عطاء کئے ہیں پس اپنے ربّ کے لئے نماز پڑھ اور ہجرت کر تیرا بغض کرنے والا رجل کافر ہے - اس میں الفاظ اور ترتیب اسی سورت سے نقل کی گئی ہے اور بے موقع ومحل الفاظ لگا کر ایک سورۃ بنالی گئی ہے -

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - کیا ان کے واسطے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر ایک کتاب نازل کی ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے - اس میں مؤمنوں کے واسطے رحمت اور نصیحت ہے -

اللہ تعالےٰ کی حمد اور مدد اور قوت اور احسان کے ساتھ تفسیر سورہ کوثر کا حصہ پورا ہوا - جو حضرت مولوی نور الدین صاحب کی قلمی مسوّدہ سے نقل کیا گیا اور ترجمہ کیا گیا ہے اور ترجمہ کر کے آپ کو دکھلا لیا گیا ہے -

والحمد للہ ربّ العالمین

منقول از اخبار بدر - ۱۱ - اپریل ۱۹۰۷ء

حضرت مولوی نور الدین صاحب کی مؤلفہ عربی تفسیر سورہ کوثر بمعہ ترجمہ ساری لکھی جا چکی ہے - جو تفسیر کے تمام لوازمات کو اپنے اندر لئے ہوئے اور مفصل ہے اسواسطے تشریح الفاظ ومعانی اور مطالب پر زیادہ تحریر کی ضرورت نہیں اور چند ایک باتیں جو اس سورہ شریف کے تحت میں مناسب حال معلوم ہوتی ہیں لکھ کر اس کو ختم کیا جاتا ہے -

مکالمہ الٰہیہ کا سلسلہ بند نہیں ہوا

عیسائی اور آریہ اور برہمو اور ہندو اور دیگر تمام مذاہب کے لوگ تو اس بات کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ الہام الٰہی کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہے اور دنیا میں کوئی ایسا شخص ہو ہی نہیں سکتا - جس پر اب خدا تعالےٰ کی وحی نازل ہو سکے اور خدا تعالےٰ اس سے کلام کرے -

یہی ایک بڑی دلیل ان ادیان کے باطل ہونے کی ہے کہ انکے درمیان کوئی ایسا شخص ہو ہی نہیں سکتا - جو اس درجہ پر پہنچ سکے - کہ خدا کی ہمکلامی کا شرف اس کو حاصل ہو - گویا وہ سب دین مردہ ہیں - جیسا کہ انکی مذہبی زبانیں مُردہ ہو چکی ہیں اور اب دنیا میں کہیں سنسکرت اور عبرانی نہیں بولی جاتی - ایسا ہی ان کے نزدیک خدا نے بھی اب بولنا چھوڑ دیا ہے غیر مذاہب

کے لوگوں کے عقائد میں تو یہ بات داخل ہی تھی مگر افسوس ہے کہ بہت سے نادان مسلمان بھی جو حقیقت اسلام سے ناواقف ہیں یہی عقیدہ رکھتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ایسے عقیدے کے ساتھ وہ اسلام کی سخت دشمنی کرتے ہیں یہ عقیدہ فاسدہ سورہ کوثر کے مفہوم کے بالکل برخلاف ہے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرزند ابراہیم جو حضرت ام المومنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھا فوت ہوا تو عرب کے کفار نے خوشی منائی اور کہا کہ یہ شخص ابتر ہے۔ اس پر اللہ تعالے نے یہ سورہ شریف نازل فرمائی کہ اس نبی کو کوثر عطا کیا گیا ہے اور یہ کوثر کا لفظ حاوی ہے۔ ان تمام باتوں پر جو دین و دنیا کے امور میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عطاء فرمائے گئے تھے۔ اور انہی میں اولاد روحانی ہے۔ جو کہ آپ سے فیضیاب ہو کر ہر زمانہ میں اس اعلیٰ کمال تک پہنچتی رہی ہے اور آیندہ پہنچتی رہیگی کہ اللہ تعالے کے مکالمات سے بہرہ ور ہو یہی بات ہے جو دین اسلام کو ہمیشہ زندہ رکھتی ہے وہ دین ہی کیا ہے۔ جو پہلے ہی یہ کہہ کر انسان کی کمر توڑ دے کہ اس کے ذریعہ سے کوئی شخص خدا رسیدہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالے نے اس اُمّت کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ کو جو کوثر عطا فرمایا ہے۔ اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اس امت میں فساد اور فتنوں کے وقت میں ایسے مصلح آتے رہتے ہیں۔ جن کو انبیاء کے کئی کاموں میں سے یہ ایک کام سپرد ہوتا ہے کہ وہ دین حق کی طرف دعوت کریں اور ہر ایک بدعت جو دین سے مل گئی ہو۔ اسکو دور کریں اور آسمانی روشنی پا کر دین کی صداقت ہر ایک پہلو سے لوگوں کو دکھلاویں اور اپنے پاک نمونہ سے لوگوں کو سچائی اور محبت اور پاکیزگی کی طرف کھینچیں۔

اس زمانہ میں کوثر کا ثبوت

اس زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دین کی عزت کو قائم کرنے کے واسطے اور اس کوثر کا بین ثبوت دنیا کے سامنے پیش کرنے کے واسطے جو آپکو عطا ہوا ہے۔ اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے مسیح موعود کو پیدا کر دیا۔ جو متواتر نشانات اور کرامات اور خوارق دکھا کر تمام دنیا پر اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سچائی کے واسطے ایسی حجت قائم کر رہا ہے۔ جس کی نظیر پہلوں میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس کے ہاتھ پر جو معجزات دکھائے جا رہے ہیں وہ کسی خاص ملک تک محدود نہیں رہے بلکہ تمام دنیا پر وہ احاطہ کر رہے ہیں۔ کیا یورپ اور کیا امریکہ اور کیا ایشیاء اور کیا افریقہ کوئی اس کے دعوے اور اس کے دعوے کے دلائل کے سننے سے اور اس کے نشانات کے دیکھنے سے خالی نہیں رہا یہ سب اس واسطے ہے کہ حضرت سردار انبیاء خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کو دنیا میں قائم کیا جائے اور آپکے مخالفین ہلاکت کا منہ دیکھیں اس کوثر کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور ہر زمانہ میں ضرورت کے وقت ایسے آدمی ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو دنیا کے سامنے اسلام کی صداقت کے ثبوت میں معجزات دکھلاتے رہیں گے۔

صحبت صادقین کی ضرورت

بعض لوگ بسبب نادانی کے یہ کہا کرتے ہیں کہ جب کہ قرآن اور احادیث ہمارے پاس موجود ہیں تو وہ کافی ہیں اور ان کے ہوتے کسی مصلح کی ضرورت نہیں سو ایسے لوگوں کو سمجھنا چاہیئے کہ ایسا کہنا خود مخالفت تعلیم قرآن ہے کیونکہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے۔

"وکونوا مع الصادقین"

اور صادق وہ ہیں جنھوں نے صدق کو علی وجہ البصیرت شناخت کیا اور پھر اس پر دل و جان سے قائم ہو گئے اور یہ اعلےٰ درجہ بصیرت کا بجز اس کے ممکن نہیں کہ سماوی تائید شامل حال ہو کر اعلےٰ مرتبہ حق الیقین تک پہنچا دیوے۔ پس ان معنوں کے کے صادق حقیقی انبیاءؑ اور رُسل اور محدث اور اولیاء کاملین مکملین ہیں جن پر آسمانی روشنی پڑی اور جنھوں نے خدا تعالےٰ کو اسی جہان میں یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیا اور آیت موصوفہ بالا بطور اشارت ظاہر کر رہی ہے کہ دنیا صادقوں کے وجود سے کبھی خالی نہیں ہوتی۔ کیونکہ دوام حکم کونوا مع الصادقین دوام وجود صادقین کو مستلزم ہے علاوہ اس کے مشاہدہ صاف تبلا رہا ہے۔ کہ جو لوگ صادقوں کی صحبت سے لاپرواہ ہو کر عمر گذارتے ہیں۔ اُن کے علوم و فنون جسمانی جذبات سے ان کو ہرگز صاف نہیں کر سکتے اور کم سے کم اتنا ہی مرتبہ اسلام کا کہ دلی یقین اس بات پر ہو کہ خدا ہے انکو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اور جس طرح وہ اپنی اس دولت پر یقین رکھتے ہیں جو ان کے صندوقوں میں بند ہو یا اپنے ان مکانات پر جو انکے قبضہ میں ہوں ہرگز انکو ایسا یقین خدا تعالیٰ پر نہیں ہوتا وہ سم الفار کھانے سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ وہ یقیناً جانتے ہیں کہ وہ ایک زہر مہلک ہے۔ لیکن گناہوں کی زہر سے نہیں ڈرتے حالانکہ ہر روز پڑھتے ہیں۔ انّہٗ من یات ربہ مجرماً فان لہ جہنم لا یموت فیھا ولا یحیےٰ۔ پس سچ تو یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ کو نہیں پہچانتا وہ قرآن کو بھی نہیں پہچان سکتا ہاں یہ بات بھی درست ہے کہ قرآن ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے مگر قرآن کی ہدایتیں اس شخص کے وجود کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جس پر قرآن نازل ہوا یا وہ شخص جو منجانب اللہ اس کا قائم مقام ٹھہرایا گیا اگر قرآن اکیلا ہی کافی ہوتا تو خدا تعالےٰ قادر تھا کہ قدرتی طور پر درختوں کے پتوں پر قرآن لکھا جاتا یا لکھا لکھایا آسمان سے نازل ہوتا مگر خدا تعالےٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ قرآن کو دنیا میں نہیں بھیجا۔ جب تک معلم القرآن دنیا میں نہیں بھیجا گیا قرآن کریم کو کھول کر دیکھو کتنے مقام میں اس مضمون کی آیتیں ہیں کہ یعلمھم الکتاب والحکمۃ یعنے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم قرآن اور قرآنی حکمت لوگوں کو سکھلاتا ہے۔ اور پھر ایک جگہ اور فرماتا ہے۔ لا یمسّہٗ الا المطھرون۔ یعنے قرآن کے حقایق و دقایق اُن ہی پر کھلتے ہیں جو پاک کئے گئے۔ پس ان آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے سمجھنے کے لئے ایک ایسے معلم کی ضرورت ہے جس کو خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے پاک کیا ہے اگر قرآن کے سیکھنے کے لئے معلم کی حاجت نہ ہوتی تو ابتدائی زمانہ میں بھی نہ ہوتی اور

یہ کہنا کہ ابتداء میں تو حل مشکلات قرآن کے لئے معلم کی ضرورت تھی لیکن جب حل ہو گئیں تو اب کیا ضرورت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حل شدہ بھی ایک مدت کے بعد پھر قابل حل ہو جاتے ہیں ماسوا اس کے امت کو ہر ایک زمانہ میں نئی مشکلات بھی تو پیش آتی ہیں۔ اور قرآن جامع جمیع علوم تو ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں۔ کہ ایک ہی زمانہ میں اس کے تمام علوم ظاہر ہو جاویں بلکہ جیسی جیسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے ویسے ویسے قرآنی علوم کھلتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کی مشکلات کے مناسب حال ان مشکلات کو حل کرنے والے روحانی معلم بھیجے جاتے ہیں جو وارث رسل ہوتے ہیں۔ اور ظلی طور پر رسولوں کے کمالات کو پاتے ہیں اور جس مجدد کی کارروائیاں کسی ایک رسول کی منصبی کارروائیوں سے شدید مشابہت رکھتی ہوں وہ عند اللہ اسی رسول کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

اور نئے معلموں کی وجہ سے بھی ضرورت پڑتی ہے کہ بعض حصے تعلیم قرآن شریف کے از قبیل حال ہیں نہ از قبیل قال اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پہلے معلم اور اصل وارث اس تخت کے ہیں حالی طور پر ان دقایق کو اپنے صحابہ کو سمجھایا ہے۔ مثلاً خداوند تعالے کا یہ کہنا کہ میں عالم الغیب ہوں اور میں مجیب الدعوات ہوں اور میں قادر ہوں اور میں دعاؤں کو قبول کرتا ہوں اور طالبوں کو حقیقی روشنی تک پہنچاتا ہوں اور میں اپنے صادق بندوں کو الہام دیتا ہوں اور جس پر چاہتا ہوں اپنے بندوں میں سے اپنی روح ڈالتا ہوں۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں۔ کہ جب تک معلم خود ان کا نمونہ بن کر نہ دکھلاوے۔ تب تک یہ کسی طرح سمجھ میں ہی نہیں آسکتیں۔ پس ظاہر ہے۔ کہ صرف علماء جو خود اندھے ہیں ان تعلیمات کو سمجھا نہیں سکتے بلکہ وہ تو اپنے شاگردوں کو ہر وقت اسلام کی عظمت سے بدظن کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ یہ باتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں اور ان کے ایسے بیانات سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ گویا اسلام اب زندہ مذہب نہیں اور اس کی حقیقی تعلیم پانے کے لئے اب کوئی بھی راہ نہیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالے کا اپنی مخلوق کے لئے یہ ارادہ ہے کہ وہ ہمیشہ قرآن کریم کے چشمہ سے ان کو پانی پلادے تو بے شک وہ اپنے اُن قوانین قدیمہ کی رعایت کرے گا جو قدیم سے کرتا آیا ہے۔ اور اگر قرآن کی تعلیم صرف اسی حد تک محدود ہے جس حد تک ایک تجربہ کار اور لطیف الفکر فلاسفر کی تعلیم محدود ہو سکتی ہے اور آسمانی تعلیم جو محض حال کے نمونہ سے سمجھائی جاتی ہے اس میں نہیں تو پھر نعوذ باللہ قرآن کا آنا لاحاصل ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اگر کوئی ایک دم کے واسطے بھی اس مسئلہ میں فکر کرے کہ انبیاء کی تعلیم اور حکیموں کی تعلیم میں بصورت فرض کرنے صحت ہر دو تعلیم کے مابہ الامتیاز کیا ہے تو بجز اس کے اور کوئی مابہ الامتیاز قرار نہیں دے سکتا کہ انبیاء کی تعلیم کا بہت سا حصہ فوق العقل ہے۔ جو بجز حالی تفہیم اور تعلیم کے اور کسی راہ سے سمجھ ہی نہیں آسکتا اور اس حصہ کو وہی لوگ دل نشین کرا سکتے ہیں۔ جو صاحب حال ہوں۔ مثلاً ایسے ایسے مسائل کہ اس طرح پر فرشتے جان نکالتے ہیں اور پھر یوں آسمانوں پر لے جاتے ہیں اور پھر قبر میں حساب اس طور سے ہوتا ہے اور بہشت ایسا ہے اور دوزخ ایسا اور پل صراط ایسا اور عرش اللہ کو چار فرشتے اُٹھا رہے ہیں اور پھر قیامت کو آٹھ اُٹھائیں گے اور اس طرح پر خدا اپنے بندوں پر وحی نازل کرتا ہے یا مکاشفات کا دروازہ اُن پر کھولتا ہے یہ تمام حالی تعلیم ہے اور مجرد قیل و قال سے سمجھ نہیں آسکتی اور جب کہ یہ حال ہے تو پھر میں دوبارہ کہتا ہوں کہ اگر اللہ جلشانہ نے اپنے بندوں کے لئے یہ ارادہ فرمایا ہے۔ کہ اس کی کتاب کا یہ حصہ تعلیم ابتدائی زمانہ تک محدود نہ رہے تو بے شک اس نے یہ بھی انتظام کیا ہوگا کہ اس حصہ تعلیم کے معلم بھی ہمیشہ آتے رہیں کیونکہ حصہ حالی تعلیم کا بغیر توسط ان معلموں کے جو مرتبہ حال پر پہونچ گئے ہوں ہرگز سمجھ نہیں آسکتا اور دنیا ذرہ ذرہ پر بہت ٹھوکریں کھاتی ہے۔ پس اگر اسلام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے معلم نہیں آئے۔ جن میں ظلی طور پر نور نبوت تھا تو گویا خدا تعالے نے عمداً قرآن کو ضائع کیا کہ اس کی حقیقی اور واقعی طور پر سمجھنے والے بہت جلد دنیا سے اُٹھا لئے۔ مگر یہ بات اس کے وعدہ کے برخلاف ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

یعنے ہم نے ہی قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے رہیں گے اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ اگر قرآن کے سمجھنے والے ہی باقی نہ رہے اور اس پر یقینی اور حالی طور پر ایمان لانے والے زاویہ عدم میں مخفی ہو گئے تو پھر قرآن کریم کی حفاظت کیا ہوئی۔ کیا حفاظت سے یہ مُراد ہے۔ کہ قرآن بہت سے خوشخط نسخوں میں تحریر ہو کر قیامت تک صندوقوں میں بند رہیگا جیسے بعض مدفون خزانے۔ گو کسی کے کام نہیں آتے مگر زمین کے نیچے محفوظ پڑے رہتے ہیں۔ کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت سے خدا تعالے کا یہی منشا ہے۔ اگر یہی منشاء ہے تو ایسی حفاظت کوئی کمال کی بات نہیں۔ بلکہ یہ تو ہنسی کی بات ہے۔ اور ایسی حفاظت کا موجب پر لانا دشمنوں سے ٹھٹھا کرانا ہے کیونکہ جب کہ علت غائی مفقود ہو تو ظاہری حفاظت سے کیا فائدہ ممکن ہے کہ کسی گڑھے میں کوئی نسخہ انجیل یا توریت کا بھی ایسا ہی محفوظ پڑا ہو اور دنیا میں تو ہزارہا اس قسم کی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ کہ جو یقینی طور پر بغیر کسی کمی بیشی کے کسی مؤلف کی تالیف سمجھی گئی ہیں تو اس میں کمال کیا ہوا اور امت کو خصوصیت کے ساتھ فائدہ کیا پہونچا گو اس سے انکار نہیں کہ قرآن کی حفاظت ظاہری بھی دنیا کی تمام کتابوں سے بڑھ کر ہے اور خارق عادت بھی۔ لیکن خدا تعالے جس کی روحانی اُمور پر نظر ہے ہرگز اس کی ذات کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے کہ اتنی حفاظت سے مُراد صرف الفاظ اور حروف کا محفوظ رکھنا ہی مُراد لیا ہو حالانکہ ذکر کا لفظ بھی صریح گواہی دے رہا ہے کہ قرآن بحیثیت ذکر ہونے کے قیامت تک محفوظ رہے گا اور اس کے حقیقی ذاکر ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے۔

منقول از اخبار بدر - ۱۰ - جنوری ۱۹۱۲ء

درس قرآن شریف

اس سلسلہ میں پانچ سورتوں کی تفسیر اخبار بدر میں چھپ چکی ہے - النّاس - الفلق - الاخلاص - تبّت - والنصر - النصر کی تفسیر لکھنے کے بعد چند ہفتوں کے اخبار میں تفسیر نہیں چھپ سکی جس کا سبب کچھ تو اخبار کی مالی اور انتظامی حالت کے بعض مشکلات میں معروفیت ہوا اور پھر ایک امر یہ درپیش آیا کہ حضرت اقدس مسیح موعود کی مجلس سے بعض تحریکات نے مجھے خائف کیا کہ تفسیر قرآن ایک اہم ذمہ واری کا کام ہے اور میں اپنے میں اس کام کے واسطے نہ علمی لیاقت رکھتا ہوں اور نہ عملی طاقت - مذکورہ بالا سورتوں کی جس قدر میں نے تفسیر لکھی ہے اس کے واسطے معلومات کا ذخیرہ میں نے اس طرح سے بہم پہنچایا - اوّل کتب احادیث کے اس حصہ کو دیکھنا جس میں آیات قرآنی کی تفسیر ہو - دوم - پرانی عربی تفاسیر کو پڑھنا - مثلاً تفسیر کبیر - فخر رازی - تفسیر روح المعانی - تفسیر کشاف - سوم بعض اردو تفاسیر کا مطالعہ کرنا جیسا کہ تفسیر لطائف البیان اور اعظم التفاسیر - چہارم - حضرت مولوی نورالدین صاحب کے درس قرآن سے لکھی ہوئی اور سنی ہوئی یادداشتوں سے فائدہ حاصل کرنا پنجم - خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر ان آیات کے متعلق کبھی کچھ لکھا یا فرمایا ہوا ہو اور معلوم ہو تو اس کو شامل کرنا - اس کے علاوہ خود بہت دعا اور توجہ کے بعد میں یہ تفسیر لکھتا رہا ہوں اور لکھنے کے بعد سورۃ الناس حضرت مولوی نورالدین صاحب کو دکھا بھی لی گئی تھی مگر باقی سورتوں میں یہ التزام نہیں ہو سکا باوجود اس قدر احتیاط کے میں پھر بھی بہت ڈرا اور دعا کی - بعد میں نے حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب سے اس معاملہ میں مشورہ لیا - آپ نے فرمایا کہ تفسیر لکھنی چاہیئے اور چھپنے سے پہلے مضمون مجھے دکھلا لیا کرو - اس کے بعد زیادہ تشفی کے واسطے میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں عریضہ لکھا جس میں اپنی علمی اور عملی کمزوریوں کا ذکر کیا اور تفسیر کے متعلق خریداروں کے عشق کا بھی اظہار کیا اور اس معاملہ میں حضور علیہ السلام کا حکم دریافت کیا - حضور نے اس عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا

السلام علیکم - بہت بہتر ہے اس سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے مگر ضروری ہے کہ مولوی صاحب کو دکھلا لیا کریں تاکہ غلطی نہ ہو جاوے - والسّلام - مرزا غلام احمدؐ

اس طرح حضرت اقدس کی اجازت کے بعد میں نے پھر یہ سلسلہ شروع کیا ہے اور میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہوں کو معاف فرمائے میری کمزوریوں کو دور کرے اور مجھے اپنے فضل و کرم سے اپنی پاک کلام کا فہم اور اس پر عمل عطا فرمائے اور اس تفسیر کو قبولیت عطا فرمائے اور اس کو لکھنے والے اور پڑھنے والوں کے واسطے اپنی رضامندیوں کے حصول کا ذریعہ بنائے اور ان کے علم اور معرفت اور عمل صالح میں ترقی عطا فرمائے - آمین ثم آمین

سُورۃ کافرون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ساتھ نام اللہ کے بخشنے والا مہربان

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ* ۝۱ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۳

کہ اے کافرو نہیں میں عبادت کرتا اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم عبادت کرتے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶

اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں - تمہارے لئے دین تمہارا اور میرے لئے میرا

* فٹ نوٹ - الکافرون کے معنی ہیں میرے کا فر - منکر۔

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ۔

بقیہ سورۃ کافرون

ترجمہ بامحاورہ تفسیری

اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ اس کو شروع کیا جاتا ہے۔ جس کی رحمت بلا مبادلہ سب کے واسطے عام ہے اور جو نیک عمل کرنے والوں کے واسطے انعام اور بدی کرنے والوں کو سزا دیتا ہے۔ کہدے اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کہ سنو اے میرے منکرو۔ میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم کرتے ہو اور جس معبود (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم نہیں کرتے اور مجھ سے تم یہ امید نہ رکھو کہ کبھی تمہارے معبودوں کی عبادت کروں اور تمہاری حالت ایسی ہے کہ تم میرے معبود کی عبادت کرنے والے نظر نہیں آتے اس قدر اختلاف کے بعد اب فیصلہ آسان ہے کہ تم اپنے دین پر ہو اور میں اپنے دین پر رہوں۔ نتیجہ خود ظاہر ہو جائے گا۔

یہ سورہ شریف مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس میں چھ آیتیں اور چھتیس (۳۶) الفاظ اور ننانوے (۹۹) حروف ہیں۔

سب سے اول میں اسجگہ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کی تحریر فرمودہ عربی تفسیر زیر تالیف بمعہ ترجمہ اُردو اسجگہ لکھتا ہوں جو کہ میں نے صاحب موصوف کے عربی قلمی مسودہ سے نقل کی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سورۃ الکٰفرون۔ مکیّۃ۔ اخرج الطبرانی وابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان قریشاً دعۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی ان یعطوہ مالاً فیکون اغنی رجل بمکہ و یزوجوہ ما اراد من النساء فقالوا ھذا لک یا محمد و کف عن شتم اٰلھتنا ولا تذکر اٰلھتنا بسوءٍ فان لم تفعل فانا نعرض علیک خصلۃً واحدۃ ولک فیہا صلاح۔ قال ما ھی قالوا تعبد اٰلھتنا سنۃ ونعبد الٰھک سنۃ۔ قال حتی انظر ما یاتینی من ربی فجاء الوحی من عند اللہ۔ قل یاایّھا الکٰفرون لا اعبد ما تعبدون۔

وانزل اللہ قل افغیر اللہ تامرونّی اعبد ایّھا الجاھلون

ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین بل اللہ فاعبد وکن من الشاکرین

واخرج مسلم والبیہقی فی سننہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرأ فی رکعتی الفجر۔ قل یاایھا الکٰفرون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سورہ کٰفرون۔ مکّی ہے۔ طبرانی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عباس رضے اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قریش نے ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ ہم آپ کو اتنا مال دیتے ہیں کہ آپ مکہ میں سب سے بڑے دولتمند ہو جائیں اور جس عورت کو آپ پسند کریں اسکے ساتھ آپکا نکاح کر دیتے ہیں یہ سب کچھ آپ لیں اور ہمارے معبودوں کی برائی بیان کرنے سے رک جائیں اور انکو بدی کے ساتھ یاد نہ کریں اور اگر آپ کو یہ بات منظور نہیں تو ہم ایک اور بات پیش کرتے ہیں اور اسمیں آپ کی بہتری ہے آنحضور نے فرمایا بتاؤ وہ کیا ہے تو کہنے لگے ایسا کرو کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی پوجا کرو اور پھر ایک سال ہم آپکے معبود کی پرستش کرینگے حضرت نے فرمایا ٹھہر جاؤ اس کا جواب میں خدا سے پاکر پھر تم کو بتلاؤنگا پس یہ وحی الٰہی نازل ہوئی کہ اے میرے منکرو الخ اور یہ آیت نازل ہوئی۔ قل افغیر اللہ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ انکو کہدو کہ اے جاہلو کیا تم مجھے یہ کہتے ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں

اور تجھ پر اور تجھ سے پہلوں پر یہ وحی نازل ہو چکی ہے کہ اگر تو خدا کے ساتھ شرک کریگا تو تیری تمام محنت بیکار ہو جائے گی اور تو نقصان پانیوالوں میں سے ہوگا بلکہ ایک اللہ ہی معبود ہے اسی کی عبادت کر اور قدر دانوں میں سے بن۔

مسلم اور بیہقی نے اپنی کتاب میں حضرت ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت[ص] نے فجر کی دو رکعتوں (سنتوں) میں قل یاایہا الکٰفرون اور سورہ اخلاص پڑھی تھی*

*ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعت سنت کے سوائے مغرب کی دو رکعت سنت میں بھی یہ سورہ شریف بیس بیس بار پڑھی ہے اس میں کفار اور ان کے کفر سے بیزاری پورے طور پر ظاہر کی گئی ہے۔ اڈیٹر

ملہ حضرت مولوی صاحب کی تالیف عربی میں ہے۔ ترجمہ میں نے خود کیا ہے۔ لیکن مولوی صاحب موصوف کو دکھا لیا گیا ہے۔ اڈیٹر

منقول از اخبار بدر - ۲۴ جنوری ۱۹۰۷ء

(منقول از قلمی نسخہ تفسیر القرآن مؤلفہ حضرت مولوی نور الدین صاحب)

اِسمیں سے جو عبارت مثلاً نحوی مسائل کے متعلق عام فہم نہ تھی وہ چھوڑ دیگئی ہے

اختار سبحانہ تعالیٰ ھنا۔ الکٰفرون۔ بدل قولہ الّذین کفروا وعامۃ سنۃ اللّٰہ فی القرآن الکریم والکتاب الحکیم۔ الّذین کفروا فما قال یاایھا الّذین کفروا۔ لان کلمۃ کفروا تدل بصیغتھا الماضی علی الانقطاع والمضی فاومی ایماءً بل صرح تصریحاً بان المخاطبین من الکفار وصف لازم لھم اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ۔

لا اعبد۔ نفی بحرف لا۔ للحال و الاستقبال۔

ماتعبدون۔ ما اسم مبھم۔ جاء لابھام معبوداتھم علی اختلافھم لان المشرک لہ کل یوم معبود۔ بسبب اھوائہ وشھواتہ کمثل العنکبوت اتخذت بیتاً۔

تکریر الفعل بلفظ الحال و الاستقبال عند الاخبار عن ذاتہ الطیبۃ المبارکۃ ایماء الی عصمتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الزیغ والانحراف والاستبدال فمعبودہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احد فی الماضی وکذا الحال والاستقبال بخلاف المشرکین۔

لکم دینکم۔ ثمرۃ ماتعبدون ونتیجۃ لا انتم عابدون ما اعبد۔ الرجس القبیح الشرک فقدام قسمتھم۔ ای ھذا ماحصل لکم من عبادتکم وعدم توحیدکم۔ قال اللّٰہ تعالیٰ فاما الّذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجساً الی رجسھم وماتوا وھم کافرون۔

ولی دین۔ طابق اوّل السورۃ اٰخرھا فقال صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ لا اعبد ماتعبدون فحصل دین التوحید والاخلاص وطریق الصواب صراط الّذین انعم اللّٰہ علیھم وایضاً لکم حسابکم ولی حسابی فانصر واعز وافتح بلادکم مع بلادی

عام سنّت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سبحانہ اپنی کتاب حکیم قرآن کریم میں جہاں کہیں کفار کا ذکر کرتا ہے تو الّذین کفروا کر کے فرماتا ہے لیکن اس کی بجائے اس سورہ شریف میں الّذین کفروا نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا کہ یاایھا الکٰفرون۔ اے کافرو! اس کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ کفروا صیغہ ماضی میں ہے۔ اور انقطاع پر دلالت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے یاایھا الکٰفرون۔ اے کافرو! فرما کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ بلکہ صاف تصریح کر دی ہے کہ یہ مخاطب ایسے کافر ہیں کہ صفت کفر ان کے لازم حال ہو گئی ہے۔ ایسی حالت سے خدا تعالےٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

لا اعبد۔ میں تمہارے بُتوں کی نہ اب پُوجا کرتا ہوں اور نہ آیندہ کرونگا اسجگہ بُتوں کی عبادت کی نفی حرف لَا کے ساتھ کیگئی ہے کیونکہ حرف لَا کی نفی حال اور استقبال ہر دو پر مشتمل ہے نہ اَب اور نہ آیندہ۔

ماتعبدون۔ جو کچھ تم عبادت کرتے ہو۔ ما۔ اسم مبہم ہے اور مشرکوں کے معبودوں کے ابہام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ مشرک اپنی خواہش بے جا کے سبب خود اپنے اندر ایک شک وشبہ میں پڑا ہُوا ہے اور ہر روز نیا بُت اپنے لئے تراشتا ہے اور اس کا عقیدہ مکڑی کے جالے کی طرح بودہ اور کمزور ہے۔

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات طیّب اور مبارک کے متعلق غیر اللہ کی عبادت سے بیزاری اسجگہ حال اور استقبال میں دو بار کر کے جو بیان کی گئی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس بات سے معصوم ہیں کہ ان کی حالت میں کجی اور انحراف اور بدی کی طرف تبدیلی واقع ہو۔ پس آں حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا معبود زمانہ گذشتہ میں بھی ایک خدا ہی تھا اور اب بھی وہی ہے اور آیندہ بھی وہی ایک ہوگا۔ برخلاف مشرکین کے یہ حالت ہے۔

لکم دینکم۔ تمہارے لئے پھل اور نتیجہ ہے اس کا جو کچھ کہ تم عبادت کرتے ہو۔ شرک ایک قبیح رجس ہے پس پہلے کفار کے حصے کا ذکر کیا گیا کہ کفار کو غیر اللہ کی پرستش کا حصہ مل رہے گا۔ توحید سے انحراف اور بُتوں کی پرستش کا انجام تم پر ظاہر ہو گا اور جگہ بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کے رجس پر اور رجس بڑھتا ہے اور وہ حالتِ کفر میں ہی مرجاتے ہیں۔

اور میرے لئے میرا دین۔ اس سورہ شریف کا اوّل اس کے آخر سے مطابق ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں واحد خدا کی پرستش کرتا ہوں اور تمہارے معبودوں کی پرستش نہ کی ہے نہ کرتا ہوں اور نہ کروں گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ توحید اور اخلاص کا دین مجھے حاصل ہُوا اور صواب کا طریقہ مجھے ہی ملا اور اُن لوگوں کا راستہ جن پر خدا تعالےٰ کا انعام ہُوا مجھے ہی عطا ہُوا۔ اور ایسا ہی تمھیں تمہارا حساب بھگتنا پڑے گا اور مجھے اپنا۔ پس میری نُصرت کیجائے گی اور میری عزت کی جائے گی اور میں تمہارے شہروں کو فتح کروں گا اور اس کے ساتھ دوسرے شہروں کو بھی فتح کرونگا

اُخریٰ - والنّاس یدخلون فی دین اللہ افواجًا - و ستنفقون اموالکم ثم تغلبون - فالدینان لا یتشارکان اصولًا و فروعًا و نتیجۃ

فالسورۃ براءۃ تامۃ

اور لوگ اللہ تعالےٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے اور تم میری مخالفت میں اپنے مال بھی خرچ کرو گے اور پھر بھی مغلوب رہو گے - پس یہ دونوں دین بلحاظ اصول اور فروع اور نتیجہ کے یکساں نہیں رہیں گے -

پس اس سورہ شریف میں کفر سے پوری بے زاری ظاہر کیگئی ہے -

تشریح و معانی الفاظ

قُل - کہدے - بول - یہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے اور آپ کی طفیل تمام مسلمانوں کو ہے کہ ایسے کفار کو جو کفر پر ایسے پکے ہیں کہ نہ پہلے کبھی اُنھوں نے خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی - اور نہ آیندہ اُن سے ایسی اُمید ہو سکتی ہے - ان کو کہہ دو کہ تم جو اپنے کفر پر ایسے پکے ہو اور مسلمانوں کو بُرا سمجھتے ہو - اسی سے حق اور باطل میں تمیز ہو جائے گی کہ تم اپنے دین پر پکے ہو اور ہم اپنے دین پر پکے ہیں - نیتجہ خود ظاہر کر دے گا کہ کون سچا اور منجانب اللہ ہے اور کون جھوٹا اور شیطانی راہ پر ہے -

چوں کہ اس سورہ شریف میں کفار کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان کے مذہب کے بطلان کے واسطے ایک زبردست دلیل پیش کی گئی ہے اسواسطے یہ کلام بطور ایک چیلنج کے خدا تعالےٰ نے اپنے رسُول کو القاء کیا - اور اسی واسطے اس کے شروع میں لفظ قُل آیا ہے - تفاسیر میں قُل پر بہت بحث کی گئی ہے - خلاصہ اس تمام تحریر کا یہ ہے - کہ یہ سُورۃ صریح الفاظ میں کفار کے ساتھ بے زاری کا اظہار کرتی ہے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ اس نیت سے کہ وہ سمجھ جاویں بہت نرمی کا سلوک کرتے تھے اور ان کی سخت سے سخت ایذا رسانی پر صبر کرتے تھے اور کسی کے ساتھ ذرا سی سخت کلامی بھی پسند نہ کرتے تھے اس واسطے یہ کلام خدا کی طرف سے نازل ہوا جس کا پہنچانا آپ پر فرض ہوا اور اس طرح آپ نے صاف الفاظ میں صراحت کے ساتھ ان پر ظاہر کر دیا کہ ایسے کفار کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہ ہوا نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے -

یا ایّھا الکافرون - سُنو - اے منکرو - اس میں تین حروف ایک جگہ جمع کئے گئے ہیں - یَا (حرف ندا) ایّ (تخصیص کے لئے ہے) اور ھَا تنبیہ کا حرف ہے خبردار کرنے کے لئے) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہایت تاکید کے ساتھ اچھی طرح منکروں کے کان کھول کھول کر ان کو یہ پیشگوئی سنائی گئی تھی - کہ تم کو تمہارے اس طریقہ کا بدلہ ملنے والا ہے اور تم دیکھ لوگے کہ خدا وند تعالیٰ توحید کے پرستاروں کو تمہارے مقابلہ میں کس طرح کامیابی عطاء کرے گا -

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یَا - نداء النفس ہے اور ایُّ نداء القلب ہے اور ھَا نداء الروح ہے - گویا نفس رُوح اور قلب ہر سہ کو مخاطب کیا گیا ہے بعض نے لکھا ہے کہ یَا حرف ندا غائب کے واسطے ہے اور آیّ حرف ندا حاضر کے واسطے - اور ھَا تنبیہ کے واسطے - کیا حاضر کیا غائب، سب کو نہایت تاکید کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے - انبیاء کی دعوت ہمیشہ اسی طرح نہایت تاکید کے ساتھ بار بار لوگوں کو بُلا کر اور مخاطب کر کے پہنچائی جاتی ہے - چنانچہ اس کی نظیر خود اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے ہمارے واسطے پیدا کر دی ہے - خدا کا مسیح کس قوت اور زور کے ساتھ دنیا کی تمام قوموں کے درمیان توحید کا وعظ کر رہا ہے نہ ایک دفعہ کہہ کر وہ خاموش ہو جاتا ہے بلکہ بار بار ہر ایک ذریعہ سے خدا کا پیغام دنیا کو پہنچاتا ہے نہ صرف ایک زبان میں - بلکہ اُردو - عربی - فارسی اور انگریزی - پشتو وغیرہ زبانوں میں اس کی تبلیغ کا آوازہ دنیا کے چاروں کونوں تک پہنچ رہا ہے - رسالوں میں اخباروں میں اشتہاروں میں - زبانی تقریروں میں - قلمی تحریروں میں - غرض کوئی ذریعہ تبلیغ کا اٹھا نہیں رکھا گیا - اور آج دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں جہاں کے لوگ اس مسیح کے نام سے اور اس کے دعوے سے ناواقف ہوں - خدا کے برگزیدوں کی ہمیشہ سے یہی سنت ہے کہ وہ کھول کھول کر اور پھاڑ پھاڑ کر خدا کا حکم دنیا جہان کو پہنچا دیتے ہیں اور اس کے حکم کے پہنچانے میں نہ وہ کسی دشمن کی دشمنی کی پرواہ کرتے اور نہ کسی مخالف کی مخالفت سے کبھی ڈرتے ہیں - نادان ان کے مقابلہ میں اُٹھتے اور جوش دکھاتے ہیں - پھر تھک کر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر ناامید ہو کر ناکام مر جاتے ہیں - پر وہ خدا کے بندے ہر روز اپنا قدم آگے بڑھاتے ہیں اور خدا کی تائید سے کامیاب ہو کر رہتے ہیں -

منقول از اخبار بدر - ۳۱ رجنوری ۱۹۰۷ء

سُورۃ کٰفرون

(گزشتہ سے پیوستہ)

شانِ نزول یہ سورہ شریف بقول ابن مسعود و حسن و عکرمہ مکّی ہے اس زمانہ میں نازل ہوئی تھی - جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز مکہ معظمہ میں قیام رکھتے - تھے اس سورہ کی پیشین گوئی سنے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سورہ ایسے وقت میں نازل ہوئی تھی - جب کہ کفار اپنے زور پر تھے اور اپنے بُتوں کی حمایت اور اُنکی پرستش میں بڑے یقین کے ساتھ معروف تھے اور گمان کرتے تھے کہ اسلامی سلسلہ ایک چندروزہ بات ہے - جو بندی ہم

لوگ اپنی قوت و زور کے ساتھ نیست و نابود کر دینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے نبوت کی اصل کیفیت نہ سمجھ کر ان میں سے چند آدمی جیسا کہ ابو جہل عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ۔ اسود بن عبد یغوث وغیرہ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت کرنا اور ان کو برائی سے یاد کرنا چھوڑ دو۔ اور اس کے عوض میں ہم آپ کو اسقدر مال دینگے کہ مکہ میں آپ سے زیادہ بڑا کوئی مالدار نہ ہووے یا اگر آپ چاہیں تو ہمارے قبائل میں سے سب سے زیادہ خوبصورت عورت جو آپ کو پسند ہو آپ لے لیں۔ اور اگر آپ کو ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات پسند نہ ہو تو پھر تیسری بات یہ ہے کہ آپ ہمارے ساتھ اس طرح سے صلح کر لیں کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی پرستش کریں تو پھر دوسرے سال ہم آپ کے اللہ کی عبادت کرینگے۔ اسطرح برابر تقسیم ہوتی رہے گی اور کسی کو شکایت کا موقعہ نہ رہے گا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ لوگ کیسے جاہل ہیں کہ نہیں سمجھتے کہ میں کس خوبیوں سے بھرے ہوئے اسلام کی طرف انکو بلاتا ہوں۔ اور کس قادر توانا حی و قیوم معبود حقیقی کے قرب کے حصول کا ذریعہ ان کے آگے پیش کرتا ہوں اور کس دائمی خوشی اور ابدی راحت کا تحفہ ان کے واسطے تیار کرتا ہوں جس کے عوض یہ مجھے ناپائدار مال اور ایک عورت کے چند روزہ حسن کا لالچ دیتے ہیں اور پتھروں کے آگے سر جھکانے کو کہتے ہیں۔ جو انھوں نے خود اپنے ہاتھوں سے گھڑے اور بنائے ہیں۔ چونکہ آپ کو ان لوگوں کی خیر خواہی کے واسطے بڑا درد تھا جس کو خدائے علیم نے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ کہ

فلعلّك باخعٌ نفسك۔ کیا تو اس غم میں کہ یہ ایمان کیوں نہیں لاتے اپنی جان کو ہلاک کر دے گا۔ آپ نے کفار کے ایسے جاہلانہ سوال پر دردمند ہو کر یہی بہتر سمجھا کہ اس کے جواب کے واسطے اپنے معبود حقیقی کی طرف توجہ کریں اور یہی طریقہ ہمیشہ سے انبیاء کا چلا آیا ہے۔ چنانچہ آپ کی توجہ کے بعد خدا تعالیٰ سے کفار کے جواب میں یہ سورہ شریف نازل ہوئی جس سے کفار کی تمام امیدیں ٹوٹ گئیں۔ اس قسم کے صلح کے شرائط عموماً کفار انبیاء کے سامنے بسبب اپنی جہالت کے پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ اس زمانہ میں بھی خدا کے مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخالفوں نے یہ بات کہی کہ ان کے اتقاء اور علم اور عمل میں ہم کو کوئی شک نہیں بے شک یہ ولی اللہ ہیں اور ہم ان کو ماننے کے واسطے طیار ہیں۔ صرف مسیح ہونے کا دعوے نہ کریں اور بس۔

تعجب ہے کہ ان لوگوں کی عقل پر کیسے پتھر پڑ گئے کیا وہ شخص جو متقی اور عالم اور ولی اللہ مانا جا سکتا ہے اس کی نسبت یہ کلمہ بھی کسی عقل کی رُو سے کہنا جائز ہو سکتا ہے کہ اس نے دعوے نبوت اور مسیحیت کا از خود کر دیا ہے اور خدا پر افتراء باندھا ہے کیا مفتری علے اللہ متقی اور ولی اللہ ہو سکتا ہے؟ ہاں کفار کے ساتھ ایک اور صورت صلح کی ہو سکتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی کفار کے ساتھ کی تھی۔ جس کی شرط یہ تھی کہ کفار مسلمانوں پر حملہ نہ کریں اور نہ اون لوگوں کی امداد کریں جو مسلمانوں پر ناجائز حملہ کرتے رہتے ہیں اور ایسے ہی مسلمان نہ ان کو کسی قسم کی تکلیف دینگے اور نہ ان کے تکلیف دہندوں کی کوئی حمایت کرے گا بلکہ ہر طرح سے ان کے بچاؤ کی کوشش کریں گے۔ اسی رنگ کی صلح حضرت مسیح موعودؑ نے بھی مخالف عیسائیوں آریوں۔ ہندوؤں اور دیگر اقوام کے سامنے پیش کی تھی کہ چند سالوں تک جو معین کئے جاویں یہ قومیں مسلمانوں کے برخلاف کوئی کتاب نئی یا پرانی شائع نہ کریں اور ایسا ہی مسلمان اس عرصہ میں کوئی کتاب ان مذاہب کی تردید میں نہ لکھیں گے۔ ہاں ہر ایک مذہب کے عالم کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ صرف اپنے ہی مذہب کی خوبیاں بیان کرتے رہیں۔ کوئی کتاب لکھے جس میں یہ دکھائے کہ اس مذہب پر چلنے سے کیا کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں لیکن کسی دوسرے مذہب کا کچھ ذکر نہ کریں۔ مذہبی جھگڑوں کے خاتمہ کے واسطے اور آئے دن کے جھگڑوں اور تنازعوں کے مٹنے کے لئے یہ نہایت ہی احسن طریقہ تھا۔ مگر افسوس ہے کہ لوگوں نے اس طرف توجہ نہ کی۔ غرض اس قسم کی صلح تو انبیاء کی سنت کے مطابق ہے لیکن یہ بات کہ مداہنت کے طور پر اور منافقت سے کچھ تم ہمارے عقائد کو مان لو اور کچھ ہم تمہارے عقائد کو مان لیں ایسا طریقہ خدا کے سچے رسول کبھی اختیار نہیں کر سکتے۔

نسخ بعض لوگ اس سورہ شریف کے یہ معنے سمجھ کر اس کو منسوخ سمجھتے ہیں کہ کفار کو ان کے دین پر رہنے کی اس میں اجازت دی گئی ہے۔ کہ وہ بے شک اپنے دین پر رہیں۔ اور مسلمان ان کے ساتھ کوئی تعرض نہیں رکھیں گے۔ لیکن جب جہاد کے متعلق آیات نازل ہوئیں تو پھر یہ سورہ منسوخ ہو گئی یہ بات بالکل غلط ہے۔ قرآن شریف کی کوئی سورۃ اور سورۃ کا کوئی حصہ منسوخ نہیں ہے۔ سب کا سب ہمیشہ کے واسطے بنی نوع کے عمل کے لئے عمل کرنے اور فائدہ اٹھانے کے واسطے ہے۔ قیامت تک قرآن شریف کا ایک نقطہ بھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ مذہب اسلام میں دینی اختلاف کی وجہ سے نہ کوئی لڑائی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کی اور نہ آپ کے بعد کبھی کسی کو اجازت ہے کہ دینی اختلاف کی وجہ سے کسی کو قتل کرے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کفار نے جب مسلمانوں کو سخت دکھ دیا اور طرح طرح کے ایذاء کے ساتھ پہلے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا اور بڑی بڑی فوجیں لے کر ان پر چڑھائیاں کیں تو بہت سے صبر اور تحمل کے بعد جب وہ کسی طرح بھی باز نہ آئے تو خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ ایسے شریروں سے اپنا بچاؤ کریں اور ان کو شرارت کی سزا دیں۔ جہاد کے واسطے جو کچھ حکم تھا یہی تھا اور اس زمانہ میں بسبب اسکے کہ مذہب کی خاطر مسلمان کسی ملک میں دکھ نہیں دئے جاتے۔ خود ان کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ سورہ کافرون میں تو خود جہاد کے کرنے یا نہ کرنے کا کوئی تذکرہ بھی نہیں۔ لیکن اگر بہر حال یہ سمجھا ہی جاوے کہ اس سورہ شریف میں جہاد کے متعلق کوئی حکم ہے تو وہ جہاد کے جواز کا ہو سکتا ہے نہ کہ اس کے نسخ کا۔ کیونکہ اس سورۃ میں مخالفوں کو ایک چیلنج دیا گیا ہے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

بقیہ سورۃ کافرون

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

کہ تم اپنے دین کے ساتھ زور آزمائی کرو اور ہم اپنے دین کی قوت کے ساتھ تمہارا مقابلہ کرتے ہیں پھر دیکھو کہ خدا کس کو کامیاب کرتا ہے اور یاد رکھو کہ یہ کامیابی بہرحال اسلام کے واسطے ہے پس یہ سورۃ کسی حالت میں منسوخ نہیں اور نہ کوئی اور حصہ قرآن شریف کا منسوخ ہوا یا ہو سکتا ہے۔

مقام نزول جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے کہ یہ سورہ شریف مکی ہے مگر ایک قول یہ بھی ہے کہ مدنی ہے ایسا ہی بعض دوسری سورتوں کے متعلق بھی بظاہر اس قسم کا اختلاف روایات میں معلوم ہوتا ہے مگر ممکن ہے کہ بعض سورتیں اور آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ایک بار بلکہ کئی بار نازل ہوئی ہوں جیسا کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے حالات میں دیکھتے ہیں کہ ایک پیشین گوئی وحی الٰہی میں ایک دفعہ نازل ہو کر مثلاً کتاب براہین احمدیہ میں چھپ چکی ہے لیکن جب اس کے پورا ہونے کا وقت قریب آگیا۔ تو نزول اول کے بیس پچیس سال بعد پھر وہی الفاظ الہام الٰہی میں وارد ہوئے۔

دین۔ جزا و سزا کے معنے میں بھی آتا ہے اور اس کا یہ مطلب ہے کہ تم لوگوں نے جس طریقہ کو اختیار کیا ہے اس کا بدلہ تم کو بہرحال مل کر رہے گا جو طریقہ ہم نے اختیار کر لیا ہے اس کا بدلہ خدا تعالےٰ ہم کو ضرور دیگا۔

الکافرون۔ اسجگہ اگرچہ اول مخاطب وہی کفار اور انکے ساتھی تھے۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا تھا اور اس وجہ سے اس سورہ شریف کے نزول کے اصل محرک وہی تھے لیکن ان کے بعد تمام دنیا کے کفار جو مسلمانوں کے ساتھ اسی قسم کا سلوک کریں۔ اس سورۃ میں مخاطب ہیں قاعدہ ہے کہ زمانہ نزول انبیاء میں بعض منکرین ایسے سخت دل ہو جاتے ہیں کہ کوئی نصیحت ان کے واسطے کارگر نہیں ہو سکتی اور ہر ایک نشان الٰہی جو دوسروں کے واسطے موجب ازدیاد ایمان ہوتا ہے ان کے لئے بجز ازدیاد کفر اور کچھ نہیں ہو سکتا ایسے کفار کے حق میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ سوآءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون۔ وہ حالت کفر میں ایسے غرق ہیں کہ آنے والے عذابوں سے تو انہیں ڈرائے یا نہ ڈرائے سب برابر ہے۔ وہ کبھی ایمان نہیں لاوینگے اور فرمایا ہے۔ ولیزیدن کثیراً منھم ما انزل الیک من ربک طغیاناً وکفراً۔ تیرے ربّ کی طرف سے جو تجھ پر نازل ہوا یہ انمیں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کو اور بھی بڑھا دے گا ایسے کافروں کو کہا گیا ہے کہ ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم۔ ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے اور ایسے ہی مکذبوں کے متعلق فرمایا۔ فقل لی عملی ولکم عملکم انتم بریؤن مما اعمل وانا بریٓء مما تعملون۔ ان کو کہدو کہ میرے عمل میرے لئے ہیں اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہیں۔ تم میری کارکردگی کا ثواب نہیں پا سکتے اور میں تمہاری کارروائیوں سے بری ہوں۔

حفاظت قرآن اس سورہ شریف کے الفاظ کو اپنے قرآن شریف پر بغور دیکھتے ہوئے اس کی طرز تحریر میں ایک خاص بات مجھے نظر آئی اور وہ یہ ہے کہ اس میں عٰبدون کا لفظ دو جگہ اس طرح آیا ہے کہ ع کے اوپر کھڑا الف لکھا گیا ہے مگر تیسری جگہ عابد کا لفظ ع کے بعد الف کے ساتھ آیا ہے حالانکہ دونوں لفظ تمام تحریر میں ایک ہی طرح آسکتے ہیں لیکن میں نے بہت سے مختلف چھاپوں کے قرآن شریف کھولکر دیکھے اور سب میں مذکورہ بالا طرز تحریر پایا اور تعجب کے ساتھ حضرت مولوی نورالدین صاحب سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابتداء میں جسطرح ایک دفعہ لکھا گیا ہے وہی طرز تحریر ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ قرآن شریف کی حفاظت کے واسطے یہ بھی ایک دلیل ہے کہ جب سے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن شریف لکھا گیا اور جیسا کہ لکھا گیا اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوا اور نہ ہونے کی کوئی گنجائش تھی برخلاف اسکے ہم انجیل اور توریت کو دیکھتے ہیں کہ اول تو انکی اصلیت کا کوئی پتہ ہی نہیں ملتا کہ اصل نسخے کیسے تھے اور کہاں غائب ہوئے اور جو کچھ نقلی یا فرضی کتابیں موجود ہیں انکے متعلق بھی آج تک کمیٹیاں ہو رہی ہیں جو ان امور کی تحقیقات کرتی ہیں کہ ان کتابوں میں سے کونسی عبارتیں ہنوز نکال دینے کے قابل ہیں جسقدر کتابیں اسوقت دنیا میں الہامی مانی گئی ہیں انمیں سے ایک بھی اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں ہے سوائے قرآن شریف کے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف کے سوا اور کسی کتاب کی حفاظت کا ذمہ باریتعالےٰ نے نہیں لیا اور اسواسطے دوسری کتابیں عوام کے دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکیں۔

خواص سورۃ زید بن ارقم رضؓ کہتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات دو سورتیں ساتھ لیکر کی اس سے کوئی حساب کتاب نہیں لیا جائیگا وہ دو سورتیں کافرون اور قل ہو اللہ احد ہیں اس حدیث شریف کا مطلب ظاہر ہے کہ سورہ کافرون میں کفار اور انکے کفر سے پوری بیزاری اور بے تعلقی ظاہر کیگئی ہے اور سورۃ اخلاص میں خدا تعالیٰ کی توحید کا پورے طور سے اقرار کیا گیا ہے بدی کا ترک اور نیکی کا حصول شیطان سے دوری اور خدا کا قرب۔ یہی دو باتیں ہیں جو کسی مذہب کا آخری نتیجہ ہو سکتی ہیں جب یہ دونوں باتیں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے کسی کو حاصل ہو جاویں تو وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ گیا اور اسکے واسطے کوئی حساب باقی نہیں رہا۔ ایک روایت میں ابن عمر سے منقول ہے کہ یہ سورۃ ربع قرآن کے برابر ہے۔ کیا معنے یہ قرآن شریف کا چوتھا حصہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام الٰہی کے مضامین کا چہارم حصہ کفار اور انکے کفر سے بیزاری اور خداوند تعالیٰ کی خالص عبادت کے بیان پر مشتمل ہے

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر

تفسیر سورۃ النصر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع ساتھ نام اللہ کے بخشنے والا مہربان

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ

جب آئی مدد اللہ کی اور فتح اور تو نے دیکھا لوگوں کو کہ داخل ہوتے ہیں بیچ دین اللہ کے

أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

فوج در فوج پس تسبیح کر ساتھ تعریف رب اپنے کے اور اس سے استغفار کر تحقیق وہ ہے پھر آنے والا-

ترجمہ بامحاورہ تفسیری

جب اللہ تعالےٰ کی نصرت ظاہر ہوئی اور مکہ فتح ہوگیا اور تو نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہو رہے ہیں- تو خدا تعالےٰ کی تسبیح کر اور اس کی تعریف کر- اور اُس سے مغفرت طلب کر وہ بہت ہی رجوع برحمت کرنے والا ہے +

یہ سورۃ شریف مدنی ہے یعنی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی- اس میں بسم اللہ شریف کے بعد تین آیتیں ہیں اور اُنیس کلمے اور اُناسی حروف ہیں +

تشریح و معانیٔ الفاظ

اِذَا کے معنے ہیں- جب کہ- جب یہ لفظ جب ماضی پر آوے تو معنے استقبال کے دیتا ہے- اِس واسطے اِذَا جَاءَ کے معنے یہ بھی کئے گئے ہیں- "کہ جب آوے گی" کیونکہ یہ سورۃ بطور ایک پیشگوئی کے نازل ہوئی تھی کہ اس وقت تو اسلام تنگی اور تکالیف کی حالت میں ہے اور سب صحابہ مہاجرین کے دل میں یہ خیال ہے کہ وہ اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور اُن کی تعداد قلیل ہے اور ان کے دشمن شہر مکہ میں آرام سے ہیں- اور اُن پر ہنسی کرتے ہیں اور طعن کرتے ہیں کہ تم لوگوں نے اسلام میں داخل ہو کر کیا فائدہ حاصل کر لیا- دیکھو ہم نے تم کو شہر مکہ سے بھی نکال دیا ہے- لیکن عنقریب وہ وقت آتا ہے- کہ ان کی ساری شیخی کرکری ہو جاوے گی اور ان کے متکبر سب ہلاک ہو جائینگے اور مکہ کا باعظمت گھر بُتوں سے پاک کیا جاوے گا اور اُس کے میناروں پر لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند کیا جاوے گا- اور کمزور اور ناواقف لوگ جو اس وقت بسبب حجاب کے دین الٰہی میں داخل نہیں ہیں- اُن کے واسطے وقت آجائے گا کہ تمام روکیں دُور ہو کر وہ ایک سیلاب کی طرح اسلام کی طرف دوڑ پڑیں گے اور فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہونے لگ جائیں گے +

اگر اِذا جاء کے معنے استقبال کے نہ لئے جائیں اور اس کے یہ معنے کئے جاویں کہ "جب فتح و نصرت الٰہی آگئی" تب بھی یہ درست ہے خدا تعالےٰ کی طرف سے بذریعہ وحی کے جو پیشگوئیاں نازل ہوتی ہیں اور اُن میں خدا اپنے بندے کی نصرت اور فتح کی خوشخبری دیتا ہے چونکہ وہ بات یقینی ہوتی ہے اور ضرور ہو جانے والی ہے- کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا ہے اور آسمان پر مقدر ہو چکا ہے کہ یہ کام اس طرح سے ہوگا اس واسطے اس کو ایسے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے کہ گویا یہ کام ہو گیا ہے- کیونکہ کوئی کام زمین پر نہیں ہو سکتا- جب تک کہ پہلے آسمان پر نہ ہو لے- اس کی مثال دنیوی محاورات میں بھی موجود ہے جب کسی کو یقین ہو جاوے- کہ اس مقدمہ میں تمام امور میری مرضی کے مطابق طے ہو جائیں گے اور میں ضرور فتح پالوں گا- تو وہ کہتا ہے کہ بس میں نے مقدمہ فتح کر لیا- حالانکہ ہنوز مقدمہ زیر بحث ہوتا ہے- اور عدالت

نے فیصلہ نہیں سُنایا ہوتا۔ لیکن [illegible] کے وہ ایسا ہی کہتا ہے۔ کہ مقدمہ فسخ ہوگیا۔ اس قسم کے [illegible] پیشگوئیوں کی تازہ مثالیں خود اس زمانہ میں موجود ہیں۔ حضرت [illegible] موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بسا اوقات ایسے الہامات خداتعالیٰ [illegible] طرف سے ہوتے ہیں۔ جو کہ اپنے اندر ایک پیشگوئی کا رنگ رکھتے ہیں۔ مثلاً ۱۴- اپریل ۱۹۰۶ء کو حضرت مسیح موعودؑ پر خداتعالےٰ کی وحی بدیں الفاظ ہوئی کہ۔ زلزلہ آیا۔ زلزلہ آیا۔ اور یہ خبر اس زلزلہ کے متعلق تھی۔ جو ۱۸ مئی ۱۹۰۶ء کو واقع ہوا لیکن چونکہ اس کا آنا مقدر ہوچکا تھا۔ اس واسطے ایک ماہ پہلے ہی کہا گیا۔ کہ زلزلہ آیا۔ زلزلہ آیا +

جاء۔ کے معنے ہیں آیا۔ آمد۔ اس لفظ میں قابل توجہ یہ بات ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ فتح اور نصرت تیرے پاس آئی جسے خداتعالیٰ نے اپنے نبی کی تائید کے واسطے عین ضرورت کے وقت میں بھیجا +

نصر اللہ - اللہ تعالےٰ کی نصرت - اللہ تعالےٰ کی طرف سے مدد +

الفتح - وہ خاص فتح جس کے تم منتظر تھے۔ اور جس کے متعلق پہلے سے پیشگوئی کی جاچکی تھی اور تورات و انجیل میں جس کا ذکر کیا گیا تھا۔ یعنی فتح مکہ۔ وہی مکہ جس میں سے جان بچاکر بھاگنا پڑا تھا اور خفیہ طور پر رات کے وقت ہجرت کرنی پڑی تھی۔ اسی کی فتح کے دن آتے ہیں اور مظفر و منصور ہوکر اس میں داخل ہونے کے ایام قریب ہیں +

ورأیت - اور تونے دیکھ لیا۔ تونے جان لیا۔ تونے معلوم کرلیا +

الناس - لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب خداتعالےٰ کی طرف سے نبی رسول دُنیا کی طرف مبعوث ہوتا ہے۔ تو اس کا ساتھ دینے والے لوگ اور اس کی پیروی کرنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل اور سب سے اعلےٰ طبقہ کے لوگ وہ ہوتے ہیں۔ جو کسی معجزہ۔ نشان۔ کرامت یا خارق عادت کے دیکھنے کے محتاج نہیں ہوتے وہ اس نبی کی شکل دیکھتے ہی اور اس کا دعویٰ سُنتے ہی آمنا و صدقنا کہہ اُٹھتے ہیں۔ ان کو نبی کے ساتھ ایک ازلی مناسبت حاصل ہوتی ہے اور وہ فوراً اُس پر ایمان لاتے ہیں جیسا کہ حضرت صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ سفر میں تجارت کے واسطے باہر گئے ہوئے تھے اور عرب کو واپس آتے ہوئے ہنوز شہر سے دُور ہی تھے راستہ میں ان کو ایک آدمی ملا۔ اُس سے پوچھا کہ شہر کی کوئی تازہ خبر سناؤ۔ اُس نے کہا تازہ خبر یہ ہے کہ محمدؐ نے نبی ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ اگر محمدؐ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے تو بیشک سچا دعویٰ کیا ہے اسی جگہ ایمان لائے۔ اور صدیق اکبر کہلائے۔ رضی اللہ عنہ۔ یہ اعلےٰ طبقہ کے آدمیوں کا نمونہ ہے۔ اس سے کم دوسرے درجہ کے لوگ وہ ہیں۔ جو کچھ تھوڑا بہت دلائل سُننے اور نشان دیکھنے کے بعد ایمان لے آتے ہیں اور مخالفت کی طرف نہیں دوڑتے اور رفتہ رفتہ محبت اور اخلاص میں بہت بڑی ترقی کر جاتے ہیں۔ اس کے بعد تیسرے درجہ کے لوگ وہ ہیں۔ کہ جب خداتعالےٰ کے قہری عذاب نازل ہوتے ہیں۔ اور ہر طرف سے فتوحات اور نصرت کے نشانات نمودار ہوتے ہیں۔ تو ان کے واسطے سوائے اس کے چارہ نہیں ہوتا۔ کہ وہ بھی مومنوں کے درمیان شامل ہو جائیں۔ اوّل اور دوم درجہ کے لوگوں کی خداتعالےٰ نے بہت تعریف کی ہے۔ اور ان کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا خطاب دیا ہے۔ مگر تیسرے طبقہ کے لوگوں کا ذکر قرآن شریف میں صرف اتنا ہے کہ رأیت الناس تونے لوگوں کو دیکھا ہے۔ کیونکہ وہ عوام ہیں۔ خواص میں ان کا ذکر نہیں۔ پھر بھی خوش قسمت ہیں۔ کہ قرآن شریف میں ان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا گیا۔ کہ وہ دین اللہ میں داخل ہونے والے لوگ ہیں +

اِس زمانہ میں خدا کے فرستادہ رسول حضرت مہدی معہود کے پیرو اِنہیں تین قسم کے لوگوں میں مشتمل ہیں۔ بعض تو وہ اوّلین سابقین میں سے ہیں۔ جو حضرت کے دعویٰ مسیحائی سے بھی پہلے آپ کے ساتھ خلوص محبت رکھتے تھے اور دُنیا میں کوئی بات ایسی نہ ہوئی۔ جو ان کے خلوص اور محبت کو ایک قدم پیچھے ہٹانے والی ہو۔ حضرت کا دعویٰ انکے واسطے کوئی نئی بات نہ تھی ہر ابتلاء کے وقت انہوں نے قدم آگے بڑھایا۔ ان کی مثال حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب ہیں۔ ایسے لوگوں کو خداتعالےٰ نے ازل سے ایک فطرتی مناسبت اپنے رسول کے ساتھ عطا کی ہے کہ وہ اس سے علیحدہ رہ ہی نہیں سکتے دوسرے وہ لوگ ہیں۔ جو کچھ کتابیں پڑھ کر اور کچھ نشانات دیکھ کر اور کچھ دیکھ بھال کر اس مقدس سلسلہ میں داخل ہوئے اور دن رات اُنہوں نے اس میں ترقی کی۔ اور خداتعالیٰ کی اس نعمت کے شکرگذار ہوئے اور اپنے مال اس راہ میں خرچ کئے۔ تیسرے قسم کے وہ لوگ ہیں جن کو طاعون نے یا زلزلے نے خوف دلا کر اس طرف کھینچا۔ پھر بہرحال وہ بھی خوش قسمت ہیں۔ کیونکہ پاس شدونکی فہرست میں ان کا نام درج ہوگیا۔ اور فیل شدوں کا نام تو کسی فہرست میں لکھا ہی نہیں جاتا۔ سوائے ان فیل شدونکے جو اپنے پرچوں میں شرارت کے ساتھ ناجائز باتیں لکھ دیتے ہیں۔ تو خواہ مخواہ ممتحن کو انکی رپورٹ کرنی پڑتی ہے۔ کہ فلاں امیدوار نے اپنے پرچہ میں ایسی شرارت کی ہے۔ پس وہ فقط فیل ہی نہیں ہوتے بلکہ آیندہ کے واسطے مدارس سے خارج کئے جاتے ہیں اور سخت نامرادی کے گڑھے میں پھینکے جاتے ہیں جہاں سوائے رونے اور دانت پیسنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا +

یدخلون - داخل ہوتے ہیں +

فی دین اللہ - اللہ تعالےٰ کے دین میں +

افواجًا - فوج در فوج۔ پہلے تو کوئی ایک آدھ مسلمان ہوتا تھا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف فرما تھے۔ بعد میں جب ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی۔ تو زیادہ تعداد ہونے لگی۔ لیکن پھر بھی ترقی زور کے

کے ساتھ نہ تھی۔ یہانتک کہ جب مکہ فتح ہوگیا۔ تو گروہوں کے گروہ اور جماعتوں کی جماعتیں دین الٰہی میں داخل ہونے لگیں کیونکہ تمام مشکلات درمیان میں سے اُٹھ گئی تھیں۔ اور حجاب دور ہو چکے تھے۔ اور اکابر مجرم ہلاک ہو چکے تھے ✦

فسبح۔ پس تسبیح کر۔ پس پاکی بیان کر ✦

التسبیح ھو التطھیر۔ تسبیح پاکیزگی اور طہارت کو کہتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد خانہ کعبہ کی تطہیر ہے۔ کیونکہ کفار نے اس میں بت رکھے ہوئے تھے اور فتح مکہ کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ تمام بُت وہاں سے نکال دیئے گئے اور اس گھر کو خدا تعالےٰ کی اس عبادت کے واسطے خاص کیا گیا۔ جسکے لئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے اپنے کاندھوں پر اینٹیں اُٹھا کر اس کی بنا کی تھی۔ خدا تعالےٰ کے برگزیدے جب اپنے رب کے حضور میں کوئی اخلاص کا کام کرتے ہیں۔ تو خدا تعالےٰ اس کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام والبرکات نے جنگل بیابان کے درمیان جہاں آدمی چھوڑ چرند پرند بھی نہ ملتا تھا۔ جب خدا کے حکم کے مطابق اپنی بیوی اور بچے کو چھوڑا۔ اور بعد میں خدا تعالےٰ کی عبادت کے واسطے اس جگہ گھر بنایا۔ تو خدا تعالےٰ نے اس جگہ ایک شہر آباد کر دیا۔ اور بالآخر جب کفار نے اس گھر میں بتوں کا ٹھکانا بنا دیا۔ تو محمدؐ جیسے پاک دل کو اس گھر کے مطہر کرنے کا جوش عطاء کیا۔ اور خدا تعالےٰ کے اس برگزیدہ نے وہ گھر ایسا پاک کیا۔ کہ اس کے بعد کوئی مشرک نزدیک بھی نہیں جا سکتا۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر ایک بین اور زندہ دلیل ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں خدا تعالےٰ کی توحید کے قائم کرنے میں ایسی کامیابی دیکھی۔ کہ اس کی نظیر پہلے کسی نبی کے حالات میں پائی نہیں جاتی ✦

بحمد ربک۔ ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے۔ بہ ستایش پروردگار تو۔ یعنے اپنے رب کی تعریف کر۔ کہ اس نے اپنی خاص ربوبیت کے ذریعہ سے تجھے ہر معاملہ میں کامیاب کیا اور فتح اور نصرت عطاء کی ہے۔ یہ اسی قادر توانا کا کام ہے۔ کہ ایک یتیم کو دُنیا کا بادشاہ بنا دے۔ اور ایسی فتح عطا کرے۔ جسکی نظیر دُنیا بھر کی تاریخ میں موجود نہ ہو ✦

واستغفرہ۔ اور اس سے مغفرت طلب کر۔

غفر کے معنے ہیں ڈھانکنا۔ دبانا۔ تمام [illegible] خدا تعالےٰ سے مغفرت مانگا کرتے تھے۔ اور مغفرت مانگنے کے یہ معنے [illegible] کہ انسان چونکہ کمزور ہے اس کو معلوم نہیں کہ کونسا کام اس کے واسطے بہتری کا ہے۔ اور کونسا نقصان کا کام ہے اور تکلیف کا راستہ ہے۔ پس مغفرت ایک دُعا ہے کہ انسان اپنے خدا سے یہ دعا مانگتا ہے۔ کہ وہ اس کے واسطے نیکی کے راہ پر چلنے کے اسباب مہیا کرے۔ جن سے وہ بدی سے بچا رہے اور کسی طرح کے حرج اور تکلیف میں پڑنے سے محفوظ رہے۔ خدا تعالےٰ کے انعام کے حاصل کرنے کے واسطے مغفرت کا طلب کرنا نہایت ضروری ہے۔ استغفار کے معنے اور تشریح میں مناسب [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ حضرت اقدس

مسیح موعودؑ کی تحریر نقل کر دی جاوے۔ اور وہ یہ ہے :۔

" استغفار کے حقیقی اور اصلی معنے یہ ہیں۔ کہ خدا سے درخواست کرنا۔ کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو۔ اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے یہ لفظ غفر سے لیا گیا ہے۔ جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔ سو اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مستغفر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے۔ لیکن بعد اس کے عام لوگوں کے لئے اس لفظ کے معنے اور بھی وسیع کئے گئے اور یہ بھی مراد ہے کہ خدا گناہ کو جو صادر ہو چکا ہے۔ ڈھانک لے لیکن اصل اور حقیقی معنے یہی ہیں۔ کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کے ساتھ مستغفر کو جو استغفار کرتا ہے۔ فطرتی کمزوری سے بچاوے اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے۔ اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور روشنی سے روشنی دے۔ کیونکہ خدا انسان کو پیدا کر کے اُس سے الگ نہیں ہوا۔ بلکہ وہ جیسا کہ انسان کا خالق ہے اور اس کے تمام قوےٰ اندرونی اور بیرونی کا پیدا کرنے والا ہے۔ ویسا ہی وہ انسان کا قیوم بھی ہے۔ یعنے جو کچھ بنایا ہے۔ اُس کو خاص اپنے سہارے سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ پس جبکہ خدا کا نام قیوم بھی ہے یعنے اپنے سہارے سے مخلوق کو قائم رکھنے والا۔ اس لئے انسان کیلئے لازم ہے۔ کہ جیسا کہ وہ خدا کی خالقیت سے پیدا ہوا ہے۔ ایسا ہی وہ اپنی پیدایش کے نقش کو خدا کی قیومیت کے ذریعہ سے بگڑنے سے بچاوے۔ کیونکہ خدا کی خالقیت نے انسان پر یہ احسان کیا کہ اس کو خدا کی صورت پر بنایا پس اسی طرح خدا کی قیومیت نے تقاضاء کیا کہ وہ اس پاک نفس انسانی کو جو خدا کے دونوں ہاتھوں سے بنایا گیا ہے۔ پلید اور خراب نہ ہونے دے۔ لہذا انسان کو تعلیم دی گئی۔ کہ وہ استغفار کے ذریعہ سے قوت طلب کرے۔ پس اگر دنیا میں گناہ کا وجود بھی نہ ہوتا۔ تب بھی استغفار ہوتا۔ کیونکہ دراصل استغفار اس لئے ہے کہ جو خدا کی خالقیت نے بشریت کی عمارت بنائی ہے۔ وہ عمارت مسمار نہ ہو۔ اور قائم رہے اور بغیر خدا کے سہارے کے کسی چیز کا قائم رہنا ممکن نہیں ✦

پس انسان کے لئے یہ ایک طبعی ضرورت تھی۔ جس کے لئے استغفار کی ہدایت ہے۔ اسی کی طرف قرآن شریف میں یہ اشارہ فرمایا گیا ہے۔ **اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم** یعنے خدا ہی ہے جو قابل پرستش ہے۔ کیونکہ وہی زندہ کرنے والا ہے اور اسی کے سہارے سے انسان زندہ رہ سکتا ہے یعنے انسان کا ظہور ایک خالق کو چاہتا تھا اور ایک قیوم کو۔ تا خالق اس کو پیدا کرے۔ اور قیوم اس کو بگڑنے سے محفوظ رکھے سو وہ خالق بھی ہے اور قیوم بھی۔ اور جب انسان پیدا ہو گیا۔ تو خالقیت کا کام تو پورا ہو گیا مگر قیومیت کا کام ہمیشہ کے لئے ہے۔ اسی لئے دائمی استغفار کی ضرورت پیش آئی۔ غرض خدا کی ہر ایک صفت کے لئے ایک فیض ہے اور استغفار صفت قیومیت کا فیض حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اسی کی طرف اشارہ

سورۂ فاتحہ کی اس آیت میں ہے ایاك نعبد و ایاك نستعین یعنے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے اس بات کی مدد چاہتے ہیں۔ کہ تیری قیومیت اور ربوبیت ہمیں مدد دے۔ اور ہمیں ٹھوکر سے بچاوے۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ کمزوری ظہور میں آوے۔ اور ہم عبادت نہ کرسکیں +

اس تمام تفصیل سے ظاہر ہے۔ کہ استغفار کی درخواست کے اصل معنے یہی ہیں۔ کہ وہ اس لئے نہیں ہوتی۔ کہ کوئی حق فوت ہوگیا ہے بلکہ اس خواہش سے ہوتی ہے کہ کوئی حق فوت نہ ہو اور انسانی فطرت اپنے تئیں کمزور دیکھ کر طبعاً خدا سے طاقت طلب کرتی ہے۔ جیسا کہ بچہ ماں سے دودھ طلب کرتا ہے۔ پس جیسا کہ خدا نے ابتدا سے انسان کو زبان آنکھ دل کان وغیرہ عطا کئے ہیں۔ ایسا ہی استغفار کی خواہش بھی ابتدا سے ہی عطا کی ہے اور اس کو محسوس کرایا ہے کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ خدا سے مدد پانے کا محتاج ہے۔ اسی کی طرف اِس آیت میں اشارہ ہے۔ واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنات۔ یعنے خدا سے درخواست کر کہ تیری فطرت کو بشریت کی کمزوری سے محفوظ رکھے اور اپنی طرف سے فطرت کو ایسی قوت دے۔ کہ وہ کمزوری ظاہر نہ ہونے پاوے اور ایسا ہی ان مردوں اور ان عورتوں کے لئے جو تیرے پر ایمان لاتے ہیں بطور شفاعت کے دعا کرتا رہ۔ کہ تا جو فطرتی کمزوری سے ان سے خطائیں ہوتی ہیں۔ ان کی سزا سے وہ محفوظ رہیں اور آیندہ زندگی ان کی گناہوں سے بھی محفوظ ہو جاوے۔ یہ آیت معصومیت اور شفاعت کے اعلےٰ درجہ کی فلاسفی پر مشتمل ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کہ انسان اعلےٰ درجہ کے مقامِ عصمت پر اور مرتبہ شفاعت پر تب ہی پہنچ سکتا ہے۔ کہ جب اپنی کمزوری کے روکنے کے لئے اور نیز دوسروں کو گناہ کی زہر سے نجات دینے کے لئے ہردم اور ہر آن دعا مانگتا رہے اور تضرعات سے خدا تعالےٰ کی طاقت اپنی طرف کھینچتا ہے اور پھر چاہتا ہے۔ کہ اس طاقت سے دوسروں کو بھی حصہ ملے۔ جو بوسیلہ ایمان اس سے پیوند پیدا کرتے ہیں۔ معصوم انسان کو خدا سے طاقت طلب کرنے کی اس لئے ضرورت ہے۔ کہ انسانی فطرت اپنی ذات میں تو کوئی کمال نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے کمال پاتی ہے۔ اور اپنی ذات میں کوئی قوت نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے قوت پاتی ہے اور اپنی ذات میں کوئی کامل روشنی نہیں رکھتی۔ بلکہ خدا سے اس پر روشنی اُترتی ہے۔ اس میں اصل راز یہ ہے کہ کامل فطرت کو صرف ایک کشش دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ طاقت بالا کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ مگر طاقت کا خزانہ محض خدا کی ذات ہے۔ اسی خزانہ سے فرشتے بھی اپنے لئے طاقت کھینچتے ہیں۔ اور ایسا ہی انسان کامل بھی اسی سرچشمۂ طاقت سے عبودیت کی نالی کے ذریعہ سے عصمت اور فضل کی طاقت کھینچتا ہے۔ لہٰذا انسانوں میں سے وہی معصوم کامل ہے۔ جو استغفار سے الٰہی طاقت کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کشش کے لئے تضرع اور خشوع کا ہر دم سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ تا اس پر روشنی اُترتی رہے۔ اور ایسے دل کو اس گھر سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ جس کے شرق اور غرب اور ہر ایک طرف سے تمام دروازے آفتاب کے سامنے ہیں۔ پس ہر وقت آفتاب کی روشنی اس میں پڑتی ہے۔ لیکن جو شخص خدا سے طاقت نہیں مانگتا وہ اس کوٹھڑی کی مانند ہے جس کے چاروں طرف سے دروازے بند ہیں اور جس میں ایک ذرہ روشنی نہیں پڑ سکتی۔ پس استغفار کیا چیز ہے یہ اُس آلہ کی مانند ہے۔ جس کی راہ سے طاقت اُترتی ہے۔ تمام رازِ توحید اسی اصول سے وابستہ ہے۔ کہ صفت عصمت کو انسان کی ایک مستقل جائداد قرار نہ دیا جاوے بلکہ اس کے حصول کے لئے محض خدا کو سرچشمہ سمجھا جاوے۔ ذات باری تعالیٰ کو تمثیل کے طور پر دل سے مشابہت ہے۔ جس میں مصفا خون کا ذخیرہ جمع رہتا ہے اور انسان کامل کا استغفار اُن شرایین اور عروق کی مانند ہے جو دل کے ساتھ پیوستہ ہیں اور خون صافی اس میں سے کھینچتی ہیں اور تمام اعضاء پر تقسیم کرتی ہیں۔ جو خون کے محتاج ہیں +"

انہٗ کَانَ توّابًا۔ تحقیق وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ ہر آئینہ خداست برحمت رجوع کنندہ۔ توّاب کے معنے ہیں بہت توبہ کرنیوالا بہت رجوع کرنے والا۔ جبکہ انسان خدا تعالےٰ کی طرف رجوع لاتا ہے تو خدا تعالےٰ اس سے زیادہ اس کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اسی پر حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر انسان چل کر خدا تعالےٰ کی طرف جاوے۔ تو خدا اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہے +

سورۂ شریف کے نام

اس سورۃ کا ایک نام تو النصر ہے۔ کیونکہ اس میں ایک نصرت کی بشارت ہے اور اس کا نام فتح بھی ہے۔ کیونکہ ایک ایسی عظیم الشان فتح کی اس میں پیشگوئی درج ہے۔ جس سے اسلامی سلطنت اور فتوحات کی بنیاد رکھی گئی تھی یعنے فتح مکہ۔ ان کے علاوہ ایک نام اس سورۃ کا سورۂ تودیع بھی ہے کیونکہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ نعیت الیّ نفسی اور آپ نے سمجھ لیا۔ کہ ہمارا کام تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ اور اب وقت آگیا۔ کہ ہم اپنے خدا کے پاس چلے جاویں +

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ جو آپ کا کام تھا وہ پورا ہوگیا ہے اور اب آپکو اس دار فانی کو چھوڑنے کا وقت قریب آگیا ہے تو آپ نے ظاہر فرمایا کہ اب میں عالم باقی میں انتقال کرونگا۔ اس بات کو سُنکر جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا تم کیوں روتی ہو۔ اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھ سے تم ہی ملوگی۔ یہ سُنکر وہ مُسکرانے لگیں۔ اس میں بھی ایک پیشگوئی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد جلد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے۔ اور آپ کے بعد اہل بیت میں سے سب سے اول جس نے وفات پائی۔ وہ حضرت فاطمہ ہی تھیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا یہ عجیب نمونہ ہے۔ کہ حضرت فاطمہ کو آنحضرت کی وفات کی خبر نے رُلا دیا۔ لیکن پھر اپنی وفات کی خبر نے اِس واسطے ہنسا دیا۔ کہ اس میں آنحضرتؐ کے ساتھ دوسرے عالم میں ملاقات کی جلد صورت پیدا ہوگئی تھی۔ اپنے مرنے کا خوف نہیں اور آنحضرتؐ کے ساتھ ملاقات

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر

سورۃ النصر

(گذشتہ سے آگے)

فتح مکہ اس سورہ شریف میں اذا جاء نصراللہ والفتح میں لفظ فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ فتح مکہ کو فتح الفتوح بھی کہتے ہیں کیونکہ مکہ کی فتح تمام اسلامی فتوحات کی ابتداء تھی فتح مکہ کا واقع اس طرح سے ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک رویا دیکھا کہ آپؐ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم مکہ معظمہ کو گئے ہیں اور وہاں مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہوئے ہیں۔ اور کسر منڈ اتے ہیں اور بال کترواتے ہیں جیسا کہ مکہ معظمہ سے احرام کھولنے کے بعد کیا جاتا ہے۔ چونکہ اسوقت مسلمان کفار کے ہاتھوں سے بہت تکلیف اٹھارہے تھے اور مکہ میں کفار کا غلبہ تھا اور مسلمانوں کو زیارت کعبۃ اللہ کے حصول میں بہت مشکلات کا سامنا ہوتا تھا۔ اسواسطے اس بشر مکاشفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی سنّت ہے کہ خدا تعالےٰ کے وعدوں پر پورا ایمان لاکر اور خداؐ کی فرمودہ باتوں کے پورا ہوجانے پر یقین کرکے ان کے واسطے ہرطرح کے سامان مہیا کرتے ہیں اسی طرح حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رویا کی سچائی پر یقین کرکے سفر مکہ کی طیاری کی اور چودہ سو اصحاب کے ساتھ شہر مکہ کی طرف آئے +

بعض نادان لوگ ایسے موقعہ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ پیشگوئی کو پورا کرنے کے واسطے کوشش کیوں کی جاتی ہے۔ وہ تو خدا کا وعدہ ہے بہرحال پورا ہوگا۔ ایسے اعتراضات تمام انبیاءؑ پر کفار نے کئے اور اس زمانہ کے بدقسمت لوگوں نے بھی یہ اعتراض خدا کے مرسل حضرت مسیح موعود پر کئے۔ کہ مثلاً مقدمہ کے وقت آپ نے پلیڈر کیوں کھڑا کیا۔ اور شادی کے موقع پر آپنے خط وکتابت وغیرہ کوششوں میں کیوں حصہ لیا۔ تعجب ہے کہ یہ اعتراض خود مسلمان اور دوسرے اہل کتاب عیسائی بھی کرتے ہیں۔ جنکی کتب میں انبیاء کی اس سنت کی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔ مسلمانوں کے واسطے تو خود یہی ایک قصہ کافی ہے جو اس سورۂ شریف کے متعلق بیان ہوتا ہے اور عیسائیوں کے واسطے خود یسوع کی لائف میں بہت سے ایسے واقعات موجود ہیں۔ یسوع بچہ ہی تھا کہ اسکی جان بچانے کے واسطے اسے خفیہ طور پر ملک مصر میں لے گئے۔ اور پھر عین نبوت کے زمانہ میں جب دشمنوں سے خوف بڑھا۔ تو اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ کسو سے نہ کہنا کہ میں یسوع مسیح ہوں پھر زعم متی کی توریت کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے واسطے خود گدھی کا بچہ منگوایا تاکہ اس پر سوار ہو۔ غرض ایسے طریق پر اعتراض کرنا ایک جاہل متعصب کا کام ہے۔ خود دنیا کے اندر ہم دیکھتے ہیں کہ جب مثلاً ایک بادشاہ ایک محل کے طیار کرنے کے واسطے حکم کرتا ہے تو خدام اور ملازمین اس حکم کی تعمیل میں دل وجان سے مصروف ہوجاتے ہیں اور وہ محل طیار ہو جاتا ہے گو ظاہری نظر سے دیکھنے والا نادان یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ محل فلاں معمار یا فلاں مزدور نے بنوایا ہے۔ تاہم دانا لوگ جانتے ہیں کہ اس محل کا اصل بانی بادشاہ کے مُنہ کا حکم ہے۔ ورنہ کسی کی کیا طاقت تھی کہ کوئی ایسا محل طیار کردیتا۔ گو یہ مثال ادنیٰ درجہ کی ہے۔ تاہم اس سے ایک فہیم سمجھ سکتا ہے۔ کہ جس طرح انجنیر بادشاہ کا حکم پاکر یقین کرلیتا ہے کہ اب مجھے اس محل کے تیار کرنے کے تمام سامان مہیا ہوجائینگے اور کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے گی اور میں کامیاب ہوجاؤنگا اور اس یقین کو ساتھ لیکر وہ کام شروع کردیتا ہے اور اسکے واسطے تمام اسباب بامراد ہونے کے بنتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک مامور من اللہ خدا کے حکم پر پورا یقین اور ایمان رکھ کر اس کو پورا کرنے کے درپے ہوجاتا ہے۔ اس کا خود پیشگوئی کے پورا کرنے میں مصروف ہوجانا اس کے اعلےٰ ایمان اور یقین اور صداقت کی ایک بیّن دلیل ہوتی ہے اگر اسے اس الہام کی سچائی پر یقین نہ ہوتا۔ اور اُس میں کچھ وہم اور وسوسہ ہوتا تو وہ ہرگز اسکی طرف متوجہ نہ ہوتا کسی کو اللہ تعالےٰ فرمادے کہ تجھے بچہ دیوینگے اور تیری نسل سے ہوگا تو کیا وہ شادی نہ کرے +

الغرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عازم بیت اللہ شریف ہوئے لیکن جب آپ مقام حدیبیہ پہنچے جو مکہ سے نو کوس کے فاصلہ پر ہے۔ تو آپ کو معلوم ہُوا کہ کفار مکہ جنگ کے لئے آمادہ ہیں۔ اور آپ کو زیارت کعبہ سے روکتے ہیں آپ کی عادت تھی کہ باوجود مشرکین کی سختی کے ہمیشہ ان پر نرمی کرتے تھے اور کبھی کسی معاملہ میں جس میں کسی کو ضرر ہو پیشدستی نہ فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معہ دو اور اصحاب کے اہل مکہ کی طرف بھیجا کہ میں جنگ کے واسطے نہیں آیا صرف زیارت کعبہ کے لئے آیا ہوں۔ اور بعد زیارت کعبہ واپس مدینہ منورہ کو چلا جاؤنگا۔ حضرت عثمان جب کفار کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت عثمان کو کہا کہ تم کعبہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو کرلو اور واپس چلے جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا میں اکیلا طواف نہیں کرونگا۔ جب حضرت رسول کریم کرینگے۔ تو میں بھی کرونگا اس قسم کی گفتگو میں قریش نے روک رکھا اور یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمان کو کفار مکہ نے قتل کردیا اور ممکن ہے کہ انکی نیت قتل کردینے کی ہو کیونکہ اسی وقت انکی کفار مسلمانوں پر آکر شبخون کرنے لگے۔ مگر گرفتار ہوگئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی اس شرارت اور فساد کی خبر ملی۔ تو آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور ایک کیکر کے درخت کے نیچے ان سے بیعت لی۔ سب نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کے قربان کرنے کا صدق دل سے اقرار کیا۔ اتنے میں حضرت عثمان چند کفار کے ساتھ جو صلح کی شرائط کا فیصلہ کرنے آئے تھے پہنچ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کفار کی شرارتوں کے اور فساد کی نیتوں اور سخت شرائط پیش کرنیکے انہیں کی

پیشکردہ سب باتیں مانکر صلح کرلی۔ جو اثنی آدمی کفار کے حملہ کرتے ہوئے پکڑے گئے تھے وہ بھی چھوڑ دیئے اور ایسی شرطیں مان لیں۔ جس سے کفار کا بڑا غلبہ اور رعب بظاہر معلوم ہوتا تھا۔ اور مسلمان بہت کمزور اور نیچے دکھائی دیتے تھے چنانچہ ایک شرط یہ بھی کہ اس سال بغیر زیارت کعبہ واپس چلے جائیں +

پھر یہ کہ دوسرے سال آویں۔ دو تین دن سے زیادہ نہ ٹھیریں۔ اور مسلمانوں کے ہتھیار بند ہوں۔ پھر ایک شرط یہ بھی کی تھی۔ کہ اگر کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ میں چلا آئے تو اہلِ مکہ کو واپس کیا جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں آجاوے تو اہلِ مکہ واپس نہ دینگے۔ ایک شرط یہ بھی تھی کہ اہل مکہ میں سے جس قوم کی مرضی ہو۔ اسوقت مسلمانوں کی طرف ہوجائے اور جسکی مرضی ہو اہل مکہ کے ساتھ رہے اور آیندہ اس کے مطابق قوموں کی باہمی تقسیم رہے چنانچہ ایک قبیلہ جس کا نام وائل تھا قریش کے عقد وعہد میں ہوا۔ اور خزاعہ اسلامیوں کے طرفدار بن گئے +

ان شرائط کے بعد پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بدوں ادائے رسم حج مدینہ کو واپس چلے آئے اور اسی مقام حدیبیہ پر قربانی ذبح کردی۔ اس صلح کا نام صلح حدیبیہ ہوا۔ حدیبیہ سے واپس ہوتے وقت سورۃ فتح نازل ہوئی +

جب حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے بعد واپس مدینہ کو تشریف فرما ہوئے تو کچھ عرصہ کے بعد کفار مکہ نے عہد وپیمان کو توڑ دیا +

مکہ کے قبائل میں سے بنو بکر اس صلح کے شرائط کے مطابق قریش کے عقد وعہد میں ہوا تھا اور خزاعہ اسلامیوں کے طرفدار بن گئے تھے۔ بنو بکر اور خزاعہ میں باہم مدت سے جنگ وجدال چلا آتا تھا اسوقت اسلام کے پھیلنے اور اسلامیوں کے مقابلہ کے نئے شغل نے ان دونوں قوموں کو باہمی جنگ کرنے سے روک رکھا ہوا تھا اب جبکہ اہل مکہ اور اہلِ اسلام کے درمیان صلح ہوگئی۔ تو اس جنگجو قوم کو نچلا بیٹھنا محال ہوگیا لگے کوئی بہانہ لڑائی کا تلاش کرنے +

نوفل بن معاویہ بن نفاثہ الدیلی بنو بکر میں سے ایک نامور سپاہی تھا۔ اس نے خزاعہ قوم پر شبخون مارا۔ خزاعہ کے لوگ اسوقت بے خوف وخطر وتیر نام چشمے پر غافل پڑے تھے۔ نوفل کے حملے سے چونک اٹھے۔ اور لڑائی شروع ہوگئی۔ وہاں کفار مکہ نے پہلے تو انکی امداد ہتھیاروں سے کی اور جب اندھیرا ہوگیا۔ تو بنو بکر کے ساتھ شامل ہوگئے۔ جب بنو بکر کو اہلِ مکہ کی مدد ہوگئی تو خزاعہ قوم کمزور ہوگئی اور بدیل بن ورقہ خزاعی اور رافع کے گھر میں پناہ گزین ہوئے۔ مگر خزاعہ بیچارے صبح تک بہت مارے گئے۔ صبح کے ہوتے ہی اپنی تباہ حالت کو دیکھکر وہ بھاگ گئے۔ اور انہوں نے اپنے مامن کو پہنچکر عمرو بن سالم خزاعی کو چالیس آدمی کے ساتھ مدینہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ عمرو بن سالم نے عرب کے طریق ورواج کے مطابق اشعار میں اپنا حال حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ خزاعہ صلحنامہ کے مطابق اسلامیوں کی طرفدار قوم تھی اور تمام کفار مکہ کا انکے برخلاف سازش کرنا اور ان کو اس طرح سے قتل کرنا دراصل اسی سبب سے تھا ان واقعات اور سچے اقوال کو سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نصرت یا عمرو بن سالم۔ اُدھر کفار مکہ کو اپنی کرتوت کا (جیسے ہر ایک گناہ کا نتیجہ افسوس ہوتا ہے۔

افسوس ہوا۔ اور پشیمان ہوئے اور ابوسفیان اپنے رئیس کو اس بدافعالی کے ثمرات سے بچ رہنے کی تدابیر کے واسطے مدینہ روانہ کیا۔ ابوسفیان کو یقین تھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ہماری اس عہد شکنی کی ابتک خبر نہیں۔ اس خیال پر اس نے اپنے دل میں ایک چالاکی کی بات سوچی اور آنحضرت سے کہا کہ صلح حدیبیہ کے وقت میں موجود نہ تھا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ عہد سابق کی تجدید کریں۔ اِس عہدنامہ کی تاریخ آج سے شروع ہو اور صلح کی مدت بڑھا دیجاوے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن کی بدعہدیوں کو بار بار دیکھ چکے تھے اور خزاعہ کے مقابلہ میں بنو بکر کی امداد خلاف عہد حدیبیہ کی خبر عمرو بن سالم کے ذریعہ پہنچ چکی تھی۔ آپ نے ابوسفیان کو جواب دیا۔ کہ کیا تم نے کوئی عہد شکنی کی ہے جو تم عہد کی تجدید چاہتے ہو۔ ابوسفیان نے کہا۔ معاذ اللہ ایسا نہو۔ کیا ہم ایسے ہیں۔ کہ عہد توڑ ڈالینگے۔ تب آپ نے فرمایا۔ الحال سابق عہد وپیمان کو رہنے دو۔ آخر ابوسفیان واپس مکے کو چل گیا +

ابوسفیان کے جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفیر مکہ کو بھیجا اور حسب دستور ملک بلکہ حسب قانون اخلاق کہلا بھیجا کہ یا تو خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیدو۔ یا بنو بکر کی حمایت اور جانب داری سے الگ ہو جاؤ۔ یا حدیبیہ کی صلح کا عہد جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے اسے پھیر دو۔ اہل مکہ نے خیال کیا۔ کہ اہل اسلام ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں اور اس نصرت الٰہی اور امداد خداوندی کو بھول گئے جو اسلام اور سچے اسلام کی ہمیشہ حامی ومددگار رہی۔ انہوں نے صلح کا عہد پھیر دیا۔ قطع عہد اور انکی بے ایمانی اور خزاعہ کا بدلہ لینے کے لئے آپ نے مکہ پر چڑھائی کی۔ چنانچہ مکہ فتح ہوا اور اس حملے میں وہ نرمی اور اخلاقی شریعت کی آپ نے پابندی کی جسکی نظیر دُنیا میں مفقود ہے۔ فرمایا جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں گھس جائے اسے امان۔ جو کوئی مسجد میں چلا جائے اسے امان۔ غرض مطابق پیشگوئی مکہ فتح ہوا۔ اور کچھ بڑی خونریزی نہ ہوئی اور کوئی کافر بجبر مسلمان نہ کیا گیا + اس جگہ سارہ والے واقعہ کا بیان کردینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اور وہ اس طرح سے ہے کہ سارہ نام ایک عورت جو کہ مکہ میں رہتی تھی اور خاندان بنی ہاشم کے زیر سایہ پرورش پایا کرتی تھی ان ایام میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے واسطے کوچ کی طیاری کی آپ کے پاس مدینہ میں آئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے پوچھا کہ کیا تو مسلمان ہوکر مکہ سے بھاگ آئی ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں میں مسلمان ہوکر نہیں آئی بلکہ بات یہ ہے کہ میں اسوقت محتاج ہوں اور آپ کا خاندان ہمیشہ میری پرورش کیا کرتا ہے اسواسطے میں آپ کے پاس آئی ہوں تاکہ مجھے کچھ مالی امداد ملجائے۔ اسپر آنحضرت نے بعض لوگوں کو فرمایا اور انہوں نے اسکو کچھ کپڑا اور روپیہ وغیرہ دیا جسکے بعد وہ واپس اپنے وطن کو روانہ ہوگئی جب روانہ ہونے لگی تو حاطب نے جو کہ اصحاب میں سے تھا اسکو دس درہم دیئے اور کہا کہ میں تجھے ایک خط دیتا ہوں۔ یہ خط اہلِ مکہ کو دیدینا۔ اس بات کو اُس نے قبول کیا اور وہ خط بھی لے گئی۔ اس خط میں حاطب نے اہلِ مکہ کو خبر کی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا ہے۔ تم ہوشیار ہو جاؤ۔ وہ عورت ہنوز مدینہ سے روانہ ہی ہوئی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی الٰہی خبر ملگئی کہ وہ ایک خط لیکر گئی ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بمعہ عمار اور ایک جماعت

کے روانہ کردیا کہ اسکو پکڑ کر اس سے خط لے لیں اور اگر نہ دے تو اسے ماریں۔ چنانچہ اس جماعت نے اسکو راہ میں جا پکڑا۔ اس نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں۔ جسپر حضرت علی نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ ہم کو جھوٹ نہیں کہا گیا بذریعہ وحی الٰہی کے خبر ملی ہے خط ضرور تیرے پاس ہے۔ تلوار کے ڈر سے اس نے خط اپنے سر کے بالوں میں سے نکالدیا۔ جب خط آگیا اور معلوم ہوا کہ وہ حاطب کیطرف سے ہے تو حاطب بلایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ یہ تونے کیا کیا اُس نے کہا مجھے خدا کی قسم ہے کہ جب سے میں ایمان لایا ہوں کبھی کافر نہیں ہوا۔ بات صرف اتنی ہے کہ مکہ میں میرے قبائل کا کوئی حامی اور خبر گیر نہیں۔ مینے اس خط سے صرف یہ فائدہ حاصل کرنا چاہا تھا کہ کفار میرے قبائل کو دکھ نہ دیں۔ حضرت عمر نے چاہا کہ حاطب کو قتل کردیں مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر پر خوشنودی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ کرو جو چاہو میں نے تمہیں بخشدیا +

مستنبط وفات نبی کریم صلعم

اس سورہ شریف کی تفسیر میں کئی ایک روایات اس قسم کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعض صحابہ کرام نے اس سورۃ کے نزول کو سنکر یقین کیا کہ اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کام اس دنیا پر جو تھا وہ ختم ہوچکا ہے اور وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کے ساتھ وصال دائمی حاصل فرماویں۔ چنانچہ ایک حدیث جس میں حضرۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رونے اور پھر ہنسنے کا ذکر ہے۔ گزشتہ پرچوں میں بیان کی جاچکی ہے۔ رونے کی وجہ یہ تھی کہ بیوی فاطمہ کو آنحضرت نے بتلایا کہ اب میری وفات کا وقت قریب ہے۔ پھر ہنسنے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بتلایا کہ میرے بعد میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میرے ساتھ ملنے والی تو ہے چنانچہ آنحضرت کی وفات کے صرف چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ نے وفات پائی تھی۔ ایک روایت سے جو حضرت ام حبیبہ سے ہے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سورہ شریف کے نازل ہونے پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دیگئی تھی کہ آپ کی عمر حضرت عیسٰے کی عمر سے نصف ہے اور حضرت عیسٰے کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰ سال تھی +

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی اس سورہ شریف کے وقت اس امر کے اشارہ کو سمجھ لیا تھا کہ آنحضرت کا وقت وفات قریب آگیا ہے +

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ابھی بچہ ہی تھا مگر جب کوئی مجلس شوریٰ قائم ہوتی اور بڑے بڑے اصحاب جو اہل بدر تھے جمع کئے جاتے۔ تو حضرت عمر مجھے بھی اس مجلس میں بُلاتے میری عمر کے لڑکے کا ایسی اہم مجلس میں بُلایا جانا شائد کسی کو ناپسند ہوا ہوگا کہ کسی نے کہا کہ یہ لڑکا ہمارے بیٹوں کی عمر کے برابر ہے اور ہمارے ساتھ مجلس شوریٰ میں بیٹھتا ہے مگر حضرت عمر نے جواب دیا کہ تم کیا جانتے ہو کہ یہ کون ہے۔ اسکے بعد جب پھر ایسا ہی کسی مجلس کا موقعہ ہوا۔ اور سب بُلائے گئے۔ تو حضرت عمر نے مجھے بھی بلایا اور میں دل میں سمجھ گیا کہ آج کچھ بات ضرور ہے چنانچہ جب سب جمع ہوگئے تو حضرت عمر نے اول دوسروں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ بعض نے کہا کہ اس میں ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ حمد و استغفار کریں بعض نے کہا کہ اس میں فتح و نصرت ہم کو دیگئی ہے اور بعض خاموش رہے۔ تب حضرت عمر نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو کیا یہی صحیح ہے۔ مینے کہا نہیں بلکہ میں یہ جانتا ہوں کہ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جتلایا گیا ہے کہ اب آپ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ اب حمد و استغفار کرو۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ مجھے بھی یہی معلوم ہے +

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ اس سورہ شریف کے نزول کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود میں یہ دعا بہت پڑھتے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ استغفر اللہ ربّی من کل ذنب واتوب الیہ۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھتے بیٹھتے آتے جاتے ہر وقت سبحان اللہ وبحمدہ کہتے اور فرماتے۔ کہ مجھے ایسا کہنے کے واسطے حکم دیا گیا ہے اور اس سورۃ کو پڑھتے۔ غرض بہت سی روایات سے یہ امر ظاہر ہے کہ اس سورہ شریف کے نزول کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعض احباب نے اس بات کو بخوبی سمجھ لیا تھا کہ چونکہ تبلیغ کا کام اپنے کمال کو پہنچ چکا ہے اور فتح و نصرت کا وقت آگیا ہے اور اب قومیں فوج در فوج داخل ہونیوالی ہیں۔ تو اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی کو چھوڑ کر واصل باللہ ہوجاویں +

افواج

جس سال یہ سورۃ نازل ہوئی اس سال بہت سی قومیں فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئیں۔ کیونکہ مکہ فتح ہوگیا تھا اور کفار کے سرغنہ سب ہلاک ہوچکے تھے اور کوئی رکاوٹ اب باقی نہ رہی تھی اور اسلام کی سچی اور راحت بخش تعلیم نے لوگوں کے دلوں میں گھر کرلیا ہوا تھا۔ صرف چند شریر لوگوں کی شرارت کا خوف درمیان میں تھا۔ کیونکہ وہ زمانہ امن کا نہ تھا اور ہر ایک کو اپنی جان اور مال کا خطرہ رہتا تھا بالخصوص غرباء امراء کے بہت ہی زیر اثر تھے اور ان سے خوف رکھتے تھے۔ جب بڑے بڑے کفار ہلاک ہوگئے اور انکے زور اور طاقت کی چار دیواری خاک میں ملگئی۔ تو لوگوں کے دل سیلاب کی طرح اسلام کی طرف جُھکے اور قبائل کے قبائل یکدفعہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ چنانچہ بنی رسد اور قریظہ اور بنی حرہ اور بنی البکا اور بنی الکنانہ اور بنی ہلال اور بلخا اور نجب اور دارم اور دوسرے قبائل تمیم اور قبائل عبد القیس اور بنی طے اور اہل یمن و شام و عراق وغیرہ کے اطراف و اکناف سے لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے اور بہت جلد تمام جزیرہ نمائے عرب اسلام میں داخل ہوگیا۔ اور جملہ قبائل عرب میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا۔ جس نے اظہار اسلام نہ کیا ہو +

اہل یمن

ایک روایت میں ہے کہ اس سورہ شریف میں الناس سے مراد اہل یمن ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اکبر جاء نصر اللہ والفتح وجاء اھل الیمن قوم رقیقۃ قلوبھم الایمان

ایمان والفقہ یمان والحکمۃ یمانیۃ وقال اجد نفس ربکم من قبل الیمن۔ اللہ اکبر۔ اللہ تعالےٰ کی نصرت اور فتح آئی۔ اور اہل یمن آئے اہل یمن ایک قوم ہے جن کے دل نرم ہیں۔ اور اہل یمن اہل ایمان اور اہل فقہ اور اہل حکمت ہیں اور فرمایا کہ مجھے یمن کیطرف سے تمہارے رب کی خوشبو آتی ہے۔ یعنے اہل یمن اہل اللہ ہیں اہل یمن اس سورہ شریف کے نزول کے بعد ایمان لائے تھے ✤

تسبیح۔ تحمید و استغفار

اس میں اوّل تسبیح کا حکم ہے پھر تحمید کا۔ اور پھر استغفار کا۔ اس ترتیب میں یہہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم ہیں۔ ایک صفات سلبیہ اور دوم صفات ثبوتیہ۔ صفات سلبیہ وہ ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کا تمام نقائص سے پاک اور منزہ ہونا اور اعلےٰ و برتر ہونا ظاہر کرتی ہیں۔ سلبیہ کے معنے ہیں سلب کرنے والی۔ کھینچنے والی۔ اور صفات ثبوتیہ وہ ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے اکرام اور عزت اور بلندی کا اظہار کرتی ہیں۔ اس ترتیب میں صفات سلبیہ کا پہلے ذکر کیا گیا ہے اور صفات ثبوتیہ کو ان کے بعد لیا گیا ہے۔ تسبیح اللہ تعالےٰ کی جلالی صفات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کہ وہ تمام بدیوں سے منزہ اور بے عیب اور پاک ذات ہے۔ تم بھی اسکی تسبیح کرو یعنے اس کا مقدس اور پاک ہونا بیان کرو۔ اور اسکی تحمید کرو کہ وہ تمام حمد کا مالک ہے اور سچی تعریف اُسی کے لائق ہے۔ اس کے بعد استغفار ہے۔ جو کہ انسان کو اپنے قصور نفس اور کمزوری کیطرف توجہ دلاتا ہے اور خدا تعالےٰ کی بخشش کی طرف انسان کو کھینچتا ہے کہ اس کے سوائے انسان کا گذارہ نہیں۔ اور انسان کے نفس کو کامل کرنے والی وہی ذات پاک ہے۔ جس کے ساتھ سچے اور خالص تعلق کے ذریعہ سے انسان بدیوں سے نجات پا سکتا ہے اور نیکیوں کے حصول کی اس کو توفیق ملتی ہے ✤

دین اللہ

ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجًا اور تونے لوگوں کو دیکھا کہ وہ دین اللہ میں فوج در فوج داخل ہوتے۔ اس جگہ دین اللہ سے مراد دین اسلام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا منشاء یہی تھا کہ مخلوق الٰہی دین اللہ میں داخل ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے پر ایمان لاوے اور شعار اسلامی نماز روزہ حج زکوٰۃ کی پابند ہو۔ چنانچہ جب تک یہ سب کچھ ہو نہ لیا۔ لوگوں کا دین اللہ میں داخل ہونا تسلیم نہ کیا گیا۔ قرآن شریف میں اور جگہ دین کے معنوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ فرمایا ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اللہ تعالےٰ کے حضور میں مقبول دین تو صرف اسلام ہی ہے اور فرمایا۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ۔ اور جو شخص اسلام کے سوائے اور کوئی دین چاہیگا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا۔ تعجب ہے کہ باوجود ایسی صریح آیات کے ہونے اس زمانہ میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں جیسوں کی عقل ایسی ماری گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت پر ایمان لانا اور قرآن شریف پر عمل کرنا کچھ ضروری نہیں۔ اور نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی کی کوئی حاجت نہیں۔ اور اسلام میں داخل ہونا ایک بیفائدہ امر ہے۔ صرف اللہ کو مان لو کہ وہ ہے اور اچھے اچھے کام کرو۔ جو تمہاری نگاہ میں اچھے ہوں (خواہ یوگ ہی کیوں نہ ہو) تو بس نجات پا جاؤ گے۔ لفظ دین کے واسطے اور الفاظ بھی قرآن شریف میں آئے ہیں۔ جیسا کہ ایمان۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ فاخرجنا من کان فیھا من المومنین فما وجدنا فیھا غیر بیتٍ من المسلمین ہم نے وقت عذاب مومنوں کو وہاں سے نکال دیا۔ اور اس میں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھر ملا۔ اور صراط جیسا کہ فرمایا ہے۔ صراط اللہ الذی لہ ما فی السمٰوات ومافی الارض۔ راہ اللہ کی وہ اللہ کہ آسمان وزمین جو کچھ ہے۔ سب اسی کا ہے اور ایسا ہی دین کے واسطے اور بھی نام ہیں۔ جیسا کہ کلمۃ اللہ اور نور اور ھدےٰ اور عروہ اور حبل اور صبغۃ اللہ اور فطرۃ اللہ ✤

فضائل سورۃ النصر

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ سب سے آخر جو سورۃ بتمام وکمال اور پوری اُتری وہ یہی سورۃ النصر ہے۔ اِس کے بعد کوئی پوری سورۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں ہوئی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ یہ سورہ ربع القرآن ہے۔ یعنی قرآن شریف کی چوتھائی کے برابر ہے یہ فضیلت بلحاظ اس شاندار پیشگوئی کے معلوم ہوتی ہے جس پر وہ مشتمل ہے اور بلحاظ ان احکام تسبیح اور تحمید اور استغفار کے ہے جو کہ انسان کو اپنے کمال پر پہنچانے کے واسطے کمال درجہ کے ہتھیار ہیں اسی سورۂ شریفہ نے کفار مکہ کو باوجود ایسی سخت بغاوتوں اور سرکشیوں کے اور اذیت رسانیوں کے فتح مکہ کے وقت ہر طرح کے عذاب سے بچا لیا اور آنحضرت نے اپنے خلق عظیم کے ساتھ سب کو معاف کر دیا اور فرمایا لا تثریب علیکم الیوم۔ بلکہ ان کے گناہوں کے واسطے خدا تعالےٰ کے حضور میں معافی چاہی کیونکہ استغفر اللہ کا لفظ اسی امر کیطرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ خدا تعالےٰ کے حضور میں گناہ گاروں کے واسطے شفاعت کریں اور ان کو عذاب میں گرنے سے بچا دیں ✤

نئی فوجیں

یہ اللہ تعالےٰ کی فتح ونصرت کا وعدہ اور قوموں کے فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے کی پیشگوئی جو اس سورۂ شریف میں کیگئی ہے اگرچہ اسکے پورا ہونے کا ابتداء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہؤا۔ تاہم چونکہ مذہب اسلام ہمیشہ کے واسطے ہے اس واسطے ظلی طور پر جب کبھی ضرورت ہو۔ یہ وعدہ پورا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی جبکہ اسلام بہت ضعیف ہے خدا تعالےٰ نے اپنے ایک فرستادہ کے ذریعہ سے یہ خوشخبری دوبارہ سُنائی ہے کہ اس کیطرف سے اسلام کے واسطے فتح ونصرت کا وقت پھر آگیا ہے اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونگے اور پھر اسلامیوں میں وہی روحانیت پھونکی جائیگی۔ مبارک ہیں وہ جو تکبر نہ کریں اور خدا کے کام کی عزت کریں تاکہ انکے واسطے بھی عزت ہو۔ اے خدا ہمارے گناہوں کو بخش اور اپنے وعدوں کو پورا کر کہ تو سچے وعدوں والا ہے۔ اسلام کی عزت کو دُنیا میں قائم کردے اور اسلام کے دشمنوں کو ذلیل اور پست اور ہلاک کردے خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی کیونکہ اب تیری قدرت نمائی کا وقت ہے اور تو بڑی طاقتوں والا خدا ہے ✤

آمین ثم آمین

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر

سورۃ تبّت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع ساتھ نام اللہ کے بخشنے والا مہربان

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ① مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ② سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ

ہلاک ہوویں ہر دو ہاتھ ابی لہب کے اور ہلاک ہوا وہ نہ کفایت کیا اس سے اسکے مال اور اُسکی کمائی نے وہ جلد داخل ہوگا آگ میں جو شعلہ والی ہے

لَھَبٍ ③ وَّامْرَاَتُہٗ ط حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ ④ فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤

اور اس کی جورو اُٹھانے والی لکڑیوں کی اس کی گردن میں رسی ہے بٹی ہوئی +

با محاورہ ترجمہ- اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ اس سورۃ شریف کو شروع کیا جاتا ہے- وہ اللہ جو سب کی پرورش کرتا ہے اور محنت کرنے والے کو اس کی محنت کا پھل دیتا ہے- ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں جن کے ساتھ وہ بدی کے کام کرتا ہے اور وہ تو ہلاک شدہ انسان ہے- کیونکہ ایسے بدعمل آخر کب تک مہلت دیئے جائینگے- وہ سب مال جو اسکے پاس ہے اور سب کچھ جو اُس نے کمایا ہے ان میں سے کوئی شے وقت عذاب کام نہ آئے گی- وقت قریب آتا ہے کہ وہ آگ میں ڈالا جائے گا اور یہی حال اُسکی عورت کا ہوگا جو لکڑیوں کے گٹھے اُٹھایا کرتی ہے اس کی گردن میں بٹی ہوئی رسی ہے +

اس سورۃ شریف کا نام سورۃ تبّت ہے اور اس کو سورۃ ابی لھب بھی کہتے ہیں- یہ سورۃ مکہ معظمہ میں اُتری ہے- اس سورۃ میں بسم اللہ کے بعد- پانچ آیتیں اور تیئیس کلمات اور اکیاسی حروف ہیں +

تشریح ومعانیٔ الفاظ

تَبَّتْ- ہلاک باد- نابود بود- نابود ہو جائیں یہ لفظ تباب سے مشتق ہے- تباب کے معنے ہیں **ہلاکت**- عرب میں ایک محاورہ ہے شابۃ اَمْ تابۃ اسی معنی میں یہ لفظ قرآن شریف میں اور جگہ بھی آیا ہے قال اللہ تعالیٰ- وماکید الکافرین الّا فی تباب- کفار کی تدابیر کا نتیجہ اُن کے حق میں سوائے ہلاکت کے اور کچھ نہیں- کافر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا- اسکی تمام تدابیر ضائع جاتی ہیں- تَبَّتْ کے دوسرے معنے نقصان اور اور گھاٹے ہیں- فتح البیان میں تبّت کے معنے خَسِرَتْ وخَابَتْ وضَلَّتْ لکھا ہے یعنی گھاٹے میں پڑا- اور نامراد ہوا اور گمراہ ہوا- قرآن شریف میں کفار کے حق میں ہے- ومازادوھم غیر تتبیب- ان کو کچھ زیادہ نہ ملا یعنی کچھ فائدہ نہیں صرف نقصان ہی ہوا- غرض تبّت کے دو معنے ہیں- ہلاکت اور نقصان اور گھاٹا مگر مآل ہر دو معنوں کا ایک ہی ہے- تباہی ناکامی اور نامرادی- یَدَا- ہر دو دست- دونوں ہاتھ یَدْ کا تثنیہ ہے- یَدْ کے معنے ایک ہاتھ- یَدَا کے معنے دو ہاتھ- ایدی کے معنے بہت ہاتھ- تَبَّتْ یَدَا کے معنے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں- ابی لھب کفار مکہ کے اکابر میں سے ایک شخص تھا- رشتہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا- ابی لھب اُسکی کنیت تھی- اور اس کا اصل نام عبد العزیٰ تھا- عرب میں ہر شخص کو بسبب عزت کے کنیت سے بُلاتے تھے- اور اصل نام کی بجائے اکثر لوگ کنیت کے ساتھ زیادہ معروف ہوتے تھے- لھب کے معنے ہیں شعلہ اور اب کے معنے باپ- ابی لھب کے معنے ہوئے شعلہ کا باپ- بعض کا قول ہے کہ اُس نے تکبر کے طور پر اپنے لئے یہ کنیت پسند کی تھی- ابولہب اسواسطے بھی اُسے کہتے تھے کہ اس کا چہرہ بہت سُرخ تھا- یہ شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت عداوت رکھتا تھا- اور عداوت کی وجہ سوائے اسکے نہ تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم توحید کا وعظ فرماتے تھے اور یہ بُت پرست تھا- رات دن حضرت کو تکلیف دینے کے درپے رہتا تھا- جو لوگ باہر سے آتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ملنا چاہتے ان کو آگے جا کر راستہ ہی میں ملتا- اور بڑے تکلّف اور تکبّر کے ساتھ باتیں کرتا ہوا اُن کو سمجھاتا کہ دیکھو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مجنون ہے ہم اسکے چچا ہیں- وہ ہمارا بیٹا ہی ہے- ہم اُس کا علاج کر رہے ہیں- تم اسکے پاس مت جاؤ- بعض کو کہتا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر کسی نے جادو کیا ہوا ہے- ایسے جادو زدہ شخص کے پاس جا کر تم کیا لوگے- بہتر ہے کہ یہیں سے واپس چلے جاؤ- چنانچہ اس طرح کی باتیں بنا بنا کر لوگوں کو واپس کرنیکی کوشش کرتا رہتا- بعض بدقسمت اس کا کہنا مان لیتے اور واپس چلے جاتے اور جو لوگ زیادہ ہوشیار ہوتے وہ تو کہتے کہ ہم تو انکو ملنے کے واسطے آئے ہیں- کچھ ہی ہو- اب تو ملاقات کر کے ہی واپس جائینگے- ایسے لوگوں پر خفا ہوتا اور پھر جھنجھلا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا اور بعض کے کانوں میں روئی ڈالدیتا- کہ اچھا تم ضرور جانا چاہتے ہو تو جاؤ- مگر اسکی باتیں نہ سُننا کیونکہ اسکی باتوں میں ایک جادو ہے وہ تم پر اثر کر جائے گا تو تم بھی اسکے ساتھ شامل ہو جاؤگے چنانچہ ایک صحابی کے ساتھ ایسا ہی کیا اور اسکے ساتھ ایک آدمی بھی لگایا کہ جلد اُس کو

واپس لے آنا۔ زیادہ دیر تک وہاں بیٹھنے نہ دینا۔ ورنہ (نعوذ باللہ) خراب ہو جائیگا مگر وہ خدا کا بندہ ہوشیار آدمی تھا۔ اُس نے تھوڑی دور جاکر اُس آدمی کو واپس کر دیا کہ تم جاؤ۔ میں محمود اپنا راستہ تلاش کرلونگا۔ اور روئی کو کانوں میں سے نکالکر پھینکدیا۔

ربیعہ بن عباد سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ مینے ایک دفعہ . . .

. . حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے زمانۂ رسالت میں دیکھا۔ کہ اپ سوق ذی المجاز میں کہہ رہے تھے اے لوگو! تم لا الٰہ الا اللہ کہو تو تم اپنی مُراد کو پہنچ جاؤ گے۔ بہت سے لوگ آپ کے پاس جمع تھے اور آپ کو وعظ سُن رہے تھے آپ کے پیچھے ایک شخص سُرخ چہرے والا اور احول لوگوں کو بہکاتا تھا۔ کہ یہ شخص صابی ہے۔ اور جھوٹ بولتا ہے۔ جدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاتے وہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں کو بہکاتا کہ یہ شخص تم کو لات اور عزے کی عبادت سے منع کرتا ہے۔ اس کے پیچھے مت جاؤ۔ اور اسکی پیروی نہ کرو مینے لوگوں سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو تبلیغ کی تو اُس نے سختی سے انکار کیا۔ تب آپ نے خیال کیا کہ یہ متکبر آدمی ہے۔ لوگوں کے سامنے اس کو سمجھانا مفید نہیں پڑتا۔ شائد کہ اس کو علیحدگی میں سمجھایا جاوے۔ تو ہدایت کی راہ پر آجاوے اور جہنم میں گرنے سے بچ رہے اس واسطے آپ رات کے وقت اس کے مکان پر گئے۔ اور ایسا کرنے میں آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کی سنّت کو ادا کیا۔ کیونکہ حضرت نوح نے کہا تھا۔ انی دعوتھم لیلاً و نھاراً۔ مینے رات کے وقت بھی انہیں تبلیغ کی اور حق کیطرف بلایا اور دن کو بھی بلایا۔ جب آنحضرتؐ اس کے مکان پر پہنچے۔ تو کہنے لگا کہ شاید آپ نے دن کے وقت جو کچھ کہا تھا۔ اس کے متعلق عذر کرنے کے لئے اس وقت آئے ہیں۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس کے سامنے ادب سے بیٹھ رہے۔ اور اسے اسلام کی طرف بہت تبلیغ کی۔ پر اُس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے زمانہ بعثت میں تبلیغ عام طور پر نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ وانذر عشیرتک الاقربین۔ اپنے قریبی قبائل کو آنے والے عذاب سے ڈراؤ تب آپ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور پکارا اے آل غالب۔ تب قبیلہ غالب کے لوگ جمع ہو گئے۔ اور ابولہب نے کہا لے آل غالب آگئے۔ اب بتا تیرے پاس کیا ہے۔ تب آپ نے پکارا۔ یا آل لوئی۔ اس وقت قبیلہ لوئی جمع ہوا۔ پھر ابولہب نے وہی کلمات کہے تب آپ نے آل مرہ کو پکارا۔ اسی طرح پھر آل کلاب اور آل قصی کو پکارا۔ ہر دفعہ ابولہب ایسا ہی کہتا رہا۔ جب سب جمع ہو گئے۔ تب آپ نے فرمایا۔ ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین وانتم الاقربون اعلموا انی لا املک لکم من الدنیا حظاً ولا من الآخرۃ نصیباً الا ان تقولوا لا الٰہ الا اللہ فاشھد بھا لکم عند ربکم اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی قبائل کو ڈراؤں۔ سو تم میرے قریبی ہو۔ تم یاد رکھو کہ میں نہ دُنیا میں تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہوں اور نہ آخرت سے تمہیں کچھ حصّہ دلا سکتا ہوں۔ جب تک کہ تم اس بات پر ایمان نہ لاؤ کہ معبود سوائے اللہ تعالے کے اور کوئی نہیں۔ اگر تم میرا یہ کہنا مان لو۔ تو اللہ تعالے کے حضور اس معاملہ میں مَیں تمہارے حق میں شہادت دونگا ابولہب نے یہ کلمہ سُنکر کہا تبالک الھذا دعوتنا۔ تجھ پر ہلاکت ہو کیا اسی واسطے تو نے ہم کو پکارا تھا۔ اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ سورہ نازل ہوئی۔ اور وہی ہلاکت کی بد دعا جو ابولہب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی تھی۔ اُلٹ کر خود اُسی پر پڑی یہ ایک مباہلہ تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کافر نے کیا تھا اور اس قسم کے مباہلوں کی مثالیں خود اس زمانہ میں بھی قائم ہو چکی ہیں۔ جن میں سے ایک مولوی غلام دستگیر قصوری کا مباہلہ ہے۔ کہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ مباہلہ کیا تھا۔ اور ایک کتاب میں لکھا تھا کہ اگر وہ جھوٹے ہیں۔ تو وہ ہلاک ہو جائیں۔ اور اگر ان کو جھوٹا کہنے میں مَیں جھوٹا ہوں۔ تو مَیں ہلاک ہو جاؤں۔ چنانچہ اس کے بعد بہت جلد وہ ہلاک ہو گیا۔ ایسا ہی علیگڈھ کا مولوی اسمٰعیل مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں مباہلہ کر کے ہلاک ہوا۔ اور ایسا ہی جموں والا چراغدین عیسائیوں کا دوست اور خود مسیح ہونے کا مدعی وہ بھی مباہلہ کے بعد واصل جہنم ہوا۔ پھر آجکل ڈاکٹر عبد الحکیم نے اس مباہلہ میں پیشدستی کر کے حضرت مسیح موعود کے حق میں تین سال کے اندر مر جانے کی پیشگوئی کی ہے۔ دُنیا عنقریب دیکھ لے گی۔ کہ اس کا یہ کاہن کس کو جھوٹا اور کس کو سچا ثابت کر کے دکھا دیتا ہے۔ مگر جن بد قسمتوں نے پہلے اس قدر واقعات سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔ وہ اب کیا نفع حاصل کر سکتے ہیں

وَتَبَّ۔ اور ہلاک ہو گیا وہ۔

یہاں تک اس سورہ شریف کی اوّل آیت کے الفاظ کے معانی اور تشریح ہو چکی ۔

تبت یدا ابی لھب وتب۔ ہلاک ہوں ہر دو ہاتھ ابی لہب کے اور ہلاک ہُوا وہ۔ ہر دو ہاتھ سے مراد اُس کا سارا وجود ہے یا اس کا دین اور دُنیا۔ یا اس کی اولاد ہے۔ کیونکہ اس کو نہ دُنیا میں کوئی آرام پہنچا اور نہ دین کے معاملہ میں اس کو کوئی کامیابی حاصل ہوئی ہر طرف سے وہ خائب و خاسر ہی رہا۔ ابن وقاب نے لکھا ہے۔ کہ تبت کے معنے صفرت ہیں یعنی خالی رہے۔ ہاتھوں کی طرف اشارہ اس واسطے بھی ہے کہ اس کا خیال تھا کہ میرا ہاتھ غالب رہے گا۔ اور میں رسول کے مقابلہ میں فتحمند رہوں گا۔ مگر خدا تعالےٰ نے اس کو عذاب کے ساتھ جلد موت دی۔ بعض نے لکھا ہے۔ کہ تبت سے اشارہ اس کے بیٹے عتبہ کی طرف ہے۔ اگر بیٹے کی طرف اشارہ ہو تو بیٹے کی ہلاکت بھی باپ کی ہلاکت ہے اور واقعات یہ ہیں۔ کہ دونوں ہلاک ہوئے تھے۔ اس کے بیٹے عتبہ کا ذکر ہے کہ وہ تجارت کے واسطے شام کو گیا ہوا تھا۔ وہاں سے اہل قافلہ کے ذریعہ سے آنحضرت م

کو کہلا بھیجا کہ تم محمدؐ کو جا کر کہدینا کہ میں اُسی وحی کا کافر ہوں جو تم پر اُترتی ہے اور شرارت میں ہمیشہ مبالغہ کیا کرتا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بددُعا کی تھی۔ کہ اللّٰھم سلط علیہ کلبا من کلابک چنانچہ ایک جنگل میں شیر نے اُسے پھاڑ کھایا +

الغرض ابولہب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک سخت دشمن تھا۔ ہمیشہ ایذادہی کے درپئے رہتا تھا۔ اور آپ کے حق میں ہلاکت کی بددُعا کیا کرتا تھا۔ وہی بددُعا بالآخر اُلٹ کر اس کے اپنے سر پر جا پڑی اور وہ دین و دُنیا میں خائب و خاسر ہو کر ہلاک ہو گیا +

ما اغنیٰ عنہ۔ نہ کفایت کیا اس سے۔ اس کے کسی کام نہ آیا۔ ہیچ دفع نہ کرد از او +

مالہ وما کسب۔ اس کا مال اور جو کچھ اُس نے کمایا۔ ماکسب جو کچھ اس کی کمائی ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس سے مُراد اس کی اولاد ہے۔

ما اغنی عنہ مالہ وماکسب۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کوئی چیز اُس کے کام نہ آئی۔ خدا کے عذاب سے نہ اس کو اپنا مال چھُڑا سکا۔ اور نہ اس کی اولاد اُس کے کسی کام آئی۔ اس میں ایک پیشگوئی بھی ہے کہ باوجود مالدار ہونے کے اور صاحبِ اولاد ہونے کے اور قوم کے درمیان معزز ہونے کے اس کی تمام کوششیں جو کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کر رہا ہے۔ سب کی سب اکارت جائیں گی۔ وہ اپنی کسی کوشش میں کامیاب نہ ہو گا۔ بلکہ ایک نامرادی کی موت مرے گا۔ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک بڑا بھاری نشان ہے۔ کیونکہ یہ آیات ایسے وقت نازل ہوئی تھیں۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز مکہ شریف میں رہتے تھے۔ اور صرف چند آدمی آپ کے ساتھ تھے اور بظاہر کوئی رُعب آپ کا لوگوں پر نہ تھا۔ بلکہ سب لوگ ہنسی ٹھٹھا کرتے اور ایذا دیتے اور تمام قوم آپ کی دشمن تھی اور اپنے کیا بیگانے سب بگڑے ہوئے تھے۔ کوئی شخص مسلمانوں میں داخل ہونے کی جرأت بمشکل تمام کر سکتا تھا۔ جو مسلمان ہو جاتا۔ وہ بھی اپنے آپ کو خفیہ رکھتا۔ غرض ایسے وقت میں جب کہ دنیادار نظر بظاہر حالات کرکے یہ خیال کرتے تھے کہ یہ سلسلہ ایسا کمزور ہے کہ آج ٹوٹا یا کل۔ ایسے وقت میں یہ پیشگوئی کی گئی۔ کہ خدا تعالےٰ ہم کو کامیاب کرے گا۔ اور یہ اشد دشمن ابولہب جیسا قوم کا سردار نامرادی کے گڑھے میں گر جائے گا۔ یہ خدا تعالےٰ کے عجائبات کے نمونے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ اپنے بندوں کی سچائی دُنیا پر روشن کر دیتا ہے۔ اور وہ دکھا دیتا ہے کہ بیشک یہ اُس کی طرف سے مبعوث ہے۔ ورنہ ایک انسان عاجز کا یہ حوصلہ نہیں کہ ایسی بیکسی اور بےبسی کے وقت میں اتنا بڑا دعویٰ کرے۔ خدا تعالےٰ ظاہر میں لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا۔ پر وہ اپنے عجائب در عجائب کاموں سے پہچانا جاتا ہے۔ جس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب قادیان کے گاؤں میں ایک گوشہ نشین شخص تھے۔ اور مہمان بھی کبھی آپ کے پاس آتا تھا۔ اور رات دن تنہائی میں خدا کی عبادت کرتے ہوئے گزرتی تھی۔ اُس وقت خدا نے یہ الہام کیا کہ تیرے پاس دُور دُور سے لوگ آئینگے۔ اور دُور دُور سے تحائف اور ہدایا بھی تیرے لئے لائینگے۔ اس وقت ممکن ہے۔ کہ خود ملہم کو بھی اس پر تعجب ہوا ہو۔ کہ مجھے تو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی جانے۔ اور میں تو اس کو دوست رکھتا ہوں کہ خلوت میں بیٹھا رہوں اور اپنے خدا کی عبادت میں مصروف رہوں۔ یہ کیا بات ہے کہ دُور دُور سے لوگ آئینگے اور تحفے تحائف بھی لائینگے۔ مگر قدرتِ خداوندی اسی طرح سے ہے کہ جو دُنیا کو خدا کے واسطے لات مارتا ہے۔ دُنیا اسی کی خادم بنائی جاتی ہے اور جو اس کے پیچھے دوڑتا ہے وہ اس کے آگے سے بھاگتی ہے۔ اور اس کو ہمیشہ حسرت اور ناکامی کی حالت میں رکھتی ہے +

سیصلےٰ نارا۔ جلد داخل ہو گا آگ میں۔ زود باشد۔ کہ در آید بآتش عنقریب آگ میں ڈالا جائے گا۔ نار سے مُراد دو طرح کی آگ ہے۔ اول اِسی دُنیا میں نامرادی اور ناکامی کے ساتھ ہلاکت کی آگ کہ باوجود رات دن کی جان توڑ کوششوں کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ دن بدن ترقی پکڑتا گیا۔ اور وہ ترقی ہر وقت اسکے دل کو ایک سوزش اور جلن میں ڈالتی تھی اور آخر اس کی موت بھی طاعون سے ہوئی۔ جو ایک عذاب کی موت ہے اور اس دُنیا کے عذاب کے ساتھ آخرت کے عذاب کی جو پیشگوئی کی گئی ہے اس کا سچا ہونا امر اول کے پورا ہو جانے سے ثابت ہوتا ہے +

ذات لہب۔ شعلوں والی۔ وہ آگ جس سے شعلے نکلتے ہیں۔ اس جگہ لہب کے لفظ میں وہ خوبی ہے کہ خود اس کا نام بھی ابولہب تھا جو کہ اس نے تکبر اور غرور کے سبب اپنے لئے پسند کیا ہوا تھا +

اِس آیت شریف پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلی اور دوسری آیت تو صیغہ ماضی میں بیان کی گئی ہیں کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ اور اس آیت شریف میں صیغہ استقبال استعمال کیا گیا ہے کہ وہ آگ میں داخل ہو گا۔ اس میں کیا حکمت ہے سو واضح ہو کہ دراصل یہ ایک پیشگوئی ہے اور جس وقت سُنائی گئی۔ اسوقت ابولہب چنگا بھلا تھا اور بڑے زور میں تھا۔ اور قوم میں معزز تھا۔ اور آنحضرت ایک بیکسی اور بے بسی کی حالت میں تھے۔ لیکن اللہ کے رسول کی تکالیف کو دیکھ کر آسمان پر یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ ان تکالیف کا اب خاتمہ ہو جاوے اور ابولہب ہلاک ہو جاوے چونکہ کوئی کام زمین پر نہیں ہوتا۔ جبتک کہ پہلے آسمان پر نہ ہولے۔ اسواسطے جس امر کا فیصلہ آسمان پر ہو جاوے اُسکو ہو گیا ہوا بتایا جاتا ہے کیونکہ وہ خدا کا حکم ہے اور یقینی پیشگوئی ہے اور حتمی وعدہ ہے اسواسطے پہلے سے سنادی گئی کہ ابولہب ہلاک ہو گیا +

حضرت ابورافع فرماتے ہیں کہ میں عباس بن عبدالمطلب کا غلام تھا۔ اور ہمارے گھر میں اسلام داخل ہو چکا تھا۔ کیونکہ حضرت عباس مسلمان ہو چکے تھے اور ام الفضل بھی اسلام میں داخل ہو گئی تھی۔ اور میں بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن ہم لوگ قوم سے ڈرتے تھے اور عام طور پر اپنے اسلام کو ظاہر نہ کرتے تھے کہ زمانہ ابتدائی تھا اور لوگ سخت دُکھ دیتے تھے۔ جنگ بدر کے موقعہ پر ابولہب خود نہ گیا تھا۔ بلکہ

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر

بقیہ سورۂ تبّت

(گزشتہ سے پیوستہ)

اس سورہ شریف میں ابولہب اور اس کے تمام کنبے کے متعلق پیشگوئی ہے اس کے متعلق۔ اس کے بیٹے کے متعلق اسکی بیوی کے متعلق اس کے مال و اسباب کے متعلق۔ قدرت خدا یہ سب پیشگوئیاں اپنے اپنے وقت پر ایسی پوری ہوئیں۔ کہ آج تک ایک زبردست نشان کے رنگ میں دُنیا کے سامنے ایک نقشہ عبرت کھینچ رہی ہیں۔ آج اس زمانہ میں ہی خدا تعالےٰ نے اس قسم کے قہری نشانات کی بہت سی مثالیں قائم کر دی ہیں۔ جن میں سے ایک لیکھرام کا نشان ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں بہت ہی نالائق اور ناپاک کلمات بولا کرتا تھا۔ اور حضرت مرزا صاحب کے حق میں پیشگوئی کی تھی۔ کہ یہ تین سال کے اندر ہیضہ سے مرجائینگے۔ اور بدگوئی میں اور گالیاں دینے میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔ خدا تعالےٰ نے ان تمام گالیوں اور بدگوئیوں کو ایک خنجر کی شکل میں واپس اُس کے پیٹ میں جھونک دیا۔ جہاں سے کہ وہ نکلی تھیں +

اس آیت شریف کے شان نزول میں یہ اتفاق ہے۔ کہ وہ ابولہب کی گالیوں اور ایذاء کے مقابلہ میں نازل ہوئی تھی۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہلاکت کی بددُعا کیا کرتا تھا۔ گو اس امر میں کسی قدر اختلاف ہے۔ کہ آیا یہ آیت اِس بات پر نازل ہوئی۔ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل کو جمع کیا اور اُنہیں خدا کے عذاب سے ڈرایا۔ تو اُس وقت ابولہب نے جھنجھلا کر کہا کہ تجھ پر ہلاکت ہو۔ کیا اِسی واسطے تو نے ہمارا سارا دن خراب کیا ہے کوہ صفا کے نظارے کو اِس زمانہ کے شاعر خواجہ الطاف حسین حالی صاحب نے اچھے پیرایہ میں اَدا کیا ہے۔ خدا انہیں جزائے خیر دے وہ لکھتے ہیں :-

وہ فخر عرب زیب محراب و منبر	تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسب فرمانِ داور	سوئے دشت اور چڑھ کے کوہِ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب	سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب

کہا سب نے قول آجتک کوئی تیرا	کبھی ہم نے جھوٹا سُنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا	تو باور کروگے اگر میں کہوں گا
کہ فوج گران پشت کوہ صفا پر	پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پاکر

کہا "تیری ہر بات کا یاں یقین ہے	کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امین ہے"
کہا "گر مری بات یہ دلنشیں ہے	تو سُن لو خلاف اسمیں اصلا نہیں ہے
کہ سب قافلہ یہاں سے ہے جانیوالا	ڈرو اُس سے جو وقت ہے آنیوالا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی	عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی	اک آواز میں سوتی بستی جگادی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے	کہ گونج اُٹھے دشت وجبل نام حق سے

بعض کا قول ہے کہ ایکدفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اعمام کو جمع کیا اور انکی ضیافت کی۔ اور انکے سامنے کھانا رکھا۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم میں سے تو ہر ایک ایک پوری بکری کا گوشت کھانے والا ہے۔ یہ تو نے کیا ہمارے سامنے رکھا ہے عرب میں قاعدہ تھا۔ کہ دعوت کے وقت ہر شخص کے سامنے بہت سا کھانا رکھا جاتا تھا۔ اور اسمیں بڑی عزت سمجھی جاتی تھی۔ اسکے مطابق انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر اعتراض کیا۔ کیونکہ آنحضرت ہر امر میں سادگی پسند بھی تھے۔ اسواسطے انکو کہا گیا کہ تم کھانا تو شروع کرو جب انھوں نے کھانا شروع کیا۔ تو خدا تعالےٰ نے اس تھوڑے سے کھانے میں ایسی برکت ڈالی۔ کہ وہ سب سیر ہوگئے اور کھانا بہت سا بچ بھی رہا۔ جبکہ وہ کھانے سے فارغ ہوئے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کیطرف دعوت کی۔ تب انہیں سے ابولہب بولا کہ اچھا اگر میں مسلمان ہو جاؤں۔ تو میرے لئے کیا ہوگا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ جو کچھ دوسرے مسلمانوں کیلئے ہوگا۔ وہی تیرے لئے ہوگا۔ تب اُس نے کہا۔ کیا مجھے دوسروں پر فضیلت نہیں ؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فضیلت کس بات کی۔ تب اُس نے جوابدیا۔ تبا لہذا الدین یستوی فیہ انا وغیری۔ خراب ہو وہ دین جسمیں دوسرے برابر ہو جاویں۔ ایسا ہی ایکدفعہ چند لوگ باہر سے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر سُنکر آپکی زیارت کے واسطے مکہ معظمہ میں آئے۔ تو ابولہب انکو راستہ میں مل پڑا اور کہنے لگا کہ تم اسکے پاس کیا جاتے ہو۔ وہ تو ساحر ہے۔ ان لوگوں نے جوابدیا کہ کچھ ہی ہو۔ ہم تو اب ضرور اُن سے ملکر جاوینگے۔ جب وہ لوگ باوجود اُسکی بڑی کوشش کے آنحضرت کے پاس چلے گئے اور اُسکی بات نہ مانی۔ تو وہ کہنے لگا۔ انا لم نزل نعالجہ من الجنون فتباً لہ وتعساً۔ ہم تو ہمیشہ اس کا علاج کرتے ہیں۔ کہ اس کا جنون دُور ہو جاوے۔ اُس پر ہلاکت اور افسوس ہو۔ اُن لوگوں نے یہ بات آنحضرت صلے اللہ وسلم کو جاکر سُنادی۔ جسکے سبب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حزن پہنچا۔ الغرض کوئی ہی موقعہ ابولہب کی شرارت اور شوخی کا ہوا ہو۔ بہر حال یہ سورہ شریف اسی کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ کفار کا وجود بھی بہت فائدہ دیتا ہے کیونکہ کفار جب خدا تعالےٰ کے نبی کو دُکھ دیتے ہیں اور اُس کو ہر طرح ستانے پر کمر باندھتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی نشان دکھا دیتا ہے۔ اور قرآن شریف کے اکثر حصے کے نزول کے باعث بھی کفار ہی تھے ورنہ سارے لوگ حضرت ابوبکر رض ہی کی طرح آمنا وصدقنا کہنے والے ہوتے۔ تو اِس قدر آیات اور نشانات کہاں نازل ہوتے +

* اس سورہ شریف میں کفار کے سرداروں میں سے ایک کو لیا گیا ہے۔ اور نام ذکر کیا گیا ہے۔ مگر دراصل اس میں تمام کفار کے سرداروں کی ہلاکت کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کھڑے ہوئے تھے۔ اور آپ کی مخالفت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہاتھ بڑھاتے تھے۔ خدا تعالےٰ نے ان سب کو ہلاک کیا اور دین و دنیا میں خائب و خاسر کر دیا +

فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک +

اٰغاز

تفسیر سورۂ اخلاص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع ساتھ نام اللہ کے بخشنے والا مہربان

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

کہو وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہیں جنا اس نے اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہیں اس کے لئے برابری کرنے والا کوئی۔

تفسیری ترجمہ اے رسول اس طرح کہو اور اقرار کرو اور یقین کرو اور لوگوں کو وعظ کرو۔ کہ اللہ تعالےٰ ایک ہے۔ واحد اور یگانہ ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ کسی کا محتاج نہیں بے نیاز ہے۔ کسی کی اُسے کوئی پروا نہیں۔ اس نے کوئی بیٹا بیٹی نہیں جنا۔ اور نہ خود اُس کو کسی نے جنا تھا۔ اور نہ اس کا کوئی کنبہ قبیلہ شریک برادری والا اور برابری کرنے والا ہے +

یہ سورہ شریف مکی ہے۔ یعنی مکہ معظمہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس میں بسم اللہ شریف کے بعد چار آئتیں ہیں۔ اس کے الفاظ پندرہ ۱۵ ہیں اور حروف سینتالیس ہیں +

ھو - ھو بھی اللہ تعالےٰ کا نام ہے توریت میں زیادہ تر یہی نام خدا تعالےٰ کا آتا ہے۔ عبرانی میں اس کا ترجمہ لفظ **یہوواہ** سے کیا جاتا ہے مگر عبرانی زبان کے ایک مُردہ زبان ہونے کے سبب ٹھیک ٹھیک تلفظ اور اصلیت کے متعلق بہت اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ عبرانی حروف میں اس کو اس طرح سے لکھا جاتا ہے

ר ה ר ה

ی ہ و ہ

چونکہ ابتدائی طرز تحریر زبان عبرانی میں حروف پر حرکات دینے کا رواج نہ تھا۔ اس واسطے ٹھیک طور پر معلوم نہیں رہا۔ کہ توریت میں یہ لفظ کس طرح سے پڑھا جاتا تھا بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ یاوہ ہے بعض کہتے ہیں **یاھو** ہے۔ بعض کے نزدیک **یہوواہ** ہے۔ آجکل کے یہودی اس لفظ کو خدا تعالےٰ کا ایک خاص مقدس نام مانتے ہیں اور بغیر خاص اوقات نماز اور روزہ کے اس لفظ کا مُنہ پر لانا گناہ جانتے ہیں۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ عبرانی زبان عربی زبان سے بگڑ کر بنی ہے۔ اس واسطے یہ لفظ دراصل **یاھو** تھا۔ **ھو** اللہ تعالےٰ کا نام ہے اور **یا** حرف منادی ہے۔ جیسا کہ دُعا میں کہا جاتا ہے اے خدا۔ یا اللہ۔ اسی سے بدل کر انگریزی میں جہوواہ Jehovah بن گیا ہے۔ الغرض **ھو** اللہ تعالےٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے +

اَحَدٌ - احد کے معنے ہیں ایک۔ اکیلا۔ ایک ہی۔ عربی زبان میں واحد کے معنے بھی ایک ہیں اور احد کے معنے بھی ایک ہیں۔ لیکن یہ اس پاک زبان کے عجائبات میں سے ہے کہ لفظ احد صرف اللہ تعالےٰ کے صفات میں بیان ہوتا ہے۔ اور خدا کے سوائے دوسرے کی صفت میں کبھی بولا نہیں جاتا۔ پھر ایک فرق واحد اور احد میں یہ ہے کہ جہاں واحد کا لفظ بولا جاوے۔ وہاں سمجھا جاتا ہے کہ ایک کے بعد دوسرا اور تیسرا بھی ہے۔ لیکن احد کے بعد دوسرا کوئی نہیں سمجھا جا سکتا +

اس کی مثال یہ ہے کہ جب کہیں **لا یقاومہ واحد**۔ ایک آدمی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو خیال میں آ سکتا ہے کہ وہ آدمی مقابلہ کر سکتے ہیں لیکن جب کہا جائے کہ **لا یقاومہ احدٌ**۔ تو اس کے معنے ہیں۔ کہ اس کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکتا +

اللّٰہ - یہ نام خدا کے واسطے عربی زبان میں اسم ذات ہے۔ خدا تعالےٰ کا خاص نام ہے۔ جو صرف اسی کی ذات پر بولا جاتا ہے۔ دوسری کسی زبان میں خدا تعالےٰ کے واسطے کوئی ایسا خاص نام نہیں۔ جو صرف اللہ تعالےٰ کے واسطے بولا جاتا ہو اور ایک مفرد لفظ ہو اور کسی دوسرے کے واسطے کبھی استعمال نہ ہوتا ہو۔ مثلاً انگریزی زبان میں اللہ تعالےٰ کے واسطے وہ لفظ بہت بولے جاتے ہیں +

ایک گاڈ God اور دوسرا لارڈ Lord سو ظاہر ہے کہ گاڈ God کا لفظ انگریزی زبان میں تمام رومی اور یونانی اور ہندی بتوں پر بولا جاتا ہے اور دیوتاؤں کے واسطے بھی استعمال ہوتا ہے اور لارڈ کا لفظ تو ایسا عام ہے کہ ایک معمولی فوج کا افسر بھی لارڈ ہوتا ہے اور ایک صوبے کا حاکم بھی لارڈ ہوتا ہے۔ بلکہ ولایت میں پارلیمنٹ کے اعلےٰ حصے کے تمام ممبر لارڈ ہی ہوتے ہیں۔ ایسا ہی فارسی زبان میں اللہ تعالےٰ کے واسطے کوئی خاص لفظ نہیں۔ جو لفظ زیادہ تر اللہ تعالےٰ کے واسطے بولا جاتا ہے۔ وہ خدا یا خداوند ہے۔ خدا ایک مرکب لفظ ہے اور اس کے معنے ہیں۔ خود آ۔ جو خود بخود ہے اور کسی نے اس کو جنا نہیں اور فارسی لٹریچر میں یہ الفاظ اوروں کے واسطے بھی استعمال میں آتے ہیں ایسا ہی سنسکرت زبان میں جس قدر اللہ تعالےٰ کے نام ہیں وہ سب صفاتی نام ہیں۔ کوئی اسم ذات نہیں ❊

یہاں تک اس سورۂ شریف کی پہلی آیت کے الفاظ کے معانی کی ہم نے تشریح کردی ہے قل ھو اللہ احدؐ ○ کہدے اے محمدؐ اور تمام جہان میں منادی کردے کہ وہ اللہ ایک ہے نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اس کی صفات میں کوئی اس کی مانند ہے نہ یسوع۔ اللہ تھا۔ نہ رام۔ نہ کرشن۔ نہ بدھ۔ اور نہ کوئی اور۔ ہمیشہ سے ایک ہی اللہ ہے اور ہمیشہ تک ایک ہی اللہ ہوگا۔ ایک ازلی ابدی خدا۔

اللّٰہُ الصَّمد۔ صمد وہ ہے۔ جس کے سامنے لوگ اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں۔ اس صورت میں صمد بمعنے مصمود ہے۔ جیسا کہ قبض بمعنے مقبوض آتا ہے۔ اس کے معنے ہیں وہ سردار جس کے لوگ محتاج ہیں یہ لفظ ان معنوں میں عربی زبان کے لٹریچر میں مستعمل ہے۔ چنانچہ دو شعر بطور مثال کے اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں ❊

الا بکر ناعی بخیر بنی اسد ؎ بعمرو بن مسعود بالسید الصمد

خبردار صبح کو موت کی خبر دینے والے نے۔ بنو اسد کے اچھے آدمیوں سے جس کا نام عمرو بن مسعود اور بڑے سردار کی خلقت محتاج ہے ❊

ایسا ہی ایک اور شاعر کا قول ہے۔

علوتہ بحسامی ثم قلت لہ ؎ خذھا حذیف فانت السید الصمد

میں اپنی تلوار لے کر اس پر چڑھ گیا۔ پھر اسکو کہا لے اسکو اے حذیفہ۔ کیونکہ تو بڑا سردار اور حاجت روا ہے ❊

پس صمد اس سردار کو کہتے ہیں جسکی طرف وقت حاجت قصد کیا جاوے چونکہ اللہ تعالےٰ تمام انسانوں کو سب حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے قدرت تام رکھتا ہے۔ اس واسطے اسکی صفت میں یہ لفظ استعمال کیا گیا۔ اسی لحاظ سے سید سردار کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ تمام قوم اپنے سردار کی محتاج ہوتی ہے حضرت ابن عباس کی حدیث سے بھی ان معنوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ جب یہ سورۂ شریف نازل ہوئی۔ تو اصحاب نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صمد کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ ھو السید الصمد الذی یصمد الیہ فی الحوائج۔ وہ سردار ہے جسکی طرف لوگ احتیاج کے وقت قصد کرتے ہیں

پھر لغت عربی میں صمد اس کو کہتے ہیں۔ جس کا جوف نہ ہو۔ یعنے اس کے اندر کوئی چیز نہ جاسکے۔ نہ اس میں سے کوئی چیز نکلے۔ ایسا ہی صمد اس شفاف پتھر کو بھی کہتے ہیں۔ جس پر گرد و غبار نہ پڑسکے۔ مفسرین نے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے لفظ صمد کی تفسیر کئی طرح سے کی ہے۔ جن میں سے بعض کو اس جگہ نقل کیا جاتا ہے ❊

(۱) صمد وہ عالم ہے۔ جس کو تمام اشیاء کا علم ہو اور وہ بجز ذات الٰہی کے دوسرا نہیں ❊

(۲) صمد حلیم کو کہتے ہیں کیونکہ سید وہی ہوسکتا ہے جو حلم اور کرم کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو ❊

(۳) صمد وہ سردار ہے۔ جسکی سرداری اور سیادت انتہائی اعلیٰ درجہ تک ہو۔ (ابن مسعود وضحاک) ❊

(۴) صمد [illegible] ❊

(۵) صمد وہ ذات ہے جو چاہے سو کرے اور حکم کرتا ہے۔ جو چاہتا ہے اس کے حکم کو کوئی [illegible] نہیں کر سکتا اور اس کی قضا کو کوئی ٹال نہیں سکتا (حسین بن فضل)

(۶) صمد وہ شخص ہے۔ جس کی طرف لوگ حاجت کے وقت رغبت کرتے ہیں اور مصیبت کے وقت اس کے پاس اپنی فریاد لے جاتے ہیں۔ (سدی)

(۷) سید المعظم کو صمد کہتے ہیں ❊

(۸) صمد غنی کو کہتے ہیں ❊

(۹) صمد وہ ہے۔ جس کے اوپر اور کوئی نہ ہو جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے وھو القاھر فوق عبادہ ❊

(۱۰) صمد وہ ہے جو نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے۔ پر دوسروں کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے (قتادہ) ❊

(۱۱) حسن بصری کا قول ہے۔ کہ صمد وہ ہے جو لم یزل ہے اور لایزال ہے اور اس کے لئے زوال نہیں ❊

(۱۲) صمد وہ ہے۔ جسپر موت نہیں اور نہ اس کا کوئی وارث ہوگا۔ اور آسمان و زمین کی میراث اسی کی ہے (ابن ابی کعب) ❊

(۱۳) صمد وہ ہے۔ جسپر نیند کا غلبہ نہیں اور نہ اس سے سہو صادر ہوتا ہے (یمان وابو مالک) ❊

(۱۴) صمد وہ ہے کہ جن صفات سے وہ متصف ہوتا ہے۔ دوسرا کوئی نہیں ہوسکتا۔ (ابن کیسان) ❊

(۱۵) صمد وہ ہے جس میں کوئی عیب نہ ہو۔ (مقاتل ابن حبان) ❊

(۱۶) صمد وہ ہے جسپر کوئی آفت نہیں پڑسکتی۔ (ربیع بن انس) ❊

(۱۷) صمد وہ ہے۔ جو تمام صفات میں اور تمام افعال میں کامل ہو (سعید بن جبیر)

(۱۸) صمد وہ ہے جو غالب ہو اور مغلوب نہ ہو (جعفر صادق) ❊

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر

بقیہ نوٹ سورۂ اخلاص

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۱۹) صمد وہ ہے۔ جو سب سے مستغنی ہو۔ (ابوہریرہ)

(۲۰) صمد وہ ہے کہ خلقت اس کی کیفیت پر مطلع ہونے سے ناامید ہو +

(۲۱) صمد وہ ہے۔ جو نہ جنتا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا۔ کیونکہ جو جنتا ہے لامحالہ اس کا وارث ہوتا ہے اور جو خود جنا گیا ہے وہ ضرور مرتا ہی گویا صمد کے بعد کلمہ لم یلد ولم یولد۔ اس کا بیان۔ معنی اور تشریح ہے۔ (ابوالعالیہ)

(۲۲) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ انہ الکبیر الذی لیس فوقہ احدٌ۔ صمد وہ کبیر ہے۔ جس کے اوپر اور کوئی نہیں +

تفاسیر میں صمد کے معنے اور تشریح اور بھی بیان ہوئی ہے۔ بخوف طوالت اتنے پر اکتفا کیا گیا۔ اس سورۃ شریف کی دوسری آیت ختم ہوئی +

اللہ الصمد۔ اللہ تعالےٰ بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں سب اس کے محتاج ہیں۔ وہ کسی کا مخلوق نہیں۔ سب اس کی مخلوق ہیں۔ سب کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے وہ سب کی کیفیت جانتا ہے۔ کوئی اس کی کیفیت کا عالم نہیں۔ وہ سب پر احاطہ کئے ہوئے ہے کسی کا احاطہ اس پر نہیں سب کا مالک ہے اور سب اس کے مملوک ہیں +

لم یلد ولم یولد۔ نہ وہ جنتا ہے اور نہ جنا گیا ہے۔ نہ اس کا کوئی ولد ہے اور نہ وہ کسی کا ولد ہے۔ اس آیۃ شریفہ میں ان تمام مذاہب باطلہ کا بالخصوص ردّ ہے جن میں اللہ تعالےٰ کے بیٹے اور اولاد مانی جاتی ہے۔ جیسا کہ اس زمانہ کے عیسائی یسوع مسیح کو ولد اللہ اور ابن اللہ کہتے ہیں۔ اس پر ایک سوال ہوا ہے۔ کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے لم یلد پہلے کیوں رکھا۔ اور لم یولد پیچھے کیوں رکھا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر مشرکین کا یہ مذہب ہوتا ہے کہ فلاں شخص خدا کا بیٹا تھا یا فلاں عورت خدا کی بیٹی تھی۔ مگر یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص خدا کا باپ تھا۔ یا فلاں عورت خدا کی ماں تھی۔ گو عیسائیوں کے جاہل فرقہ نے اس شرک میں کمال پیدا کیا ہے۔ کیونکہ انکے درمیان مریم کو خدا کی ماں کہا جاتا ہے اور ایک بڑا فرقہ عیسائیوں کا اب تک مریم کی پرستش کرتا ہے +

ولم یکن لہ کفواً احد۔ اور نہ اس کے واسطے کوئی کفو ہے۔ کفو کے لغوی معنے ہیں نظیر اور مثل۔ عرب میں بولا کرتے ہیں ھذا کفوك اے نظیرك یہ تیری کفو ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ لیس لہ کفواً لا مثل۔ مجاہد کا قول ہے۔ کہ کفو سے مراد صاحبہ یعنی جورو ہے۔ جیسا کہ ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے +

بدیع السمٰوات والارض انّٰی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ وخلق کل شئ۔ وہ آسمانوں کا اور زمین کا بنانے والا ہے اس کا ولد کہاں سے آگیا۔ جبکہ کوئی اسکی جورو نہیں اور اُس نے ہر شے پیدا کی ہے اور ہر شے اس کی مخلوق ہے نہ کہ اولاد +

یہاںتک ہم نے اس سورۂ شریفہ کے الفاظ کے معانی اور اُنکی تشریح مفصل بیان کر دی ہے۔ اب اس سورہ کے مضمون پر اور اس کے فوائد اور عجائبات پر کچھ بیان کیا جاتا ہے +

یہ سورۂ شریفہ باوجود مختصر ہونے کے بڑے عظیم الشان مطالب اور مضامین پر مشتمل ہے۔ لکھا ہے کہ سورۂ الحمد سارے قرآن شریف کا خلاصہ ہے اور آخری دو سورتیں معوذتین آخری دُعائیں ہیں۔ اور قرآن شریف کا متن سورۂ بقرہ سے شروع ہوتا ہے اور سورۂ اخلاص پر ختم ہوتا ہے اس صورت میں یہ سورۃ قرآن شریف کی سب سے آخری سورۃ ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ سورہ آخری زمانہ کے عظیم الشان فتنۂ عیسائیت سے بچنے کے واسطے ایک بڑا ہتھیار ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالےٰ کی توحید پر بالخصوص زور دیا گیا ہے۔ کہ وہ ایک خدا ہے اُس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ اُس کا کنبہ قبیلہ ہے اس میں عیسوی مذہب کی تردید کی گئی ہے۔ کیونکہ دین عیسوی کا تمام دارمدار تثلیث پر ہے کہ ایک خدا باپ ہے اور ایک خدا بیٹا ہے۔ اور ایک خدا رُوح القدس ہے۔ عیسائیوں نے ایک کنبہ خدا کا یہاں مقرر کیا ہے۔ کوئی باپ ہے کوئی بیٹا ہے۔ کوئی رُوح القدس ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان سب کی تردید کی ہے کہ خدا وہ ہے جو لم یلد ہے۔ کسی کا باپ نہیں اور لم یولد ہے کسی کا بیٹا نہیں اور لم یکن لہ کفواً احد ہے نہ اس کے برابر کوئی رُوح قدس وغیرہ ہے۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احدٌ۔ ان ہر سہ کلمات کے ساتھ تثلیث کو ردّ کر دیا گیا ہے۔ اور اس ردّ کی دلیل الفاظ احد اور صمد میں بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ جو ایک ہے۔ وہ تین کس طرح ہو سکتا ہے اور جو یگانہ ہے اسکے ساتھ دوسرا تیسرا اسکی مانند کیونکر بن سکتا ہے اور وہ صمد ہے کسی کا محتاج نہیں۔ یسوع تو کھانے پینے کا محتاج تھا بھوک سے ایسا لاچار ہو جاتا تھا جیسا کہ انجیلوں میں لکھا ہے کہ جب درخت پر سے پھل نہ ملے۔ اُس درخت کو بھی دیوانوں کی طرح گالیاں دینے لگ جاتا تھا معلومات کا یہ حال تھا کہ کہتے تھے کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ قیامت کب ہوگی۔ باوجود بڑی خواہش اور دُعا کے صلیب سے اپنے آپ کو بچا نہ سکا۔ وہ جو محتاج ہے وہ صمد نہیں ہو سکتا اور جو صمد نہیں وہ خدا نہیں۔ وہ احد ہے اس نے اپنی ہستی کو ثابت کرنے کے واسطے اور اپنی قدرت تام دکھانے کے واسطے

آخری زمانہ میں اس فتنہ کے بالمقابل ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ جو آحد اور صمد خدا کی پرستش کو دنیا میں قائم کرتا ہے۔ اور بالخصوص اس مذہب اور فرقہ کو دُنیا سے اکھیڑتا ہے جس کا یہ دعوے ہے کہ خدا باپ ہے اور خدا بیٹا ہے اور خدا رُوح القدس ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس سورہ شریف کو قرآن شریف کے آخر میں رکھ کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آخری زمانہ کا فتنہ یہ ہوگا کہ تین خدا مانے جاوینگے۔ ایک خدا کا باپ بنایا جاویگا۔ ایک خدا کا بیٹا بنایا جاوے گا۔ ایک تیسرا بھی ہوگا جو انکی مانند اور مثل ہوگا (ایک روایت میں ہے عیسائیوں ہی نے سوال کیا تھا کہ آپ کے خدا کے کیا صفات ہیں اور انکے سوال کے جواب میں یہ سورہ نازل ہوئی تھی) اس فتنہ کو مٹانے والا وہ شخص ہوگا۔ جو خدا کو آحد اور صمد ماننا ہوگا۔ اور اس امر کو دنیا کے آگے ثابت کردے گا کہ خدا صمد ہے۔ اپنے بندوں کی حاجات کو پوری کرتا ہے۔ بندے اپنی ضرورتوں کے وقت اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور وہ انکی دعائیں قبول کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کے اور خوارق میں سے آپکی دعاؤں کی قبولیت ہے جس میں مقابلہ کے واسطے تمام جہان کے عیسائیوں آریوں وغیرہ کو بارہا چیلنج دیا جاچکا ہے مگر کسی کی طاقت نہیں کہ اس مقابلہ میں کھڑا ہوسکے +

چونکہ تمام شرائع اور عبادات کا اعلیٰ مقصد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات اور افعال کی معرفت حاصل ہو۔ اور اس سورہ شریفہ سے اسکی ذات کی معرفت حاصل ہوتی ہے اسواسطے اسکو حدیث شریف میں ثلث القرآن یعنے قرآن شریف کا تیسرا حصہ کہا گیا ہے۔ بلحاظ ان عجائبات اور فوائد کے جو کہ اس سورۂ شریفہ سے مستنبط ہوتے ہیں۔ اور اُس پر ایمان لانے سے جو راہ سلوک کی طے ہوتی ہے۔ اُن کے لحاظ سے اس سورہ شریفہ کے بہت سے نام رکھے گئے ہیں۔ عرف بھی اِسمات کا شاہد ہے۔ کہ اچھے ناموں کی زیادتی تعدادِ مسمّی کے شرف اور مزید فضیلت پر دلیل ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ کچھ نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں +

(۱) **سورۃ التفرید**۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے ایک فرد ہونے اور تثلیث وغیرہ کی تردید میں ہے +

(۲) **سورۃ التجرید**۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے ایک اور لاثانی ہونے کا اس میں بیان ہے +

(۳) **سورۃ التوحید**۔ کیونکہ توحید کا ایسا واضح بیان کسی دوسری کتاب میں نہیں ہے +

(۴) **سورۃ اخلاص**۔ اور یہ نام زیادہ تر مشہور ہے۔ کیونکہ اس سورت میں خالص اللہ تعالےٰ کی توحید کا اور صفات اضافیہ اور سلبیہ کا ذکر ہے۔ اور سوائے خدائے تعالےٰ کے جلال کے بیان کے اور کسی امر کا اس سورۂ شریفہ میں ذکر نہیں ہے۔ جو کوئی اس کے بیان پر پورا ایمان رکھے۔ وہ اللہ کے دین میں مخلص ہے +

(۵) **سورۃ النجاۃ**۔ کیونکہ اس پر پورا ایمان لانے سے ۔۔ اور اسی یقین پر مرنے سے کہ خدا ایک ہے۔ انسان نجات پاتا ہے اور دوزخ سے بچتا ہے برخلاف اسکے عیسائیوں نے نجات اس میں سمجھی ہے کہ خدا تین بنائے جائیں لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کا رد کیا ہے کہ نجات اس میں ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کو ایک مانا جاوے +

(۶) **سورۃ الولایۃ**۔ کیونکہ یہ سورۃ پورے علم اور عمل اور معرفت کا ذریعہ ہوکر انسان کو درجہ ولایت تک پہنچا دیتی ہے +

(۷) **سورۃ النسبۃ**۔ کیونکہ اس سورہ کے شان نزول میں ذکر ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا۔ کہ آپ کے معبود کا نسب نامہ کیا ہے۔ تب یہ سورۃ نازل ہوئی +

(۸) **سورۃ المعرفۃ**۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی معرفت اسی کلام کی معرفت کے ساتھ کامل ہوتی ہے۔ جابر کی روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے نماز پڑھی۔ اور نماز میں قل ھو اللّٰہ احد کی سورۃ پڑھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان ھذا عرف ربہ بیشک اس شخص نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اس سے سورۃ کا نام سورۃ المعرفۃ ہوگیا +

(۹) **سورۃ الجمال**۔ حدیث شریف میں آیا ہے ان اللّٰہ جمیل و یحب الجمال۔ اللہ تعالےٰ کے جمال کے متعلق جب سوال کیا گیا تو جواب ملا کہ وہ آحد صمد لم یلد ولم یولد ہے +

(۱۰) **سورۃ المقشقشۃ**۔ مقشقشہ کے معنے ہیں بری کرنیوالا۔ جب کوئی بیمار شفا پاتا ہے تو اہل عرب کہتے ہیں۔ تقشقش المریض عما بہ بیمار نے اُس سے نجات پائی۔ جس میں وہ گرفتار تھا۔ چونکہ یہ سورۃ شرک اور نفاق سے انسان کو بری کرکے خدا تعالےٰ کا خالص بندہ بنا دیتی ہے اسواسطے اس کا نام مقشقشہ رکھا گیا ہے +

(۱۱) **سورۃ المعوذۃ**۔ کیونکہ ایکدن حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن مظعون کے پاس تشریف لے گئے۔ تو آپ نے اس سورۃ کو اور سورتوں کے ساتھ ملا کر تعوذ فرمایا +

(۱۲) **سورۃ الصمد**۔ کیونکہ اس میں صمد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ ہے

(۱۳) **سورۃ الاساس**۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات آسمانوں اور سات زمینوں کی بُنیاد قل ھو اللّٰہ احد پر بنائی گئی ہے۔ اسبات کی سمجھ قرآن شریف کے اس مقام سے بخوبی آسکتی ہے جہاں اللہ تعالےٰ نے تثلیث اور ایک انسان کو خدا بنانے اور خدا کا بیٹا بنانے کی بھاری خرابی اور نہایت شرارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عقیدہ ایسا ناپاک ہے کہ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑیں۔ اور زمین پھٹ جاوے اور پہاڑ گر جاویں۔ پس جب تثلیث کا باطل عقیدہ دُنیا ومافیہا کی خرابی اور بربادی کا موجب ہے تو اسکے بالمقابل توحید اسکی عمدگی اور آبادی کا

باعث ہے ایسا ہی قرآن شریف میں ایک اور جگہ آیا ہے کہ لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔ اگر زمین و آسمان کے اندر اللہ کے سوائے کوئی اور معبود ہوتا۔ تو ان میں فساد مچ جاتا۔ فساد کی دوری اس سے ہے۔ کہ انہیں توحید قائم کیجاوے +

(۱۴) سورۃ المانعۃ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ شب معراج میں اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میں نے تجھے سورۃ اخلاص عطا کی ہے۔ جو کہ عرش کے خزانوں کے ذخیروں میں سے ہے اور عذاب قبر سے روکتی ہے +

(۱۵) سورۃ المحضرۃ۔ کیونکہ اسکے پڑھنے کے وقت فرشتے اسکے سُننے کیلئے حاضر ہوتے ہیں +

(۱۶) سورۃ المنفرۃ کیونکہ شیطان اسے سُنکر بھاگ جاتا ہے +

(۱۷) سورۃ البراءۃ۔ کیونکہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جو یہ سورۃ پڑھتا تھا فرمایا کہ تو آگ سے بری ہوگیا +

(۱۸) سورۃ المذکرۃ۔ کیونکہ یہ سورت انسان کو خدا تعالےٰ کی توحید یاد دلاتی ہے اور غفلت سے نکالتی ہے +

(۱۹) سورۃ النور۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہر ایک شے کے لئے ایک نور ہوتا ہے۔ اور قرآن شریف کا نور قل ھو اللہ احد ہے +

(۲۰) سورۃ الامان۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ جس کسی نے کہا۔ لَا اِلٰہَ الا اللہ۔ وہ اللہ کے قلعہ میں داخل ہُوا۔ جو قلعہ میں داخل ہُوا۔ اُس نے امان پائی +

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ انی احب ھذہ السورۃ۔ میں اس سورہ (اخلاص) سے محبت رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حبک ایاھا ادخلک الجنۃ۔ اسکی محبت تجھے بہشت میں داخل کردیگی۔ ایسا ہی اور بہت سی حدیثوں میں اس سورہ شریفہ کی تعریف آتی ہے کہ یہ قرآن شریف کے تیسرے حصہ کے برابر ہے اور اس کے پڑھنے کے بڑے بڑے فوائد ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سورۂ شریفہ میں خالصۃً اللہ تعالےٰ کی توحید کا ذکر ہے اور تمام انبیاء اور رسول جو خدا تعالےٰ کیطرف سے مبعوث ہوتے ہیں انکی بعثت کا اصل منشا یہی ہوتا ہے کہ توحید الٰہی کو دنیا میں قائم کریں کہ ایک خدا کی عبادت میں مخلوق کو لگادیں اور غیر اللہ کی محبت اور خوف کو دل سے نکالکر انسان کو خدا کا بندہ بنادیں۔ کیونکہ در اصل تمام بدیاں اور گناہ اسی سے شروع ہوتے ہیں۔ کہ انسان کے دل میں خدا تعالےٰ کے سوائے کسی دوسری چیز کی محبت یا اسکا خوف غالب آجاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہا فرمایا کرتے تھے کہ کیا سبب ہے کہ ایک انسان جب جانتا ہو کہ سوراخ کے اندر ایک زہریلا سانپ ہے تو وہ ہرگز اس سوراخ میں اپنی انگلی نہیں ڈالتا۔ اور جب جانتا ہے کہ اس زہر کے کھانے سے میں مرجاؤنگا۔ تو خواہ کتنا ہی کوئی زور لگائے اُس زہر کو ہرگز مُنہ پر نہیں لاسکتا۔ تو پھر کیا سبب ہے۔ کہ انسان باوجود اس اقرار کے کہ خدا ہے اور ایک واحد خدا سب کا مالک اور خالق ہے پھر گناہ کرتا ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ معرفت الٰہی اس کو پورے طور سے حاصل نہیں۔ جب معرفت پُورے طور سے حاصل ہوجائے تو پھر ممکن ہی نہیں کہ انسان گناہ کے نزدیک جاسکے +

بخاری شریف میں ایک حدیث آئی ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرد انصاری مسجد قبا میں امامت نماز کی کرتا تھا۔ نماز پڑھانے کے وقت جب وہ کوئی حصہ قرآن شریف کا پڑھتا تو اُس کو سورۂ اخلاص کے ساتھ شروع یعنے پہلے سورۂ اخلاص پڑھتا اور بعد اس کے کوئی اور سورۃ یا کوئی حصہ قرآن شریف کا پڑھتا۔ ہر رکعت میں وہ ایسا ہی کرتا۔ دوسرے اصحاب اس معاملہ میں اُسپر اعتراض کرتے اور کہتے کہ کیا تو دوسری سورتوں کو کافی نہیں سمجھتا۔ کہ اس سورۃ کو بہرحال ساتھ ملا ہی دیتا ہے۔ اور بسا اوقات اُسے کہتے کہ تو اس سورۃ کا بار بار ہر رکعت میں پڑھنا چھوڑ دے۔ وہ ہمیشہ یہی جواب دیتا کہ تمہارا اختیار ہے کہ مجھے امام بناؤ یا نہ بناؤ میں تمہاری امامت چھوڑ دیتا ہوں لیکن اس سورۃ شریفہ کا پڑھنا ترک نہیں کرسکتا۔ لوگ اس کو دوسروں سے افضل جانتے تھے اور بہرحال اسکو ہی امام بنانا پسند کرتے تھے۔ اس واسطے یہ جھگڑا اسی طرح سے رہا۔ یہانتک کہ ایک موقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک بات پہنچائی گئی آنحضرتؐ نے اسکو بلایا اور فرمایا کہ اے فلانے تجھے کونسی بات اس سے مانع ہے کہ تو اپنے ساتھیوں کا کہنا مانے اور ہر رکعت نماز کے اندر تو نے سورۂ اخلاص کا پڑھنا کسواسطے اختیار کیا ہے۔ اُس نے عرض کی یا رسول اللہ انی احبّھا مجھے یہی سورۃ پیاری لگتی ہے۔ تب آنحضرت نے فرمایا حبک ایاھا ادخلک الجنۃ اس کا پیار کرنا تجھے جنت میں داخل کردے گا۔ فقط اسکی وجہ یہی ہے کہ اس سورہ شریفہ کے ساتھ محبت کرنا خدا تعالےٰ کی توحید کے ساتھ محبت کرنا ہے اور اپنے آپ کو محتاج جانکر ایک خدا کیطرف اپنی احتیاج کو لیجانا۔ جو شخص تمام دُنیا کو چھوڑ کر خدا کی طرف جُھکتا ہے۔ خدا تعالےٰ اُسکو دُنیا و مافیہا سے بے احتیاج کردیتا ہے اور اپنے فضل سے اسکے سارے کام پورے کردیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی توحید کے عقیدہ میں کمال پیدا کرنا انسان کو تمام مشکلات سے بآسانی نکالکر لیجاتا ہے۔ لیکن اسمیں بعض ناواقف لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے اور وحدت وجود کیطرف جُھک گئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہر ایک چیز جو ہم کو نظر آتی ہے خدا ہے۔ ہر ایک آدمی خدا ہے اور صرف خدا ہی ہے باقی اور کچھ نہیں +

حضرت اقدس مرزا صاحب مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ یہ عقیدہ بالکل غلط ہے۔ یہ لوگ خود خدا تعالےٰ کے خالق بنتے ہیں۔ اور اپنی عقل سے خدا تعالےٰ کی کیفیت پر ایک احاطہ کرنے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ گویا انھوں نے مانند ایک جراح کے خدا کو نعوذ باللہ چیر پھاڑ کر دیکھ لیا ہے۔ اور اُسکی تمام حالت پر آگاہ ہوگئے ہیں +

یہ بہت بُرا عقیدہ ہے۔ ہاں وسعت شہود کا عقیدہ درست ہے جسکے یہ معنے ہیں۔ کہ انسان کے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت اور عظمت ایسی بیٹھ جائے کہ کسی دوسرے کی اسکو پروا ہی نہ رہے۔ اور خدا تعالےٰ کے ساتھ عشق اور محبت کا ایسا درجہ حاصل ہو جائے کہ بغیر خدا تعالےٰ کے ہر شے اُسکو ہیچ نظر آئے اور خدا تعالےٰ کی وحدت پر اُسکو پورا یقین ہو کہ وہی ایک اس قابل ہے جسکی عبادت کیجاوے اور جسکی اطاعت کے واسطے اپنی جان کو قربان کر دیا جائے۔ در اصل تمام بدیوں کی جڑھ شرک ہے جلی ہو یا خفی۔ جب انسان کسی دوسرے انسان کو اپنا حاجت روا یقین کرتا ہے۔ اور اس کیطرف اس طرح جھکتا ہے کہ گویا اُسکے بغیر کوئی اُس کا کام کرنے والا نہیں تو وہ توحید کے برخلاف اپنا قدم رکھتا ہے اور ایک شرک [illegible] کرتا ہے۔ صادق [illegible] ہے جو ہر حال میں اپنے خدا پر اپنے یقین کو قائم رکھتا ہے۔ اور [illegible] کا بھروسہ ہوتا ہے۔

چیست ایمان وحدہٗ پنداشتن ٭ کار حق را با خدا بگذاشتن

یہاں سورۂ اخلاص کے نوٹ ختم ہوئے

سورۃ الفلق

اس سورۂ شریف کی تفسیر سے پہلے اس امر کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سورہ کے شانِ نزول میں بعض مفسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ کسی یہودی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا اور اس قسم کے جادو گروں کے شر سے محفوظ رکھنے کے واسطے اللہ تعالےٰ نے یہ دُعا سکھلائی ٭

اس واقعہ کو اگر احادیث میں دیکھا جائے اوّل تو اس حدیث کا راوی صرف ایک شخص ہے یعنی ہشام۔ حالانکہ اتنے بڑے واقعہ کے واسطے ضرور تھا کہ کوئی اور صاحب بھی اس کا ذکر کرتے۔ دوم اگر یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ پر اس جادو کا کچھ اثر ہو گیا تھا یا آنحضرت نے ان جادو کرنے والے لوگوں کا کچھ پیچھا کیا تھا۔ یا ان کو گرفتار کیا تھا ٭

ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں اس قسم کے آدمی ہوا کرتے ہیں جن کا یہ پیشہ ہوا کرتا ہے کہ وہ لوگوں پر جادو کیا کریں۔ اور یہ لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو خفیہ سازشوں اور شرارتوں کے ذریعہ سے لوگوں کو سزا دیتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص ان کے پاس آیا ہے اور وہ ایک دوسرے شخص کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔ اسواسطے ان کے پاس اپنی یہ خواہش لاتا ہے کہ میرا دشمن مر جائے یا کسی سخت بیماری میں مبتلا ہو جائے یا مجنون ہو جائے۔ تو وہ اس شخص کو ویسے ہی کوئی تعویذ سا بنا دینگے یا کوئی تاگہ گرہیں ڈالکر دیدینگے۔ اور کہدینگے کہ کسی طرح اپنے دشمن کو کھلاؤ یا اسکے گھر میں دبا دو۔ یا اور کوئی بات اس قسم کی بتلا دیں گے۔ لیکن در اصل یہ صرف ایک ظاہری بات اس شخص کو دھوکا دینے والی ہوگی اور خفیہ طور پر وہ اس کے دشمن کو کسی دوائی کے ذریعہ سے بیمار کرنے یا مجنون کرنے یا ہلاک کرنے پر کمر باندھیں گے۔ اور کسی نہ کسی حیلہ سے اس کام کو پورا کر کے اپنے جادوگر ہونے کا لوگوں کو یقین دلائینگے ٭

دوسرے قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں جو توجہ کے ذریعہ سے اس معاملہ میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں کو دُکھ دینے کے درپے رہتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ بھی ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہے ہیں۔ اور آجکل اس گروہ کی ایک بڑی جماعت امریکہ میں موجود ہے۔ ان کا مطلب بھی سوائے شرارت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے پیشہ کو مخفی رکھتے ہیں۔ ورنہ گورنمنٹ ایسے لوگوں کو ہر جگہ گرفتار کر کے سزا دیتی ہے۔ ایسے لوگوں کی شرارتوں سے بچنے کے واسطے انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ ہوشیار رہے اور ہوشیاری کا سب سے عمدہ اور اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں انکی شرارت سے پناہ مانگی جائے ٭

اس سورۂ شریفہ سے پہلے سورۂ اخلاص ہے جس میں اللہ تعالےٰ کی توحید کا تذکرہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ان دو سورتوں میں اس فیضان کا تذکرہ ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے انسان پر وارد ہوتا ہے ٭

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر نہ ہونے کی ایک ظاہر دلیل یہ ہے کہ آنحضرت کو مسحور کہنا تو قرآن شریف میں کفار کا قول کہا ہے جو کہ جھوٹا قول ہے اور نیز خدا تعالےٰ کا کلام ہے واللہ یعصمک من الناس پھر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ کسی یہودی کا جادو آنحضرت پر چل جاتا ٭

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے۔ کہ بیماری کے وقت بیمار کے حق میں دُعا کرتے ہوئے خدا تعالےٰ سے استعاذ کرنا طریق سنت ہے۔ دوا کرنا بھی ضروری ہے مگر اس کے ساتھ دُعا بھی چاہیئے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ قال ابن عباس کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعلمنا من الاوجاع کلھا والحمّی ھذا الدعاء بسم اللہ الکریم اعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعّار و شر حر النار۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تمام دردوں اور بخار کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو یہ دُعا سکھایا کرتے تھے۔ اللہ کے نام کے ساتھ جو کریم ہے خدا اعظیم کی پناہ مانگتا ہوں ہر رگ کے شر سے اور آگ کی گرمی کے شر سے ٭

اس طرح خدا تعالےٰ کے حضور میں پناہ مانگنے کی دُعائیں بہت سی احادیث میں وارد ہیں جن میں سے بعض بمعہ ترجمہ اس جگہ نقل کی جاتی ہیں ٭

اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد و احاذر سبعا

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی عزت اور قدرت کی اس چیز کی بدی سے جو پاتا ہوں اور

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر

بقیہ سورۃ الفلق

(گزشتہ سے پیوستہ)

بسم اللہ ارقیک من کل شیئ یؤذیک من شر کل نفس

ڈرتا ہوں میں (سات بار کہے) اللہ کے نام کے منتر پڑھتا ہوں کہ تجھ پر جو چیز ایذا

اوعین حاسد اللہ یشفیک بسم اللہ ارقیک

دے تجھ کو بدی سے ہر جان کے اور آنکھ سے حسد کرنیوالے کے اور شفا دے تجھکو اللہ کے

اعیذکما بکلمات اللہ التامۃ من شر کل شیطان

نام سے منتر پڑھتا ہوں تجھ پر پناہ میں دیتا ہوں میں تم دونوں کو اللہ کے کلموں کی جو

و هامۃ و من کل عین لامۃ اسال اللہ العظیم

پورے ہیں بدی سے ہر شیطان اور جانور ایذا دینے والے اور ہر آنکھ نظر لگانیوالی

رب العرش العظیم ان یشفیک + بسم اللہ الکبیر

کی سے مانگتا ہوں اللہ عظمت والے سے جو صاحب ہے عرش بڑے کا کہ شفا دے تجھکو ساتھ

اعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعار و من

نام اللہ بڑائی والے کے پناہ چاہتا ہوں اللہ کی جو عظمت والا ہے بدی سے ہر رگ

شر حر النار + ربنا اللہ الذی فی السماء تقدس اسمک

جوش کرنے والی کے اور بدی سے دوزخ کی گرمی کے + رب ہمارا اللہ ہے جو آسمان میں ہے

امرک فی السماء والارض کما رحمتک فی السماء

پاک ہے نام تیرا۔ حکم ہے تیرا آسمان اور زمین میں جس طرح ہے رحمت تیری آسمان میں

فاجعل رحمتک فی الارض اغفر لنا حوبنا خطایانا

بس کر رحمت اپنی زمین میں بخش واسطے ہمارے گناہ ہمارے اور چوک ہماری

انت رب الطیبین انزل رحمۃ من

تو ہے صاحب پاکوں کا اتار رحمت اپنی میں سے

رحمتک وشفاء من شفاءک علی ھذا الوجع اللھم

رحمت اور شفا اپنی شفا میں سے اس بیماری پر اے اللہ

اشف عبدک ینکالک عدوا ویمشی لک الی جنازۃ

شفا دے اپنے بندے کو کہ زخمی کرے تیری راہ میں دشمن کو اور چلے تیرے

اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیرا لی

واسطے ساتھ کسی جنازہ کے۔ اے اللہ جلا تو مجھکو جبتک کہ ہو زندگی بہتر میرے واسطے

وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی + اللھم انی اعوذبک

اور مار مجھ کو جس وقت ہو موت بہتر واسطے میرے۔ اے اللہ تیری پناہ

من جھد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء

مانگتا ہوں بلاء کی مشقت سے اور بدبختی کے ملنے سے اور برے فیصلہ

وشماتۃ الاعداء + اللھم انی اعوذبک من الھم

سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے۔ اے اللہ تحقیق میں پناہ چاہتا

والحزن والعجز والکسل والجبن والبخل

ہوں فکر اور غم سے اور ناتوانی اور سستی سے اور نامردی اور بخل سے

وضلع الدین وغلبۃ الرجال +

اور قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ سے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع ساتھ نام اللہ کے بخشنے والا مہربان

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝

کہ پناہ پکڑتا ہوں ساتھ رب صبح کے اس چیز کے شر سے جو پیدا کیا ہے اور شر اندھیرا کرنے والے کے سے جبکہ چھپ جاوے

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

و شر پھونکنے والیوں کے بیچ گرہوں میں اور شر حسد کرنے والے کے سے جبکہ حسد کرے۔

بامحاورہ تفسیری ترجمہ

اس طرح سے دعا مانگ میں اپنے اس پروردگار کے حضور میں پناہ گیر ہوتا ہوں۔ جو اندھیرے کو دور کر کے صبح کی روشنی پیدا کرتا ہے۔ اس کے حضور میں پناہ گیر ہوتا ہوں ان تمام چیزوں کی بدی سے جو پیدا ہوئی ہیں اور اندھیرا کرنے والے کی شرارت سے۔ جبکہ وہ چھپ جاوے۔ اور ان کی شرارت سے جو گرہوں میں پھونکیں دے کر مخلوق الٰہی کو دکھ دینے کے درپے رہتے ہیں۔ اور حاسد کے شر سے جبکہ وہ حسد پر کمر باندھے +

یہ سورہ شریفہ مدنی ہے۔ یعنی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد پانچ آیتیں ہیں۔ اور تیئیس ۲۳ کلمے ہیں اور چوہتر حروف ہیں +

فلق۔ اُس چیز کو کہتے ہیں جو کہ پھٹ کر پیدا ہو۔ جیسا کہ دانہ جو زمین میں بویا جاتا ہے اور جب اُس کو نمی پہنچتی ہے تو وہ پھٹ جاتا ہے اور اُس میں سے ایک بڑا درخت پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی فلق صبح کو بھی کہتے ہیں۔ کہ رات کی تاریکی پھٹ جاتی ہے اور اس میں سے صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے زجاج کا قول ہے الفلق الصبح۔ لان اللیل ینفلق عنه الصبح ویفر فعل بمعنے مفعول۔ فلق صبح کو کہتے ہیں کیونکہ رات سے صبح نکلتی ہے اور جُدا ہوتی ہے۔ اس جگہ فعل مفعول کے معنوں میں آیا ہے۔ اسکی مثال ہے ھو ابین من فلق الصبح۔ ایسا ہی قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ کی صفات میں بیان ہُوا ہے کہ وہ فالق الاصباح ہے رات کے وقت جب تمام دُنیا پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ تو بادشاہ اور سپاہی امیر اور غریب سب برابر ہو جاتے ہیں۔ تاریکی میں شناخت نہیں ہو سکتی کہ دشمن کون ہے اور دوست کون ہے کونسی چیز مفید ہے اور کونسی چیز ضرر دینے والی ہے۔ لیکن جب صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے تو انسان پہچان لیتا ہے کہ یہ میرا دوست ہے اور یہ دشمن ہے اور اس چیز سے مجھے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور اس سے نقصان کا احتمال ہو سکتا ہے گویا ایس انسان اللہ تعالےٰ کے حضور دُعا کرتا ہے کہ اے پروردگار اگرچہ ہم اپنی نادانی اور بے علمی اور گناہ گاری کے سبب ایک ظلمت اور تاریکی در تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن تیری وہ ذات ہے کہ تمام تاریکیوں کو دُور کر دیتی ہے اور روشنی اور نور پیدا کر کے دُکھ دینے والی چیزوں سے انسان کو بچانے والا تو ہی ہے۔ پس تو ہی ہم پر رحم فرما کیونکہ تیرے حضور میں ہم تمام تاریکیوں سے پناہ گزیں ہوتے ہیں

قال الراغب فی لغات القرآن۔ الفلق شق الشئ و ابانت بعضه عن بعض یقال فلقته فانفلق۔ قال تعالیٰ فالق الاصباح وقال فالق الحب والنوی وقال فاوحینا الیٰ موسیٰ ان اضرب بعصاك الحجر فانفلق وقوله تعالیٰ قل اعوذ برب الفلق الفلق بالتحریك قیل هو ضوء الصبح وانارته والمعنیٰ قل یا مخاطب اعتصم وامتنع برب الصبح وخالقه ومدبره ومطلعه متیٰ شاء علیٰ ما یریٰ من الصلاح فیه ویقال هو الخلق کله لانهم ینفلقون بالخروج من اصلاب الاٰباء وارحام الامهات کما ینفلق الحب من النبات ویقال الفلق ما ینفلق عن الشئ وهو یعم جمیع المسکنات لانه جل شانه فلق ظلمة عدمها بنور ایجادها۔ **ترجمہ**۔ فلق۔ کسی شے کے پھٹنے کو۔ یا بعض سے بعض کو جدا کرنے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ عربی میں کہتے ہیں۔ فلقتہ۔ فانفلق میّنے اُسے پھاڑا پس وہ پھٹ گیا۔ ایسا ہی خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے فالق الاصباح۔ صبح کا پھاڑنے والا۔ ظاہر کرنے والا۔ نمودار کرنے والا۔ اور ایسا ہی خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے فالق الحب والنوی دانے اور گٹھلی کے پھاڑنے والا۔ اور اُن سے درخت بنانے والا۔ اور ایسا ہی قرآن شریف میں آیا ہے فاوحینا الیٰ موسیٰ ان اضرب بعصاك البحر فانفلق۔ پس ہم نے موسیٰ کو وحی کی۔ کہ اپنی جماعت کو دریا میں لے چل پس وہ دریا پھٹ گیا اور جماعت کے واسطے راستہ ہو گیا اور لشکر صاف نکل گیا اور ایسا ہی اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے قل اعوذ برب الفلق کہ میں پناہ پکڑتا ہوں ساتھ پروردگار فلق کے اس جگہ لفظ فلق حرف ل کی زبر کے ساتھ ہے اور اسکے معنے ہیں صبح کی روشنی اور اس کا چمکنا اور اسکے معنے یہ ہیں کہ اے مخاطب حفاظت طلب کر۔ اور پناہ مانگ اس رب کے حضور میں جو صبح کا رب اور خالق اور مدبر ہے اور اسکے چڑھانے والا ہے جب چاہے اور جس کے لئے اس میں صلاحیت دیکھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس جگہ فلق سے مراد تمام مخلوقات ہے کیونکہ وہ سب کے سب مذکر کے اصلاب سے اور مؤنث کے ارحام سے نکلے ہیں۔ ایسا ہی دانہ پھٹتا ہے تو اس سے سبزی نکلتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فلق وہ ہے جو کسی شے سے پھٹ کر جدا ہوتی ہے اور یہ عام ہے تمام مخلوقات پر۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اسکے عدم کی ظلمت کو پھاڑ کر اسکو وجود کی روشنی میں لاتا ہے +

اور فلق کے ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو ذات صفحہ عالم سے اِن ظلمات اور تاریکیوں کو محو کرنے اور مٹا دینے پر تمام قدرت رکھتی ہے اسے یہ بھی طاقت اور قدرت ہے کہ جو شخص عاجزی کے ساتھ اسکی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے پناہ جو ہوتا ہے وہ اس کے تمام خوف اور دہشت کو دُور کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں صبح کا طلوع ہونا آغاز فرحت و سرور کی مثال ہے کہ جس طرح آدمی تمام رات طلوع فجر کا انتظار کرتا ہے۔ اسی طرح خائف و عائذ نجاح و فلاح کے طلوع صبح کا انتظار کرتے ہیں۔ بہر تقدیر خدا تعالیٰ کے حضور پناہ مانگنی چاہیئے تمام مخلوق کی برائی سے۔ موذی آدمی۔ جن درندے وحشی جانور سانپ بچھو وغیرہ سے +

حضرت مولوی نورالدین صاحب اس سورہ شریفہ کے عجائب فوائد میں بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لاہور میں ایک شخص نے مجھے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں کچھ کام ہے۔ چنانچہ وہ مجھے مسجد چینیاں والی میں لے گیا اور مسجد میں داخل ہونے سے پہلے بیان کیا کہ چند لوگ جمع ہیں کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ جب میں مسجد کے اندر داخل ہُوا تو میّنے دیکھا کہ وہاں ایک غیر معمولی مجمع ہے اور مباحثہ کے واسطے اکھاڑا لگایا گیا ہے۔ قبل ازیں مجھے ہرگز خبر نہ تھی کہ اس کام کے واسطے میں اس جگہ لایا گیا ہوں۔ میّنے ہنوز نماز پڑھنی تھی۔ میّنے ان لوگوں کو کہا کہ یہ گفتگو کا موقع ہے معلوم نہیں کہ اس میں کتنی دیر ہو جائے آپ لوگ نماز پڑھ چکے ہو اور میّنے ہنوز پڑھنی ہے۔ اسواسطے بہتر ہے کہ میں پہلے نماز پڑھ لوں۔ اِس سے میرا یہ منشا تھا کہ میں پہلے اللہ تعالےٰ کے حضور دُعا کر لوں اور پھر انکے ساتھ گفتگو کرو۔ کیونکہ بغیر امداد الٰہی کچھ کام نہیں بن سکتا۔ چنانچہ وضو کر کے میں نماز میں کھڑا ہُوا اور یہی سورہ فلق میّنے شروع کی۔ اور اللہ تعالےٰ کے حضور میں عاجزی سے دُعا کی۔ کہ اے خداوند کریم تو رب الفلق ہے ایک بڑے دانے کو جو کہ وہ سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے اور بیکار جانا جاتا ہے اور کوئی اسکی طرف توجہ نہیں کرتا اگر تو چاہتا ہے تو وہی دانہ ایک بڑا درخت بنجاتا ہے اور

اکی شاخیں زمین پر پھیلتی ہیں اور ہزاروں لوگ اُسکے سایہ کے تلے آرام کر سکتے ہیں۔ اے خدا اگر میں ناکارہ گٹھلی کی طرح ہوں تو تو رب الفلق ہے۔ تو مجھ پر رحم فرما۔ اور میری پرورش کر۔ غرض اسی طرح بہت دُعا کرکے اور نماز کو ختم کرکے میں ان لوگوں میں آ بیٹھا۔ تب خدا تعالےٰ کے عجائب کاموں کا اظہار اس طرح سے ہوا کہ وہ شخص جو میرے ساتھ مباحثہ کے لئے طیار کیا گیا تھا۔ اس نے بجائے اسکے کہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق کسی مسئلہ کا ذکر شروع کرتا۔ ایک اور حدیث جو ان معاملات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی تھی پیش کر دی اور کہا کہ آپ اس کا مطلب مجھے سمجھا دیں۔ میں نے ان تمام لوگوں کو جو جمع تھے سُنا دیا کہ دیکھو یہ حدیث حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ اور یہ ایک علیحدہ بات ہے جو اس شخص نے پوچھی ہے۔ اس شخص نے بھی کہدیا کہ ہاں یہ جُدا امر ہے۔ مباحثہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ سردست میں اس حدیث کا مطلب مولوی صاحب سے سمجھ لوں۔ سامعین اسپر برانگیختہ ہوئے اور اس شخص پر خفا ہو کر چلدیئے۔ اور اس طرح خدا تعالےٰ نے ہم کو ان کے شرانگیز منصوبہ سے محفوظ رکھا ✦

کعب بن احبار فرماتے ہیں کہ دوزخ میں ایک لق و دق جنگل ہے اس کا نام فلق ہے جب وہ کھولا جاتا ہے تو سارے دوزخی اس کی شدت گرمی کی وجہ سے چیخنے لگتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دوزخ کی تہ میں ایک کنوآں ہے جسے فلق کہتے ہیں۔ اسپر ایک پردہ پڑا ہوا ہے جب وہ اُٹھا دیا جاتا ہے تو اس میں ایک ایسی سخت آگ نکلتی ہے جس سے خود جہنم چیختی ہے علاوہ اسکے اور بھی بہت سے اقوال ہیں مگر سب سے صحیح تر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فلق صبح کو کہتے ہیں یا دانہ اور گٹھلی کے پھوٹنے اور اُگنے کا نام ہے ✦

بعض نے کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام جب کنوئیں میں ڈالے گئے تھے تو آپ کے گھٹنے میں سخت درد ہوا (شائد گرنے کے سبب چوٹ لگی ہو) ایسا سخت درد ہوا کہ تمام رات جاگتے ہوئے گذری۔ یہاں تک کہ طلوع صبح کا وقت ہو گیا۔ تب ایک فرشتہ نازل ہوا جس نے آپ کو تسلی دی اور کہا کہ خدا تعالےٰ سے دعا مانگو وہ اس درد کو دُور کر دے گا۔ حضرت یوسف نے اس فرشتے کو کہا کہ تو دُعا کر میں آمین کہونگا۔ چنانچہ اس فرشتے نے دُعا کی اور حضرت یوسف نے آمین کہی۔ تب خدا تعالےٰ نے اس دُعا کو قبول فرمایا اور وہ درد تھم گیا اور ان کو آرام ہو گیا۔ تب حضرت یوسف نے دُعا کی۔ کہ اسوقت جسقدر بیمار ہیں اور تکلیف میں ہیں ان سب کو آرام دیا جائے فرشتے نے اس دُعا پر بھی آمین کہی اور کہتے ہیں یہی سبب ہے کہ صبح کے وقت بیمار کو تھوڑا بہت افاقہ ہو جاتا ہے وہ دُعا حضرت یوسف کی مفصلہ ذیل الفاظ میں تھی ✦

یاعُدتی فی شدتی ویامونسی فی وحشتی وراحم غربتی

اے میرے ہتھیار میرے مصائب میں اور میرے مونس میری وحشت کے وقت اور اے رحم

وکاشف کربتی ویامجیب دعوتی ویاالٰھی والٰہ اٰبائی

کرنیوالے میری غربت پر۔ اور اے میری گھبراہٹ کے دُور کرنیوالے۔ اور اے میری دعا کے قبول کرنے والے۔ اور اے میرے معبود اور میرے باپ دادوں کے معبود

ابراھیم واسحٰق ویعقوب۔ ارحم صغر سنی وضعف رکنی

ابراہیم و اسحٰق اور یعقوب کے معبود۔ میری چھوٹی عمر پر رحم فرما اور میرے ضعف

وقلۃ حیلتی یاحی یاقیوم یاذاالجلال والاکرام۔

رکن پر رحم فرما۔ اور میرے حیلہ کے کم ہونے پر رحم کر۔ اے حی اے قیوم اے صاحبِ جلال اور اکرام ✦

مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ۔ جو کچھ خدا نے پیدا کیا۔ اس کے شر سے یعنی تمام پیدایش الٰہی میں جو اشیاء انسان کے واسطے مضر اور خراب اور تکلیف دہ ہیں ان سب سے اللہ تعالےٰ کے حضور میں پناہ چاہتا ہے ✦

بعض کا قول ہے کہ شر ماخلق سے مراد شیطان ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی شے انسان کے واسطے موجب شر اور دُکھ اور تکلیف نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شرِ ماخلق سے مراد جہنم ہے گویا کہ انسان خدا تعالےٰ کے حضور جہنم سے پناہ چاہتا ہے۔ بہر حال اس میں تمام موذی اور دُکھ دینے والے اور خدا سے دُور رکھنے والے اشیاء سے خدا کے حضور پناہ مانگی گئی ہے خواہ وہ شیطان ہو یا جن یا موذی حیوان مثل بچھو سانپ شیر وغیرہ ✦

غاسق۔ اندھیرا کرنے والا۔ ہر ایک چیز جو تاریکی اور ظلمت پیدا کرے۔ غاسق رات کو کہتے ہیں اور غسق تاریکی کو کہتے ہیں کیونکہ رات تاریکی پیدا کرتی ہے اسواسطے وہ غاسق ہے۔ اور غسق برد کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ رات بہ نسبت دن کے ٹھنڈی ہوتی ہے۔ غاسق ثریا کو بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کا گرنا عموماً وبا اور بیماریوں کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ اور غاسق سورج کو بھی کہتے ہیں جبکہ غروب ہو جائے اور چاند کو بھی کہتے ہیں جبکہ اسکو گہن لگے۔ غاسق ملّاپ کو بھی کہتے ہیں۔ جبکہ وہ کاٹ کھائے اور ہر ایک ناگہاں آنیوالی چیز جو ضرر پہنچائے۔ یا بھیک مانگنے والا جبکہ وہ تنگ کرے تو اسکو بھی غاسق کہتے ہیں۔ غرض ہر ایک چیز جو انسان کو ظلمت روحانی یا جسمانی میں ڈالے اسکو غاسق کہتے ہیں۔ جب رات بہت تاریک ہو تو عرب کے محاورہ میں کہتے ہیں غسق اللیل اور جب آنکھیں آنسوؤں سے بھر جائیں تو کہتے ہیں غسقت العین اور جب زخم پیپ سے بھر جائے تو کہتے ہیں غسقت الجراحۃ ✦

وقب۔ کے معنے ہیں چھپ گیا۔ وقب کے اصلی معنے ہیں کسی شے میں داخل ہونا۔ ایسا کہ وہ نظر سے غائب ہو جاوے ✦

حدیث شریف میں آیا ہے۔ روی ابوسلمۃ عن عائشۃ انہ اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی ونظر الی القمر وقال استعیذی باللہ من شرِ ھذا فانہ الغاسق اذا وقب۔ ابوسلمہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کا ہاتھ پکڑا اور چاند کی طرف جبکہ وہ کسوف میں تھا اشارہ کرکے فرمایا کہ اسکے شر سے اللہ تعالےٰ کے حضور میں پناہ مانگ کہ یہ اندھیرا کرنے والا ہے جبکہ چھپ جائے ✦

النَّفّٰثٰت فی العقد۔ گرہوں میں پھونکنے والیاں۔ النفث النفخ مع ریق۔ نفث کے معنے ہیں پھونکنا۔ جس میں تھوک بھی ہو۔ گرہ میں پھونکنا

جیسا کہ جادوگر لوگ تاگوں میں گرہیں ڈالکر پھونکتے ہیں اور لوگوں کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ اس کا اثر ہوتا ہے۔ گرہ میں پھونکنا اور گرہ دینا یہ ایک محاورہ ہے جس کے معنے ہیں کسی کام میں رکاوٹ ڈالنے کے واسطے کوشش کرنا جیسا کہ وہ لوگ جو جادوگری کا پیشہ رکھتے ہیں۔ اپنی جھوٹی جادوگری میں کامیابی حاصل کرنے کے واسطے خفیہ تدابیر کرتے ہیں۔ ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ فلاں آدمی کو ہم نے جادو کے ذریعہ سے بیمار کر دیا ہے اور در اصل کسی خفیہ ذریعہ سے اس قسم کی دوائیاں اس شخص کو کھلا دیتے ہیں۔ جن سے وہ بیمار ہو جائے۔ پس ایسے خفیہ شریر لوگوں کی شرارت سے بچا رہنے کے واسطے اللہ تعالے کے حضور میں ہمیشہ دُعا کرتے رہنا چاہیئے ؁

حاسد۔ وہ ہے جو یہ خواہش کرے کہ دوسرے کے پاس جو عمدہ شے ہے وہ اس کو مل جاوے۔ بسا اوقات اس حسد میں اس شخص [illegible] نقصان پہنچانے کی بھی خواہش اور کوشش کرتا ہے جسکو اس نعمت کا [illegible] ملتا ہے۔

لفظ حاسد کو اس جگہ نکرہ رکھا ہے معرفہ نہیں ہو کر [illegible] میں یہ حکمت ہے کہ حسد ہمیشہ بُرا نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر نیکیوں کے حصول کے واسطے حسد کیا جائے تو وہ حسد محمود ہے ؁

اِس سورۃ میں انسان کے جسمانی فوائد کے واسطے دُعا ہے۔ اور اگلی سورۃ میں روحانی فوائد کی باتیں مندرج ہیں ؁

یہ سورۃ بھی بجائے خود ایک جامع دُعا ہے۔ جن میں چار چیزوں سے اللہ تعالے کے حضور میں پناہ مانگی گئی ہے ؁

(۱) تمام مخلوقات کے شر سے

(۲) تاریکی کرنے والی اشیاء کے شر سے ؁

(۳) مخالفانہ مخفی تدابیر کرنے والوں کے شر سے ؁

(۴) حاسد کے شر سے

فقرہ اول میں در اصل سب شامل ہیں۔ اور فقرہ دوم وسوم وچہارم اُس کی تشریح ہیں یعنی وہ تمام چیزیں جو خدا تعالے نے پیدا کی ہیں۔ ان میں جو امر اس قسم کا ہے کہ کسی انسان کے واسطے موجب تکلیف اور دُکھ اور ضرر ہو سکتا ہے۔ ان سب سے خدا تعالے ہم کو بچائے اور محفوظ رکھے ؁

دُنیا میں جسقدر مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ وہ یا تو بہ سبب تاریکی اور ظلمت کے پھیل جانے کے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دُنیا میں ایک تاریکی پھیلی ہوئی تھی لوگ روحانیت کی باتوں سے بے خبر تھے۔ نصاریٰ مریم اور یسوع اور حواریوں کے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ایرانی آتش پرستی میں مصروف تھے کئی کروڑ ہندو دیوی دیوتاؤں کے آگے پیشانی رگڑنے میں مصروف ہو رہے تھے تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نور دُنیا میں چمکا اور مخلوق الٰہی کے واسطے موجب ہدایت کا ہوا۔ سو یا تو مفاسد خود تاریکی کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں اور یا مخالف دشمن لوگ شرارت کے ساتھ تاریکی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور فاسد لوگ ان کے روئے حسد کے فساد مچا کر اصلیت کو چھپانا چاہتے ہیں۔ یہی حال ہر زمانہ میں اور ہر نبی اور مامور کے وقت میں ہوتا ہے۔ آجکل بھی زمانہ میں ایک بڑی تاریکی پھیلی ہوئی ہے اور تمام قومیں اصلیت کو چھوڑ کر گمراہی کی طرف جا رہی ہیں اسواسطے ضرورت کے موافق خدا تعالے نے اس زمانہ میں بھی ایک نور پیدا کیا ہے جو تمام ظلمات کو دور کر دیتا ہے۔ اور مخلوق کو ہدایت کے راہ پر لاتا ہے۔ اس کے مخالف چاہتے ہیں کہ حق پر پردہ ڈالدیں۔ اور لوگوں کو ہدایت کے حصول سے محروم رکھیں۔ لیکن خدا تعالے اپنی باتوں کو پورا کرے گا اور اپنے بندے کی صداقت کو روز روشن کی طرح نمایاں کرنا اُسی خدائے قادر کا کام ہے جس کو کوئی روک نہیں سکتا ؁

اِس سورۃ شریفہ میں جو قرآن شریف کی آخری سورتوں میں سے ہے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آخری زمانہ میں ایک بڑا فتنہ ہوگا ایک بہت بڑا شر اُٹھے گا۔ اور وہ ایسے وقت میں ہوگا۔ جبکہ اللہ تعالے زمانہ میں سے تاریکی کو دُور کرنے کے واسطے ایک صبح کو نمودار کرے گا کیونکہ وہ رب الفلق ہے اور رات کے بعد دِن کو لاتا ہے۔ اور تاریکی کے بعد نور پیدا کرتا ہے۔ اُس شر سے بچنے کے واسطے تمام مسلمانوں کو ہمیشہ دُعا کرتے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ بڑا بھاری شر ہے۔ اُس شر کا پیدا کرنے والا خفیہ کارروائیاں بہت کرے گا اور چھپ چھپ کر اپنی سازشیں دین حق کے برخلاف نہایت جدوجہد کے ساتھ کرے گا ؁

چنانچہ ظاہر ہے کہ جسقدر خفیہ کارروائیاں مشن کا دجال اسلام کے برخلاف کرتا ہے۔ ایسی کارروائیاں پہلے کبھی کسی نے نہیں کیں۔ ایسے ایسے راہوں سے اسلام پر حملہ کرنے کے واسطے کوشش کی جاتی ہے کہ عوام تو سمجھ بھی نہیں سکتے کہ اس معاملہ میں کیا در پردہ شرارت ہے لیکن خدا تعالے نے اس زمانہ میں ایک ایسا نور پیدا کیا ہے جس نے نمودار ہو کر ان تمام پردوں کو پھاڑ دیا ہے اور دجال کا دجل کھول کر لوگوں کو دکھا دیا ہے تا کہ مخلوق الٰہی اس کے شر سے بچی رہے اور اسکے پھندے میں نہ آئے ؁

افسوس ہے اُن لوگوں پر جو خدا تعالے کے اس نور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ یہ نور الٰہی ضرور غالب آئیگا اور اس کے مخالف سب نامراد اور ناکام مرینگے ؁

یہاں سورہ فلق کے نوٹ

ختم ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾

کہہ پناہ پکڑتا ہوں ساتھ پروردگار لوگوں کے — بادشاہ لوگوں کے — معبود لوگوں کے — برائی وسوسہ ڈالنے والے

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

پیچھے ہٹ جانیوالے کی سے جو وسوسہ ڈالتا ہے بیچ سینوں لوگوں کے — جنوں میں سے اور آدمیوں میں سے

بامحاورہ تفسیری ترجمہ

اس طرح دُعا کر۔ جن ہو یا آدمی ہو۔ جو کوئی انسانوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور انسان کی ترقی کو روک کر اُسے پیچھے ڈال دیتا ہے۔ اس کے وسوسہ کی بدی سے اُس خدا کے حضور میں پناہ پکڑتا ہوں۔ جو انسانوں کا پرورش کنندہ اور ان کا بادشاہ اور ان کا معبود ہے۔

اس سورہ شریف میں اللہ تعالے کی تین صفتوں کا بیان کیا گیا ہے۔ ربّ۔ ملک۔ الٰہ۔ اور پھر ان ہر سہ صفات کے اُس پرتوہ کی طرف بالخصوص اشارہ کیا گیا ہے جو کہ انسان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ کیا معنے وہ خدا جس نے انسان کو پیدا کیا اس کو تمام قوٰی ظاہری اور باطنی عطا فرمائے اور ان قوٰے کی تربیت کے واسطے ہر قسم کے سامان مہیّا کئے۔ جنین تھا تو ماں کے پیٹ کے اندر ہی اُسے غذا پہنچائی۔ پیدا ہوا تو ساتھ ہی ماں کی چھاتوں میں اپنی غذا کا ذخیرہ موجود پایا اُسے چھوڑا تو ماں باپ اور اقربار کو اپنے سامان خوردنی پوشیدنی کے مہیّا کرنے میں مصروف پایا بڑا ہوا تو محنت مزدوری کی اور خدا نے اس میں برکت ڈالی۔ اس لفظ میں اپنے اصلی مُربّی کے بے انتہا احسانات کو یاد کرنے کے بعد اس دُعا میں انسان اپنے اس خدا کو یاد کرتا ہے جو اس کا حقیقی بادشاہ ہے اُسی کے قبضۂ قدرت میں تمام زمین اور آسمان کی کل ہے۔ چاہے تو ایک آن میں زلزلہ سے یا بجلی سے یا اور جس طرح چاہے سب کو فنا کر دے یا فنا شدوں کو پھر پیدا کر دے تمام انسانوں کے دل بھی اسی کے قابو میں ہیں وہ بادشاہ حقیقی ہے ہر ایک انسان کے خیلات اس کی نگاہ میں ہیں بغیر اس کے اذن کے نہ کوئی کسی کو نفع دے سکتا ہو اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے وہ ملك النّاس ہے پس وہ جو ہمارا ربّ ہے اور وہ جو ہمارا ملک ہے اور سلطان ہے وہی اس لائق ہے کہ ہمارا اللّٰہ ہو اور معبود ہو اسی کی عبادت کیجاوے اسی سے اپنی حاجتیں مانگنی چاہئیں اور اسی کی تعریف کرتے ہوئے سر اس کے آگے جھکایا جاوے۔ پتھر کے بُت تو ہمارے اپنی مخلوق ہیں اور ہم خود انکی تربیت کرتے ہیں اور اُنپر حکومت کرتے ہیں جس طرح چاہیں انکو گھڑ کر بناتے ہیں اور جہاں چاہیں انکو رکھتے ہیں۔ برہمن کے قابو میں آیا۔ تو اُس نے زری کے کپڑے پہنا دئے اور سونے کے زیوروں سے مرصّع کر دیا اور محمود کے ہاتھ لگا تو اُس نے کاٹ کر جوتیاں رکھنے کے واسطے دہلیز کے باہر گاڑ دیا۔ رومن پادری نے اُسپر سونے کا گلٹ کیا اور گرجے میں سجایا۔ تو اُسکے پراٹسٹنٹ بھائی نے اپنے باپ دادوں کی بے وقوفی پر مضحکہ اُڑانے کے واسطے اُسے عجائب گھر میں رکھ دیا۔ سو بتوں کا تو ذکر ہی کیا جب کہ خود بُت پرست بھی بتوں کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ باقی رہے عناصر اور حیوان اور انسان جن کی بعض بے وقوف لوگ پوجا کرتے سو سب کے سب خود محتاج تھے اور اپنی عمر گذار کر مر گئے نہ انہیں سے کسی نے ہماری ربوبیت کی اور نہ کوئی ہمارا مالک اور ملک تھا اور نہ کوئی ہمارا معبود ہو سکتا ہے۔ ظاہری بادشاہوں کی حکومت ظاہر حالات پر ہے۔ چور چوری پر سے پکڑا گیا تو اس کو سزا ملگئی۔ لیکن چور جب چوری کی نیّت کرتا ہے اور کسی کی عمدہ شے دیکھ کر دل میں ارادہ کرتا ہے کہ موقعہ پر اُسے اُٹھا لے اس وقت اس کی نیّت اور ارادے کو بجز خدا کے کون دیکھ رہا ہے۔ پس حقیقی بادشاہ وہی ہے۔

اس دُعا میں انسان اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہو کر اپنے خدا کے ساتھ اس تعلق کو یاد کرتا ہے کہ اے خدا تو ہی میرا پرورش کنندہ ہے اور تو ہی میرا بادشاہ ہے اور تو ہی میرا معبود ہے بس میں تیرے ہی حضور میں اپنی یہ درخواست پیش کرتا ہوں کہ نیکی کے حصول کے بعد جو انسان کے دل میں ایسے بُرے خیالات آتے ہیں کہ اس کو نیکی سے پیچھے ہٹانا چاہتے ہیں ان خیالات کے شر سے تو مجھے بچا۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وسوسوں کا پیدا ہونا ضروری ہے پر جب تک انسان ان کے شر سے بچا رہے یعنی انکو اپنے دل میں جگہ نہ دے اور اُنپر قائم نہ ہو تب تک کوئی حرج نہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی کہ میرے دل میں بُرے بُرے خیالات پیدا ہوتے ہیں کیا میں ان کے سبب سے گنہگار ہوں۔ فرمایا۔ فقط بُرے خیال کا اُٹھنا اور گذر جانا تم کو گنہگار نہیں کرتا یہ شیطان کا ایک وسوسہ ہے جیسا کہ بعض انسان جو شیطان کیطرح ہوتے ہیں لوگوں کے دلوں میں بُرے خیالات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس فقط انکی بات سُننے سے اور ردّ کر دینے سے کوئی گنہگار نہیں ہوسکتا۔ ہاں وہ گنہگار ہوتا ہے جو انکی بات کو مان لیتا اور اسپر عمل کر لیتا ہے

حضرت مولوی نور الدین صاحب حدیث کی بنا پر فرمایا کرتے ہیں اور اپنا تجربہ بیان کیا کرتے ہیں کہ خیالِ بد کے وقت اگر انسان بائیں طرف تھوک دے اور لاحول پڑھے تو وہ وسوسہ فوراً دُور ہو جاتا ہے عاجز راقم نے بھی اس کا تجربہ کیا ہے اور دُرست پایا ہے۔

ایک پیشگوئی سورۃ النّاس قرآن شریف کی سب سے آخری سورۃ ہے اور اس کا مضمون آخری زمانہ میں ایک بڑے فتنہ سے خدا تعالےٰ کی پناہ مانگنے کا حکم دیتا ہے وہ فتنہ خنّاس کا ہے۔ جو کہ لوگوں کے دلوں میں قسما قسم کے وساوس ڈالکر ان کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ یسوع کو خدا بنانے اور اسکی پُوجا کرنے کا فتنہ زمانہ نبوی سے پہلے دُنیا میں پھیلا ہُوا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور نے اس کی خرابیوں کو دُنیا پر ظاہر کرکے اس کا زور ہٹا دیا تھا یہاں تک کہ خود نورِ اسلام کی چمک سے جھلک بلکہ عیسائی قوم میں اس قسم کے ریفارمر پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے اپنی قوم میں سے یسوع اور مریم کے بُت بنانے اور بُتوں کی پُوجا کرنے کی رسم کو مٹانے کی کوشش کی اور اس کوشش میں بہت کچھ کامیابی بھی حاصل کی۔ دوسری طرف لاکھوں عیسائی اپنے مذہب کی خرابیوں سے آگاہ ہو کر اور اس سے بیزار ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ غرض اسلام وہ مذہب تھا جس نے دیگر باطل ادیان کے ساتھ دینِ عیسوی کو بھی پست کر دیا تھا لیکن آخری زمانہ میں وہی عیسائیت کا فتنہ ایک نئے رنگ میں مخلوق کے سامنے آکر موجود ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو قرآن شریف اور اسلام سے پیچھے ہٹا کر پھر اُسی پُرانی گمراہی میں ڈالدے۔ یہ خنّاس تعلیم دیتا ہے کہ ہمارا ربّ یسوع مسیح ہے۔ چنانچہ عیسائیوں کی کتابوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ ربنا المسیح۔ اور یسوع کا نام عیسائی کتب میں بادشاہ یعنے مَلِک بھی ہے اور اس کی عبادت بھی کیجاتی ہے۔ گویا کہ وہ الٰہ یعنی معبود ہے ان عقائد کی بیخکنی کے واسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ربّ النّاس اور ملک النّاس اور الٰہ النّاس۔ وہی ایک خدا ہے جس کی صفات حمیدہ کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے اور جس کی وحدانیت کے بارے میں اس سورۃ سے اُوپر ایک سورۃ چھوڑ کر اس طرح بیان کیا گیا ہے

قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفوًا احد۔

کہ وہ اللہ ایک ہے وہ بے احتیاج ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ اس کا کوئی کنبہ قبیلہ ہے

اس سورۃ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آخری زمانہ جنگ کا زمانہ نہ ہوگا اور اسلام سے لوگوں کو رُوگردانی کرانے کے واسطے کوئی لڑائی اور ظاہری جنگ کی کارروائی نہ ہوگی جیسا کہ پہلے کیا جاتا تھا بلکہ صدور النّاس پر بذریعہ وساوس ہوگا اور وہ وسوسہ ڈالنے والے خنّاس دو قسم کے ہونگے ایک تو پادری لوگ جن کے وساوس موٹے رنگ کے ہر طرح کے کذب اور بہتان کے ساتھ ہیں یہ خنّاس تو ناس میں سے ہے۔ لیکن ایک بڑا خنّاس جو شر میں اس سے زیادہ سخت ہے لیکن اپنی شرارت میں کسی قدر مخفی ہے اسواسطے اس کو جنّ کہا گیا ہے وہ اس زمانہ کے جھوٹے فلسفی اور جزوی سائنس دان ہیں۔ جو حقیقی فلسفہ اور سائنس سے بے خبر ہیں اور تعلیم یافتہ گروہ کو خفیہ رنگ میں دہریت کیطرف کھینچ کر لے جارہے ہیں۔ حالانکہ بظاہر مذہب سے اپنے آپکو بے تعلق ظاہر کرتے ہیں مگر باطن میں مذہب کے سچے اُصول کو اُکھاڑنے کے درپے ہیں۔

اس سورہ شریف سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آخری زمانہ کا فتنہ محض دُعا کے ذریعہ سے دور ہوگا چنانچہ اسی کی تائید میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ کفار مسیح موعود کے دم سے مرینگے اور حضرت مرزا صاحب سے میں نے بارہا سُنا ہے آپ فرمایا کرتے ہیں۔ کہ اسقدر فتنہ کا مٹانا ظاہری اسباب کے ذریعہ سے نہیں ہوسکتا۔ ہمارا بھروسہ صرف ان دعاؤں پر ہے جو ہم اللہ تعالےٰ کے حضور میں کرتے ہیں خداوند تعالیٰ ہماری دُعاؤں کو سنے گا اور وہ خود ہی ایسے سامان مہیا کرے گا کہ کفر ذلیل ہو جائے گا اور اسلام کے واسطے غلبہ اور عزت کے دن آجائیں گے۔

لطیفہ کسی نے کہا ہے کہ قرآن شریف کا ابتداء حرف ب سے ہوا ہے اور آخر حرف س کے ساتھ ہوا ہے یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن شریف انسان کے واسطے بس ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ۔ اس کتاب میں کسی شے کی کمی نہیں رہی اس مضمون کو کسی نے فارسی میں اس طرح ادا کیا ہے۔ ؎

اوّل و آخر قرآں زچہ با آمد و سین
یعنی اندر دو جہاں رہبر ما قرآں بس

لطیفہ نسفی کہتا ہے کہ اس سورہ شریف میں سب سے پہلے جو لفظ ناس آیا ہے اس سے مراد اطفال ہیں اور ناس ثانی سے مراد نوجوان لوگ ہیں اور ثالث سے مراد بوڑھے ہیں اور چہارم سے مراد صالحین ہیں اور پنجم سے مراد مفسدین ہیں۔ کیا معنی۔ کہ میں اس خدا کے حضور پناہ گزین ہوتا ہوں جو ربّ النّاس ہے۔ چھوٹے ناتواں بچوں کے واسطے بھی تمام سامان پرورش کرتا ہے اور ملک النّاس ہے نوجوان جوشیلے لوگ سب اس کے قابو میں ہیں۔ الٰہ النّاس ہے۔ جب آدمی بڑا ہوتا ہے اور چالیس سال سے زیادہ عمر پاتا ہے۔ تب اسکے عقائد اور معرفت کمال کو پہنچتے ہیں اور عادتیں نیکی پر پختہ ہو جاتی ہیں۔ اور اُنکی خدا کی عبادت میں پکا ہو جاتا ہے ایسے لوگوں کا معبود وہی خدا ہے اس خدا کے حضور میں اس خنّاس کے وساوس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔ جو یوسوس فی صدور النّاس۔ نیک لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالدیتا ہے۔ من الجنۃ والناس۔ وہ خنّاس کچھ جن ہیں اور کچھ مفسد انسان ہیں۔

یہ ایک عجیب دُعا ہے جو خدا تعالےٰ نے خود ہم کو سکھائی ہے۔ اس کے کسی قدر ہم معنے وہ دعا ہے جو دوسری جگہ قرآن شریف میں آتی ہے اور وہ اس طرح سے ہے۔

ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا

اے ہمارے ربّ بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت کی توفیق عطاء فرمائی ہمارے دلوں کو کج نہ کر یعنے ایک دفعہ جس نیکی کو ہم حاصل کریں وہ استقامت کے ساتھ ہمارے اندر قائم رہے۔

یہ سورہ شریف قرآن شریف میں سب سے آخری دُعا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ یہ قرآن جس کے پڑھنے کی تو نے ہم کو توفیق دی ہے۔ اب ایسا کر ہمارے دل اس پر ایمان کے واسطے ایسے پختہ رہیں کہ اس کلام کے متعلق کوئی وسوسہ اور بدخیال کبھی ہمارے دل میں نہ آنے پاوے اور ہم اس پر عمل کریں اور تیرے نیک بندوں میں شامل ہو جاویں قرآن شریف کے ذریعہ سے رحمٰن خدا نے کس قدر رحمت دنیا پر نازل فرمائی۔ تمام احکام شرعیہ۔ گذشتہ بزرگوں کی نیک مثالیں طریق دُعا۔ غرض ہر شے ضروری کی تعلیم دیگئی ہے

اس سورہ شریف کے شروع میں انسان کا نام تین بار لیا گیا ہے اور ہر بار اللہ تعالیٰ کا ایک جُدا نام اس پر رکھا گیا ہے۔ یعنے پہلی دفعہ ربّ الناس کہا گیا ہے۔ دوسری بار ملک الناس فرمایا ہے اور تیسری بار الٰہ الناس مذکور ہوا ہے۔ یہ ہر سہ صفات الٰہیہ انسان کی تین مختلف حالتوں کی طرف اور اللہ تعالےٰ کے تین فیضانوں کی طرف جو انسان کی ان حالتوں پر وارد ہوتے ہیں اشارہ کرتی ہیں۔

انسان بلحاظ اپنی رُوحانی ترقی یا تنزل کے تین درجے رکھتا ہے۔ سب سے ادنےٰ درجہ کا انسان وہ ہے جسے کچھ خبر نہیں کہ حصول نیکی اور حصول معرفت الٰہی کیا شے ہے اور وہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ ایسے شخص کے واسطے نیکی بدی سب برابر ہے۔ اگر وہ بدی کرتا ہے تو اُسے کبھی کچھ فکر نہیں ہوتا کہ میں بدی کرتا ہوں۔ اس کا نفس اُسپر نہ صرف غالب ہے بلکہ پوری طرح اسپر حکمران ہے وہ نہیں جانتا کہ دین اور دینداری کیا لطف اپنے اندر رکھتی ہے اور نہ دینداروں کی صحبت اختیار کرتا ہے اور نہ اس کو کبھی یہ خواہش ہی پیدا ہوتی ہے کہ دیندار بنے وہ اپنی حالتمیں مثل ایک بے خبر کے پڑا ہے جس نے معرفت کا کبھی نام بھی نہیں سُنا یہ شخص نفس امّارہ کے ماتحت ہے پر خداتعالےٰ ان سب کے واسطے رب الناس ہے۔ یعنی وہ سب کی پرورش کرتا ہے۔ جو لوگ خداتعالےٰ کو نہیں مانتے اور دہریہ ہیں ان سب کی پرورش کرتا ہے۔ گو ایسے لوگوں کے واسطے ایک وقت عذاب کا بھی بالآخر آجاتا ہے مگر سردست وہ سب اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اس لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ رب الناس ہے جو لوگ نیکی کرتے ہیں انکی پرورش ہوتی ہے جو بدی کرتے ہیں انکی پرورش ہوتی ہے۔ بارش آتی ہے۔ تو نیک و بد سب کے کھیت کو سیراب کر جاتی ہے اور سورج نکلتا ہے تو کافر اور مومن سب کو روشنی دیدیتا ہے۔ ہوا چلتی ہے تو مسلم اور غیر مسلم سب کو اپنا فائدہ پہنچا دیتی ہے اس لحاظ سے خداتعالےٰ کی ربوبیت عام ہے وہ تمام جہان کے لوگوں کا رب ہے۔ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا ہو۔ امیر ہو یا غریب ہو دانا ہو یا بے وقوف ہو۔ عالم ہو یا جاہل ہو۔ بادشاہ ہو یا رعایا ہو۔ ہر ایک کو اس کی ربوبیت عامہ سے حصہ دیا جاتا ہے اس لحاظ سے وہ رب الناس ہے۔

درمیانہ درجہ کے لوگ جو درجہ ادنےٰ سے اُوپر کے درجہ میں ہیں وہ ہیں۔ جن کو معرفت الٰہی کا شوق پیدا ہو گیا ہے انھوں نے جان لیا ہے کہ نیکی عمدہ شے ہے اور وہ خواہش رکھتے ہیں کہ اپنی موجودہ حالت سے نکلیں اور ترقی کریں اور آگے قدم رکھیں۔ بدیوں کو چھوڑ دیں۔ اور نیکیوں کو اختیار کریں۔ لیکن ان کا نفس ہنوز ان پر غالب ہے وہ بدی سے پرہیز کرتے ہیں مگر بسبب کمزوری پھر بھی کسی نہ کسی وقت بدی میں گر جاتے ہیں۔ اُٹھتے ہیں اور پھر گر جاتے ہیں۔ پھر اُٹھتے ہیں اور پھر گر جاتے ہیں۔ یہی حالت انکی ہوتی رہتی ہے۔ وہ دل سے سچی توبہ کرتا ہے۔ کہ اب آیندہ یہ کام نہ کروں گا۔ لیکن نفس کے جذبہ کیوقت پھر کر بیٹھتا ہے اور خداتعالےٰ کی غفاری اور ستاری کیطرف پھر جھکتا ہے اور اسکی رحمت کے حضور میں فریادی ہوتا ہے اور اپنی کمزوری کے سبب نالاں رہتا ہے اور شب و روز اس فکر میں سرگرداں پھرتا ہے کہ کب وہ وقت آئے گا۔ کہ پھر بدی اس کے قریب کبھی نہ آئے گی وہ اقرار کرتا ہے کہ میں ایک بادشاہ حقیقی (ملک الناس) کی حکومت کے ماتحت ہوں اور اس کے قوانین کی فرمانبرداری مجھ پر واجب ہے اسواسطے وہ قواعد شرعیہ کی پابندی کیواسطے ہر وقت سعی کرتا رہتا ہے لیکن اپنی کمزوری اور اپنے ضعف کے سبب غلطی کر بیٹھتا ہے اور اپنے بادشاہ سے معافی کا طلبگار ہوتا ہے ایسے شخص کا نفس لوامہ ہے۔ وہ غلطی کر بیٹھتا ہے لیکن اس غلطی پر راضی نہیں رہتا۔ بلکہ اپنے آپکو ملامت کرتا ہے اور غمگین ہوتا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ میں نے کیوں ایسا کام کیا اور پھر توبہ کرتا ہے اور ہر دفعہ اس کی توبہ سچے دل کے ساتھ ہوتی ہے اور توبہ کے وقت وہ کبھی وہم نہیں رکھتا کہ دوبارہ یہ کام کریگا اسی واسطے خداتعالیٰ اس پر رحم کرتا ہے اور اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور اسکے گناہ بخش دیتا ہے۔

اس سے بڑھ کر درجہ والے وہ لوگ ہیں۔ جو ہر طرح سے تمام گناہوں کو چھوڑ چکے ہیں اور انکے نفسانی جذبات ٹھنڈے ہو چکے ہیں اور اب کوئی بدی انکو دُکھ نہیں دیتی بلکہ وہ آرام اور اطمینان کے ساتھ اپنے خدا کی بندگی میں مصروف ہیں وہ خداتعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرا چکے ہیں اور اس کی عبادت اور محبت اور خوف اور رجا میں کوئی دوسرا شریک انکے دل میں باقی نہیں رہا اور انھوں نے اس واحد خدا کی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبودیت کے آداب اور احکام اور اوامر اور حدود اور آسمانی قضا و قدر کے امور کو بدل و جان قبول کر لیا ہے۔ اور نہایت نیک نیتی اور تذلل سے ان سب حکموں اور حدوں اور قانونوں اور تقدیروں کو بارادت تمام سر پر اُٹھا لیا اور نیز وہ تمام صداقتیں اور پاک معارف جو اس کی وسیع قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اس کی ملکوت اور سلطنت کے علو مرتبہ کو معلوم کرنے کے لئے ایک واسطہ اور اس کے آلاء اور نعماء پہچاننے کے ایک قوی رہبر ہیں۔ بخوبی معلوم کر لیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو نفس مطمئنہ رکھتے ہیں۔ اور بہ سبب اس کے ان کے افعال اقوال۔ حرکات خیالات عبادات وغیرہ میں ان کا مقصود محبوب اور معبود صرف اللہ ہی ہے۔ جو کہ اِلٰہ الناس ہے

انسان کے ان ہر سہ درجات اور حالات کیطرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے ان ہر سہ حالات کو صوفیا نے اپنی تجربہ کردہ باتوں کے ذکر کے ساتھ عجیب عجیب پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ حافظ شیرازی نے نفس لوامہ کی مشکلات پر نگاہ کرکے اس مضمون کو اس شعر میں ادا کیا ہے۔

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

حافظ شیرازی نے اس شعر میں انسان کی ان تین حالتوں کو ظاہر کیا ہے اور انکی تمثیل کے واسطے دریا اور اسکے دو کناروں کے نظارہ کو لیا ہے۔ کچھ لوگ دریا کے اس کنارے پڑے ہیں

کچھ اس کنارہ پر پہونچ گئے کچھ کشتی میں بیٹھے ہوئے ہنوز اس فکر میں ہیں کہ اس کنارہ تک پہنچ جائیں ایک کنارہ ویران مسلب ہے اسمیں نہ کوئی شاندار مکان ہے اور نہ پھل پھول ہیں اور اس میں رہنے والے جاہل لوگ ہیں۔ جو دوسرے کنارے کی نعمتوں اور عمدہ اشیاء سے بے خبر ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ دوسرے کنارہ پر کیا کیا آرام کے ذرائع ہیں۔ پس وہ اپنی حالتمیں غافل ہیں اور انکو یہ خواہش بھی نہیں کہ دوسری طرف جاویں اور ان لوگوں میں جاکر شامل ہو دیں جو دوسرے کنارے پر رہتے ہیں بلکہ وہ اپنے موجودہ حال میں ویسے ہی چپ چاپ بیٹھے ہیں۔ دوسرے کنارے پر وہ لوگ ہیں جو دریا اور اسکی تمام تکالیف اور مصائب کو جھیل کر اپنے منزل مقصود تک پہنچ چکے ہیں اور اب آرام کے ساتھ بیٹھے ہیں انکو کوئی دُکھ اور مصیبت نہیں ہے اور نہ انکے لئے وہ بے امنی اور غفلت کی حالت ہے جو اس کنارے والوں کے لئے ہے اور نہ انکے واسطے وہ خطرات اور ہر وقت کا خوف ہے جو کشتی والوں کے لاحق حال ہوتا ہے بلکہ وہ ان تمام مشکلات میں سے گذر چکے ہیں اور تمام مصائب کو عبور کر چکے ہیں اور ان کا نفس نفس مطمئنہ ہے اور پہلے لوگ وہ تھے جن کا نفس نفس امّارہ تھا پس دریا کے دو کنارہ پر دو قسم کے لوگ آباد ہیں ایک کنارے پر وہ ہیں جو نفس امّارہ رکھتے ہیں اور دوسرے کنارے پر وہ ہیں جو نفس مطمئنہ رکھتے ہیں حافظ شیراز نے ان ہر دو کو اپنے شعر میں سبکسار کہا ہے۔ کیونکہ ایک کو تو معرفت کی ہی خبر ہی نہیں اور دوسرے کو معرفت حاصل ہو چکی ہے پس وہ دونوں سبکسار ہیں کیونکہ یہ اپنے بوجھ اتار چکا ہے اور اس نے ہنوز بوجھ اُٹھایا ہی نہیں لیکن مشکلات میں وہ شخص ہے جو درمیان میں ہے۔ کیونکہ اُس نے رذیل حالتیں رہنا پسند نکیا اور اعلےٰ حالت کیطرف جانا چاہا لیکن راستہ میں مشکلات کا دریا ایسا آگیا ہے جسمیں ہر طرف سے موجیں ہیں اور رات اندھیری ہے اور گرداب گھیرے ہوئے ہے اور ہر وقت خطرہ ہے کہ اب ڈوبے اب ڈوبے یہ درمیانی حالت نفس لوّامہ کی ہے اسکو معلوم ہو گیا ہے کہ نفس مطمئنہ ایک عظیم الشان نعمت ہے اور ان لوگوں کی صحبت سے جو نفس مطمئنہ حاصل کر چکے ہیں یا ان کے حالات عجیبہ کے سُننے سے اسکو رغبت پیدا ہوئی ہے کہ میں بھی نیک بن جاؤں اور ان لوگوں کے درمیان شامل ہو جاؤں اور بظاہر پہلی نظر اس کو بہت ہی آسان سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ میں منزل کو آسانی کے ساتھ طے کر لونگا اور ایسا ہی بن جاؤنگا جیسے کہ وہ لوگ ہیں لیکن تھوڑے ہی دنوں میں معلوم ہو جاتا ہے کہ اس راہ میں بہت مشکلات ہیں اور بدیوں کا ترک کرنا اور نیک بن جانا آسان بات نہیں ہے ایسے وقت میں چلا اُٹھتا ہے۔ ع

کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

اور جب چاروں طرف سے اپنے آپکو تکالیف میں دیکھتا ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ اس اعلےٰ حالت کا حصول کوئی آسان امر نہیں ہے۔ ظاہر کہدینے کو تو ایک فقرہ ہے اور وہ بھی ایک چھوٹا سا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔ لیکن جب اُس پر عمل شروع ہوتا ہے تب اسکی حقیقت معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ایک ملازم کسی دفتر کا اس اقرار کے بعد اپنے دفتر میں جاتا ہے اور ایک طرف افسر زور دیتے ہیں کہ یہ کام فوراً کرو اور دوسری طرف نماز کا وقت آجاتا ہے اسوقت معلوم ہو جاتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنیکے کیا معنے ہیں یا ایک عہدہ دار سرکاری جس کے خرچ بہت ہیں اور تنخواہ تھوڑی ہے وہ جب اس اقرار کے بعد اپنے کام پر جاتا ہے اور آمدنی کو کم پاتا ہے اور خرچ زیادہ ہے اور رشوت کے وسائل کھلے ہیں اور کوئی منع کرنیوالا نہیں اسوقت اسکو معلوم ہوتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی کیا کیفیت ہوتی ہے یا رات کے وقت جب سردی کا موسم ہوا اور گرم بستر کے اندر آدمی لیٹا ہوا ہو اور ہر ایک سامان مہیا ہو اور تہجد کا وقت اور خدا کے یاد کرنیکا وقت آجائے اور دل نہ چاہے کہ بستر سے اُٹھے اسوقت انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میرا دین مقدم ہے یا دنیا مقدم ہے۔

غرض سلوک کی راہ میں سب سے مشکل مرحلہ یہی ہے جو نفس لوّامہ کو طے کرنا پڑتا ہے کیونکہ اسکو شیطان اور اسکے لشکر کے ساتھ ایک جنگ درپیش ہے شیطان چاہتا ہے۔ کہ وہ اس کو واپس اپنی حالت سفلی پر لیجائے کیونکہ وہ جیسا کہ اس سورۃ میں بیان کیا ہے۔ خنّاس ہے یعنی انسانکو پیچھے ہٹانا چاہتا ہے اور اس کو رذیل حالتیں ڈالنا چاہتا ہے یہ شیطان بعض انسانوں کی صورت میں ہیں اور بعض پردہ میں ہیں۔ جو کہ انسانکو خراب حالتیں ڈالنے کیواسطے اسکے دلمیں طرح طرح کے وساوس ڈالتے ہیں جس کا ذکر اس سورہ شریف میں اسطرح ہے۔ الّذی یوسوس فی صدور الناس۔ یعنی لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں ان سے پناہ مانگنے کیواسطے خدا نے یہ سورہ بطور کلمات دعائیہ کے نازل فرمائی ہے تا انکو پڑھ کر اور خدا تعالےٰ سے پناہ مانگ کر انسان بدحالتیں پڑنے سے بچ جاوے۔ الٰہی تو اپنے فضل و کرم سے ہماری دستگیری فرما اور اس جماعت کے ممبروں کو نفس مطمئنہ عطا فرما اور جو لوگ ہنوز اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے۔ انکی بھی آنکھیں کھول تاکہ وہ اس پاک راہ کو پہچان کر اسکی صداقت کا فائدہ حاصل کریں اور خدا کی برگزیدہ جماعتمیں داخل ہو کر رحمت الٰہی سے حصہ وافر حاصل کریں ۔ آمین ثم آمین

امراض سینہ کا علاج

میں خیال کرتا ہوں کہ امراض سینہ مثلاً سل۔ کھانسی وغیرہ کے واسطے اس سورہ شریف میں ایک دُعا ہے کیونکہ آجکل ڈاکٹروں نے یہ تحقیقات کی ہے کہ پھیپھڑے میں ایک باریک کیڑے ہوتے ہیں جنکو جرمس کہتے ہیں۔ جب وہ پیدا ہو جاتے ہیں تب پھیپھڑا زخمی ہو کر سل کی بیماری اور کھانسی پیدا ہو جاتی ہے۔ جن بھی ایک باریک اور مخفی شے کو کہتے ہیں اس سورہ میں ان اشیاء کے شر سے پناہ چاہی گئی ہے جو سینے کے اندر ایک خرابی پیدا کرتے ہیں۔ ناظرین اس کا تجربہ کریں لیکن صرف جنتر منتر کی طرح ایک دُعا کا پڑھنا اور پھونک دینا بیفائدہ ہے۔ سچے دل کے ساتھ مطلب اور معنے کو یہ سورۃ بطور دُعا کے مریض اور اسکے معالج اور تیماردار پڑھیں اور مریض کے حق میں دُعا کریں۔ تو اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے اور بخشنے والا ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ ایسے بیماروں کو اس کلام پاک کے ذریعہ شفا حاصل ہو۔ اللہ اعلم بالصواب۔

اس سورہ شریف کے شان نزول کے بارہ میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آج کی رات مجھپر اس قسم کی آیات نازل ہوئیں کہ اُن جیسی میں نے کبھی نہیں دیکھیں وہ معوذتین ہیں۔ ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جن و انس کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے مگر جب معوذتین نازل ہوئیں تو آپنے اور طرح اس امر کے متعلق دُعا کرنا چھوڑ دیا اور ہمیشہ ان الفاظ میں دُعا مانگتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوا کرتے تو ان دونوں سورتوں کو پڑھ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

یہاں سورۃ النّاس کے نوٹ ختم ہوئے ۔

(تمت بالخیر۔ فللّٰہ الحمد)